مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مترجم

قاضی سجّاد حسین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفترِ اوّل

مصنف

مولانا جلال الدین رومیؒ

مترجم

قاضی سجاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فہرست

مقدمہ

عجب اتفاق ہے کہ نہ فارسی پڑھی نہ فارسی آئی لیکن ہندوستان میں مروّج فارسی کتابوں کی اشاعت کا کام قدرت نے اس ہیچمداں سے لے لیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد جبکہ فارسی کے رسم و رواج کے تابوت میں آخری کیل ٹھک رہی تھی، خیال آیا کہ گلستانِ سعدی کو سہل الحصول بنا کر شائع کیا جائے۔ اس پر اردو میں کچھ حواشی لکھے اور اس کو شائع کر دیا۔ اس کی اشاعت اور قبولیت نے ہمت بندھائی تو بوستانِ سعدی پر بھی طبع آزمائی شروع کر دی اور اردو کے حاشیہ کے ساتھ اس کو بھی شائع کر دیا۔ پھر مطالبہ شروع ہوا کہ ہر دو کتب کو مستقل ترجمہ کے ساتھ شائع کر دیا جائے چنانچہ یہ بھی ہوا۔ ان چاروں کتابوں کی پیہم اشاعت نے مزید اسباب و وسائل جمع کر دیئے اور عزم پیدا ہو گیا کہ ہندوستان کے مکاتب میں مروّج فارسی کتب کو آسان حواشی لکھ کر بہترین انداز میں شائع کر دیا جائے۔ مالا بدمنہ شائع کی، اخلاقِ محسنی مترجم شائع کی اور پھر گلزارِ دبستاں کریما، حمد باری اور پندنامہ بھی شائع کر دیا۔ ربُّ العزت کا کرم ہے کہ اب ان کتابوں کی ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے مکاتب اور مدارس میں مانگ اور صرف انہی کی مانگ ہے۔ گذشتہ سالوں میں دیوانِ حافظ کو مترجم اور محشّیٰ کیا اور اس کو بھی شائع کر دیا۔ اس کی مقبولیت وہم و خیال سے بھی زیادہ ہوئی اور ہندوستان کے اہل علم اور تعلیمی حلقوں سے اس کی اس قدر داد ملی کہ مثنوی مولانا رومؒ پر کام کرنے اور اس کو شائع کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مثنوی کی ضخامت کے پیش نظر فیصلہ کیا کہ ابتداً صرف پہلے دفتر کو شائع کیا جائے۔ اگر زندگی نے وفا کی اور توفیق خداوندی شامل حال رہی تو بقیہ دفتر بھی ایک ایک کر کے شائع کر دیئے جائیں گے۔ تقریباً سال بھر گزرتا ہے کہ میں اس دفتر اول کے ترجمہ اور حواشی لکھ کر فارغ ہو گیا، لیکن کتابت کی دشواریاں اشاعت کی تاخیر کا سبب بنیں۔ اب جبکہ کتابت کی نگرانی اور تصحیح کی مصروفیت سے کچھ وقت بچنے لگا تو یہ چند سطور بطور مقدمہ کے پیشِ خدمت کر رہا ہوں۔ کتاب کی اہمیت اور مولانا کی شخصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ مقدمہ میں سیر حاصل بحثیں کی جائیں لیکن اپنی صلاحیت کی قلت اور وقت کی اضاعت کی کثرت شاید یہ تمنا پوری نہ کرنے دے پھر بھی خدائی مدد کے بھروسہ پر کچھ لکھ رہا ہوں۔

نام و نسب

محمد نام جلال الدین لقب اور شہرت مولانائے روم کے عنوان سے ہے۔ نسب کا سلسلہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ محمد صرف مولانا ہی کا نام نہیں ہے بلکہ مولانا کے والد اور دادا بھی مولانا کے ہمنام ہیں۔ مولانا کے والد کا لقب بہاء الدین اور وطن بلخ ہے۔ شیخ بہاؤالدین بڑے صاحب علم و فضل بزرگ تھے اور پورے خراسان میں مرجع خلائق تھے۔ محمد خوارزم شاہ کا دورِ سلطنت تھا۔ وہ خود شیخ بہاؤالدین کے حلقہ بگوشوں میں تھا اور امام فخر الدین رازی کی معیت میں شیخ کے حلقہ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ شیخ کی مقبولیت عامہ

جب حد سے بڑھی تو اس پر اور امام فخر الدین رازی کی طبیعتوں پر وہ بار بن گئی۔ شیخ نے اس کو محسوس کیا اور ۶۱۰ھ میں شیخ وطن ترک کر کے نیشاپور چلے گئے۔ خواجہ فرید الدین عطار شیخ بہاؤالدین سے نیشاپور میں ملے۔ اس وقت مولانائے روم کی تقریباً ۶ سال کی عمر تھی۔ مولانا پر بچپن ہی سے سعادتمندی کے آثار نمایاں تھے۔ خواجہ صاحب نے مولانا کو دیکھ کر شیخ بہاؤالدین سے فرمایا۔ ''ان صاحبزادے کے جوہر قابل سے غفلت نہ برتئے گا۔'' اور اپنی مثنوی اسرار نامہ مولانا کو پڑھنے کے لئے عنایت کی۔ شیخ نیشاپور سے بغداد پہنچے۔ وہاں کچھ دن قیام کر کے حجاز اور شام ہوتے ہوئے زنجان پہنچے اور وہاں سے لارندہ کا رخ کیا۔ لارندہ کے دورانِ قیام میں شیخ نے جبکہ مولانا کی عمر ۱۸ برس کی تھی، مولانا کی شادی کر دی اور یہیں مولانا کے فرزند رشید سلطان ولد پیدا ہوئے۔ بغداد کے دورانِ قیام میں مولانا کی شہرت شاہِ روم علاؤالدین کیقباد تک پہنچ چکی تھی۔ لارندہ کے قیام کے دوران میں علاؤالدین کیقباد نے درخواست کی تو شیخ، قونیہ میں اس کے پاس تشریف لے آئے اور اپنی بقیہ زندگی قونیہ ہی میں گزار کر جمعہ کے دن ۱۸ ربیع الثانی ۶۲۸ھ میں واصل بحق ہو گئے۔ مولانائے روم کی ولادت ۶۰۴ھ میں بلخ میں ہوئی تھی۔ تعلیم کے ابتدائی مراحل شیخ بہاؤالدین نے طے کرا دیئے تھے اور پھر اپنے مرید سید برہان الدین محقق کو جو اپنے زمانے کے بہت بڑے فاضل علماء میں سے تھے، مولانا کا معلم اور اتالیق بنا دیا تھا۔ مولانا نے اکثر علوم و فنون انہی سے حاصل کئے اور اپنے والد کی حیات تک اپنے والد ہی کی خدمت میں حاضر رہے۔ والد کے انتقال کے بعد ۶۲۹ھ میں شام کا قصد کیا۔ ابتداً حلب کے مدرسہ حلاویہ میں رہ کر مولانا کمال الدین مصنف تاریخ حلبی سے تلمذ کیا۔

مولانائے رومؒ اپنے دور کے اکابر علماء میں سے تھے۔ فقہ اور مذاہب کے بہت بڑے عالم تھے۔ دیگر علوم میں بھی مولانا کو پوری دستگاہ حاصل تھی۔ دورانِ طالبعلمی ہی میں پیچیدہ مسائل میں علماءِ وقت مولانا کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اپنے والد صاحب کے وصال کے بعد مولانا نے اپنا روحانی تعلق سید برہان الدین سے قائم کر لیا تھا چنانچہ مثنوی میں مولانا نے ان کا تذکرہ اپنے پیر ہی کی حیثیت سے کیا ہے۔ مولانا کا یہ وہ دور ہے جس میں مولانا پر ظاہری علوم ہی کا غلبہ تھا۔ سماع سے احتراز کرتے تھے۔ درس و تدریس اور فتویٰ نویسی میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا اور شمس تبریز

مولانا کی زندگی کا دوسرا دور شمس تبریز کی ملاقات کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ مولانا کی زندگی میں شمس تبریز کی ملاقات کا واقعہ جس قدر اہم ہے، اسی قدر یہ واقعہ معرضِ خفا میں ہے۔ جواہر مضیۂ کے بیان کے مطابق تو واقعہ کی صورت یہ ہے کہ مولانا ایک روز اپنے شاگردوں کے حلقہ میں رونق افروز تھے۔ چاروں طرف کتابوں کے ڈھیر تھے کہ اچانک شمس تبریز قلندرانہ انداز سے آ پہنچے اور کتابوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو۔ مولانا کا یہ فرمانا تھا کہ

اچانک کتابوں میں آگ لگ گئی۔ مولانا نے شمس تبریز سے کہا کہ یہ کیا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے تم واقف نہیں ہو اور یہ کہہ کر مجلس سے روانہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے مولانا کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ تمام گھربار اور شان وشوکت کو خیرباد کہا اور صحرا نوردی شروع کر دی۔ ملک کے گوشوں میں شمس تبریز کو تلاش کرتے پھرے لیکن ان کا کہیں پتہ نہ چلا۔ مولانا کے مرید چونکہ مولانا کی اس کیفیت سے سخت پریشان تھے، کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریز کو مار ڈالا۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ شمس تبریز کو ان کے پیر بابا کمال الدین جندی نے یہ کہہ کر مولانا کے پاس بھیجا تھا کہ روم جاؤ۔ وہاں ایک سوختہ دل ہے اس کو گرما آؤ۔ شمس تبریز قونیہ پہنچے۔ شکر فروشوں کی سرائے میں مقیم ہوئے اور ایک دن جبکہ مولانا نہایت تزک واحتشام سے ایک راستہ سے گزر رہے تھے، شمس تبریز نے مولانا سے سرِ راہ دریافت کیا کہ مجاہدہ اور ریاضت کا مقصد کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا اتباعِ شریعت۔ شمس تبریز نے کہا۔ یہ تو سب ہی جانتے ہیں لیکن اصل مقصد علم ومجاہدے کا یہ ہے کہ وہ انسان کو منزل تک پہنچادے اور پھر حکیم سنائی کا یہ شعر پڑھا۔

علم کز تو ترا نہ بستاند　　جہل زاں علم بہ بود بسیار

جو علم تجھے تجھ سے نہ لے لے　　اس علم سے جہل بہت بہتر ہے

ان جملوں سے مولانا اس قدر متاثر ہوئے کہ فوراً شمس تبریز کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مولانا کسی حوض کے کنارے کتب بینی میں مصروف تھے۔ وہاں شمس تبریز آ گئے اور مولانا سے دریافت کیا کہ یہ کیا کتابیں ہیں؟ مولانا نے فرمایا کہ تمہیں ان کتابوں سے کیا غرض۔ اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں حوض میں پھینک دیں۔ مولانا کو سخت رنج ہوا اور فرمایا کہ میاں درویش تم نے ایسی چیزیں ضائع کر دیں جن میں نادر نکتے تھے اور اب ان کا ملنا محال ہے۔ اس پر شمس تبریز نے وہ کتابیں خشک حالت میں حوض سے نکال کر مولانا کے سامنے رکھ دیں۔ مولانا حیران ہوئے تو شمس تبریز نے کہا۔ یہ حال کی باتیں ہیں تم صاحب قال ان کو کیا جانو۔ اس کے بعد مولانا شمس تبریز کے ارادت مندوں میں داخل ہو گئے۔

ابن بطوطہ کا بیان ہے کہ ایک حلوہ فروش مولانا کی درسگاہ میں آیا۔ مولانا نے بھی اس سے حلوہ کی ایک قاش خرید کر کھائی جس سے مولانا کے احوال یکسر بدل گئے۔ بے اختیار اٹھے اور گھربار چھوڑ کر نکل گئے۔ ایک عرصہ تک گم رہے۔ واپس آئے تو بالکل خاموش تھے۔ جذبہ میں کسی وقت بولتے تو زبان پر اشعار جاری ہو جاتے۔ یہی اشعار ہیں جو بصورتِ مثنوی آج ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ان تمام واقعات سے وہ واقعہ قرین عقل ہے جو سپہ سالار نے قلمبند کیا ہے۔ سپہ سالار مولانا کے خاص مرید ہیں اور تقریباً چالیس سال تک مولانا کے فیض صحبت سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ لکھتے ہیں، شمس تبریز ولد علاؤالدین کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو کہ اسمٰعیلیہ فرقہ کا امام تھا لیکن انہوں نے آبائی مذہب ترک کر دیا تھا۔ علومِ ظاہری حاصل کرنے کے بعد

بابا کمال الدین کے مرید ہو گئے تھے۔ تاجرانہ حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے، کمر بند بُن کر اپنا گذارہ کرتے تھے۔ ایک روز انہوں نے دعا کی کہ خدا کوئی ایسا شخص عطا فرمائے جو میری صحبت کا متحمل ہو سکے۔ غیبی اشارہ ہوا کہ روم جاؤ وہاں ایک شخص مل جائے گا۔ شمس تبریز قونیہ پہنچ کر برنج فروشوں کی سرائے میں مقیم ہو گئے۔ وہاں ایک اونچا چبوترہ تھا جہاں شہر کے عمائد اور امراء کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ شمس تبریز بھی اس مجمع میں جا بیٹھتے تھے۔ مولانا کو شمس تبریز کی آمد کا حال معلوم ہوا تو ملاقات کے لئے پہنچے۔ شمس تبریز سے آنکھیں چار ہوئیں تو ایک دوسرے کو سمجھا۔ شمس تبریز نے پوچھا کہ مولانا، بایزید بسطامی کے بارے میں مشہور ہے کہ تمام عمر انہوں نے خربوزہ نہیں کھایا کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں ہو سکا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خربوزہ کس طریقہ سے کھایا ہے۔ یہ تو تھا ان کا اتباعِ سنت کا جذبہ، دوسری طرف مشہور ہے کہ بایزید فرماتے تھے۔ سبحانی ما اعظم شانی۔ اللہ اکبر میری شان کس قدر بڑی ہے۔ حالانکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باوجود اپنی جلالت شان کے فرماتے ہیں، میں ہر دن میں ستر مرتبہ اپنی مغفرت کی دعا مانگتا ہوں۔ اب ان دونوں باتوں کو کس طرح منطبق کیا جا سکتا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ بایزید بسطامی اگرچہ بہت بڑے بزرگ تھے لیکن وہ منازلِ تقرب میں ایک مقام پر ٹھہر گئے تھے اور اس مرتبہ کی عظمت کے اثر سے ان کی زبان سے اس طرح کے الفاظ نکل جاتے تھے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر منازل طے کرتے جاتے تھے اور جب اونچی منزل پر پہنچتے تھے تو نیچے کی منزل اس قدر پست نظر آتی تھی کہ اس پر استغفار کرتے تھے۔

سپہ سالار کے بیان کے مطابق اس کے بعد مولانا اور شمس تبریز دونوں صلاح الدین زرکوب کے حجرے میں چالیس روز تک چلہ کش رہے۔ اس عرصہ میں کھانا پینا بالکل ترک کر دیا تھا اور صلاح الدین زرکوب کے علاوہ حجرے میں کوئی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ اس کے بعد مولانا کے احوال بالکل بدل گئے۔ پہلے سماع سے محترز تھے۔ اب اس کے بغیر ان کو چین نہ آتا تھا۔ مسند تدریس اور فتویٰ نویسی بالکل ترک کر دی اور ایک لمحہ کے لئے بھی شمس تبریز سے جدا ہونا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس سے اہل شہر میں شمس تبریز کے خلاف شورش بپا ہوئی اور شمس تبریز قونیہ چھوڑ کر دمشق کو چل دیئے۔ مولانا، شمس تبریز کی جدائی سے بے چین ہو گئے اور مولانا نے اس جدائی میں نہایت رقت آمیز اشعار کہنا شروع کر دیئے۔ اس پر اہل شہر اور مولانا کے مریدوں کو ندامت ہوئی اور طے کیا گیا کہ شمس تبریز کو واپس لایا جائے۔ چنانچہ مولانا کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کی قیادت میں ایک قافلہ دمشق کو روانہ ہوا اور سلطان ولد نے مولانا کا ایک منظوم خط شمس تبریز کی خدمت میں پیش کیا۔ شمس تبریز متاثر ہوئے اور قافلہ کے ساتھ قونیہ واپس آ گئے اور تقریباً دو سال تک قونیہ میں رہے۔ اس کے بعد شمس تبریز کا انجام کیا ہوا؟ اس میں مختلف روایات ہیں۔ کچھ صاحبان کہتے ہیں کہ مولانا کے صاحبزادے علاؤ الدین چلپی سے آزردہ خاطر ہو کر غائب ہو گئے اور پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ کچھ صاحبان کا بیان ہے کہ علاؤ الدین کے ہاتھوں شہید

ہو گئے۔

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ

شمس تبریزی جو مولانائے روم کے پیر ہیں، ان کے کچھ حالات ہم نے ہپردِ قلم کر دیئے ہیں۔ ان کا انجام کیا ہوا، خود وفات پائی یا شہید کئے گئے، اس بارے میں ہم مختلف باتیں تحریر کر چکے ہیں۔ ان کی قبر کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ لیکن یہ طے ہے کہ ہندوستان سے ان کی قبر کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک مشہور قبر شمس تبریز کے نام سے ملتان کے علاقہ میں موجود ہے۔ وہ یقیناً ان شمس تبریز کی نہیں ہے جو مولانائے روم کے پیر تھے۔ اس لئے کہ یہ بزرگ ساتویں صدی کے تھے اور ہندوستان میں جو صاحب مدفون ہیں یہ دسویں گیارہویں صدی کے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم کی وہ عبارت نقل کرتے ہیں جو منشی محمد الدین فوق نے "حالاتِ شمس تبریز" نامی کتاب میں نظام المشائخ کے حوالے سے نقل کی ہے:

"حضرت شمس (مولانائے روم کے پیر) کے والد کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ وہ فرقہ اسماعیلیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت شمس نے یہ مذہب ترک کر دیا تھا۔ مجھ کو اس دعوے کے قبول کرنے میں تامل ہے کیونکہ اسماعیلی فرقہ سے تعلق رکھنے والے شمس دوسرے گزرے ہیں جن کا مزار ملتان میں ہے۔ عوام ملتانی شمس تبریزی کو ہی حضرت مولانائے روم کا مرشد سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے، یورپین مورخین کو غالباً اسی روایت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی ہے۔"

ملتانی شمس تبریز کو تین سو برس کا عرصہ گزرا ہے۔ یہ اسماعیلی فرقہ کے داعی بن کر ہندوستان میں آئے تھے۔ ان کے ہمراہ دو اور شخص تھے۔ ایک کا نام پیر صدر الدین اور دوسرے کا نام پیر امام الدین تھا۔ صدر الدین نے اضلاعِ سندھ و بمبئی میں دعوت شروع کی اور امام الدین نے گجرات و کاٹھیاواڑ میں۔ شمس الدین سیدھے پنجاب چلے آئے اور یہاں اپنا مشن جاری کیا۔ سندھ اور بمبئی میں جس قدر آغاخانی خوجے ہیں وہ سب صدر الدین کی کوشش سے مسلمان ہو کر آغاخانی (اسماعیلی) جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔ امام الدین نے اوّل اوّل تو بحیثیت اسماعیلی داعی کے کام کیا مگر چند روز کے بعد خود مختار ہو کر اپنا علیحدہ طریقہ امام شاہی جاری کر دیا۔ امام شاہی طریقہ کے اصول بھی قریب قریب اسماعیلی تھے لیکن وہ خود اپنے تئیں نائب امام اور مظہر ذاتِ مولیٰ علی بیان کرتے تھے۔ امام الدین کا مزار مقام پیرانہ میں ہے جو احمد آباد گجرات کے قریب ایک قصبہ ہے۔ آج امام شاہی جماعت میں کم از کم پندرہ بیس لاکھ آدمی ہوں گے جن میں کچھ تو ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے ہیں جن کا لقب مومن ہے۔ باقی گپتی یعنی پوشیدہ ہیں اور ان کو اپنے عقائد ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک گھر میں چار ہندو رہتے ہیں اور ان میں سے تین امام شاہی ہیں تو چوتھے کو خبر نہ ہوگی۔ پیرانہ میں ان کی خانقاہیں بنی ہوئی ہیں اور گدی ہندو مہنت کے اختیار میں ہے جو بظاہر ہندو ہے اور بباطن امام شاہی۔ اس مہنت کے سینکڑوں داعی ہندوانہ لباس میں اپنے مشن کو پھیلانے اور جماعت سے عشر اور نذر و نیاز وصول کرنے کے

لئے دورے کرتے رہتے ہیں۔ مہنت، پیر امام الدین کی اولاد میں اس عشر اور نذر و نیاز میں سے معقول حصہ تقسیم کر کے باقی خانقاہ کے اخراجات میں صرف کر دیتا ہے۔ اسی خانقاہ میں جنیؤ کی درگاہ بنی ہوئی ہے یعنی جو گپتی ظاہری طریق سے مسلمان ہونا چاہتے ہیں، وہ اپنا جنیؤ اس درگاہ میں چڑھا کر مسلمان ہو جاتے ہیں اور پھر ان کو مومن کا لقب مل جاتا ہے۔

شمس الدین تبریزی نے جن کا مزار ملتان میں ہے، پنجاب کے کہاروں اور سناروں میں اپنا طریقہ رائج کیا اور لوگوں کو شمسی ہندو کا لقب دیا۔ شمسی ہندو براہِ راست آغا خان کے معتقد بنائے گئے ہیں اور سالانہ نذر نیاز اب تک آغا خاں ہی کو دیتے ہیں۔ ان کی تعداد تیس لاکھ کے قریب صوبہ پنجاب میں ہے۔ ملتانی شمس تبریزی نے کن طریقوں سے اپنا عقیدہ پھیلایا اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات عوام کی زبانوں پر ان کی نسبت مشہور ہیں، ان کے لکھنے کو ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ بالفعل یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرت شمس تبریزی (مولانا روم کے پیر) کو اسماعیلی گروہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اسماعیلی شمس تبریز ملتان میں اور مولانا والے شمس تبریز سے سینکڑوں برس بعد ہوئے ہیں۔

صلاح الدین زرکوب

شمس تبریز کی جدائی کے بعد مولانا پر سکر کی کیفیت طاری رہنے لگی۔ اس اضطراب میں پا بجولاں رہتے تھے۔ ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور وہ چاندی کے ورق کوٹ رہے تھے۔ مولانا پر ان کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کر دیا۔ وہیں کھڑے رہے اور وجد کی حالت طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین بھی زرکوبی کا شغل چھوڑ کر مولانا سے بغلگیر ہو گئے۔ مولانا یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

یکے گنجے پدید آمد ازیں دکانِ زرکوبی	زہے صورت زہے معنیٰ زہے خوبی زہے خوبی
اس زرکوبی کی دکان سے ایک خزانہ مل گیا	عجب صورت عجب معنی عجب خوبی عجب خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اسی وجدی کیفیت میں مبتلا رہے۔ اس کے بعد صلاح الدین نے اپنی ساری دکان لٹا دی اور مولانا کے ساتھ ہو لئے۔ صلاح الدین پہلے بھی صاحب حال بزرگ تھے۔ سید برہان الدین محقق سے بیعت تھے اور اس طرح پر مولانا کے ہم استاد تھے۔ اب مولانا کو صلاح الدین کی صحبت میں سکون میسر آنے لگا اور مولانا کی اور صلاح الدین کی صحبتیں گرم ہونے لگیں۔ نو برس تک ان صحبتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ۶۶۲ھ میں جب صلاح الدین کا انتقال ہو گیا تو مولانا نے اپنے مرید خاص حضرت حسام الدین چلپی کو اپنا ہمدم اور ہمراز بنالیا اور مولانا کو ان سے اس درجہ تعلق خاطر پیدا ہوا کہ ان کا ذکر ایسے الفاظ سے کرنے لگے جیسا کہ کوئی اپنے مرشد و پیر کا کرتا ہے، پھر بھی حسام الدین مولانا کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ مولانا کے وضوخانہ میں وضو کرنا بھی گستاخی تصور کرتے تھے اور برف باری کے وقت بھی اپنے گھر جا کر

وضو کر کے آتے تھے۔ یہی حسام الدین ہیں جو مولانا کے مثنوی لکھنے کا باعث ہوئے ہیں اور مولانا نے ہر دفتر میں کہیں مطلع میں، کہیں دوسری جگہ نہایت عزت و احترام سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بہت شدت کا زلزلہ آیا۔ تقریباً چالیس روز تک اس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے۔ اہل شہر نے مولانا سے اس پریشانی کا ذکر کیا تو مولانا نے فرمایا زمین بھوکی ہے۔ کوئی تر لقمہ چاہتی ہے اور انشاء اللہ کامیاب ہوگی چند روز بعد مولانا کا مزاج ناساز ہوا۔ ہر چند اطباء نے معالجہ کی تدبیریں کیں لیکن کوئی سودمند نہ ہوئی۔ مولانا مرض کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے تھے۔ بیماری کی شہرت عام ہوئی تو شیخ صدر الدین جو شیخ محی الدین ابن عربی کے تربیت یافتہ تھے اور روم و شام میں مرجع انام تھے، مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے۔ مولانا کے مرض کی کیفیت دیکھ کر بیقرار ہو گئے اور مولانا کی شفا کے لئے دعا کرنے لگے۔ مولانا نے سنا تو فرمایا شفا آپ کو مبارک ہو۔ محب اور محبوب میں صرف ایک پیرہن کا پردہ رہ گیا ہے۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اٹھ جائے اور نور، نور میں مل جائے۔ اس پر شیخ روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے اور سمجھ گئے کہ اب مولانا کا دمِ واپسیں ہے۔ چنانچہ یکشنبہ کے دن ۵ جمادی الثانی ۶۷۲ھ کو مغرب کے وقت مولانا ہر مذہب و ملت کے لاکھوں انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ کر عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے اور قونیہ کی پاک سرزمین میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گئے۔

مولانا اور فرقہ مولویہ

مولانا اپنی زندگی میں بکثرت مجاہدہ اور ریاضت کیا کرتے تھے۔ دس دس اور بیس بیس دن روزہ رکھتے تھے اور مطلقاً کچھ نہ کھاتے تھے۔ نماز کا وقت آتا تو فوراً قبلہ رخ ہو جاتے اور چہرے کا رنگ بدل جاتا۔ نماز میں اس درجہ استغراق ہوتا تھا کہ بقول سپہ سالار اکثر عشا کے بعد دو رکعت نفل کی نیت باندھتے تھے اور ان ہی دو رکعتوں میں صبح کر دیتے تھے۔ خود مولانا نے اپنی ایک غزل کے مقطع میں اپنی نماز کی استغراقی کیفیت کو بیان کیا ہے۔

بخدا خبر ندارم چو نماز می گذارم	کہ تمام شد رکوعے کہ امام شد فلانے
جب میں نماز پڑھتا ہوں خدا کی قسم مجھے	یہ معلوم نہیں رہتا کہ رکوع پورا ہو گیا ہے، امام کون ہے

ایک روز نماز میں اس قدر روئے کہ تمام چہرہ اور داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور سرمائی شدت کی وجہ سے آنسو جم کر یخ ہو گئے۔ بسا اوقات مولانا پر سکر کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو اس حالت میں شریعت کے ظاہری احکام کا ہوش نہ رہتا تھا۔ بیٹھے بیٹھے یکبارگی اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور رقص کرنے لگتے تھے۔ کبھی خاموشی سے کسی ویرانے کی طرف نکل کھڑے ہوتے تھے اور ہفتوں کی تلاش کے بعد مریدوں کو ملتے تھے۔ سماع کی مجلس میں کئی کئی دن مدہوشی کی حالت میں گزر جاتے تھے۔ راستہ چلتے کوئی آواز کان میں پڑتی تھی تو بسا اوقات وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ سماع کی مجلسوں میں اکثر اپنے کپڑے اتار کر قوالوں کی نذر کر دیتے تھے۔

یہ ظاہر ہے کہ کسی بزرگ کی سکری حالت کے افعال عام مریدوں کے لئے شمع راہ نہیں بنتے ہیں اور نہ ہی وہ قابل اتباع ہوتے ہیں لیکن آج مولانا کے نام پر جو فرقہ مولویہ یا جلالیہ کہلاتا ہے اور شام، مصر اور قسطنطنیہ وغیرہ میں ان کی خانقاہیں ہیں۔ مولانا کی صرف سکری حالت کا اتباع کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور خاص قسم کا رقص ان کے حلقوں میں ہوتا ہے۔ شریعت اور اس کے احکام سے دور اور اُن سے نابلد رہتے ہیں۔ شاہ بوعلی قلندر پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ بھی ایک عرصۂ دراز تک مولانا کی صحبت میں رہے اور ہندوستان کا فرقہ قلندریہ بھی ایک درجہ میں مولانا کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

مولانا کی تصانیف

فیہ مافیہ۔ یہ مولانا کے ان خطوط کا مجموعہ ہے جو مولانا نے وقتاً فوقتاً معین الدین پروانہ کو لکھے ہیں۔ معین الدین پروانہ، رکن الدین قلیج ارسلان شاہِ قونیہ کے حاجب تھے اور دربار کے سیاہ وسفید کے مالک تھے۔ ان کو مولانا سے بہت عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر مولانا کی خدمت میں نیازمندانہ حاضر ہوا کرتے تھے۔ ایک بار چند امراء کے ساتھ مولانا کے یہاں پہنچے تو امراء سے طبعی نفرت کی بناء پر مولانا چھپ گئے۔ معین الدین کے دل میں خیال آیا کہ امراءِ اسلام تو اولوالامر ہیں اور قرآن مجید کے حکم کے اعتبار سے ان کی اطاعت فرض ہے۔ تھوڑی دیر بعد مولانا باہر تشریف لے آئے اور گفتگو کے اثناء میں فرمانے لگے۔ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی، شیخ ابوالحسن خرقانی کی ملاقات کو گیا۔ درباریوں نے بڑھ کر شیخ کو سلطان کی آمد کی خبر دی لیکن شیخ متوجہ نہ ہوئے۔ حسن میمندی جو سلطان کا وزیر تھا، اس نے شیخ سے کہا کہ حضرت قرآن مجید میں اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ آیا ہے اور سلطان تو اولوالامر ہونے کے ساتھ عادل اور نیک بھی ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مجھے تو ابھی اَطِیْعُوا اللّٰهَ سے ہی فرصت نہیں ملی کہ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ میں مشغول ہوں اور اولوالامر کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ یہ سن کر معین الدین اور تمام امراء روتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔

مولانا کی یہ کتاب بالکل نایاب تھی لیکن گذشتہ سالوں میں مولانا عبدالماجد دریابادی مدظلہ نے اس کو دریافت کیا اور اس کی ترتیب وتہذیب کر کے ۱۹۲۸ء میں شائع کر دیا ہے۔ مولانا نے اس کتاب کے دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے کہ رضا لائبریری رامپور میں ۱۹۲۰ء میں ان کی نظر سے اس کتاب کا ایک بوسیدہ اور کرم خوردہ نسخہ گزرا پھر ۱۹۲۳ء میں حیدرآباد دکن میں انہیں دو نسخے ملے جن میں سے ایک کتب خانہ آصفیہ کا تھا۔ مقابلہ کرنے پر کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ زیادہ صحیح ثابت ہوا۔ پھر انہوں نے پروفیسر نکلسن کی طرف رجوع کیا۔ نکلسن صاحب نے یہ نسخہ قسطنطنیہ بھیجا۔ وہاں اس پر تحقیق ہوئی اور ۱۹۲۴ء میں ایک صاف نقل مولانا دریابادی کو مل گئی جس کی انہوں نے اشاعت کی۔ اس کے بعد پھر اس کتاب کا ایرانی اڈیشن بھی منظر عام پر آ گیا۔

دیوان۔ عوام اس کو شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں حتیٰ کہ لوح پر دیوانِ شمس تبریز لکھ دیتے ہیں۔ مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کے مقطع میں شمس تبریز کا نام ڈال دیا ہے لیکن دراصل یہ خود مولانا کا دیوان

ہے۔اس میں پچاس ہزار اشعار ہیں۔محققین نے تصریح کی ہے کہ مولانا نے یہ دیوان خود شمس تبریز کے نام سے لکھا ہے۔چنانچہ اکثر شعراء نے اس دیوان کی غزلوں پر غزلیں لکھی ہیں اور مقطع میں تصریح کی ہے کہ یہ غزل مولانا کی غزل کے جواب میں ہے۔علی حزیں کہتے ہیں:

ایں جوابِ غزل مرشد روم ست کہ گفت

من بوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

دوسرا مصرع مولانا کا ہے۔پورا شعر اس دیوان میں موجود ہے۔

من بکوئے تو خوشم خانۂ من ویراں کن

من بوئے تو خوشم نافۂ تاتار مگیر

مثنوی۔مولانا کی اسی کتاب نے مولانا کو حیاتِ جاوداں عطا کی ہے۔اس کتاب کی مقبولیت اور ہردلعزیزی اس قدر بڑھی کہ تمام ایرانی تصانیف اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو کر رہ گئیں۔اس مثنوی کے کل اشعار کی تعداد ۲۶۶۶ ہے۔مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ناتمام چھوڑ دیا تھا اور فرما دیا تھا۔

باقی ایں گفتہ آید بے زباں   در دلِ ہرکس کہ دارد نورِ جاں

اس مثنوی کا بقیہ حصہ اس کے دل میں خود بخود آ جائے گا   جس شخص کی جان میں نور ہوگا

چنانچہ اس پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لئے ہندوستان کے اربابِ علم وفضل نے بھی مثنوی کے طرز پر دفتر ہفتم لکھا ہے۔ہمارے علم میں مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم اور مولانا شیخ محمد تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا دفتر ہفتم ہے۔جو اسی بحر اور طرز میں منظوم کیا گیا ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ خود مولانا ہی نے کچھ عرصہ بعد دفتر ششم مکمل کر کے دفتر ہفتم تحریر فرمایا ہے۔

مثنوی کے لغوی معنی تو دو والا ہیں۔اصطلاح میں اس نظم کو مثنوی کہا جاتا ہے جس کے ہر شعر میں دو قافئے ہوں۔ایک پہلے مصرع میں ایک دوسرے مصرع میں۔مولانا کی اس مثنوی کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں عالم معنی اور احوالِ باطن کے اسرار و معارف کا تذکرہ ہے۔مسائل تصوف اور اسرار و معارف کے بیان میں سلطان ابوسعید الخیر کی رباعیات بھی مشہور ہیں۔حکیم سنائی رحمتہ اللہ علیہ نے حدیقہ لکھا جو تصوف کی پہلی منظوم کتاب ہے۔خواجہ فرید الدین عطار نے تصوف کے موضوع پر مختلف مثنویاں تحریر فرمائیں جن میں منطق الطیر کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی۔لیکن اب اس موضوع پر سب سے زیادہ اہمیت مولانا روم کی مثنوی ہی کو حاصل ہے۔اس مثنوی کی تصنیف کا سبب مولانا کے مرید حسام الدین چلپی بنے ہیں۔چنانچہ مولانا نے دفتر اول کے علاوہ ہر دفتر میں ان کا ذکر کیا ہے۔دفتر اول ختم ہوا تو حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا۔اس حادثہ سے حسام الدین اس درجہ متاثر ہوئے کہ دو برس تک افسردہ خاطر اور پریشان رہے۔مولانا بھی اس عرصہ میں خاموش رہے اور مثنوی کا کام رک گیا۔پھر جب خود حسام الدین نے استدعا کی تو مولانا نے مثنوی کے دوسرے

دفتر کی ابتدا کی اور فرمایا۔

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

ایک مدت تک مثنوی لکھنے میں تاخیر ہو گئی کچھ وقت چاہئے تا کہ خون سے دودھ بنے

چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں بازگردانید ز اوجِ آسماں

جب ضیاء الحق حسام الدین نے آسمان کی بلندی سے باگ موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود

بے بہارش غنچہ ہا بشگفتہ بود

چونکہ وہ حقائق کی معراج میں گئے ہوئے تھے

ان کی بہار کے بغیر غنچہ نہ کھلا تھا

تیسرے دفتر کے آغاز میں فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں بیار ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار

اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر لا کیونکہ تین مرتبہ وضو میں اعضاء دھونا سنت ہے

چوتھے دفتر کا آغاز کیا تو فرمایا۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں توئی کہ گذشت ازمہ بنورت مثنوی

اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے جس کے نور کی وجہ سے مثنوی چاند سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے

پانچواں دفتر اس طرح شروع کیا۔

شہ حسام الدیں کہ نورِ انجم است طالب آغاز سفر پنجم ست

حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں پانچویں کتاب کی ابتدا کے طالب ہیں

چھٹے دفتر کی ابتدا ہے۔

اے حیاتِ دل حسام الدیں بسے میل میجوشد بقسم سادسے

اے دل کی زندگی حسام الدین چھٹی قسم کی طرف دل کا بہت میلان ہو گیا ہے

جیسا کہ اوپر گذرا، تحقیق یہی ہے کہ چھٹا دفتر مولانا نے خود مکمل فرمایا اور اس کے بعد ساتواں دفتر بھی تحریر فرمایا ہے۔ شیخ اسماعیل قیصری کو یہ ساتواں دفتر ۸۱۴ھ میں دستیاب ہوا اور انہوں نے تحقیق سے ثابت کیا، یہ خود مولانا کا ہی تحریر کردہ ہے اور شام و روم کے اہل علم نے اس کو تسلیم کیا ہے جس کی ابتداء حسب ذیل شعروں سے کی ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدیں فرید دولت پایندہ فقرت برحرید

اے یکتا ضیاء الحق حسام الدین تیری دولت ہمیشہ رہے تیرے فقر میں اضافہ ہو

چونکہ از چرخِ ششم کردی گذر برتر از چرخِ ہفتم کن سفر

جبکہ تو چھٹے آسمان سے آگے بڑھ گیا ہے ساتویں آسمان کی بلندی کا سفر کر

مثنوی کی شہرت اور مقبولیت

ایران کی چار کتابوں کو جس قدر شہرت حاصل ہوئی، وہ ایرانی کتب میں سے کسی کو حاصل نہ ہو سکی۔ شاہ نامۂ فردوسی، گلستانِ سعدی، دیوانِ حافظ، مثنوی مولانا روم۔ ان میں سے بھی مثنوی کو جو قبولِ عام حاصل ہوا بقیہ تین کتابوں کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس کی بڑی دلیل یہ ہے کہ فاضل علماء نے جس قدر مثنوی کی طرف توجہ کی اور کسی کتاب کی طرف نہ کی۔ اس مثنوی کی بڑی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئیں کشف الظنون میں جن کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ مولانا شبلی نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ ۱۳۲۳ھ میں مرزا محمد نذیر صاحب عرشی نے مفتاح العلوم کے نام سے ایک ضخیم شرح سترہ جلدوں میں تحریر فرمائی اور اس سے پہلے مولانا احمد حسین کانپوری کی شرح بصورتِ حواشی شائع ہوئی اور کلید مثنوی کے نام سے حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کئی دفتروں کی شرح شائع ہو چکی ہے۔ نیز مرأۃ المثنوی از جناب تلمذ حسین صاحب اور تشبیہاتِ رومی اور حکمت رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابل قدر کتابیں شائع ہوئیں۔

مثنوی پڑھنے والوں کے لئے چند مفید باتیں

(۱) موسیقی سے متعلق بعض اہل دل اس نظریہ پر پہنچے ہیں کہ ایک خاص قسم کی موسیقی کے ذریعہ روح اپنی ماہیت اور ماہیت حیات و کائنات میں غوطہ زن ہوتی ہے اور موسیقی انسان کو اسی جسمانی واسطہ سے روحانی عالم میں پہنچا دیتی ہے۔ روحانی موسیقی بعض مذاہب میں جزوِ عبادت تک شمار ہوتی ہے اور اس کو غذائے روح قرار دیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں سماع کے مسئلہ پر اکابر صوفیاء اور علماء نے بہت بحثیں کی ہیں اور جواز و عدمِ جواز کو ثابت کیا ہے۔ جہاں تک مولانا کا تعلق ہے وہ سماعِ راست کو جائز اور سماعِ ناراست کو ناجائز قرار دیتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست

صحیح سماع پر ہر شخص قادر نہیں ہے انجیر ہر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

سماعِ راست کی شرائط اکابر صوفیاء کے ملفوظات میں مذکور ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ سننے والا عالی جذبات کا حامل اور سافل جذبات سے عاری ہو اور عالی جذبات کی نشو و نما کے لئے روحانی غذا کا طالب ہو، موسیقی اس قسم کی ہو جو حیوانی جذبات کو نہ ابھارے اور روح کو اسفل سے اعلیٰ کی طرف لے جائے۔ مولانا نے مثنوی بانسری کے بیان سے شروع کی ہے اور بانسری کے ذریعہ اسرار و معارف کے جو مضامین پیدا کئے ہیں وہ کسی اور ساز سے پیدا نہ ہو سکتے تھے۔ بانسری کا تعلق روحانیت اور الوہیت سے ہندوؤں کے یہاں بھی مسلم ہے۔ چنانچہ کرشن جی کے ساتھ بانسری کا تصور اسی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔ مولانا نے بھی بانسری کی تشبیہ سے

روح کی ماہیت اور اس کے جذبات کو دلنشیں اور دلسوز طریقہ پر پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح بانسری کے دلسوز نغمے اس بناء پر ہیں کہ وہ اپنی اصل سے جدا ہو گئی ہے اور اس کے نغموں کا سوز و گداز نیستاں سے جدا ہو جانے کی بنیاد پر ہے۔ اسی طرح روحِ انسانی چونکہ روح الارواح، ہستی مطلق سے جدا ہو کر اس عالم شہود میں آئی ہے لہٰذا اس کا اضطراب اور بے چینی بھی اسی بنیاد پر ہے اور جب تک وہ اپنی اصل کی طرف واپس نہ ہو جائے گی اس کو سکون حاصل نہ ہوگا۔ یَاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً کی منتظر ہے اور جب تک اس کو یہ پیغام نہ مل جائے گا اس کو سکون اور چین نصیب نہ ہوگا اور وہ بانسری کی طرح اپنے درد و فراق کا اظہار کرتی رہے گی۔ یہی مضمون جو مولانا نے شروع کیا ہے، مولانا کی پوری مثنوی میں پھیلا ہوا ہے۔

وحدت الوجود، وحدت الشہود

لا الہ الا اللہ کے معنی اہل ظاہر کے یہاں تو یہ ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پرستش اور عبادت صرف اسی کی ہونی چاہئے۔ اس ذاتِ واحد کے علاوہ کسی اور چیز کی پرستش شرک ہے، لیکن صوفیاء کے نزدیک لا الہ الا اللہ کے معنی لا موجود الا اللہ کے ہیں، یعنی عالم وجود میں صرف ذاتِ واحد موجود ہے، اس کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے۔ کسی دوسری چیز کو حقیقی وجود سے متصف کرنا شرک اور کفر ہے۔ اب اس کے بعد یہ بحث پیدا ہو جاتی ہے کہ ممکنات اور وجودِ کائنات کی وجودِ مطلق، وجودِ باری سے کیا نسبت ہے؟ جو صوفیاء وحدت الوجود کے قائل ہیں، وہ کہتے ہیں کہ وجودِ مطلق ایک ہی ہے جو وجوب، امکان، قدیم، حادث، مجرد، جسمانی، مومن، کافر، طاہر، نجس مختلف مظاہر میں ظاہر ہے لیکن ہر مظہر کا حکم جداگانہ ہے۔ مظاہر میں فرق کرنا لازمی امر ہے اور ہر مظہر پر ایک جداگانہ حکم لگانا ضروری ہے۔ طاہر پر طہارت کا حکم ہے تو نجس پر نجاست کا۔ کافر کے کچھ احکام ہیں تو مومن کے لئے دوسرے احکام ہیں۔

هر مرتبه از وجود حکمے دارد   گر فرقِ مراتب نه کنی زندیقی
وجود کے ہر مرتبہ کا ایک حکم ہے   اگر تو مراتب کا فرق نہ کرے گا تو زندیق ہے

مولانا بحرالعلوم نے وحدت الوجود کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔ تمام موجودات عین ذاتِ حق ہیں۔ ممکنات کے تعینات اور تشخصات محض ایک پردہ ہیں۔ اگر یہ پردہ اٹھ جائے تو سوائے ذاتِ حق کے کوئی وجود نہیں ہے اور یہ عالم امکاں نیست و نابود ہو جائے۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ نے مزید توضیح کرتے ہوئے فرمایا۔ صوفیاء کے نزدیک وجود سے مراد مصدری معنی نہیں ہیں کیونکہ وہ خارج میں موجود نہیں ہیں۔ معقولاتِ ثانیہ میں سے ہیں جس کا وجود صرف ذہن میں ہوتا ہے بلکہ وجود سے ان کی مراد ما بہ الموجودیت ہے۔ حضرتِ حق جل مجدہٗ اپنے وجود اور ممکنات کے وجود میں غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اس کی ذات ہی خود اس کے وجود کی مقتضی ہے اور اسی طرح ممکنات کے وجود کی بھی اس کی ذات ہی مقتضی ہے۔ ممکنات کا ما بہ الموجودیت کیا ہے؟ ان کے وجود سے ارادہ

الٰہی کا تعلق ہے اور یہ ارادہ اللہ کی صفت ذاتی ہے جس کا مقتضیٰ صرف اس کی ذات ہے لہٰذا ممکنات کا مابہاالموجودیت ذاتِ حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اب حضرتِ حق تعالیٰ کو ممکنات کا وجود بمعنی مابہا الموجودیت کہنا بالکل حق اور درست ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے فتاویٰ عزیزی میں وحدت الوجود کی تشریح کی ہے۔ فرمایا کہ پہلے وحدت الوجود کے معنی سمجھ لو پھر حقیقت حال سمجھنا۔ وحدت الوجود کے معنی یہ ہیں کہ وجودِ حقیقی (بمعنی ما بہ الموجودیت نہ کہ معنی مصدری) ایک چیز ہے جو واجب میں واجب اور ممکن میں ممکن، اور جوہر میں جوہر، عرض میں عرض ہے۔ اور اس کے یہ اختلافات ذات کے اختلافات نہیں ہیں جیسا کہ سورج کی شعاعیں پاک اور ناپاک پر پڑتی ہیں اور وہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاک ہیں ناپاک نہیں ہیں۔ یہ مسئلہ اپنی جگہ حق ہے اور کسی طرح بھی شرع کے مخالف نہیں ہے، اس لئے اس وجودِ حقیقی میں سے ہر مرتبہ کا ایک جداگانہ حکم ہے اور شرع شریف ہر مرتبہ کا حکم بیان کرتی ہے۔ بعض کو ہادی، بعض کو گمراہ کنندہ، بعض کو واجب الاطاعت، بعض کو واجب العصیان، بعض کو حلال، بعض کو حرام، بعض کو پاک، بعض کو ناپاک قرار دیتی ہے۔ کوتاہ بین سمجھتا ہے کہ یہ ذات کے اختلاف کی وجہ سے ہے حالانکہ یہ قطعاً نہیں ہے۔ بلکہ شئون اور اعتبارات کا اختلاف ہے۔ قرآن مجید کی چند آیتوں سے بھی اس مسئلہ کی صحت کے اشارات ملتے ہیں۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَ فِي أَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ. أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ. أَلَا إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ أَلَا إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ۔ عنقریب ہم ان لوگوں کو اپنی نشانیاں اطرافِ عالم میں دکھائیں گے۔ ان کے اپنے درمیان میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا یہ بات کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز کا شاہد ہے۔ یاد رکھو، یہ لوگ تو اپنے پروردگار کے حضور میں حاضر ہونے کی طرف سے شک میں ہیں۔ سنو خدا ہر چیز پر حاوی ہے۔ نیز آیت هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ وہی شروع سے ہے، وہی آخر تک رہے گا، وہی ظاہر ہے وہی پوشیدہ ہے۔ صوفیاء کا ایک گروہ ہے جو وحدت الوجود کے قائلوں کی باتوں کو سکر اور استغراق کی حالت پر محمول کرتا ہے اور وحدت الوجود کی واقعیت سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بسا اوقات سالک کو وحدت الوجود کا احساس ہوتا ہے لیکن وہ نفس الامری نہیں ہے جیسا کہ سورج کی روشنی میں تمام ستارے چھپ جاتے ہیں تو دیکھنے والا صرف سورج کا وجود سمجھتا ہے اور ستاروں کو معدوم سمجھتا ہے حالانکہ وہ نفس الامر میں موجود اور منور ہوتے ہیں تو یہ لوگ جس کو وحدت الوجود سمجھ گئے ہیں وہ وحدت الشہود ہے۔ ان دونوں نظریوں میں فرق یہ ہے کہ وحدت الوجود کے قائل تو دراصل وجود کی حقیقی تقسیم وجودِ واجب اور وجودِ ممکن کے قائل نہیں ہیں اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ ممکنات کے بھی قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ واجب الوجود کے مشاہدہ کے وقت ممکنات کے وجودات مخفی ہو جاتے ہیں۔ وحدت الوجود کے مدعی، وجودِ حقیقی اور ممکنات کی تشبیہ دریا اور اس کی موجوں اور بلبلوں سے یا رسّی

اور اس کی گرہوں سے دیتے ہیں۔

گفتم از وحدت و کثرت سخنے گوئی بہ رمز گفت موج و کف و گرداب ہمانا دریاست
میں نے کہا وحدت اور کثرت کی بات اشارہ میں کہہ دے اس نے کہا موجیں اور جھاگ اور بھنور، دریا ہی ہیں

اصل شہود و شاہد و مشہود ایک ہیں حیراں ہوں پھر مشاہدہ ہے کس حساب میں
ہے مشتمل نمودِ صُوَر پر وجودِ بحر یاں کیا دھرا ہے قطرۂ موج و حباب میں
(غالب)

اور وحدت الشہود کے قائل وجودِ حقیقی اور ممکنات کے وجود کو تشبیہ اصل اور اس کے سایہ سے دیتے ہیں۔ شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی وحدت الشہود کو چند در چند اشاروں کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ بادشاہ کے دربار میں گاؤں کے چودھری کا قصہ نقل کر کے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے اور پٹ بیجنے کی حکایت میں بھی اسی حقیقت کو روشناس کرایا ہے۔

ایک مقام پر شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے دونوں مسلکوں کی تطبیق بھی کی ہے اور فرمایا ہے کہ وحدتِ وجودی مرتبۂ ذات میں درست ہے اور وحدت الشہو دتعینات کے درجہ میں واجب القبول اور صحیح ہے لہٰذا دونوں باتیں اپنی جگہ صحیح ہیں۔

اب ہم اس مسئلہ پر آپ کو ''رود کوثر'' کے حوالے سے شیخ محمد اکرم کی زبانی کچھ باتیں سناتے ہیں تاکہ مسئلہ کی پوری تنقیح اور توضیح ہو جائے۔ وہ فرماتے ہیں حضرت مجدد سرہندی سے پہلے تمام صوفیاءِ ہند میں ایک ہی فلسفہ رائج تھا اور وہ تھا ابن العربی کا فلسفہ وحدت الوجود۔ بے شک اس کے اخذ و قبول میں مختلف منازل اور مراتب تھے۔ بعض انتہا پسند صوفی تو وحدت الوجود میں اس قدر غلو کرتے تھے کہ وہ قریب قریب دائرۂ اسلام سے باہر آ جاتے تھے اور کئی دوسرے اسے فقط اسی حد تک اختیار کرتے تھے جس حد تک اسلام مانع نہ ہو۔ اب پہلی مرتبہ ایک جداگانہ فلسفہ مدوّن ہوا جو فلسفہ وحدت الوجود کے مقابل ہوا اور یہ فلسفہ وحدت الشہود تھا جو معنوی اعتبار سے وحدت الوجود کی ضد یعنی ثنویۃ الوجود کا فلسفہ کہلا سکتا ہے۔

وحدت الوجود اور وحدت الشہو د دونوں فلسفے ذاتِ باری اور مخلوقات و ممکنات کے تعلقات کو بیان کرتے ہیں اور ان دونوں فلسفوں کو توحید عینی اور توحید ظلی سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ تذکرۂ غوثیہ میں دونوں فلسفوں کے فرق کو ان الفاظ میں سمجھایا گیا ہے۔ وجود یعنی حقیقی ہستی واحد ہے لیکن ایک ظاہر وجود ہے اور ایک باطن، باطن وجود ایک نور ہے جو تمام عالم کے لئے بمنزلہ جان کے ہے۔ اس نور باطن کا پرتو ظاہر وجود ہے جو ممکنات کی صورت میں رونما ہے۔ ہر اسم، وصف، فعل جو عالم ظاہر میں ہے، ان سب کی اصل وہی وصف باطن ہے اور اس کثرت کی حقیقت وہی وحدتِ صرف ہے جیسے امواج کی حقیقت عین ذاتِ دریا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ کائنات

کے جملہ افراد تجلیاتِ حق ہیں۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَشْیَاءَ وَ هُوَ عَیْنُهَا اور اس اعتباری کثرت کا وجود اسی حقیقی وحدت سے ہے۔ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَ الْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ۔ یہ وحدت الوجود کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔ وحدت الشہود کی تفصیل یہ ہے کہ کائنات کا وجود اور مختلف صفات اور آثار کا ظہور، واحد مطلق کی ذات وصفات کا ظل وعکس ہے جو عدم میں منعکس ہورہا ہے اور یہ ظل وعکس واحد مطلق کا عین نہیں بلکہ محض ایک مثال ہے۔ نواب سر احمد حسین نظام جنگ بہادر نے اپنی کتاب فلسفہ فقراء میں ان دونوں نظریوں کے فرق کو حسب ذیل نقشہ کی مدد سے نمایاں کیا ہے:۔

وحدت الوجود	(هُوَ الْكُلُّ)	وحدت الشہود	(هُوَ الْهَادِیْ)
نظریہ	ہمہ اوست	نظریہ	ہمہ از وست
رجحانِ تصوف	سکون کی طرف مائل	رجحانِ تصوف	جوش کی طرف مائل
	میں اس کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہے۔		(میں اور وہ جدا نہیں وہ دریا تو میں قطرہ ہوں)
	وصل		عشق
اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَا الْحَقُّ	اعتقاد۔	میں کون؟ اَنَا عَبْدُهٗ (عاشق)

حقیقت تو یہ ہے کہ اس طرح کے مباحث محض ذوقی اور وجدانی ہیں ان کو دلائل سے ثابت کرنا اور ان کی تشریحات کرنا انتہائی دقت طلب ہیں۔ اسی لئے شریعت نے ان مباحث میں پڑنے سے روکا ہے اور ذات و صفات کے مسائل کو نصوص پر محمول کر کے خارج از بحث قرار دیا ہے۔ اس بحث میں مولانا رومی کا کیا رجحان ہے اور وہ کون سے گروہ کے ترجمان سمجھے جاتے ہیں؟ مولانا کے پڑھنے والوں کو اس کا فیصلہ کرنا دشوار ہے۔ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

می شناسد ہر کہ اُو را منظرست
صاحب نظر جانتا ہے

کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اس جانب کی آہ و زاری اس جانب سے ہی ہے

ایک جگہ فرماتے ہیں۔

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ
سب کچھ معشوق ہی ہے، عاشق ایک پردہ ہے

کسی مقام پر واضح الفاظ میں فرماتے ہیں کہ صرف ذاتِ واحد ہی موجود ہے اور تعدد یا کثرت محض ایک اعتباری چیز ہے۔

گر ہزاراں اندیک کس بیش نیست
اگر ہزاروں بھی ہیں ایک کے علاوہ کچھ نہیں ہے

جز خیالاتِ عدد اندیش نیست
کثرت اور تعدّد محض خیالی ہے

بحر وحدانیست جفت و زوج نیست
صرف وحدانیت کا سمندر ہے جفت اور جوڑا کچھ نہیں

گوہر و ماہیتش غیرِ موج نیست
اس کی حقیقت اور ماہیت موجوں سے جدا نہیں ہے

نیست اندر بحر شرکِ پیچ پیچ لیک با احول چہ گویم ہیچ ہیچ
سمندر میں کسی چیز کی شرکت نہیں ہے لیکن بھینگے سے میں کیا کہوں؟

یعنی غیر محدود کثرت کے اندر وجودِ حقیقی ایک ہی ہے، کثرت کو حقیقی سمجھنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بھینگا ایک کو دو دیکھتا ہے۔ انسان کی اس بھینگی آنکھ نے ہی اس کو مشرک بنایا ہے۔ اگر صحیح بینائی ہو تو وحدت کے علاوہ کچھ نظر نہ آئے۔ یہ اور اس طرح کے بہت سے اشعار پڑھنے والے کو بتاتے ہیں کہ مولانا وحدت الوجود کے داعی ہیں لیکن دوسری طرف اگر غور کیا جائے تو حقیقت اس کے خلاف واضح ہوتی ہے۔

جو لوگ وحدت الوجود کے نظریہ کے قائل ہیں وہ جبر و اختیار کی بحثوں میں جبر کو ترجیح دیتے ہیں اور جبریہ فرقہ ہی کو حق بجانب سمجھتے ہیں اور یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔

ہر آں کس را کہ مذہب غیر جبر ست نبی فرمود کو مانند گبر ست
جس شخص کا مذہب جبر کے علاوہ ہے نبی نے فرما دیا ہے وہ مجوسی ہے

لیکن مولانا اختیار کے قائل ہیں اور جابجا جبر کے عقیدے کی تردید کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سعی، شکر نعمت قدرت بود جبر تو انکارِ آں نعمت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکریہ ہے جبر اس نعمت کا کفر ہے

شکر نعمت نعمتت افزوں کند کفر نعمت از کفت بیروں کند
نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے کفر، نعمت سے محروم کر دیتا ہے

جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ
تانہ بینی آں در و درگہ مخسپ

تیرا جبر سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو جب تک اس در اور دربار کو نہ دیکھ لے نہ سو

جبر خفتن درمیانِ رہزناں مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
جبر، ڈاکوؤں میں سو جانا ہے بے وقت کا مرغا کب بچا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ صوفیا کی وہ اکثریت جو وحدت الوجود کی قائل ہے۔ وہ جبر کی بھی قائل ہے اور جبر کا نتیجہ جدوجہد کا ترک اور گوشہ نشینی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اسی بنا پر تصوف پر الزام لگانے والے تصوف کا یہ نتیجہ سمجھنے لگے کہ تصوف کا نتیجہ تعطل اور بیکاری اور دنیوی جدوجہد سے دست برداری کے سوا کچھ نہیں ہے اور تصوف مسائل زندگی سے ایک راہِ فرار ہے۔

لیکن مولانا جدوجہد اور سعی و عمل کے بہت بڑے داعی ہیں

او ز کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
سو جانے سے، سعی لاحاصل بہتر ہے

تک کے قائل ہیں۔

ایک جگہ شیر کی زبانی فرمایا ہے۔

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام ہست جبری بودن ایں جا طمع خام
ایک ایک پڑی کوٹھے کی طرف چڑھنا چاہئے اس جگہ جبری بننا بیکار لالچ ہے

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ پاؤں دے کر کوشش اور سعی کی تلقین کی ہے۔ اگر وہ ان کو بروئے کار نہیں لاتا ہے تو کفرانِ نعمت ہے۔

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تیرے پیر ہیں اپنے آپ کو تو لنگڑا کیوں بناتا ہے؟ تیرے ہاتھ ہیں پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد بے زباں معلوم شد اُو را مراد
آقا نے مجھے جب بیلچہ ہاتھ میں دے دیا اسکا مقصد بغیر کہے معلوم ہو گیا

توکل کا ایک غیر شرعی مفہوم عقیدۂ جبر کا لازمی نتیجہ ہے۔ مولانا اس کے بارے میں فرماتے ہیں۔

گر توکل می کنی در کارکُن کارکن پس تکیہ بر جبّار کن
اگر توکل کرتا ہے، کام میں کر کام کر پھر اللہ پر توکل کر

گفت آرے ار توکل رہبرست ایں سبب ہم سنّت پیغمبرست
اس نے کہا ہاں اگر توکل راہنما ہے سبب کو اختیار کرنا بھی پیغمبر کی سنت ہے

گفت پیغمبر بآوازِ بلند
بر توکل زانوئے اشتر بہ بند
پیغمبر نے بلند آواز سے فرمایا
توکل کے ساتھ اونٹ کا پیر باندھ

رمز اَلکاسب حبیب اللہ شنو
از توکل در سبب کاہل مشو
''کمانے والا اللہ کا دوست ہے'' کا اشارہ سن
توکل کی وجہ سے اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کر

در توکّل کسب وجہد اولیٰ ترست تا حبیب حق شوی ایں بہترست
کمانا اور کوشش کرنا توکل کے معاملہ میں بہت بہتر ہے تاکہ تو اللہ کا سہارا بن جائے یہ اچھا ہے

ایک جگہ فرمایا اسباب کا اختیار کرنا اور زندگی کی جدوجہد میں صبر و استقلال کے ساتھ زندگی کے نشیب وفراز سے دوچار ہونا ہمیشہ خاصانِ خدا کا خاصہ رہا ہے۔

سعی ابرار و جہادِ مومناں تابدیں ساعت ز آغازِ جہاں
نیکوں کی کوشش اور مومنوں کا جہاد دنیا کی ابتداء سے اب تک

حق تعالیٰ جہد شاں را راست کرد آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے ان کی کوشش اور تمام گرم و سرد کو صحیح قرار دیا

جہد وعمل کے سلسلہ میں مولانا کا وہ شعر بھی مشہور ہے جس پر غالب جیسا شاعر سر دُھنتا ہے۔

بزیر کنگرہ کبریاش مردانند فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر
اس کی کبریائی کے کنگرہ کے زیر سایہ وہ انسان بھی ہیں فرشتہ اور پیغمبر جن کا شکار اور وہ خدا کو قابو میں کر لینے والے ہیں

اور اقبال نے اسی شعر کو اپنے الفاظ میں اس طرح کہا ہے۔

در دشت جنونِ من جبرئیل زبوں صیدے یزداں بکمند آور اے ہمت مردانہ
میرے جنون کے میدان میں جبرئیل معمولی شکار ہیں اے ہمت مردانہ خدا کو قابو میں کر لے

ان حالات میں کسی طرح یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا وحدت الوجود کے اس مفہوم کے قائل تھے جو دوسرے صوفیاء نے اختیار کیا ہے۔

جبر و قدر۔ انسان جو کام کرتا ہے وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے یا بصورتِ جبر اس سے صادر ہوتے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی ان مسائل میں سے ہے جن کا فیصلہ کرنا دشوار ترین امر ہے۔ اس مسئلہ کی بنیاد دراصل اس مسئلہ پر ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے یا انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ حکماء کا ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ انسانی جملہ افعال بھی اللہ کی تخلیق ہیں۔ انسان کو ان کے صادر کرنے میں کوئی اختیار اور دخل نہیں ہے۔ وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّا اَنۡ یَّشَاءَ اللّٰہ۔ تمہارا چاہنا کچھ نہیں بجز اس کے کہ اللہ چاہے۔ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَا لَمۡ یَشَاء لَمۡ یَکُنۡ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا جو نہ چاہا نہ ہوا۔ اَلَا لَہُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ۔ خلق اور امر صرف اللہ کا ہے۔ جَفَّ الۡقَلَمُ بِمَاھُوَ کَائِنٌ۔ ہونے والی باتوں پر قلم تقدیر (لکھ کر) خشک ہو چکا ہے۔ اَلۡقَلۡبُ بَیۡنَ اِصۡبَعِی الرَّحۡمٰنِ یُقَلِّبُھَا کَیۡفَ یَشَآءُ۔ انسانی قلب اللہ کے قبضہ میں ہے جس طرح چاہتا ہے (برائی یا بھلائی) اس کو اس طرف مائل کر دیتا ہے۔ اب ان دلائل کے پیش نظر، یہ تسلیم کر لیا جائے کہ انسان مجبورِ محض ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان کے افعال کے حسن و قبح کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے اور افعال پر جزا و سزا کا ترتب بھی بالکل بے معنی ہو جاتا ہے۔ اگر زید کے ہاتھ میں رعشہ کی اضطراری حرکت ہے تو زید کو اس حرکت کی بنا پر اچھا یا برا کہنا بالکل غیر معقول ہے۔ انسان کے سر پر پھول برسیں یا پتھر، انسان نہ پھولوں کی ستائش کرتا ہے نہ پتھر کی شکایت۔ حکماء کے اس گروہ کو جبریہ کہا جاتا ہے۔

دوسرا گروہ قدریہ ہے۔ جو تقدیر ازلی کا منکر ہے اور تمام انسانی افعال کا صدور انسان سے بطورِ کلی اختیار کے تسلیم کرتا ہے اور بندوں کے افعال کا خالق بندوں ہی کو قرار دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عالم میں دو خالق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ ایک خدا اور ایک غیر خدا اور اس ثنویت کو اسلام کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتا ہے۔ یزداں اور اہرمن کے تصور کو اسلام نے مٹایا ہے اور خالص توحید کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اسی بنیاد پر اس قدریہ

فرقہ کو مجوس ہذہ الامۃ قرار دیا گیا ہے۔

عقلی اعتبار سے غور کیا جائے تو یہ عقیدہ بھی خلافِ واقعہ نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ انسان کا کسی کام کو کرنا یا کسی کام سے باز رہنا خواہش وارادہ یا نفرت واجتناب کی بنیاد پر ہوتا ہے اور انسان کو اپنی قوتِ ارادی یا قوتِ اجتنابی کی تحریک پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ اب ان دونوں قوتوں کی تحریک کا جو نتیجہ بھی ہے وہ غیر اختیاری ہو جاتا ہے۔ اشاعرہ نے ایک درمیانی صورت نکالی یعنی انسان کے افعال کا خالق تو اللہ کو قرار دیا اور کسب کو انسان کا اپنا فعل قرار دیا اور یہ عقیدہ ٹھہرایا کہ افعال خواہ خداوندی ہوں یا بندوں کے سب کا خالق اللہ ہی ہے۔ اب بندوں کے افعال کی برائی، بھلائی یا جزا وسزا اس بنیاد پر ہے کہ انسان نے اس کا کسب کیا ہے۔ مولانا روم نے اس مسئلہ پر بہت سے مقامات پر بحث کی ہے۔ ایک جگہ تو جبریہ اور قدریہ دونوں کو غلط کہا ہے اور فرمایا کہ اگر دیکھا جائے تو انسان کا جبر مطلق، اختیارِ مطلق کی بہ نسبت بالکل بداہت کے خلاف ہے۔ بداہۃً نظر آتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں صاحب اختیار ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ اختیار خدا کا عطا کردہ ہے۔ یہ ایک نظری مسئلہ ہے اور فرمایا قدری کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کو موجود مانتا ہے اور آگ جو اس کی علت ہے اس کا انکار کرتا ہے اور جبری کی مثال بالکل اس شخص کی سی ہے جو دھوئیں کے ہوتے ہوئے اس دھوئیں کے وجود ہی سے انکار کرتا ہے۔ اب فیصلہ کیا جائے کہ کون سا شخص زیادہ حماقت میں مبتلا ہے۔ مولانا کے زمانہ میں اکثر صوفیاء اور علماء جبر کے قائل تھے۔ امام رازی جیسے فاضل نے اپنی تفسیر میں متعدد جگہ جبر پر دلائل قائم کئے ہیں اور پھر مستقل کتاب لکھ کر جبر کے اثبات کے لئے عقلی ونقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن مولانا روم کا رجحان جبر کے بالکل خلاف ہے۔ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَ مَالَمْ یَشَاْلَمْ یَکُنْ کے بارے میں مولانا نے فرمایا۔ یہ حدیث جدوجہد کی ترغیب کے لئے ہے مثلاً اگر کوئی شخص کسی شاہی ملازم سے یہ کہے ''جو وزیر چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وزیر کو خوش رکھنے کی جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ مقصد کا حصول وزیر کی خوشی پر موقوف ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مقصد کا حصول ہمارے ہاتھ میں ہے لہٰذا وہ بغیر جدوجہد کے ہمیں حاصل ہو جائے گا۔ اسی طرح اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ نجات اور حصولِ مقاصد تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جب چاہو حاصل ہو جائے بلکہ اس کے لئے انتہائی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

جَفَّ الْقَلَمُ بِمَاھُوَ کَآئِنٌ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے لیکن اس کے یہ معنی کہ جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ تقدیر میں لکھا جا چکا ہے، صحیح نہیں ہیں۔ یہ عوام کی غلطی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا خاص نتیجہ ہے۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر چیز کا ایک سبب ہے۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی وبدی یکساں نہیں ہیں۔ یہ طے ہو چکا ہے کہ نیکی کا نتیجہ نیک اور بدی کا بد ہوگا۔

مولانا نے انسان کے اختیار کے ثبوت کے لئے جو دلائل قائم کئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:-

(۱) ہر شخص کے دل میں اختیار کا یقین ہے گو زبانی اس کا انکار کرے۔ اگر اسی شخص کے سر پر چھت ٹوٹ

کر گر پڑے تو کبھی چھت پر غصہ نہ کرے گا اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے سر پر پتھر مار دے تو اس پر اس کو سخت غصہ آئے گا اور یہ اسی بنیاد پر ہے کہ چھت کو اس نے غیر مختار سمجھا ہے اور اس شخص کو اس نے صاحب اختیار مانا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کتا بھی اس بات کو سمجھتا ہے۔ کتا پتھر کو نہیں کاٹتا ہے۔ جو پتھر پھینک کر اس کے مارے گا، اس کو کاٹے گا۔

(۲) خود انسان کے تمام اقوال و افعال سے اختیار کا ثبوت ہوتا ہے۔ ہم کسی شخص کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں، کسی کو کسی کام کے کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔ اپنے کسی فعل پر خود نادم ہوتے ہیں اور کسی فعل پر خوش۔ یہ اس کی دلیل ہے کہ ہم خود اپنے آپ کو اور دوسرے کو صاحب اختیار سمجھتے ہیں۔

(۳) جبر کے ثبوت میں سب سے بڑی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اگر خدا ہمارے افعال پر قادر نہیں ہے تو مجبور ہے اور اگر قادر ہے اور بندہ کو بھی قادر مانا جائے تو ایک فعل کے دو فاعل قرار پاتے ہیں، جو باطل ہے۔ مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا جو شبہ کا جواب بھی ہے اور بجائے خود بندہ کے اختیار کے لئے دلیل بھی ہے۔ فرمایا جو چیز کسی چیز کی ذاتیات میں سے ہے، وہ سلب نہیں ہوتی ہے۔ لوہار کے بسولے میں جبر ہے۔ لوہار کا آلہ بننے کی وجہ سے اس کا جبر سلب نہیں ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اختیار انسان کی ذاتیات میں سے ہے۔ اگر اللہ کو فاعل مانا جائے اور انسان اس کے لئے بمنزلہ آلہ کے ہو تب بھی اس کا اختیار باقی رہے گا۔ انسانی اختیار مسلوب نہ ہوگا اور نہ جبر سے تبدیل ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ انسان کا کفر کرنا اللہ کی مرضی سے ہے تو بھی خود یہ ثابت ہو رہا ہے کہ کفر کافر کا فعل اختیاری ہے ورنہ کافر، کافر نہیں ہے۔

(۴) انسان کے تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ان کا صدور انسان سے ہوتا ہے۔ اللہ کے خالق ہونے کی وجہ سے بسا اوقات افعالِ عباد کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے ورنہ دراصل وہ بندہ کا فعل ہے۔ مولانا بحرالعلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ ایک فرق بعد الجمع کا مقام ہے۔ جب سالک کی سیر عروج کی طرف ختم ہو جاتی ہے اور اس کا وجود مقامِ فنا میں پہنچ جاتا ہے تو وہ پھر بشریت کی طرف نزول کرتا ہے اور اپنی ذات کا جلوہ آئینۂ حق میں دیکھتا ہے اور اپنے تمام افعال و صفات کو منسوب بسوئے حق دیکھتا ہے اور یہ عرفان کا سب سے بلند مقام ہے۔

مثنوی اور فلسفی مسائل

مولانا کا مقصد مثنوی میں اگرچہ فلسفی مسائل کو بیان کرنا نہیں ہے ضمناً جو مسائل بیان فرما دیئے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:-

تجاذبِ اجسام

کائنات کے تمام اجسام ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور اسی تجاذب اور کشش پر نظامِ

کائنات قائم ہے۔ یہی وہ مسئلہ ہے جس کی تفاصیل نیوٹن نے کیں اور یہ نظریہ اس کی طرف منسوب کیا گیا جبکہ مولانا نے سینکڑوں برس قبل یہ نظریہ بیان فرما دیا تھا۔

جملہ اجزاءِ جہاں زاں محکم پیش — جفت جفت و عاشقانِ جفت خویش

دنیا کے تمام اجزاء جوڑ جوڑ ہیں — اور ہر ایک اپنے جوڑے کا عاشق ہے

آسماں گوید، زمیں را مرحبا — باتو ام چوں آہن و آہن ربا

آسمان، زمین کو خوش آمدید کہتا ہے — کہ میری تیری مثال لوہے اور مقناطیس کی سی ہے

فرمایا کہ اجرامِ فلکی کی کشش کی بنیاد پر زمین بیچ میں معلق ہے اور اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے مقناطیس کا ایک گنبد بنایا جائے اور لوہے کا ایک ٹکڑا بیچ میں کر دیا جائے تو وہ معلق ہو کر رہ جائے گا۔

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما — از جہاتِ شش بماند اندر ہوا

اُس حکیم نے اُس سے کہا کہ آسمان کی وجہ — شش جہات کی کشش کی وجہ سے زمین فضا میں معلق ہے

چوں ز مقناطیس قبہ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ

جس طرح کہ مقناطیس کا گنبد ہو — اور اس کے درمیان لوہے کا ٹکڑا لٹکا ہو

تجاذبِ ذرّات

اب یہ بات مسلمات میں سمجھ لی گئی ہے کہ اجسام کی ترکیب ذرات سے ہے اور ان ذرّات میں باہمی کشش اور تجاذب ہے اور تمام اجسام کے ذرات میں کشش اور تجاذب یکساں نہیں ہے۔ بعض اجسام کے ذرات میں باہمی کشش بہت بڑھی ہوئی ہے اور بعض میں کم جیسا کہ لوہا اور لکڑی۔ اس مسئلہ کو سینکڑوں سال قبل مولانا نے بیان فرمایا۔

میل ہر جزئی بہ جزئی می نہد — ز اتحادِ ہر دو تولیدے جہد

ہر جزئی کا ایک جزئی کی طرف میلان ہے — دونوں کے اتحاد سے پیدائش ہوئی ہے

ان اشعار میں مولانا نے تجاذب کی کیفیت کو عشق سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ نباتات کے جو اجزاء ہیں وہ جمادی ہیں لیکن ان میں اور نباتی اجزاء میں چونکہ کشش ہے لہٰذا وہ جمادی اجزاء نباتیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح نباتی اجزاء حیوانی اجزاء بن جاتے ہیں۔ اگر یہ کشش نہ ہو تو عالم میں مرکبات کا فقدان ہو جائے۔

تجددِ امثال

مولانا بحرالعلوم نے ایک مقام پر فرمایا ہے۔ تجددِ امثال یہ ہے کہ کائنات کی صورتیں ہر آن تبدیل ہو رہی ہیں۔ ایک صورت زائل ہوتی ہے اور دوسری صورت اس کی جگہ لے لیتی ہے اور ذات اسی طرح باقی رہتی ہے۔ چونکہ مٹنے والی صورت آنے والی صورت جیسی ہے۔ اس وجہ سے اس تبدیلی کا احساس نہیں ہوتا ہے اور بظاہر یہی

معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی صورت علیٰ حالہا باقی ہے۔ جدید تحقیقات اس مسئلہ کی تصدیق کرتی ہیں۔ مولانا نے اس مسئلہ کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست　　مصطفیٰ فرمود دنیا ساعتے ست

ہر لحظہ تیری موت اور واپسی ہے اسی لئے　　آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ دنیا ایک ساعت کی ہے

ہر نفس نو مے شود دنیا و ما　　بے خبر از نوشدن اندر بقا

ہر سانس میں دنیا نئی بن رہی ہے　　ہم اس کے نئے بننے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچو جوئے نو نومی رسد　　مستمرے می نماید در جسد

زندگی نہر کے پانی کی طرح نئی نئی آتی رہتی ہے　　بدن میں مسلسل نظر آتی ہے

شاخِ آتش را بہ جنبانی بساز　　در نظر آتش نماید بس دراز

جلتی لکڑی کو تیزی سے گھماؤ　　تو دیکھنے میں ایک لمبی آگ نظر آئے گی

انسان کی زندگی کی بھی یہی صورت ہے۔ ہر لحہ فنا اور بقا ہے لیکن یہ تبدیلی اس سرعت کے ساتھ ہے کہ زندگی مستقل اور مستمر معلوم ہوتی ہے اور اس کی مثال میں فرمایا کہ نہر کے پانی کی سطح مستقل نظر آتی ہے حالانکہ وہ سطح برابر بدل رہی ہے یا شعلہ کو اگر تیزی سے گھماؤ تو وہ ایک دائرے کی شکل میں نظر آنے لگتا ہے حالانکہ ہر آن وہ شعلہ دائرے میں اپنی جگہ بدل رہا ہے لیکن تم اسے محسوس نہیں کر رہے ہو۔

مسئلہ ارتقاء

دنیا کی موجودات کو چار قسموں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ جمادات، نباتات، حیوانات، انسان۔ اب ان میں یہ بحث ہے کہ آیا یہ چاروں قسمیں ابتداءِ تخلیق سے اسی طرح سے مخلوق ہوئی ہیں یا ابتداءِ تخلیق میں صرف ایک چیز پیدا کی گئی تھی پھر اس نے ترقی اور ارتقاء کیا ہے۔ وہ چیز جماد تھی پھر ترقی کر کے نبات بنی پھر ترقی کر کے حیوان بنی اور پھر ترقی کر کے انسان بن گئی۔ یہ آخری نظریہ ڈارون کی طرف منسوب ہے۔ مولانا شبلی کا خیال ہے کہ مولانا بھی ڈارون سے بہت پہلے اسی ارتقاء کے قائل تھے اور اس کے ثبوت کے لئے حسب ذیل اشعار پیش کئے ہیں:۔

آمدہ اوّل بہ اقلیم جماد　　وز جمادی در نباتی او فتاد

انسان شروع میں جماد تھا　　جماد سے نبات بنا

سالہا اندر نباتی عمر کرد　　وز نباتی یاد ناورد از نبرد

سالوں نبات رہا　　لیکن نباتی زندگی اسے یاد نہیں ہے

وز نباتی چوں بہ حیوانی فتاد　　نامدش حالِ نباتی ہیچ یاد

جب نبات سے حیوان بنا　　نباتی حالت اسے یاد نہیں ہے

جز ہمان میلے کہ دارد سوئے آن　　خاصہ در وقت بہارِ ضیمران

ہاں سوائے اس میلان کے جو اس کو نباتات کی طرف ہے
خصوصاً موسم بہار میں ضیمران کے کھلنے کے وقت

ہمچو میل کودکاں با مادراں
سرِّ میل خود نہ داند در لباں

جس طرح کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان ہوتا ہے
شیر خوارگی کے زمانہ میں اپنے میلان کا راز نہیں جانتا

باز از حیواں سوِ انسانیش
میکشد آں خالقے کہ دانیش

پھر حیوان سے انسان کی جانب
ہم کو وہ خدا لے جاتا ہے جو اس کو جانتا ہے

ہم چنیں اقلیم تا اقلیم رفت
تاشد اکنوں عاقل و دانا وزفت

اسی طرح وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف چلتا رہا
یہاں تک کہ وہ عاقل و دانا اور فربہ بن گیا

مولانا کے یہ اشعار صاف لفظوں میں بتا رہے ہیں کہ مولانا انسان کی ابتدائی خلقت جمادی مانتے ہیں، اس سے ترقی کر کے اس نے جسم نباتی اختیار کیا، پھر عالم نباتات سے وہ جسم حیوانی بنا اور جسم حیوانی سے اس نے جسم انسانی اختیار کیا اور موسم بہار میں گل وگلزار کی طرف اس کے میلان کو اُس کے عالم نباتات سے عالم حیوانات کی طرف منتقل ہونے کی دلیل بتا رہے ہیں۔

وجود کے مراتب

وجود صرف مادی ہے یا اس کے مراتب ہیں اور اولیٰ درجہ مادی وجود کا ہے نیز علم کے حصول کا ذریعہ صرف حواس ہیں یا اس کے ماوراء بھی کچھ علم کے اسباب ہیں۔ ان دونوں مسئلوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ مادے کے قائل تو یہ کہتے ہیں کہ وجود کا مدار صرف مادے پر ہے اور مادی وجود کے علاوہ اور کوئی وجود نہیں ہے۔ حصولِ علم کے بارے میں بھی لامحالہ ان کا یہ خیال ہے کہ وہ صرف عقل اور حواس کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ گروہ نہ نفس یا روح کی مستقل حیثیت تسلیم کر سکتا ہے اور نہ خدا کا قائل ہو سکتا ہے اور نہ حیات بعد الموت کا۔ ان کے نزدیک روح کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہے بلکہ وہ عناصر کی خاص ترکیب کی پیداوار ہے۔ جس طرح ساز کے تاروں کے ایک خاص نظم وضبط سے ایک نغمہ پیدا ہوتا ہے اسی طرح وجود کے ذرات کی خاص ترتیب عقل وشعور پیدا کر دیتی ہے۔ جب ساز ٹوٹ جائے تو نغمہ بھی ناپید ہو جائے گا۔ اہل شرع اس نظریہ کو الحاد قرار دیتے ہیں۔ مولانا روم نے بھی مثنوی میں جابجا اس مسئلہ پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بتایا ہے کہ وجود کے مختلف مراتب ہیں اور وجود کا ہر مرتبہ اپنی مخصوص عقل اور اسباب وعلل کا مخصوص نظام رکھتا ہے جیسے جیسے وجود کے مراتب میں ترقی ہوتی ہے ویسے ہی علم اور اس کے ذرائع میں بھی ارتقاء ہوتا ہے۔ نباتی وجود اور عقل، جمادی وجود اور عقل سے بالاتر ہے اور نباتات کا شعور جمادات سے بڑھا ہوا ہے۔ اسی طرح حیوانات کا شعور نباتی شعور سے زیادہ بہتر اور وسیع ہے اور پھر حیوانات میں بھی عقل وشعور کے مراتب میں تفاوت ہے۔ انسان تمام حیوانات میں بالاتر ہے اور اس کی نوع کے افراد میں بھی عقل وشعور میں بے حد تفاوت ہے۔ ایک طرف جنگلی انسانوں کا شعور ہے دوسری طرف حکماء کے شعور کی بلند پروازی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ انسان کے وجود کا ارتقاء

اور اس کی عقل کا ارتقاء اس مرحلہ پر پہنچ کر بھی نہیں رکتا ہے بلکہ حکماء کے علاوہ انبیاء اور اولیاء کا ایک طبقہ ہے جو حکماء کے مقابلہ میں زیادہ کاشف اسرار ہے۔ فرماتے ہیں۔

هست جانے در نبی و در ولی　　باز غیر از عقل و جانِ آدمی
نبی اور ولی میں ایک اور جان ہے　　عام انسانی جان اور عقل کے علاوہ

وحی والہام و نبی

مولانا وحی والہام میں فرق نہیں کرتے ہیں اور الہامات نیز اس بصیرت کے لئے بھی جو عقل وحس سے ماوراء ہے وحی کا لفظ استعمال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ انسان کے حواسِ ظاہری کے علاوہ انسان میں حواسِ باطنی بھی ہیں جن سے ان باتوں کا انکشاف ہوتا ہے جو حواسِ ظاہری کے ادراک سے باہر ہیں۔

پنج حسّے هست جز ایں پنج حس　　آں چو زرِ سرخ و ایں حسہا چومس
ان حواسِ خمسہ کے علاوہ اور حواسِ خمسہ ہیں　　سونا جیسے ہیں اور یہ تانبا ہیں

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک　　نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب پاک و صاف ہو جاتا ہے　　آب و خاک کے علاوہ وہ اور نقش دیکھتا ہے

پس محلّ وحی گردد گوشِ جاں　　وحی چہ بود گفتن از حسِّ نہاں
پھر جان کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے　　وحی کیا ہے؟ اسی پوشیدہ حس کی گفتگو

اس ادراک کو وحی کہیے یا الہام، یہ عقل سے بالاتر حس باطن کا انکشاف ہوتا ہے۔ چونکہ عوام وحی کو انبیاء کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، لہٰذا صوفیاء اس قسم کے انکشافات کو وحیِ دل کہہ دیتے ہیں۔

از پئے روپوش عامہ در جہاں　　وحی دل گویند او را صوفیاں
دنیا میں عوام سے چھپانے کے لئے　　اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

نبی کا لفظ بھی عام طور پر ایک خاص معنی میں بولا جاتا ہے لیکن مولانا اونچے درجہ کے مصلحین کے لئے بھی لفظ نبی بولتے ہیں۔

فکر کن در راہ نیکو خدمتے　　تا نبوت یابی تو از اُمتے
بھلائی کے راستہ میں خدمت کی فکر کر　　تاکہ اُمت میں رہتے ہوئے تو نبوت پا لے

مولانا کی اصطلاح میں نبی اور وحی کے ایسے عام معنی ہیں جو اصطلاحی نبی اور وحی سے وسیع تر ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ایں نجوم و طب وحیِ انبیاء ست　　عقل و حس را سوئے بے سوزہ کجاست
یہ طب اور نجوم نبیوں کی وحی ہے　　عقل اور حس کو بے جہت چیز کا راستہ نہیں ملتا ہے

قابلِ تعلیم فہم ست ایں خرد　　لیک صاحب وحی تعلیمش دہد

اس عقل میں فہم و تعلیم کو قبول کرنے کی صلاحیت ہے لیکن صاحب وحی اس کو تعلیم دیتا ہے

جملہ حرفتہا یقیں از وحی بود اوّل · اوّل عقل اُو را برفزود

یقیناً تمام ہنر ابتداً وحی کے ذریعہ معلوم ہوئے پھر عقل نے ان میں اضافہ کیا ہے

مولانا کا یہ بھی خیال ہے کہ جب دل محل وحی ہوتا ہے تو وہ اپنی ملکوتی قوت کو متمثل کر کے پیش کرتا ہے۔ کوئی دوسری شخصیت پیغام رساں نہیں ہوتی ہے۔ محسوس یہ ہوتا ہے کہ جبرئیل کچھ کہہ رہے ہیں حالانکہ خود نبی کی قوتِ ملکوتی یہ تمثل اختیار کر لیتی ہے۔ جیسا کہ خواب میں انسان دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اس سے ہمکلام ہے حالانکہ خود اس کا قلب دوسرے کو ممثل کر کے پیش کر دیتا ہے۔ مولانا بحر العلوم نے مولانا کے اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا۔ جبرئیلؑ جو رسولوں کے سامنے آتے ہیں اور اللہ کی جانب سے وحی لاتے ہیں وہ ایک جبرئیلیہ حقیقت ہے جو رسولوں کی قوتوں میں سے ایک قوت ہے اور یہ قوت وہ صورت اختیار کر لیتی ہے جو عالم مثال میں اس کے لئے پوشیدہ تھی۔ وہ رسولوں کے پاس حاضر ہوتی ہے اور اللہ کا پیغام پہنچاتی ہے تو رسول خود اپنے آپ سے فیض حاصل کرتے ہیں نہ کہ کسی دوسرے سے۔ تو جو کچھ رسول دیکھتے ہیں وہ انہیں کے خزانہ کی پوشیدہ چیز ہے۔ مولانا کے نزدیک روحِ انسانی کے عروج کے منازل ہیں۔ ایک وہ مقام آتا ہے جہاں روحِ انسانی کا روحِ الٰہی سے غایت درجہ کا اِتصال ہو جاتا ہے۔

اِتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را باجانِ ناس

اللہ تعالیٰ کا انسانوں سے اتصال ہے جو قیاس اور بیان سے باہر ہے

اس مقام پر پہنچ کر حکمت کا طالب خود حکمت کا منبع بن جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ کر خود انسانی قلب، لوحِ محفوظ بن جاتا ہے۔

لوحِ حافظ لوحِ محفوظے شود روحِ اُو از روح محظوظے شود

حافظ کا دل لوحِ محفوظ بن جاتا ہے اس کی روح خدا سے محظوظ ہوتی ہے

اس حالت میں الٰہی کلام اور فرمان خود اس کے دل سے ابھرتا ہے اور یہ اَحۡسَنُ التَّقۡوِیۡم والا انسان جب روحانی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو خود اس کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔

پس محل وحی گردد گوشِ جاں وحی چہ بود گفتن از حسّ نہاں

روح کا کان وحی کا محل بن جاتا ہے وحی کیا ہے؟ پوشیدہ حسّ کی گفتگو

گوشِ جان و چشم جاں جُز ایں حِسّ ست گوش عقل و چشم ظن زاں مفلس ست

روح کے کان اور آنکھ ان حواس کے علاوہ ہیں عقل کا کان، اور ظن کی آنکھ ان سے محروم ہے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش تا بگوشت آمد از گردوں خروش

وسوسوں کی روئی کان سے نکال تاکہ تیرے کان میں آسمانی آوازیں آئیں

وحی، نبی، جبرئیل اور لوحِ محفوظ کے بارے میں مولانا کے خیالات اجمالی طور پر ہم نے عرض کر دیے ہیں

تا کہ مولانا کا کلام سمجھنے میں سہولت ہو لیکن ظاہر ہے کہ یہ مولانا کے اپنے خیالات ہیں اور اربابِ شرع کو ان میں رد و قبول کا حق ہے۔ ان میں سے جو چیزیں ظاہر نصوص سے ٹکرائیں وہ یقیناً دوسروں کے لئے لائق قبول نہ ہوں گی۔ بزرگوں کے مکاشفات اسی وقت تک حجت ہیں جب تک کہ وہ اصولِ شرع کے موافق ہوں۔

بعض اصطلاحیں

صوفی وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے۔ دل میں کوئی شیطانی خطرہ نہ آنے دے۔ عبادت و ریاضت میں اصولِ شرع اور سنت رسول پر قائم رہے۔

ابن الوقت ۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اسرار اور واردات سے مغلوب الحال ہو جائے۔ اسرار کا اظہار کر دے، خوارق اس سے ظاہر ہو جائیں اور احکام ظاہری کی مخالفت کر بیٹھے۔ ابن الوقت ہی کو قلندر اور رند بھی کہہ دیا جاتا ہے۔ ابن الوقت اس صوفی کو بھی کہا جاتا ہے جو مقتضائے وقت پر عمل کرے۔ یہ معنی پہلے معنی سے عام ہیں۔ جو اصطلاحی ابن الوقت اور ابوالوقت دونوں کو شامل ہیں۔

ابوالوقت ۔ وہ صاحب مقام صوفی کہلاتا ہے جو آدابِ شریعت کا پورا پاس کرے۔ حالات اور واردات میں نفس اور روح پر قابو رکھے۔ خداوندی حکمت کے مقتضٰی کو سمجھتے ہوئے کرامات اور خوارق پر قابو رکھے۔ ابوالوقت کا مقام ابن الوقت سے بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے۔

ابدال ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت ہے جو کسی دوسری شخصیت کو اپنی شکل و صورت میں تبدیل کر سکتی ہے۔ ان کی تعداد سات ہوتی ہے۔ دنیا کی ساتوں اقلیموں میں سے ہر اقلیم کا ان میں ایک قطب ہوتا ہے۔

نقباء ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جن میں سے ہر ایک آسمان کے بارہ برجوں میں سے ہر برج سے متعلق ہوتا ہے اور اس برج کے نجوم و کواکب کی تاثیرات سے اس کا تعلق ہوتا ہے۔ ان نقباء کو بھی ابدال کہہ دیا جاتا ہے۔

رجبیّون ۔ اولیاء اللہ کی وہ جماعت کہلاتی ہے جو رجب کے مہینہ میں اپنی جگہ مقیم رہتی ہے باقی پورے سال عالم میں گشت کرتی رہتی ہے۔ رجب کے پہلے دن ان پر اس قدر بوجھ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کسی عضو کو حرکت تک نہیں دے سکتے ہیں۔ دوسرے دن یہ بوجھ کم ہو جاتا ہے اور تیسرے دن بالکل غائب ہو جاتا ہے۔ ان کو پورے سال کشف رہتا ہے۔ ان کی تعداد چالیس ہوتی ہے۔

عالم خلق یا عالم شہود ۔ یہ دنیا کہلاتی ہے جہاں اشیاء اپنے مادے اور مقدار کے ساتھ موجود ہیں۔

عالم مثال ۔ وہ عالم ہے جو عالم خلق سے بالا ہے۔ وہاں اشیاء میں مقدار تو ہے مادہ نہیں ہے۔

عالم امر یا عالم روح ۔ وہ عالم ہے جو عالم مثال سے بھی بالا ہے اور وہاں اشیاء بغیر مادہ اور مقدار کے موجود ہیں۔

واصل بحق ۔ وہ اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جو مادی خواص سے پاک و صاف ہو کر سراپا روح بن جاتے ہیں

اور ان کا اضطرابِ عشق، وصل کے سکون میں بدل جاتا ہے۔ ان کو سالک واصل بھی کہا جاتا ہے اور سالک طالب وہ ہے جو ابھی اس درجہ تک نہ پہنچا ہو۔

ولی۔ وہ شخص ہے جو اللہ کی ذات وصفات کو پہچانے، ہمیشہ طاعات بجالائے، محرمات سے بچے، لذتوں اور شہوتوں میں منہمک نہ ہو، نجاستوں سے بچتا ہو، فرائض کا تارک نہ ہو، مجنون اور پاگل نہ ہو، شرمگاہ اور بدن کو برہنہ نہ رکھتا ہو۔

اہل ارشاد۔ وہ اولیاء اللہ ہیں جن کے سپرد مخلوق کی ہدایت، قلوب کی اصلاح وتربیت اور اللہ کا قرب حاصل کرنے کی تعلیم ہوتی ہے۔ ان اولیاء میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب الارشاد کہلاتا ہے۔

اہل تکوین۔ وہ اولیاء اللہ ہوتے ہیں جن کے سپرد مخلوق کے معاش کی اصلاح، دنیا کا انتظام، مصائب کا دفع کرنا ہوتا ہے۔ ان میں سے جو اپنے زمانہ میں سب سے افضل ہوتا ہے وہ قطب التکوین کہلاتا ہے۔

لطائف ستہ۔ روح، نفس، قلب، سرّ، خفی، اخفٰی۔ سالک اپنے جسم کے ان مقامات کو ذاکر وشاغل بناتا ہے۔

صحو۔ وہ حالت ہے جس میں ظاہری وباطنی احکام میں فرق باقی رہتا ہے۔

سُکر۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک کے لئے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جائے۔

انبساط، بسط۔ وہ کیفیت ہے جس میں مسلسل وارداتِ غیبی کی وجہ سے روح میں نشاط رہتا ہے۔

انقباض، قبض۔ وہ کیفیت ہے جس میں وارداتِ غیبی کے انقطاع کی وجہ سے روح کو ایک تنگی اور گرفتگی محسوس ہوتی ہے۔

محو اور فنا۔ وہ کیفیت ہے جس میں سالک اپنی ہستی کو مٹادے اس کے بالمقابل اثبات ہے۔

ہشت بہشت۔ خلد، دارالسلام، دارالقرار، جنت عدن، جنت الماویٰ، جنت النعیم، علیین، فردوس۔

ہفت دوزخ۔ سقر، سعیر، لظیٰ، حاطمہ، جحیم، جہنم، ہاویہ۔

من وسلویٰ۔ بنی اسرائیل کو تیہ کے میدان میں خدا کی جانب سے من جو کہ ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیروں جیسے پرند تھے، کھانے کے لئے عطا ہوئے۔

علم احکام۔ وہ علم ہے جو قانونِ کلی کی صورت میں انبیاء اور مرسلین کو دیا جاتا ہے۔

علم لدنی۔ وہ علم بھی کہلاتا ہے جو خاص جزئی معاملہ میں کسی کلیہ سے استثنائی طور پر عنایت ہو جاتا ہے جیسا کہ خضرؑ کو بچہ کے قتل کے سلسلہ میں حاصل ہوا۔

عہد الست۔ قرآن پاک میں مذکور ہے کہ ازل میں حضرتِ آدمؑ کی ذریت سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

تھا۔ ''اَلَسْتُ بِرَبِّکُم'' کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو سب نے جواب میں کہا تھا ''بلیٰ'' کیوں نہیں۔ اس قول و قرار کو میثاقِ الست اور عہد الست کہا جاتا ہے۔

قصص

اصحاب کہف۔ ان بزرگوں کی جماعت ہے جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لائے تھے اور بادشاہ کے ظلم سے بچنے کے لئے ایک غار میں پناہ گزین ہو گئے تھے۔ خدا کی قدرت سے ان کو ایسی نیند آئی کہ ہزاروں برس گزر گئے اور وہ اسی خواب استراحت میں پڑے ہیں، نہ کھاتے پیتے ہیں نہ جاگتے ہیں، آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور بظاہر بیدار معلوم ہوتے ہیں۔

ہاروت و ماروت و زہرہ۔ مشہور ہے کہ زہرہ ایک حسین عورت تھی۔ ہاروت و ماروت جو دو فرشتے تھے، وہ اس سے زنا کر بیٹھے جس کی پاداش میں ان دونوں کو بابل کے ایک کنویں میں الٹا لٹکا دیا گیا ہے اور زہرہ اس اسم اعظم کے ذریعہ جو اس نے اُن فرشتوں سے سیکھا تھا، آسمان پر چڑھ گئی ہے جس کو وہاں مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا گیا ہے۔ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ اور دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ قصہ یہود کا من گھڑت ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ امر واقعہ صرف اس قدر ہے کہ جس کو قرآن نے ذکر کیا ہے کہ ہاروت و ماروت کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے دنیا میں بھیجا گیا تھا جس سے نیک و بد کی آزمائش مقصود تھی۔

اَصْحَابُ الْاُخْدُوْد۔ سورہ بروج میں ہے۔ قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ اِذْھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ. وَ ھُمْ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ شُھُوْد۔ خندقوں والے ہلاک ہوئے، جو آگ کی تھیں، جن میں ایندھن تھا جبکہ وہ خندقوں پر بیٹھے ہوئے تھے اور جو بدسلوکی مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھتے تھے۔ حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک لڑکا ایک جادوگر کے پاس جادو سیکھنے جاتا تھا، اس کے راستہ میں ایک خدا رسیدہ راہب کا گرجا گھر تھا۔ یہ لڑکا اس راہب سے مانوس ہو گیا اور اس سے فیض حاصل کرنے لگا۔ ایک روز یہ لڑکا جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ لوگ ڈرے ہوئے راستہ پر کھڑے ہیں۔ آگے جانے کی ہمت نہیں کر رہے ہیں۔ اس نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ایک خونخوار شیر نے راستہ روک رکھا ہے۔ یہ لڑکا آگے بڑھا اور اس نے خدا کا نام لے کر ایک پتھر شیر کے مارا تو شیر ہلاک ہو گیا۔ اس واقعہ سے اس لڑکے کی شہرت ہوئی اور لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے اور مومن بننے لگے۔ ان واقعات کا علم بادشاہ کو ہوا تو وہ بہت برہم ہوا اس لئے کہ وہ خود خدائی کا مدعی تھا اور اس نے لڑکے کو ہلاک کرنے کا حکم دیا۔ اس لڑکے کو پہاڑ سے پھینکا گیا لیکن وہ ہلاک نہ ہوا، اس کو دریا میں غرق کرنے کی کوشش کی گئی لیکن وہ غرق نہ ہوا۔ تب اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ اگر تو مجھے ہلاک ہی کرنا چاہتا ہے تو صرف ایک تدبیر ہے کہ تو بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ ھٰذَا الغلام کہہ کر میری طرف تیر چلا تو میری موت واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور لڑکا شہید ہو گیا۔ اس پر جو مجمع تھا وہ سب کا سب مومن ہو گیا۔ بادشاہ نے ان کو ہلاک کرنے کے لئے خندقیں کھدوائیں اور ان میں آگ

جلائی اور ان مومنوں کو آگ میں جلوایا۔

لَیْلَۃُ التَّعْرِیْس ۔آخر شب کے پڑاؤ والی رات۔ ۷ ہجری میں غزوۂ خیبر سے واپسی پر آپؐ نے وادی القریٰ اور تیماء کا رخ کیا۔ وہاں سے واپسی پر آنحضور ﷺ اور دیگر اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم رات بھر مشغولِ سفر رہے۔ صبح کے قریب پڑاؤ ڈالا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا کہ وہ نہ سوئیں اور فجر کی نماز کے وقت سب کو جگا دیں لیکن حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر بھی نیند کا غلبہ ہو گیا اور سب کی آنکھ جب کھلی جبکہ سورج نکل آیا تھا اور فجر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہاں سے فوراً کوچ کرو، اور کچھ آگے جا کر پڑاؤ کیا اور نماز پڑھی۔ مولانا نے اپنے اشعار میں اس نیند کو استغراقی کیفیت سے تعبیر کیا ہے۔

حضرت سلیمان اور انگوٹھی ۔مشہور ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک عورت سے نکاح کر لیا جو پوشیدہ طور پر بت پرست تھی۔ اس کی پاداش میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کی وہ انگوٹھی جس کے اثر سے ان کی حکومت جن وانس پر قائم تھی وہ ایک صخر نامی یا سدیونامی جن نے چرالی اور وہ اس انگوٹھی کے اثر سے حضرت سلیمان علیہ السلام کے تخت پر قابض ہو گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام روپوش ہو گئے۔ اپنی روپوشی کی حالت میں وہ ایک مچھیرے کے گھر کام پر لگ گئے۔ مچھیرے نے اپنی لڑکی کی شادی ان سے کر دی۔ کچھ عرصہ بعد وہ انگوٹھی اس جن کے ہاتھ سے دریا میں گری اور اس کو مچھلی نے نگل لیا۔ وہ مچھلی شکار ہو کر اس مچھیرے کے گھر آ گئی، مچھلی کے پیٹ سے انگوٹھی برآمد ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی انگوٹھی کو پہچان لیا اور اس کی تاثیر سے دوبارہ اپنے تخت سلطنت پر قابض ہو گئے۔ اس روایت کی حیثیت افسانہ سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ نبی پر کسی شیطان یا جن کا اس طرح کا غلبہ ممکن نہیں ہے۔ یہ محض ایک اسرائیلی روایت ہے جو عصمت انبیاء کے شرعی اصول کے بالکل منافی ہے لہٰذا یہ کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہو سکتی۔

مثنوی کی احادیث اور تفاسیر

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے کلید مثنوی میں فرمایا ہے کہ صوفیاء اور بزرگوں کے کلام میں ایسی احادیث پائی جاتی ہیں جو احادیث کی کتابوں میں نہیں ہیں اور محدثین کے نزدیک ان کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے تو ان بزرگوں کے اس فعل کی دو توجیہیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ جس طرح محدثین نے خواب کی احادیث پر حدیث کا اطلاق کر دیا ہے، اسی طرح ان بزرگوں نے اپنے کشف وغیرہ کی بناء پر ان کو احادیث کہہ دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان احادیث سے جو مقصد ہے وہ دوسرے شرعی دلائل سے ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا ان احادیث کا غیر واقعی ہونا مقصد کے ثبوت کے لئے مضر نہیں ہے۔ رہی یہ بات کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ان بزرگوں پر حسن ظن غالب رہتا ہے جو کچھ سن لیتے ہیں یا لکھا ہوا دیکھ لیتے ہیں اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ ان کو زیادہ چھان بین کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت۔ یہ وہ تبصرہ تھا جو

مولانا تھانوی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ بہر حال مثنوی میں بہت سی احادیث وہ ہیں جو محدثین کی اصطلاح میں کسی طرح بھی حدیث کہلانے کی مستحق نہیں اور ایسی احادیث کو حدیث کہہ کر بیان کر دینے کے معاملہ میں محدثین کا طرزِ عمل بہت سخت ہے۔ اسی طرح مولانا نے مثنوی میں صحابہ سے متعلق بعض ایسے واقعات کا ذکر کیا ہے جن کا ذکر صحابہ کے حالات پر مشتمل کتابوں میں کہیں نہیں ملتا ہے۔ نیز مولانا نے مثنوی میں بعض آیات کی وہ تفسیر کی ہے جو معتبر مفسرین کے نزدیک کسی طرح درست نہیں ہے۔ للہذا مثنوی کا مطالعہ کرنے والوں کو ان امور کا لحاظ رکھنا چاہئے اور مثنوی کا مطالعہ محض تصوف کی کتاب سمجھ کر کرنا چاہئے اور تصوف کے مسائل ہی میں اس کو شمع راہ بنانا چاہئے۔ مولانا کی بیان کردہ احادیث وتفسیر پر اعتماد کرنا درست نہیں ہے۔

گذارش

ارادہ نہ تھا کہ مقدمہ اس قدر طویل لکھا جائے لیکن حالات نے مجبور کر دیا اور مقدمہ نے کافی طوالت اختیار کر لی اور پھر بھی بعض بحثیں تشنہ تکمیل رہ گئیں۔

آخر میں میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں ان مصنفین اور کتابوں کا ذکر کروں جن سے میں نے اپنے اس مقدمہ یا اصل کتاب میں استفادہ کیا ہے۔ دعا کرتا ہوں کہ جو مصنفین بقید حیات ہیں خدا ان کو دنیا اور آخرت کی بھلائیوں سے نوازے اور جو اس جہانِ فانی سے چلے گئے ہیں خدا ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی اس کتاب کے ناظرین سے استدعا اور التجا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی دعائے خیر سے فراموش نہ فرماویں۔

جن کتابوں سے میں نے استفادہ کیا، وہ حسب ذیل ہیں:۔

کلید مثنوی از مولانا اشرف علیؒ

مفتاح العلوم از مولانا نذیر صاحب عرشی

مثنوی مطبوعہ مطبع نامی کانپور

ملفوظاتِ رومی از عبدالرشید صاحب تبسم

حکمت رومی وتشبیہاتِ رومی از خلیفہ عبدالحکیم

سوانح مولانا روم از مولانا شبلی

نقد اقبال از میکش اکبر آبادی

رسالہ از سپہ سالار

مراۃ المثنوی از تلمذ حسین صاحب

رودِ کوثر از شیخ اکرام

بڑی ناسپاس گزاری ہوگی اگر میں ان بزرگوں اور دوستوں کا ذکر نہ کروں جنہوں نے دورانِ کار میں طرح طرح سے میری مدد کی ہے۔ حضرت مولانا ابوالحسن صاحب زید نقشبندی مجددی زادلطفہ نے پورا مقدمہ

حرفاً حرفاً ملاحظہ فرما کر اس میں مذکور بحثوں پر اپنے اطمینان کا اظہار کیا اور مثنوی کے اشعار کے مطالب فہمی میں جگہ جگہ مجھے مدد دی۔ عزیزم مولانا مکرم احمد امام مسجد فتح پوری بھی شکریہ کے مستحق ہیں انہوں نے کتابت کی تصحیح میں میرا ہاتھ بٹایا۔ نیز سید نظام الدین صاحب رامپوری نے میرے پورے کام پر نظر ڈالی اور بھرپور تعاون کیا۔ فَلَهُمُ الشُّكْرُ۔

سجاد حسین
۹ ستمبر ۱۹۷۴ء

قطعہ تاریخ

از جناب قمرؔ سنبھلی

سیّدی سجاد حسین اے عالمِ شیریں سخن
آپ کے زورِ قلم سے زندہ ہیں کچھ علم و فن
اس زمانے میں کہ ہے اپنی زباں بے دست و پا
قندِ پارس سے ہیں لذت یاب اربابِ وطن
یوں تو ہے یہ ہر زباں کے لفظ و معنیٰ کی امیں
فارسی سے ہے مگر اردو چمن اندر چمن
جملہ تصنیفاتِ سعدی کے تراجم حاشئے
جامۂ اردو سے دی دیوانِ حافظ کو پھبن
اک نئی تخلیق کا ہے اے قمرؔ یہ سالِ طبع
مثنویِ روم کا ہے خوب اردو پیرہن

۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بشنو از نے[1] چوں حکایت می کند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے
وز جدائیہا شکایت می کند
اور وہ جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے؟

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند
کہ جب سے مجھے بنسلی سے کاٹا ہے
از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
میرے نالہ سے مرد و عورت (سب) روتے ہیں

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق
تا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے
باز جوید روزگارِ وصل[2] خویش
وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

من بہر جمعیتے نالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی
جفت خوشحالان و بدحالاں شدم
خوش اوقات اور بداحوال لوگوں کے ساتھ رہی

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا
وز درونِ من نہ جست اسرارِ[3] من
اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

سرِّ من از نالۂ من دور نیست
میرا راز، میرے نالہ سے دور نہیں ہے
لیک چشم و گوش را آں نور نیست
لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

تن زِ جان و جاں زتن مستور نیست
بدن، روح سے اور روح، بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے
لیک کس را دید جاں دستور[4] نیست
لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

آتش ست ایں بانگ نائے و نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے، ہوا نہیں ہے
ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
جس میں یہ آگ نہ ہو، وہ نیست (و نابود) ہو

آتشِ عشق ست کاندر نے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے
جوششِ عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

---

1. نے۔ بانسری۔ کز۔ کہ از۔ یہ شعر اور بعد کے پانچ شعر بانسری کا بیان ہیں۔ نیستاں۔ بانس کا جنگل۔ نفیر۔ آہ وزاری، فریاد۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔ شرح۔ تفصیل۔ اشتیاق۔ شوق، عشق۔
2. وصل خویش۔ روح، عالم ارواح میں بانسری، بنسلی میں لوٹنے کی مشتاق ہے۔ خوشحالاں۔ جو لوگ اپنی حالت سدھارے ہوئے ہیں۔ بدحالاں۔ وہ لوگ جنہوں نے دنیا سے لو لگائی ہے۔
3. اسرار۔ سِر کی جمع بمعنی راز۔ سرِ من یعنی میرے نالہ کو سن کر چھپے ہوئے غم کو سمجھ سکتا ہے۔ آں نور۔ وہ نور باطنی جس سے میرا راز دیکھ اور سن سکے۔
4. دستور نیست۔ بدن، روح کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔ نیست باد۔ بے عشق انسان کی موت بہتر ہے۔ آتش۔ بانسری میں سوزِ عشق ہے اور شراب میں جوشِ عشق۔

نے حریف[1] ہر کہ از یارے برید
بانسری اس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو

پردہایش پردہائے ما درید
اس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ دیئے

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟

ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

نے حدیث راہِ پُرخوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے

قصہ ہائے عشق مجنوں می کند
مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے

دو دہاں[2] داریم گویا ہمچو نے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں

یک دہاں پنہان ست در لبہائے وے
ایک منہ اس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے

یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے

ہائے و ہوئے در فگندہ در سما
آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے

لیک داند ہر کہ او را منظرست
لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے

کایں فغانِ ایں سرے ہم زاں سرست
کہ اس سرے کی آہ و فریاد اس ہی جانب کی ہے

دَمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست
اس بانسری کی آواز اسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے

ہائے و ہوئے روح از ہیہائے[3] اوست
روح کا شور و غل اس کی تنبیہات کی وجہ سے ہے

محرمِ ایں ہوش جُز بیہوش نیست
اس ہوش کا رازداں بیہوش کے علاوہ کوئی نہیں ہے

مرزباں را مشتری چوں گوش نیست
زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

گر نبودے نالۂ نَے را ثمر
بانسری کی فریاد کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا

نَے جہاں را پُر نہ کردے از شکر
بانسری دنیا کو شکر سے نہ بھرتی

در غمِ ما روز ہا بیگاہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے

روزہا با سوز ہا ہمراہ شد
بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

روزہا گر رفت گو رَو باک نیست
دن اگر گذریں تو کہہ دو گزریں، پروا نہیں ہے

تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے، تو رہے!

---

[1] حریف۔ ہم پیشہ، دوست، دشمن دونوں معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ پردہ۔ راگ، حجاب۔ زہرے۔ بانسری میں زہر بھی ہے اور تریاق بھی۔ تریاق۔ تریاک، وہ دوا جو زہر کو زائل کر دیتی ہے۔ حدیث۔ قصہ، بات۔ راہِ پُرخوں۔ خطرناک راستہ۔ مجنوں۔ قیس عامری (عرب کے مشہور عاشق کا لقب ہے)۔

[2] دو دہاں۔ بانسری کا ایک منہ بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے دوسرے منہ سے جو آواز برآمد ہوتی ہے دراصل وہ بانسری بجانے والے ہی کی ہے۔ اسی طرح ہمارے جملہ کام مشیت ایزدی کی وجہ سے ہیں۔ ایں فغاں۔ بانسری کے ظاہری سوراخ سے جو فریاد برآمد ہو رہی ہے وہ اس سوراخ کی آواز ہے جو بانسری بجانے والے کے منہ میں چھپا ہوا ہے۔ دمدمہ۔ نقارہ کی آواز۔ دم۔ پھونک۔ ہائے و ہو۔ شور و غل۔

[3] ہیہا۔ ہے کی جمع ہے جو تنبیہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ محرم۔ رازداں۔ ہوش۔ دانائی۔ مر۔ بمعنی خاص زائد بھی مستعمل ہوتا ہے۔ مشتری۔ خریدار۔ ثمر۔ پھل، نتیجہ۔ شکر۔ یعنی عشق کی مٹھاس۔ در غم۔ غم فراق کا زمانہ بیکار گزرتا ہے اور سوائے سوزشوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ روزہا۔ محبوب اگر باقی ہے تو ایام فراق کی بربادی کی کوئی پروا نہیں ہے۔

ہر کہ جز ماہی[1] ز آبش سیر شد　　ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا　　جو بے روزی ہے اس کا وقت ضائع ہوا

در نیابد حالِ پختہ ہیچ خام　　پس سخن کوتاہ باید والسلام
کوئی ناقص، کامل کا حال معلوم نہیں کر سکتا　　پس بات مختصر چاہیے، والسلام

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست　　چرخ در گردش اسیر ہوشِ ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے　　آسمان، گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو　　قالب از ماہست شد نے ما ازو
شراب، ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اس سے　　جسم، ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے

بر سماع راست ہر کس چیر نیست　　طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے　　انجیر، ہر حقیر پرندہ کی خوراک نہیں ہے

بند بگسل باش آزاد اے پسر　　چند باشی بند سیم و بند زر
اے بیٹا! قید کو توڑ، آزاد ہو جا　　سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہے گا؟

گر بریزی بحر را در کوزۂ　　چند گنجد قسمت یک روزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے　　کتنا آئے گا؟ ایک دن کا حصہ

کوزۂ چشم حریصاں پُر نہ شد　　تا صدف[2] قانع نہ شد پُر دُر نہ شد
حریصوں کی آنکھ کا پیالہ نہ بھرا　　جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

ہر کرا جامہ زعشقے چاک شد　　او ز حرص و عیب کلی پاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا　　وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　اے طبیب جملہ علتہائے ما
خوش رہ، ہمارے اچھے جنون والے عشق　　اے! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما　　اے تو افلاطون و جالینوسِ ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!　　اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

جسمِ خاک از عشق بر افلاک شد　　کوہ در رقص آمد و چالاک شد
خاکی جسم عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہنچا　　پہاڑ، ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

---

[1] ماہی۔ مچھلی، مراد عاشق ہے جو دریائے عشق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے۔ دیر شدن۔ ضائع ہونا۔ در نیابد۔ کامل عاشق کے احوال ناقص نہیں سمجھ سکتا، کمالِ عشق کی باتیں عام لوگوں کو سنانا بیکار ہے۔ بادہ۔ شراب میں وہ جوش کہاں جو عشق صادق میں ہے۔ آسمان کی سیر و گردش مشہور ہے لیکن عاشق صادق کی سیر اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔ بر سماع۔ عاشق اپنے منازل کی سیر کی باتیں عوام کو سنائے تو وہ ان کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ بند بگسل۔ عشق میں کمال کی راہ یہ ہے کہ انسان ماسوا اللہ کی قید و بند سے آزاد ہو جائے۔ گر بریزی۔ دنیا کی حرص و ہوس کی لغویت کو ظاہر کیا گیا ہے۔

[2] صدف۔ سیپ، بارش کا ایک قطرہ لے کر منہ بند کر لیتا ہے تب اس میں موتی بنتا ہے۔ ہر کرا۔ جذبہ عشق سے ہی نفسانی رذائل دور ہوتے ہیں۔ شاد باش۔ جنونِ عشق سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ وہی تمام نفسانی رذائل کا معالج ہے، تکبر اور حبِّ جاہ کی بیماری اسی سے جاتی ہے، وہی ان امراض کا افلاطون اور جالینوس ہے۔ افلاطون۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کا مشہور حکیم ہے۔ جالینوس۔ روم اور مصر کا مشہور حکیم ہے جس کا مشہور شاگرد بقراط ہے۔ جسم خاک۔ آنحضورﷺ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانی معراج عشق سے حاصل ہوئی۔ کوہ۔ یعنی کوہِ طور کا زلزلہ تجلی عشق کی وجہ سے تھا۔

عشق جانِ طور آمد عاشقا
اے عاشق! عشق طور کی جان بنا
طور مست و خرّ موسیٰ صعقا
طور مست بنا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گرے

سرّ پنہان ست اندر زیر و بم[1]
زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے
فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
صاف صاف بیان کر دوں تو دنیا کو درہم برہم کر دوں

آنچہ نے می گوید اندر ایں دو باب
ان دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے
گر بگویم من جہاں گردد خراب
اگر میں بیان کر دوں دنیا تباہ ہو جائے

بالب دمسازِ خود گر جفتمے
اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا
ہمچو نے من گفتنیہا گفتمے
بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا
جو شخص دوست سے جدا ہوا
بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
بے سہارا بنا، خواہ سو سہارے رکھے

چونکہ گل رفت و گلستاں در گذشت
جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا
نشنوی زیں پس ز بلبل سرگذشت
اس کے بعد تو بلبل کی سرگزشت نہ سنے گا

چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب
جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہو گیا
بوئے گل را از کہ جویم از گلاب
پھول کی خوشبو کس میں تلاش کروں؟ (عرق) گلاب میں

جملہ[2] معشوق ست و عاشق پردۂ
تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے
زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

چوں نہ باشد عشق را پروائے اُو
جب عشق کو اس کی پروا نہ ہو
اُو چو مرغے ماند بے پَر، وائے اُو
وہ بے پر کے پرندے کی طرح ہے اس پر افسوس ہے

پَر و بالِ ماکمند عشق اُوست
ہمارے بال و پر اس کے عشق کی کمند ہیں
مُوکشانش می کشد تا کوئے دوست
اس کے بال کھینچتی ہوئی اس کو دوست کے کوچہ تک لیجاتی ہے

من چہ گویم ہوش دارم پیش و پس
میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں
چوں نہ باشد نورِ یارم ہم نفس
جبکہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

نورِ اُو در یُمن و یُسر و تحت و فوق
اس کا نور دائیں بائیں، نیچے اوپر ہے
برسر و برگردنم چوں تاج و طوق
تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

---

1. زیر و بم۔ نیچا، اونچا سر۔ بانسری کے سروں میں وحدۃ الوجود کا راز پوشیدہ ہے۔ اگر اس مسئلہ کو واضح کیا جائے گا تو عوام نہ سمجھیں گے اور گڑبڑ پھیلے گی۔ دو باب۔ یعنی زیر و بم۔ دمساز۔ یار، دوست۔ جفتمے۔ جفت بودے۔ نوا۔ ساز و سامان۔ سرگذشت۔ بلبل، موسم بہار میں اپنے چہچہوں میں اپنے عشق کی داستان سناتی ہے، موسم خزاں موسم فراق ہے، اس میں خاموش ہو جاتی ہے۔ از گلاب۔ فراق میں بوئے یار ہی تسلی کا سبب ہوتی ہے۔
2. جملہ۔ خدا کا ایک ہی وجود ہے جو تمام کائنات میں موجود ہے، ممکن کا وجود اس کا محض ایک پردہ ہے۔ چوں نہ باشد۔ رحمت خداوندی جبکہ بندہ کے شامل حال نہ ہو تو وہ بندہ بے بال و پر کا پرندہ ہے۔ کمند۔ وہ رسی جس سے شکار پھانسا جاتا ہے یعنی اس کا عشق ہمارے لئے کمند کا کام کرتا ہے۔ من چہ۔ جب تک نور خداوندی شاملِ حال نہ ہو انسان مدہوش ہے۔

عشق خواہد[1] کایں سخن بیروں رود
عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو
آئینہ ات دانی چرا غماز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غماز کیوں نہیں ہے؟

آئینہ ات غماز نبود چوں بود
تیرا آئینہ غماز نہ ہو تو کیونکر ہو؟
زانکہ زنگار از رُخش ممتاز نیست
اس لئے کہ زنگ اس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے
پُر شعاعِ نورِ خورشید خداست
وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

رَو، تو زنگار از رخِ او پاک کن
جا، اس کے رخ سے زنگ کو صاف کر
بعد ازاں آں نور را ادراک کن
اس کے بعد اس نور کو حاصل کر

ایں حقیقت را شنو از گوشِ دل
اس حقیقت کو دل کے کان سے سن
تا بروں آئی بکلی ز آب و گل
تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

فہم گر دارید جاں را رہ دہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو
بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

حکایت عاشق شدن بادشاہ برکنیزک و خریدنِ اُو

حکایت۔ بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اس کا اس لونڈی کو

آں کنیزک را و بیمار شدن کنیزک و درمانِ بیماریِ او

خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اس کی بیماری کا علاج

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں
اے دوستو! اس قصہ کو سنو
خود حقیقت نقدِ حالِ[2] ماست آں
وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

نقدِ حالِ خویش را گر پے بَریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں
ہم ز دنیا ہم ز عقبٰی برخوریم
ہم دنیا سے بھی اور عقبٰی سے بھی پھل کھائیں

بود شاہے در زمانے پیش ازیں
اب سے پہلے زمانہ میں، ایک بادشاہ تھا
ملکِ دنیا بودش و ہم ملکِ دیں
(جس کی حکومت) ملکِ دنیا پر بھی تھی اور ملکِ دیں پر بھی

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار
اتفاقاً ایک دن بادشاہ سوار ہوا
باخواصِ خویش از بہرِ شکار
اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

بہرِ صیدے می شد او بر کوہ و دشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کے لئے پھر رہا تھا
ناگہاں در دامِ عشق او صید گشت
اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا

---

[1] عشق خواہد۔ عشق خداوندی کا تقاضا ہے کہ ہر قلب پر اس کی تجلی ہو لیکن زنگ آلود دل تجلی کو قبول نہیں کرتا۔ غمّاز۔ وہ آئینہ جس میں عکس پڑتا ہو۔ آئینہ کز زنگ۔ مصفا قلب پر تجلیاتِ رب کا ظہور ہوتا ہے۔ آب وگل یعنی مادی جسم۔ فہم گر دارید۔ انسان کو پہلے روح کی تربیت کرنی چاہیے، اس کے بعد راہِ عشق پر گامزن ہو۔

[2] نقد حال۔ فی الحال۔ یعنی ہمیں روح کے امراض کے ازالہ کے لئے ایک ایسے ہی طبیب کی ضرورت ہے جیسا کہ لونڈی کا معالج تھا۔ برخوریم۔ بر، پھل یعنی اگر ہم اپنی اصلاح کرلیں تو دنیا اور آخرت کے فائدہ سے بہرہ اندوز ہو سکیں گے۔ ملک دنیا۔ یعنی وہ دنیا کی دولت کا مالک تھا اور نیک اعمال بھی تھا۔ خواص۔ خاصہ کی جمع، خدمتگار، نوکر چاکر۔ صید۔ شکار۔ صید شدن۔ عاشق ہو جانا۔

یک کنیزک دید او بر شاہ راہ[1]
اس راستہ پر ایک لونڈی دیکھی

شد غلامِ آں کنیزک جانِ شاہ
بادشاہ کی جان اس لونڈی کی غلام بن گئی

مرغِ جانش در قفس چوں در طپید
اس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا

داد مال و آں کنیزک را خرید
مال دیا اور اس لونڈی کو خرید لیا

چوں خرید او را و برخوردار شد
جب اس نے اس کو خرید لیا اور کامیاب ہو گیا

آں کنیزک از قضا بیمار شد
وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہو گئی

آں یکے خر داشت پالانش نہ بود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اس کا پالان نہ تھا

یافت پالاں گرگ خر را در ربود
اس نے پالان پا لیا تو گدھے کو بھیڑیا لے گیا

کوزہ بودش آب می نامد بدست
اس کے پاس پیالہ تھا، پانی ہاتھ نہ آیا

آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

شہ طبیباں جمع کرد از چپ و راست
دائیں بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا

گفت جانِ ہر دو در دست شماست
کہا، دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

جانِ من سہل ست و جانِ جانم اوست
میری جان معمولی ہے، میری جان کی جان وہ ہے

دردمند و خستہ ام درمانم اوست
میں دکھی اور زخمی ہوں، میرا علاج وہ ہے

ہر کہ درماں کرد مر جانِ مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا

بُرد گنجِ دُرّ و مرجانِ مرا
وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم
سب نے کہا ہم جان لڑا دیں گے

فہم گرد آریم و انبازی کنیم
خوب غور کریں گے اور مل کر کریں گے

ہر یکے از ما مسیحِ[2] عالَم ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے

ہر الم را درکف ما مرہم ست
ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر
تکبر کی وجہ سے، انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا

پس خدا بنمود شاں عجزِ بشر
تو خدا نے انسان کی مجبوری ان پر واضح کر دی

ترکِ استثناء مرادم قسوتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد سیہ دلی ہے

نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
یہ بھی نہیں کہنا چاہئے کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

---

[1] شاہراہ۔ عام راستہ۔ برخوردار شدن۔ فائدہ اٹھانا۔ پالان۔ وہ گدا جو گدھے کی کمر پر بیٹھنے کے لئے کسا جاتا ہے۔ ربودن۔ اچک لینا یعنی اس دنیا میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوتی، بادشاہ نے لونڈی خرید لی لیکن اس کی بیماری کی وجہ سے اس سے لطف اندوز نہ ہو سکا۔ ہر دو۔ معشوق کی موت عاشق کی موت ہے۔ سہل۔ آسان، ناچیز درمان۔ علاج۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا۔ گرد آوردن۔ جمع کرنا۔ انبازی۔ شرکت یعنی باہمی مشورے سے علاج کریں گے۔

[2] مسیح۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ ان کے پھونک مارنے سے مریض اچھا ہو جاتا تھا۔ عالَم۔ جہان۔ الم۔ درد۔ خدا خواہد۔ انشاء اللہ کا ترجمہ ہے۔ بطر۔ تکبر۔ عجز۔ کمزوری، بے بسی۔ استثنا۔ انشاء اللہ کہنا، یعنی محض زبان سے انشاء اللہ کہنا کوئی خاص معنی نہیں رکھتا۔ دل میں یہ یقین ہونا چاہئے کہ ہر کام اللہ کی مشیت سے ہے۔ اگر دل کا یہ عقیدہ پختہ ہے تو زبان سے نہ کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت — جانِ اُو با جانِ استثناست جفت

بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے — (لیکن) ان کی جان انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

ہر چہ کردند از علاج و از دوا — گشت رنج[1] افزون و حاجت نارَوا

جس قدر بھی انہوں نے اس کا علاج اور دوا کی — مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

آں کنیزک از مرض چوں موئے شد — چشمِ شاہ از اشکِ خوں چوں جوئے شد

وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہو گئی — بادشاہ کی آنکھ، خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہو گئی

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود — آں دوا در نفع خود گمرہ شود

جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے — وہ دوا اپنا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود — روغنِ بادام خشکی مے نمود

تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا — روغن بادام خشکی بڑھاتا تھا

از ہلیلہ[2] قبض شد اطلاق رفت — آبِ آتش را مدد شد ہمچو نفت

ہیڑ سے قبض ہو گیا، دست ختم ہوئے — پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

سستی دل شد فزون و خواب کم — سوزشِ چشم و دلِ پُردرد و غم

دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہو گئی — آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

شربت و ادویہ و اسبابِ اُو — از طبیباں برد یکسر آبِ رُو

شربت اور دواؤں اور اس کے اسباب نے — طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کر دی

عاجز شدنِ طبیباں از معالجۂ کنیزک و ظاہر شدن

طبیبوں کا علاج سے عاجز آ جانا اور بادشاہ کو معلوم ہو جانا

بر بادشاہ و رُو آوردن بدرگاہِ بادشاہِ حقیقی

اور حقیقی بادشاہ کی طرف اس کا رخ کرنا -

شہ چوں عجز آں طبیباں را بدید — پابرہنہ جانبِ مسجد دَوید

بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی — ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا

رفت در مسجد سوئے محراب شد — سجدہ گاہ از اشکِ شاہ پُر آب شد

مسجد میں گیا، محراب کی جانب ہوا — بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہو گئی

چوں بخویش آمد زغرقابِ فنا — خوش زباں بکشاد در مدح و ثنا

جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر آپے میں آیا — مدح و ثناء میں خوب زبان کھولی

---

[1] رنج۔ مرض، تکلیف۔ نارَوا۔ یعنی مقصد پورا نہ ہوا۔ موئے۔ بال۔ جوئے۔ نہر۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ گمرہ منزل مقصود کے خلاف چلنے والا یعنی دوا نے اپنا فائدہ نہ دیا۔ سرکنگبیں۔ سرکہ اور انگبیں بمعنی شہد، سے مل کر بنتا ہے۔ اسی کو سکنجبین بھی کہتے ہیں۔ صفرا۔ بدن کی ایک خلط ہے۔ سکنجبین کا خاصہ صفرا کو کم کرنا ہے لیکن اس نے اور بڑھا دیا، روغن بادام تری پیدا کرتا ہے لیکن اس نے خشکی پیدا کر دی۔

[2] ہلیلہ۔ ہیڑ، یہ قبض کشا ہے لیکن اس نے قبض پیدا کر دیا اور بسہولت قضاءِ حاجت ہونی بند ہو گئی۔ نفت۔ مٹی کے تیل کی طرح کا ایک مادہ جو بہت جلد آگ پکڑ لیتا ہے۔ سستی دل۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے امراض میں اور اضافہ ہو گیا۔ اسباب۔ یعنی مرض کی تشخیص۔ بخویش آمدن۔ ہوش میں آنا۔ غرقاب۔ پانی کی گہرائی۔ فنا۔ محویت، بے خودی۔

کاے کمینہ[1] بخششت ملک جہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے

حالِ ما و ایں طبیباں سَر بسر
ہمارا اور ان طبیبوں کا حال سب کا سب

اے ہمیشہ حاجت مارا پناہ
اے وہ کہ ہمیشہ میری حاجت کی پناہ ہے

لیک گفتی گرچہ می دانم سِرت
لیکن تو نے کہا ہے، اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں

چوں برآورد از میانِ جاں خروش
جب اس نے تہ دل سے فریاد کی

درمیانِ گریہ خوابش در ربود
روتے روتے اس کو نیند آ گئی

گفت اے شہ مژدہ! حاجاتت رواست
بولے، اے بادشاہ! بشارت ہے، تیری حاجتیں پوری ہوئیں

چونکہ آید، او حکیم حاذق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے

در علاجش سحر مطلق رابہیں
اس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا

خفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد
وہ سویا ہوا تھا، یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد
جب وعدہ کا وقت آ گیا اور دن ہو گیا

بود اندر منظرہ شہ منتظر
بادشاہ جھروکہ میں منتظر تھا

دید شخصے کاملے پُر مایۂ
اس نے ایک شخص کامل، پُرہنر دیکھا

من چگویم چوں تو می دانی نہاں
میں کیا کہوں تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے۔

پیش لطف عامِ تو باشد ہدر
تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے

بارِ دیگر ما غلط کردیم راہ
راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے

زودہم پیدا کنش بر ظاہرت
تو بھی جلد اس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کر دے

اندرِ آمد بحر بخشایش بجوش
اس کی بخشش کا دریا جوش میں آ گیا

دید در خواب او کہ پیرے رُو نمود
اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے

گر غریبے آمدت فردا۔ زماست[2]
اگر کل کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے

صادقش داں کو امین و صادق ست
اس کو سچا جاننا، وہ سچا اور امانتدار ہے

در مزاجش قدرتِ حق را ببیں
اس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا

گشتہ مملوکِ کنیزک شاہ شد
لونڈی کا غلام، بادشاہ بن گیا

آفتاب از شرقِ اختر سوز شد
سورج مشرق سے، ستاروں کو ختم کرنے والا ہو گیا

تابہ بیند آنچہ بنمودند سِر
تاکہ اس بھید کو دیکھ لے جو اس پر ظاہر کیا ہے

آفتابے درمیانِ سایۂ
جو اندھیرے میں سورج تھا

[1] کمینہ۔ ادنیٰ۔ ہدر۔ بیکار۔ بار دیگر۔ پہلی غلطی یہ ہوئی کہ طبیبوں پر بھروسہ کیا۔ دوسری یہ ہے کہ تجھ علام الغیوب کو حال سنا رہا ہوں۔ لیک۔ خدا نے فرمایا "ادعونی استجب لکم" مجھ سے دعا مانگو میں دعا پوری کروں گا۔ رونمودن۔ ظاہر ہونا۔ مژدہ۔ خوشخبری۔ حاجات۔ حاجت کی جمع۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

[2] زماست۔ یعنی وہ ہمارا بھیجا ہوا ہے۔ حاذق۔ ماہر، تجربہ کار۔ کو۔ کہ او۔ سحر مطلق۔ مکمل جادو۔ گشتہ مملوک۔ لونڈی کے غم میں غلاموں کی طرح مجبور محض تھا۔ اب یہ خوشخبری سن کر شاہوں کی طرح غم سے آزاد ہو گیا۔ وعدہ گاہ۔ وعدہ کا وقت۔ اختر سوز۔ سورج کے نکلنے سے تارے روپوش ہو جاتے ہیں۔ منظرہ۔ دریچہ، جھروکہ۔ منتظر۔ انتظار کرنے والا۔ سِرّ۔ راز، بھید۔ مایہ۔ پونجی۔ پُر مایہ۔ یعنی معرفت کے علوم سے بھرا ہوا۔

می رسید از دور مانند ہلال[1] نیست بود و ہست بر شکل خیال

دور سے، چاند جیسا آ رہا تھا معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

نیست وَش باشد خیال اندر جہاں تو جہانے بر خیالے ہیں رواں

دنیا میں خیال، معدوم کی طرح ہوتا ہے تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ

بر خیالے صلح شان و جنگ شاں وز خیالے فخر شان و ننگ شاں

ان کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے ان کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے

آں خیالاتے کہ دامِ اولیاء ست عکس مہ رویانِ بستانِ خداست

وہ خیالات، جو اولیاء کے لئے جال ہیں خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں

آں خیالے راشہ در خواب دید در رخِ مہماں ہمی آمد پدید

وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

نورِ حق ظاہر بود اندر ولی نیک بیں باشی اگر اہل دلی

ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے اگر تو صاحب دل ہے، اچھی طرح دیکھ لے گا

آں ولی حق چو پیدا شد ز دور از سراپایش ہمی می ریخت نور

وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا اس کے سراپا سے نور برستا تھا

شہ بجائے حاجباں درپیش رفت پیش آں مہمانِ غیب خویش رفت

بادشاہ، دربانوں کی بجائے آگے بڑھا اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

ضیف[2] غیبی را چو استقبال کرد چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد

غیبی مہمان کا جب استقبال کیا گویا شکر، گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

ہر دو بحری آشنا آموختہ ہر دو جاں بیدوختن بر دوختہ

دونوں سمندری، تیرنا سیکھے ہوئے دونوں جانیں بلا سئے، سلی ہوئی

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب آں یکے مخمور واں دیگر شراب

ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا ایک مست، دوسرا شراب

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں لیک کار از کار خیزد در جہاں

اس نے کہا، میرا معشوق تو تھا نہ وہ لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

اے مرا تو مصطفیٰؐ من چوں عمرؓ از برائے خدمتت بندم کمر

اے! تو میرا مصطفیٰؐ ہے، میں عمرؓ کی طرح ہوں تیری خدمتگاری کے لئے میں کمربستہ ہوں

---

[1] ہلال۔ چونکہ وہ شخص عبادت اور ریاضت کی وجہ سے نحیف دلاغر تھا یا وہ عید کے چاند کی طرح تھا۔ خیال۔ کبھی موجود ہوتا ہے کبھی معدوم۔ وش۔ مانند۔ جہانے۔ دنیا کا وجود بھی محض خیالی ہے۔ ننگ۔ ذلت۔ خیالاتیکہ۔ اولیاء اللہ کے خیالات علوم باری کا پرتو ہیں لہذا وہ قائم اور ثابت ہیں۔ نورِ حق۔ اللہ کے ولی کو نور سے پہچانا جا سکتا ہے۔ اہل دلی۔ بادشاہ بھی اہل دل تھا لہٰذا اس نے پہچان لیا۔ حاجباں۔ حاجب کی جمع۔ دربان۔

[2] ضیف۔ مہمان۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ بحری۔ سمندری۔ آشنا۔ تیراکی۔ ہردو۔ یعنی دونوں یک جان دو قالب ہو گئے۔ آں یکے۔ دونوں کے اتحاد کا بیان ہے۔ کار از کار۔ لونڈی کا عشق اس غیبی مہمان کی ملاقات کا سبب بنا۔ اے مرا۔ یعنی میں تیرا ایسا ہی خدمتگار ہوں جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے۔

درخواستن توفیق رعایت ادب و وخامتِ بے ادبی

رعایت ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیق ادب[1]
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں
بے ادب محروم ماند از فضلِ رب
بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

مائدہ از آسماں در می رسید
خوان، آسمان سے پہونچتا تھا
بے شرا و بیع و بے گفت و شنید
بغیر خریدے اور بیچے، اور بغیر کہے سنے

درمیانِ قومِ موسیٰ چند کس
موسیٰ کی قوم میں سے چند اشخاص
بے ادب گفتند کو سِیر و عدس
بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

منقطع شد خوان و ناں از آسماں
آسمان سے خوان اور روٹی بند ہو گئی
ماند رنجِ زرع و بیل و داسماں
کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

باز عیسیٰ چوں شفاعت[2] کرد حق
پھر عیسیٰ نے جب سفارش کی، اللہ نے
خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
خوان اور طباق میں مالِ غنیمت بھیجا

مائدہ از آسماں ۔ شد عائدہ
خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا
چونکہ گفت اَنزِلْ عَلَیْنَا مَائِدَۃً
چونکہ اس نے "اتار، ہم پر خوان" کہا

باز گستاخاں ادب بگذاشتند
پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا
چوں گدایاں زلّہ ہا برداشتند
فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

کرد عیسیٰ علیہ السلام لابہ ایشاں را کہ ایں
عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی خوشامد کی کہ یہ
دائم ست و کم نہ گردد از زمیں
مستقل ہے، اور زمین سے غائب نہ ہوگا

بدگمانی کردن و حرص آوری
بدگمانی اور لالچ کرنا
کفر باشد پیشِ خوانِ مہتری
شاہی دسترخوان پر ناشکری ہوتی ہے

زاں گدا رُویانِ نادیدہ زِ آز
ان فقیر صورت، لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے
آں درِ رحمت بر ایشاں شد فراز
وہ رحمت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا

---

1. توفیق ادب۔ مشہور ہے باادب بانصیب بے ادب بے نصیب۔ وخامت۔ نحوست۔ بے ادب، گنہگار، عالم کی تباہی کا سبب ہوتا ہے۔ آفاق۔ افق کی جمع ہے۔ آسمان کا کنارہ مراد تمام عالم ہے۔ مائدہ۔ دسترخوان۔ شراء۔ خریداری۔ بیع۔ فروخت۔ سیر۔ لہسن۔ عدس۔ مسور، حضرت موسیٰ کی قوم بنی اسرائیل کے پاس قدرتی طریقہ پر من جو ترنجبین کی طرح کی ایک چیز تھی اور سلویٰ جو بٹیر کی طرح کا پرندہ تھا پہنچتا تھا لیکن انہوں نے بے ادبی سے لہسن اور مسور کی خواہش کرنی شروع کر دی۔ منقطع۔ بند۔ زرع۔ کھیتی۔ بیل۔ پھاوڑا، کدال۔ داسماں۔ درانتی۔

2. شفاعت۔ سفارش۔ غنیمت۔ یعنی من وسلویٰ۔ طبق۔ طباق، بعض حضرات نے طبق بمعنی مطابقت کر کے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ نے خوان اور مال غنیمت بھیجا حضرت عیسیٰ کی سفارش کے مطابق، طبق زمین کے معنی میں بھی آتا ہے اگر یہ معنی مراد ہوں تو ترجمہ ہوگا خوان اور مال غنیمت زمین پر بھیجا۔ انزل علینا۔ حضرت عیسیٰ کی دعا ہے۔ زلہ۔ بچا ہوا کھانا۔ لابہ۔ خوشامد۔ دائم۔ ہمیشہ باقی رہنے والا۔ درِ رحمت۔ یعنی مائدہ کا اترنا۔ فراز۔ کھلنا، بند ہونا۔

نان و خواں از آسماں شد منقطع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہو گیا

بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
اس کے بعد اس دسترخوان سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا

ابر ناید[1] از پئے منع زکات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے

و ز زنا افتد وبا اندر جہات
اور زناکاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

ہر چہ آید بر تو از ظلماتِ غم
تجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں

آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

ہر کہ بے باکی کند در راہِ دوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے

رہزنِ مرداں شد و نامرد اوست
مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

از ادب پُرنور گشت ست ایں فلک
یہ آسمان، ادب سے پُرنور بنا

وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

بدزِ گستاخی کسوفِ آفتاب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا

شد عزازیلے[2] ز جرأت ردِّ باب
شیطان گستاخی کی وجہ سے مردودِ بارگاہ ہوا

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے

گردد اندر وادیِ حیرت غریق
حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

حالِ شاہ و میہماں بر گو تمام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ

زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
اس لئے کہ اس کلام کی انتہا نہیں ہے

ملاقاتِ بادشاہ با طبیب الٰہی کہ درخوابش

اس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اس نے خواب میں دیکھا تھا

دیدہ بود و بشارت بقدومِ او دادہ شد

اور اس کی تشریف آوری کی اس کو خبر دی گئی تھی

شہ چو پیشِ میہمانِ خویش رفت
بادشاہ جب اپنے مہمان کے سامنے گیا

شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

دست بکشاد و کنارانش گرفت
ہاتھ پھیلائے، اور اس سے معانقہ کیا

ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
عشق کی طرح اس کو دل اور جان میں لیا

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت
اس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی

و ز مقام و راہِ پُرسیدن گرفت
مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

---

[1] ابر ناید۔ انسانی گناہوں سے خدا کی رحمتیں منقطع ہوجاتی ہیں اور مصائب نازل ہوتے ہیں۔ بے باکی۔ انسان کی بے ادبی مصائب کا سبب بنتی ہے۔ ہر کہ۔ احکامِ خداوندی میں بے باکی دوسروں کی تباہی کا سبب بنتی ہے۔ ایں فلک۔ آسمان نے اطاعت کی، چاند اور سورج سے منور ہوا۔ فرشتوں نے آدمؑ کے خلیفہ بنائے جانے پر اطاعت کی، معصوم اور پاک قرار دیئے گئے۔ گستاخی۔ بدکاروں کو ڈرانے کے لئے سورج گرہن ہوتا ہے۔

[2] عزازیل۔ شیطان نے آدمؑ کو سجدہ نہ کر کے نافرمانی کی، مردود ہوگیا۔ طریق۔ مدارجِ تصوف طے کرنے کا راستہ۔ ایں کلام۔ یعنی ادب کی فضیلتیں اور بے ادبی کی برائیاں۔ کناراں۔ کنار کی جمع بمعنی بغل۔ اس سے دونوں مصرعوں میں مہمان مراد ہے۔ مقام۔ مہماں سے وطن اور راستہ کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔

پرس پرساں میکشیدش تا بہ صدر — گفت گنجے[1] یافتم اما بہ صبر

پوچھتے پوچھتے اس کو صدر تک لے جا رہا تھا — بولا، مجھے خزانہ مل گیا، لیکن صبر سے

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت — میوۂ شیریں دہد پُر منفعت

صبر، کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر — میٹھا، اور مفید پھل دیتا ہے

گفت اے نورِ حق و دفعِ حرج — معنی اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَجْ

اس نے کہا، اے اللہ کے نور، اور تنگی کو دور کرنے والے — "صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق!

اے لقاءِ تو جوابِ ہر سوال — مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے — بے شک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

ترجمانِ ہر چہ مارا در دل ست — دستگیر ہر چہ پایش در گل ست

جو کچھ ہمارے دل میں ہے، تو اس کا ترجمان ہے — جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اس کا مددگار ہے

مَرْحَبَا یَا مُجْتَبٰی یَا مُرْتَضٰی — اِنْ تَغِبْ جَاءَ الْقَضَا ضَاقَ الْفَضَاء

خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ! — اگر تو غائب ہوا، موت آ جائے گی، فضا تنگ ہو جائے گی

اَنْتَ مَوْلَی الْقَوْمِ مَنْ لَّا یَشْتَہِیْ — قَدْرَدٰی كَلَّا[2] لَئِنْ لَّمْ یَنْتَہِ

تو قوم کا آقا ہے! جو تجھے نہیں چاہتا — وہ بے شک ہلاک ہوا، یقیناً وہ ہرگز نہ رکا

چوں گذشت آں مجلس و خوانِ کرم — دست او بگرفت و بُرد اندر حرم

جب وہ مجلس اور خوانِ کرم ختم ہوا — اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

بُردنِ بادشاہ طبیبِ غیبی را بر سرِ بیمار

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند — بعد ازاں در پیشِ رنجورش نشاند

بیمار، اور مرض کا حال سنایا — اس کے بعد اس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنگ رُو و نبض و قارورہ بدید — ہم علاماتش ہم اسبابش شنید

اس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا — اس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند — آں عمارت نیست ویراں کردہ اند

اس نے کہا، جو دوا انہوں نے کی ہے — وہ تعمیر نہیں ہے، انہوں نے ویران کیا ہے

---

1. گنج یعنی طبیب الٰہی۔ عاقبت۔ انجام کار۔ منفعت۔ فائدہ۔ سعدی نے کہا ہے صبر تلخ است ولیکن بَرِ شیریں دارد۔ دفع۔ بمعنی دافع۔ حرج۔ تنگی۔ مفتاح۔ کنجی۔ فرج۔ کشادگی۔ لقاء۔ ملاقات۔ بے قیل و قال۔ بلا گفتگو، بلا کلام، بے شک۔ ترجمان۔ مطلب بیان کرنے والا۔ پادرگل۔ عاجز، بے بس۔ مرحبا۔ خوش آمدید کے معنی میں ہے۔ آنے والے مہمان کے لئے بولا جاتا ہے۔ مجتبیٰ۔ منتخب۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ فضا۔ کا ہمزہ محذوف ہے بمعنی کھلا میدان۔ مولیٰ۔ آقا۔

2. کلّا۔ یہ قرآن پاک میں ابوجہل کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ مخالفت سے باز نہ آیا تو ہم اس کو پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے اور جہنم میں داخل کر دیں گے، اولیاء اللہ کی مخالفت کا انجام بے حد خطرناک ہے۔ خوانِ کرم۔ مہمانی کا کھانا۔ حرم۔ محلسرائے، زنان خانہ۔ رنجور۔ مریض۔ رنجوری۔ مرض۔ قصہ بخواند۔ حال سنایا۔ قارورہ۔ یعنی وہ شیشی جس میں پیشاب جمع کر کے طبیب کو دکھایا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے ذریعہ مرض کی تشخیص کر سکے۔ عمارت۔ آباد کرنا۔ ویران کردن۔ اجاڑنا۔ یعنی طبیبوں کے علاج سے مریض کی بربادی ہوئی ہے۔

بے خبر بودند از حالِ درون
وہ، اندرونی حالت سے لاعلم تھے

اَسۡتَعِیۡذُ اللّٰہَ مِمَّا یَفۡتَرُوۡنَ[1]
جو انہوں نے غلط بیانی کی ہے اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

دید رنج و کشف شد بروے نہفت
اس نے مرض دیکھا اور راز اُس پر کھل گیا

لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
لیکن اُس نے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

رنجش از صفرا و از سودا نہ بود
اس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا

بوئے ہر ہیزم پدید آید ز دُود
لکڑی کی بو، دھوئیں سے ظاہر ہو جاتی ہے

دید از زاریش کو زارِ دل ست
اس کی بیماری کی وجہ وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے

تن خوش ست و او گرفتارِ دل ست
بدن ٹھیک ہے اور وہ دل (کی بیماری) میں گرفتار ہے

عاشقی پیداست از زاریِ دل
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے

نیست بیماری چو بیماریِ دل
دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں

علت عاشق ز علّتہا جداست
عاشق کی بیماری، بیماریوں سے جدا ہے

عشق اُصطرلاب اسرارِ خداست
عشق، خدا کے بھیدوں کا اصطرلاب ہے

عاشقی گرزیں سَر[2] و گرزاں سَرست
عاشقی خواہ اِدھر کی خواہ اُدھر کی ہے

عاقبت ما را بداں شہ رہبرست
بالآخر، اس شاہ تک ہماری راہ نما ہے

ہرچہ گویم عشق را شرح و بیاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں

چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
جب عشق میں پڑتا ہوں اس سے شرمندہ ہوتا ہوں

گرچہ تفسیر زباں روشن، گرست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے

لیک عشق بے زباں روشن تر ست
لیکن بے زبان عشق زیادہ روشن ہے

چوں قلم اندر نوشتن می شتافت
جب قلم لکھنے میں مصروف تھا

چوں بعشق آمد قلم برخود شگافت
جب عشق پر پہنچا تو خود قلم چر گیا

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید
جب اس حالت کے بیان کی بات آئی

ہم قلم بشکست و ہم کاغذ درید
قلم ٹوٹ گیا، اور کاغذ بھی پھٹ گیا

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت
عقل، اس کی شرح میں مٹی میں پھنسے گدھے کی طرح سوگئی

شرحِ عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

---

[1] مِمَّا یَفۡتَرُوۡنَ۔ ان کی غلط بیانی یہی تھی کہ وہ غیر مرض کو مرض بتا رہے تھے۔ کشف شدن۔ ظاہر ہو جانا۔ نہفت۔ پوشیدہ۔ نگفت۔ چونکہ طبیب کو ابھی پورا اطمینان نہ ہوا تھا۔ صفرا و سودا۔ انسان کی ان چار خلطوں میں سے دو ہیں جن سے انسانی بدن بنا ہے جن کے گھٹنے اور بڑھنے سے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ ہیزم۔ جلانے کی لکڑی۔ زاری۔ رونا، لاغری۔ زار۔ بیمار۔ زاریِ دل۔ دل کی بیماری عشق کی علامت ہے یعنی طبیب سمجھ گیا کہ لونڈی مرضِ عشق میں مبتلا ہے۔ علت۔ مرض۔ اصطرلاب۔ ایک آلہ ہے جس سے ستاروں کی گردش، آفتاب کی بلندی معلوم کی جاتی ہے۔

[2] سر۔ جانب۔ ایں سر۔ یعنی عشق مجازی۔ آں سر۔ یعنی عشق حقیقی، عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ بنتا ہے۔ مولانا جامی نے فرمایا ہے۔ شعر متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست۔ کہ آں بہر حقیقت کارسازی ست۔ ہرچہ۔ عشق کی حقیقت بیان سے باہر ہے۔ گرچہ۔ اقبال نے کہا ہے۔ شعر نہیں منت کش تابِ شنیدن داستاں میری۔ خموشی گفتگو ہے، بے زبانی ہے زباں میری۔ چوں قلم۔ عشق ایک ذوقی چیز ہے اس کا بیان نہ زبان سے ممکن ہے نہ قلم سے۔ عشق گفت۔ عشق و عاشقی کا بیان زبان و قلم سے ممکن نہیں، خود عشق میں مبتلا ہو تو اس کی کیفیت سمجھ سکتا ہے۔

آفتاب آمد[1] دلیل آفتاب — گر دلیلت باید از وے رُو متاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا — اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اس سے منہ نہ موڑ

از وے ار سایہ نشانے می دہد — شمس ہر دم نورِ جانے می دہد
سایہ، اگر اس کا پتہ دیتا ہے — سورج، ہر وقت جان کو نور دیتا ہے

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سَمَر — چوں برآید شمس اِنْشَقَّ القمر
سایہ، قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے — سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہو جاتا ہے

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست — شمس جاں باقیست کورا اَمس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے — روح کا سورج باقی ہے جس کے لئے کل گذشتہ نہیں ہے

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد — مثل اُو ہم میتواں تصویر کرد
سورج، اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے — اس جیسا بھی تصور کیا جا سکتا ہے

لیک آں شمسیکہ شد مستش اثیر — نبودش در ذہن و در خارج نظیر
لیکن وہ سورج جس سے عالم بالا مست ہے — اس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

در تصور ذاتِ او را گنج[2] کو — تا در آید در تصور مثل اُو
تصور میں اس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے — کہ تصور میں اس کی مثال آ سکے

شمس تبریزی کہ نورِ مطلق ست — آفتاب ست و ز انوارِ حق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے — سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

چوں حدیث روئے شمس الدیں رسید — شمس چارم آسماں سر در کشید
جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آ گئی — چوتھے آسمان کے سورج نے منہ چھپا لیا

واجب آمد چونکہ بُردم نامِ اُو — شرح کردن رمزے از انعامِ اُو
اب جبکہ میں نے ان کا نام لیا ہے تو ضروری ہوگیا — ان کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

ایں نفَس جاں دامنم برتافتہ ست — بوئے پیراہانِ یوسف یافتہ ست
اس وقت میری روح مستفید ہو گئی ہے — اس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

---

1. آفتاب آمد۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے وجود کی دلیل خود ان کا وجود ہی ہوتا ہے۔ عشق اور آفتاب انہی چیزوں میں سے ہیں۔ ار۔ اگر۔ شمس۔ یعنی ذاتِ حق۔ دنیاوی سورج کی پہچان سایہ سے ہوتی ہے اس لئے کہ دنیاوی چیزوں میں ہر چیز کی ضد سے اس کی پہچان ہوتی ہے۔ ذاتِ حق کی پہچان اس نور سے ہوتی ہے جس کا پرتو روحِ انسانی پر پڑتا ہے۔ سمر۔ قصہ گوئی۔ القمر۔ چاند، یہاں ممکنات کا وجود مراد ہے۔ شمس جاں۔ ذاتِ حق کے لئے دوام و بقا ہے۔ امس۔ کل گذشتہ یعنی ذاتِ حق زمانہ سے منزہ ہے۔ شمس۔ یعنی کائناتی سورج اگرچہ ایک ہے لیکن اس جیسا متصور ہو سکتا ہے۔ مست۔ فریفتہ۔ اثیر۔ بمعنی بلند و عالی۔ نظیر۔ مثال۔
2. گنج۔ گنجائش۔ کو۔ کہاں۔ تا در آید۔ جبکہ شمس حقیقی کی ذات کا تصور نا ممکن ہے تو اس کے مثل کا تصور کیسے ہو سکتا ہے۔ شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے پیر ہیں۔ ان کے تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کر لیجئے۔ حدیث۔ بات، تذکرہ۔ سر در کشیدن۔ منہ چھپا لینا۔ چارم۔ چہارم، چوتھا، سورج کو چوتھے آسمان میں مانا جاتا ہے۔ شرح کردن۔ بیان کرنا۔ رمز۔ اشارہ، تھوڑا سا بیان۔ نفس۔ فاء کے زبر کے ساتھ پڑھا جائے بمعنی سانس، لمحہ، وقت۔ دامن برتافتن۔ دامن سمیٹنا، تیار ہونا۔ پیراہان۔ پیرہن، حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے لباس کی خوشبو آئی تھی تو وہ بے خود ہو گئے تھے۔

کز برائے حق صحبت سالہا
برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے

باز گو حالے ازاں خوش حالہا
اس خوش احوال کا کچھ حال بیان کر

تا زمین[1] و آسماں خنداں شود
تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں

عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
عقل، روح اور آنکھیں سو گنا ہو جائیں

گفتم اے دور اوفتادہ از حبیب
میں نے کہا، اے! دوست سے دور پڑی ہوئی

ہمچو بیمارے کہ دورست از طبیب
اس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو

لَا تُکَلِّفْنِیْ فَاِنِّیْ فِی الْفَنَا
مجھے مجبور نہ کر میں فنا ہوں

کَلَّتْ اَفْہَامِیْ فَلَا اُحْصِیْ ثَنَاء
میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کر سکتا

کُلُّ شَیْءٍ قَالَہٗ غَیْرُ الْمُفِیْقِ
مدہوش جو بات بھی کہے

اِنْ تَکَلَّفْ اَوْ تَصَلَّفْ لَا یَلِیْق
خواہ تکلف کرے یا دراز بیانی مناسب نہیں ہے

ہرچہ می گوید موافق چوں نبود
جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا

چو تکلف نیک نالائق[2] نمود
اور تکلف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست
میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے

شرحِ آں یارے کہ آں را یار نیست
اس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

خود ثنا گفتن زمن ترکِ ثناست
میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے

کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست
اس لئے کہ یہ وجود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے

شرحِ ایں ہجران[3] و ایں خونِ جگر
اس فراق اور خونِ جگر کی تفصیل

ایں زماں بگذار تا وقت دگر
اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

قَالَ اَطْعِمْنِیْ فَاِنِّیْ جَائِعٌ
اس نے کہا، مجھے کھلا میں بھوکی ہوں

فَاعْتَجِلْ فَالْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ
جلدی کر کہ وقت تیز تلوار ہے

---

1. تازمین۔ پیر نے جو اسرار تصوف بتائے ہیں، ان کے ذکر سے عالم میں خوشی کی لہر دوڑ جائے گی۔ گفتم۔ میں نے اپنی روح سے کہا تو اپنے محبوب شمس تبریزی سے دور پڑی ہے، گویا مریض طبیب سے دور ہے۔ لاتکلفنی۔ مجھے تکلیف نہ دے۔ فنا۔ نیستی۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ۔ لااحصی۔ میں شمار نہیں کرسکتا۔ ثناء۔ تعریف۔ غیرالمفیق۔ مدہوش۔ تصلف۔ لاف زنی کرنا۔

2. نالائق۔ مدہوش اگر اپنے ممدوح کی تعریف کرے گا تو وہ نامناسب ہوگی۔ یار۔ دوسرے مصرع میں دو بار لفظ یار آیا ہے۔ اول کے معنی محبوب جس سے مراد ذاتِ حق ہے۔ دوسرے کے معنی مثل اور شریک کے ہیں۔ خود۔ زائد ہے۔ ترکِ ثناء۔ چونکہ کما حقہ تعریف نہیں کرسکتا ہوں۔ ہستی خطا۔ میں مقامِ فنا میں ہوں جہاں اپنی ہستی باقی نہیں رہتی ہے۔

3. ایں ہجراں۔ مراد مسئلہ وحدۃ الوجود ہے جو اہل اللہ کا سرمایہ عشق ہے۔ سالک اپنے ہر مقام کو ہجر سمجھتا ہے اس لئے کہ سیر کی کوئی حد نہیں ہے۔ جائع۔ بھوکا۔ اعجل۔ جلدی کر۔ سیف قاطع۔ تیز تلوار۔ وقت کو تیز تلوار اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی جلد تلوار کی طرح گزر جاتا ہے۔ اطعمنی۔ یہ پورا جملہ روح کا قول ہے۔ صوفی۔ وہ شخص ہے جو اپنے آپ کو غیر اللہ سے محفوظ رکھے دل میں کوئی نفسانی خواہش نہ آنے دے۔

صوفی ابن الوقت[1] باشد اے رفیق
اے دوست! صوفی ابن الوقت ہوتا ہے

نیست فردا گفتن از شرطِ طریق
کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

صوفی ابن الحال باشد در مثال
مثلاً صوفی ابن الحال ہوتا ہے

گرچہ ہر دو فارغ انداز ماہ و سال
اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

تو مگر خود مردِ صوفی نیستی
شاید تو خود صوفی نہیں ہے

نقد را از نسیہ خیزد نیستی
نقد کی ادھار سے تباہی ہوتی ہے

گفتمش پوشیدہ خوشتر سرِّ یار
میں نے اس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے

خود تو در ضمن حکایت گوش دار
البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سن لے

خوشتر آں باشد کہ سرِّ دلبراں
بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز

گفتہ آید در حدیث[2] دیگراں
دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول
کھلم کھلا، بے پروا اور بے خیانت کے بات کہہ دے

باز گو، رنجم مدہ اے بوالفضول
اے بکواسی! (الجھی ہوئی باتیں کر کے) مجھے نہ ستا

باز گو اسرار و رمز مرسلیں
رسولوں کے راز اور اشارے بتا

آشکارا بہ کہ پنہاں ذکر دیں
دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من
پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں

می نگنجم باصنم در پیرہن
محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

گفتم ار عریاں شود او در عیاں
میں نے کہا، اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہوگا

نے تو مانی نے کنارہ نے میاں
نہ تو رہے گی، نہ کنارہ، نہ وسط

آرزو می خواہ لیک با اندازہ خواہ
مراد مانگ، لیکن اندازہ کے مطابق مانگ

برنتابد کوہ را یک برگِ کاہ
گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

آفتابے کزوے ایں عالم فروخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے

اندکے گر پیش آید جملہ سوخت
اگر تھوڑا سا آگے آ جائے تو سب کو جلا دے

---

1. ابن الوقت۔ وہ صوفی کہلاتا ہے جو اپنے احوال سے مغلوب ہو جائے۔ راز کو ظاہر کرنے لگے اور اضطراری طور پر اس سے کرامات کا ظہور ہونے لگے۔ ایسے صوفی کو رند اور قلندر بھی کہا جاتا ہے نیز ابن الوقت اس صوفی کو کہا جاتا ہے جو واردات قلبی پر فوراً عمل کرے اور ابو الوقت وہ صوفی کہلاتا ہے جس کو اپنے احوال پر قابو ہے، اسرار کو ضبط کرے، کوئی کرامت ظاہر نہ ہونے دے۔ فردا گفتن۔ یعنی آج کی بات کل پر ٹالنا۔ ہر دو۔ یعنی صوفی اور اس کا حال یعنی قلبی واردات۔ مگر۔ شاید۔ نسیہ۔ ادھار۔ نیستی۔ بربادی۔ ضمن۔ درمیان۔

2. حدیث دیگراں۔ شعر۔ چو اہل دل زعشق افسانہ گویند۔ حدیث بلبل و پروانہ گویند۔ رمز۔ اشارہ۔ مرسلین۔ مرسل کی جمع بمعنی رسول۔ اسرار مرسلین۔ یعنی وحدۃ الوجود کا راز، تمام انبیاء نے لا الہ الا اللہ کی تعلیم دی ہے جس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ صفات کمال سے متصف صرف ایک وجودِ باری تعالیٰ ہے۔ برہنہ گو۔ یعنی دوسروں کی حکایتوں کے ضمن میں نہیں۔ باصنم۔ محبوب کا پیرہن بھی حقیقی وصال سے مانع ہے۔ گفتم۔ یعنی میں نے روح سے کہا کہ اگر اس راز کو بالکل کھولا گیا تو درہم برہم ہو جائے گی۔ برنتابد۔ برداشت نہیں کر سکتا۔ آفتابے۔ یعنی حدود سے بڑھ کر وصال وبال بن جاتا ہے۔ اکبر الہ آبادی نے کہا ہے۔ شعر۔ پروانے نے شمع سے لپٹنا چاہا۔ پہلے تھا نور میں اور اب نار میں ہے۔

تا نگردد خوں دلِ جانِ جہاں — لب بدوز و دیدہ بر بند ایں زماں

تا کہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو — اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کر لے

فتنہ[1] و آشوب و خونریزی مجو — بیش ازیں از شمس تبریزی مجو

فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر — اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

ایں ندارد آخر از آغاز گو — رو تمامِ ایں حکایت باز گو

اس بات کا اختتام نہیں ہے شروع سے بات کہہ — جا، اس تمام قصے کو پھر بیان کر

خلوت طلبیدنِ طبیب از بادشاہ بآں کنیزک جہت دریافت مرضِ کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد — وز دروں ہمداستانِ شاہ شد

طبیب! جب اس بات سے با خبر ہو گیا — اور اندر سے بادشاہ کا رازدار ہو گیا

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را — دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را

بولا، اے بادشاہ! گھر کو خالی کر دے — اپنے اور غیر کو ہٹا دے

کس ندارد گوش در دہلیز ہا — تا پرسم از کنیزک چیز ہا

دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے — تا کہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں — تابخواند بر کنیزک او فسوں

بادشاہ نے گھر خالی کر دیا اور باہر چلا گیا — تا کہ وہ کنیز پر منتر پڑھے

خانہ خالی کرد ویک دیار نے — جز طبیب و جز ہماں بیمار نے

گھر خالی کر دیا، اور کوئی گھر والا نہ رہا — سوائے طبیب، اور سوائے بیمار کے کوئی نہ رہا

نرم نرمک گفت شہرِ تو کجاست — کہ علاجِ اہلِ ہر شہرے جداست

آہستگی ونرمی سے (طبیب نے) کہا، تیرا شہر کہاں ہے؟ — کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے

وندراں شہر از قرابت کیستت — خویشی و پیوستگی با چیستت

اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟ — اپنائیت اور تعلق کس سے ہے؟

دست بر نبضش نہاد و یک بیک — باز می پرسید از جورِ فلک

ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک — آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

چوں کسے را خار در پایش خلد — پائے خود را بر سرِ زانو نہد

جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے — اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے

از سرِ سوزن ہمی جوید سرش — ور نیابد می کند بالب ترش

اس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے — اور اگر نہیں ملتا تو اسے لب سے تر کرتا ہے

---

[1] فتنہ۔ یعنی جب ظاہری شمس کے انوار کی تاب نہیں، تو معنوی شمس کی کیا تاب ہوگی۔ دروں۔ باطن۔ ہمداستاں۔ ہم راز، ہم کلام۔ خلوتی۔ جس میں تنہائی ہو۔ کس ندارد۔ رازِ عشق تنہائی میں ہی پوچھا جا سکتا تھا۔ فسوں۔ منتر یعنی عشق کا جادو۔ دیار۔ گھر میں رہنے والا۔ نرمک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ علاج۔ مختلف ممالک کے رہنے والوں کے مختلف مزاج ہوتے ہیں، اسی لئے علاج بھی جداگانہ ہوتا ہے۔ جور۔ ظلم۔ سرش۔ کانٹے کا سرا۔

خار در پا شد چنیں دشوار یاب
پیر کا کانٹا پانا جب اس قدر دشوار ہے

خار در دل چوں بود گوئی جواب[1]
دل کے کانٹے کا کیا حال ہوگا؟ جواب دے

خارِ دل را گر بدیدے ہر خسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا

کے غماں را دست بودے بر کسے
تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

کس بزیرِ دُمِ خر خارے نہد
کوئی گدھے کی دم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے

خر نداند دفع آں بر می جہد
گدھا اس کو نکالنا نہیں جانتا، کودتا ہے

خر زبہر دفع خار از سوز و درد
سوزش اور درد کی وجہ سے گدھے نے کانٹے کو دور کرنے کیلئے

جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کر لئے

آں لگد کے دفع خارِ او کند
وہ دولتی اس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟

حاذقے باید کہ بر مرکز فتد
ایک ماہر چاہئے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے

بر جہد واں خار محکم تر کند
وہ گدھا کودتا ہے اور اس کانٹے کو اور مضبوط کر دیتا ہے

عاقلے باید کہ خارے بر کند
کوئی عقلمند چاہئے جو کانٹے کو نکالے

آں حکیم[2] خار چیں استاد بود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب، استاد تھا

دست میزد جا بجا می آزمود
جابجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا

زاں کنیزک بر طریق راستاں
اس لونڈی سے بچوں کی طرح

بازمی پرسید حالِ پاستاں
گزشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا

با حکیم او رازہا می گفت فاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی

از مقام و خواجگان و شہر تاش
مقام، اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

سوئے قصہ گفتنش میداد گوش
وہ اس کی قصہ گوئی پر کان لگائے تھا

سوئے نبض و جنبشش می داشت ہوش
نبض اور اس کی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا

تاکہ نبض از نامِ کہ گردد جہاں
تاکہ (یہ جان لے کہ) کس نام پر اس کی نبض پھڑکتی ہے

او بود مقصودِ جانش در جہاں
دنیا میں اس کا جانی محبوب وہی ہوگا

دوستانِ شہر خود را بر شمرد
(پہلے) اس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا

بعد ازاں شہر دگر را نام برد
اس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا

---

1. وادہ جواب۔ صاف جواب یہی ہے کہ مرضِ عشق کو سمجھ لینا آسان کام نہیں ہے۔ خس۔ کمینہ، ادنیٰ۔ غماں۔ خلاف قیاس غم کی جمع ہے۔ جہیدن۔ کودنا، اچھلنا۔ جفتہ انداختن۔ دولتیاں پھینکنا۔ لگد۔ لات۔ حاذق۔ ماہر تجربہ کار۔ مرکز۔ نشانہ۔ تنیدن۔ اردگرد گھومنا۔ بر جہد۔ اس مصرعہ میں بعض شارحین نے کند کو بفتح کاف کندن بمعنی کھودنا کا مضارع قرار دیا ہے۔ اس صورت میں بر جہد کا فاعل حکیم کو قرار دیا ہے جو ہمیں مناسب نہیں معلوم ہوا۔ ہم نے دوسرے شارحین کی طرح کند کو کاف کے پیش کے ساتھ کردن کا مضارع قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ اس صورت میں بر جہد کا فاعل گدھا ہوگا۔

2. آں حکیم۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کا علاج رہبر کامل ہی کر سکتا ہے۔ فاش۔ کھلم کھلا۔ خواجگان۔ خواجہ کی جمع بمعنی مالک۔ آقا۔ شہر تاش۔ ہم شہر یعنی ایک شہر کے رہنے والے آپس میں شہر تاش کہلائیں گے۔ جستن۔ جیم کے فتحہ سے، کودنا۔ جہاں۔ جیم کے زیر کے ساتھ، کودنے والا۔ جہاں۔ دنیا، جیم کے فتحہ سے۔

گفت چوں بیروں شدی از شہر خویش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی
در کدامیں شہر بودستی تو بیش[1]
زیادہ کس شہر میں رہی تھی

نامِ شہرے گفت و زاں ہم در گذشت
اس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی
رنگ رُوو نبض او دیگر نہ گشت
چہرہ کا رنگ اور اس کی نبض نہ بدلی

خواجگان و شہر ہا را یک بیک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کر کے
باز گفت از جای و از نان و نمک
نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا
نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد
نہ اس کی نبض پھڑکی، نہ چہرہ زرد پڑا

نبضِ اُو بر حالِ خود بد بے گزند
اس کی نبض بلاتکلف اپنی حالت پر تھی
تا پرسید از سمرقند چو قند
یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا

آہِ سردے برکشید او ماہرو
اس چاند سے مکھڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری
آب از چشمش رواں شد ہم چو جو
نہر کی طرح اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے

گفت بازرگانم آنجا آورید
بولی، مجھے ایک تاجر وہاں لایا
خواجۂ زر گر دراں شہرم خرید
اس شہر میں ایک مالدار سنار نے مجھے خرید لیا

در برخود داشت ششماہ و فروخت
اس نے چھ مہینے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا
چوں بگفت ایں ز آتش غم برفروخت
جب اس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اٹھی

نبض جست و رُوئے سُرخش زرد شد
نبض پھڑکی اور اس کا لال چہرہ زرد ہو گیا
کز سمرقندیِ زر گر فرد شد
اس لئے کہ سمرقندی سنار سے جدا ہو گئی

چوں زِ رنجور آں حکیم ایں راز یافت
اس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز پا لیا
اصل آں درد و بلا را بازیافت[2]
اس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی

گفت کوئے او کدام است و گذر
اس (طبیب نے) کہا اس کا کوچہ اور راستہ کون سا ہے؟
اُو سَرِپل گفت و کوئے غاتفر
اس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرپل اور کوچہ غاتفر ہے

گفت آنگہ آں حکیم باصواب
تب اس راست باز حکیم نے کہا
آں کنیزک را کہ رَستی از عذاب
اس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی

چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں کہ تیرا مرض کیا ہے، جلد
در علاجت سحر ہا خواہم نمود
تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا

---

1. بیش۔ زیادہ، بعض نسخوں میں لفظ پیش ہے جو مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ دیگر گشتن۔ متغیر ہونا۔ بد۔ بود کا مخفف ہے۔ سمرقند۔ ترکستان کا مشہور تاریخی شہر ہے۔ بازرگاں۔ سوداگر۔ فردشدن۔ اکیلا ہو جانا۔ یافت۔ طبیب، نبض اور چہرے سے فوراً سمجھ گیا کہ لونڈی اس سنار کے عشق میں مبتلا ہے۔

2. بازیافتن۔ حاصل کرنا۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ غاتفر۔ سمرقند کے ایک محلہ کا نام ہے۔ باصواب۔ صائب الرائے۔ رستن۔ راء کے فتحہ سے، چھوٹنا، نجات پانا۔

شاد باش و ایمن و فارغ کہ من
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں
آں کنم با تو کہ باراں با چمن[1]
تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے

من غم تو میخورم تو غم مخور
میں تیرا غم خوار ہوں تو غم نہ کر
بر تو من مشفق ترم از صد پدر
سو باپوں سے بڑھ کر میں تجھ پر مہربان ہوں

ہاں و ہاں ایں راز را باکس مگوی
خبردار، خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا
گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی
گرچہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

تا توانی پیشِ کس مکشائے راز
حتی الامکان کسی پر راز نہ کھولنا
بر کسے ایں در مکن زنہار باز
ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا

چونکہ اسرارت نہاں در دل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا
آں مرادت زود تر حاصل شود
تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائے گی

گفت پیغمبر ﷺ ہر آں کو سر نہفت
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنا راز چھپایا
زود گردد بامرادِ خویش جفت
بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا

دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے
بعد ازاں سرسبزیِ بستاں شود
اس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے

زر[2] و نقرہ گر نہ بودندے نہاں
سونا اور چاندی اگر چھپے نہ ہوتے
پرورش کے یافتندے زیر کاں
تو کان میں پرورش کیسے پاتے

وعدہا و لطفہائے آں حکیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے
کرد آں رنجور را ایمن زبیم
اس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر
سچے وعدے دل پسند ہوتے ہیں
وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
(اور جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں)

وعدۂ اہل کرم گنج رواں
اہل کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے
وعدۂ نااہل شد رنج رواں
(اور) نااہل کا وعدہ عذابِ جان ہے

وعدہا باید وفا کردن تمام
وعدوں کو پورا کرنا چاہئے
ورنخواہی کرد باشی سرد و خام
اور اگر تو پورا نہ کرے گا تو سرد اور خام بنے گا

وعدہ کردن را وفا باشد بجاں
وعدہ کو جان و دل سے پورا کرنا ضروری ہے
تا بہ بینی در قیامت فیض آں
تاکہ قیامت میں تو اس کا فیض دیکھے

---

1. باراں با چمن۔ جس طرح بارش چمن کو شاداب اور پُر رونق بنا دیتی ہے اسی طرح میں تجھے ہرا ابھرا کر دوں گا۔ ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ چونکہ۔ راز ظاہر ہو جانے پر مخالفوں کو مخالفت کا موقع مل جاتا ہے اور کامیابی دشوار ہو جاتی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج پوشیدہ ہوتا ہے تب سرسبز و شاداب ہو کر ابھرتا ہے۔
2. زر۔ اس شعر اور پہلے شعر سے یہ سمجھایا ہے کہ راز کا پوشیدہ رہنا ہی مفید ہے۔ تاسہ۔ اندیشہ، بے قراری۔ گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانہ کا نام بھی ہے۔ سرد و خام۔ جھوٹے وعدے کرنے والا، سرد دل اور خام کار ہوتا ہے۔

در یافتن آں طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بہ شاہ وا نمودن

اس طبیب الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیم مہرباں چوں راز یافت — صورتِ رنج کنیزک بازیافت
اس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا — (اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا

بعد ازاں برخاست عزمِ شاہ کرد — شاہ رازاں شمہ[1] آگاہ کرد
اس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا — بادشاہ کو اس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست — درچنیں غم موجب تاخیر چیست
بادشاہ نے کہا، بتا اب کیا تدبیر ہے؟ — اس طرح کے غم میں تاخیر کا سبب کیا ہے؟

گفت تدبیر آں بودکاں مرد را — حاضر آریم از پئے ایں درد را
اس (طبیب) نے کہا، تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو — اس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں

قاصدے بفرست کاخبارش کند — طالب ایں فضل و ایثارش کند
ایک قاصد بھیج جو اس کو بتائے — (اور اس کو اس انعام اور بخشش کا طلب گار بنائے

مردِ زرگر را بخواں زاں شہر دور — با زر و خلعت بدہ او را غرور
سنار کو اس دور شہر سے بلا لے — نقد اور خلعت سے اس کو لالچ دے

تاشود محبوبِ تو خوشدل بدو — گردد آساں ایں ہمہ مشکل بدو
تاکہ تیری محبوبہ اس کی بدولت خوش ہو جائے — اور اس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے

چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا — بہر زر گردد زخان و ماں جدا
جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھے گا — تو سونے کی خاطر گھربار سے جدا ہو جائے گا

زر خرد را والہ و شیدا کند — خاصہ مفلس را کہ خوش رُسوا کند
سونا، عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے — خصوصاً مفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے

زر اگرچہ عقل می آرد و لیک — مردِ عاقل باید او را نیک نیک
سونا، اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن — اس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

فرستادنِ بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا، اس سنار کی تلاش میں

چونکہ سلطاں از حکیم آں را شنید — پند او را از دل و جاں برگزید
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی — دل و جان سے اس کی نصیحت کو قبول کیا

گفت فرمانِ ترا فرماں کنم — ہر چہ گوئی آں چناں کن آں کنم
اس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کردوں گا — جو تو کہے گا ایسا کر میں ویسا ہی کروں گا

---

[1] شمہ۔ بفتح شین، تھوڑا سا حصہ، طبیب الٰہی نے لونڈی کے عشق کا پورا قصہ نہیں سنایا تاکہ بادشاہ کو غیرت نہ آ جائے۔ اخبار۔ مصدر ہے، خبر دینا۔ فضل۔ بزرگی، بخشش۔ ایثار۔ اپنے کو چھوڑ کر دوسرے کو فائدہ پہنچانا۔ خلعت۔ خاء کے کسرہ کے ساتھ، وہ پوشاک جو بادشاہ کسی کو بطور انعام دے۔ غرور۔ غین کے ضمہ کے ساتھ، دھوکا۔ بے نوا۔ تنگدست۔ خان وماں۔ گھربار۔ والہ۔ عاشق، فریفتہ۔ شیدا۔ عاشق۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ خوش۔ بہت، خوب۔

پس فرستاد آں طرف یکدو رسول — حاذقان[1] و کافیان و بس عدول

پھر ایک دو قاصد اس طرف روانہ کئے — جو ماہر، کارگزار اور بہت نیک تھے

تا سمرقند آمدند آں دو امیر — پیش آں زرگر ز شاہنشاہ بشیر

وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے — اس سنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

کاے لطیف استادِ کامل معرفت — فاش اندر شہر ہا از تو صفت

کہ اے نازک کام کرنے والے استاد پوری شناخت والے — شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے

نک فلاں شہ از برائے زرگری — اختیارت کرد زیرا مہتری

اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے — تجھے چنا ہے کیونکہ تو (زرگری میں) سردار ہے

اینک ایں خلعت بگیر و زرّ و سیم — چوں بیائی خاص باشی و ندیم

اب یہ جوڑا اور سونا چاندی لے — (اور) جب تو آئے گا، خاص اور ہم نشیں ہوگا

مرد مال و خلعت بسیار دید — غرہ شد از شہر و فرزنداں برید

مرد نے جب بہت سا مال اور جوڑا خلعت دیکھا — تو فریفتہ ہو گیا (اور) شہر اور اولاد سے جدا ہو گیا

اندر آمد شادماں در راہ مرد — بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد

مرد، خوشی خوشی راستے پر پڑ گیا — (اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اسکی جان کا ارادہ کیا ہے

اسپ تازی برنشست و شاد تاخت — خون بہائے[2] خویش را خلعت شناخت

عربی گھوڑے پر بیٹھا اور خوشی خوشی دوڑا — (اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

اے شدہ اندر سفر باصد رضا — خود بپائے خویش تا سوء القضاء

افسوس کہ ہنسی خوشی سفر کرنے والا۔ — اپنے پاؤں سے بری موت کی طرف روانہ ہوا ہے

در خیالش ملک و عز و سروری — گفت عزرائیل رَو، آرے بری

اس کے خیال میں تو حکومت و عزت اور سرداری تھی — ملک الموت نے کہا کہ جا، ہاں یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا

چوں رسید از راہ آں مردِ غریب — اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب

جب وہ مسافر راستہ طے کر کے آ پہنچا — تو طبیب اس کو بادشاہ کے سامنے لایا

پیشِ شاہنشاہ بردش خوش بناز — تا بسوزد بر سرِ شمع طراز

اس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا — تاکہ اس کو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے

---

[1] حاذقؔ۔ ماہر۔ کافیؔ۔ کام میں کفایت کرنے والا، کارگزار۔ عدولؔ۔ وہ شخص جس کی گواہی معتبر ہے۔ لطیفؔ۔ مہربان، باریک کام کرنے والا۔ فاشؔ۔ مشہور۔ صفتؔ۔ تعریف۔ نکؔ۔ اینک کا مخفف ہے، اکنون، اب۔ زیراؔ۔ ازیں راکہ۔ مہترؔ۔ بڑا، سردار۔ خلعتؔ۔ شاہی جوڑا۔ ندیمؔ۔ ہمنشین، مصاحب۔ غرہؔ۔ غین کے فتحہ اور کسرہ کے ساتھ، فریفتہ ہونا۔ اسپ تازیؔ۔ عربی گھوڑا جو عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے۔

[2] خونبہاؔ۔ دیت، وہ مال جو مقتول کے بدلے میں مقتول کے وارثوں کو دیا جاتا ہے۔ اےؔ۔ بعض شارحین نے منادیٰ، مخاطب کو بنایا ہے لیکن ہم نے ترجمہ میں منادیٰ زرگر کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے۔ رضاؔ۔ رضامندی۔ سوء القضاؔ۔ بری موت۔ ملکؔ۔ پادشاہی۔ عزؔ۔ عزت۔ آرےؔ۔ حرف ایجاب ہے یعنی ملک الموت نے استہزا کہا یہ چیزیں تجھے ضرور ملیں گی۔ غریبؔ۔ مسافر، اجنبی۔ شمعؔ۔ موم بتی یہاں مراد لونڈی ہے۔ طرازؔ۔ ملک چین کا ایک حسن خیز شہر ہے۔

شاہ دید او را و بس تعظیم کرد　مخزنِ[1] زر را بدو تسلیم کرد
بادشاہ نے اس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی　(اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا

پس بفرمودش کہ برسازد ز زر　از سوار و طوق و خلخال و کمر
پھر اس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے　کنگن اور طوق اور پاؤں زیب اور پٹکا

ہم ز انواعِ اَوَانِی بے عدد　کانچناں در بزمِ شاہنشہ سزد
نیز برتنوں کی قسمیں، ان گنت　جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں

زر گرفت آں مرد و شد مشغولِ کار　بے خبر از حالت ایں کارزار
اس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا　وہ اس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

پس حکیمش گفت کاے سلطانِ مہ　آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
پھر طبیب نے اس سے کہا اے بڑے بادشاہ!　وہ لونڈی اس سردار (سنار) کو دے دے

تا کنیزک در وصالش خوش شود　آبِ وصلش دفع ایں آتش شود
تاکہ لونڈی اس کے وصل سے خوش ہو جائے　اور اس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را　جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اس کو بخش دی　ان دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا

مدتِ ششماہ میراندند کام　تا بصحت آمد آں دختر تمام
چھ مہینہ (کی مدت) تک انہوں نے مقصد برآری کی　یہاں تک کہ اس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

بعد ازاں از بہر او شربت بساخت[2]　تا بخورد و پیش دختر می گداخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اس کے لئے شربت بنایا　جس کو وہ پیتا اور وہ لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

چوں زرنجوری جمالِ او نماند　جانِ دختر در وبالِ او نماند
جب مرض کی وجہ سے اس کا حسن نہ رہا　تو لڑکی کی جان اس کے وبال میں نہ رہی

چونکہ زشت و ناخوش و رخ زرد شد　اندک اندک در دلِ او سرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رو ہو گیا　آہستہ آہستہ اس کے دل میں (عشق) ٹھنڈا ہو گیا

عشقہائے کز پے رنگے بود　عشق نبود عاقبت ننگے بود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے　عشق نہیں ہوتا، انجام کار ذلت اور رسوائی ہوتی ہے

کاشکے آں ننگ بودے یکسری　تا نرفتے بروے آں بد داوری
کاش وہ (عشق حسن ظاہری) پائیدار ہوتا　تاکہ اس پر یہ ظلم نہ ہوتا

---

[1] مخزن۔ خزانہ۔ بدو۔ باؤ۔ تسلیم۔ سپرد کرنا۔ سوار۔ سین کے کسرہ کے ساتھ، ہاتھ کا کنگن۔ طوق۔ گلے کا زیور۔ خلخال۔ پاؤں زیب۔ کمر۔ پٹکا، کمر کی پیٹی۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ اوانی۔ آنیہ کی جمع، برتن۔ مہ۔ بڑا، کہ کی ضد۔ خواجہ۔ یعنی سنار۔ آتش۔ تاء پر کسرہ اور فتحہ دونوں درست ہیں۔ جفت کردن۔ نکاح کر دینا۔ صحبت جوئے۔ وصل چاہنے والا۔ کام۔ مقصد۔

[2] بساخت۔ یعنی طبیب نے زرگر کے لئے ایک زہر آلود شربت تیار کیا جس کو پی کر وہ گھلنے لگا۔ گداختن۔ گھلنا، پگھلنا۔ رنجوری۔ مرض۔ وبال۔ مصیبت مراد عشق ہے۔ سرد شد۔ سچا عشق نہ تھا محض صورت پرستی تھی، صورت بگڑنے سے عشق زائل ہو گیا۔ ننگ۔ شرم، عار۔ کاشکے۔ حرفِ تمنا ہے۔ یکسری۔ پائیدار۔ داوری۔ حکومت، انصاف۔ بد داوری۔ ناانصافی، ظلم یعنی عشق مجازی میں بھی اگر پائیداری ہوتی تو وہ ننگ نہ شمار ہوتا۔

خوں دَوید از چشم ہمچوں جوئے اُو
اس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا
دشمن جانِ وے آمد روئے اُو[1]
(اور) اس کا چہرہ اس کی جان کا دشمن بنا

دشمنِ طاؤس آمد پَرِّ اُو
مور کے دشمن اس کے پر ہوئے
اے بساشہ را بکشتہ فَرِّ او
(اور) بہت سے شاہوں کو انکی شان وشوکت نے مارا

چونکہ زرگر از مرض بدحال شد
جب سنار مرض سے بدحال ہو گیا
در گدازش شخص او چوں نال شد
(اور) اس کا جسم پگھل کر قلم کے ریشہ کی طرح ہو گیا

گفت من آں آہوم کز نافِ من
اس نے کہا، میں وہ ہرن ہوں کہ میری ناف سے
ریخت آں صیاد خونِ صافِ من
اس صیاد نے میرا صاف خون بہا دیا

اے من آں روباہِ صحراء کز کمیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھ کر
سر بریدندم برائے پوستیں
پوستین کے لئے انہوں نے میرا سر کاٹ لیا

اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے
ریخت خونم از برائے استخواں
ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہا دیا

آنکہ کشتستم پئے مادونِ[2] من
جس نے مجھے مجھ سے کمتر کی خاطر مار ڈالا
می نداند کہ نخسپد خونِ من
اس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائے گا

بر من ست امروز فردا بروے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اس پر ہے
خونِ چوں من کس چنیں ضائع کے ست
مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائیگاں کیسے ہو سکتا ہے

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے
باز گردد سوئے او آں سایہ باز
لیکن وہ سایہ پھر اس کی طرف لوٹتا ہے

ایں جہاں کوہ ست و فعلِ ما ندا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز
سوئے ما آید نداہا را صدا
آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

ایں بگفت و رفت دردم زیرِ خاک
یہ کہا اور فوراً زیر زمین چلا گیا
آں کنیزک شد زدرد و رنج پاک
وہ لونڈی درد و غم سے نجات پا گئی

زانکہ عشقِ مُردگاں پایندہ نیست
اس لئے کہ مردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے
چونکہ مُردہ سوئے ما آیندہ نیست
اس لئے کہ مردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے

---

[1] روئے او۔ یعنی اس زرگر کی خوبصورتی اس کی ہلاکت کا سبب بنی۔ گدازش۔ حاصل مصدر ہے گداختن کا، پگھلنا، لاغر ہونا۔ نال۔ قلم کے بیچ کا ریشہ۔ گفت۔ اگلے چار شعر زرگر کا مقولہ ہیں۔ کز ناف من۔ ختن کے ہرن اس لئے مارے جاتے ہیں کہ ان کے نافہ میں سے مشک نکلتا ہے۔ کمیں۔ کسی کی گھات میں بیٹھنا۔ پوستین۔ لومڑی کی کھال سے پوستین بنایا جاتا ہے۔ استخواں۔ ہاتھی دانت کی طرح ہاتھی کی ہڈی بھی قیمتی ہوتی ہے۔

[2] مادون۔ کمتر، زرگر نے بادشاہ کو کمتر اس لئے کہا کہ وہ کنیزک کا معشوق تھا اور بادشاہ ناکام عاشق۔ نخسپد۔ یعنی میرے خون کا بدلہ لیا جائے گا، خون رائگاں نہ جائے گا۔ گرچہ دیوار۔ مولانا نے جزاءِ عمل کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے کہ گناہگار کا عمل بصورت جزاء اس کی طرف لوٹتا ہے۔ ندا۔ پکارنا، آواز دینا۔ صدا۔ گونج جو پہاڑ یا کنوئیں میں انسان کی آواز کے بعد سنائی دیتی ہے۔ دردم۔ فوراً، اسی وقت۔ مردگاں۔ یعنی فانی اشیاء کا عشق قائم نہیں رہتا۔

عشق زندہ[1] در رواں و در بصر ‏— ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ (باطن و ظاہر) میں ‏— ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تروتازہ رہتا ہے

عشقِ آں زندہ گزیں کو باقی ست ‏— وز شرابِ جانفزایت ساقی ست
اس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے ‏— اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنے والا ہے

عشقِ آں بگزیں کہ جملہ انبیا ‏— یافتند از عشق او کار و کیا
اس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوں نے ‏— اس کے عشق سے عزّ و شرف پایا

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست ‏— بر کریماں کار ہا دشوار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اس بادشاہ تک نہیں ہے ‏— کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

در بیانِ آنکہ کشتن مردِ زرگر باشارۂ الٰہی بود نہ بخیالِ باطل

اس بیان میں کہ سنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا، نہ کسی برے خیال سے

کشتن آں مرد بردستِ حکیم ‏— نے پئے امید بود و نے زبیم
اس مرد کا طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا ‏— نہ کسی امید کی بناء پر تھا، نہ کسی خوف سے

او نکشتش از برائے طبع شاہ ‏— تا نیامد امر و الہام[2] از الٰہ
اس نے بادشاہ کی خاطر سے اسے قتل نہیں کیا ‏— جب تک اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

آں پسر راکش خضرؑ ببرید حلق ‏— سرِ آں را در نیابد عام خلق
وہ لڑکا، خضرؑ نے جس کا گلا کاٹا تھا ‏— اس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب ‏— ہر چہ فرماید بود عین صواب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے ‏— وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے

آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست ‏— نائب ست و دست او دست خداست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے ‏— وہ (اللہ کا) قائم مقام ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

ہمچو اسمٰعیل علیہ السلام پیشش سر بنہ ‏— شاد و خنداں پیشِ تیغش جاں بدہ
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح اس کے سامنے سر جھکا دے ‏— اور ہنسی خوشی اس کی تلوار سے قتل ہو جا۔

تا بماند جانت خنداں تا ابد ‏— ہمچو جانِ پاکِ احمدؐ با اَحد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے ‏— جس طرح کہ احمد (مجتبیٰ ﷺ) کی روحِ پاک اللہ کے ساتھ

---

[1] زندہ۔ یعنی خدائے حیّ و قیوم۔ گزیں۔ اختیار کر، صیغہ امر ہے گزیدن مصدر سے۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا، روح کو قوت دینے والا۔ کیا۔ خداوند، کارفرما۔ کار و کیا یافتند۔ یعنی عزّ و شرف پایا۔ شہ۔ شاہ کا مخفف ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔ بر کریماں۔ یعنی حق تعالیٰ کریم و کارساز ہے وہ اپنے فضل و کرم سے کامیابی و باریابی مرحمت فرمائے گا۔ نے پئے۔ یعنی طبیب کا زرگر کو ہلاک کرنا بادشاہ سے لالچ یا خوف کی وجہ سے نہیں تھا۔ امر۔ حکم۔

[2] الہام۔ جو بات خدا کی طرف سے دل میں ڈالی جائے۔ الٰہ۔ معبود، اللہ تعالیٰ۔ خضر۔ حضرت خضر علیہ السلام، جنہوں نے ایک بچہ کو قتل کیا تھا، قرآن مجید میں اس واقعہ کا ذکر کیا گیا ہے جس کی مصلحت یہ تھی کہ بچہ کافر ہوتا اور اس کے کفر کی وجہ سے اس کے والدین کے ایمان کو خطرہ تھا۔ نائب۔ قائم مقام یعنی جو خدا کے حکم سے قتل کرتا ہے اس کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ ہے۔ ہمچو اسماعیلؑ۔ حضرت اسماعیلؑ سے حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ تمہاری قربانی دوں، تو فوراً حضرت اسماعیلؑ نے سر اطاعت زمین پر رکھ دیا۔ احمد با احد۔ آنحضور ﷺ کو تسلیم و رضا کی بناء پر مقام قرب حاصل ہوا۔

عاشقاں جامِ فرح آنگہ کشند — کہ بدست خویش خوباں شاں کشند

عاشق خوشی کا جام اس وقت پیتے ہیں — جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کرتے ہیں

شاہ[1] آں خوں از پئے شہوت نکرد — تو رہا کن بدگمانی و نبرد

وہ خون بادشاہ نے اپنی شہوت کی خاطر نہیں کیا — تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے

تو گماں کردی کہ کرد آلودگی — در صفا غش کے ہلد پالودگی

تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہش نفسانی سے ملوث تھا — (لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے

بہر آنست ایں ریاضت ویں جفا — تا بر آرد کورہ از نقرہ جفا

یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے — کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے

بہر آنست امتحانِ نیک و بد — تا بجوشد، بر سر آرد زر زَبد

کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے — تا کہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے

بگذر از ظن خطا اے بدگماں — اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ رابخواں

اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے — ''بے شک بعض گمان گناہ ہیں'' کو پڑھ

گر نبودش کار زالہامِ الٰہ — او سگے بودے دَرانندہ نہ شاہ

اگر اس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا — تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا، بادشاہ نہ ہوتا

پاک بود از شہوت و حرص و ہوا — نیک کرد او لیک نیک[2] بدنما

وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا — اس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر برا

گر خضرؑ در بحر کشتی را شکست — صد درستی در شکست خضر ہست

اگرچہ خضرؑ نے سمندر میں کشتی توڑ دی — (لیکن) خضرؑ کے توڑنے میں سو درستیاں تھیں

وہم موسیٰؑ باہمہ نور و ہنر — شد ازاں محجوب تو بے پر مپر

باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰؑ کا خیال — اس تک نہ پہنچا، تو بھی بے پرکی نہ اڑا

آں گل سُرخ است تو خونش مخواں — مست عقل ست او تو مجنونش بداں

وہ سرخ پھول ہے تو اس کو خون نہ کہہ — وہ عقل سے مست ہے تو اس کو دیوانہ نہ سمجھ

گر بدے خونِ مسلماں کامِ اُو — کافرم گر بردمے من نام اُو

اگر مسلمان کا خون بہانا اس کا مقصود ہوتا — تو میں کافر ہوتا اگر اس کا نام بھی لیتا

می بلرزد عرش از مدحِ شقی — بدگماں گردد زمدحش متقی

بدبخت (اور سنگدل) کی تعریف سے عرش لرزتا ہے — اور اس کی تعریف سے پرہیزگار بدگماں ہو جاتا ہے

---

1. شاہ۔ بادشاہ کا زرگر کو قتل کرانا اشارۂ خداوندی سے تھا۔ غش۔ کھوٹ۔ ہلد۔ حاصل مصدر ہے ہلیدن سے، چھوڑنا۔ پالودگی۔ صفائی۔ جَفا۔ جیم کے ضمہ کے ساتھ سونے اور چاندی کا میل۔ کورہ۔ بھٹی، جس میں چیزوں کو پگھلایا اور تپایا جاتا ہے۔ زبد۔ جھاگ، یعنی جس طرح سونا بھٹی میں جا کر نکھرتا ہے اسی طرح انسان کے نفسانی رذائل ریاضت سے دور ہوتے ہیں۔ ظن۔ خطا، بدگمانی۔ اثم۔ گناہ۔ درانندہ۔ پھاڑنے والا۔

2. نیک بدنما۔ بباطن نیک اور بظاہر برا۔ خضر۔ خضرؑ کے کشتی توڑنے کا واقعہ قرآن میں مذکور ہے جو بظاہر بری بات تھی لیکن اس میں مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ محجوب۔ پردے میں آیا ہوا یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام باایں ہمہ نور و ہنر اس مصلحت تک نہ پہنچ سکے جو حضرت خضرؑ کے پیش نظر تھی۔ آں گل۔ اشارہ بادشاہ کی طرف ہے۔ بدے۔ بودے کا مخفف ہے۔ کام۔ مقصد و غرض۔ شقی۔ بدبخت، سنگدل۔ متقی۔ پرہیزگار۔

شاہ بود و شاہ بس آگاہ[1] بود — خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا — وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد — سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کر ڈالتا ہے — اس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد — آنچہ در وہمت نیاید آں دہد
وہ آدھی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے — (بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آ سکتا

قہر خاصے از برائے لطفِ عام — شرع می دارد روا بگذار گام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر — شریعت جائز رکھتی ہے، قدم آگے بڑھا

گر ندیدے سودِ او در قہرِ او — کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
اگر (اللہ تعالیٰ) اس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا — تو وہ سراپا لطف و کرم، قہر کیوں کرتا

طفل می لرزد زنیشِ احتجام — مادرِ مشفق[2] دراں غم شاد کام
پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے — (لیکن اس کی) مہربان ماں اس تکلیف سے خوش ہوتی ہے

تو قیاس از خویش می گیری و لیک — دُور دُور افتادہٗ بنگر تو نیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے، لیکن — تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے

پیشتر آ تا بگویم قصۂ — بُو کہ یابی از بیانم حصۂ
میرے قریب آ تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں — ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کر لے

حکایت مردِ بقال و طوطی و روغن ریختن طوطی در دکان

ایک بنئے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دکان کے اندر تیل بہانا

بود بقالے مر او را طوطیئے — خوشنوا و سبز و گویا طوطیئے
ایک بنیا تھا اور اس کی ایک طوطی تھی — جو خوش آواز، سبز رنگ اور بولنے والی طوطی تھی

بر دکاں بودے نگہبانِ دکاں — نکتہ گفتے باہمہ سوداگراں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی — اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی

در خطابِ آدمی ناطق بدے — در نوائے طوطیاں حاذق بدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں ان جیسی باتیں کرتی — اور طوطیوں کے ساتھ نوا سنجی میں ماہر تھی

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود — در دکاں طوطی نگہبانی نمود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا — طوطی دکان کی حفاظت کر رہی تھی

---

[1] آگاہ۔ یعنی عارف باللہ۔ کش۔ کہ اش کا مخفف ہے۔ قہر خاصے۔ یعنی اس زرگر کا قتل ظلم نہ تھا اور اگر ظلم مان بھی لیا جائے تو عام مصلحت اور مفاد کے پیش نظر کسی ایک پر ظلم جائز ہے۔ گر ندیدے۔ یعنی زرگر کے قتل ہی میں زرگر کا فائدہ تھا۔ احتجام۔ پچھنے لگوانا یعنی خونِ فاسد جسم سے نکالنے کے لئے عمل جراحی کرنا۔

[2] مشفق۔ ہمدرد، مہربان۔ تو قیاس الخ۔ یعنی اللہ کے کاموں کو اپنے کاموں پر قیاس نہ کر۔ بو کہ۔ یعنی شاید کہ ممکن ہے۔ بقال۔ سبزی فروش کو کہتے تھے پھر بنئے کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ ناطق۔ قوت گویائی رکھنے والا۔ حاذق۔ ماہر، زیرک و چالاک۔

گربہ بر جست[1] ناگہ در دُکاں
اچانک ایک بلی دکان میں کودی

جست از صدرِ دکاں بہر گریخت
بھاگنے کے لئے دکان کے بیچ کودی

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش
اس کا مالک گھر سے (واپس) آیا

دید پُر روغن دکان و جامہ چرب
(لیکن) دکان کو تیل سے پُر اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر

روز کے چندے سخن کوتاہ کرد
چند دن تک (طوطی) نے بات کرنا چھوڑ دی

ریش بر می کند و می گفت اے دریغ
(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا تھا اور کہتا تھا ہائے افسوس

دست من بشکستہ بودے آں زماں
اس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے

ہدیہ ہا می داد ہر درویش را
وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار
تین دن اور تین رات کے بعد حیران اور بد حال

با ہزاراں غصہ و غم گشتہ جفت
ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا

می نمود آں مرغِ را ہر گوں شگفت
ہر قسم کی انوکھی چیزیں اس پرندہ کو دکھاتا تھا

دمبدم می گفت با او ہر سخن
وہ ہر وقت اس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا

بر امیدِ آنکہ مرغ آید بگفت
اس امید پر کہ پرندہ بول پڑے۔

بہر موشے، طوطیک از بیم جاں
ایک چوہے کیلئے، اور بیچاری طوطی اپنی جان کے خوف سے

شیشہ ہائے روغنِ گل را بریخت
(اور) روغن گل کی شیشیاں بہا دیں

بر دکاں بنشست فارغ شاد و خوش
(اور) خوش خوش، اطمینان سے دکان پر بیٹھ گیا

برسرش زد، گشت طوطی کل زضرب
اس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی

مردِ بقّال از ندامت آہ کرد
بنئے نے ندامت و افسوس سے آہ کی

کافتابِ نعمتم شد زیرِ میغ
میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا

کہ زدم من برسرِ آں خوش زباں
جب میں نے اس خوش زبان (طوطی) کے سر پر ضربیں ماری تھیں

تا بیابد نطق مرغِ خویش را
تا کہ اپنی طوطی کی گویائی کو پا لے

بر دکاں بنشستہ بد نومید وار
مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا

کاے عجب ایں مرغ[2] کے آید بگفت
ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟

وز تعجب لب بدنداں می گرفت
اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا

تا کہ باشد کاندر آید در سخن
کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے

چشم اُو را با صور می کرد جفت
(مختلف قسم کی) تصویریں اسے دکھاتا

---

1. جستن۔ جیم کے فتح کے ساتھ، کودنا۔ طوطیک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ فارغ۔ یعنی بے فکر۔ کل۔ گنجا جس کے سر پر بال نہ ہوں۔ ضرب۔ چوٹ مارنا۔ روز کے۔ کاف زائد ہے۔ ریش۔ داڑھی۔ کندن۔ اکھاڑنا، کھودنا، نوچنا۔ میغ۔ ابر۔ درویش۔ دال کے فتح کے ساتھ، بمعنی فقیر، بھکاری اور دال کے ضمہ کے ساتھ، اولیاء اللہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ نطق۔ گویائی۔

2. مرغ۔ پرند، مراد طوطی ہے۔ زار۔ عاجز و خوار، ذلیل۔ نومید وار۔ مایوس، غمگین۔ شگفت۔ عجیب اور انوکھی، شاید وہ ایسی چیز کو دیکھ کر بول پڑے۔ وز تعجب۔ اور جب وہ اس پر بھی نہ بولتی تھی تو تعجب سے ہونٹ کاٹتا تھا۔ گفت۔ گفتگو۔ صور۔ صورت کی جمع، یعنی شاید تصویریں دیکھ کر بول پڑے۔

ناگہانی جولقی[1] می گذشت
اتفاقاً ایک گدڑی پوش ادھر سے گزر رہا تھا
با سرِ بے مو چو پشت طاس و طشت
جسکا سر پرات اور طشت کی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا

طوطی اندر گفت آمد آں زماں
طوطی (اس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی
بانگ بر رویش زدہ چوں عاقلاں
اس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح (سوال کیا)

کز چہ اے کل با کلاں آمیختی
اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟
تو مگر از شیشہ روغن ریختی
شاید تو نے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے

از قیاسش خندہ آمد خلق را
اُس کے اِس قیاس پر لوگ ہنس پڑے
کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
کہ اس نے گدڑی والے کو اپنے جیسا سمجھا

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر
گرچہ باشد در نوشتن شیر شِیر
اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شِیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے

شِیر آں باشد کہ مرد اُو را خورد
شِیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے
شیر آں باشد کہ مردم را درد
اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا
کم کسے زابدالِ حق آگاہ شد
بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا

اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود
بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی
نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
اچھا اور برا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا

ہمسری با انبیاء برداشتند
(انہوں نے) نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا
اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
اور اولیاء کو اپنے جیسا سمجھ لیا

گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر
یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں
ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور
ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں

ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ
اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے
ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ
کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے

ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل
(دونوں قسم کی) بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا
لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
لیکن اس سے ڈنک اور اس سے شہد بنا

ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس، اور پانی کھایا پیا
زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
اس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک

ہر دو نے خوردند از یک آبخور
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا
آں یکے خالی و آں پُر از شکر
لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے

---

[1] جولقی۔ کمل پوش فقیر۔ طاس۔ بڑا تھال۔ طشت۔ تھال۔ دلق۔ گدڑی۔ زیں سبب۔ غلطی کرنے کی وجہ سے۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت کو کہتے ہیں۔ اشقیاء۔ شقی کی جمع بمعنی بدبخت۔ گفتہ۔ یعنی برابری کے دعوے میں یہ کہتے ہیں۔ اینک۔ این اسم اشارہ کاف تصغیر کا ہے۔ عمیٰ۔ اندھاپن، کفر، گمراہی۔ منتہیٰ۔ انتہاء۔ گوں۔ گونہ، قسم۔ زنبور۔ بھڑ، شہد کی مکھی۔ محل۔ جگہ۔ نیش۔ ڈنک۔ عسل۔ شہد۔ سرگیں۔ گوبر، مینگنی۔ ناب۔ خالص۔

صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں
اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں
فرقِ شاں ہفتاد سالہ راہ بیں
(لیکن) ان میں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے

ایں خورد[1] گردد پلیدی زو جدا
یہ کھاتا ہے تو نجاست اس سے نکلتی ہے
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا
اور وہ جو کچھ کھاتا ہے، سب خدا کا نور بن جاتا ہے

ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد
یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے
واں خورد زاید ہمہ نورِ احد
اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بن جاتا ہے

ایں زمین پاک و آں شورست و بد
یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب
ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دَد
یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ

ہر دو صورت گر بہم ماند رواست
دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں، ٹھیک ہے
آبِ تلخ و آبِ شیریں را صفا است
نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب
سوائے صاحب ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے، سمجھ لے
اُو شناسد آبِ خوش از شورہ آب
کہ وہی میٹھے اور کھارے پانی کو پہچانتا ہے

جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعُوم
صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا
شہد را ناخوردہ[2] کے داند زموم
جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کر سکتا ہے

سحر را با معجزہ کردہ قیاس
جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے
ہر دو را بر مکر پندارد اساس
دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے

ساحراں با موسیٰ علیہ السلام از استیزہ را
جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے لڑائی کے لئے
بر گرفتہ چوں عصائے اُو عصا
ان کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی

زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف
(لیکن) اِس لاٹھی اور اُس لاٹھی میں گہرا فرق ہے
زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
اِس کام اور اُس کام میں بڑا فاصلہ ہے

لعنتہ اللہ ایں عمل را در قفا
اس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے
رحمتہ اللہ آں عمل را در وفا
اس کام میں اللہ کی رحمت شاملِ حال ہے

کافراں اندر مرے بوزینہ طبع
کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں
آفتے آمد درونِ سینہ طبع
(اور انکی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے

ہر چہ مردم می کند بوزینہ ہم
جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے
آں کند کز مرد بیند دمبدم
جو انسان سے پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

---

1. ایں خورد۔ بہر حال بزرگوں کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے بہت سی چیزوں کے کام یکساں ہیں لیکن نتائج جداگانہ ہیں۔ دیو۔ بھوت، شیطان۔ دد۔ درندہ۔ صفا۔ میٹھا اور کھاری پانی دونوں صاف ہوتے ہیں۔ بیاب۔ یافتن سے امر کا صیغہ ہے۔ صاحب ذوق۔ جو چکھ کر ذائقوں میں فرق کر سکے۔
2. ناخوردہ۔ جس شخص نے کبھی شہد نہ کھایا ہو وہ موم اور شہد میں کیا فرق کر سکتا ہے۔ اساس۔ بنیاد۔ ساحراں۔ جادوگر۔ استیزہ۔ جھگڑا۔ از۔ زیادہ ہے اور دوسرے نسخے میں "از استیزہا" ہے اس میں از زیادہ نہ ہوگا۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ حیرت ناک، عجیب۔ عصا۔ لاٹھی۔ قفا۔ گدی، پیچھے۔ وفا۔ وعدہ پورا کرنا، دوستی۔ مرے۔ مراء کا امالہ ہے، جھگڑا کرنا۔ بوزینہ۔ بندر۔ طبع۔ طبیعت۔ دم بدم۔ بندر انسان کے مسلسل حرکات کو دیکھ کر اس کی نقل اتارتا ہے۔

او گماں بردہ کہ من کردم چو او
اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی طرح کیا
فرق[1] را کے بیند آں استیزہ جو
وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟

ایں کند از امر و آں بہر ستیز
یہ (مومن) حکم خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کیلئے
برسرِ استیزہ رُویاں خاک ریز
جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

آں منافق با موافق در نماز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں
از پئے استیزہ آید نے نیاز
مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیازمندی کے لئے

در نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں
بامنافق مومناں در بُرد و مات
مومن، منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں

مومناں را بُرد باشد عاقبت
انجام کار مومنوں کی جیت ہوگی
بر منافق مات اندر آخرت
آخرت میں منافق کو ہار ہوگی

گرچہ ہر دو بر سرِ یک بازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگائے ہوئے ہیں
لیک باہم مَروزی و رازی اند
لیکن یہ دونوں مرو اور رے کے باشندوں کی طرح (باہم مختلف) ہیں

ہر یکے سوئے مقامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے
ہر یکے بروفق نامِ خود رَوَد
ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

مومنش خوانیش جانش خوش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے
ورمنافق، تند و پُرآتش شود
اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پُر ہو جاتا ہے

نامِ آں محبوب از ذاتِ ویست
اس کا نام اس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے
نامِ ایں مبغوض ز آفاتِ ویست
اور اسکا نام اسکی آفتوں کیوجہ سے موجب بغض و عداوت ہے

میم[2] و واوٌ و میم و نوں تشریف نیست
میم اور واؤ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے
لفظ مومن جز پئے تعریف نیست
لفظ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے

گر منافق خوانیش ایں نام دوں
اگر اس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام
ہمچو کژدم می خلد در اندروں
بچھو (کے ڈنک) کی طرح اس کے دل میں چبھتا ہے

گر نہ آں نام اشتقاقِ دوزخ ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے
پس چرا دروے مذاقِ دوزخ ست
پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

---

[1] فرق۔اصل اور نقل کے فرق کو وہ نہیں سمجھتا۔آں منافق۔منافق، مومن کی نماز میں شریک ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد عبادت نہیں بلکہ فساد ہے۔بُرد۔جیت۔مات۔ہار۔مقام۔جائے قیام۔وفق۔موافق، مطابق۔مومن۔مومن کو مومن کہو تو وہ خوش ہوتا ہے، منافق کو منافق کہو تو وہ چڑتا ہے۔نامِ آں۔لفظ مومن میں مومن کی ذات کی شرافت سے شرافت آئی منافق کی بری حرکات کی وجہ سے یہ لفظ مبغوض بنا۔مروزی۔مرو کا رہنے والا۔رازی۔رے کا باشندہ۔مرو، خراسان میں ہے اور رے عراق میں، ان دونوں ملکوں میں بہت فاصلہ ہے۔

[2] میم۔یعنی مومن کے لفظ میں جس قدر حروف ہیں، ان میں کوئی ذاتی شرافت نہیں ہے۔دوسرے اسماء جس طرح مسمّٰی سے شناخت اور پہچان کے لئے ہوتے ہیں، یہ بھی ہے اب اس میں شرافت، مومن کے اوصاف کی وجہ سے آئی ہے جو اس کے معنی ہیں۔منافق۔اس کے الفاظ میں جو ناگواری ہے وہ بھی معنی کی وجہ سے ہے۔دوزخ۔منافق کے معنی میں وہ اوصاف ملحوظ ہیں جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گے۔

زشتیٔ ایں نامِ بد از حرف نیست
برے نام کی برائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے
تلخیٔ آں آبِ بحر از ظرف[1] نیست
اور اس سمندری پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

حرف ظرف آمد درو معنیٰ چو آب
حروف برتن ہیں اور ان میں معنیٰ پانی کی طرح ہیں
بحرِ معنیٰ عِنْدَهٗ اُمُّ الْکِتَاب
معنیٰ کا سمندر وہ ہے جس کے پاس ام الکتاب ہے

بحرِ تلخ و بحرِ شیریں ہمعناں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے
درمیاں شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
اور انکے درمیاں ایک آڑ ہے، یہ ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں

دانکہ ایں ہر دوزیک اصلے رواں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں
در گذر زیں ہر دو رَو تا اصلِ آں
دونوں سے گزر کر ان کی اصل تک پہنچ جا

زرِ قلب و زرِ نیکو در عیار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں
بے محک[2] ہرگز ندارد اعتبار
بغیر کسوٹی کے ہرگز قابلِ اعتبار نہیں

ہر کرا در جاں خدا بنہد محک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے
مر یقیں را باز داند اُو زِ شک
بلاشبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

آنچہ گفت اِسْتَفْتِ قَلْبَک مصطفیٰ
وہ جو مصطفیٰ نے ’’اپنے دل سے فتویٰ پوچھ‘‘ فرمایا ہے
آں کسے داند کہ پُر بود از وفا
اس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پُر ہے

در دہانِ زندہ خاشاک ار جہد
زندہ کے منہ میں اگر تنکا گر جائے
آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
تو اس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے

در ہزاراں لقمہ یک خاشاکِ خورد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا
چوں در آمد حسِّ زندہ پے ببرد
جب آیا تو زندہ کی حس نے اس کا پتہ لگا لیا

حسِّ دنیا نردبانِ ایں جہاں
دنیا کا احساس، اس جہاں کی سیڑھی ہے
حسِّ عقبیٰ نردبانِ آسماں
اور آخرت کا احساس، آسمان کی سیڑھی ہے

صحتِ ایں حس بجوئید از طبیب
اس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو
صحتِ آں حسّ بجوئید از حبیب
اور اُس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو

---

[1] ظرف۔ کسی پانی کا شور ہونا برتن کی وجہ سے نہیں ہوتا۔ اسی طرح لفظ معنیٰ کا برتن ہے۔ بحرِ معنیٰ۔ تمام اوصاف اور معانی کا منبع حضرتِ حق کی ذات ہے جس کے پاس ام الکتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔ بحرِ تلخ۔ ذاتِ باری، متضاد صفات کی حامل ہے اور ہر صفت کا مظہر دوسری صفت کے مظہر سے ممتاز ہے۔ اصل۔ صفتِ رحمۃ اور صفتِ قہر کا سرچشمہ ذاتِ واحد ہے اور سالک کا مقصودِ منتہیٰ ذاتِ وحدہٗ لاشریک ہے۔ زر۔ سونا۔ قلب۔ کھوٹا۔ عیار۔ پرکھنا۔ محک۔ کسوٹی۔ زرِ قلب۔ نیکی، بدی کسوٹی پر پرکھنے سے معلوم ہوتی ہے۔

[2] محک۔ مومن کے دل میں یہ کسوٹی پیدا ہوتی ہے۔ استفت۔ مفتی سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں دل سے فتویٰ لے لو یہ انہی لوگوں کے لئے حکم ہے جن کے قلوب میں وہ کسوٹی پیدا ہو چکی ہے۔ عوام مفتی کے فتوے پر عمل کریں گے۔ خاشاک۔ تنکا، گھاس پھوس۔ جہد۔ جستن کا فعل مضارع ہے۔ پے بُردن۔ سراغ لگا لینا۔ نردبان۔ سیڑھی۔ عقبیٰ۔ آخرت، دین۔ نردبانِ آسمان۔ یعنی جس طرح حسِ ظاہری دنیاوی ترقی کا باعث ہے اسی طرح اگر کسی کی باطنی حس بیدار ہے اور مکروہات اور گناہوں سے بچتا ہے اس کو اخروی ترقی اور معراج حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ یعنی محبوب خدا جو شیخ کامل ہو۔

شاہِ جاں مر جسم را ویراں کند
روح کا بادشاہ، جسم کو ویران کرتا ہے

بعد ویرانیش آباداں کند
اور اس کی ویرانی کے بعد اس کو آباد کرتا ہے

اے خنک جانیکہ در عشق مآل
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں

بذل کرد اُو خانماں و ملک و مال
(اپنا) گھر بار اور ملک و مال خرچ کر ڈالا

کرد ویراں خانہ بہرِ گنجِ زر
سونے کے خزانہ کے لئے اس نے اپنے گھر کو ویران کیا

وز ہماں گنجش کند معمور[1] تر
اور اسی خزانہ سے پھر اس کو بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے

آب را ببرید و جُو را پاک کرد
اس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا

بعد ازاں در جُو رواں کرد آبخورد
پھر اس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے

پوست را بشگافت پیکاں را کشید
کھال میں شگاف کیا، تیر کو کھینچا

پوست نو بعد از آنش بردمید
اس کے بعد نئی کھال اس سے پیدا ہو گئی

قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد
اس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا ہے

بعد ازاں برساختش صد برج و سد
اس کے بعد اس پر سینکڑوں برج اور فصیلیں بنائی ہیں

کارِ بیچوں[2] را کہ کیفیت نہد
یکتا کے کام کی کیفیت کون بیان کرے

اینکہ گفتم از ضرورت می جہد
یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے

گہ چنیں بنماید و گہ ضدِ ایں
کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس

جز کہ حیرانی نباشد کارِ دیں
دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے

کاملاں کز سرِّ تحقیق آگہند
اہل کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں

بیخود و حیران و مست و والہ اند
بے خود، حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست
نہ ایسے حیران کہ ان کی پشت اس کی طرف ہو

بل چنیں حیراں کہ رو در روئے اوست
بلکہ ایسے حیران کہ ان کا چہرہ اس کے سامنے ہے

آں یکے را روئے اُو شد سوئے دوست
اس ایک کا رخ دوست کی جانب ہوا

ویں یکے را روئے اُو خود روئے اوست
اور اس ایک کا اپنا رخ خود دوست کا رخ ہے

---

[1] معموری۔ آبادی، آراستگی۔ تخریب۔ تباہی، شکستگی۔ بدن۔ جب ریاضتوں کے ذریعہ انسان بدن کو گھلاتا ہے تو اس کی باطنی حس بیدار ہوتی ہے۔ خنک۔ خوش، سرد۔ گنجِ زر۔ یعنی روحانی کیفیات حاصل کرنے کے لئے جسم کو لاغر کیا جاتا ہے۔ آب بریدن۔ پانی بند کرنا۔ آبخورد۔ گھاٹ، پانی۔ ستدن۔ لینا۔ سد۔ دیوار، فصیل، قلعہ کو فتح کرتے ہی ویران کر دیا جاتا ہے، پھر فاتح اس کی تعمیر کرتا ہے اسی طرح جسم کو شیطان کے قبضہ سے نکالنے میں ویران کرنا پڑتا ہے، پھر روح کے ذریعہ اس کی تجدید کی جاتی ہے۔

[2] کارِ بےچوں۔ خدائے یکتا سے تقرب حاصل کرنے کا بقدرِ ضرورت بیان کیا گیا ہے ورنہ اس کی پوری کیفیات بیان سے باہر ہیں۔ گہ چنیں۔ تجلیاتِ رب گوناگوں ہیں سالک ان میں حیران رہتا ہے۔ کاملاں۔ جو رازِ حقیقت سے آگاہ ہیں وہ ہر معاملہ میں قدرت و حکمت کو دیکھ کر حیران اور مست رہتے ہیں۔ حیراں۔ حیرانی دو قسم کی ہے ایک تو وہ ہے جو شکوک و شبہات پیدا کرتی ہے۔ دوسری وہ ہے جو محویت پیدا کرتی ہے۔ آں یکے۔ حیرانی کی محویت دو طرح کی ہے ایک میں طالب اور مطلوب متمائز ہوتے ہیں دوسری میں طالب و مطلوب میں امتیاز نہیں رہتا۔

روئے ہر یک[1] می نگر میدار پاس
ہر ایک کے رخ کو دیکھ اور ادب کر

بو کہ گردی تو ز خدمت بو شناس
ہو سکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحب معرفت بن جائے

دیدنِ دانا، عبادت ایں بود
عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے

فتح ابوابِ سعادت ایں بود
اس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

فرق درمیانِ محقق و مدعی و محق و مُبطِل

صاحب تحقیق اور ڈینگیں مارنے والے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیاں فرق

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں

پس بہر دستے نشاید داد دست
اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے

زانکہ صیاد آورد بانگِ صفیر
شکاری پرندے جیسی آواز اس لئے نکالتا ہے

تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر
تاکہ وہ پکڑنے والا، پرندے کو دھوکا دے

بشنود آں مرغ بانگ جنس خویش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے

از ہوا آید بیابد دام و نیش
(اور) فضا سے اترتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے

حرفِ درویشاں بد زدد مردِ دُوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے

تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

کارِ مرداں روشنی و گرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے

کارِ دوناں حیلہ و بے شرمی ست
(اور) کمینوں کا کام دھوکا (دینا) اور بے شرمی ہے

شیر پشمیں از برائے گد کنند
گداگری کے لئے اون کا شیر بناتے ہیں

بو مسیلم[2] را لقب احمد کنند
مسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں

بُو مُسَیلم را لقب کذاب ماند
مسیلمہ کا لقب ''کذاب'' رہا

مر محمدؐ را اُولو الالباب ماند
(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ''صاحب عقل'' رہا

آں شرابِ حق ختامش مشکناب
وہ حق کی شراب ہے جس کی مہر خالص مشک کی ہے

بادہ را ختمش بود گند و عذاب
(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

---

1. روئے ہر یک۔ دونوں قسم کے حیراں مقربین بارگاہ الٰہی ہیں جن کی خدمت باعث عرفان الٰہی ہے۔ دیدن۔ شریعت نے عالم کے دیکھنے کو جو عبادت قرار دیا ہے اس سے ایسے ہی بزرگوں کی زیارت مراد ہے جو باعث سعادت ہے۔ چوں۔ بیعت کے لئے شیخ کامل کی جستجو کرنی چاہئے، مکاروں اور نقالوں سے بچنا چاہئے۔ بشنود۔ مکار درویشوں کا روپ بھر کر خلق اللہ کو پھانستے ہیں۔ مرددوں۔ یعنی مکار پیر۔ مرداں۔ یعنی کامل بزرگ۔ روشنی۔ نور۔ گرمی۔ یعنی عشق کی گرمی۔ شیر پشمین۔ گداگر اون کا مصنوعی شیر بنا کر اپنی لکڑی پر آویزاں کر لیتے تھے۔ گد۔ گداگری۔

2. بومسیلم۔ بو زیادہ ہے، ہا کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کر دیا ہے، اصل مسیلمہ ہے، اس نے یمامہ کے علاقہ میں جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے مریدوں کی طاقت سے حکومت قائم کر لی تھی، حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے دور خلافت میں شکست دے کر اس کا خاتمہ کیا۔ کذاب۔ بہت جھوٹا۔ اولو۔ ذو کی جمع بمعنی صاحب۔ الباب۔ لب کی جمع بمعنی عقل۔ آں۔ یعنی آنحضور ﷺ۔ ختام۔ شراب کا ڈھکنا جس کو سربمہر کر دیتے تھے۔ مشک ناب۔ خالص مشک۔ بادہ۔ شراب، مسیلمہ مراد ہے۔ گند۔ بدبو۔

داستانِ آں بادشاہ جہود[1] کہ نصرانیاں را میکشت از تعصب

اس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

بود شاہے در جہوداں ظلم ساز — دشمنِ عیسیٰؑ و نصرانی گداز

یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا — حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنے والا

عہدِ عیسیٰؑ بود و نوبت آنِ او — جانِ موسیٰؑ اُو و موسیٰؑ جانِ او

حضرت عیسیٰ کا زمانہ تھا اور اس (بادشاہ) کی حکومت تھی — (لیکن) وہ حضرت موسیٰ کی جان اور حضرت موسیٰ اُسکی جان تھے

شاہِ اَحول کرد در راہِ خدا — آں دو دمساز خدائی را جدا

بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں — ان دونوں (حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ) لِلّٰہی دوستوں کو جدا کر دیا

گفت استاد احولے را کاندرآ — رَو بروں آر از وثاق آں شیشہ را

ایک استاد نے بھینگے سے کہا اندر آ — جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ

چوں درونِ خانہ اَحول رفت زود — شیشہ پیشِ چشمِ اُو دو می نمود

جب بھینگا فوراً مکان میں گیا — ایک بوتل اس کی نگاہ میں دو نظر آئیں

گفت احول زاں دو شیشہ تا کدام — پیشِ تو آرم بکن شرحش تمام

بھینگے نے کہا ان دو بوتلوں میں سے کون سی — تمہارے پاس لاؤں، خوب کھول کر بتاؤ

گفت استاد آں دو شیشہ نیست رَو — احولی بگذار و افزوں[2] بیں مشو

استاد نے کہا دو بوتلیں نہیں ہیں، چل — بھینگا پن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن

گفت اے اُستا مرا طعنہ مزن — گفت اُستا، زاں دویک را برشکن

اس نے کہا، اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے — استاد نے کہا، تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال

چوں یکے بشکست ہر دو شد زچشم — مرد اَحوَل گردد از میلان و خشم

جب اس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہو گئیں — انسان محبت اور غصہ سے (بھی) بھینگا بن جاتا ہے

شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود — چوں شکست اُو شیشہ را دیگر نبود

بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں — جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

خشم و شہوت مرد را احول کند — زاستقامت روح را مبدل کند

غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں — (اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد — صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

جب غرض آئی تو ہنر پوشیدہ ہوا — اور دل کے سینکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے

---

[1] جہود۔ یہود۔ گداز۔ گداختن سے بنا ہے بمعنی جلا دینا، فنا کر دینا۔ نوبت۔ باری یعنی حکومت اس بادشاہ کی تھی۔ آں۔ وقت، زمانہ۔ احول۔ بھینگا، ایک کو دو دیکھنے والا۔ وثاق۔ گھر۔ شیشہ۔ بوتل۔ دو می نمود۔ بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ شرح۔ تفصیل۔ احولی۔ بھینگا پن۔

[2] افزوں۔ زیادہ۔ اُستا۔ استاد کا مخفف ہے۔ برشکن۔ بر زیادہ ہے۔ میلان۔ محبت، طرفداری۔ خشم۔ غصہ، ناراضگی۔ یعنی محبت اور غصہ میں بھی اصل حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔ شہوت۔ خواہش۔

چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار[1]
جب قاضی دل میں رشوت طے کرے
کے شناسد ظالم از مظلوم زار
تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکے گا؟

شاہ از حقد جہودانہ چناں
بادشاہ یہودیت کے کینہ سے ایسا
گشت اَحول کالاَماں یا رَب اماں
بھینگا بن گیا کہ الامان و الحفیظ!

صد ہزاراں مومن مظلوم کشت
لاکھوں مومن مظلوم مار ڈالے
کہ پناہم دینِ موسیٰ را و پشت
کہ میں موسیٰ علیہ السلام کے دین کی پشت و پناہ ہوں

حکایت وزیر بادشاہ و مکر اُو در تفریق ترسایاں

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ
اس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا
کُو بر آب از مکر بر بستے گرہ
جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا

گفت ترسایاں پناہِ جاں کنند
اس نے کہا، نصرانی اپنی جان کی (اسطرح) حفاظت کرینگے
دینِ خود را از ملک پنہاں کنند
کہ بادشاہ سے اپنے دین کو چھپائیں گے

با ملک گفت اے شہِ اسرار جُو
بادشاہ سے کہا، اے طالب اسرار بادشاہ!
کم کش ایشانرا و دست از[2] خوں بشو
ان کو قتل نہ کر اور ان کی خونریزی چھوڑ دے

کم کش ایشانراکہ کشتن سود نیست
ان کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے
دیں ندارد بوئے مُشک و عود نیست
مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مشک اور اگر نہیں ہے

سرِّ پنہان ست اندر صد غلاف
وہ سو غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے
ظاہرش باتست و باطن بر خلاف
اس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن بر خلاف ہے

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست
بادشاہ نے اس سے کہا، تو بتا کیا تدبیر ہے؟
چارۂ ایں مکر و ایں تزویر چیست
اور اس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟

تانماند در جہاں نصرانیئے
(میں چاہتا ہوں کہ) دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے
نے ہویدا دین و نے پنہانیئے
نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

گفت اے شہ گوش و دستم را ببر
اس نے کہا اے بادشاہ! میرے کان اور ہاتھ کاٹ دے
بینیم بشگاف و لب از حکم مُر
اور کڑوے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے

بعد ازاں در زیرِ دار آور مرا
اس کے بعد مجھے سولی کے نیچے لے آ
تابخواہد یک شفاعت گر مَرا
یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے

---

1. قرار۔ یعنی جب قاضی رشوت لینے کی ٹھان لے تو اس کے ذہن میں ظالم اور مظلوم کا فرق نہیں رہتا۔ حقد۔ کینہ۔ کہ۔ میں کاف بیانیہ ہے اس کی ہا کا تلفظ نہیں کیا جاتا ہے۔ رہزن۔ ڈاکو، یہاں عیار اور چالاک مراد ہے۔ عشوہ۔ دھوکہ۔ کو۔ کہ او۔ ترسایاں۔ ترسا کی جمع جو عیسائی اور آتش پرست کے لئے بولا جاتا ہے، یہاں عیسائی کے معنی میں ہے۔ کم۔ کبھی کم کے معنی میں آتا ہے کبھی نفی کے معنی دیتا ہے، یہاں نفی کے معنی میں ہے۔
2. دست از چیزے شستن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ مشک۔ میم کے کسرہ اور ضمہ سے پڑھا جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ ان کو پہچاننا مشکل ہے۔ تزویر۔ حیلہ، مکر و فریب۔ ہویدا۔ ظاہر۔ پنہاں۔ پوشیدہ۔ مر۔ کڑوا۔ دار۔ سولی۔ شفاعت گر۔ سفارشی۔

بر منادی گاہ[1] کن ایں کار تو
تو یہ کام اعلان گاہ پر کر
بر سرِ راہے کہ باشد چار سو
(اور) اس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو

آنگہم از خود براں تا شہر دور
اس وقت مجھے اپنے پاس سے کسی دور شہر میں نکال دے
تا در اندازم در ایشاں صد فتور
تاکہ میں ان میں سو فتور ڈال دوں

چوں شوند آں قوم از من دیں پذیر
جب وہ قوم مجھ سے دین قبول کرنے لگے گی
کارِ ایشاں سَر بسر شوریدہ گیر
تو ان کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا

درمیاں شاں فتنہ و شور افگنم
ان میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کر دوں گا
کاہرمن حیراں بماند در فنم
کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائے گا

آنچہ خواہم کرد با نصرانیاں
جو (برتاؤ) میں عیسائیوں سے کروں گا
آں نمی آید کنوں اندر بیاں
اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا

چوں شمارندم امین و رازداں
جب وہ مجھے امانتدار اور رازدار سمجھ لیں گے (تو میں)
دامِ دیگر گوں نہم در پیش شاں
ان کے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا

از حیل[2] بفریبم ایشاں را ہمہ
ان سب کو حیلوں سے فریب دوں گا
و اندر ایشاں افگنم صد دمدمہ
اور ان میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلا دوں گا

تابدست خویش خونِ خویشتن
یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون
بر زمین ریزند کو تہ شد سخن
زمین پر بہائیں گے، بات مختصر ہوئی

تلبیس اندیشیدنِ وزیر بانصاری و مکر او

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اس کا مکر

پس بگویم من بسر نصرانیم
پھر میں کہوں گا، میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں
اے خدائے رازداں میدانیم
اے رازداں خدا! تو مجھے جانتا ہے

شاہ واقف گشت از ایمانِ من
بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہو گیا
و ز تعصب کرد قصد جانِ من
(اور) اس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا تہیہ کر لیا

خواستم تا دیں ز شہ پنہاں کنم
میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں
آنچہ دینِ اوست ظاہر آں کنم
اور جو اس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں

شاہ بوئے بُرد از اسرارِ من
بادشاہ نے میرے رازوں کی بو پا لی
متہم شد پیشِ شہ گفتارِ من
اور میری بات بادشاہ کے سامنے جھوٹی ہو گئی

---

[1] منادی گاہ۔ وہ جگہ جہاں اعلانِ عام کیا جاتا ہے۔ چارسو۔ چوک، چوراہہ۔ براں۔ راندن سے امر کا صیغہ ہے۔ دین پذیر۔ دین کی بات قبول کرنے والا۔ شوریدہ۔ پریشان وخراب۔ اہرمن۔ ایرانیوں کے عقیدہ کے مطابق وہ خدا جو خالق شر ہے۔ ہم اس کا ترجمہ شیطان کرتے ہیں۔ امین۔ امانتدار۔ رازداں۔ بھیدی۔ دگرگوں۔ دوسری طرح۔

[2] حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ دمدمہ۔ مکروفریب۔ بسر نصرانیم۔ یعنی بظاہر یہودی پوشیدہ عیسائی ہوں۔ اے خدا۔ یعنی خدا کی قسم کھا کر کہوں گا۔ تعصب۔ اپنے کی بے جا حمایت۔ دین۔ یعنی عیسائیت۔ دینِ او۔ یعنی یہودیت۔ متہم۔ تہمت زدہ۔

گفت[1] گفتِ تو چو درناں سوزن ست
اس نے کہا، تیری گفتگو روئی میں سوئی کی طرح ہے
از دلِ من تا دلِ تو روزن ست
(اور) میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے

من ازاں روزن بدیدم حالِ تو
میں نے اس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے
حال دیدم کے نیوشم قالِ تو
جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گر نبودے جانِ عیسٰیؑ چارہ ام
اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی روح میری مددگار نہ ہوتی
اُو جہودانہ بکردے پارہ ام
تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا

بہرِ عیسٰیؑ سر بیازم جاں دہم
حضرت عیسٰی علیہ السلام کے لئے میں جان اور سر دوں
صد ہزاراں منتش برخود نہم
ان کے لاکھوں احسان جان پر سمجھوں

جاں دریغم نیست از عیسٰیؑ و لیک
حضرت عیسٰیؑ کیلئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن
واقفم بر علم دینش نیک نیک
میں ان کے دین سے خوب خوب واقف ہوں

حیف می آید مراکاں دین پاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین
درمیانِ جاہلاں گردد ہلاک
جاہلوں میں پہنچ کر تباہ و برباد ہو

شکر یزداں را و عیسٰی را کہ ما
اللہ اور عیسٰی کا شکر ہے کہ ہم
گشتہ ایم ایں دینِ حق را رہنما
اس سچے دین کے راہنما بن گئے ہیں

از جہودی[2] و ز جہوداں رستہ ایم
یہودیت اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں
بر زنارے میاں را بستہ ایم
جب سے کہ ہم نے زنار سے اپنی کمر کس لی ہے

دُور دورِ عیسٰی ست اے مرداں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرت عیسٰی ہی کا عہد ہے
بشنوید اَسرارِ کیشِ اُو بجاں
ان کے مذہب کے اسرار دل و جان سے سنو

کایں شہِ بیدین و ظالم بس عدوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے
می نہ داند ہیچ دشمن راز دوست
دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا

ایں نسق می گفت با نصرانیاں
وہ عیسائیوں سے اس طرح کی باتیں کہتا تھا
لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
لیکن اس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا

گفت شہ را کاے شہنشہ صبر کن
بادشاہ سے کہا، جہاں پناہ! ذرا صبر کریں
تا من ایشاں را کنم از بیخ و بن
تاکہ میں ان کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں

---

1. گفت۔ پہلا گفت فعل ماضی، دوسرا گفت حاصل مصدر ہے۔ روزن۔ کھڑکی، روشن دان، یعنی میں تیرے دل کی بات سے واقف ہوں۔ نیوشیدن۔ سننا۔ قال۔ بات، گفتگو۔ جہودانہ۔ یعنی وہ تعصب جو یہودیوں میں ہے۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ بہرعیسٰی۔ حضرت عیسٰی کے لئے جان اور سر دینے کی تمنا ہے، اگر یہ سعادت مجھے مل جائے تو ہزار احسان مانوں۔ حیف۔ یعنی جینے کی تمنا اس لئے کہ دین عیسٰی کی حفاظت اور تبلیغ کروں۔

2. جہودی۔ یہودیت۔ جہوداں۔ بادشاہ کے متعلقین یہودی۔ زنار۔ جنیو، وہ دھاگا جس میں عیسائی اپنی گردن میں صلیب ڈالتے ہیں۔ دور۔ عہد، زمانہ یعنی اس وقت لوگ حضرت عیسٰی کی شریعت سے مکلف ہیں۔ کیش۔ دین، مذہب۔ می نہ داند۔ دشمنی میں اندھا ہے۔ نسق۔ طرز، اسلوب یعنی جو باتیں عیسائیوں سے کہے گا وہ بادشاہ کو سنائیں۔ کشاں۔ مائل۔ کنم۔ کاف کے فتحہ سے، کندن، اکھاڑنا۔ بن۔ جڑ، بنیاد۔

چوں شمارندم امین و مقتدا[1] سرنہندم جملہ جویند اہتدا

جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے میرے سامنے سب سر جھکا دیں گے اور رہنمائی چاہیں گے

قبول کردن نصاریٰ مکر وزیر را

نصاریٰ کا وزیر کے مکر کو قبول کرنا

چوں وزیر ایں مکر را برشہ شمرد از دلش اندیشہ را کلی ببرد

جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا تو اس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا

کرد بادے شاہ آں کاریکہ گفت خلق حیراں ماند زاں رازِ نہفت

بادشاہ نے اس کے ساتھ وہی کام کیا جو اس نے کہا (اور) اس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے

کرد رسوائیش میانِ انجمن تا کہ واقف شد زحالش مرد و زن

بادشاہ نے اس کو بھری انجمن میں رسوا کیا یہانتک کہ مرد اور عورت اسکے حال سے واقف ہو گئے

راند او را جانب نصرانیاں کرد در دعوت شروع او بعد ازاں

اس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا اس کے بعد اس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا

چوں چناں دیدند ترسایانش زار می شدند اندر غم او اشکبار

عیسائیوں نے جب اس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا تو وہ اس کی حالت زار پر رو پڑے

حالِ عالم ایں چنیں ست اے پسر از حسد می خیزد اینہا سر بسر

اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

جمع آمدن نصاریٰ با وزیر، و، راز گفتن او با یشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اس کا ان سے راز کہنا

صد ہزاراں مرد ترسا سوئے او اندک اندک جمع شد در کوئے او

لاکھوں عیسائی اس کی حمایت میں تھوڑے تھوڑے اس کے کوچہ میں جمع ہو گئے

او بیاں می کرد با ایشاں براز سرِّ انگلیوں و زُنار و نماز

وہ ان سے رازداری کے ساتھ بیان کرتا تھا انجیل اور رشتہ صلیب اور نماز کے اسرار

او بیاں می کرد با ایشاں فصیح دائماً اقوال و افعالِ مسیح

وہ ان سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا ہمیشہ حضرت مسیح کے اقوال اور افعال

او بظاہر واعظ احکام بود لیک در باطن صفیر و دام بود

وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا لیکن بباطن سیٹی اور جال (والا معاملہ) تھا

بہر ایں معنی صحابہ از رسول ملتمس بودند مکر نفس غول

اسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے

---

[1] مقتدا۔ جس کی پیروی کی جائے۔ اہتداء۔ ہدایت حاصل کرنا۔ شمرد۔ اس نے گنا، شمار کیا۔ کلی۔ بالکل۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اس کے ہاتھ، پیر، ناک، کان کاٹ کر عیسائیوں کے علاقہ میں نکلوا دیا۔ دعوت۔ یعنی دین کی تبلیغ۔ زار۔ عاجز، بدحال۔ اشکبار۔ آنسو بہانے والا۔ حال۔ یعنی حسد یہ سب کراتا ہے جو وزیر عیسائیوں کے ساتھ کر رہا تھا۔ ترسا۔ عیسائی۔ انگلیوں۔ انجیل کو کہتے ہیں۔ زنار۔ یعنی اس صلیب کا دھاگا جو عیسائی گلے میں لٹکاتے ہیں۔ احکام۔ عیسوی مذہب کے احکام۔ صفیر۔ وہ آواز جو شکاری جانوروں کو پھنسانے کے لئے نکالتا ہے۔ ایں معنی۔ شیطانی مکر و فریب۔ غول۔ شیطان، چھلاوہ۔

کو[1] چہ آمیزد زاغراضِ نہاں | در عبادتہا و در اخلاصِ جاں
کہ وہ کیا پوشیدہ طور پر خودغرضیاں ملا دیتا ہے | عبادتوں اور دل کے اخلاص میں

فضلِ طاعت را نجستندے ازو | عیبِ باطن را بجستندے کہ کو
ان سے عبادت کی فضیلتیں تلاش نہ کرتے | (بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمایئے

موبمو و ذرّہ ذرّہ مکرِ نفس | میشناسیدند چوں گل از کرفس
نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرّہ ذرّہ | وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو کرفس سے (جدا پہچانا جا سکتا ہے)

گفت زاں فصلے حذیفہؓ با حسنؒ | تابداں شد وعظ و تذکیرش حسن
اس کا کچھ حصہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت حسنؒ کو بتایا۔ | جس سے ان کا وعظ اور بیان خوب ہو گیا

موشگافانِ[2] صحابہ جملہ شاں | خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں
تمام نکتہ شناس صحابہ | اس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے

دل بدو دادند ترسایاں تمام | خود چہ باشد قوتِ تقلید عام
تمام عیسائیوں نے اس کو دل دے دیا | عام تقلید کی قوت (بھی) کیا ہوتی ہے

در درونِ سینہ مہرش کاشتند | نائب عیسیش می پنداشتند
انہوں نے اپنے سینوں میں اس کی محبت کا بیج بو لیا | وہ اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نائب سمجھ رہے تھے

او بسرِ دجالِ یک چشم لعیں | اے خدا فریاد رس نعم المعیں
وہ خفیہ طور پر ملعون کانا دجال ہے | اے خدا، اچھے مددگار، ہماری فریاد سن

صد ہزاراں دام و دانہ ست اے خدا | ما چو مرغانِ حریص و بے نوا
اے خدا، لاکھوں جال اور دانے ہیں | اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں

دمبدم پابستہ دامِ نو ایم | ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں | اگرچہ ہم سب باز اور سیمرغ بن جائیں

می رہانی ہر دمے مارا و باز | سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر | ہم کسی جال کی طرف چل دیتے ہیں، اے بے نیاز!

ما دریں انبانِ گندم می کنیم | گندمِ جمع آمدہ گم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں | جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں

---

1. کو۔ کہ او۔ اغراض۔ نفسانی خواہشیں۔ کرفس۔ ایک تیز بدبودار گھاس ہے۔ حذیفہؓ۔ ابن الیمان مشہور صحابی ہیں جن کو دین کے اسرار حضورؐ سے حاصل ہوئے تھے۔ حسنؒ۔ حسن بصری مراد ہیں اگرچہ حضرت حذیفہؓ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے ہیں ان کو بالواسطہ حضرت حذیفہؓ کے علوم پہنچے ہیں۔ امام غزالی نے فرمایا ہے کہ حسن بصری کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا ہے۔
2. موشگاف۔ نکتہ شناس، محقق۔ خیرہ۔ حیران۔ دل بکسے دادن۔ عاشق ہونا، معتقد ہونا۔ تقلید۔ بلا دلیل کسی کی پیروی کرنا۔ دجال۔ ایک جھوٹے کا نام ہے جو قیامت کے قریب رونما ہوگا۔ بہت سے لوگ اس کی شعبدہ بازی سے معتقد ہو کر اس کے پیرو بن جائیں گے۔ یک چشم۔ کانا، دجال کانا ہوگا۔ لعین۔ ملعون۔ نعم المعین۔ اچھا مددگار۔ سیمرغ۔ کہا جاتا ہے کوئی نادر الوجود پرندہ ہے جو کوہ قاف میں رہتا ہے۔ اس کے پروں میں تیس رنگ ہوتے ہیں۔

می بیندیشیم آخر ما بہوش
جب ہم عقل سے سوچتے ہیں
کایں خلل در گندم ست از مکرِ موش
تو گیہوؤں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے

موش تا انبانِ[1] ما حفرہ زدہ ست
چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے
از فنش انبارِ ما ویراں شدہ ست
اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

اول ایجاں دفع شرِّ موش کن
اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو رفع کر
وانگہ اندر جمع گندم جوش کن
پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر

بشنواز اخبارِ آں صدرُ الصّدور
صدروں کے صدر کی یہ حدیث سن لے
لَا صَلٰوۃَ (تَمَّ) اِلَّا بِالْحُضُوْرِ
کہ کوئی نماز بغیر حضورِ قلب کے مکمل نہیں ہوتی

گر نہ موشے دزد در انبانِ ماست
اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے
گندمِ اعمالِ چل سالہ کجاست
تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟

ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا
ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں
جمع می ناید دریں انبارِ ما
ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

بس ستارہ آتش از آہن جہید
آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں
ویں دلِ شوریدہ پذرفت و کشید
اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا

لیک در ظلمت یکے دُزدِ نہاں[2]
لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں
مے نہد انگشت بر استارگاں
چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے

میکشد استار گانرا یک بیک
چنگاریوں کو فوراً بجھا دیتا ہے
تا کہ نفروزد چراغے بر فلک
تاکہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہ ہو

چوں عنایاتت شود باما مقیم
جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہو جائیں گی
کے بود بیمے ازاں دُزدِ لئیم
تو اس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟

گر ہزاراں دام باشد ہر قدم
اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں
چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

ہر شبے از دامِ تن ارواح را
روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب
می رہانی می کنی الواح را
تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے

می رہند ارواح ہر شب زیں قفس
روحیں ہر شب اس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں
فارغاں بے حاکم و محکوم کس
فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے

---

1. انبان۔ تھیلا، بورا۔ حفرہ۔ گڑھا، سوراخ۔ اول۔ یعنی انسان کو پہلے شیطانی وساوس سے نجات حاصل کرنی چاہیے اس کے بعد عبادت کا ذخیرہ کرے۔ لاصلوٰۃ۔ یعنی نماز جب ہی مکمل ہوگی جب دل میں شیطانی وسوسہ کا دخل نہ رہے۔ چل سالہ۔ عموماً چالیس سالہ عمر جوانی کی ہوتی ہے جس میں انسان باطن کی اصلاح کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ ستارۂ آتش۔ آگ کی چنگاری۔ جہیدن۔ نکلنا۔ شوریدہ۔ دیوانہ۔
2. دزدِ نہاں۔ یعنی شیطان ان شراروں کو بجھا دیتا ہے جو عبادت سے پیدا ہوتے ہیں۔ مقیم۔ قائم، شامل حال۔ باماکی۔ تو ہمارے ساتھ ہے۔ الواح۔ لوح کی جمع بمعنی تختہ، یعنی جس طرح خدا روحوں کو آزاد کر دیتا ہے، اسی طرح ہمیں شیطانی وسوسے سے آزاد کر دے۔ فارغاں۔ ہر طرح کی تکالیف سے آزاد۔

شب زِ زنداں بے خبر زندانیاں
(جس طرح) رات کو قیدی، قید خانہ سے بے خبر ہوتے ہیں

شب زِ دولت بے خبر سلطانیاں
(اور) رات کو کارکنان، سلطنت سے بیخبر ہوتے ہیں

نے غم و اندیشۂ سود و زیاں
نہ کسی کو فائدہ اور نہ نقصان کا غم اور فکر

نے خیالِ ایں فلان و آں فلاں
نہ اس فلانے اور اس فلانے کا خیال

حالِ عارف[1] ایں بود بے خواب ہم
خدا شناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے

گفت یزداں ھُمْ رُقُوْدٌ زیں مَرم
خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اس سے نہ بھاگ

خفتہ از احوالِ دنیا روز و شب
وہ دن و رات دنیا کے احوال سے غافل ہوتا ہے

چوں قلم در پنجہ تقلیبِ رب
خدا کے دست تصرف میں قلم کی طرح ہے

آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا

فعل پندارد بہ جنبش از قلم
وہ قلم کی حرکت کو اسی کا فعل سمجھتا ہے

تمثیل مردِ عارف و تفسیر "اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا"

مرد عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے" کی تفسیر

شمہ[2] زیں حالِ عارف وا نمود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کر دیا ہے

خلق راہم خوابِ حسی در ربود
کہ لوگوں کو حسی نیند بھی بے خود کر دیتی ہے

رفتہ در صحراءِ بے چوں جانِ شاں
ان کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے

روحِ شاں آسودہ و ابدانِ شاں
ان کی روح اور ان کے بدن آرام میں ہوتے ہیں

فارغاں از حرص و اکباب[3] و خصص
(یہ لوگ) حرص اور جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں

مرغ وار از دام جستہ و زقفس
اس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

ترکِ روز آخر چو با زرّیں سپر
آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر

ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ گرایا

میل ہر جانے بسوئے تن بود
ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے

ہر تنے از روح آبستن بود
ہر بدن روح سے بار دار ہو جاتا ہے

---

1. عارف۔ جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔ ہم رقود۔ وہ سوئے ہوئے ہیں یہ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا ہے۔ اصحاب کہف بزرگوں کی ایک جماعت تھی جو دقیانوس بادشاہ کے زمانہ میں پیغمبر وقت پر ایمان لے آئے تھے۔ بادشاہ کے ظلم کے خوف سے ایک غار میں جا چھپے تھے۔ مرم۔ یعنی اصحاب کہف کے بارے میں عقیدہ سے گریز نہ کر۔ چوں قلم۔ اصل کاتب کا پنجہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے قلم چلتا ہے۔
2. شمہ۔ تھوڑا سا حصہ۔ عارف۔ وہ شخص جس کو خدا کی معرفت حاصل ہو گئی ہو۔ صحراء بے چوں۔ اس سے مراد عالم مثال ہے جس کو عالم برزخ بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم جو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اس کو عالم اجسام یا عالم شہادت کہا جاتا ہے، جو کچھ عالم شہادت میں ہے وہ بلا کسی مادہ کے عالم مثال میں بھی ہے۔ یہی عالم مثال مرنے کے بعد تا قیامت انسان کا مقام ہے، خواب میں یہی عالم مثال نظر آتا ہے، اس کے علاوہ ایک عالم ارواح ہے جو مادہ اور کیفیت دونوں سے منزہ ہے۔
3. اکباب۔ کسی چیز پر اوندھا گرنا۔ خصص۔ بکسرتین، دوزنا، سر کے بالوں کا کم ہونا جو فکر اور پریشانی سے ہوتا ہے۔ ترک۔ ترکستان کا رہنے والا، سپاہی۔ ہندو۔ چور، غلام، ہندوستان کا رہنے والا۔ آبستن۔ حاملہ ہونا، بوجھل ہونا۔

از صفیرے[1] باز دام اندر کشی
سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے

جملہ را در دامِ درد آور کشی
سب کو مصیبت کے جال میں پھانس دیتا ہے

چونکہ نورِ صبح دم سر بر زند
جب صبح کے وقت کا نور نمودار ہوتا ہے

کرگس زرّین گردوں پر زند
اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

فالق الاصباح اسرافیل وار
صبح کو پیدا کرنے والا اسرافیل کی طرح

جملہ را در صورت آرد زاں دیار
ان جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے

روحہائے مُنبَسِط را تن کند
منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے

ہر تنے را باز آ بستن کند
ہر جسم کو پھر بار دار کر دیتا ہے

اسپ جاں را می کند عاری ززیں
روح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے

سرِّ النَّومُ اَخُ الْمَوْتُ ست ایں
"نیند موت کی بہن ہے" کا مطلب یہی ہے

لیک بہر آنکہ روز آیند باز
لیکن اس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں

بر نہد بر پائے شاں بند دراز
ان کے پیر میں لمبی رسی باندھ دیتا ہے

تا کہ روزش وا کشد زاں مرغزار
تا کہ اس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے

وز چراگاہ آردش در زیر بار
اور چراگاہ سے اس کو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

کاش چوں اصحابِ کہف آں روح را
کاش اصحابِ کہف کی طرح اس روح کو

حفظ کردے یا چو کشتی[2] نوح را
محفوظ کر دیتا یا اسطرح جیسے کشتی نے نوح کی حفاظت کی

تا ازیں طوفانِ بیداری و ہوش
تا کہ بیداری اور ہوش کے اس طوفان سے

وا رہیدے ایں ضمیر و چشم و گوش
چھوٹ جاتے، یہ دل اور آنکھ اور کان

اے بسا اصحابِ کہف اندر جہاں
اے (مخاطب) بہت سے اصحابِ کہف دنیا کے اندر

پہلوئے تو پیشِ تو ہست ایں زماں
تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں

یار با او، غار با او ہم سَرُود
یار اور غار (دونوں) ان کے ہمساز ہیں

مہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سود
لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مہر ہے، کیا فائدہ

باز داں کز چیست ایں رُوپوشہا
اب سمجھ لے کہ یہ حجابات کس لئے ہیں؟

ختم حق بر چشم ہا و گوش ہا
آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مہر کس وجہ سے ہے؟

---

[1] صفیر۔ شکاری کی سیٹی جس سے شکار مائل ہو جاتا ہے۔ دامِ درد آور۔ بیداری میں طرح طرح کے دردوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ سر بر زدن۔ ظاہر ہونا۔ کرگس۔ گدھ۔ پر زدن۔ اڑنا۔ فالق الاصباح۔ صبح کو رات کی تاریکی سے نکالنے والا۔ اسرافیل۔ اس فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا۔ منبسط۔ آزاد۔ عاری۔ خالی، برہنہ۔ زین۔ کاٹھی۔ سرّ۔ بھید۔ نوم۔ نیند۔ اخ۔ بھائی۔ برنہد۔ بر زیادہ ہے۔ واکشیدن۔ زور یا حیلہ کے ذریعے کھینچنا۔ مرغزار۔ چراگاہ۔ وز۔ واز۔ زیر بار۔ جانوروں کو چراگاہ سے واپس لانے کے بعد لادا جاتا ہے۔

[2] کشتی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی نے چند روز حفاظت کی۔ طوفان۔ بیداری میں انسان طرح طرح کے مصائب اور افکار سے دوچار ہوتا ہے۔ بسا۔ اصحاب کہف کی طرح کے بہت سے اولیاء اس وقت بھی گردوپیش میں موجود ہیں لیکن ہمیں بصیرت حاصل نہیں کہ ان کو پہچان سکیں۔ باز داں۔ یہ ظاہر ہے کہ یہ بے بصیرتی ہماری معصیت کاری کی وجہ سے ہے۔

سوال کردنِ خلیفہ از لیلیٰ و جوابِ اُو

خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں[1] توئی — کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے — کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے

از دگر خوباں تو افزوں نیستی — گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر تو نہیں ہے — اس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے

دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا — ہر دو عالم بے خطر بودے تُرا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی — (تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

باخودی تو لیک مجنوں بیخودست — در طریق عشق بیداری بدست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے — عشق کی راہ میں بیداری بری ہے

ہرکہ بیدارست او در خواب تر — ہست بیداریش از خوابش بتر
جو بیدار ہے، وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے — اس کی بیداری، نیند سے بدتر ہے

ہر کہ درخواب ست بیداریش بہ — مست غفلت عین ہشیاریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اس کا بیدار ہونا بہتر ہے — غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے

چوں بحق[2] بیدار نبود جانِ ما — ہست بیداری چو در بندانِ ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو — تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے

جاں ہمہ روز از لکد کوبِ خیال — وز زیان و سود و از خوفِ زوال
پورے دن جان، خیالات کی پامال — اور نقصان و نفع اور زوال کے خوف سے

نے صفا میماندش نے لطف و فر — نے بسوئے آسماں راہِ سفر
نہ اس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت — نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

خفتہ آں باشد کہ اُو از ہر خیال — دارد امید و کند با اُو مقال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے — امید وابستہ کرے اور اس کے متعلق گفتگو کرے

نے چنانکہ از خیال آید بحال — آں خیالش گردد اُو را صد وبال
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے — (بلکہ) اس کا وہ خیال اس کے لئے سو وبال ہے

دیو را چوں حور بیند اُو بخواب — پس ز شہوت ریزد اُو با دیو آب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے — پھر شہوت سے اس سے ہم بستری کرتا ہے

---

1. کاں۔ کہ آں۔ غوی۔ دیوانہ، گمراہ۔ مجنوں نیستی۔ سعدیؒ نے فرمایا ہے لیلیٰ را از دریچہ چشم مجنوں بایستے نگریست۔ خطر۔ قدر و منزلت۔ باخود۔ ہوشیار۔ بے خود۔ بے ہوش، مجذوب۔ ہرکہ۔ جو شخص دنیاوی کاروبار میں پھنسا ہے اور جاگ رہا ہے اس کی بیداری نیند سے بدتر ہے۔ بتر۔ بدتر۔ خواب۔ خواب غفلت میں مبتلا لوگوں کا بیدار ہو جانا بہتر ہے۔

2. بحق۔ اللہ کے معاملہ میں بیدار رہنا چاہئے۔ جاں۔ دنیاوی دھندوں سے روح مکدر ہو جاتی ہے اور اس کو عالم بالا کی سیر کا راستہ نہیں ملتا۔ ہر خیال۔ خیالوں کی دنیا میں آباد بیدار، غفلت کی نیند میں ہے۔ مقال۔ گفتگو۔ حال۔ وجد کی وہ کیفیت جو سالکوں پر طاری ہوتی ہے۔ دیو۔ شیطان۔ آب۔ یعنی انزال منی۔

چونکہ تخمِ نسل[1] در شورہ بریخت
جیسے ہی نسل کا بیج اس نے شور زمین میں ڈالا
اُو بخویش آمد خیال از وے گریخت
وہ بیدار ہوا اور خیال اس سے روانہ ہوا

ضعفِ سَر بیند ازاں و تن پلید
اس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید
آہ ازاں نقشِ پدید نا پدید
اس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

مرغ بر بالا پراں و سایہ اش
پرندہ اوپر اڑ رہا اور اس کا سایہ
میدَوَد بر خاک پرّاں مرغ وش
پرندہ کی طرح زمین پر اڑان کر رہا ہے

ابلہے صیّادِ آں سایہ شود
بیوقوف، اس سایہ کا شکاری بنتا ہے
میدَوَد چندانکہ بے مایہ شود
اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے

بے خبرکاں عکسِ آں مرغِ ہواست
اس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے
بے خبر کہ اصلِ آں سایہ کجاست
اور اس سے بے خبر ہے کہ اس سایہ کی اصل کہاں ہے

تیر اندازد بسوئے سایہ اُو
وہ سایہ کی طرف تیراندازی کرتا ہے
ترکشش خالی شود در جستجو
(اور) جستجو ہی میں اس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے

ترکشِ عمرش تہی شد عمر رفت
اس کی عمر کا ترکش خالی ہوا، عمر (برباد) گئی
از دویدن در شکارِ سایہ تفت
سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا

سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش
جب اللہ کا سایہ اس کی دایہ ہو
وارہاندازِ خیالِ سایہ اش
تو اس کو سایہ کے خیال سے نجات دے دے گا

در تحریضِ متابعت ولیِّ مرشد

رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بود بندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے
مردۂ ایں عالم و زندہ خدا
وہ اس دنیا کا مردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے

دامنِ اُو گیر زُوتر[2] بے گماں
اس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے
تارہی از آفت آخر زماں
تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

کَیفَ مَدَّ الظِّلَّ نقشِ اولیاست
"کیف مد الظل" اولیاء کا وجود ہے
کو دلیلِ نورِ خورشید خداست
جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں

اندریں وادی مَرو بے ایں دلیل
اس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل
لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن گو چوں خلیل[3]
خلیل اللہ کی طرح کہہ دے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

---

[1] تخم نسل۔ نطفہ، منی۔ ضعف سر۔ بدخوابی سے دماغ کمزور ہو جاتا ہے۔ پدید ناپدید۔ خواب میں جو ظاہر ہوا حقیقت میں وہ کچھ نہیں ہے۔ مرغ۔ واہی خیالات کے پیچھے بھاگنے والوں کی دوسری مثال ہے۔ اصل۔ یعنی پرند۔ ترکش۔ تیروں کا تھیلا۔ تفت۔ فعل ماضی، تفتن بمعنی سوختن۔ سایہ یزداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دایہ۔ انا، مراد مرشد کامل ہے۔ سایہ۔ یعنی خیالاتی دنیا۔ تحریض۔ برانگیختہ کرنا۔ بندۂ خدا۔ یعنی خدا کا خاص بندہ۔

[2] زوتر۔ زودتر کا مخفف ہے، بہت جلد۔ کیف مد الظل۔ یہ قرآنی آیت کا ٹکڑا ہے اس میں فرمایا گیا ہے اے نبیؐ کیا تم اپنے رب کی طرف نہیں دیکھتے کہ اس نے کس طرح سایہ کو دراز کیا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ اس سایہ سے اولیاء اللہ کے وجود کی طرف اشارہ ہے۔ دلیل۔ یعنی مرشد کامل۔ لا احب الآفلین۔ حضرت ابراہیمؑ نے ستارے کی الوہیت سے انکار کرتے ہوئے فرمایا تھا میں چھپ جانے والوں کو پسند نہیں کرتا مراد دنیائے ناپائیدار کے تعلقات ہیں۔

رَو زِ سایہ آفتابے را بیاب
جا، سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کر لے

دامن شہ شمس تبریزی[1] بتاب
اور شاہ شمس تبریزی کا دامن تھام لے

رہ ندانی جانبِ ایں سور و عرس
اس جشن اور شادی کا راستہ اگر تجھے معلوم نہیں ہے

از ضیاء الحق حُسام الدّیں پرس
تو ضیاء الحق حسام الدّین سے پوچھ لے

ورحسد گیرد ترا در رہ گلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے

در حسد ابلیس را باشد غلو
حسد میں شیطان کو غلو ہے

کو زِ آدم ننگ دارد از حسد
اسلئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے

با سعادت جنگ دارد از حسد
اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے

عقبۂ زیں صَعب[2] تر در راہ نیست
راستہ میں اس سے سخت گھاٹی نہیں ہے

اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست
وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جسکے ساتھ حسد نہیں ہے

ایں جسد خانہ حسد آمد بداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے، سمجھ لے

کز حسد آلودہ گردد خانداں
حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے

خانماںہا از حسد گردد خراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں

بازِ شاہی از حسد گردد غراب
حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوّا بن جاتا ہے

گر جسد خانہ حسد باشد ولیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے لیکن

آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے

یافت پاکی از جنابِ کبریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پا لی ہے

جسم پُر از کبر و پُر حقدوریا
اس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے

"طَهِّرَا بَيْتِيَ" بیانِ پاکی ست
"تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو" پاکی کا بیان ہے

گنج نورست ار طلسمش خاکی ست
نور کا خزانہ ہے اگرچہ اس کا نقش مٹی کا ہے

چوں کنی باپے حسد مکر و حسد
جب تو کسی صاف دل کے ساتھ مکر اور حسد کرے گا

زاں حسد دل را سیاہیہا رسد
تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی

خاک شو مردانِ حق را زیرِ پا
خاصانِ خدا کے پیر کے نیچے خاک بن جا

خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

---

1. شمس تبریزی۔ مولانا رومی کے شیخ ہیں، تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سور۔ سین کے ضمہ سے، مجلس شادی، جشن۔ ضیاء الحق حسام الدین۔ شمس تبریزی سے بیعت تھے پھر مولانا سے مستفیض ہوئے۔ تفصیلی حالات مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ ورحسد۔ تو اس حسد کو شیطانی وسوسہ سمجھ، اس لئے کہ شیطان حسد پیدا کر دینے میں غلو ہے۔ کو۔ کہ او، شیطان نے حضرت آدم کی قدر و منزلت دیکھ کر حسد کیا اور یہ کہہ کر کہ وہ مٹی سے بنا ہے اور میں آگ سے، اس تکبر کا اظہار کیا تو ہمیشہ کے لئے سعادت سے محروم ہو گیا۔ عقبہ۔ عین اور قاف کے زبر کے ساتھ پہاڑ کی دشوار گزار گھاٹی۔
2. صعب۔ دشوار، سخت۔ جسد۔ جسم۔ خاندان۔ یعنی تمام اعضائے انسانی۔ خانماں۔ مخفف ہے خان ومان کا، گھربار۔ غراب۔ کوا۔ باز۔ پرندوں میں اشرف ہے، کوا نجاست خور ذلیل پرندہ ہے۔ یافت۔ جب انسان ریاضت اور مجاہدہ کرتا ہے، یہ نفسانی عیوب زائل ہو جاتے ہیں۔ طلسم۔ جادو، وہ پتلا جو خزانہ پر بٹھا دیا جاتا تھا۔ طہرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرو اور اس کے یہ معنی بھی ہیں کہ کبر اور حسد کے بتوں کو دل سے نکال ڈالو۔ مردانِ حق۔ اولیاء اللہ۔ خاک شو۔ فرمانبردار بن جا۔ خاک بر سر کن۔ دفع کر۔

در بیانِ حسد کردن وزیر جہود

یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک[1] از حسد بودش نژاد ۔۔۔ تا بباطل گوش و بینی باد داد
وہ کمینہ وزیر، حسد سے بنا تھا ۔۔۔ اسی لئے اس نے ناحق کان اور ناک برباد کئے

بر امید آنکہ از نیشِ حسد ۔۔۔ زہرِ اُو در جانِ مسکیناں رسد
اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ ۔۔۔ اس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہنچ جائے گا

ہر کسے کو از حسد بینی کند ۔۔۔ خویش را بے گوش و بے بینی کند
جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے ۔۔۔ وہ اپنے آپ کو ہی کان اور بے ناک کا کر لیتا ہے

بینی آں باشد کہ او بوئے بُرد ۔۔۔ بوئے اُو را جانب کوئے برد
ناک تو وہ ہے جو بو سونگھے ۔۔۔ بو اس کو کوچہ کی طرف لے جائے

ہر کہ بویش نیست بے بینی بود ۔۔۔ بوئے آں بوئیست کاں دینی بود
جس میں بو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے ۔۔۔ اور بو وہ بو ہے جو دین کی ہو

چونکہ بوئے برد و شکر آں نہ کرد ۔۔۔ کفرِ نعمت آمد و بینیش خورد
اور جب بو سونگھی اور اس کا شکر نہ کیا ۔۔۔ تو یہ کفرانِ نعمت ہوا اور (گویا) وہ اس کی ناک کو کھا گیا

شکر کن مر شاکراں را بندہ باش ۔۔۔ پیشِ ایشاں مُردہ شو[2] پایندہ باش
شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن ۔۔۔ ان کے سامنے مردہ بن اور عمر دوام حاصل کر

چوں وزیر از رہزنی مایہ مساز ۔۔۔ خلق را تو برمیاور از نماز
وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر ۔۔۔ لوگوں کو نماز سے نہ روک

فہم کردن حاذقانِ نصاریٰ مکر وزیر را

ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصحِ دیں گشتہ آں کافر وزیر ۔۔۔ کردہ اُو مکر از در لوزینہ سیر
وہ کافر وزیر، دین کا واعظ بن گیا ۔۔۔ اس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفتِ اُو ۔۔۔ لذتے میدید و تلخی جفتِ اُو
جو صاحب ذوق تھا وہ اس کی گفتگو سے ۔۔۔ لذت محسوس کرتا اور اس کے ساتھ کڑواہٹ بھی

نکتہ ہا میگفت اُو آمیختہ ۔۔۔ در جلاب و قند زہرے ریختہ
وہ ملے جلے نکتے بیان کرتا تھا ۔۔۔ گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

---

[1] وزیرک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ نژاد۔ اصل۔ باطل۔ ناحق۔ باد داد۔ برباد داد۔ مسکیناں۔ یعنی عیسائی۔ بینی کندن۔ انکار کرنا۔ بے گوش۔ یعنی اپنے آپ کو بہرا بناتا ہے۔ کوئے۔ یعنی راہِ خدا۔ بوئے بردن۔ پہچاننا، سراغ لگالینا۔ کفرِ نعمت۔ احسان فراموشی یعنی ولی کامل کو پہچان کر فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے۔

[2] مردہ شو۔ مرید کو شیخ کے سامنے ایسا بن جانا چاہیئے جیسا کہ مردہ غسل دینے والے کے لئے۔ از نماز۔ یعنی خدا کی یاد۔ صاحب ذوق۔ یعنی صاحب ذوق لوگ بیان کی لذت بھی محسوس کرتے تھے اور مکاری کی تلخی بھی محسوس کرتے تھے۔

ہاں[1] مشو مغرور زاں گفت نکو
خبردار، اس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا

ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں
جو شخص برا ہو، اس کی گفتگو بری سمجھ

گفت انساں پارۂ انساں بود
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے

زاں علیؓ فرمود نقل جاہلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات

بر چناں سبزہ ہر آنکو بر نشست
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا

بایدش خود را بشستن از حدث
اس کو اپنے آپ کو ناپاکی سے پاک کرنا چاہئے

ظاہرش میگفت در رہ چست شو
اس کا ظاہر کہتا تھا (معرفت کی) راہ میں چست ہو جا

ظاہر نقرہ سپیدست و منیر
چاندی کا ظاہر اگر سفید اور روشن ہے

آتش ارچہ سُرخرو است از شرر
آگ اگرچہ چنگاریوں کی وجہ سے سرخ رو ہے

برق اگرچہ نور آید در نظر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے

ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود
صاحب ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا

مدتِ شش سال در ہجرانِ شاہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں

دین و دل را کل بد و بسپرد خلق
لوگوں نے دین اور دل بالکل اس کے سپرد کر دیا

زانکہ باشد صد بدی در زیرِ اُو
اس لئے کہ اس کی تہ میں سو برائیاں ہوتی ہیں

ہرچہ گوید مردہ آنرانیست جاں
جو بات مردہ کہے، اس میں جان نہیں ہے

پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بود
روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے

برمزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اے فلاں! کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے

برنجاست بیشکے بنشستہ است
وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے

تا نمازِ فرض اُو نبود عبث
تاکہ اس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے

واز اثر میگفت جاں را سست شو
اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا، سست ہو جا

دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر[2]
ہاتھ اور کپڑے اس سے سیاہ ہو جاتے ہیں تارکول کی طرح

تو ز فعل اُو سیہ کاری نگر
لیکن تو اس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ

لیک ہست از خاصیت دُزدِ بصر
لیکن خاصیت میں بینائی کو چرانے والی ہے

گفت اُو در گردنِ اُو طوق بود
اس (وزیر) کی گفتگو اس کی گردن کا طوق تھی

شد وزیر اتباعِ عیسیٰؑ را پناہ
وزیر، عیسائیوں کی پناہ ہو گیا

پیشِ امر و نہی اُو می مُرد خلق
اس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

1. ہاں۔ حرف تنبیہ ہے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔ زشت۔ یعنی برے کی بات بھی بری ہوتی ہے۔ نقل۔ قول، بات۔ مزابل۔ مزبلہ کی جمع، کوڑی۔ کوڑا ڈالنے کی جگہ۔ حدث۔ ناپاکی۔ عبث۔ باطل۔ ظاہرش۔ بظاہر اگرچہ نصیحت کرتا تھا لیکن تاثیر الٹی تھی۔ ظاہر نقرہ۔ یہ تینوں شعر اس مضمون کو واضح کرنے کے لئے ہیں کہ ظاہر کی خوبی باطن کی خوبی کی دلیل نہیں۔

2. قیر۔ ایک قسم کا سیاہ روغن، تارکول۔ طوق۔ لوہے کا حلقہ جو قیدیوں کے گلے میں ڈالا جاتا تھا، گلے کا زیور۔ ہجراں۔ جدائی۔ اتباع۔ تابع کی جمع، پیروی کرنے والے، تابعدار۔ می مرد خلق۔ یعنی اس کے احکام پر جان دینے لگے۔

پیغامِ شاہ پنہانی بسوئے وزیر پُر تزویر

بادشاہ کا خفیہ پیغام مکار وزیر کے نام

درمیانِ شاہ و اُو پیغام ہا　شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
اس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے　بادشاہ کو خفیہ طور پر اس سے آرام و اطمینان حاصل تھا

آخر الامر[1] از برائے آں مراد　تا دہد چوں خاکِ ایشاں را بباد
بالآخر اس مقصد کے لئے　کہ ان کو خاک کی طرح برباد کر دے

پیشِ اُو بنوشت شہ کائے مُقبِلَم　وقت آمد زود فارغ کن دلم
اس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مند!　وقت آ گیا، جلد میرے دل کو فارغ کر

زانتظارم دیدہ و دل بر رہ ست　زیں غمم آزاد کن گر وقت ہست
انتظار میں میرے دیدہ و دل راستے پر لگے ہیں　اس غم سے مجھے نجات دے، اگر موقع ہے

گفت اینک اندراں کارم شہا　کافگنم در دین عیسیٰؑ فتنہا
اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں بھی اسی کام میں لگا ہوں　کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں فتنے ڈال دوں

بیانِ دوازدہ امیر

قومِ عیسیٰؑ را بد اندر داروگیر　حاکم شاں دہ امیر و دو امیر
عیسائیوں کے انتظام میں　ان کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے

ہر فریقے مرامیرے را تبع　بندہ گشتہ میر خود را از طمع
ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا　جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا

ایں دَہ و دیں دو امیر و قومِ شاں　گشتہ بندہ آں وزیر بد نشاں
یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم　اس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے

اعتمادِ جملہ بر گفتارِ اُو　اقتدائے جملہ بر رفتارِ اُو
سب کو اس کی بات پر بھروسہ تھا　سب اس کی چال کے مقتدی تھے

پیشِ اُو در وقت و ساعت ہر امیر　جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
فوراً ہر امیر اس کے آگے　جان دے دیتا اگر وہ اس سے کہتا کہ مر جا

چوں زبوں کرد آں جہودک جملہ را　فتنۂ انگیخت از مکر و دہا
جب اس کمینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا　مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

تخلیط وزیر در احکامِ انجیل و مکر آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اس کی چالاکی

ساخت طومارے بنامِ ہر یکے　نقش ہر طومار دیگر مسلکے
اس نے ہر ایک نام پر ایک تحریر تیار کی　اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی

---

[1] آخر الامر۔ بالآخر۔ مُقبِل۔ اقبال مند۔ بَد۔ بود۔ داروگیر۔ انتظام۔ تَبَع۔ تابع۔ دہ امیر دو امیر۔ یعنی دوازدہ سبط نصاریٰ۔ اعتماد۔ بھروسہ۔ اقتدار۔ پیروی۔ در وقت و ساعت۔ فوراً۔ میر۔ مردن کا امر ہے۔ زبوں۔ عاجز، بے چارہ۔ جہودک۔ کمینہ یہودی۔ دہا۔ چالاکی۔ طومار۔ لمبی چوڑی تحریر۔ نقش۔ تحریر۔

حکمہائے ہر یکے نوعِ دِگر
ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے

در یکے راہِ ریاضت[1] را و جوع
ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست
ایک میں کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں

در یکے گفتا کہ جوع و جودِ تو
ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت

جز توکل جز کہ تسلیم تمام
توکل اور رضا کے علاوہ

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست
ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے

در یکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست
ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں

تا کہ عجز خود بہ بینم اندراں
تاکہ ہم ان میں عجز کو دیکھ لیں

در یکے گفتا کہ عجز خود[3] مبیں
ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ

قدرتِ خود بیں کہ ایں قدرت ازوست
اپنی قدرت کو دیکھ کہ یہ قدرت اسی کی دی ہوئی ہے

در یکے گفتہ کزیں دو درگذر
ایک میں کہا ان دونوں سے گزر جا

ایں خلافِ آں زپایاں سَر بسر
یہ اول سے آخر تک اس کے بالکل خلاف

رکن توبہ کردہ و شرطِ رجوع
توبہ کا رکن بتایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

شرک باشد از تو تا معبودِ تو
تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے

در غم و راحت ہمہ مکرست و دام
غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

ورنہ اندیشہ توکل تہمت[2] ست
ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے

بہر کردن نیست شرحِ عجز ماست
کرنے کے لئے نہیں ہیں، ہمارے عجز کی تفصیل ہیں

قدرتِ حق را بدانیم آں زماں
اس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

کفر نعمت کردن ست آں عجز بیں
خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے

قدرتِ خود نعمت اُو داں کہ ہوست
اپنی قدرت کو اس کا انعام سمجھ، کہ وہی وہ ہے

بت بود ہر چہ بگنجد در نظر
بت ہوگا جو نظر میں سمائے گا (ان دونوں میں سے)

---

1. ریاضت۔ یعنی عبادت میں محنت کرنا۔ جوع۔ بھوکا رہنا، فاقہ کشی۔ رجوع۔ لوٹنا۔ در یکے۔ یعنی ریاضت سے کوئی فائدہ نہیں، سخاوت کرنا کافی ہے۔ شرک باشد۔ یعنی نجات دہندہ خدا ہے، فاقہ کشی اور سخاوت کو ذریعہ نجات بنانا شرک ہے۔ تسلیم۔ یعنی عبادت و ریاضت ضروری ہے۔ توکل۔ یعنی خدا پر اعتماد کی ضرورت ہے اور اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر دینا ذریعہ نجات ہے۔ خدمت۔ یعنی عبادت و اطاعت۔
2. تہمت است۔ یعنی محض توکل کو ذریعہ نجات سمجھنا نبی پر تہمت کے مترادف ہے کیونکہ نبی نے عبادت کو ضروری قرار دیا ہے۔ امر و نہی۔ یعنی جس قدر خدائی احکام ہیں وہ کرنے کے لئے نہیں بلکہ بندہ کو اس کا عجز تسلیم کرانے کے لئے ہیں، ان پر عمل ناممکن ہے لہٰذا بندہ اپنے آپ کو عاجز تسلیم کر لے گا، یہ جبر کی تعلیم ہے۔
3. عجز خود مبیں۔ اپنے آپ کو مجبور محض نہ سمجھو ورنہ خدا کی عطا کردہ نعمت قدرت کا کفر ہوگا۔ انسان کی قدرت خدا کا عطیہ ہے، لہٰذا انسان قادر ہے اور اپنے افعال کا خود خالق ہے۔ دو۔ یعنی جبر اور اختیار کی بحث میں پڑنا اللہ سے بے خوف ہونا ہے لہٰذا یہ بحثیں بمنزلہ بت کے ہیں۔

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت
ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت
از ہوائے خویش در ہر ملّتے
ہر مذہب میں اپنی خواہش نفسانی سے
در یکے گفتہ مکش ایں شمع را
ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا
از نظر چوں بگذری و از خیال
خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دے گا
در یکے گفتہ بکش با کے مدار
ایک میں کہا، بجھا دے، پروا نہ کر
کہ زکشتن شمع جاں افزوں شود
اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھے گی
ترکِ دنیا ہر کہ کرد از زہدِ خویش
جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا
در یکے گفتہ کہ آنچت داد[2] حق
ایک میں کہا جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے
بر تو آساں کرد و خوش آنرا بگیر
تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اس کو لے لے
در یکے گفتہ کہ بگذر زانِ خود
ایک میں کہا، اپنی ملکیت سے دستکش ہو جا
راہہائے مختلف آساں شدست
مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں
گر میسر کردنِ حق رہ بدے
اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا

بگذرد[1] و زہر چہ اندر فکرتت
اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خودبخود) گزر جائے گا
گشتہ ہر قومے اسیر ذلّتے
ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی ہے
کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
اس لئے کہ یہ غور و فکر شمع محفل ہے
کُشتہ باشی نیم شب شمع وصال
تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا
تا عوض بینی یکے با صد ہزار
تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے
لیلیت از صبر تو مجنوں شود
تیرے صبر کیوجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی
بیش آمد پیشِ او دنیاز پیش
اس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آتی ہے
بر تو شیریں کرد در ایجادِ حق
وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا
خویشتن را در میفگن در زحیر
اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر
کاں قبولِ طبع تو ردّ ست و بد
اس لئے کہ تیری مرغوب طبع چیز مردود اور بری ہے
ہر یکے را ملّتے چوں جاں شدست
ہر ایک کے لئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے
ہر جہود و گبر از و آگہ بدے
ہر یہودی اور آتش پرست اس سے واقف ہوتا

---

1. بگذرد۔ یعنی جبر و قدر کی بحثیں اور جو کچھ انسانی افکار ہیں خود بخود ختم ہو جائیں گے لہٰذا ان کو ترک کرنے کے اہتمام کی ضرورت نہیں۔ ہوا۔ نفسانی خواہش یعنی ان بحثوں کا ترک بھی نفسانی خواہش ہے جو گمراہی کا سبب ہے۔ ایں شمع۔ شمع سے مراد عقل اور غور و فکر ہے، یعنی مذہبی احکام اور عقائد عقلی ہیں، انسان کو اپنی عقل سے کام لینا چاہئے۔ بکش۔ یعنی دینی معاملوں میں عقل کو دخل نہ دے اور دیوانگی اختیار کر۔ کہ زکشتن شمع۔ یعنی دیوانگی اختیار کرنے سے تو خدا کا محبوب بن جائے گا۔ ترکِ دنیا۔ عقل کو بالائے رکھ کر جو دنیا کو چھوڑے گا دنیا اور زیادہ اس کو ملے گی۔
2. دادِ حق۔ خدا نے ازل میں جو کچھ تیرے لئے مقدر کر دیا ہے وہ مل کر رہے گا اس کے لئے کیوں سعی کرتا ہے اور کیوں حلال و حرام کی بحثیں پیدا کرتا ہے۔ آنچت۔ مخفف ہے آنچہ ترا کا۔ ایجاد۔ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ خوش۔ پسندیدہ۔ زحیر۔ پیچش، پیچ و تاب۔ آن۔ ملکیت۔ قبول۔ مقبول۔ رد۔ نامنظور، مردود۔ بد۔ یعنی جس چیز کی طرف دل راغب ہو وہ بری اور مردود ہے، اس کو اختیار نہ کر۔ راہہا۔ اپنی پسند کی چیز کو اختیار کرنے سے ہی یہ اختلاف مذاہب پیدا ہوا ہے جو فساد کا سبب ہے۔ راہہائے۔ لہٰذا پسندیدگی حقانیت کی دلیل نہیں ہے۔

در یکے گفتہ میسر[1] آں بود
ایک میں کہا کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے
کہ حیاتِ دل غذائے جائے بود
جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے

ہر چہ ذوقِ طبع باشد چوں گذشت
جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہے جب گذر جاتی ہے
بر نیارد ہمچو شورہ رَیع و کشت
تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے

جز پشیمانی نباشد رَیع اُو
اس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی
جز خسارت بیش نارد بیع اُو
اور اس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا

آں میسّر نبود اندر عاقبت
انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی
نامِ اُو باشد مُعَسَّر عاقبت
اور آخر میں اس کا نام دشوار ہوتا ہے

تو مُعَسَّر از مُیَسَّر بازداں
تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ
عاقبت بنگر جمالِ این و آں
اِس اور اُس کے حسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

در یکے گفتہ کہ استادے[2] طلب
ایک میں کہا، کسی استاد کی طلب کر
عاقبت بینی نیابی در حسب
(محض) ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی

عاقبت دیدند ہر گوں مِلّتے
(بغیر استاد) جس قوم نے انجام کو معلوم کیا
لا جُرَم گشتند اسیر زِلّتے
لامحالہ لغزش میں گرفتار ہوئی

عاقبت دیدن نباشد دست باف
آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے
ورنہ کے بود زدینہا اختلاف
ورنہ مذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا

در یکے گفتہ کہ استاہم توئی
ایک میں کہا کہ استاد بھی تو ہی ہے
زانکہ استا را شناسا ہم توئی
اس لئے کہ استاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے

مرد باش و سخرۂ مرداں مشو
مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن
رَو سَرِ خود گیر و سرگرداں مشو
جا، خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو

چشم بر بِسَرّت بدار رو از خلاف
اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے
دور شو تا یابی از حق ائتلاف
بھاگ، تاکہ تو اللہ کا وصال پائے

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست
ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے
ہر کہ او دو بیند احول مرد کے ست
جو دو سمجھے وہ کمینہ، بھینگا ہے

---

1. میسّر۔ آسان یعنی آسان چیز بھی درست ہے۔ جس سے دل زندہ ہوتا ہے اور روح کے لئے وہ غذا ہے۔ ذوقِ طبع۔ آسان اور مزاج کے موافق چیزیں اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ عاقبت۔ انجام کار۔ میسّر۔ آسان۔ معسّر۔ دشوار گزار۔ عاقبت۔ یعنی آسان کام شروع میں آسان ہے لیکن انجام کے اعتبار سے دشوار ہے۔ ریع۔ کھیتی کا محصول، پیداوار۔ تو معسّر۔ روح اور عقل جس کام کو آسان سمجھے وہ عین دین ہے۔ عاقبت۔ انجام بینی۔ حسب۔ ماں اور باپ کے فخر سے، ذاتی خوبیاں، شخصی کمالات۔
2. استاد۔ یعنی شیخ الطریقت۔ ہر گوں۔ ہر نوع۔ لاجرم۔ ضرور۔ زلت۔ لغزش، خطا۔ دست باف۔ ہاتھ کا کام، آسان کام۔ استا۔ استاد کا مخفف ہے۔ یعنی تو خود استاد ہے کسی شیخ کی کیا ضرورت ہے اس لئے کہ جو شیخ کو شناخت کر سکتا ہے وہ خود آخرت کو بھی سمجھ سکتا ہے۔ سخرہ۔ بیگاری۔ سر خود گیر۔ اپنی فکر کر۔ سرگرداں۔ حیران۔ سِرّ۔ باطن، ذاتی رائے۔ ائتلاف۔ اتحاد، وصال۔ ایں جملہ۔ وجود صرف واحد ہے جو تمام کائنات میں جاری اور ساری ہے۔

در یکے گفتہ کہ صد[1] یک چوں بود — اینکہ اندیشد مگر مجنوں بود

ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں — جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو

ہر یکے قولے ست ضدِ یک دگر — چوں یلے باشد بگو زہر و شکر

ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے — بتا، زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں

در معانی اختلاف و در صور — روز و شب بیں خار و گل سنگ و گہر

معنوں اور صورتوں میں اختلاف — دن اور رات، کانٹے اور پھول، پتھر اور موتی (کا سا اختلاف)

تا ز زہر و از شکر در نگذری — کے تو از گلزارِ وحدت بُو بری

جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گذرے گا — وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا

وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی — از سمک رو تا سماک[2] اے معنوی

یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے — اے معنی کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

در بیانِ آنکہ اختلاف در صورتِ روش ست نہ در حقیقت راہ

اس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زیں نمط زیں نوع دہ طومارو دو — بر نوشت آں دین عیسیٰؑ را عدو

اس انداز اور اس قسم کے بارہ لمبے خطوط — اس (حضرت) عیسیٰ کے دین کے دشمن نے لکھے

اُو زیک رنگی عیسیٰؑ بُو نداشت — وز مزاج خُمِّ عیسیٰؑ خُو نداشت

اس کو حضرت عیسیٰ کی یکرنگی کی خوشبو نہ پہنچی تھی — اور نہ حضرت عیسیٰ کے خم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا

جامۂ صد رنگ[3] ازاں خُمِّ صفا — سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیا

اس صفائی کے خم سے صد رنگے کپڑے — نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے

نیست یکرنگی کزو خیزد ملال — بل مثالِ ماہی و آبِ زُلال

ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اکتا جائے — بلکہ اس کی مثال، مچھلی اور صاف پانی کی ہے

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست — ماہیاں را با یبوست جنگہاست

اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں — لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

کیست[1] ماہی چیست دریا در مثل — تا بداں ماند خدا عزّوجلّ

کون ہے مچھلی، کیا ہے دریا، مثال دینے میں — کہ اس سے خدائے عزوجل مشابہ ہو

---

[1] صد۔ یعنی کروڑوں کائنات ایک وجود کب بن سکتی ہیں۔ زہر و شکر۔ یعنی ان باتوں میں ایسا ہی اختلاف تھا جیسے زہر اور شکر میں۔ در معانی۔ یعنی ان طوماروں کے الفاظ و معانی میں سب سے زیادہ اختلاف تھا۔ تا ز زہر۔ یعنی جب تک مختلف مظاہر سے گزر کر ذات واحد تک نہ پہنچے گا تکمیل نہ ہوگی۔ سمک۔ مچھلی، ایک فرضی عقیدہ ہے کہ ایک مچھلی ہے اس مچھلی کی پشت پر ایک بیل ہے، اس بیل کے سینگوں پر زمین ٹکی ہوئی ہے۔

[2] سماک۔ دو ستارے ہیں جو انتہائی بلندی پر ہیں، ایک کو سماک اعزل دوسرے کو سماکِ رامح کہتے ہیں۔ وحدت۔ یعنی اس مثنوی میں وحدت الوجود کا ہی بیان ہے جس کے ذریعہ زمین سے آسمانوں تک کی سیر کی جا سکتی ہے۔ نمط۔ روش، طرز۔ نوع۔ قسم۔ عدو۔ یعنی مکار وزیر۔ یکرنگی۔ ایک رنگ کا ہونا۔ بو۔ سراغ، علامت۔ خم عیسیٰ۔ علیہ السلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹکا، مشہور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رنگریزی کا کام کرتے تھے، رنگ کا ایک مٹکا تھا جس میں سے ہر رنگ کا کپڑا رنگ کر نکال دیتے تھے۔

[3] جامۂ صد رنگ۔ یعنی مذہبی اختلاف۔ خم صفا۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات۔ ضیا۔ نور۔ خیزد۔ پیدا شود۔ ملال۔ اکتا جانا۔ آب زلال۔ صاف پانی یعنی وہ یکرنگی ایسی نہ تھی جس سے انسان اکتائے بلکہ اس کی مثال دریا کی یکرنگی کی سی ہے جس سے مچھلی کبھی نہیں اکتاتی۔ خشکی۔ کوئی زمین کالی ہے کوئی لال کہیں ریتا ہے کہیں مٹی۔

صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں
سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
اس بحر سخاوت کے سامنے سربسجود ہیں

چند بارانِ عطا باراں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں
تابداں آں بحر دُر افشاں شدہ
یہانتک کہ ان سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا

چند خورشید کرم افروختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوئے
تاکہ ابر و بحر جود آموختہ
تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

چند خورشید کرم تاباں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے
تابداں آں ذرّہ سرگرداں شدہ
تب ان سے وہ ذرّہ چکر کاٹنے والا بنا

پرتو ذاتش زدہ بر ماء و طین
مٹی اور پانی پر اس کی ذات کی روشنی پڑی
تاشدہ دانہ پذیرندہ زمیں
تب زمین، دانے کو قبول کرنے والی بنی

خاک امین و ہرچہ دروے کاشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تو نے اس میں بویا
بے خیانت جنس آں برداشتی
بغیر کسی خیانت کے اس کی جنس کو اٹھایا

ایں امانت زاں عنایت یافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اس کی مہربانی سے پائی ہے
کافتابِ عدل بروئے تافتست
کیونکہ اس پر انصاف کا سورج چمکا ہے

تا نشانِ حق نیاید نو بہار
جب تک موسم بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا
خاک سبزہ را نسازد آشکار
مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی

آں جوادے کو جمادے رابداد
وہ سخی جس نے جمادات کو دیئے
ایں خبرہا، ویں امانت ویں سداد
یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی

آں جماد[2] از لطف چوں جاں میشود
وہ جماد، مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے
زمہریر از قہر پنہاں میشود
سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے

آں جمادے گشت از فضلش لطیف
وہ جمادات اس کی مہربانی سے لطیف ہو گئی
کُلُّ شَیْءٍ مِن ظَرِیفٍ هُو ظَرِیفٌ
جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے

ہر جمادے را کند فضلش خبیر
اس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے
عاقلاں را کردہ قہر او ضریر
اور اس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

جان و دل را طاقت ایں جوش نیست
جان اور دل میں اس جوش کی طاقت نہیں ہے
با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان نہیں ہے

ہر کجا[1] گوشے بد ازوے چشم گشت
ہر کجا سنگے بدازوے یشم گشت

---

[1] چیست۔ کون ہے۔ چیست۔ کیا ہے۔ مثل۔ میم اور ثاء کے فتحہ کے ساتھ مثال، نمائندہ، مشابہ۔ عز۔ وہ غالب ہوا۔ جل۔ وہ بزرگ ہوا۔ باراں۔ عبارت یعنی سمندر کی درافشانی اس کی عطا ہے۔ ابر و بحر۔ ابر اور سمندر کی سخاوت اس کی مہربانی ہے۔ دانہ پذیرندہ۔ پانی اور مٹی پر اس کا کرم ہی زمین کی صلاحیت کا سبب ہے۔ پرتو۔ روشنی۔ ماء۔ پانی۔ طین۔ مٹی۔ عدل۔ انصاف۔ نشان۔ فرمان، حکم۔ سرّ۔ بھید، چھپی ہوئی چیز۔ جواد۔ سخی۔

[2] جماد۔ پتھر وغیرہ۔ سداد۔ سین کے کسرہ سے درستی، سچائی، راستی۔ آں جماد۔ جمادات اگرچہ بے جان ہیں لیکن عنایت خداوندی سے جانداروں کا سا کام کرنے لگتے ہیں۔ زمہریر۔ سخت جاڑا۔ لطیف۔ خوش طبع۔ فضل۔ کرم، مہربانی۔ خبیر۔ باخبر، آگاہ۔ قہر۔ غضب، جلال۔ ضریر۔ نابینا۔ ایں جوش۔ قدرت کے کمالات بیان کرتے ہوئے دل میں جو جوش پیدا ہوتا ہے اس کی تاب نہیں ہے۔

جہاں کہیں کان تھا اس جوش کی وجہ سے آنکھ بن گیا
اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ یشب بن گیا

کیمیا سازے ست چہ بود کیمیا
معجزہ بخشے ست چہ بود سیمیا

وہ کیمیا ساز ہے، کیمیا کیا ہوتی ہے؟
معجزہ عنایت کرنے والا ہے، سیمیا کیا ہوتی ہے

ایں ثناء گفتن زمن ترکِ ثناست
کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست

میرا یہ تعریف کرنا، تعریف نہ کرنا ہے
اسلئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے

پیشِ ہست اُو بباید نیست بود
چیست ہستی پیشِ اُو کور و کبود

اس کے وجود کے سامنے نیست ہو جانا چاہئے
ہستی کیا ہوتی ہے؟ اسکے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے

گر نبودے کور ازو بگداختے
گرمیِ خورشید[2] را بشناختے

اگر اندھی نہ ہوتی اس سے پگھل جاتی
آفتاب کی گرمی کو پہچانتی

ور نبودے اُو کبود از تعزیت
کے فسردے ہمچویخ ایں ناحیت

اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی
تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

بیانِ خسارتِ وزیر دریں خدعہ و مکر

اس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بد وزیر
پنجہ میزد باقدیم و ناگزیر

وزیر، بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا
جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا

ناگزیر جملگاں حَیِّ قدیر
لَایَزَالُ و لَمْ یَزَلْ فرد و بصیر

جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ، قادر ہے
ہمیشہ رہے گا اور ہمیشہ رہا، اکیلا اور تنہا ہے

باچناں قادر خدائے کز عدم
صد چو عالم ہست گرداند بدم

ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے
اس عالم جیسے سو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے

صد چو عالم در نظر پیدا کند
چونکہ چشمت را بخود بینا کند

اس عالم جیسے سو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے
جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

گر جہاں پیشت بزرگ و بے تنے ست
پیشِ قدرت ذرّہٴ میداں کہ نیست

اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے
سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے

1۔ ہرکجا۔ اس جوش سے شنیدہ، دیدہ ہوگیا، سنگ دل بھی نور سے معمور ہو کر سنگ یشب بن گیا۔ یشم۔ ایک قسم کا قیمتی نورانی پتھر ہے اسی کو سنگ یشب کہتے ہیں۔ کیمیا۔ وہ فن جس سے قلعی، تانبے وغیرہ کو چاندی، سونا بنا دیا جاتا ہے۔ سیمیا۔ وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان مختلف شکلیں اختیار کر سکتا ہے۔ ہست اُو۔ حضرت حق کی ذات کے سامنے ممکن ہونے کے باوجود عدم ہے، اپنے وجود کا احساس مشاہدہ کا حجاب ہے جس نے آنکھوں کو اندھا اور محرومی کی وجہ سے سیاہ پوش بنا رکھا ہے۔

2۔ خورشید۔ آفتاب حق کا مشاہدہ فنا کر ڈالتا ہے۔ تعزیت۔ ماتم پرسی۔ فسردن۔ ٹھٹھرنا۔ یخ۔ برف۔ ناحیت۔ طرف، کنارہ۔ ناگزیر۔ ضروری، واجب الوجود۔ جملگاں۔ جملہ کی جمع۔ حی۔ زندہ۔ لایزال۔ جو ہمیشہ رہے گا۔ لم یزل۔ جو ہمیشہ سے ہے۔ بصیر۔ بینا، اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ باچناں۔ وہ وزیر ایسے خدا سے پنجہ کشی کر رہا تھا جو قادر مطلق ہے۔ ہست۔ موجود۔ بخود بینا کند۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی معرفت عطا فرما دے۔ بے تن۔ وسیع و کشادہ۔

ایں جہاں خود حبس[1] جانہائے شماست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے

ایں جہاں محدود آں خود بے حد ست
یہ عالم محدود اور وہ غیر محدود ہے

صد ہزاراں نیزۂ فرعون را
فرعون کے لاکھوں نیزے

صد ہزاراں طب جالینوس بود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں

صد ہزاراں دفتر اشعار بود
اشعار کے لاکھوں دیوان تھے

باچناں غالب خداوندے کسے
ایسے غالب خدا کے آگے کوئی

بس دلِ چوں کوہ را انگیخت اُو
پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اس نے اکھاڑ دیا

فہم و خاطر[2] تیز کردن نیست راہ
عقل اور طبیعت کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے

اے بسا گنج آگنانِ گنج گاوٗ
اے (مخاطب) بہت سے گنج گاوٗ جیسے خزانے جمع کرنے والے

گاوٗ کہ بود تا تو ریش اُو شوی
بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اس کی داڑھی ہے

زرّ و نقرہ چیست تا مفتوں شوی
سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اس کا عاشق بنے

ایں سرا و باغِ تو زندانِ تست
یہ محل اور باغ، تیرا قید خانہ ہے

ہیں دوید آنسو کہ صحرائے خداست
خبردار! اس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے

نقش و صورت پیشِ آں معنی سدست
نقش اور صورت اس معنی کے سامنے آڑ ہیں

در شکست آں موسیٰؑ بایک عصا
موسیٰ نے ایک لاٹھی سے توڑ دیئے

پیش عیسیٰؑ و دمش افسوس بود
(حضرت) عیسیٰؑ اور انکی پھونک کے سامنے بیکار تھیں

پیش حرفِ اُمیش آں عار بود
جو اسکے امی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجب ننگ تھے

چوں نمیرد گر نباشد اُو خسے
کیسے نہ مرے، اگر وہ کمینہ نہیں ہے!

مُرغِ زیرک باد و پا آویخت اُو
چالاک، پرندے کو دو پیروں کے ہوتے ہوئے ہوا میں لٹکا دیا

جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
شاہ کا فضل، عاجز کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا

کاں خیال اندیش را شد ریش گاوٗ
عقلمندوں کے لئے سامانِ تمسخر بن گئے

خاک کہ بود تا حشیش اُو شوی
خاک کیا ہے؟ کہ تو اس کی گھاس بنے

چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے

ملک و مالِ تو بلائے جانِ تست
تیرا ملک اور مال تیری جان کے لئے مصیبت ہے

---

1. حبس۔ قید خانہ۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ صحرا۔ جنگل مراد عالم بالا ہے۔ سد۔ دیوار۔ آنسو۔ یعنی عالم بالا۔ نقش وصورت۔ یعنی عالم سفلی عالم علوی کے لئے سدراہ ہے۔ جالینوس۔ یونان کا مشہور حکیم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم عصر تھا۔ افسوس۔ کھیل، مذاق۔ حرف۔ یعنی کلام اللہ۔ امی۔ ام بمعنی ماں کی طرف منسوب ہے وہ بچہ جو سایہ پدری سے محروم ہو کر صرف ماں کے زیر سایہ پلا ہو اور علوم مروجہ حاصل نہ کر سکا، آنحضور ﷺ کو بھی امی کہا جاتا ہے۔ چوں نمیرد۔ اپنے آپ کو فانی نہ سمجھے۔ مرغ زیرک۔ چالاک پرندہ، مراد فلسفی ہے۔
2. فہم وخاطر۔ یعنی فلاسفہ اور حکماء محض عقل کے زور پر معرفت حاصل کرلیں یہ ممکن نہیں ہے، اللہ عجز و نیاز سے ہی دستگیری فرماتا ہے۔ گنج آگناں۔ خزانہ بھرنے والے۔ گنج گاوٗ۔ مشہور خزانہ جو جمشید کے زمانہ کا تھا، بہرام کے زمانہ میں ایک کاشتکار کے ہاتھ آیا تھا، اس میں گائے بیل کے طلائی بت بھی تھے اس لئے اس کا نام گنج گاوٗ پڑ گیا تھا۔ خیال اندیش۔ فلسفی۔ ریش گاوٗ۔ بیل کی ڈاڑھی، اس سے احمق، بیوقوف مراد ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ مفتون۔ فریفتہ۔ مجنون۔ دیوانہ، عاشق۔ سرا و باغ۔ دنیاوی چیزیں، راہ طریقت کی رکاوٹیں ہیں۔

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد ۔۔۔ آیت تصویر شاں را نسخ کرد
جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا ۔۔۔ ان کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا

چوں زنے از کارِ بد[1] شد روئے زرد ۔۔۔ مسخ کرد اُو را خدا و زُہرہ کرد
جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رُو ہوئی ۔۔۔ اس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زہرہ بنا دیا

عورتے را زُہرہ کردن مسخ بود ۔۔۔ آب و گل گشتن نہ مسخ ست اے عنود[2]
عورت کو زہرہ بنا دینا تو مسخ تھا ۔۔۔ کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے۔ اے سرکش!

روح می بردت سوئے عرشِ بریں ۔۔۔ سوئے آب و گل شدی در اسفلیں
روح تو تجھے عرش بریں کی طرف لے جاتی لیکن، ۔۔۔ تو پانی اور مٹی کی طرف نچلے درجوں میں آ گیا

خویش را تو مسخ کردی زیں سفول ۔۔۔ باوجودے کہ بدآں رشک عقول
تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا ۔۔۔ حالانکہ وہ جو عقولِ عشرہ کے لئے باعث رشک تھا

پس بترزیں مسخ کردن چوں بود ۔۔۔ پیشِ آں مسخ ایں بغایت دوں بود
اس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہوگا؟ ۔۔۔ بلکہ اس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گرا ہوا ہے

اسپِ ہمت سوئے اختر تاختی ۔۔۔ آدمِ مسجود را نشناختی
تو نے ہمت کا گھوڑا ستاروں کی طرف تو دوڑایا ۔۔۔ لیکن مسجودِ آدم علیہ السلام کو تو نہ پہچانا

آخر آدمؑ زادۂ اے ناخلف ۔۔۔ چند پنداری تو پستی را شرف
اے ناخلف! آخر تو آدم علیہ السلام کی اولاد ہے ۔۔۔ ذلت کو شرافت کب تک سمجھے گا؟

چند گوئی من بگیرم عالمے ۔۔۔ ایں جہاں را پُر کنم از خود ہمے
کب تک کہے گا؟ میں تمام دنیا کو فتح کروں گا ۔۔۔ اور اس دنیا کو اپنے سے بھر دوں گا

گر جہاں پُر برف گردد سربسر ۔۔۔ تابِ خور بگدازدش از یک نظر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے ۔۔۔ سورج کی گرمی ایک نظر میں اس کو پگھلا دے

وزرِ اُو و وزرِ چوں اُو صد ہزار ۔۔۔ نیست گرداند خدا از یک شرار
اُس (وزیر) کے بوجھ اور اس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو ۔۔۔ خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کر دے

عینِ آں تخییل را حکمت کند ۔۔۔ عینِ آں زہراب را شربت کند
بعینہٖ ان خیالات کو دانائی بنا دے ۔۔۔ اور اس زہریلے پانی کو شربت بنا دے

---

[1] کارِ بد۔ برا کام، زنا۔ زہرہ۔ ایک ستارے کا نام ہے، عوام میں مشہور ہے کہ زہرہ ایک عورت تھی، ہاروت و ماروت دو فرشتوں نے اس سے زنا کرلیا اس سزا میں وہ دونوں فرشتے چاہِ بابل میں الٹے لٹکا دیئے گئے اور زہرہ عورت نے ان دونوں سے جو اسم اعظم سیکھا تھا اس کے ذریعہ آسمان پر چلی گئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنادیا، اس سارے قصے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے، یہ محض افسانہ ہے۔ آب و گل گشتن۔ علائق جہانی میں پھنسنا۔

[2] عنود۔ سرکش۔ اسفلین۔ اسفل کی جمع ہے بمعنی نچلا۔ سفول۔ پستی، علو کی ضد ہے۔ عقول۔ عقولِ عشرہ، ملائکہ۔ بتر۔ بدتر۔ آں مسخ۔ صوری مسخ۔ ایں مسخ۔ معنوی مسخ۔ دوں۔ کم رتبہ، خراب۔ اختر۔ ستارہ۔ مسجود۔ جس کو سجدہ کیا جائے۔ آدم زادہ۔ زادۂ آدم۔ خلف۔ نیک فرزند۔ ناخلف۔ بدفرزند۔ شرف۔ بزرگی، بلندی۔ تاب۔ تپش۔ خور۔ سورج۔ وزر۔ بوجھ، گناہ۔ نیست۔ معدوم یعنی خدا کی بخشش سے ناامید نہ ہونا چاہیے۔ تخییل۔ خیالی بات، وہمی علوم۔ زہراب۔ زہریلا پانی۔

در خرابی[1] گنجہا پنہاں کند — خار را گل جسمہا را جاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو محفوظ رکھتا ہے — کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنا دیتا ہے

آں گماں انگیز را سازد یقیں — مہرہا رویاند از اسبابِ کیں
وہ گمان پیدا کرنے والی بات کو یقین بنا دیتا ہے — اور کینہ کے اسباب سے، محبتیں اگا دیتا ہے

پرورد در آتش ابراہیمؑ را — ایمنی روح سازد بیم را
حضرت ابراہیم کو آگ میں پال دیتا ہے — اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے

از سبب سازیش من سودائیم — وزسبب سوزیش سوفسطائیم[2]
اس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں — اور اس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

در سبب سازیش سرگرداں شدم — در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں — اس کی سبب سوزی سے بھی میں حیران ہوں

مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

چوں وزیر ماکر بد اعتقاد — دین عیسیٰؑ را بدل کرد از فساد
جب مکار، بداعتقاد وزیر نے — حضرت عیسیٰؑ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا

مکر دیگر آں وزیر از خود بہ بست — وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
دوسرا مکر اس وزیر نے اختیار کیا — وعظ کہنا چھوڑا، تنہائی میں بیٹھ گیا

در مریداں در فگند از شوقِ سوز — بود در خلوت چہل پنجاہ روز
مریدوں میں شوق کی سوزش ڈال دی — چالیس پچاس روز تک تنہائی میں رہا

خلق دیوانہ شدند از شوقِ او — از فراقِ حال و قال و ذوقِ او
اس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے — حال اور گفتگو اور اس کے ذوق کی جدائی سے

لابہ و زاری ہمی کردند و او — از ریاضت گشتہ در خلوت دو تو
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ — مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا

گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور — بے عصاکش چوں بود احوالِ کور
انہوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے — لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟

از سرِ اکرام و از بہر خدا — بیش ازیں از خود مکن مارا جدا
ازراہ مہربانی اور خدا کے لئے — اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر

---

1. خراب۔ ویرانہ۔ در آتش۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈلوادیا لیکن وہ آگ باغ بن گئی۔ سبب سازی۔ سبب بنانا، علت و معلول کا سلسلہ قائم کرنا یعنی ایک وجود کو کسی دوسرے وجود پر موقوف رکھنا۔ سبب سوزی۔ بلا علت کوئی کام کرنا۔
2. سوفسطائی۔ حکماء کا ایک گروہ ہے جو کسی حقیقت کو موجود نہیں مانتا، ہر شے کے وجود کو وہمی اور خیالی مانتا ہے۔ ماکر۔ مکر کرنے والا۔ حال۔ عالت مستی۔ قال۔ گفتگو۔ ذوق۔ وجدان، روحانی احساس۔ لابہ۔ خوشامد۔ زاری۔ عاجزی۔ دوتو۔ کبڑا، خمیدہ، دوہرا۔ کور۔ نابینا۔

ما چو طفلانیم و مارا دایہ[1] تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے
بر سر ما گستراں آں سایہ تو
وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈال دے

گفت جانم از محباں دور نیست
اس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے
لیک بیروں آمدن دستور نیست
لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

آں امیراں در شفاعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے
واں مُریداں در ضراعت آمدند
اور وہ مُرید عاجزی کرنے لگے

کانچہ بدبختی ست مارا اے کریم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے
از دل و دیں ماندہ ما بے تو یتیم
ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے

تو بہانہ می کنی و مازِ درد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے
میزنیم از سوزِ دل دمہائے سرد
دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں

ما بگفتارِ خوشت خو کردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے
ماز شِیرِ حکمت تو خوردہ ایم
ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے

اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن
خدا کے لئے یہ ظلم ہم پر نہ کر
لطف کن امروز را فردا مکن
مہربانی کر، اور آج کو کل پر نہ ٹال

می دہد دل مر ترا کیں بیدلاں[2]
کیا تیرا دل اس کی اجازت دیتا ہے کہ یہ بیدل
بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
تیرے بغیر محرومیوں میں شامل ہو جائیں؟

جملہ در خشکی چو ماہی می طپند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں
آب را بکشاز جُو بردار بند
پانی کھول دے اور نہر سے بند اٹھا دے

ایکہ چونتو در زمانہ نیست کس
اے وہ کہ دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے!
اللہ اللہ خلق را فریاد رس
خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دفع کردن وزیر مریدان و اتباعِ خود را

وزیر کا اپنے مریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سُخرگانِ گفتگو
اس نے کہا، خبردار! اے گفتگو کے پابندو!
وعظ و گفتار و زبان و گوش جو
وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنے والو

پنبہ اندر گوشِ حِسِّ دوں کنید
حسّی کان کے اندر روئی ٹھونس لو
بند حس از چشم خود بیروں کنید
اپنی آنکھ سے ظاہری رکاوٹ دور کرو

---

[1] دایہ۔ دودھ پلانے والی عورت، انا۔ دستور۔ حکم، اجازت، طریقہ۔ امیراں۔ بارہ سردار۔ ضراعت۔ عاجزی، خوشامد۔ کریم۔ بزرگ۔ یتیم۔ بے باپ کا بچہ، محروم۔ دمہائے سرد۔ ٹھنڈے سانس۔ خو۔ عادت۔ شیر۔ دودھ۔ حکمت۔ دانائی۔ خوردہ۔ نوشیدہ۔ دل دادن۔ آمادہ کرنا۔

[2] بیدل۔ عاشق۔ بے حاصل۔ محروم۔ طپیدن۔ تپیدن، تڑپنا، جلنا۔ ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ سخرگان۔ سخرہ کی جمع ہے، تابع۔ پنبہ۔ روئی۔ گوشِ حس۔ ظاہری کان۔ دون۔ کمینہ۔ چشم۔ یعنی قلبی بینائی۔

پنبہ آں گوشِ سرِ۱ گوشِ سرست
باطنی کان کی روئی، سر کا کان ہے

تا نگردد ایں۔ کرآں باطن کرست
جب تک یہ بہرا نہ ہو باطن بہرا ہے

بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید
بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ

تا خطاب اِرجعی را بشنوید
تاکہ ''ارجعی'' کے خطاب کو سنو

تا بگفت و گوئے بیداری دری
جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے

تو زگفت خواب کے بوئے بری
تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

سیر بیرونی ست فعل و قولِ ما
ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے

سَیرِ باطن ہست بالائے سما
باطنی سیر آسمانوں پر ہے

حس خشکی دید کز خشکی بزاد
جس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی

موسیٰ جان پائے بر دریا نہاد
جان کے موسیٰ نے دریا پر قدم دھر دیا

سیر جسم خشک بر خشکی فتاد
خشک جسم کی سیر، خشکی پر ہوئی ہے

سَیرِ جاں پا در دلِ دریا نہاد
جان کی سیر نے دریا کے دل پر پیر دھر دیا ہے

چونکہ عمر اندر رہِ خشکی گذشت
چونکہ عمر خشکی کے راستہ میں کٹی ہے

گاہ کوہ گاہ صحراء گاہ دشت
کبھی پہاڑ، کبھی جنگل اور کبھی میدان میں

آبِ حیواں را کجا خواہی تو یافت
تو آبِ حیات کو کب پا سکے گا؟

موجِ دریا را کجا خواہی شگافت
دریا کی موج کو کب چیر سکے گا؟

موجِ خاکی فہم و وہم و فکر ماست
خاکی موج، ہماری سمجھ، ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے

موجِ آبی محو۲ و سکرست و فناست
آبی موج محویت اور سکر اور فنا ہے

تا دریں سکری ازاں سکری تو دُور
جب تک تو اس سکر میں ہے اس سکر سے دور ہے

تا ازیں مستی ازاں جامے نفور
جب تک تو اس سے مست ہے اس جام سے نفرت کرنیوالا ہے

گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار
ظاہری گفتگو، غبار کی مانند ہے

مدتے خاموش خو کن ہوشدار
کچھ مدت چپ رہنے کی عادت ڈال، ہوش میں آ

مکرر عرض کردن مُریداں کہ خلوت را بشکن

مریدوں کا مکرر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیے

---

۱ گوشِ سِرّ۔ باطنی کان۔ گوشِ سَر۔ ظاہری کان، یعنی جب تک ظاہری کان کھلے ہوئے ہیں، باطنی کان کام نہیں کرتے۔ اِرجعی۔ تو لوٹ آ، قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً یعنی اے مطمئن جان اپنے پروردگار کی طرف خود خوش ہوتی، اور اس کو خوش کرتی لوٹ جا۔ حس۔ یعنی حس ظاہری، چونکہ مٹی سے بنا ہے لہٰذا اس کی سیرگاہ بھی عالم آب وگل ہے۔ روح۔ ملاء اعلیٰ کی چیز ہے، اس کی سیر بھی ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدائش کے بعد دریائے نیل میں بہادیے گئے تھے۔ دریا۔ یعنی عالم آخرت۔

۲ محو۔ مٹا دینا، تصوف کی اصطلاح میں فنائی الذات کو کہتے ہیں جس کے مقابل اثبات ہے۔ سکر۔ مستی، تصوف میں وہ کیفیت مراد ہے جس میں انوارِ غیبی کے غلبہ سے ظاہری اور باطنی احکام میں امتیاز ختم ہو جاتا ہے، اس کے بالمقابل کیفیت صحو ہے۔ سکر۔ یعنی انوارِ غیبی کے غلبہ کی کیفیت۔ جام۔ یعنی جام معرفت۔ نفور۔ متنفر۔ غبار۔ یعنی حجاب قلب، حدیث شریف میں ہے، کثرت کلام دل میں قساوت پیدا کرتا ہے۔

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ[1] جو
سب نے کہا، اے حکیم، خلل انداز
ما اسیرانیم تا کے ایں فریب
ہم قیدی ہیں، یہ فریب کب تک؟
چوں پذیرفتی تو مارا ز ابتدا
تو نے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے
ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ
تو نے ہماری کمزوری، عاجزی اور احتیاج جان لی ہے
چارپا را قدرِ طاقت بار نہ
چوپائے پر طاقت کے مطابق بوجھ لاد
دانۂ ہر مرغ[2] اندازہ ویست
ہر پرندہ کا دانہ اس کے اندازے کے مطابق ہے
طفل را گر ناں دہی بر جائے شِیر
تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے
چونکہ دنداںہا بر آرد بعد ازاں
جب وہ دانت نکال لے گا
مُرغِ پَر نارُستہ چوں پرّاں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا
چوں برآرد پَر پرّد اُو بخود
جب پر نکال لے گا وہ خودبخود اڑے گا
دیو را نطق تو خامش می کند
تیری گفتگو، شیطان کو چپ کر دیتی ہے
گوش ماہوش ست چوں گویا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان (ہمہ تن) ہوش ہوتے ہیں
با تو مارا خاک بہتر از فلک
تیرے ساتھ، ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے

ایں فریب و ایں جفا با ما مگو
یہ فریب اور یہ ظلم، ہمیں نہ سنا
بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب
ہم بے دل اور بے جان ہیں، یہ غصہ کب تک؟
مرحمت کن ہم چنیں تا انتہا
اسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر
دردِ ما را ہم دوا دانستۂ
ہمارے درد کی دوا بھی تو نے جان لی ہے
بر ضعیفاں قدرِ قوت کار نہ
کمزوروں پر بقدرِ قوت کام ڈال
طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست
ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے؟
طفلِ مسکیں را ازاں ناں مُردہ گیر
مسکین بچہ کو اس روٹی سے مردہ سمجھ
خودبخود گردد دلش جویائے ناں
تو اس کا دل خودبخود روٹی کی تلاش کرے گا
لقمۂ ہر گربۂ درّاں شود
ہر درندہ بلی کا لقمہ بن جائے گا
بے تکلف بے صفیر نیک و بد
اچھی، بری سیٹی کے بغیر، بلاتکلف
گوش مارا گفت تو ہش می کند
تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کر دیتی ہے
خشک ما بحرست چوں دریا توئی
چونکہ تو دریا ہے، ہمارا خشک بھی سمندر ہے
اے سماک از تو منور تا سمک
اے وہ ذات کہ تجھ جیسے سماک سے سمک تک روشن ہے

---

1. رخنہ جو۔ چونکہ ہماری تباہی کو پسند کر رہا ہے۔ اسیر۔ محبت کا قیدی۔ عتیب۔ عتاب کا امالہ ہے، غصہ، ناراضی۔ چوں۔ وضعداری یہی ہے کہ جب ہمیں خادم بنایا ہے تو خادم بنائے رکھ۔ دانستۂ۔ یعنی تجھے معلوم ہے کہ ہماری دوا تیرا اقرب ہے۔ چارپا۔ یعنی ہمارے ساتھ اب وہ برتاؤ نہ کر جو ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے۔ دانہ۔ ہر پرندہ کا دانہ اس کی حیثیت کے مطابق ہے۔
2. مرغ۔ تو ہمارے لئے بمنزلہ پروں کے ہے، تیرے بغیر ہماری ہلاکت ہے۔ دیو۔ شیطان۔ نطق۔ گویائی۔ ہش۔ ہوش کا مخفف ہے یعنی ہمارا شیطان سے بچاؤ اور ہمارا ہوش تیری صحبت اور گفتگو پر موقوف ہے۔ سماک۔ ستارہ کا نام ہے سمک۔ مچھلی۔

بے تو مارا بر فلک تاریکی ست　با تو اے مہ ایں زمین تاری کے ست

تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے　اے چاند! تیرے ہوتے ہوئے یہ زمین کب اندھیری ہے؟

بامہ روئے تو شب تاری کے ست　روز را بے نورِ تو تاریکی ست

تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کب تاریک ہے؟　دن، تیرے نور کے بغیر تاریک ہے

با تو بر خاک از فلک بُردیم دست[1]　بر سما ما بے تو چوں خاکیم پست

تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے　تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی زمین کی طرح پست ہیں

صورتِ رفعت بود افلاک را　معنیٔ رِفعت رَوانِ پاک را

آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے　پاک، روح کو معنوی بلندی حاصل ہے

صورتِ رِفعت برائے جسمہاست　جسمہا در پیشِ معنی اسمہاست

جسموں کی، ظاہری بلندی ہے　جسم، معنی کے سامنے (محض) نام ہیں

اللہ، اللہ یک نظر برما فگن　لَا تُقَنِّطْنَا فَقَدْ طَالَ الْحَزَنُ

للہ ہم پر ایک نظر ڈال دے　ہمیں مایوس نہ کر، غم دراز ہو گیا ہے

جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم

وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

گفت حجت ہائے خود کو تہ کنید　پند را در جان و در دل رہ کنید

اس نے کہا اپنی حجتوں کو مختصر کرو　جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو

گر امینم متہم نبو امیں　گر بگویم آسماں را من زمیں

اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے　خواہ میں آسمان کو زمین کہوں

گر کمالم باکمال انکار چیست　ورنیم ایں زحمت و آزار چیست

اگر میں کامل ہوں، تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟　اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟

من نخواہم شد ازیں خلوت بروں　زانکہ مشغولم باحوالِ دروں

میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا　اس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

لا بہ کردن مریداں در خلوتِ وزیر بارِ دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست　گفت ما چوں گفتۂ اغیار نیست

سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے　ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے

اشک دیدہ است از فراقِ تو دواں　آہ آہ ست از میانِ جاں رواں

تیری جدائی سے آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں　جان سے آہ آہ نکل رہی ہے

---

[1] بردیم دست۔ دست بُردن، غالب آنا، سبقت لے جانا۔ سما۔ آسمان۔ صورتِ رفعت۔ ظاہری بلندی۔ معنیٔ رفعت۔ حقیقی بلندی۔ پندرا۔ یعنی نصیحت کو دل و جان سے قبول کرلو۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ گفت۔ گفتگو۔ گفتہ۔ کہا ہوا۔ اغیار۔ غیر کی جمع یعنی ہماری یہ باتیں اپنوں کی باتیں جو آپ کے کمال کے انکار کی وجہ سے نہیں ہیں۔ اشک۔ اگر کمال کا انکار ہوتا تو ہماری یہ حالت کیوں ہوتی۔ تاری۔ اندھیرا۔

طفل[1] با دایہ نہ استیزد ولیک ۔۔۔ گرید اُو گرچہ نہ بد داند نہ نیک

بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن ۔۔۔ وہ روتا ہے اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا ہے

ماچو چنگیم و تو زخمہ میزنی ۔۔۔ زاری از ما نے تو زاری میکنی

ہم سارنگی کی طرح ہیں اور تو مضراب مارتا ہے ۔۔۔ رونا ہمارا نہیں ہے تو روتا ہے

ما چو نائیم و نوا در ماز تست ۔۔۔ ما چو کوہیم و صدا در ماز تست

ہم بانسری کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے ۔۔۔ ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے

ما چو شطرنجیم اندر بُرد و مات ۔۔۔ بُرد و ماتِ ماز تست اے خوش صفات

ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں ۔۔۔ اے خوش صفات! ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

ما کہ باشیم اے تو مارا جانِ جاں ۔۔۔ تا کہ ما باشیم با تو درمیاں

اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہے ہم کیا ہوتے ہیں؟ ۔۔۔ تیرے ہوتے ہوئے، درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟

ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما ۔۔۔ تو وجودِ مطلق فانی[2] نما

ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں ۔۔۔ تو فانی نما، وجودِ مطلق ہے

ما ہمہ شیراں و لے شیرِ علم ۔۔۔ حملۂ شاں از باد باشد دمبدم

ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر ۔۔۔ جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے

حملہ شاں پیدا و ناپیداست باد ۔۔۔ آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد

ان کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے ۔۔۔ وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے، کبھی (دل سے) گم نہ ہو

بادِ ما و بودِ ما از دادِ تست ۔۔۔ ہستی ما جملہ از ایجادِ تست

ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا سے ہے ۔۔۔ ہم سب کی ہستی تیری ایجاد سے ہے

لذتِ ہستی نمودی نیست را ۔۔۔ عاشقِ خود کردہ بودی نیست را

تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی ۔۔۔ تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

لذتِ انعامِ خود را وا مگیر ۔۔۔ نقل خمر و جامِ خود را وا مگیر

اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے ۔۔۔ شراب کے نقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے

ور بگیری کیست جست و جو کند ۔۔۔ نقش با نقاش چوں نیرو کند

اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟ ۔۔۔ نقش، نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟

منگر اندر ما مکن در ما نظر ۔۔۔ اندر اکرام و سخائے خود نگر

ہمیں نہ دیکھ، ہم پر نظر نہ کر ۔۔۔ اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

---

[1] طفل۔ یعنی بچہ اپنی اندرونی تکلیف سے روتا ہے ماں کو ستانا مقصود نہیں ہوتا اس لئے ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس سے مقصد آپ کو ستانا نہیں ہے۔ ماچو چنگیم۔ یہاں سے مولانا کا اپنا بیان شروع ہو گیا ہے، اس کا تعلق وزیر کے مریدوں سے نہیں ہے۔ نائے۔ بانسری۔ نوا۔ آواز۔ صدا۔ گونج، آواز بازگشت۔ شطرنج۔ مشہور کھیل ہے۔ برد و مات۔ ہار جیت۔ ما کہ باشیم۔ تیرے وجود کے بالمقابل ہمارا وجود معدوم ہے۔

[2] فانی نما۔ یعنی ممکن کا وجود حقیقت میں کچھ نہیں، صرف نظر آتا ہے لہٰذا وہ ہستی نما عدم ہے اور واجب کا وجود حقیقی ہے جو نظر نہیں آتا لہٰذا وہ وجودِ مطلق فانی نما ہے۔ حملہ شاں۔ جھنڈا ہوا سے ہلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر حملہ آور ہے۔ لذتِ ہستی۔ ہم معدوم تھے تو نے وجود کا مزا چکھایا ازل میں ہم سے عہد الست لے کر ہم کو شیدا بنا دیا۔ وا۔ باز، واپس۔ نقل۔ وہ میوہ یا نمکین وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ نقش۔ ممکنات، واجب کا نقش و نگار ہیں۔

ما نبودیم[1] و تقاضا ماں نبود — لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا — تیری مہربانی ہماری ان کہی سنتی تھی

نقش باشد پیشِ نقاش و قلم — عاجز و بستہ چو کودک در شکم

نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے — عاجز اور مجبور جس طرح بچہ، پیٹ میں

پیشِ قدرت خلق جملہ بارگہ — عاجزاں چوں پیشِ سوزن کارگہ

قدرت کے سامنے عالم کی تمام مخلوقات — عاجز ہیں جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا

گاہ نقشِ دیو و گہ آدم کند — گاہ نقش شادی و گہ غم کند

کبھی شیطان کا کبھی آدم کا نقش بناتا ہے — کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے

دست نے تا دست جنباند بدفع — نطق نے تا دم زند از ضر و نفع

کوئی ہاتھ نہیں جو روکنے کو ہاتھ ہلائے — گویائی نہیں، جو نفع اور نقصان پر دم مارے

تو ز قرآں باز خواں تفسیر بیت — گفت ایزد مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ

تو قرآن سے (اس) شعر کی تفسیر پڑھ لے — اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا

گر پرانیم تیر آں کے زماست — ما کمان[2] و تیر اندازش خداست

اگر ہم تیر چلائیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟ — ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانے والا خدا ہے

ایں نہ جبر ایں معنی جباری ست — ذکر جباری برائے زاری ست

یہ جبر نہیں ہے، یہ جباری کے معنی ہیں — جباری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کے لئے ہے

زاریِ ماشد دلیل اِضطرار — خجلت ماشد دلیل اختیار

ہمارا عجز، اضطرار کی دلیل ہے — ہماری شرمندگی، اختیار کی دلیل ہے

گر نبودے اختیار ایں شرم چیست؟ — ویں دریغ[3] و خجلت و آزرم چیست؟

اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟ — اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟

زجر اُستاداں بشاگرداں چراست؟ — خاطر از تدبیر ہا گرداں چراست؟

استادوں کی جھڑکی، شاگردوں کو کیوں ہے؟ — تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

---

1. ما نبودیم۔ ہمارا وجود بھی نعمت ہے جو بلا مانگے ملی اور ہمیں اشرف المخلوقات بنایا۔ عاجز و بستہ۔ اگر خدا اپنی نعمتیں ہم سے چھین لے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بارگہ۔ عالم، دنیا۔ سوزن۔ سوئی۔ کارگہ۔ وہ کپڑا جس پر نقاش بیل بوٹے کاڑھتا ہے۔ دست۔ ہاتھ، طاقت۔ دفع۔ روکنا، دھکیلنا۔ نطق۔ قوتِ گویائی۔ ضر۔ نقصان۔ بیت۔ یعنی ان اشعار کی تفسیر۔ مَا رَمَیْتَ۔ غزوۂ بدر میں آنحضورﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں کفار کی طرف پھینکیں جس سے وہ بدحواس ہو کر شکست کھا گئے۔
2. ما کمان۔ ہم محض ایک آلہ ہیں اصل فاعل خدا کی ذات ہے۔ جبر۔ زبردستی، فرقہ جبریہ کا عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے، اسے بالکل اختیار نہیں ہے، اہل سنت کے نزدیک انسان کو اختیار ہے لیکن یہ اختیار خدا کے اختیار کے تابع ہے۔ جباری۔ زبردستی، دباؤ۔ زاری۔ ضعف، ناتوانی۔ برائے۔ یعنی اللہ کی جباری سے انسان کا مجبور محض ہونا لازم نہیں آتا۔ اضطرار۔ مجبوری۔ خجلت۔ شرمندگی یعنی انسان میں جبر اور اختیار ملا جلا ہے لہٰذا وہ مضطر بھی ہے اور مختار بھی۔
3. دریغ۔ افسوس۔ آزرم۔ صلح جوئی۔ شرم چیست۔ اگر انسان مجبور محض ہوتا تو اپنے گناہوں پر کیوں شرماتا۔ زجر۔ جھڑکی۔ خاطر۔ طبیعت، دل۔ گرداں۔ پریشان۔ چراست۔ یعنی اگر شاگرد مجبور محض ہوتا تو استاد اس کو کیوں جھڑکتا۔ گرداں۔ مدبروں کا تدبیریں کرنا بھی جبر کے منافی ہے۔

ور[1] تو گوئی غافل ست از جبر او
اگر تو کہے، وہ جبر سے غافل ہے

ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی
اگر تو سنے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے

حسرت و زاری کہ در بیماری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے

آں زماں کہ میشوی بیمارِ تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے

می نماید بر تو زشتی گنہ
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے

عہد و پیماں میکنی کہ بعد ازیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد

پس یقیں گشت آنکہ بیماری ترا
لہٰذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے

ہر کہ او بیدار تر پُر درد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پُردرد ہے

گر زجبرش آگہی زاریت کو
اگر تو اس کے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟

بستہ در زنجیر رادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا، سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟

کے اسیر حبس آزادی کند
قید خانہ کا قیدی، آزادی کب منا سکتا ہے؟

ور تو می بینی کہ پایت بستہ اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دیئے ہیں

ماہِ حق پنہاں کند در ابر او
اللہ کا چاند اس کو اپنے ابر میں چھپا دیتا ہے

بگذری از کفر و بر دیں بگروی
تو کفر سے بچ جائے گا اور دین پر مائل ہو جائے گا

وقت بیماری ہمہ بیداری است
بیماری کا وقت پوری بیداری ہے

میکنی از جرم استغفارِ تو
تو گناہ سے توبہ کرتا ہے

میکنی نیت کہ باز آیم برہ
تو ارادہ کرتا ہے کہ راہِ راست پر لوٹ آؤں گا

جز کہ طاعت نبودم کارِ گزیں
عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

می بہ بخشد ہوش[2] و بیداری ترا
تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

ہر کرا درد است او بُردست بو
جس میں درد ہے اس کو پتہ مل گیا ہے

ہر کہ او آگاہ تر رخ زرد تر
جو زیادہ باخبر ہے اس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

جنبش زنجیر جباریت کو
تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟

چوب اشکستہ عمادی چوں کند
ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟

کے گرفتارِ بلا شادی کند
مصیبت میں گرفتار، خوشی کب منا سکتا ہے؟

بر تو سرہنگانِ شہ بنشستہ اند
تجھ پر بادشاہ کے سپاہی مسلط ہیں

---

[1] ور۔ یعنی اگر یہ اعتراض ہو کہ مدبروں کی سرگردانی اور استاد کا جھڑکنا اس بنیاد پر ہے کہ ان کو جبر کا احساس نہیں۔ خوش جواب۔ اس کا بہت اچھا جواب ہے جو آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔ بگروی۔ گرویدن کا فعل مضارع ہے بمعنی مائل ہونا، جھکنا۔ بیداری۔ غفلت کے پردے اٹھ جاتے ہیں۔ استغفار۔ استغفر اللہ پڑھنا یعنی اے اللہ ہمیں معاف کر دے۔ راہ۔ ہدایت کا راستہ۔

[2] ہوش۔ تو معلوم ہوا کہ انسان کو اپنے جبر و اختیار کا صحیح ہوش بیماری کے وقت ہو جاتا ہے۔ اصل۔ قاعدہ کلیہ۔ بو۔ خوشبو۔ رخ زرد۔ چہرے کی زردی خوف کی علامت ہے۔ گر۔ اگر اللہ کی طرف سے جبر ہو تو انسان کو ہر کام میں عاجز ہونا چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور کہیں تو جبر کی آواز ہونی چاہئے۔ رادی۔ سخاوت۔ راد۔ سخی۔ اسیر۔ قیدی۔ حبس۔ قید خانہ۔ سرہنگ۔ سپاہی۔

پس تو سرہنگی[1] مکن با عاجزاں
لہذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن

زانکہ نبود طبع و خوئے عاجزاں
اسلئے کہ یہ عاجزوں کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی ہے

چوں تو جبر او نمی بینی مگو
جب تو اس کا جبر نہیں دیکھتا ہے تو قائل نہ ہو

ور ہمی بینی نشانِ دید کو
اور اگر تو دیکھتا ہے، تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

اندراں کاریکہ میل ست بداں
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اُس میں

قدرتِ خود را ہمی بینی عیاں
تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے

اندراں کاریکہ میلت نیست و خواست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے

اندراں جبری شوی کیں از خداست
اس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

انبیاء در کارِ دنیا جبری اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں

کافراں در کارِ عقبیٰ جبری اند
کافر، آخرت کے کام میں جبری ہیں

انبیاء را کارِ عقبیٰ اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں

کافراں را کارِ دنیا اختیار
کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں

زانکہ ہر مرغے بسوئے جنس خویش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف

میرود او در پس و جاں پیش پیش
پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے

کافراں چوں جنس سجّین آمدند
کافر، چونکہ سجین کی جنس کے ہیں

سجن دنیا را خوش آئین آمدند
دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھتے ہیں

انبیاء[2] چوں جنس علیّیں بدند
انبیاء چونکہ علیین کی جنس کے تھے

سوئے علیّیں بجان و دل شدند
اس لئے وہ دل و جان سے علیین کی طرف متوجہ ہوئے

اےخدا بنما تو جاں را آں مقام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھا دے!

کاندر و بے حرف میروید کلام
جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما
اس بات کی تو کوئی انتہا نہیں ہے لیکن ہم

باز گوئیم آں تمامی قصہ را
پھر اس باقی قصہ کو سناتے ہیں

نومید کردن وزیر مریداں را در نقضِ خلوت

وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے ناامید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد
اس وزیر نے اندر سے آواز دی

کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے

کہ مرا عیسیٰؑ چنیں پیغام کرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایسا پیغام دیا ہے

کز ہمہ یاراں و خویشاں باش فرد
کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو

---

[1] سرہنگی۔ سپاہیانہ جبر و تشدد۔ زانکہ۔ مجبور دوسروں پر جبر نہیں کرسکتا اور انسان دوسروں پر ظلم و جبر کرتا ہے۔ خواست۔ خواہش۔ جبری۔ مجبور۔ کیں۔ کہ ایں۔ از خداست۔ یہ انسان کی عادت ہے کہ حسب منشاء کاموں میں اپنا اختیار سمجھتا ہے اور جو کام نہ کرنا چاہے اس میں اپنے آپ کو مجبور ظاہر کرتا ہے۔

[2] انبیاء۔ دنیاوی کاموں میں ترک اسباب کرتے ہیں اور کافر آخرت کے کاموں میں۔ اختیار۔ انبیاء آخرت کے کاموں کو اختیاری سمجھتے ہیں اور کافر دنیا کے کاموں کو۔ ہر مرغے۔ پرند اس قدر خوشی سے جاتا ہے کہ خود تو پیچھے ہو جاتا ہے اور اس کی جان اس سے بھی آگے ہوتی ہے۔ سجین۔ وہ جگہ جہاں کفار کے نام محفوظ ہیں، جہنم کی ایک وادی کا بھی نام ہے۔ علیین۔ نیکوں کا رجسٹر، جنت کا ایک مقام۔ جان را۔ یعنی روح کو وہ مقام عنایت فرما دے جہاں بلا قال و قیل مکاشفہ سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

روئے در دیوار کن تنہا نشیں
گوشہ نشین بن، اکیلا بیٹھ
وز وجودِ خویش ہم خلوت گزیں
اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر

بعد ازیں دستوریِ گفتار نیست
اس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے
بعد ازیں با گفتگویم کار نیست
اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

الوداع اے دوستاں من مُردہ ام
اے دوستو! رخصت، میں مُردہ ہوں
رخت بر چارمؒ فلک بَر بُردہ ام
سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں

تا بزیرِ چرخِ ناری چوں حطب
تاکہ میں آگ کے کرہ کے نیچے، ایندھن کی طرح
می نسوزم در عنا و درعَطب
مشقت اور محنت میں نہ جلوں

پہلوئے عیسیٰؑ نشینم بعد ازیں
اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھوں گا
بر فرازِ آسمانِ چارمیں
چوتھے آسمان کی بلندی پر

ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا

ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہ

وانگہانے آں امیراں را بخواند
تب ان امیروں کو بلایا
یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
اور ایک ایک کر کے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی

گفت ہر یک رابدین عیسوی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں
نائب حق و خلیفہ من توئی
اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

واں امیرانِ دِگر اَتباعِ تو
اور دوسرے امیر، تیرے تابع ہیں
کرد عیسیٰؑ جملہ را اشیاعِ تو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب کو تیرا پیرو بنا دیا ہے

ہر امیرے کو کشد گردن بگیر
جو امیر سرکشی کرے اس کو گرفتار کر لے
یا بکش یا خود ہمیدارش اَسیر
یا مار ڈال یا اس کو اپنا قیدی بنا لے

لیک تا من زندہ ام ایں را مگو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا
تا نمیرم ایں ریاست را مجو
جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا

تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا
دعویٰ شاہی و استیلاء مکن
بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا

اینک ایں طومار و احکامِ مسیح
اب یہ دفتر اور حضرتِ مسیح کے احکام
یک بیک بر خواں تو بر امت فصیح
ایک ایک کر کے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

ہر امیرے را چنیں گفت اُو جدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا
نیست نائب جز تو در دین خدا
کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے

---

1. چارم، چہارم، حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر زندہ وسلامت ہیں۔ چرخِ ناری۔ آگ کا کرہ جو ہوا کے کرہ سے اوپر ہے۔ حَطَب۔ ایندھن۔ عنا۔ مشقت۔ عَطَب۔ ہلاکت۔ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چرخِ چہارم پر ہیں۔ فراز۔ وسعت۔ حرف راندن۔ بات کرنا۔ نائب۔ قائم مقام، خلیفہ، جانشین۔ اتباع۔ تابع کی جمع، پیرو۔ اشیاع۔ شیعہ کی جمع، طرف دار۔ کشد گردن۔ سرکشی کرے۔ اسیر۔ قیدی۔ ریاست۔ حکومت۔ پیدا۔ ظاہر۔ استیلاء۔ غلبہ۔

ہر یکے را کرد اُو یک یک عزیز[1]
ہر ایک کو اس نے ایک ایک کر کے معزز بنایا
ہر چہ اُو را گفت ایں را گفت نیز
جو اُس سے کہا اِس سے بھی کہا

ہر یکے را اُو یکے طومار داد
ہر ایک کو اس نے ایک دفتر دیا
ہر یکے ضد دگر بد المراد
اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا

متن آں طومار ہا بد مختلف
ان دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں
ہمچو شکل حرفہا یا تا الف
جیسا کہ الف، با، تا کے حروف

حکم ایں طومارِ ضد حکم آں
اس دفتر کا حکم اُس دفتر کے خلاف تھا
پیش از کردیم ایں ضد را بیاں
اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں

ضد ہم دیگر زپایاں تا بسر
سر سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد
شرح دادستیم ایں را اے پسر
اے صاحبزادے! ہم اس کی تفصیل بتا چکے ہیں

کشتن وزیر خود را در خلوت از مُریداں

مریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مار ڈالنا

بعد ازاں چل روز دیگر دَر بہ بست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا
خویش را کشت از وجودِ خود برست
اور اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے وجود سے چھٹکارا پالیا

چونکہ خلق از مرگِ اُو آگاہ شد
جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے
بر سرِ گورش قیامت گاہ شد
تو اس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا

خلق چنداں جمع شد بر گورِ اُو
اس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے
مُو کناں جامہ دراں در شورِ اُو
بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے اسکے غم میں

کاں عدد راہم خدا داند شمر
ان کی تعداد کو خدا ہی گننا جانتا ہے
از عرب و زترک و ز رومی و کرد
عرب اور ترک اور رومی اور کرد (سب ہی اُنمیں شامل تھے)

خاکِ اُو کردند برسر ہائے خویش
اس کی مٹی اپنے سروں پر ڈالی
دردِ اُو دیدند درمانہائے خویش
اور اپنا علاج اس کے درد کو سمجھا

آں خلائق بر سرِ گورش مہے
ان لوگوں نے ایک مہینہ تک اس کی قبر پر
کردہ خوں را از دو چشم خود رہے
اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

جملہ از دردِ فراقش در فغاں
اس کی جدائی کے درد سے سب آہ و زاری میں تھے
ہم شہاں و ہم کہاں و ہم مہاں
بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

طلب کردنِ امت عیسیٰؑ کہ ولیعہد از شما کدام ہست

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

---

[1] عزیز۔ معزز، باعزت۔ الف۔ حروف تہجی میں سے ہر ایک کی شکل جدا ہے۔ اے پسر۔ گذشتہ مضامین میں اس کی تشریح کردی گئی ہے۔ قیامت گاہ۔ میدان حشر۔ مُو۔ بال۔ کناں۔ کندن، کھودنا، اکھاڑنا۔ دراں۔ دریدن، پھاڑنا۔ کرد۔ کاف کے ضمہ کے ساتھ، ایک قوم ہے۔ درد۔ تکلیف۔ درماں۔ علاج۔ مہے۔ ایک مہینہ۔ راہ کردن۔ جاری کرنا۔ کہاں۔ کہ کی جمع، کم رتبہ، چھوٹا۔ مہاں۔ مہ کی جمع، بزرگ، بڑا۔ ولی عہد۔ کسی حاکم کے بعد حاکم ہونے والا۔

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں
ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو!

از امیراں، کیست برجایش نشاں
سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے

تابجائے اُو شناسیمش امام
تاکہ اس کی جگہ ہم اس کو امام سمجھیں

تاکہ کارِ ما ازو گردد تمام
تاکہ ہمارا کام اس کے ذریعہ مکمل ہو

سر ہمہ بر اختیارِ اُو نہیم
ہم سب اس کے حکم کی اطاعت کریں

دست بر داماں[1] و دست اُو زنیم
اور اس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں

چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ
جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا

چارہ نبود بر مقامش از چراغ
تو اس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا ہے

چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار
جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا

نائبے باید ازو ماں یادگار
(تو) ہمیں اس کا قائم مقام اس کی یادگار چاہئے

چونکہ گل بگذشت و گلشن شد خراب
جب فصل گل ختم ہو گئی اور چمن تباہ ہو گیا

بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں؟ گلاب سے

حق تعالیٰ چوں نیاید در عیاں
چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے

نائب حقند ایں پیغمبراں
یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں

نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب
نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں

گردو پنداری قبیح آید نہ خوب
اور اگر ان کو دو سمجھو گے تو برا ہوگا، اچھا نہ ہوگا

نے دو باشد تا توئی صورت پرست[2]
نہیں، وہ دو ہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے

پیشِ اُو یک گشت کز صورت برست
جو ظاہر بینی سے گزرا اس کے لئے ایک ہیں

چوں بصورت بنگری چشمت دواست
جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں

تو بنورش در نگر کاں یک تو است
تو ان کے اس نور کو دیکھ کہ وہ ایک ہی ہے

لا جرم چوں بر یکے افتد بصر
لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے

آں یکے بینی دو ناید در نظر
تو اس کو تو ایک ہی دیکھے گا، دو نظر نہ آئیں گی

نور ہر دو چشم نتواں فرق کرد
دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق نہیں کیا جا سکتا

چونکہ برنورش نظر انداخت مرد
جب انسان ان کے نور پر نظر ڈالے

دربیانِ آنکہ جملہ پیغمبران برحق اند کہ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

اس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اس لئے کہ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے" (فرمایا گیا ہے)

---

[1] دست برداماں زدن۔ سہارا پکڑنا۔ بیعت کرنا۔ دست بردست زدن۔ خورشید۔ یعنی وزیر۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔ چراغ۔ سورج کے ڈوبنے پر چراغ جلانا پڑتا ہے۔ ماں۔ مارا۔ نے۔ پہلی بات صحیح نہیں ہے کہ میں نے پیغمبر کو نائب کہہ دیا ہے۔ نے۔ نہیں یعنی دونوں جداگانہ بھی ہیں۔

[2] صورت برست۔ جو ظاہر بینی سے نکلا۔ چشمت۔ یعنی آنکھیں دو ہیں لیکن ان کی روشنی میں وحدت ہے۔ لاجرم۔ یقیناً، دونوں آنکھیں جب (۲) کسی چیز کو دیکھتی ہیں تو وہ ایک نظر آتی ہے۔

دہ چراغ[1] ار حاضر آری در مکاں
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے

ہر یکے باشد بصورت غیر آں
تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا

فرق نتواں کرد نورِ ہر یکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جا سکے گا

چوں بنورش روئے آری بیشکے
بے شک جب تو اس کے نور کی طرف رخ کرے گا

اُطْلُبِ الْمَعْنٰی مِنَ الْفُرْقَانِ وَ قُلْ
اس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ

لَا نُفَرِّقْ بَیْنَ اٰحَادِ الرُّسُلْ
کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں

گر تو صد سیب و صد آبی بشمری
اگر تو سو سیب اور سو بہی گنے

صد نماید یک شود چوں بفشری
تو سو نظر آئیں گے لیکن جب ان کو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے

در معانی قسمت و اعداد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے

در معانی تجزیہ و افراد نیست
تجزیہ اور اکائیاں (بھی) معانی میں نہیں ہیں

اتحادِ یار با یاراں خوش ست
یار کا یاروں سے اتحاد بہتر ہے

پائے معنیٰ گیر صورت سرکش ست
معنیٰ کا اتباع کر، ظاہر تو سرکش ہے

صورتِ سرکش گدازاں کن برنج
سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے

تا بہ بینی زیر آں وحدت چو گنج
تاکہ تو اس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے

ور تو نگذاری عنایت ہائے او
اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اس کی مہربانیاں

ہم گدازد اے دلم مولائے او
بھی پگھلا دیں گی اے (مخاطب) میرا دل اسکا غلام ہے

او[2] نماید ہم بدلہا خویش را
وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے

او بدوزد خرقۂ درویش را
اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

مُنبسط بودیم و یک گوہر ہمہ
ہم بسیط اور بالکل ایک جوہر تھے

بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
ہم بے سروپا تھے اور وہ ہم سب کا سردار و سربی تھا

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب
ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے

بے کدر بودیم و صافی ہمچو آب
ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے

چوں بصورت آمد آں نورِ سرہ
جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی

شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بن گیا

---

[1] دہ چراغ۔ دس چراغ بظاہر دس ہیں لیکن سب کی روشنی میں وحدت ہے۔ کہ قل۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا۔ "لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِنْ رُّسُلِهٖ" ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے ہیں۔" در معانی۔ تعداد الفاظ میں ہے اور معنی میں وحدت ہے اور اصل چیز معنی ہیں۔ صورت سرکش یعنی ظاہر پرستی، محنت اور ریاضت کے ذریعہ ختم کر دے، وحدت نظر آنے لگے گی۔ ور۔ اگر تیری ریاضت بھی کام نہ کرے گی تو اللہ کی مہربانیاں اس منزل پر پہنچا دیں گی۔

[2] او۔ قلب مومن مظہر ذات خداوندی ہے، اپنے جمال سے درویش کے ٹوٹے دل کو جوڑ دیتا ہے۔ اں سر۔ عالم ارواح میں سب ایک بسیط جوہر تھے اعضا بھی نہ تھے۔ چوں بصورت۔ جب اس خالص نور کا مظہر کائنات بنی تو اس میں تعدد پیدا ہو گیا جیسا کہ سورج کی بسیط روشنی مختلف کنگروں پر پڑ کر تعدد کو قبول کر لیتی ہے۔ کنگرہ۔ ریاضت کے ذریعے مختلف مظاہر سے قطع نظر کر لینے کی طاقت پیدا کرتا کہ یہ تعدد اور فرق مٹ جائے۔

کنگرہ ویراں کنید از منجنیق تا رود فرق از میانِ ایں فریق

گوپھن کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو تا کہ اس فریق سے فرق مٹ جائے

در بیانِ آنکہ انبیاء علیہم السلام گفتند "کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ"

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو"

زیرا کہ انچہ ندانند انکار کنند و ایشاں را زیاں دارد

اس لئے کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے، انکار کر دیں گے اور ان کا نقصان ہوگا

قال علیہ السلام "اُمِرْنَا اَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ"

آنحضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں"

شرحِ ایں را گفتمے من از مرے[1] لیک ترسم تا نہ لغزد خاطرے

اس راز کی تفصیل میں زور و شور سے بیان کرتا لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے

نکتہا چوں تیغ الماس ست تیز گر نداری تو سپر واپس گریز

نکتے، تیز تلوار کی طرح تیز ہیں اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا

پیشِ ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

اس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ اس لئے کہ تلوار، کاٹنے سے نہیں شرماتی

زیں سبب من تیغ کردم در غلاف تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف

اسی وجہ سے میں نے تلوار، غلاف میں کر لی ہے تا کہ کوئی الٹا پڑھنے والا، الٹا نہ پڑھے

آمدیم اندر تمامی داستاں از وفاداریِ جمع دوستاں

ہم قصہ کے اختتام پر آ گئے دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

کز پس ایں پیشوا برخاستند بر مقامش نایبے می خواستند

کہ وہ جو اس پیشوا کے بعد اٹھے اس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

منازعت کردنِ امراء بایک دیگر

سرداروں کا، ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت پیش آں قوم وفا اندیش رفت

ان سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا اور اس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا

گفت اینک نائب آنمرد من نائب عیسیٰ منم اندر زمن

بولا، اب اس مرد کا میں قائم مقام ہوں (اور) زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نائب میں ہوں

اینک ایں طومارِ برہانِ من ست کایں نیابت بعد ازو آنِ من ست

اب! یہ دفتر میری دلیل ہے کہ یہ قائم مقامی اس کے بعد میری ملکیت ہے

---

[1] مرے۔ مرا کا امالہ ہے، لڑنا جھگڑنا۔ تیغ الماس۔ تیز تلوار۔ اسپر۔ ڈھال۔ کژ خواں۔ کج خواں، جو غلط مطلب سمجھے۔ پس ایں پیشوا۔ وزیر کے مرنے کے بعد۔ وفا اندیش۔ وفادار۔ برہان۔ دلیل۔ آنِ من۔ میری ملکیت۔

آں امیر دیگر آمد از کمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا

دعوئِ او در خلافت بد ہمیں
(اور) قائم مقامی میں اس کا بھی یہی دعویٰ تھا

از بغل او نیز طومارے نمود
اس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا

تا برآمد ہر دو را خشم و جحود[1]
یہاں تک کہ دونوں کو غصہ اور ضد آ گئی

آں امیرانِ دگر یک یک قطار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہو کر

بر کشیدہ تیغ ہائے آبدار
تیز تلواریں سونت لیں

ہر یکے را تیغ و طومارے بدست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا

درہم افتادند چوں پیلانِ مست
اور یہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے

ہر امیرے داشت خیلِ بیکراں
ہر امیر کے پاس ان گنت لشکر تھا

تیغ ہا را برکشیدند از میاں
(اور) انہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں

صد ہزاراں مردِ ترسا کشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے

تا زِ سَر ہائے بریدہ پشتہ شد
یہاں تک کہ ان کے کٹے ہوئے سروں سے پشتہ بن گیا

خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست
دائیں، بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہہ نکلا

کوہ کوہ اندر ہوازیں گرد خاست
پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا

تخمہائے فتنہا کو کشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اس نے بوئے تھے

آفت سر ہائے ایشاں گشتہ بود
وہ ان کے لئے آفت سر بن گئے

جوزہا بشکست و آنکو مغز داشت
اخروٹ ٹوٹے، اور جس میں گری تھی

بعد کشتن روحِ پاک و نغز داشت
مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا

کشتن و مُردن کہ بر نقشِ تن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے

چوں انار و جوز را بشکستن ست
انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

آنچہ شیرین ست آں شد یارِ دانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا

وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر بانگ
اور جو گلا سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے

آنچہ پُر مغز ست چوں مشک ست پاک
جو گری سے بھرا ہے، مشک کی طرح پاک ہے

وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر خاک
جو گلا سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے

آنچہ با معنی ست خوش پیدا شود
جو پُر حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے

وانچہ بے معنی ست خود رسوا شود
اور جو بے حقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

رَو بمعنی کوش اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! جا معنی کی کوشش کر

زانکہ معنی برتن صورت پرست
اس لئے کہ معنی ظاہر کے جسم کے لئے پَر ہیں

---

[1] جحود۔ یعنی ایک دوسرے کی بات کا انکار۔ بیکراں۔ لاتعداد۔ ترسا۔ عیسائی۔ کوہ کوہ۔ یعنی غبار کے پہاڑ ہوا میں اڑنے لگے۔ جوز۔ اخروٹ۔ نغز۔ نادر، عمدہ، عجیب۔ بانگ۔ آواز یعنی خراب اخروٹ ٹوٹنے کی آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ معنی۔ حقیقت، باطنی خوبیاں۔ پَر۔ جسم کی پرواز باطنی خوبیوں کے ذریعے ہوتی ہے۔

ہم نشین اہل معنی[1] باش تا
اہل باطن کا ہم نشیں بن تاکہ

ہم عطا یابی و ہم باشی فتی
انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے

جانِ بے معنی دریں تن بے خلاف
اس بدن میں بے معنی جان، یقیناً

ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف
غلاف میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

تا غلاف اندر بود باقیمت ست
جب تک وہ غلاف میں ہو قیمتی ہے

چوں بروں شد سوختن را آلت ست
جب باہر نکلی، جلانے کی چیز ہے

تیغ چوبیں را مبر در کار زار
میدانِ جنگ میں لکڑی کی تلوار نہ لے جا

بنگر اول تا نگردد کار زار
پہلے دیکھ لے تاکہ خراب نہ ہو

گر بود چوبیں برو دیگر طلب
اگر وہ لکڑی کی ہے، جا دوسری لے

وربود الماس پیش آبا طرب
اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنے آ

تیغ در زرّاد خانہ[2] اولیاست
تلوار، اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے

دیدنِ ایشاں شما را کیمیاست
ان کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے

ہست دانا رَحۡمَۃٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ
کہ عقل مند دونوں جہاں کے لئے رحمت ہے

گر انارے میخری خنداں بخر
اگر تو انار خریدے، کھلا ہوا خرید

تا دہد خندہ ز دانہ اُو خبر
تاکہ کھلا ہونا اس کے دانہ کی بابت بتا دے

اے مبارک خندہ اش کو از دہاں
اس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے

مینماید دلِ چو دُراز دُرجِ جاں
جو موتی جیسا صاف اور آبدار دل جان کی ڈبیہ سے دکھاتا ہے

نا مبارک خندۂ آں لالہ بوَد
منحوس ہنسی اس گل لالہ کی تھی

کز دہانِ اُو سوادِ دِل نمود
جس کے منہ سے اس کے دل کی سیاہی ظاہر ہو گئی

نارِ خنداں باغ راں خنداں کند
مسکراتا انار، باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے

صحبتِ مرداں از مرداں کند
مردوں کی صحبت تجھے مردوں میں سے بنا دے گی

یک زمانے صحبتے با اولیاء
تھوڑی سی دیر اولیاء کی ہم نشینی

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے

گر تو سنگِ خارہ و مَرمَر شوی
اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہو

چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
جب صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا

---

[1] اہل معنی۔ یعنی اولیاء اللہ۔ فتی۔ نوجوان، عارف باللہ۔ جانِ بے معنی۔ وہ روح جس میں کوئی بزرگی نہ ہو۔ تا غلاف۔ زندگی میں کچھ قدر و قیمت ہو سکتی ہے۔ مرنے کے بعد جہنم کا ایندھن ہے۔ کارزار۔ میدانِ جنگ، خراب کام یعنی میدانِ حشر میں وہی روح کام کی ثابت ہوگی جو فضائل سے پُر ہوگی۔ تیغ۔ اگر اپنی روح کو آبدار تلوار کی طرح قیمتی بنانا ہے تو اولیاء اللہ کی صحبت اختیار کر وہ اکسیر ہے۔

[2] زراد خانہ۔ اسلحہ خانہ۔ انارے۔ یعنی شیخ طریقت اس کو بناؤ جس میں آثار نبوت نمایاں ہوں اور اس کا دل موتی کی طرح مصفا ہو۔ نار۔ انار کا مخفف ہے۔ مرداں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ یک زمانے۔ بعض نسخوں میں دوسرا مصرعہ ''بہتر از صد سال بودن در تقا'' ہے جس کا ترجمہ ہے سو سال تقوے میں گزارنے سے بہتر ہے۔ سنگ خارہ۔ ایک قسم کا سخت پتھر ہے۔ سنگ مرمر۔ ایک قسم کا سفید پتھر ہے۔

مہر پاکاں درمیانِ جاں نشاں — دل مدہ[1] اِلّا بمہر دل خوشاں

پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھا لے — خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے

کوئے نومیدی مَرو کامیدہا ست — سوئے تاریکی مَرو خورشیدہا ست

مایوسی کے کوچہ میں نہ جا، کیونکہ امیدیں ہیں — اندھیرے کی طرف نہ جا، سورج ہیں

دل ترا در کوئے اہل دل کشد — تن ترا در حبس آب و گل کشد

دل تجھے اہل دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے — اور جسم تجھے پانی، مٹی کے قیدخانہ کی طرف کھینچتا ہے

ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے — رو بجو اقبال را از مقبلے

ہاں! کسی دل والے سے (لے کر) دل کو خوراک دے — جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر

دست زن در ذیل[2] صاحب دولتے — تازِ افضالش بیابی رفعتے

کسی دولت والے کا دامن تھام لے — تاکہ اس کی بزرگی سے تو بلندی پا لے

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی — بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائے گی

نعت تعظیم مصطفیٰؐ کہ در انجیل بود

آنحضورؐ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

بود در انجیل نامِ مصطفیٰ ﷺ — آن سرِ پیغمبراں بحرِ صفا

مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا — جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں

بود ذکر حلیہ ہا و شکل اُو — بود ذکر غزو و صوم و اکل اُو

ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا — ان کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا

طائفہ نصرانیاں بہر ثواب — چوں رسیدندے بداں نام و خطاب

عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے — جب اس نام اور خطاب پر پہنچے

بوسہ دادندے بر آں نامِ شریف — رُو نہادندے بداں وصف لطیف

اس متبرک نام کو بوسہ دیتے — اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے

اندریں قصّہ کہ گفتم آں گروہ — ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ

اس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے — وہ خوف و خطر سے بے خوف تھا

ایمن از شرِّ امیران و وزیر — در پناہِ نام احمد مستجیر

سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن — اور احمد (ﷺ) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا

---

[1] دل مدہ۔ انسان کو اولیاء اللہ کی محبت کا شیدائی ہونا چاہئے۔ کوئے نامیدی۔ یعنی شیخ کامل کے وجود سے انسان کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ خورشیدہا۔ یعنی اولیاء اللہ۔ اہل دل۔ اہل باطن، اولیاء اللہ۔ آب وگل۔ یعنی مادی لذتیں۔ کشد۔ یعنی انسان کی طبیعت کے مختلف تقاضے ہیں۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ہمدل۔ وہ شخص جس سے دل لگے۔ مقبل۔ اقبال مند۔ دست زدن۔ پکڑ لینا۔

[2] ذیل۔ دامن۔ افضال۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، بزرگی، فضل وکرم۔ رفعت۔ راء کے کسرہ کے ساتھ بلندی۔ صالح۔ نیک۔ طالح۔ بدبخت۔ حلیہ۔ حاء کے ضمہ سے، صورت، خلقت۔ غزو۔ جنگ، وہ جنگ جس میں آنحضورؐ نے شرکت کی۔ صوم۔ روزہ۔ اکل۔ کھانا۔ طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ نام شریف۔ آنحضورؐ کا نام نامی۔ ایمن۔ مامون، مطمئن۔ شکوہ۔ خوف، دبدبہ۔ مستجیر۔ پناہ پکڑنے والا۔

نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد
ان کی نسل بھی زیادہ ہو گئی
نورِ احمد ناصر[1] آمد یار شد
(اور) احمد (ﷺ) کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

واں گروہِ دیگر از نصرانیاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ
نامِ احمد داشتند بے مستہاں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا

مستہان و خوار گشتند از فتن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے
از وزیرِ شوم رائے شوم فن
بد رائے اور بدکار وزیر کے

مستہان و خوار گشتند آں فریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا
گشتہ محروم از خود و شرطِ طریق
اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی

ہم مخبط دین شاں و حکم شاں
اُن کا مذہب اور ان کا قانون بھی تہ و بالا ہو گیا
از پئے طومار ہائے کژ بیاں
کج بیان دفتروں کی وجہ سے

نامِ احمدؐ چوں چنیں یاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اسطرح مدد کرتا ہے
تا کہ نورش چوں مددگاری کند
تو ان کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟

نامِ احمدؐ چوں حصارے شد حصیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط قلعہ بنا
تا چہ باشد ذاتِ آں روح الامیں
تو اس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہوگی؟

حکایت بادشاہِ جہودِ دیگر کہ در ہلاکِ دینِ عیسیٰؑ جہد می کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

بعد ازیں خونریز درماں نا پذیر
اس ناقابل علاج خونریزی کے بعد
کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
جو اس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی

یک شہ دیگر ز نسل آں جہود
اس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ
در ہلاکِ قومِ عیسیٰؑ رو نمود
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کی طرف متوجہ ہوا

گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج[2]
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے
سورہ بر خواں وَ السَّمَاءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ
تو سورۂ والسماء ذاتِ البُرُوج کو پڑھ لے

سنت بد کز شہِ اوّل بزاد
برا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا
ایں شہ دیگر قدم بروے نہاد
اس دوسرے بادشاہ نے اس پر قدم رکھا

ہر کہ اُو بنہاد ناخوش سنتے
جس کسی نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا
سوئے اُو نفریں رَوَد ہر ساعتے
اس کی جانب ہر وقت لعنت کی جاتی ہے

---

1. ناصر۔ مددگار۔ مستہاں۔ ذلیل، بے قدر۔ فتن۔ فتنہ کی جمع۔ شوم۔ منحوس۔ فن۔ ہنر، پیشہ۔ از خود۔ یعنی فتنوں میں مارے گئے۔ شرطِ طریق۔ یعنی دین اور مذہب کے آداب۔ مخبط۔ الٹ پلٹ، تہ و بالا۔ کژ۔ کج۔ حصار۔ قلعہ۔ حصین۔ مضبوط۔ روح الامین۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ امت سے مدبر اور امانتدار ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ جہد۔ کوشش۔

2. خروج۔ بغاوت، فتنہ و فساد۔ البروج۔ سورۂ بروج کی آیت قُتِلَ اَصْحَابُ الْاُخْدُوْدِ میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل مقدمہ میں ملاحظہ کریں۔ سنت بد۔ جو کوئی بری رسم جاری کرتا ہے تو قیامت تک جو لوگ اس پر عمل کریں گے وہ بھی ان کی برائی میں شریک سمجھا جائے گا اور نیک طریقہ ایجاد کرنے والے کو قیامت تک عمل کرنے والوں کی نیکیوں میں شریک سمجھا جائے گا۔

زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم
اس لئے کہ جو کچھ یہ اس طرح کا ظلم کرے گا
زاولیں جوید خدا بے بیش و کم
بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کرے گا

نیکواں رفتند و سنتہا بماند
نیک لوگ گذر گئے اور ان کے طریقے رہ گئے
وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں باقی رہ گئیں

تا قیامت ہر کہ جنس آں بداں
قیامت تک ان بروں کی جنس سے جو
در وجود آید بود رویش بداں
وجود میں آتا ہے اس کا رخ ان کی طرف ہوتا ہے

رگ رگ است ایں آبِ شیریں[1] و آبِ شور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے
در خلائق میرود تا نفخ صور
جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہے گا

نیکواں را ہست میراث از خوشاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے
آنچہ میراث ست اَوْرَثْنَا الْکِتَاب
جو "اورثنا الکتاب" کی میراث ہے

شد نیازِ طالباں ار بنگری
اگر تو غور کرے تو طالبوں کی نیاز مندی
شُعلہا از گوہر پیغمبری
پیغمبری جوہر کے شعلے ہیں

شعلہ ہا[2] با گوہراں گرداں بود
شعلے، جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں
شعلہ آں جانب رَود ہم کان بود
انوار اس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

نورِ روزن گردِ خانہ می دَوَد
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے
زانکہ خور بُرجے بہ بُرجے می رَوَد
اسلئے کہ سورج ایک بُرج سے دوسرے برج میں جاتا ہے

ہر کرابا اخترے پیوست گیست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے
مَر وُرا با اختر خود ہم تگی ست
اس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے

طالعش گر زہرہ[3] باشد در طرب
اگر اس کا بچھتر زہرہ ہوگا تو عیش و طرب
میل کلی دارد و عشق و طلب
اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا

ور بود مرّیخی خوں ریز خو
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے
جنگ و بہتان و خصومت جوید اُو
تو وہ لڑائی، بہتان اور جھگڑے کی جستجو کرے گا

---

1. آبِ شیریں۔ یعنی خوبیاں۔ آبِ شور۔ یعنی برائیاں۔ نفخ صور۔ یعنی اسرافیل فرشتہ کا بوق بجانا جو قیامت کے قریب ہوگا۔ نیکواں۔ نیکو کی جمع۔ خوشاب۔ میٹھا پانی۔ الکتاب۔ قرآن پاک میں مذکور ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ پھر ہم نے اپنے بندوں میں سے ان لوگوں کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے انتخاب کیا۔ تو اس آیت میں جس میراث کا ذکر ہے یہی اخلاقِ حسنہ اور عباداتِ صالحہ مراد ہیں۔
2. شعلہا۔ یعنی انوار نبوت۔ گوہراں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ کاں بود۔ جہاں اولیاء اللہ ہوں گے وہاں ہی انوار نبوت ہوں گے۔ نورِ روزن۔ ازل سے آفتاب نبوت مختلف انبیاء پر ضوفگن ہوتا رہا تو انبیاء کو روشنی ایک ہی جگہ سے حاصل ہوئی اسی لئے اصولِ دین میں سب متحد ہیں۔ پیوستگی۔ وابستگی۔ ہم تگی۔ مل کر دوڑنا۔
3. زہرہ۔ سیارہ کا نام ہے اس سے جس کو مناسبت ہوتی ہے، اس آدمی کا عشق و محبت کی طرف میلان ہوتا ہے۔ مریخ۔ ستارہ کا نام ہے جس کے اثرات جنگ جوئی اور خونریزی مانے گئے ہیں، ستاروں کے لامحالہ اثرات پڑتے ہیں، اگر ستاروں کی تاثیرات بقضاء اللہ مانی جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، ہاں ان کو موثر حقیقی ماننا کفر ہے۔

اخترانند[1] از ورائے اختراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں

کاحتراق و نحس نبود اندراں
ان میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے

سائراں در آسمانہائے دگر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں

غیر ایں ہفت آسمانِ مشتہر
ان مشہور سات آسمانوں کے علاوہ

راسخاں در تابِ انوارِ خدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں

نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
نہ باہم جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں

ہر کہ باشد طالع اُو زاں نجوم
جس شخص کا بخت ان ستاروں سے ہوگا

نفس اُو کفار سوزد در رجوم
اس کا نفس کفار کو رُجوم کے وقت جلا دے گا

خشم مریخی نباشد خشم اُو
اس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہوگا

منقلب رَو غالب و مغلوب خو
وہ سر جھکا کر چلنے والا، غالب اور مغلوب عادت والا ہے

نورِ غالب[2] ایمن از کسف و غَسَق
وہ غالب آنے والا نور ہے، گہن اور اندھیرے سے محفوظ

درمیانِ اصبعَینِ نورِ حق
اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

حق فشاند آں نور را بر جانہا
اللہ تعالیٰ نے اس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا

مقبلاں برداشتہ دامانہا
جس سے نصیبہ ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں

واں نثارِ نور ہر کو یافتہ
جس نے اس نور کا نچھاور پا لیا

روئے از غیر خدا بر تافتہ
اس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا

ہر کرا دامانِ عشقے نابدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا

زاں نثارِ نور بے بہرہ شدہ
وہ اس نور کے نچھاور سے بے حصہ رہا

جزوہا را رویہا سوئے کل ست
اجزاء کے رخ کل کی طرف ہیں

بلبلاں را عشق با روئے گل ست
بلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

گاؤ را رنگ از بروں و مَرد را
بیل کا رنگ باہر سے اور انسان کا

از دروں جو رنگ سرخ و زرد را
اندر سے ڈھونڈ، سرخ اور زرد رنگ

رنگہائے نیک از خم صفاست
نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں

رنگ زشتاں از سیاہ آبہ جفاست
اور بروں کے رنگ، میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں

---

[1] اخترانند۔ یعنی اولیاء اللہ ایسے ستارے ہیں جن کی تاثیر میں خیر ہی خیر ہے۔ سائراں۔ اولیاء اللہ کی سیر ان ساتوں آسمانوں سے وراء الوراء ہے۔ راسخاں۔ اولیاء اللہ کی صفات بیان فرمائی ہیں۔ نے نے۔ فلکی ستاروں میں باہمی اتصال اور جدائی سے جو نقائص پیدا ہوتے ہیں اولیاء اللہ ان سے بری ہیں۔ رجوم۔ رجم کی جمع، وہ چیز جو پھینک کر ماری جائے۔ فلکی ستاروں سے قدرت یہ کام لیتی ہے کہ جب شیاطین غیبی باتیں اچکنے کے لئے آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ستارے ان پر پھینک کر مارے جاتے ہیں، جس کے وہ لگتے ہیں وہ جل بھن جاتا ہے، اولیاء اللہ بھی نفس امارہ اور کافروں کے لئے رجوم ہیں۔

[2] غالب۔ یعنی اللہ کی مدد سے وہ غالب ہیں لیکن منکسر المزاجی کی وجہ سے مغلوب نظر آتے ہیں۔ کسف۔ ستارہ کا بے نور ہو جانا، گہن۔ غسق۔ رات کی تاریکی۔ اصبعین۔ اصبع کا تثنیہ ہے، انگلی۔ نثار، روپیہ پیسہ جو کسی پر صدقہ کر کے نچھاور کر دیا جائے۔ زرد و سرخ۔ جانوروں کا رنگ کھال سے دیکھا جاتا ہے انسانی رنگ سے مراد باطنی اوصاف ہیں۔ خم۔ مٹکا۔ سیاہ آبہ۔ کالا پانی۔ جفا۔ جیم کے ضمہ سے، میل کچیل، جیم کے فتحہ سے، ظلم و زیادتی۔

صِبْغَۃُ اللّٰہ[1] نامِ آں رنگ لطیف
صبغۃ اللہ اس پاک رنگ کا نام ہے

لعنۃ اللہ بوئے ایں رنگ کثیف
لعنۃ اللہ اس گندے رنگ کی بدبو ہے

آنچہ از دریا بدریا می رود
جو پانی دریا سے آتا ہے، دریا میں جاتا ہے

از ہماں جاکاید آنجا می رود
جس جگہ سے آتا ہے اسی جگہ جاتا ہے

از سرِ کہ سیلہائے تیز رو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رو سیلاب

وز تن ما جانِ عشق آمیز رو
اور ہمارے جسم سے عشق میں ڈوبی ہوئی جان (رواں ہوتی ہے)

آتش افروختن بادشاہ و بت نہادن پہلوئے آتش کہ
بادشاہ کا آگ جلانا اور آگ کے پاس بت رکھنا کہ

ہر کہ ایں بت را سجود کند از آتش رہائی باید
جو بت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جہودِ سگ بہ بیں چہ رائے کرد
دیکھو! اس یہودی کتے نے کیا تدبیر کی؟

پہلوئے آتش بتے بر پائے کرد
آگ کے پاس ایک بت کھڑا کر دیا

کانکہ ایں بت را سجود آرد برست
کہ جو اس بت کو سجدہ کرے گا چھوٹ جائے گا

ور نیارد در دلِ آتش نشست
اور اگر نہیں کرے گا، آگ میں بھسم ہو جائے گا

چوں سزائے آں بت نفس او نداد
چونکہ اس نے اپنے نفس کے بت کو سزا نہ دی تھی

از بت نفسش بتے دیگر بزاد
اس کے نفس کے بت سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا

مادرِ بتہا بت نفس[2] شماست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے

زانکہ آں بت مار و ایں بت اژدہاست
کیونکہ وہ بت سانپ اور یہ بت اژدہا ہے

آہن و سنگ ست نفس و بت شرار
نفس لوہا اور پتھر ہے اور بت، چنگاری

آں شرار از آب می گیرد قرار
چنگاری، پانی سے بجھ جاتی ہے

سنگ و آہن زاب کے ساکن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں؟

آدمی با ایں دو کے ایمن شود
آدمی ان دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے؟

سنگ و آہن در دروں دارند نار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں

آب را بر نارِ شاں نبود گذار
پانی کا ان کی آگ پر گذر نہیں ہے

زاب چوں نارِ بروں کشتہ شود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے

در درونِ سنگ و آہن کے رود
(وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا؟

---

[1] صبغۃ اللہ۔ اللہ کا رنگ، قرآن پاک میں ہے صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً 'اللہ کا رنگ، اور کون ہے اللہ سے زیادہ اچھا ازروئے رنگ کے۔' 'از دریا۔ سمندر کا پانی بخارات بن کر بادل میں تبدیل ہوتا ہے اور پھر برس کر اسی سمندر میں واپس ہو جاتا ہے۔ بر پا کرد۔ کھڑا کر دیا۔

[2] نفس۔ اصل بت انسان کا نفس ہے جو سینکڑوں بتوں کو جنم دیتا ہے۔ آہن۔ لوہے سے لوہا، پتھر سے پتھر ٹکراتا ہے تو چنگاری نکلتی ہے، چنگاری کو بجھا دینا ممکن ہے لیکن پتھر کے اندر جو چنگاری پیدا کرنے کا مادہ ہے، اس کو نہیں بجھایا جا سکتا، اسی طرح نفس کے پیدا کردہ بت فنا کیے جا سکتے ہیں لیکن نفس کی وہ قوت جو بت پیدا کرتی ہے اس کا ازالہ بہت دشوار ہے، اس سے مطمئن نہ ہونا چاہیے۔

سنگ و آہن چشمۂ نارند و دود　قطرہ ہا شاں کفر و ترسا و جہود

لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں　کفر اور عیسائیت اور یہودیت اس کے قطرے ہیں

بت[1] سیہ آب ست در کوزہ نہاں　نفس مر آبِ سیہ را چشمہ داں

بت، کوزہ میں چھپا، کالا پانی ہے　نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو

آں بت منحوت چوں سیل سیاہ　نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ

وہ تراشا ہوا بت، کالا سیلاب ہے　بت ساز، نفس شارع عام پر چشمہ ہے

بت درونِ کوزہ چوں آبِ کدر　نفس شومت چشمۂ آں اے مصر

بت، کوزہ میں، گدلا پانی ہے　تیرا بدبخت نفس اس کا چشمہ ہے، اے کج بحث!

صد سبورا بشکند یک پارہ سنگ　واب چشمہ میزہاند بے درنگ

پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے　اور چشمہ کا پانی فوراً اس کو اچھال دیتا ہے

آبِ خم و کوزہ گر فانی شود　آبِ چشمہ تازہ و باقی بود

مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے　چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا

بت شکستن سہل باشد نیک سہل　سہل دیدن نفس را جہل ست جہل

بت توڑنا، آسان، اور بہت آسان ہوتا ہے　نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

صورتِ نفس ار بجوئی اے پسر　قصۂ دوزخ بخواں با ہفت در

اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی جستجو ہے　تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے

ہر نفس[2] مکرے و در ہر مکر زاں　غرق صد فرعون با فرعونیاں

(اس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اسکے ہر مکر میں　سو فرعون، فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں

در خدائے موسیٰؑ و موسیٰؑ گریز　آبِ ایماں را زِ فرعونی مریز

موسیٰ کے خدا، اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھاگ　فرعونیت سے ایمان کی آبروریزی نہ کر

دست را اندر اَحد و اَحمدؐ بزن　اے برادر وارہ از بوجہل تن

اَحد اور اَحمدؐ سے تعلق پیدا کر　اے بھائی! جسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

آوردن بادشاہِ جہود زنے را با طفل و انداختن اُو

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا

طفل را در آتش و بسخن آمدنِ طفل درمیانِ آتش

بچہ کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچہ کا بولنا

---

[1] بت کی مثال اس سیاہ پانی کی ہے جس کا سرچشمہ نفس انسانی ہے۔ صد سبو۔ گندے پانی کے سو گھڑے ایک پتھر سے توڑے جا سکتے ہیں لیکن چشمہ بند نہیں کیا جا سکتا۔ قصۂ دوزخ۔ دوزخ کے جس قدر عذاب ہیں وہ دراصل نفس خبیث ہی کے اعمال ہیں تو گویا نفس کی مکمل تصویر دوزخ ہے۔

[2] ہر نفس۔ نفس ہر سانس میں ایک مکر کرتا ہے جس میں سینکڑوں فرعونی شخصیتیں غرق رہتی ہیں۔ موسیٰؑ۔ فرعون کی مناسبت سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ احد۔ خدا اور رسول کا اتباع ہی ذریعہ نجات ہے۔ ابوجہل کا راستہ ہلاکت کا ہے۔

یک زنے با طفل آورد آں جہود — پیش آں بت و آتش اندر شعلہ[1] بود

وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا — بت کے سامنے، اور آگ شعلہ زن تھی

گفت اے زن پیشِ ایں بت سجدہ کن — ورنہ در آتش بسوزی بے سخن

بولا، اے عورت! اس بت کے سامنے سجدہ کر — ورنہ لاکلام تو آگ میں جلے گی

بود آں زن پاک دین و مومنہ — سجدۂ آں بت نہ کرد آں موقنہ

وہ عورت پاک دین والی، اور مومنہ تھی — اس یقین والی نے بت کو سجدہ نہ کیا

طفل ازو بستید در آتش فگند — زن بترسید و دل از ایماں بکند

اس نے اس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا — عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

خواست تا اُو سجدہ آرد پیشِ بت — بانگ زد آں طفل کہ اِنّی لَمْ اَمُتْ

اس نے چاہا کہ وہ بت کے سامنے سجدہ کرے — بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں

اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم — گرچہ در صورت میانِ آتشم

اماں! اندر آ جا میں اس جگہ اچھا ہوں — اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں

چشم بندست آتش از بہر حجیب — رحمتست ایں سر برآوردہ زجیب

آگ نظربندی کے لئے ایک پردہ ہے — (ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے

اندر آ مادر ببیں بُرہانِ حق — تا بہ بینی عشرتِ خاصانِ حق

ماں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ — تاکہ تو خاصانِ خدا کے عیش کو دیکھے

اندر آ و آب بیں آتش مثال — از جہانے کاتش ست آبش مثال

اندر آ اور آگ کی صورت کا، پانی دیکھ — اس دنیا سے جس کا پانی (بھی) آگ جیسا ہے

اندر آ اسرار ابراہیمؑ بیں — کو در آتش یافت وَرد و یاسمیں

اندر آ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے راز دیکھ — جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

مرگ می دیدم گہے زادن[2] ز تو — سخت خوفم بود افتادن زتو

تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آ رہی تھی — تجھ میں سے نکل پڑنے کا مجھے بہت ڈر تھا

چوں بزادم رَستم از زندانِ تنگ — در جہانے خوش سرائے خوب رنگ

جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا — اچھے مقام اور اچھے رنگ کی دنیا میں (آ گیا)

ایں جہاں را چوں رحم دیدم کنوں — چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں

اب میں اس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں — جب میں نے اس آگ میں یہ سکون دیکھا

---

[1] شعلہ زن۔ لپٹیں مارنے والی۔ بے سخن۔ لامحالہ، لاکلام۔ موقنہ۔ مومنہ۔ ستید۔ ماضی ہے ستیدن کا، لینا۔ فگند۔ آگ میں ڈال دیا۔ دل از چیزے برکندن۔ کسی چیز کو چھوڑ دینا۔ چشم بند۔ نظر بندی، نظر فریبی۔ حجیب۔ حجاب کا امالہ ہے، پردہ۔ زجیب سر برآوردن۔ ظاہر ہونا۔ آتش مثال۔ طاعات، بظاہر ناگوار ہیں لیکن ان کا نتیجہ بہت اچھا ہے، گناہ بظاہر میٹھا ہے، درحقیقت بہت تلخ ہے۔ ورد۔ گلاب۔ یاسمین۔ چنبیلی کا پھول۔

[2] زادن زتو۔ رحم مادر کی زندگی پسند تھی، پیدا ہونے سے خوف لگتا تھا۔ چوں بزادم۔ پیدا ہونے کے بعد دنیا اچھی لگنے لگی۔ ایں جہاں۔ جیسا کہ پہلے رحم مادر کو اچھا سمجھتا تھا اور دنیا کو برا لیکن پھر دنیا اچھی لگنے لگی، اسی طرح دنیا کو چھوڑ کر آگ میں آنے کو برا سمجھا لیکن آگ میں آنے کے بعد دنیا بری لگنے لگی۔

اندریں آتش بدیدم عالمے — ذرّہ ذرّہ اندر و عیسٰی دمے[1]

میں نے اس آگ میں وہ دنیا دیکھی — جس میں ایک ایک ذرہ عیسٰی علیہ السلام کے دم کی طرح ہے

نک جہانے نیست شکلے ہست ذات — واں جہانے ہست شکلے بے ثبات

اب ایک دنیا ہے بظاہر معدوم، دراصل موجود — اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

اندر آ مادر بحق مادری — ہیں کہ ایں آذر ندارد آذری

ماں! اندر آ کہ مادری حقوق کا واسطہ — دیکھ یہ آگ، آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے

اندر آ مادر کہ اقبال آمدست — اندر آ مادر مدہ دولت زدست

ماں اندر آ کہ خوش قسمتی آ گئی ہے — ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے

قدرتِ آں سگ بدیدی اندر آ — تا بہ بینی قدرت و لطف خدا

تو نے اس کتے کی طاقت دیکھ لی، اندر آ — تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے

من ز رحمت میکشایم پائے تو — کز طرب خود نیستم پروائے تو

میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں — (ورنہ) خوشی کی وجہ سے مجھے تیری پروا نہیں ہے

اندر آ و دیگراں راہم بخواں — کاندر آتش شاہ[2] بنہادست خواں

اندر آجا، اور دوسروں کو بھی بلا لے — کیونکہ آگ میں شاہ نے دستر خوان بچھا دیا ہے

اندر آئید اے ہمہ پروانہ وار — اندر ایں آتش کہ دارد صد بہار

اے لوگو! سب کے سب پروانوں کی طرح اندر آ جاؤ — اس آگ میں جس میں سینکڑوں بہاریں ہیں

اندر آئید اے مسلماناں ہمہ — غیر عذبِ دیں عذاب ست آں ہمہ

اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ — دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے

اندر آئید و بہ بینید ایں چنیں — سرد گشتہ آتش گرم مہیں

اندر آ جاؤ اور دیکھو کہ کس طرح — یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟

اندر آئید اے ہمہ مست و خراب — اندر آئید اے ہمہ عین عتاب

اے مست اور تباہ لوگو! اندر آ جاؤ — اے مجسم عتاب، اندر آ جاؤ

اندر آئید اندریں بحر عمیق — تاکہ گردد روح صافی و رقیق

اس گہرے سمندر میں، اندر آ جاؤ — تاکہ روح، صاف اور لطیف بن جائے

مادرش انداخت خود را نزدِ او — دست او بگرفت طفل مہر جو

اس کی ماں نے اپنے آپ کو اس کے پاس پھینک دیا — محبت کے جویاں بچے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

اندر آمد مادرِ آں طفل خورد — اندر آتش گوئے دولت را ببرد

اس چھوٹے بچے کی ماں اندر آ گئی — آگ میں اس نے دولت کی بازی جیت لی

---

[1] دمے۔ آگ کو مہلک سمجھتا تھا لیکن معلوم ہوا کہ اس کے ذرہ ذرہ میں دمِ مسیحائی ہے۔ نک۔ اب تک، اب۔ نیست شکل۔ صورتاً معدوم۔ ہست ذات۔ حقیقتاً موجود۔ بے ثبات۔ بے قیام۔ آذر۔ آگ۔ آذری۔ آگ کی تاثیر۔ اقبال۔ سعادت۔ پائے تو۔ دنیا کے پنجے سے باہر نکال رہا ہوں۔ طرب۔ خوشی، مستی۔

[2] شاہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ عذب۔ شیریں پانی۔ مہیں۔ میم اور باء کے کسرہ کے ساتھ، بزرگ تر۔ مست وخراب۔ جو دنیا کی لذتوں میں مست اور برباد ہیں۔ عین عتاب۔ سخت معتوب۔ بحر۔ سمندر۔ عمیق۔ گہرا۔ رقیق۔ باریک، لطیف۔ گوئے بردن۔ گیند لے جانا، بازی جیت لینا۔

مادرش ہم زاں نسق[1] گفتن گرفت
اس کی ماں نے بھی اسی طرح کہنا شروع کر دیا

دُرِّ وصفِ لطفِ حق سُفتن گرفت
اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا

بانگ میزد درمیانِ آں گروہ
اس جماعت میں وہ پکار رہی تھی

پُرہمی شد جانِ خلقاں از شکوہ
لوگوں کی جان عظمت سے پُر ہو رہی تھی

نعرہ میزد خلق را کاے مردماں
اس نے لوگوں کو پکارا، اے لوگو!

اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
آگ کے اندر اس باغ کو دیکھو

انداختن مردماں خود را در آتش از سرِ ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد زاں بیخویشتن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپ کو

میفگندند اندر آتش مرد و زن
مرد و عورت، آگ میں ڈال رہے تھے

بے موکل بے کشش از عشقِ دوست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلانے اور کشش کے بغیر

زانکہ شیریں کردنِ ہر تلخ ازوست
اسلئے کہ ہر تلخ کا شیریں کر دینا اسکی ہی جانب سے ہے

تا چناں شد کاں عواناں خلق را
یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی، لوگوں کو

منع میکردند کآتش درمیا
منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ

آں یہودی شد سیہ رُوی و خجل
وہ یہودی سیہ رو اور شرمندہ ہو گیا

شد پشیماں زیں سبب بیمارِ دل
دل کا بیمار، اس وجہ سے پشیمان ہو گیا

کاندر آتش خلق عاشق ترشدند
کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہو گئے

در فنائے جسم صادق ترشدند
جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے

مکر شیطاں[2] ہم در و پیچید شکر
شکر ہے، شیطان کا مکر اسی کو چمٹ گیا

دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر
شکر ہے، شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا

آنچہ میمالید بر روئے کساں
(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے منہ پر ملتا تھا

جمع شد در چہرۂ آں ناکساں
ان کمینوں کے چہروں پر اکٹھی ہو گئی

آنکہ می درّید جامۂ خلق چست
جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا

شد دریدہ آنِ اُو زیشاں درست
اس کا جامہ چاک ہو گیا، ان کا درست ہو گیا

کژماندنِ دہانِ آں شخص کہ نامِ پیغمبر را بہ تسخر برد

اس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

آں دہن کژ کرد و از تسخر بخواند
جس نے منہ ٹیڑھا کیا اور تمسخر سے لیا

نامِ احمدؐ را دہانش کژ بماند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام، اس کا منہ ٹیڑھا رہ گیا

---

1. نسق۔ طرز، ترتیب۔ دُر۔ موتی۔ سُفتن۔ پرونا۔ جوش میں آنا، بہادری پیدا ہو جانا۔ جان پُرشدن۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔ شکوہ۔ عظمت، دبدبہ۔ بوستاں۔ باغ۔ بے خویشتن۔ از خود رفتہ۔ موکل۔ وہ شخص جس کو کوئی کام سپرد کیا گیا ہو۔ عواناں۔ عین کا فتحہ، واؤ کی تشدید، سخت گیر۔
2. مکر شیطان۔ مولانا فرماتے ہیں خدا کا شکر ہے شیطان خود اپنے جال میں پھنس گیا۔ ناکس۔ بے وجود، کمینہ۔ کژماندن۔ ٹیڑھا ہو جانا، جس طرح یہودی بادشاہ اپنے کام سے خود ذلیل ہوا اسی طرح آنحضور کا مذاق اڑانے والا ذلیل ہوا۔ تسخر۔ تمسخر۔

باز آمد کاے محمدؐ عفو کن
واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجئے

اے ترا الطاف و علم مِن لَدُن[1]
اے (حضرت) آپکو مہربانیاں اور علم لدنّی حاصل ہے

من ترا افسوس می کردم ز جہل
میں نے جہالت کی وجہ سے آپؐ کا مذاق اڑایا

من بدم افسوس را منسوب و اہل
(حالانکہ) تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس دَرَد
جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے

مَیلش اندر طعنۂ پاکاں بَرَد
اس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی میں کر دیتا ہے

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے

کم زند در عیبِ معیوباں نفس
تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند
جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے

میل ما را جانب زاری کند
تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے

اے خنک چشمیکہ اُو گریانِ اُوست
بڑی مبارک ہے، وہ آنکھ جو اس کے لئے روتی ہے

وے ہمایوں دل کہ اُو بریانِ اُوست
(اور) وہ دل بہت مبارک ہے جو اسکے لئے جل بھن رہا ہے

از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست
ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے

مردِ آخر بیں[2] مبارک بندہ ایست
انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بود
جہاں کہیں آبِ رواں ہو، سبزہ ہوتا ہے

ہر کجا اشکِ رواں رحمت شود
جہاں کہیں اشک رواں ہو، رحمت ہوتی ہے

باش چوں دو لاب نالاں چشم تر
رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ

تاز صحن جانت بر روید خضر
تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اگے

مرحمت فرمود سیدؐ عفو کرد
سیّد الکونینؐ نے رحم فرمایا، معاف کر دیا

چوں ز جرأت توبہ کرد آں روئے زرد
جب اس شرمندہ نے ہمت کر کے توبہ کی

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار
تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر

رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر
تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

عتاب کردنِ جہود آتش را کہ چرائی سوزد و جوابِ اُو

یہودی (بادشاہ) کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اس کا جواب

رُو بآتش کردِ شہ کاے تند خو
بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بدمزاج!

آں جہاں سوزِ طبیعی خوت کو
تیری دنیا کو جلانے والی فطری عادت کہاں ہے؟

---

[1] علم لدنی۔ وہ علم جو براہِ راست خدا سے بدون کسی استاد کے واسطہ کے حاصل ہوا ہو۔ افسوس۔ استہزاء، تمسخر۔ اہل۔ قابل، صاحب۔ نفس زدن۔ سانس لینا، بات کرنا۔ یاری۔ مدد گریاں۔ یعنی اللہ کی محبت میں۔ آ خر خندہ۔ ہر سختی کے بعد راحت ہوتی ہے۔

[2] آخر بیں۔ جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہے، وہ قابل مبارک باد ہے۔ رحمت۔ اللہ کے خوف سے تنہائی میں رو پڑنا اللہ کو بہت زیادہ محبوب ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ سید۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ روئے زرد۔ شرمندہ، نادم۔ خوت۔ خوئے تو۔ کو۔ کجا۔

چوں نمیسوزی چہ شد خاصیت
تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟
یاز بخت ما دگر شد نیت
یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی

می نہ بخشائی[1] تو بر آتش پرست
تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے
آنکہ نپرستد ترا چوں او برست
جو تجھے نہیں پوجتا، وہ کیوں بچ گیا

ہرگز اے آتش تو صابر نیستی
اے آگ! تو صبر کرنے والی ہرگز نہیں ہے
چوں نسوزی چیست قادر نیستی
کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

چشم بندست اے عجب یا ہوش بند
ہائے تعجب! یہ نظربندی ہے یا حواس بندی
چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند
ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟

جادوئے کردت کسے یا سیمیات
کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم
یا خلافِ طبع تو از بخت ماست
یا تیرا طبیعت کے خلاف (کام) ہمارے نصیبہ کی وجہ سے ہے؟

جواب دادنِ آتش

گفت آتش من ہمانم آتشم
آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں
اندر آ تا تو ببینی تابشم
اندر آجا، تاکہ تو میری گرمی دیکھے

طبع من دیگر نگشت و عنصرم
میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے
تیغ حقم ہم بدستوری برم[2]
میں خدا کی تلوار ہوں، اجازت ہی سے کاٹتی ہوں

بر درِ خرگہ سگانِ ترکماں
ترکمانوں کے کتے، خیمہ کے دروازہ پر
چاپلوسی کردہ پیشِ میہماں
مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں

ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو
اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گذرتا ہے
حملہ بیند از سگاں شیرانہ او
تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے

من ز سگ کم نیستم در بندگی
میں غلامی میں، کتے سے کم نہیں ہوں
کم ز ترکے نیست حق در زندگی
اللہ تعالیٰ زندہ ہونے میں کسی ترک سے کم نہیں ہے

آتش طبعت اگر غمگیں کند
اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے
سوزش از امر ملیکِ دیں کند
دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے

آتش طبعت اگر شادی دہد
اگر تیرے مزاج کی گرمی، خوشی دیتی ہے
اندرو شادی ملیکِ دیں نہد
دین کا مالک، اس میں خوشی رکھ دیتا ہے

چونکہ غم بینی تو استغفار کن
جب تو غم دیکھے، تو توبہ کر
غم بامر خالق آمد کارکن
غم، خدا کے حکم سے کام کرتا ہے

---

[1] می نہ بخشائی۔ تو اپنے پجاریوں کو بھی نہیں بخشتی تو نے ان کو جو تجھے پوجتے نہیں کیوں نہیں جلایا۔ چشم بند۔ نظر بندی۔ ہوش بند۔ جس سے انسان کے حواس گم ہو جائیں۔ سیمیا۔ وہ علم جس کے ذریعہ انسان اپنی شکل بدل لیتا ہے موہوم چیزوں کو موجود کر کے دکھا دیتا ہے۔ تابش۔ تپش۔ عنصر۔ اصل مادہ۔ دستوری۔ حکم، اجازت۔

[2] برم۔ باء کا ضمہ بریدن کا فعل مضارع متکلم ہے۔ خرگہ۔ خیمہ۔ ترکماں۔ ترکوں کی ایک قوم ہے، ڈاکو۔ آتش طبعت۔ جس طرح ظاہری آگ خدا کے حکم کی پابند ہے، اسی طرح باطنی آگ بھی خدا کے حکم کی پابند ہے۔ ملیک۔ مالک۔ دین۔ بدلہ، جزاء۔ استغفار۔ توبہ۔ غم کا سبب گناہ ہے۔

چوں بخواہد عین غم[1] شادی شود
جب وہ چاہتا ہے عین غم، خوشی بن جاتا ہے

عین بند پائے آزادی شود
خود بیڑی، آزادی بن جاتی ہے

باد و خاک و آب و آتش بندہ اند
ہوا، مٹی، پانی اور آگ غلام ہیں

با من و تو مردہ با حق زندہ اند
میرے اور تیرے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن اللہ کے نزدیک زندہ ہیں

پیشِ حق آتش ہمیشہ در قیام
آگ، اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے

ہمچو عاشق روز و شب بیجاں مدام
عاشق کی طرح، بے جان، دن اور رات مسلسل

سنگ بر آہن زنی آتش جہد
تو لوہے پر پتھر مارے گا آگ نکلے گی

ہم بامر حق قدم بیروں نہد
وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے

آہن و سنگ از ستم برہم مزن
ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا

کایں دو میزانید ہمچو مرد و زن
اسلئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

سنگ و آہن خود سبب آمد و لیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن

تو ببالا تر نگر اے مردِ نیک
اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ

کیں سبب را آں سبب آورد پیش
اس لئے کہ اس سبب کو اس سبب نے پیدا کیا ہے

بے سبب کے شد سبب ہرگز زخویش
کوئی سبب، بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟

ایں سبب را آں سبب عامل کند
اس سبب کو وہ سبب، عمل کرنے والا بناتا ہے

باز گاہے بے پر و عاطل کند
پھر کبھی بے پر، اور معطل بنا دیتا ہے

واں سببہا کانبیا را رہبرست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں

آں سببہا زیں سببہا برترست
وہ اسباب، ان اسباب سے بالاتر ہیں

ایں سبب را محرم آمد عقل ما
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے

واں سببہا راست محرم انبیا
اور ان اسباب کو انبیاء جانتے ہیں

ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہہ دے، رسّی

اندریں چہ ایں رسن[2] آمد بفن
اس کنوئیں میں یہ رسّی تدبیر سے آئی ہے

گردشِ چرخ ایں رسن را علت ست
گھیری کی گردش، اس رسّی کی علت ہے

چرخ گرداں راندیدن زلت ست
گھیری گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے

ایں رسنہائے سببہا در جہاں
دنیا میں ان اسباب کی رسیوں کو

ہاں و ہاں زیں چرخِ سرگرداں مداں
ہرگز ہرگز اس گھومنے والے چرخ (آسمانی) وجہ سے نہ جاننا

---

[1] عین غم۔ خدا اسباب کی تاثیرات بدل دیتا ہے۔ باد۔ جس قدر عناصر ہیں خدا کے حکم کے پابند ہیں اور اس کے احکام کو سمجھتے ہیں صرف آگ ہی خدا کے حکم کی پابند نہیں ہے۔ آتش۔ آگ اللہ کے احکام کی منتظر رہتی ہے۔ قدم بیروں نہادن۔ پیدا ہونا۔ بیالاتر نگر۔ حقیقتاً اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہے یعنی اسباب میں تاثیرات وہی پیدا کرتا ہے آں سبب۔ اللہ تعالیٰ۔ عقل ما۔ عوام کی نگاہ اسبابِ ظاہری پر رہتی ہے، انبیاء کی نظر مسبب الاسباب پر رہتی ہے۔

[2] رسن۔ ڈول کے کھنچنے کا سبب بظاہر رسی ہے لیکن حقیقی سبب رسی کو کھینچنے والا ہے۔ چہ۔ چاہ، کنواں۔ گردشِ چرخ۔ فلاسفہ آسمان کو مسبب الاسباب مانتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اسباب بمنزلہ رسی کے ہیں اور آسمان بمنزلہ گھیری ہے اور اصل سبب گھیری کو گھمانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ چرخ۔ فلاسفہ فلک الافلاک کی گردش کو سبب حقیقی قرار دیتے ہیں۔

تا نمانی صفر[1] و سرگرداں چوں چرخ
تا کہ تو خالی، اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے

تا نہ سوزی تو ز بے مغزی چو مرخ
اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

باد و آتش میشوند از امر حق
ہوا، اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں

ہر دو سرمست آمدند از خمر حق
اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں

آبِ حلم و آتشِ خشم اے پسر
اے بیٹا! بردباری کا پانی اور غصہ کی آگ

ہم زحق بینی چو بکشائی نظر
بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھے گا اگر آنکھ کھولے گا

گر نبودے واقف از حق جانِ باد
ہوا کی جان، اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی

فرق کے کردے میانِ قومِ عاد
قومِ عاد (کے نیک و بد) میں کب فرق کرتی؟

قصۂ ہلاک کردن باد قومِ ہود علیہ السلام را

ہوا کا ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصہ

ہود گردِ مومناں خطے کشید
مومنوں کے چاروں طرف حضرتِ ہود نے خط کھینچ دیا

نرم میشد باد[2] کانجا میرسید
جب ہوا اس جگہ پہنچتی، نرم پڑ جاتی

ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را
جو اس خط کے باہر تھا، سب کو

پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی

ہم چنیں شیبانِ راعی می کشید
اسی طرح (حضرت) شیبان چرواہے کھینچ دیتے تھے

گرد بر گردِ رمہ خطے پدید
ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط

چوں بجمعہ میشد او وقتِ نماز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے

تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز
تا کہ اس جگہ بھیڑیا غارت گری نہ کرے

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں
اس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا

گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
کوئی بکری بھی اس علامت سے باہر نہ نکلتی

بادِ حرصِ گرگ و حرصِ گوسپند
بھیڑیے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا

دائرہ مردِ خدا را بود بند
(اس) مردِ خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہم چنیں بادِ اجل با عارفاں
اسی طرح، اولیاء اللہ پر موت کی ہوا

نرم و خوش ہم چو نسیم بوستاں
باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے

آتش ابراہیمؑ را دنداں نزد
آگ نے (حضرت) ابراہیمؑ کو تکلیف نہیں پہنچائی

چوں گزیدہ حق بود چونش گزد
جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہنچائے؟

---

1. صفر۔ خالی۔ مرخ۔ ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں۔ میشوند۔ وجود میں آتے ہیں۔ خمر۔ یعنی شراب محبت۔ عاد۔ ایک قوم کا نام ہے جس میں حضرت ہودؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، ان کی سرکشی اور نافرمانی کی وجہ سے ان پر ہوا کو مسلط کیا گیا جس نے ان میں سے کافروں کو ہلاک کر دیا۔ شیبان۔ ایک ولی کا نام ہے۔ راعی۔ چرواہا۔ رمہ۔ ریوڑ۔ پدید۔ ظاہر، نمایاں، نشاں یعنی وہ خط جو شیبان نے کھینچا تھا۔
2. باد۔ چونکہ گذشتہ اشعار میں ہوا کے تابع فرمان ہونے کا ذکر تھا اس جگہ پر لفظ باد ہی استعمال کیا ہے یعنی بھیڑیے کو دائرہ میں داخل ہونے اور بکریوں کو دائرے سے نکلنے کی حرص تھی۔ اجل۔ اولیاء اللہ پر موت کے بہتر آثار طاری ہوتے ہیں۔

آتش شہوت نسوزد اہلِ دیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے
باغیاں را بُردہ تا قعرِ[1] زمیں
سرکشوں کو زمین کی تہ میں لے جاتی ہے

موجِ دریا چوں بامرِ حق بتاخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اٹھی
اہلِ موسیٰؑ راز قبطی وا شناخت
موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا

خاکِ قاروں را چو فرماں در رسید
قارون کی زمین کو جب حکم پہنچا
با زر و تختش بقعر خود کشید
اس کو دولت اور تخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

آب و گِل چوں از دمِ عیسیٰؑ چرید
مٹی اور پانی نے جب حضرت عیسیٰؑ کی پھونک کو چکھا
بال و پر بکشاد و مرغے شد پدید
بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا

از دہانت چوں بر آید حمد حق
جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے
مرغِ جنت سازدش ربُّ الفلق
صبح کا رب اس کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے

ہست تسبیحت بجائے آب و گِل
تیرا سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے
مرغِ جنت شد ز نفخ صدقِ دل
دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

کوہِ طور[2] از نورِ موسیٰؑ شد برقص
کوہِ طور (حضرت) موسیٰؑ کے نور سے رقص میں آ گیا
صوفیِ کامل شد ورست اُو زِ نقص
باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہو گیا

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز
اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہو گیا تو کیا تعجب ہے
جسم موسیٰؑ از کلوخے بود نیز
حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

طنز و انکار کردن بادشاہِ جہود نصیحتِ ناصحاں را

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہِ جہود
(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے
جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
سوائے طنز اور سوائے انکار کے اس سے کچھ نہ ہوا

ناصحاں گفتند از حد مگذراں
نصیحت کرنے والوں نے کہا، حد سے نہ گذر
مرکبِ استیزہ را چنداں مَراں
جھگڑے کی سواری کو اس قدر تیز نہ دوڑا

بگذر از کشتن مکن ایں فعلِ بد
قتل کرنا چھوڑ دے، یہ برا کام نہ کر
بعد ازیں آتش مزن در جانِ خود
اس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

---

[1] قعر۔ گہرائی، یہاں دوزخ مراد ہے۔ دریا۔ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تعاقب کیا تو دریائے نیل کی موجوں نے اس کو اور اس کی قوم قبطیوں کو غرق کر دیا۔ قارون۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچیرا بھائی، بہت مالدار تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس نے بہت ستایا تو مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ دمِ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چمگادڑ جیسی شکل کا ایک پرندہ گارے سے بنایا اور اس پر دم کیا تو وہ اڑنے لگا۔ تسبیحت۔ تمہارا سبحان اللہ کہنا بمنزلہ گارے کے پرندہ کے ہے اور صدقِ دل سے کہنا بمنزلہ دمِ عیسیٰ علیہ السلام کے ہے۔

[2] کوہِ طور۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اور ان کے لئے تجلی رب رونما ہوئی تو طور پہاڑ کو وجد آ گیا اور اس میں صفت انسانی یعنی حرکت وجدی پیدا ہو گئی اور اس کا نقص جمادیت ختم ہو گیا۔ چہ عجب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سرخیل صوفیاء بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے اگر مٹی کا پہاڑ صوفی بن گیا تو کیا تعجب ہے۔ ناصحاں۔ ناصح کی جمع، نصیحت کرنے والا۔ استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ در جانِ خود۔ چونکہ یہ ظلم جہنم میں جلنے کا سبب بنے گا۔

ناصحاں را دست بست و بند کرد ظلم را پیوند در پیوند کرد
اس نے نصیحت کرنے والوں کے ہاتھ باندھے اور قید کر دیا ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا

بانگ آمد کار چوں ایں جا رسید پائے دارائے سگ کہ قہر ما رسید
جب کام یہاں تک پہنچا، آواز آئی اے کتے! ٹھہر ہمارا قہر آ پہنچا ہے

برجستن آتش

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت
اس کے بعد آگ چالیس گز ابھری گھیرا ڈالا اور ان یہودیوں کو جلا دیا

اصل ایشاں بود ز آتش[1] زابتدا سوئے اصل خویش رفتند انتہا
ان کی اصل شروع ہی سے آگ تھی بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے

ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق جزو ہا را سوئے کل باشد طریق
وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے اور اجزاء کا کل کی طرف راستہ ہوتا ہے

ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں حرف میراندند از نارو دُخاں
وہ کمینے آگ سے پیدا ہوئے تھے آگ اور دھوئیں کی بات کرتے تھے

آتشے بودند مومن سوز و بس سوخت خود آتش مرایشا نرا چو خس
وہ محض مومن سوز، آگ تھے آگ نے خود ان کو تنکے کی طرح جلا دیا

آنکہ اُو بودست اُمّ الہاوِیہ ہاوِیہ آمد مر اُو را زاویہ[2]
جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے ہاویہ ہی اس کا گوشہ بنی

مادرِ فرزند جویائے وے ست اصلہا مر فرعہارا درپے ست
بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے جڑیں، شاخوں کے درپے ہیں

آب اندر حوض گر زندانی ست بادِ نشفش میکند کارِ کانی ست
پانی اگرچہ حوض میں بند ہے ہوا اس کو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے

مے رہاند می بُرد تا معدنش اندک اندک تا نہ بینی بُردنش
(ہوا) اسکو رہائی دیتی ہے اور اسکے معدن تک لیجاتی ہے تھوڑا، تھوڑا تاکہ تم اس کے لے جانے کو نہ دیکھو

ویں نفس جانہائے مارا ہمچناں اندک اندک دُزدد از حبس جہاں
اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو دنیا کے قیدخانہ سے تھوڑا تھوڑا چراتا ہے

---

[1] زآتش۔ یہ بھی شیاطین تھے اور شیطان آگ سے بنا ہے۔ انتہاؔ۔ جبکہ آگ سے بنے تھے، آگ میں چلے گئے۔ خسؔ۔ کمینہ۔ حرف راندنؔ۔ بات کرنا۔ دخانؔ۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، دھواں۔ خسؔ۔ تنکا۔ ہاویہ۔ دوزخ کے طبقے کا نام ہے۔ یہ قرآن پاک کی آیت اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُمُّہٗ ھَاوِیَہ کا اقتباس ہے یعنی جس کے نیک اعمال ہلکے ٹھہرے اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہے۔

[2] زاویہ۔ کونہ، گوشہ۔ مادرؔ۔ کفار کی ماں جہنم ہے لہٰذا ان کو طلب کرے گی۔ زندانیؔ۔ قیدی۔ نشفؔ۔ چوسنا، خشک کر دینا۔ کارکانی ست۔ کہ ارکانی است، ارکان چاروں عنصروں کو کہا جاتا ہے یعنی پانی بھی عنصر ہے اور ہوا بھی لہٰذا ہوا پانی کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ معدنؔ۔ کان، یہاں پانی کا کرہ مراد ہے۔ جانہا۔ چونکہ روح عالم بالا کی چیز ہے تو سانس کی ہوا اس کو رفتہ رفتہ اس کے اصل مقام تک پہنچا دیتی ہے۔

تَا اِلَیْهِ یَصْعَدُ اَطْیَابُ[1] الْکَلِم — صَاعِدًا مِنَّا اِلٰی حَیْثُ عَلِم

یہاں تک کہ پاک کلمات اس (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں — ہماری طرف سے اس جگہ تک چڑھتے ہیں جسکو وہ جانتا ہے

تَرْتَقِیْ اَنْفَاسُنَا بِالْاِتِّقَاء — مُتْحَفًا مِنَّا اِلٰی دَارِ الْبُقَاء

پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں — ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دار البقاء تک

ثُمَّ یَاتِیْنَا مُکَافَاتُ الْمَقَال — ضِعْفُ ذَاکَ رَحْمَةً مِنْ ذِی الْجَلَال

پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے — اس کا دوگنا ذوالجلال کی رحمت سے

ثُمَّ یُلْجِیْنَا اِلٰی اَمْثَالِهَا — کَیْ یَنَالُ الْعَبْدُ مِمَّا نَالَهَا

پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے، ان جیسوں پر — تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو ان سے حاصل کر چکا ہے

هٰکَذَا تَعْرُجُ وَ تَنْزِلُ[2] دَائِمًا — ذَا فَلَا زَالَتْ عَلَیْهِ قَائِمًا

اسی طرح وہ چڑھتے اور اترتے ہیں ہمیشہ — یہ، تو وہ اس پر ہمیشہ قائم ہیں

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش — زا نطرف آمد کہ آمد ایں چشش

ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش — اس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے یہ ذوق آیا ہے

چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است — کانطرف یکروز ذوقے راندہ است

ہر قوم کی نظر اس طرف رہتی ہے — کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

ذوقِ جنس از جنس خود باشد یقیں — ذوقِ جزو از کل خود باشد ببیں

یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے — دیکھو! جزو کا ذوق اپنے کل سے ہوتا ہے

یا مگر آں قابل جنسے بود — چوں بدو پیوست جنس او شود

یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنے والی ہے — جب اس جنس سے ملے اسی جنس کی ہو جائے

ہمچو آب و ناں کہ جنس ما نبود — گشت جنس ما و اندر ما فزود

جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا — ہماری جنس بن گیا اور ہم میں اضافہ کر دیا

نقش جنسیت ندارد آب و ناں — ز اعتبارِ آخر آنرا جنس داں

پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے — لیکن انجام کے اعتبار سے ان کو جنس سمجھو

ور بغیر جنس باشد ذوقِ ما — آں مگر مانند باشد جنس را

اور اگر غیر جنس سے ہمارا ذوق ہوگا — وہ شاید، ہماری جنس سے مناسبت رکھتا ہو

---

[1] اطیاب۔ طیب کی جمع ہے، پاکیزہ۔ الکلم۔ کاف کے فتحہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، کلمہ کی جمع یعنی کلمات طیبات کا بھی اصل مقام ملاءِ اعلیٰ ہے لہٰذا وہ اپنے مقام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ انفاس۔ نفس نون اور فاء کے فتحہ کے ساتھ کی جمع ہے، سانس۔ متحف۔ وہ چیز جو تحفہ میں پیش کی جائے۔ دار البقاء۔ آخرت۔ مکافات۔ بدلہ، معاوضہ۔ مقال۔ گفتگو، کلمات طیبات مراد ہیں۔ ضعف۔ ضاء کے کسرہ کے ساتھ، دوگنا۔ ذی الجلال۔ مقرب حق۔ یلجینا۔ الجاء سے بنا ہے، مجبور کرنا، مونث کی ضمیریں مکافات کی طرف لوٹتی ہیں۔ تعرج۔ کلمات طیبات چڑھتے ہیں۔

[2] تنزل۔ خدا کی رحمت اترتی ہے۔ علیہ۔ یعنی عروج ونزول۔ چشش۔ چشیدن کا حاصل مصدر ہے، چکھنا یعنی انسان کو جس چیز کا ذوق ہوتا ہے، اسی کی طرف کھنچتا ہے۔ یا مگر۔ دراصل تو ہر ایک کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے اور کبھی اس چیز سے بھی ذوق ہوتا ہے جو فی الحال تو ہم جنس نہیں ہے، لیکن بعد میں ہم جنس بن جاتی ہے جیسے روٹی پانی کہ وہ انسان کی جنس میں سے نہیں ہے لیکن انسانی بدن میں جا کر انسان کا جزو بن جاتی ہے۔ آں مگر۔ کبھی ذوق اس وجہ سے ہوتا ہے کہ وہ چیز حقیقتاً ہم جنس تو نہیں ہے لیکن ہم جنس سے مشابہت رکھتی ہے لیکن یہ ذوق بہت عارضی ہے۔

آنکہ مانندست باشد عاریت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے

عاریت باقی نماند عاقبت
انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی

مرغ[1] را گر ذوق آید از صفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے

چونکہ جنس خود نیابد شد نفیر
جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے

تشنہ را گر ذوق آید از سراب
پیاسے کو، اگر سراب سے ذوق آتا ہے

چوں رسد در وے گریزد جوید آب
جب اس میں پہنچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

مفلساں گر خوش شوند از زرِ قلب
مفلس، اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں

لیک آں رُسوا شود در دارِ ضرب
لیکن وہ ٹکسال میں جا کر بے قدر ہو جاتا ہے

تاز راند و دیت از رہِ نقلکند
خبردار! کوئی ملمع ساز تجھے راستہ سے نہ بھٹکا دے

تا خیالِ کژ تُرا چہ نقلکند
خبردار کج خیالی تجھے کنوئیں میں نہ گرا دے

از کلیلہ باز جو آں قصہ را
اس قصہ کو کلیلہ و دمنہ میں تلاش کر

واندراں قصہ طلب کن حصۂ را
اور اس قصہ میں اپنا حصہ طلب کر

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ

قشرِ[2] و افسانہ بود نے مغزِ جاں
چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جان کا مغز

قصۂ نخچیراں و بیانِ توکل و ترکِ جہد کردن

شکار کے جانوروں کا قصہ اور توکل اور کوشش ترک کر دینے کا بیان

طائفہ نخچیر در وادیِ خوش
شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی، عمدہ وادی میں

بود شاں با شیر دائم کشمکش
ان کی شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی

بسکہ آں شیر از کمیں در می بود
چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لے جاتا تھا

آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہو گئی تھی

حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر
انہوں نے تدبیر کی، وہ شیر کے پاس آئے

کز وظیفہ ما تُرا دادیم سیر
کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خوراک دینا منظور کیا ہے

جز وظیفہ در پئے صیدے میا
راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ

تا نگردد تلخ برما ایں گیا
تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

---

1. مرغ۔ پرندہ۔ شکاری کی سیٹی کی طرف اس وجہ سے کھنچتا ہے کہ وہ اس کے ہم جنس پرندہ کی آواز سے مشابہت رکھتی ہے لیکن فوراً ہی حقیقت کھلنے پر بھاگتا ہے۔ سراب۔ چمکتا ہوا ریتہ جو دور سے پانی نظر آتا ہے۔ زرِ قلب۔ کھوٹا سونا۔ دارِ ضرب۔ ٹکسال۔ تا۔ یہاں سے مولانا کا قول شروع ہوتا ہے۔ کژ۔ کج۔ کلیلہ دمنہ۔ مشہور کتاب ہے، کلیلہ اور دمنہ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کی زبانی بہت نصیحت آمیز قصے کہانیاں نقل کی گئی ہیں۔ یہ اصل کتاب سنسکرت میں تھی پھر اس کا فارسی ترجمہ ہوا اور پھر خلیفہ ہارون الرشید نے فارسی سے عربی میں منتقل کرائی۔ اب اس کے سنسکرت اور فارسی کے نسخے مفقود ہیں، عربی نسخے سے یہ کتاب دنیا بھر کی مشہور زبانوں میں منتقل ہوئی ہے۔
2. قشر۔ چھلکا۔ افسانہ۔ کہانی۔ جہد۔ جیم کا فتحہ اور ضمہ دونوں صحیح ہیں۔ کوشش۔ محنت۔ طائفہ۔ جماعت، گروہ۔ وادیِ خوش۔ سرسبز میدان۔ نخچیر۔ شکار کرنا، شکار گاہ، شکار کیا ہوا جانور، وہ جانور جس کا شکار کھیلا جاتا ہے۔ کشمکش۔ صیغہ امر و نہی کا مجموعہ ہے جیسے کوگو، کھینچا تانی۔ بسکہ۔ چونکہ۔ کمیں۔ گھات کی جگہ۔ چرا۔ نیم فارسی کے فتحہ کے ساتھ، چریدن سے، چراگاہ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ کز وظیفہ۔ روزینہ، راتب۔ سیر۔ پیٹ بھر کھانا۔ گیا۔ گھاس۔

جوابِ شیر نخچیراں را و بیانِ خاصیت جہد

شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آ رے[1] گر وفا بینم نہ مکر — مکر ہا دیدم بسے از زید و بکر

اس نے کہا، ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ مکاری — زید و بکر کے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں

من ہلاکِ قول و فعل مردمم — من گزیدہ زخم مار و کژدمم

میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں — میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں

نفس ہر دم از درونم در کمیں — از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں

میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے — مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے

گوشِ من لَا یُلْدَغُ الْمُؤمِن شنید — قولِ پیغمبر بجان و دل گزید

میرے کان نے لا یلدغ المومن سنا ہے — پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو جان و دل سے اختیار کر لیا ہے

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب

شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو پھر ترجیح دینا

جملہ گفتند اے امیر باخبر — اَلْحَذَرُ دَعْ لَیْسَ یُغْنِیْ عَنْ قَدَر[2]

سب نے کہا اے باخبر سردار! — احتیاط کو چھوڑ، وہ تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی ہے

در حذر شوریدنِ شور و شرست — رو توکل کن توکل بہترست

بچاؤ میں، شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے — جا، توکل کر، توکل بہتر ہے

با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز — تانگیرد ہم قضا با تو ستیز

اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر — تاکہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسرِ پیکار نہ ہو

مردہ باید بود پیشِ حکم حق — تانیاید زحمت از ربُّ الفلق

اللہ کے حکم کے سامنے مردہ ہو جانا چاہئے — تاکہ رب الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے

باز ترجیح نہادنِ شیر جہد را بر توکل و تسلیم

شیر کا پھر کوشش کو توکل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آ رے گر توکل رہبرست — ایں سبب ہم سنت پیغمبرست

اس نے کہا بے شک اگرچہ توکل راہنما ہے — یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سنت ہے

---

[1] آ رے۔ مجھے منظور ہے، ہاں۔ زید وبکر۔ یعنی عام انسان۔ ہلاک۔ برباد۔ مردم۔ لوگ۔ گزیدہ۔ ڈسا ہوا۔ مار۔ سانپ۔ کژدم۔ ٹیڑھی دم والا، بچھو۔ نفس۔ یہاں سے مولانا نے نفس امارہ کے مکر کا ذکر شروع کیا ہے۔ لایلدغ المومن۔ حدیث ہے لَایُلْدَغُ الْمُؤمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مُرَّتَیْنِ، مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا۔ اکتساب۔ کمانا۔ الحذر۔ پرہیز، بچاؤ، چوکنا رہنا۔ احتیاط۔ دع۔ امر کا صیغہ ہے ودع ودعاً سے، چھوڑنا۔

[2] قدر۔ تقدیر، قضائے الٰہی۔ شوریدن۔ برانگیختہ ہونا، فتنہ بپا ہونا۔ شر۔ برائی۔ تدبیر اور دیگر اسباب کو جو کو ہر حقیقی سمجھتے ہیں، وہ زندیق سمجھے جاتے ہیں۔ پنجہ مزن۔ مقابلہ کرنا۔ ستیز۔ جنگ وجدل۔ مردہ بودن۔ یعنی سر تسلیم خم کرنا۔ زحمت۔ صدمہ، مار پیٹ، عذاب۔ ربُّ الفلق۔ صبح کی سفیدی پیدا کرنے والا، اللہ تعالیٰ۔ سبب۔ اسباب کو اختیار کرنا آنحضورؐ کی سنت ہے۔

گفت پیغمبرؐ باآوازِ بلند[1] — بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے — توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

رَمز اَلکاسِبْ حَبِیْبُ اللّٰہ شنو — از توکل در سبب کاہل مشو

اَلکاسب حبیب اللہ کا نکتہ سنو — توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں ست نہ بنو

در توکل کسب و جہد اولیٰ تَرست — تا حبیب حق شوی ایں بہترست

توکل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے — تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے، یہ بہتر ہے

رَو توکل کن تو باکسب اے عمو — جہد می کُن کسب می کن مُوبمو

اے چچا! جا، مع کوشش کے توکل کر — کوشش کر، کمائی کر، سربسر

جہد کُن جِدّے نما تا وارہی — گر تو از جہدش بمانی اَبلہی

کوشش کر، تندہی کر، تاکہ نجات پائے — اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

باز ترجیح نخچیراں توکل را از جہد و کسب

پھر شکاروں کا توکل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعف خلق — لقمۂ تزویر، داں بر قدرِ حلق

قوم نے اس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے — اور اس کو بقدرِ حلق فریب کا لقمہ سمجھ

پس بدانکہ کسب ہا از ضعف خاست — در توکل تکیہ بر غیرے خطاست

پس جان لے کہ کوششیں ضعف کی وجہ سے پیدا ہوئیں — توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے

نیست کسبے از توکل خوب تر — چیست از تسلیم خود محبوب تر

کوئی کوشش، توکل سے بہتر نہیں ہے — رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

بس گریزند از بلا سوئے بلا — بس جہند از مار سوئے اژدہا

بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگتے ہیں — بہت لوگ سانپ سے اژدہے کی طرف کودتے ہیں

حیلہ[2] کرد انسان و حیلہش دام بود — آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود

انسان نے تدبیر کی اور اس کی تدبیر جال تھی — جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی

در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود — حیلۂ فرعون زیں اَفسانہ بود

(اس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا — فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی

---

1. باآواز بلند۔ علی اعلان۔ زانوئے اشتر۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے اعقل وتوکل، اونٹ کے رتی باندھ اور خدا پر بھروسہ کر یعنی حفاظت کے جو اسباب ہیں، وہ بھی اختیار کر۔ الکاسب حبیب اللہ۔ کسب کرنے والا اللہ کا محبوب ہے۔ یہ مشہور مقولہ ہے۔ کاہل۔ ست، یعنی انسان کو اسباب اختیار کرنے میں سستی نہ کرنی چاہئے۔ در توکل۔ انسان کا محنت کرنا اور اسباب دنیوی اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔ عمو۔ چچا، بزرگ۔ موبمو۔ سربسر، پوری طرح۔ جد۔ جیم کے کسرہ سے، کوشش۔ وا۔ جدا۔ رتی۔ رہیدن کا فعل مضارع، چھوٹنا۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ خلق۔ مخلوق۔ تزویر۔ مکروفریب۔ ضعف۔ یعنی انسان کو کسب اس لئے کرنا پڑتا ہے کہ اس کے عقیدے میں کمزوری آ گئی ہے، خدا پر پورا بھروسہ نہیں کرتا ہے۔ تکیہ۔ بھروسہ۔ تسلیم۔ خدا کے حکم پر سر جھکا دینا۔
2. حیلہ۔ تدبیر۔ دام۔ جال۔ خون آشام۔ خونخوار۔ فرعون۔ یہ لقب ہے، نام ولید بن مُصعب ہے یہ مصر کا ظالم بادشاہ گزرا ہے، کاہنوں نے اس کو بتایا تھا کہ بنی اسرائیل کا لڑکا تمہاری سلطنت کے زوال کا باعث ہوگا، اس بناء پر اس نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے بچوں کو قتل کرانا شروع کر دیا۔ حضرت موسیٰؑ کو ان کی والدہ نے پیدائش کے بعد دریائے نیل میں ڈال دیا جو بالآخر فرعون کے گھر پہنچ گئے اور وہیں ان کی پرورش ہوئی اور وہی اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے۔

صد ہزاراں طفل کشت آن کینہ کش
اس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے
وانکہ اُو می جست اندر خانہ اش
اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اس کے گھر میں تھا

دیدۂ ما چوں بسے علّت دروست
جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں
رَو فنا کن دید خود در دید دوست
جا، اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کر دے

دید[1] مارا دید او نِعمَ العِوَض
اس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدل ہے
ہست اندر دیدِ او کلی غرض
اس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں

طفل تا گیرا و تاپویا نہ بود
بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا
مرکبش جز گردنِ بابانہ بود
بابا کی گردن کے علاوہ اُس کی سواری نہ تھی

چوں فضولی کرد و دست و پا نمود
جب اس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے
در عنا افتاد و در کور و کبود
(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

جانہائے خلق پیش از دست و پا
لوگوں کی روحیں، ہاتھ، پیر سے پہلے
می پریدند از وفا اندر صفا
کمال کی وجہ سے، عالم غیب میں پرواز کرتی تھیں

چوں بامر اِہبِطُوا بندی شدند
جب اہبطوا کے حکم سے قیدی بن گئیں
حبس خشم و حرص و خورسندی شدند
غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہو گئیں

ما عیالِ[2] حضرتیم و شیر خواہ
ہم اللہ کے عیال، اور شیرخوار ہیں
گفت اَلخَلقُ عَیالٌ لِلِاٰلہ
(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے

آنکہ او از آسماں باراں دہد
جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے
ہم تواند کو برحمت ناں دہد
یہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دے دے

دیگر بار بیان کردنِ شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے ربُّ العباد
شیر نے کہا، ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے
نرد بانے پیش پائے ما نہاد
ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھ دی ہے

پایہ پایہ رفت باید سوئے بام
کوٹھے پر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہئے
ہست جبری بودن اینجا طمع خام
اس مقام پر جبری ہونا خام خیالی ہے

پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ
تو پیر رکھتا ہے، کیوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟
دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟

---

1. دید۔ نظر، صوابدید۔ علت۔ بیماری، نقص۔ نعم العوض۔ اچھا بدلہ۔ گیرا۔ گیرندہ، پکڑنے والا۔ پویا۔ دوڑنے والا۔ مرکب۔ سواری۔ بابا۔ باپ۔ فضولی۔ غیر ضروری بات، بیہودگی۔ عنا۔ مشقت۔ کور۔ یعنی اندھاپن۔ کبود۔ کالا، تاریک۔ جانہائے۔ روحیں عالم ازل میں بغیر ہاتھ پیر کے اڑی پھرتی تھیں۔ صفا۔ عالم بالا چونکہ وہ مادہ سے صاف ہے۔ اہبطوا۔ نیچے اترو، حضرت آدم وحواء اور شیطان کو گندم خوری کے بعد حکم ہوا تھا کہ سرزمین پر اترو۔
2. عیال۔ بال بچے، کنبہ، جو لوگ کسی کی سرپرستی میں ہوں۔ آرے۔ ہاں۔ و لے۔ لیکن۔ رب العباد۔ بندوں کا پروردگار۔ نردبان۔ سیڑھی، زینہ۔ پایہ پایہ۔ درجہ بدرجہ۔ بام۔ کوٹھا، بالا خانہ۔ جبری۔ مجبور۔ لنگ۔ لنگڑا۔ چنگ۔ چنگل، پنجہ۔

خواجہ[1] چوں بیلے بدست بندہ داد
آقا نے، جب غلام کو بیلچہ تھما دیا
دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست
بیلچہ کی طرح، ہاتھ اس کے اشارے ہیں
چوں اشارتہاش را بر جاں نہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جما لے گا
پس اشارتہاش اسرارت دہد
تب اس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے
حاملی محمول گرداند ترا
تو باربردار ہے تو تجھے سوار کر دے گا
قابل امروی قابل شوی
تو اسکے حکم کو قبول کرنے والا ہے (دربار کے) قابل ہو جائے گا
سعی شکر نعمت قدرت بود
کوشش، قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے
شکر نعمت نعمت افزوں کند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھائے گا
جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا، سو جانا ہے، راستہ میں نہ سو
ہاں مخسپ اے جبری بے اعتبار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا
تاکہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد
تاکہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے
جبر، خفتن درمیانِ رہزناں
خود کو مجبور سمجھنا، ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے

بے زباں معلوم شد اُو را مُراد
بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہو گیا
آخر اندیشی عبارتہائے اوست
جس کا مطلب انجام بینی ہے
در وفائے آں اشارت جاں دہی
اور ان اشاروں کو پورا کرنے میں جان دے دے گا
بار بردارد زتو، کارت دہد
تیرا بوجھ ہلکا کردیں گے، تجھے کام دیں گے
قابلی مقبول گرداند ترا
تو (حکم کو) ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دے گا
وصل۔ جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو وصل کا طالب ہے، اس کے بعد وصال والا بن جائیگا
جبر[2] تو انکارِ آں نعمت بود
اور تیرا جبری ہونا اس نعمت کا انکار ہے
کفر نعمت از کفت بیروں کند
اور نعمت کا کفر، (اس کو) تیرے قبضہ سے نکال دے گا
تانہ بینی آں در و درگہ مخسپ
جب تک اس در اور درگاہ کو نہ دیکھ لے، نہ سو
جز بزیرِ آں درخت میوہ دار
اس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا
برسرت دائم بریزد نقل و زاد
(اور) ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی رہے
مرغِ بے ہنگام کے یابد اماں
بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

1. خواجہ۔ مالک، آقا۔ بندہ۔ غلام، نوکر۔ بیل۔ بیلچہ۔ بے زباں۔ بغیر کہے ہوئے۔ مراد۔ آقا کا مطلب یہ ہے کہ زمین کھود، جب خدا نے یہ اعضا دیے ہیں تو اشارہ ہے کہ ہاتھ پیر کو کام میں لا۔ بر جاں نہی۔ تو دل پر نقش کر لے گا۔ وفا۔ پورا کرنا۔ اسرارت۔ یعنی جب تم محنت اور ریاضت کرو گے تو مجاہدہ سے کشف شہود ہوگا۔ حامل۔ بوجھ اٹھانے والا۔ محمول۔ لدا ہوا، یعنی اب تو تم پر اعمال کا بار ہوگا، کل کو یہی اعمال باعث رحمت ہوں گے۔ قابل۔ قبول کرنے والا۔ مقبول۔ یعنی مقبول بارگاہ۔ امروی۔ یعنی امرو ہے اسی۔ قدرت۔ اختیار۔
2. جبر۔ مجبور ہونا، بے بسی، بے اختیاری۔ در و درگہ۔ یعنی جب تو جناب باری میں پہنچ جائے اور تجھے مشاہدۂ حق میسر ہو جائے۔ ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ جبری۔ وہ شخص جو عقیدۂ جبر کا قائل ہو، انسان کو مجبور محض سمجھتا ہو۔ بے اعتبار۔ اپنے منافع کے لئے تو بھاگا بھاگا پھرتا ہے اور عبادات و طاعات میں اپنے آپ کو مجبور سمجھتا ہے۔ درخت۔ یعنی وصول الی اللہ کا درخت۔ افشاندن۔ جھاڑنا۔ نقل۔ وہ چیزیں جو شراب کے ساتھ کھائی جاتی ہیں۔ زاد۔ توشہ۔ رہزناں۔ یعنی شیاطین۔ مرغ۔ جو مرغ بے وقت اذان دیتا تھا اس کو ذبح کر لیا جاتا تھا۔

در اشارتہاش را بینی[1] زنی — مرد پنداری و چوں بینی زنی

اگر اس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا — تو اپنے آپکو مرد سمجھتا ہے، اور جب غور کریگا تو عورت ہے

آں قدر عقلے کہ داری گم شود — سر کہ عقل از وے بپرد دم شود

تو جس قدر عقل رکھتا ہے، وہ گم ہو جائے گی — جس سر سے عقل اڑ جائے وہ دم بن جاتا ہے

زانکہ بے شکری بود شوم و شنار — می برد ناشکر را در قعر نار

چونکہ ناشکری، منحوس اور نامبارک ہوتی ہے — ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لے جاتی ہے

گر توکل میکنی در کار کن — کسب کن پس تکیہ بر جبار کن

اگر تو توکل کرتا ہے، کاروبار میں کر — کما، اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

تکیہ بر جبار کن تا وارہی — ورنہ اُفتی در بلا و گمرہی

خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پائے — ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد

شکاروں کا توکل کو کوشش پر پھر ترجیح دینا

جملہ باوے بانگ ہا برداشتند — کاں حریصاں کیں سببہا کاشتند

سب اس پر چیخ پڑے — کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں

صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن — پس چرا محروم ماند اندر زمن[2]

لاکھوں، لاکھ مرد اور عورت — زمانہ میں کیوں محروم رہے؟

صد ہزاراں قرن ز آغازِ جہاں — ہمچو اژدر ہا کشادہ صد دہاں

ابتداءِ آفرینش سے لاکھوں صدیاں — اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے

مکر ہا کردند آں دانا گروہ — کہ زبن بر کندہ شد زاں مکر کوہ

ان عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں — کہ ان کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

کردہ مکر و حیلہ آں قومِ خبیث — گر زما باور نداری ایں حدیث

اس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی — اگر ہماری اس بات پر تجھے یقین نہیں آتا

کرد وصف مکر شاں را ذوالجلال — لِتَزُوْلَ مِنْهُ اَقْلَالُ الْجِبَال

اللہ نے ان کے مکر کا بیان فرمایا ہے — اس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں

---

[1] بینی زدن۔ ناک چڑھانا۔ زنی۔ تو عورت ہے۔ عقلے۔ قوت عقلیہ کو اگر میں کام میں نہ لایا جائے گا وہ بیکار ہو جائے گی۔ دُم۔ یعنی بدترین عضو۔ شوم۔ منحوس۔ شنار۔ شین کے ضمہ کے ساتھ، نامبارک۔ قعر۔ گہرائی۔ نار۔ آگ یعنی نعمت کا کفران، عذاب کا سبب ہے۔ کار۔ یعنی کام میں لگ کر توکل کرنا چاہئے۔ جبار۔ اللہ تعالیٰ۔ تکیہ۔ خدا پر بھروسہ ضروری ہے ورنہ انسان مصائب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حریصاں۔ یعنی حریص انسان اسباب اختیار کرتے ہیں۔

[2] زمن۔ زمانہ، یعنی اگر اسباب اختیار کرنا مفید ہوتا تو لاکھوں انسان جنہوں نے اسباب اختیار کئے، محروم کیوں ہوئے۔ قرن۔ صدی۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں۔ اژدرہا۔ اژدہے، پیٹ بھرنے پر اژدہا سو جاتا ہے، ورنہ زبان لٹکائے پھرتا ہے۔ زبن۔ اس مصرع میں قومِ عاد کی سنگتراشی کا بیان نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب وہی ہے جو آئندہ اشعار میں بیان کیا گیا ہے۔ مکر و حیلہ۔ فریب، مکاری۔ خبیث۔ ناپاک، بداعتقاد، مراد وہی لوگ ہیں جو اسباب کو حقیقی موثر مانتے ہیں۔ وصف۔ بیان، تعریف۔ اقلال۔ قلہ کی جمع، پہاڑ کی چوٹی۔ جبال۔ جبل کی جمع، پہاڑ۔

جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل
سوائے اس حصہ کے جو ازل میں مقرر ہوا ہے

روئے نمود از سگال[1] و از عمل
غور و فکر اور عمل سے (کچھ) نہ ملا

جملہ افتادند از تدبیر و کار
سب، تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے

ماند کار و حکمہائے کردگار
اللہ کا کام اور اس کے احکام باقی رہے

کسب جز نامے مداں اے نامدار
اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ

جہد جز وہمے مپندار اے عیار
اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے و گریختن اُو در سرائے
عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اس کا

سلیمان علیہ السلام و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش
سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکل کی مشقت اور کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید
ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا

در سرا عدلِ سلیمانی در دوید
(اور) حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں دوڑا

رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود
غم سے اس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے تھے

پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
(حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟

گفت عزرائیل در من ایں چنیں
اس نے کہا، عزرائیل (علیہ السلام) نے مجھ پر ایسی

یک نظر انداخت پُر از خشم و کیں[2]
ایک نظر ڈالی جو غصہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی

گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ
انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر

گفت فرما باد را اے جاں پناہ
اس نے کہا، اے جاں پناہ! ہوا کو حکم دیجئے

تا مرا زینجا بہندستاں بَرد
تاکہ مجھے اس جگہ سے ہندوستان لے جائے

بو کہ بندہ کانطرف شد جاں برد
ہوسکتا ہے بندہ اس طرف چلا جائے تو جان بچا لے

پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات
تو (حضرت) سلیمان علیہ السلام نے ہوا کو یہ حکم دیا

بُرد باد اُو را بسوئے سومنات
ہوا، اس کو سومنات کی طرف لے گئی

باد را فرمود تا اُو را شتاب
ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اس کو

بُرد سوئے خاکِ ہندوستاں برآب
پانی پر (سوار) کر کے ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی

نک ز درویشی گریزانند خلق
اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں

لقمہ حرص و امل زانند خلق
اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں

---

1. سگالؔ۔ غور و فکر، سوچ۔ عملؔ۔ کسب، کاروبار۔ افتادندؔ۔ رہ گئے، عاجز آ گئے۔ کردگارؔ۔ کام کا مالک، اللہ تعالیٰ۔ سادہؔ۔ بھولا بھالا۔ چاشتگاہؔ۔ ایک پہر دن چڑھے کا وقت۔ سرائے عدلؔ۔ عدالت، محکمہ۔ سلیمانؔ۔ نبی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جن کو نبوت کے ساتھ دنیا کی عظیم الشان سلطنت بھی ملی تھی، انسانوں کے علاوہ جنوں پر بھی حکمران تھے۔ کبودؔ۔ نیلا۔ خواجہؔ۔ مالک، آقا، بزرگ۔ عزرائیلؔ۔ ملک الموت۔
2. کیںؔ۔ کینہ۔ ہیںؔ۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ بادؔ۔ ہوا بھی حضرت سلیمان کے تابع تھی۔ بوؔ۔ بود، ہوسکتا ہے، ممکن ہے۔ جاں بردؔ۔ بچ جائے، زندہ رہے۔ براتؔ۔ تحریری حکم، شاہی حکم۔ سومناتؔ۔ علاقہ گجرات کا ایک شہر ہے جس کا مندر دنیا میں مشہور ہے جس کو سلطان محمود نے منہدم کر دیا تھا اور اب حکومت ہند نے اس کی دوبارہ تعمیر کرائی ہے۔ نکؔ۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔ گریزیدنؔ۔ بھاگنا، بچنا۔ املؔ۔ آرزو۔ زانندؔ۔ از اں اند۔

ترس[1] درویشی مثالِ آں ہراس
افلاس کا ڈر، اس خوف کی مثال ہے

حرص و کوشش را تو ہندوستاں شناس
حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

روزِ دیگر وقت دیوان و لقا
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت

شہ سلیماںؑ گفت عزرائیل را
حضرت سلیمانؑ نے عزرائیل (علیہ السلام) سے کہا

کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب
اس مسلمان کو غصہ سے کس وجہ سے

بنگریدی باز گو اے پیک رب
تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا

اے عجب ایں کردہ باشی بہر آں
تعجب ہے! یہ تو نے اس لئے کیا

تا شود آوارہ اُو از خانماں
تاکہ وہ گھربار سے آوارہ ہو جائے

گفتش اے شاہِ جہانِ بے زوال
حضرت عزرائیل نے ان سے کہا کہ اے لازوال جہاں کے بادشاہ

فہم کژ کرد و نمود اُو را خیال
اس نے غلط سمجھا اور اس کو خیال نے (غصہ) دکھایا

کہ مرا فرمود حق کامروز ہاں[2]
اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی

جانِ اُو را تو بہندوستاں ستاں
اس کی جان ہندوستان میں نکال لے

دیدمش اینجا و بس حیراں شدم
میں نے اس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا

در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

از عجب گفتم گر اُو را صد پرست
تعجب سے میں نے کہا کہ اگر اس کے سو پَر ہوں

او بہندوستاں شدن دور اندرست
اس کا ہندوستان پہنچنا دور از قیاس ہے

چوں بامر حق بہندوستاں شدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہنچا

دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں نے اس کو وہاں دیکھا اور اس کی جان نکال لی

تو ہمہ کارِ جہاں را ہم چنیں
(اے مخاطب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اس پر

کن قیاس و چشم بکشا و ببیں
قیاس کر لے، اور آنکھ کھول اور دیکھ

از کہ بگریزیم از خود، ایں محال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے

از کہ برتابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے! یہ تو تباہی ہے

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و فوائد جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے و لیکن ہم ببیں
شیر نے کہا درست ہے لیکن یہ بھی تو دیکھ

جہد ہائے انبیاء و مرسلیں
انبیاء اور رسولوں کی کوششیں

---

[1] ترس۔ یعنی افلاس کے ڈر سے لوگ توکل کو ترک کرتے ہیں پھر بھی محروم رہتے ہیں جیسا کہ وہ شخص وہاں سے ہندوستان کی طرف بھاگا لیکن وہاں بھی نہ بچا۔ دیوان ولقا۔ یعنی دربارِ عام جس میں لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ جہانِ بے زوال۔ عالم آخرت، حضرت سلیمان علیہ السلام نبی بھی تھے لہٰذا ان کو شاہِ آخرت کہا ہے۔ کژ۔ کج، ٹیڑھ۔

[2] ہاں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ ستاں۔ ستاندن کا امر ہے لینا۔ صد پر۔ یعنی اگر اس شخص کے سو پر بھی لگ جائیں گے۔ از کہ۔ تقدیر سے بھاگنا ایسا ہے جیسا کہ خود انسان اپنے آپ سے بھاگے جو ناممکن ہے۔ انبیاء و مرسلین۔ رسولوں اور نبیوں نے بھی اسبابِ دنیوی اختیار کئے ہیں اور جدوجہد کی ہے۔

سعیِ ابرار[1] و جہادِ مومناں
نیکوں کی کوشش، مومنوں کا جہاد

حق تعالیٰ جہد شاں را راست کرد
اللہ نے ان کی کوشش درست کر دی

حیلہ ہا شاں جملہ حال آمد لطیف
بہر حال ان کی تدبیریں، پاکیزہ ثابت ہوئیں

دامہا شاں مرغِ گردونی گرفت
ان کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے

جہد میکن تا توانی اے کیا
اے عقلمند! جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر

باقضا[2] پنجہ زدن نبود جہاد
جہاد تقدیر الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے

کافرم من گر زیاں کردست کس
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو

سر شکستہ نیست ہیں سر را مبند
(تیرا) سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو نہ باندھ

بد محالے جست کو دنیا بجست
جس نے دنیا کی جستجو کی اس نے باطل کی جستجو کی

مکرہا در کارِ دنیا بار دست
دنیاوی کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے

مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد
تدبیر یہ ہے کہ قید خانہ میں سرنگ لگا دی

ایں جہاں زندان و ما زندانیاں
یہ دنیا قید خانہ ہے، اور ہم قیدی ہیں

چیست دنیا از خدا غافل بدن
دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا

تابدیں ساعت ز آغازِ جہاں
ابتداء آفرینش سے اب تک

آنچہ دیدند از جفا و گرم و سرد
جو کچھ انہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا

کُلُّ شَیْءٍ مِنْ ظَرِیْفٍ ھُوَ ظَرِیْفٌ
بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے

نقصہاشاں جملہ افزونی گرفت
ان کی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کر لیں

در طریق انبیاء و اولیاء
انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر

زانکہ ایں راہم قضا بر ما نہاد
اس لئے کہ یہ بھی تقدیر الٰہی نے ہم پر رکھا ہے

در رہِ ایمان و طاعت یک نفس
ایمان اور اطاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی

یک دو روزے جہد کن باقی بخند
ایک دو روز کوشش کر لے پھر آرام اٹھا

نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
جس نے آخرت کی جستجو کی، اسنے اچھی حالت کی جستجو کی

مکرہا در ترکِ دنیا واردست
دنیا چھوڑنے میں، تدبیر کرنا منقول ہے

آنکہ حفرہ بست ایں مکریست سرد
جس نے سرنگ بند کر دی، یہ غلط تدبیر ہے

حفرہ کن زندان و خود را وارہاں
قید خانہ میں سرنگ لگا دے اور اپنے آپ کو چھڑا لے

نے قماش و نقرہ و فرزندان و زن
نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے، بیوی

---

1. ابرار۔ بر کی جمع ہے، نیک آدمی۔ راست کرد۔ ان کو غلبہ دیا اور طرح طرح سے ان کی مدد کی۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جملہ حال۔ بہر حال۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ نیک، بھلا، خوش طبع۔ دام۔ جال۔ گردونی۔ آسمان۔ نقص۔ کمی۔ افزونی۔ زیادتی، بڑھوتی۔ کیا۔ دانا، پہلوان، بادشاہ۔
2. قضا۔ انسان کی کوشش بھی تقدیر الٰہی کے ماتحت ہے۔ یک نفس۔ تھوڑی دیر۔ سرشکستہ۔ معذور، تو معذور ہے لیکن تندرست معذور نہیں سمجھا جا سکتا ہے۔ محال۔ باطل، ناممکن۔ بارد۔ ٹھنڈا، بے اثر۔ وارد۔ قرآن و حدیث میں منقول ہے۔ مکر۔ قیدی کی رہائی کی یہ تدبیر ہے کہ وہ قید خانہ میں سرنگ لگا کر نکل بھاگے، دنیا مومن کا قید خانہ ہے۔ بدن۔ بودن۔ قماش۔ ساز و سامان۔ نقرہ۔ چاندی۔

مال را کز بہر دیں باشی حمول[1]
وہ مال دین کے لئے تو جس کا باربردار ہو

نِعْمَ مَالٌ صَالِحٌ خواندش رسول
اس کو رسول (ﷺ) نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے

آب در کشتی ہلاکِ کشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا، کشتی کی تباہی ہے

آب اندر زیر کشتی پشتی ست
کشتی کے نیچے پانی کا ہونا، کشتی کے لئے مددگار ہے

چونکہ مال و ملک را از دل براند
چونکہ مال اور ملک کو دل سے نکال دیا تھا

زاں سلیماںؑ خویش جز مسکیں نخواند
اسلئے (حضرت) سلیمانؑ نے اپنے آپکو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا

کوزۂ سربستہ اندر آبِ زفت
سر بندھا پیالہ، گہرے پانی میں گیا

از دلِ پُر باد فوقِ آب رفت
اور ہوا سے پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے پانی پر تیرا

بادِ درویشی چو در باطن بود
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہوگی

بر سَرِ آبِ جہاں ساکن بود
دنیا کے پانی کے اوپر، پُرسکون ہوگا

آب نتواند مرُو را غوطہ داد
پانی اس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے

کش دل از نفخ الٰہی گشت شاد
کیونکہ اس کا دل خدائی پھونک سے مسرور ہو گیا ہے

گرچہ جملہ ایں جہاں ملک وَے ست
خواہ یہ تمام دنیا اس کی ملک ہو

ملک در چشم دلِ او لاشَیْ ست
سلطنت اس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے

پس دہانِ دل ببند و مہر کن
پس دل کا دہانہ بند کر، اور مہر لگا

پُر کنش از باد گیر رمِنْ لَدُن
رمِنْ لَدُن کے دریچہ سے اس کو بھر لے

جہد حق ست و دوا حق ست و درد
کوشش حق ہے، اور دوا کرنا حق ہے اور درد حق ہے

منکر[2] اندر نفی جہدش جہد کرد
منکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے

کسب کُن سعی نما و جہد کن
کما، کوشش کر، اور جدوجہد کر

تابدانی سرِّ علم من لدن
تاکہ تو علم من لدن کا راز سمجھ لے

گرچہ ایں جملہ جہاں پُرجہد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدوجہد سے پُر ہو رہی ہے

جہد کے درکام جاہل شہد شد
جاہل کے منہ میں جدوجہد کب شیریں ہوئی ہے؟

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہو جانا

زیں نمط بسیار برہاں گفت شیر
شیر نے اس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کئے

کز جواب آں جبریاں گشتند سیر
جن کے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہو گئے

---

[1] حمولؔ۔ باربردار، بوجھ اٹھانے والے۔ آب اندرؔ۔ اندر زیادہ ہے۔ پشتیؔ۔ مدد، سہارا۔ براندؔ۔ دور کر دیا۔ مسکینؔ۔ غریب، خاکسار۔ زفتؔ۔ موٹا، سخت۔ فوقؔ۔ اوپر۔ باطنؔ۔ اندر، قلب۔ ساکنؔ۔ ٹھہرا ہوا۔ کشؔ۔ کہ اس۔ نفخؔ۔ پھونک۔ وےؔ۔ یعنی وہ شخص جس کے قلب میں درویشی ہے۔ لاشیؔ۔ ناچیز۔ بادگیرؔ۔ روشندان، دریچہ۔ من لدنؔ۔ پاس سے، یعنی وہ علم جو خدا کی جانب سے براہِ راست حاصل ہو جس کو علم لدنی کہا جاتا ہے۔

[2] منکرؔ۔ جدوجہد کا منکر اس انکار میں خود جدوجہد کرتا ہے۔ لدنؔ۔ علم لدنی وہ علم ہے جو براہِ راست جنابِ باری سے حاصل ہو جیسا کہ آیت وَ عَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا میں فرمایا گیا" اور اس کو ہم نے اپنے پاس سے علم دیا"۔ گرچہؔ۔ یعنی تمام دنیا عالم اسباب ہے لیکن جاہل یعنی اس عقیدہ پر یقین نہ رکھنے والا اس کو نہیں سمجھتا ہے۔ نمطؔ۔ طرز، طریقہ۔ برہانؔ۔ دلیل۔ جبریاںؔ۔ یعنی وہ جانور جو جبر کے قائل تھے۔ سیرؔ۔ پیٹ بھرا، خاموش۔

روبہ[1] و خرگوش و آہو و شغال
لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے

جبر را بگذاشتند و قیل و قال
جبر (کے عقیدے) کو اور بحث بحثی کو چھوڑ دیا

عہد ہا کردند با شیر ژیاں
غضب ناک شیر سے انہوں نے عہد کئے

کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں
کہ اس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہے گا

قسم ہر روزش بیاید بے ضرر
ہر روز اس کو حصہ بے ضرر پہنچے گا

حاجتش نبود تقاضائے دگر
اس کو دوبارہ تقاضا کرنے کی حاجت نہ ہوگی

عہد چوں بستند و رفتند آں زماں
جب انہوں نے عہد کر لیا اس وقت وہ روانہ ہوئے

سوئے مرعیٰ ایمن از شیر ژیاں
چراگاہ کی طرف غضب ناک شیر سے مطمئن ہو کر

جملہ بنشستند یکجا آں وحوش
وہ وحشی جانور اکٹھے ہو کر بیٹھے

او فتادہ درمیانِ جملہ جوش
سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند
ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا

ہر کسے در خونِ ہر یک می شدند
ہر ایک دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا

عاقبت شد اتفاقِ جملہ شاں
بالآخر ان سب کا اتفاق ہو گیا

تابیاید قرعۂ اندر میاں
تاکہ درمیان میں قرعہ اندازی ہو

قرعہ بر ہر کو زند اُو طعمہ است
جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے

بے سخن شیر ژیان را لقمہ است
بلاعذر وہ تند شیر کا لقمہ ہے

ہم بریں کردند آں جملہ قرار
سب نے اس پر اتفاق کر لیا

قرعہ آمد سربسر را اختیار
قرعہ، سب کو پسند آ گیا

قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز
ہر روز جس پر قرعہ نکلا

سوئے آں شیر اُو دویدے ہمچو یوز
وہ چیتے کی طرح اس شیر کی طرف دوڑ جاتا

انکار کردن نخچیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر

خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور
جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس آیا

بانگ زد خرگوش کاخر چند جور
تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟

قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما
قوم نے اس سے کہا اتنی مرتبہ ہم نے

جاں فدا کردیم در عہد و وفا
عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

تو مجو بدنامیٔ ما اے عنود
اے جھگڑالو! تو ہماری بدنامی نہ چاہ

تا نرنجد شیر رَو تو زود زود
تاکہ شیر خفا نہ ہو، جلد جلد جا

---

1. روبہ۔ لومڑی۔ آہو۔ ہرن۔ شغال۔ گیدڑ۔ قیل و قال۔ گفتگو، بحث مباحثہ۔ مباحثہ۔ ژیاں۔ غضب ناک۔ بیعت۔ عہد، قرار، معاملہ۔ زیاں۔ نقصان۔ قسم۔ حصہ۔ بے ضرر۔ بلاتکلیف۔ مرعیٰ۔ چراگاہ۔ وحوش۔ وحشی کی جمع الجمع، جنگلی جانور۔ عاقبت۔ انجام کار۔ قرعہ۔ پانسہ۔ طعمہ۔ خوراک۔ روز روز۔ روز بروز۔ یوز۔ چیتا۔ ساغر۔ جام شراب۔ دور۔ چکر۔ بانگ۔ آواز۔ عنود۔ جھگڑالو، ضدی۔

جواب گفتن خرگوش نخچیراں را و مہلت خواستن

خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید　　تا بمکرم[1] از بلا ایمن شوید

اس نے کہا اے یارو! مجھے مہلت دو　　تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ

تا اماں یابد زمکرم جانِ تاں　　ماند ایں میراث فرزندانِ تاں

میری تدبیر سے تمہاری جان امان پا لے　　یہ (جنگل) تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے

ہر پیمبر امتاں را در جہاں　　ہمچنیں تا مخلصی میخواند شاں

ہر پیغمبر، امتوں کو دنیا میں　　اسی طرح ان کو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے

کز فلک راہِ بروں شو دیدہ بود　　در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود

اس لئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے　　وہ نگاہ میں پتلی کی طرح پوشیدہ تھے

مردمش چوں مردمک دیدند خرد　　در بزرگی مردمک کس رہ نبرد

انسانوں نے پتلی کی طرح ان کو چھوٹا سمجھا　　پتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

اعتراضِ نخچیراں بر سخن خرگوش

شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خر[2] گوش دار　　خویش را اندازۂ خرگوش دار

قوم نے اس سے کہا، اے گدھے سن　　اپنے آپ کو خرگوش کے رتبے میں رکھ

ہیں چہ لاف است ایں کہ از تو مہتراں　　در نیاوردند اندر خاطر آں

خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے　　دل میں بھی یہ نہیں لائے

معجبی یا خود قضا ماں درپے ست　　ورنہ ایں دم لائق چونتو کے ست

تو خود پسند ہے، یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے　　ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

باز جواب دادنِ خرگوش

گفت اے یاراں حقم الہام داد　　مر ضعیفے را قوی رائے فتاد

اس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے　　ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آ گئی ہے

آنچہ حق آموخت مر زنبور را　　آں نباشد شیر را و گور را

اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے　　وہ شیر اور گورخر کو میسر نہیں ہے

خانہا سازد پُر از حلوائے تر　　حق برو آں علم را بکشود در

وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے　　اللہ نے اس علم کا دروازہ اس پر کھول دیا ہے

---

1. مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ ایمن۔ بے خوف۔ میراث۔ ورثہ، ترکہ۔ ہر پیمبر۔ یعنی میں جس طرح نجات کی کوشش کر رہا ہوں، ہر نبی نے اپنی امت کی نجات کی کوشش کی ہے۔ بیروت شو۔ باہر نکلنے والا۔ مردمک۔ آنکھ کی پتلی۔ پیچیدہ۔ ملا جلا، مخلوط، چھپا ہوا۔ خرد۔ چھوٹا، پتلی ایک چھوٹی سی چیز ہے لیکن اس میں اتنی طاقت ہے کہ بحر و بر کو اپنے اندر سما لیتی ہے، یہی حال انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

2. خر۔ گدھا، بیوقوف۔ گوشدار۔ سن۔ لاف۔ گپ، شیخی۔ مہتراں۔ بزرگ۔ خاطر۔ دل۔ معجب۔ خود پسند، متکبر۔ قضا ماں۔ موت۔ دم۔ دعویٰ۔ الہام۔ غیبی اشارہ۔ فتاد۔ یعنی ۔۔۔۔۔ زنبور۔ شہد کی مکھی۔ گور۔ گورخر، جنگلی گدھا۔ حلوۂ تر۔ نرم و لذیذ حلوہ، یہاں شہد مراد ہے۔

آنچہ حق آموخت کرم پیلہ[1] را
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھا دیا ہے
ہیچ پیلے داند آنگوں حیلہ را؟
اس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

آدمِ خاکی زحق آموخت علم
مٹی کے آدمؑ نے اللہ سے علم سیکھا
تا بہفتم آسماں افروخت علم
علم نے ساتواں آسمان تک روشن کر دیا

نام و ناموسِ ملک را در شکست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دے دی
کوریِ آنکس کہ باحق در شک ست
اس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے

زاہد شش صد ہزاراں سالہ را
چھ لاکھ برس کے زاہد کے
پوزبندے ساخت آں گوسالہ را
مچکا چڑھا دیا، اس بچھڑے کے

تانتاند شِیر علم دیں کشید
تاکہ علم دین کا دودھ نہ پی سکے
تانگردد گردِ آں قصر مشید
تاکہ اس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے

علمہائے اہلِ حس[2] شد پوزبند
اہل حس کے علوم، مچکا بن گئے
تانگیرد شِیر ازاں علم بلند
تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا
کاں بدریاہا و گردوں ہانداد
جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

چند صورت آخر اے صورت پرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت (پرستی) کب تک؟
جانِ بے معنیت از صورت نرست
تیری بے معنی جان نے صورت سے رہائی نہ پائی

احمدؐ و بوجہل در بت خانہ رفت
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوجہل بت خانے میں گئے
زیں شدن تا آں شدن فرقے ست زفت
ان کے جانے اور اُس کے جانے میں گہرا فرق ہے

ایں در آید سر نہند آں را بتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں
واں در آید سرنہد چوں اُمتاں
وہ اندر آتا ہے تو پجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

نقش بر دیوار مثلِ آدم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے
بنگر اندر صورتِ اُو چہ کم ست
غور کر اس کی صورت میں کیا چیز کم ہے؟

جاں کم ست آں صورتِ بے تاب را
اس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے
رَو بجو آں گوہر نایاب را
جا، اس نایاب گوہر کو تلاش کر

---

1. کرم پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ پیل۔ ہاتھی۔ آنگوں۔ اس قسم کا۔ حیلہ۔ تدبیر۔ نام وناموس۔ فرشتوں نے حضرت آدم کی خلافت پر اعتراض کیا، حضرت آدم کے علم کی وجہ سے پھران کو آدم کی خلافت تسلیم کرنا پڑی۔ شش صد ہزاراں۔ چھ لاکھ، مشہور ہے کہ شیطان نے ملعون ہونے سے قبل چھ لاکھ سال عبادت کی تھی۔ پوز بند۔ وہ جالی جو گائے کے بچے کے منہ پر چڑھادی جاتی ہے تاکہ وہ بے وقت گائے کا دودھ نہ پی سکے۔ گوسالہ۔ بچھڑا، یہاں شیطان مراد ہے۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ قصر۔ محل۔ مشید۔ چونہ گچ لگا ہوا، مضبوط۔

2. اہل حس۔ وہ عقلاء، جو مشاہدہ ہی کو دلیل وجود مانتے ہیں اور باطنی دسری علوم کے مخالف ہیں۔ قطرۂ دل۔ امانت الٰہی کا بار آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں نے برداشت کرنے سے انکار کر دیا، صرف انسان کا قلب اس کا متحمل ہوا۔ احمد۔ یعنی آنحضورؐ اور ابوجہل کی صورت تو یکساں ہی تھی لیکن باطنی اوصاف اور معنویت کا کتنا بڑا فرق تھا، آنحضورؐ فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تھے تو بت اوندھے منہ گر پڑے۔ نقش۔ یہ دوسری مثال ہے جس کے ذریعہ باطنی اوصاف کے فرق کو سمجھایا ہے۔ بے تاب۔ بے طاقت۔ صورت۔ تصویر۔ نایاب۔ جو ہاتھ نہ لگے۔

شد سرِ شیرانِ عالم جملہ پست　　چوں سگ اصحاب[1] را دادند دست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا　　جب (قضا و قدر) نے اصحاب کہف کے کتے کو غلبہ دیدیا

چہ زیانستش ازاں نقش نفور　　چونکہ جانش غرق شد در بحرِ نور
اس قابل نفرت صورت سے اس کو کیا نقصان ہے　　جبکہ اس کی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

وصف صورت نیست اندر خامہا　　عالم و عادل بود در نامہا
قلموں میں صورت کی تعریف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے　　خطوں میں، عالم عادل (لکھا) ہوتا ہے

عالم و عادل ہمہ معنی ست و بس　　کش نیابی در مکانِ پیش و پس
عالم اور عادل سب معنی ہیں فقط　　جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا

میزند برتن زسوئے لا مکاں　　می نگنجد در فلک خورشید جاں
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں　　جان کا سورج، آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار　　گوش سوئے قصۂ خرگوش دار[2]
واضح ہو، یہ بات انتہاء نہیں رکھتی ہے　　خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو

گوشِ خر بفروش و دیگر گوش خر　　کیں سخن را در نیابد گوشِ خر
گدھے کے کان فروخت کردے، دوسرے کان خرید لے　　اس لئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

ذکر دانش خرگوش و بیانِ فضیلت و منافع دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

زو تو روبہ بازیِ خرگوش بیں　　مکر و شیر اندازیِ خرگوش بیں
چل، خرگوش کی چالاکی دیکھ　　خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا، دیکھ

خاتم ملک سلیمانؑ ست علم　　جملہ عالم صورت و جان ست علم
علم حضرت سلیمان علیہ السلام کے ملک کی انگوٹھی ہے　　تمام دنیا صورت، اور علم جان ہے

آدمی رازیں ہنر بے چارہ گشت　　خلق دریا ہا و خلق کوہ و دشت
اس ہنر کی وجہ سے آدمی کے لئے فرمانبردار ہوگئی ہے　　پہاڑ، جنگل اور دریا کی مخلوق

زو پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش　　زوشدہ پنہاں بدشت و کہ وُحوش
اس سے تیندوا اور شیر بھی، چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں　　اس سے وحشی جانور، جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے

---

[1] اصحاب۔ یعنی اصحاب کہف، اس شعر میں بھی معنوی اوصاف کی بنیاد پر فوقیت کو سمجھایا ہے۔ زیاں۔ نقصان۔ نقش۔ ظاہری صورت۔ نفور۔ قابل نفرت۔ وصف صورت۔ یعنی ظاہری حسن قابل تحریر نہیں ہے۔ انسان کی باطنی خوبیوں کو تحریر میں لایا جاتا ہے۔ کش۔ کہ اش یعنی یہ معنوی خوبیاں مکان و زمان کے ساتھ مقید نہیں ہوتی ہیں۔ لامکاں۔ عالم قدس، یعنی ان باطنی خوبیوں کا نزول عالم قدس سے ہوتا ہے۔ خورشید جاں۔ روح کی وسعتیں لا محدود ہوتی ہیں۔ پایاں۔ خاتمہ، انتہا۔

[2] گوش دار۔ کان لگا۔ ہوش دار۔ ہوش رکھ، خوب سمجھ۔ خر۔ گدھا، بیوقوف۔ خر۔ خریدن کا امر ہے۔ روبہ بازی۔ مکر و فریب۔ بیں۔ دیدن سے امر کا صیغہ ہے۔ شیر اندازی۔ شیر کو مغلوب کرنا۔ خاتم۔ انگوٹھی، مہر، مشہور ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس کی وجہ سے تمام عالم ان کے لئے مسخر ہوگیا تھا۔ آدمی۔ انسان علم ہی کی بدولت بحر و بر پر حکمران ہے۔ پلنگ۔ تیندوا، چیتے کو فارسی میں یوز کہتے ہیں۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔

زد[1] پری و دیو ساحلہا گرفت ... ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
اس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا ... ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنا لی

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست ... آدمی باحذر عاقل کسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں ... محتاط آدمی، سمجھدار انسان ہے

خلق خوب و زشت ہست از ما نہاں ... میزند بر دل بہر دم کوب شاں
اچھی اور بری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے ... ان کی چوٹ ہر وقت دل پر لگتی ہے

بہر غسل ار در روی در جوبار ... بر تو آسیبے زند در آبِ خار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا ... تو کانٹا، پانی میں تجھے تکلیف پہنچائے گا

گرچہ پنہاں خار در آب ست پست ... چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے ... چونکہ تیرے چبھتا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے

خار خارِ[2] حسہا و وسوسہ ... از ہزاراں کس بود نے یک کسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے ... ہزاروں اشخاص کیجانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی (جانب سے)

باش تا حسہائے تو مبدل شود ... تا ببینی شاں و مشکل حل شود
ٹھہر، تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں ... تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے

تا سخنہائے کیاں رد کردۂ ... تا کیاں را سرورِ خود کردۂ
تاکہ (معلوم ہو جائے) کن ہستیوں کی باتوں کو تو نے رد کیا ہے؟ ... اور کن کو تو نے اپنا سردار بنایا ہے؟

باز جستن نخچیراں سرّ و اندیشۂ خرگوش را

پھر شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوشِ چست ... درمیاں نہ آنچہ در ادراکِ تست
پھر انہوں نے کہا اے چالاک خرگوش! ... سامنے رکھ دے جو تیری سمجھ میں آیا ہے

اے کہ باشیرے تو در پیچیدۂ ... باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑا ہے ... بتا، تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟

مشورت ادراک و ہشیاری دہد ... عقلہا مر عقل را یاری دہد
مشورہ، عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے ... عقلیں، عقل کی مدد کرتی ہیں

---

1. زو۔ از او۔ ساحل۔ سمندر کا کنارہ۔ حذر۔ بچنا، پرہیز کرنا، احتیاط۔ خلق خوب۔ اچھی مخلوق، فرشتے۔ زشت۔ برا، یعنی شیاطین۔ کوب۔ چوٹ، صدمہ۔ اوپر کے اشعار میں انسان کے غلبہ کو بتایا گیا تھا، اب یہ سمجھایا گیا ہے کہ انسان کو باوجود غلبہ کے پُرخطر اور شیاطین کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جوبار۔ نہر۔ آسیب۔ صدمہ۔ پست۔ نیچے۔ دانی۔ بعض چیزیں نظروں سے غائب ہیں لیکن ان کے اثرات سے ان کا وجود معلوم ہو جاتا ہے۔

2. خار خار۔ لفظوں کی تکرار کثرت کے معنی دیتی ہے۔ باش۔ یعنی ریاضت اور مجاہدہ سے حواسِ باطنی پیدا ہوتے ہیں تو نظروں سے غائب چیزیں مشاہدہ میں آجاتی ہیں۔ کیاں۔ کیا کی جمع، بزرگ، دانا۔ کیاں۔ استفہام جمع کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ سرور۔ سردار۔ کاے۔ کہ اے۔ چست۔ چالاک۔ نہ۔ نہادن سے امر کا صیغہ ہے۔ ادراک۔ عقل، سمجھ۔ عقلہا۔ یعنی مشورہ دینے والوں کی عقلیں۔ عقل۔ یعنی مشورہ لینے والے کی عقل۔ یاری۔ مدد۔

گفت پیغمبر بکن[1] اے رائے زن
مشورت کالمُستَشَارُ مُوتَمَن

پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے اے رائے زنی کرنے والے!
مشورہ کر لے اس لئے کہ مشورہ دینے والا امین ہوتا ہے

قولِ پیغمبر بجاں باید شنود
باز گو تا چیست مقصودِ تو زود

پیغمبر (ﷺ) کے قول کو دل و جان سے سننا چاہئے
تو جلدی بتا، تیرا مقصد کیا ہے؟

پوشیدہ داشتن خرگوش راز را از نخچیراں

خرگوش کا شکاروں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت
جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت

اس نے کہا ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا
کبھی جفت طاق آتا ہے، کبھی طاق جفت آتا ہے

از صفا گردم زنی با آئینہ
تیرہ گردد زود با ما آئینہ

اگر تو آئینہ پر پھونک مارے تو صفائی کی وجہ سے
وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائے گا

در بیانِ ایں سہ کم جنباں لبت
از ذہاب و از ذہب و ز مذہبت[2]

ان تین چیزوں کے بیان میں لب کشائی نہ کر
سفر اور سونا اور اپنی منزلِ مقصود کے بارے میں

کیں سہ را خصم ست بسیار و عدو
در کمینت ایستد چوں داند اُو

اس لئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں
تیری گھات میں رہے گا جب وہ جان جائے گا

ور برانی با یکے گوئی الوداع
کُلُّ سِرٍّ جَا وَزَالِاثْنَیْنِ شَاعَ

اگر تم نے ایک سے کہہ دیا تو الوداع کہہ دو
ہر راز جو دو (لب) سے گذرا، مشہور ہوا

گر دو سہ پرندہ را بندی بہم
بر زمیں مانند محبوس از الم

اگر تو دو تین پرندوں کو اس میں باندھ دے
تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقید رہیں گے

مشورت دارند سرِّ پوشیدہ خوب
در کنایت با غلط افگن مشوب

چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں
کنایۃً جو غلطی میں مبتلا کرنے والی بات سے مخلوط ہو

مشورت کردے پیمبر بستہ سر
گفت ایشانش جواب و بے خبر

پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے
اور وہ ان کو بے خبری میں جواب دے دیتے

---

[1] بکن۔ مفعول دوسرے مصرع میں مشورت ہے۔ المستشار۔ جس سے مشورہ لیا جائے۔ موتمن۔ جس کے پاس امانت رکھی جائے۔ جفت۔ جوڑ۔ طاق۔ اکیلا۔ بعض کھیلوں میں ہار جیت اس بات پر ہوتی ہے کہ جس چیز کے ذریعہ کھیلا جاتا ہے وہ جوڑ نکلتی ہے یا بے جوڑ، یعنی انسان جیتنے کی آرزو کرتا ہے اور ہارنے کا پانسا آ جاتا ہے۔ از صفا۔ آئینہ صاف چیز ہے لیکن اس پر اگر پھونک مارو تو دھندلا ہو جاتا ہے، اسی طرح دوست کا سینہ صاف ہوتا ہے، اگر اس سے راز کہہ دیا جاتا ہے تو اس کے دل میں طرح طرح کے خیالات گھومنے لگتے ہیں جو اکثر مفید نہیں ہوتے۔ ذہاب۔ سفر۔ ذہب۔ سونا، یعنی مال و دولت۔

[2] مذہب۔ اس سے منزل مراد ہے جہاں انسان جا رہا ہے، دین مراد لینا مناسب نہیں ہے۔ الوداع۔ رخصت کرنا، یعنی اگر تم نے اپنا راز کسی ایک سے بھی کہہ دیا تو اس کو الوداع کہہ دو، اب وہ راز، راز نہیں رہے گا۔ الاثنین۔ دونوں ہونٹ مراد ہیں۔ پرندہ۔ راز کی مثال پرندہ کی سی ہے، اگر بندھے پڑے رہیں گے تو ٹھہریں گے۔ مشورت۔ مشورہ ایسے طور پر کر جس میں دوسرے پر بات نہ کھلے وہ مغالطہ میں پڑا رہے اور تمہیں مشورہ بھی مل جائے۔ مشوب۔ ملا ہوا۔ بے خبر۔ صحابہ کو صحیح بات کا پتہ بھی نہ لگتا تھا اور مشورہ بھی ہو جاتا تھا۔

در مثالے[1] بستہ گفتے رائے را — تا نداند خصم از سر پائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کر کے فرما دیتے — تاکہ مخالف سر، پیر نہ سمجھ سکے

او جوابِ خویش بگرفتے ازو — و زسوالش می نبردے غیر بو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے — ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — سوئے خرگوشِ دلاور تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ — بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

قصۂ مکر کردن خرگوش با شیر و بسر بُردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہنچنے کا قصہ

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت — مکر اندیشید با خود طاق و جفت
الحاصل، اس خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی — جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی

باوحوش از نیک و بد نگشاد راز — سرِ خود باجانِ خود میراند باز
وحشی جانوروں پر اچھے برے کا راز نہ کھولا — اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن — بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی — اس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا

زاں سبب کاندر شدن او ماند دیر — خاک را میکند و میغرید شیر
اس سبب سے کہ جانے میں دیر تک توقف کیا — شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرا رہا تھا

گفت من گفتم کہ عہد آں خساں — خام باشد خام و زشت و نارساں
اس نے کہا، میں نے کہا تھا کہ ان کمینوں کا عہد — کچا ہوگا اور برا اور نامکمل ہوگا

دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند — چند[2] بفریبد مرا ایں دہر چند
ان کے مکر نے مجھے مار ڈالا — یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟

سخت درماند امیر ست ریش — چوں نہ پس بیند، نہ پیش از احمقیش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے — جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ پیچھا

راہ ہموارست وزیرش دامہا — قحط معنی درمیانِ نامہا
راستہ صاف ہے، اور اس کے نیچے جال ہیں — لفظوں میں معنی کا قحط ہے

لفظہا و نامہا چوں دامہاست — لفظ شیریں ریگ آبِ عمر ماست
الفاظ اور نام جالوں کی طرح ہیں — میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے

---

1. در مثالے۔ کوئی مثال دے کر مشورہ کرتے تھے۔ باز گرد۔ واپس چل۔ دلاور۔ بہادر۔ ساعت۔ گھنٹہ تھوڑی دیر۔ شدن۔ جانا۔ پنجہ زن۔ پنجہ مارنے والا۔ دا۔ جدا، اکثر کسی فعل کے ساتھ ملا کر مستعمل ہوتا ہے۔ میکند۔ کندن، کھودنا۔ غریدن۔ غرانا، دھاڑنا۔ خساں۔ یعنی شکاری جانور۔ خام۔ کچا۔ زشت۔ برا۔ نارساں۔ ناتمام۔ دمدمہ۔ مکر و فریب۔ از خر افگندن۔ دور کر دینا، ہلاک کر دینا۔
2. چند۔ تا چند، کب تک۔ دہر۔ زمانہ، مراد اہل زمانہ ہیں۔ درماندن۔ عاجز رہنا۔ ست ریش۔ بیوقوف، احمق، ساقت۔ ہموار۔ صاف، برابر۔ دام۔ جال۔ قحط۔ کال۔ لفظہا۔ یعنی جھوٹے پیروں کے بڑے بڑے القاب بہت میٹھے ہیں لیکن یہ مرید کی زندگی کو برباد کرتے ہیں۔

عمر چوں آب ست وقت او را چو جوؔ[1]
عمر پانی کی طرح ہے، اس کے لئے وقت بمنزلہ نہر کے ہے
آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو
وہ ریت جس سے پانی ابلے
ہست آں ریگ اے پسر مردِ خدا
اے بیٹا! وہ ریت مردِ خدا ہے
آبِ عذبِ دیں ہمی جوشد ازو
دین کا میٹھا پانی اس سے ابلتا ہے
غیر مردِ حق چو ریگِ خشک داں
جو مردِ خدا نہیں اس کو خشک ریت سمجھ
طالبِ حکمت شو از مردِ حکیم
مرد دانا سے، دانائی کا طالب بن
منبع حکمت شود حکمت طلب
دانائی کا طالب، دانائی کا چشمہ بن جاتا ہے
لوحِ حافظ[2] لوحِ محفوظے شود
حافظ کی لوح، لوحِ محفوظ بن جاتی ہے
چوں معلم بود عقلش ز ابتدا
عقل، شروع میں جو اس کی استاد تھی
عقل چوں جبریلؑ گوید احمد!
جبرئیل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمدؐ!
تو مرا بگذار زیں پس پیش راں
مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے
ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر
جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا

خلقِ باطن ریگ جوئے عمر تو
باطنی اخلاق، تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں
سخت کمیاب ست رَو آنرا بجو
بہت کمیاب ہے، جا اس کو تلاش کر
کو بحق پیوست و از خود شد جدا
جو اللہ سے جڑا اور اپنے سے جدا ہو
طالباں رازاں حیات ست و نمو
طلبگاروں کی اس سے زندگی اور نشوونما ہے
کاب عمرت را خورد او ہر زماں
جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے
تا ازو گردی تو بینا و علیم
تاکہ تو اس سے صاحب بصیرت اور عالم بنے
فارغ آید او ز تحصیل و سبب
وہ تحصیل علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے
عقلِ او از روح محظوظے شود
اس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے
بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
اس کے بعد عقل اس کی شاگرد بن گئی
گر یکے گامے نہم سوزد مَرا
اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلا دے گی
حدِّ من ایں بود اے سلطانِ جہاں
اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی
او ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
وہ سمجھتا ہے کہ اس نے جبر کا پایہ تھاما ہے

[1] جو۔ نہر۔ خلق باطن۔ یعنی شیخ کے باطنی احوال۔ ریگے۔ شیخ کامل کی تلاش کر۔ مرد خدا۔ خدا رسیدہ۔ عذب۔ شیریں۔ حیات۔ زندگی۔ نمو۔ بڑھنا۔ غیر مرد حق۔ یعنی مکار پیر وہ ریت ہے جو تیری عمر برباد کر رہا ہے۔ مرد حکیم۔ شیخ کامل۔ منبع۔ شیخ کامل کی تربیت سے مرید، علوم اور حکمتوں کا سرچشمہ بن جاتا ہے اس کو مدرسہ میں جانے اور اسباب تحصیل علم اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اس کو علم لدنی حاصل ہو جاتا ہے۔ لوح۔ تختی۔

[2] حافظ۔ حفظ کرنے والا۔ لوح محفوظ۔ وہ غیبی دفتر جس میں اللہ کی قدرت کے تمام احوال جو گذر گئے یا آنے والے ہیں، درج ہیں۔ روح۔ جان۔ روح۔ الہام۔ محظوظ۔ حصہ پانے والا، شاگرد، یعنی جب اسرار الٰہی حاصل ہو جاتے ہیں تو عقل ان سے روشنی حاصل کرتی ہے۔ گام۔ قدم، معراج میں حضرت جبرئیل نے آنحضورؐ سے کہا تھا۔ اگر یکسر موئے برتر پرم۔ فروغ تجلی بسوزد پرم۔ کاہلی۔ یعنی اپنی کوتاہی اور بے عملی کو جبر سمجھتا ہے۔

ہر کہ جبر آورد خود رنجور[1] کرد — تاہماں رنجوریش در گور کرد

جس نے جبر اختیار کیا اس نے خود کو بیمار بنا لیا — یہاں تک کہ اس کو اسی بیماری نے قبر میں پہنچا دیا

گفت پیغمبرؐ کہ رنجوری بہ لاغ — رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری — مرض پیدا کر دیتی ہے یہاں تک کہ (مریض) چراغ کی طرح بجھ جاتا ہے

جبر چہ بود بستنِ اشکستہ را — یا بہ پیوستن رگِ بگسستہ را

جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا — یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا

چوں دریں رہ پائے خود نشکستۂ — بر کہ میخندی چہ پارا بستۂ

جب تو نے اس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے — کس پر ہنستا ہے، پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟

وانکہ پایش در رہِ کوشش شکست — در رسید اُو را بُراق و برنشست

جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا — اس کے لئے براق پہنچا اور وہ سوار ہوا

حامل دیں بود اُو محمول شد — قابل فرماں بد اُو مقبول شد

وہ دین کا بوجھ اٹھانے والا تھا (اب) سوار بن گیا — اللہ کے فرمان کو قبول کرنیوالا تھا، مقبولِ (بارگاہ) ہو گیا

تاکنوں فرماں پذیرفتے ز شاہ — بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ

اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا — اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہو گیا

تا کنوں اختر اثر کردے درو — بعد ازاں باشد امیر اختر[2] اُو

اب تک ستارہ اس میں اثر کرتا تھا — اس کے بعد وہ ستارے کا حاکم ہوگا

گر ترا اشکال آید در نظر — پس تو شک داری در انشق القمر

اگر تجھ کو اس میں اشکال نظر آتا ہے — تو تو انشق القمر میں شک رکھتا ہے

تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں — اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں

ایمان کو تازہ کر لے، نہ صرف زبانی — اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

تا ہوا تازہ است ایماں تازہ نیست — چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

جب تک خواہش تازہ ہے، ایمان تازہ نہیں ہے — خواہش کے علاوہ اس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے

کردۂ تاویل حرفِ بکر را — خویش را تاویل کن نے ذِکر را

تو نے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے — اپنے آپ کو بدل، قرآن میں تاویل نہ کر

---

1. رنجور۔ بیمار، یعنی کاہلی کو جبر سمجھنا ایسی بیماری ہے جو اس کو در گور کر دے گی۔ لاغ۔ ہنسی مذاق۔ رنج۔ مرض۔ جبر۔ لغت میں ٹوٹے کو جوڑنے کے معنی میں ہے اسی لئے جبیرہ وہ پٹی کہلاتی ہے جو ٹوٹی ہڈی پر جوڑنے کے لئے باندھی جاتی ہے لہٰذا پہلے طلب میں پیر توڑو اس کے بعد جبر کا عقیدہ اختیار کرو۔ اشکستہ۔ الف زیادہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو آنحضور کو معراج میں ملی تھی، یعنی مجاہدہ کے بعد جذب الٰہی کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ حامل۔ مجاہدہ میں دین کے احکام کا حامل تھا، اب جذب الٰہی، وصول الی اللہ کا سبب ہو گیا ہے۔ تاکنوں۔ یعنی فرمانبرداری کے بعد فرماں روائی کا مقام ملتا ہے۔

2. امیر اختر۔ بطور کرامت ستاروں پر حکمرانی کرتا ہے۔ انشق القمر۔ شق قمر کا معجزہ اس کی دلیل ہے۔ گفت۔ گفتگو۔ نہاں۔ باطن۔ ہوا۔ خواہش نفسانی۔ قفل۔ تالا، یعنی جب تک انسان پر خواہش نفسانی کا غلبہ ہے اس پر علوم ربانی کا دروازہ نہیں کھلے گا۔ تاویل۔ پھیرنا، بدلنا، عبارت کی ظاہری مراد کو چھوڑ کر کوئی محتمل معنی مراد لینا۔ بکر۔ با کے کسرہ سے، کنوارا، کنواری، محفوظ، قرآن کو بکر اس لئے کہا ہے کہ وہ شیطانوں کے تصرف سے محفوظ ہے۔

فکر تو تاویل کردہ ذکر[1] را — ذکر را مان و بگرداں فکر را
تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے — قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے، فکر میں تبدیلی کر

بر ہوا تاویل قرآں میکنی — پست و کژ شد از تو معنی سنی
خواہش کے مطابق تو قرآن میں تاویل کرتا ہے — تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

زیافت تاویل رکیک مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بودا پن

ماند احوالت بداں طرفہ مگس — کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
تیرے احوال اس عجیب مکھی کی طرح ہیں — جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی

از خودی سرمست گشتہ بے شراب — ذرۂ خود را شمر دہ آفتاب
جو بغیر پئے، تکبر کی وجہ سے مست ہو گئی تھی — جس نے اپنے ذرہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا

وصف بازاں را شنیدہ در زماں — گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں
اس نے زمانہ میں بازوں کی تعریف سنی تھی — بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقاء ہوں

قصۂ مگس و اندیشہ کردن

آں مگس بر برگِ کاہ و بولِ خر — ہمچو کشتی باں ہمی افراشت[2] سر
وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر — ملاح کی طرح شیخی بگھارتی تھی

گفت من کشتی دریا خواندہ ام — مدتے در فکر آں می ماندہ ام
بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے — ایک مدت تک میں اس کی فکر میں رہی ہوں

اینک ایں دریا و ایں کشتی و من — مردِ کشتی باں و اہل رائے و فن
یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں — کشتی بان اور صاحب تدبیر و فن ہوں

بر سرِ دریا ہمی راند اُو عمد — می نمودش آنقدر بیروں زحد
دریا پر وہ چپو چلا رہی تھی — اور وہ اس کو لامحدود نظر آتا تھا

بود بے حد آں چمیں نسبت بدو — آں نظر کو بیند آنرا راست کو
اس کے اعتبار سے وہ پیشاب لامحدود تھا — اس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اس کو صحیح طور پر دیکھتی

عالمش چنداں بود کش بینش ست — چشم چندیں بحر ہم چندینش ست
اس کا عالم بھی اتنا ہی ہے جس قدر اس کی نگاہ ہے — جتنی اس کی آنکھ ہے، اتنا ہی اس کا دریا ہے

---

1. ذکر۔ قرآن مجید۔ ماں۔ صیغہ امر ہے، ماندن بمعنی گذاشتن کا۔ گرداں۔ پھیر دے۔ کژ۔ ٹیڑھا۔ سنی۔ روشن۔ ماند۔ مانستن کا مضارع ہے، مشابہ ہونا۔ طرفہ۔ عجیب، نادر۔ خودی۔ خود پسندی، تکبر۔ بازاں۔ باز کی جمع۔ عنقاء۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، کوئی خوبصورت پرندہ تھا جواب معدوم ہو گیا ہے۔ معدوم کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے۔
2. سرفراشتن۔ شیخی بگھارنا۔ خواندہ ام۔ یعنی کتابوں میں ذکر پڑھا ہے۔ عمد۔ چپو، یعنی وہ لکڑی جس کے ذریعہ کشتی چلائی جاتی ہے۔ چمیں۔ پیشاب، پاخانہ، یہاں پیشاب مراد ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ بینش۔ نگاہ۔ چندیں۔ اتنی ہی۔

صاحب تاویل باطل[1] چوں مگس
باطل تاویل کرنے والا، مکھی کی طرح ہے

وہم اُو بولِ خر و تصویرِ خس
اسکا خیال، گدھے کے پیشاب اور تنکے کی صورت ہے

گر مگس تاویل بگذارد برائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے

آں مگس را بخت گرداند ہمائے
تو نصیبہ اس مکھی کو ہما بنا دے

آں مگس نبود کش ایں غیرت بود
وہ مکھی نہیں ہے جس میں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل نہ کرے)

روحِ اُو نے در خورِ صورت بود
اس کی روح اس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے

ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد
اس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا

روحِ اُو کے بود اندر خوردِ قد
اس کی روح، قد کے مطابق کب تھی؟

رنجیدنِ شیر از دیر آمدنِ خرگوش
خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر می گفت از سرِ تیزی و خشم
شیر، تندی اور غصہ سے کہہ رہا تھا

کز رہِ گوشم عدو بربست چشم
دشمن نے میرے کان کے راستہ سے آنکھیں بند کر دیں

مکر ہائے جبریانم[2] بستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا

تیغ چوبیں شاں تنم را خستہ کرد
ان کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا

زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ
اس کے بعد میں اس مکر کو نہ سنوں گا

بانگ دیوان ست و غولاں آں ہمہ
وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے

بر دراں اے دل تو ایشاں را مایست
اے دل! تو ان کو پھاڑ ڈال، نہ رک

پوست شاں بر کن کہ غیر پوست نیست
ان کی چمڑی ادھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ
چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگارنگ باتیں

چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ
جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی

ایں سخن چوں پوست معنی مغز داں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے، معنی کو مغز سمجھ

ایں سخن چوں نقش معنی ہم چو جاں
یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنی جان کی طرح ہیں

پوست باشد مغز بد را عیب پوش
چھلکا، خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے

مغز نیکو راز غیرت، غیب پوش
اچھی گری کیلئے غیرت کیوجہ سے، غائب رکھکر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے

---

1. تاویل باطل۔ غلط معنی یعنی زلیغ میں مبتلا لوگ جو قرآن کی غلط تاویل کرتے ہیں ان کے خیالات گدھے کے پیشاب اور تنکے کی طرح ہیں اور وہ خود مکھی جیسے ہیں۔ ہما۔ ایک پرندہ ہے جو بہت مبارک سمجھا جاتا ہے، مشہور ہے کہ جس کے سر پر سے وہ گذر جائے بادشاہ ہو جاتا ہے۔ غیرت۔ یعنی این کی ایسی غیرت ہو کہ تاویل باطل نہ کرے۔ روح او۔ یعنی اس کی روح بلند ہوتی ہے، خواہ صورت اور علم ظاہری اتنا بلند نہ ہو۔ ہمچو۔ خرگوش کا قد تو چھوٹا تھا، لیکن اس کی روح بلند تھی۔ کز رہ گوشم۔ یعنی دشمن نے ایسی باتیں سنائیں کہ میں عقل کا اندھا ہو گیا۔
2. جبریاں۔ جبر کا قائل، مراد شکاری جانور ہیں۔ چوبیں۔ لکڑی کی، جانوروں کے دلائل کو لکڑی کی تلوار قرار دیا ہے۔ سپس۔ بعد، پیچھے۔ دیواں۔ دیو کی جمع ہے۔ غولاں۔ چھلاوا۔ بر دراں۔ بر زیادہ ہے، دراں، درانیدن بمعنی پھاڑنا سے بنا ہے۔ پوست۔ کھال، چھلکا۔ زرہ۔ یعنی وہ لہریں جو بشکل زرہ پانی پر پیدا ہوتی ہیں، ان کا بقاء چند منٹ کا ہوتا ہے۔ پوست۔ چھلکا عیب کو چھپاتا ہے اور عمدہ مغز کو نظروں سے پوشیدہ رکھنے کا بھی کام کرتا ہے۔

چوں ز بادستت قلم، دفتر ز آب — ہر چہ بنویسی فنا گردد شتاب[1]

جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا — تو جو کچھ لکھے گا وہ جلد فنا ہو جائے گا

نقش آب ست ار وفا خواہی ازاں — باز گردی دست ہائے خود گزاں

وہ نقش برآب ہے اگر تو اس سے وفا چاہے گا — اپنے ہاتھ کو کاٹتا ہوا (پشیمان) واپس لوٹے گا

باد در مردم ہوا و آرزوست — چوں ہوا بگذاشتی پیغامِ ہوست

انسانوں میں ہوا، خواہش اور آرزو ہے — جب تو نے خواہش کو ترک کیا (بس یہی) اللہ کا پیغام ہے

خوش بود پیغامہائے کردگار — کوز سَرتاپائے باشد پائدار

خدا کے پیغام مبارک ہوتے ہیں — جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں

خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا — جز کیا و خطبہ ہائے انبیاء

بادشاہوں کے خطبے اور ان کی سرداری بدل جاتی ہے — بخلاف نبیوں کے قصوں اور سرداری کے

زانکہ بوشِ بادشاہاں از ہواست — بارِ نامہ انبیاء یا کبریاست

اس لئے کہ بادشاہوں کی کروفر خواہش نفسانی سے ہے — انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے

از درمہا نام شاہاں بر کنند — نامِ احمدؐ تا قیامت میزنند

بادشاہوں کے نام سکوں سے مٹا دیتے ہیں — احمد (ﷺ) کا نام قیامت تک منقش کرتے رہیں گے

نامِ احمدؐ نامِ جملہ انبیاست — چونکہ صد[2] آمد نود ہم پیشِ ماست

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام تمام انبیاء کا نام ہے — جب سو آئے تو نوے بھی ہمارے سامنے ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے پسر — قصۂ خرگوش گو و شیر نر

اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے — خرگوش اور نر شیر کا قصہ سنا

ہم در بیانِ مکر خرگوش و تاخیر اُو در رفتن پیشِ شیر

یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اس کا شیر کے سامنے دیر سے جانے کا ہے

درشدن خرگوش بس تاخیر کرد — مکر را با خویشتن تقریر کرد

خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی — اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا

در رہِ آمد بعد تاخیر دراز — تا بگوشِ شیر گوید یک دو راز

بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا — تاکہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

تاچہ عالمہاست در سودائے عقل — تاچہ باپہناست ایں دریائے عقل

دیکھ! عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں — دیکھ! یہ عقل کا دریا کس قدر وسیع ہے

---

1. شتاب۔ جلدی، یعنی نقش برآب جلد فنا ہو جاتا ہے۔ نقش برآب۔ ناپائیدار چیز۔ گزاں۔ گزیدن بمعنی کاٹنا سے بنا ہے۔ ہوست۔ خواہش نفسانی۔ ہو۔ باری تعالیٰ کی ذات کا اسم ہے۔ خوش۔ اچھا۔ کردگار۔ کرنے والا، کام کا مالک۔ کیا۔ پہلوان، اس شعر میں بمعنی ملکیت اور سرداری بولا گیا ہے۔ بوش۔ باء کے فتحہ کے ساتھ، کروفر، شان وشوکت۔ بارنامہ۔ تجمل، تفاخر۔ کبریا۔ اللہ تعالیٰ۔ بر کنند۔ نکال ڈالتے ہیں۔ میزنند۔ منقش کرتے ہیں۔
2. صد۔ سو۔ نود۔ نون اور واؤ کے فتح کے ساتھ نناویں یعنی آنحضورؐ انبیاء کا مجموعہ لہٰذا جیسا کہ سو کے ضمن میں ننانوے کا عدد موجود ہے، اسی طرح آنحضورؐ کے نام میں تمام انبیاء کا نام آ جاتا ہے۔ شدن۔ ہونا، جانا۔ تاخیر۔ دیر لگانا۔ تقریر۔ بیان کرنا، ثابت کرنا۔ تا۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ چہ۔ تفخیم کے لئے ہے۔ عقل۔ یعنی وہ قوت شعور جو حیوانات میں بھی ہے۔

بحر[1] بے پایاں بود عقل بشر
انسان کی عقل لامحدود سمندر ہے

بحر را غواص باید اے پسر
اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہئے

صورتِ ما اندریں بحر عذاب
ہماری صورتیں اس شیریں سمندر میں

میدود چوں کاسہا بر روئے آب
اس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پانی کی سطح پر پیالے

تانشد پُر برسرِ دریاست طشت
جب تک بھرا نہیں، طشت دریا کے اوپر ہے

چونکہ پُرشد طشت دروے غرق گشت
جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا

عقل پنہاں ست و ظاہر عالمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے

صورتِ ما موج یا از وے نمے
ہماری صورت موج یا اس کی نمی ہے

ہر چہ صورت می وسیلت سازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اس کو وسیلہ بنا لیتی ہے

زاں وسیلت بحر دور اندازدش
اس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اس کو دور پھینک دیتا ہے

تا نہ بیند دل، دہندہ راز را
جب تک دل، راز عطا کرنے والے کو نہ دیکھ لے

تا نہ بیند تیر، دور انداز را
جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

اسپ خود را یاوہ[2] داندوز ستیز
اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ سے

میدواند اسپ خود در راہِ تیز
اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے

اسپ خود را یاوہ داند آں جواد
وہ جوانمرد اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھتا ہے

واسپ خود اُو را کشاں کردہ چو باد
اور گھوڑا اس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے

در فغاں و جستجو آں خیرہ سَر
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے

ہر طرف پُرساں و جویاں دَربدر
ہر جانب پوچھنے والا اور دربدر تلاش کرنے والا ہے

کانکہ دُزدید اسپ مارا کو و کیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے، کہاں ہے کون ہے؟

ایں کہ زیرِ رانِ تست ایخواجہ چیست
اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے، یہ کیا ہے

آرے ایں اسپ ست لیک آں اسپ کو
ہاں، یہ گھوڑا ہے لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟

باخود آ اے شہسوارِ اسپ جو
اے گھوڑے کی جستجو کرنے والے شہسوار! ہوش میں آ

وصفہارا مستمع گوید براز
سننے والا، اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے

تاشناسد مُرد اسپ خویش باز
تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے

---

1. بحر۔ سمندر۔ بے پایاں۔ لامحدود۔ غواص۔ غوطہ خور۔ صورت۔ یعنی جسم انسانی۔ عذاب۔ شیریں، بحر عذاب سے مراد دریائے عقل و روح ہے۔ تانشد پُر۔ جب تک اجسام روحانیت سے پُر نہیں ہوتے ہیں ان پر مادیت کا غلبہ رہتا ہے۔ عقل۔ دریائے عقل اگرچہ نظروں سے غائب ہے، لیکن جسم اسی کی ایک موج ہے۔ ہر چہ۔ مظاہر پرست جو تعینات کو وسیلہ بناتے ہیں دریائے وحدت سے دور جا پڑتے ہیں۔ دہندہ راز۔ رہنمائے کامل۔ دور انداز۔ دور پھینکنے والا۔

2. یاوہ۔ بیہودہ، آوارہ، گم۔ ستیز۔ جنگ، جھگڑا۔ اسپ خود را۔ یعنی جب تک انسان کو روح کا مشاہدہ اور اس سے توسل حاصل نہیں ہوتا تو وہ سمجھتا ہے کہ روح غیر موجود ہے تو اس کی مثال اس شہسوار کی ہے جو گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے گھوڑے کو گمشدہ سمجھ رہا ہو۔ جواد۔ سخی۔ خیرہ سَر۔ بدمزاج، حیران۔ کو۔ کجا۔ کیست۔ کہ است۔ آرے۔ ہاں، وہ شہسوار اپنے گھوڑے سے اس قدر غافل ہے کہ اس کی علامتیں بیان کر دینے کے بعد بھی اس کو نہیں پہچانتا۔ مستمع۔ سننے والا۔

جاں ز پیدائی[1] و نزدیکی ست گم
جان، نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے

چوں شود پُر آب و لب خشکے چو خم
جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہو اور کنارے خشک ہوں

در درونِ خود بیفزا دَرد را
اپنے اندر درد کو بڑھا

تا بہ بینی سبز و سرخ و زرد را
تاکہ سبز، سرخ اور زرد کو دیکھے

کے بہ بینی سرخ و سبز و بور را
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکے گا؟

تا نہ بینی پیش ازیں سہ نور را
جب تک ان تین سے پہلے، نور کو نہ دیکھ لے گا

لیک چوں در رنگ گمشد ہوشِ تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں

شد ز نور آں رنگہا روپوشِ تو
تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بن گئے ہیں

چونکہ شب آں رنگہا مستور بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے

پس بدیدی دید رنگ از نور بود
لہٰذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دیکھنا نور کی وجہ سے تھا

نیست[2] دید رنگ بے نورِ بروں
رنگ کا دیکھنا، بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا

ہم چنیں رنگِ خیالِ اندروں
یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے

ایں بروں از آفتاب و از سُہاست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سہا کی وجہ سے ہے

واں دروں از عکس انوارِ عُلاست
وہ باطنی روشنی عالم بالا کے انوار کے عکس سے ہے

نور نورِ چشم خود نورِ دل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے

نورِ چشم از نورِ دلہا حاصل ست
بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے

باز نورِ نورِ دل نورِ خداست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے

کوز نورِ عقل و حس پاک و جداست
جو عقل اور حس کے نور سے پاک اور جدا ہے

شب نہ بُد نور و ندیدی رنگ را
رات کو نور نہ تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا

پس بضدِّ نور پیدا شد تُرا
پس ضد (شب کی تاریکی) کی وجہ سے وہ نور نمایاں ہو گیا

شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی

رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا، نیلا منکا

کہ نظر بر نور بُود آنگہ برنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر

ضدّ بضدّ پیدا بُود چوں روم و زنگ
ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی

---

1. پیدائی۔ ظاہر ہونا۔ خم۔ منکا یعنی روح، انتہائی نزدیکی اور ظہور کی وجہ سے مخفی ہو گئی ہے، کسی چیز کا انتہائی بدیہی ہونا اس کے مخفی ہونے کا سبب بن جاتا ہے اس لئے کہ ہر چیز اپنی انتہا کو پہنچ کر اپنی ضد کی طرف منتقل ہو جاتی ہے جیسا کہ خوشی کی زیادتی رونے کا سبب بن جاتی ہے۔ سبز و سرخ۔ صوفیاء کے نزدیک لطائف غیب مختلف رنگوں کے ہیں۔ بور۔ گلابی، سرخ مائل بسیاہی۔ نور۔ نورِ باطن جب تک پیدا نہ ہوگا، لطائف غیبیہ کے رنگ نظر نہ آئیں گے۔ ہوش۔ عقل۔ روپوش۔ نقاب، حجاب۔ مستور۔ پوشیدہ۔

2. نیست۔ ظاہری رنگ دن کی روشنی کے بغیر نظر نہیں آتے۔ اسی طرح باطنی رنگ بغیر باطنی نور کے نظر نہیں آتے۔ بروں۔ ظاہری روشنی آفتاب اور سہا ستارے کی وجہ سے اور نورِ باطنی عالم بالا کے انوار کا عکس ہے۔ نور۔ یعنی بصارتِ چشم، بصیرتِ قلبی کا فیض ہے۔ باز۔ یعنی بصیرتِ قلبی خدا کے نور کا فیض ہے جو عقل و حس سے جدا ایک چیز ہے۔ نہ بد۔ نہ بود۔ ضد۔ مخالف، مقابل۔ پیدا۔ ظاہر، نمایاں یعنی نور کا احساس ہمیں اس کی ضد رات کی وجہ سے ہوا۔ مہرہ۔ منکا، ہار کا دانہ۔ کور۔ اندھا۔ کبود۔ نیلا، سیاہ رنگ، یعنی نور کے بدون کوئی رنگ نظر نہیں آتا۔

دیدنِ نورست آنگہ دید رنگ
پہلے نور کا نظر آتا ہے پھر رنگ کا دیکھنا
ویں بضدِ[1] نور دانی بے درنگ
اور اس کو تو نور کی ضد سے بغیر تاخیر سمجھتا ہے

پس بضدِ نور دانستی تو نور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا
ضد ضد را می نماید در صدور
ضد، ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے

رنج و غم را حق پئے آں آفرید
اللہ تعالیٰ نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے
تابدیں ضدّ خوشدلی آید پدید
تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے

پس نہانہا بضد پیدا شود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں
چونکہ حق را نیست ضدّ پنہاں بود
اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے

نورِ حق را نیست ضدے در وجود
اللہ کے نور کی بھی ضد وجود میں نہیں ہے
تا بضدّ اُو را تواں پیدا نمود
تاکہ ضد سے اس کو پہچانا جا سکے

لَا جرَم اَبصَارُنَا لَا تُدرِکُہٗ
یقیناً ہماری نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں
وَ ھُوَ یُدرِک بیں، از موسیٰ و کہ
اور وہ ادراک کر لیتا ہے، حضرت موسیٰ اور پہاڑ کے قصہ کو دیکھ

صورت[2] از معنی چوں شیر از بیشہ داں
صورت کی نسبت معنی سے ایسی ہے، جیسے شیر کی نسبت کچھار سے
یا چو آواز و سخن ز اندیشہ داں
یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

ایں سخن و آواز از اندیشہ خاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی
تو ندانی بحر اندیشہ کجاست
تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟

لیک چوں موجِ سخن دیدی لطیف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا
بحرِ آں دانی کہ ہم باشد شریف
اسکے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شاندار ہوگا

چوں زدانش موج اندیشہ بتافت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی
از سخن و آواز اُو صورت بساخت
اس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی

از سخن صورت بزاد و باز مُرد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی
موجِ خود را باز اندر بحر بُرد
موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لے گئی

صورت از بے صورتے آمد بروں
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی
باز شد کہ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن
پھر لوٹ گئی کہ ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں

---

[1] ضد۔ مشہور مقولہ ہے، چیزیں اپنی نقیضوں سے پہچانی جاتی ہیں۔ رنج۔ خوشی کی وضاحت رنج و غم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ چونکہ۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی ندّ اور ضد نہیں ہے لہٰذا وہ نگاہوں سے مخفی ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ، یقیناً۔ اَبصار۔ بصر کی جمع، بینائی۔ اِدراک۔ کسی چیز کی حقیقت معلوم کر لینا، کسی چیز کا احاطہ کر لینا۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھنے کی خواہش کی تو فرمادیا گیا کہ تم دیکھ نہیں سکتے، ذرا سی تجلی دکھائی تو پہاڑ پاش پاش ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔

[2] صورت۔ صورت اور معنی کی نسبت ایسی ہے جیسا کہ شیر اور اس کی کچھار یا آواز اور خیالات کی، ظاہر ہے کہ کچھار اور خیال ایک پائیدار چیز ہے اس کی نسبت سے شیر اور آواز جلد فنا ہو جانے والی چیزیں ہیں۔ لطیف۔ پاکیزہ، نازک۔ شریف۔ بزرگ، شاندار۔ از سخن۔ آواز نکلتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے جس طرح دریا کی موج اٹھتی ہے اور پھر دریا میں فنا ہو جاتی ہے۔ صورت۔ یعنی کلام اور آواز۔ بے صورت۔ یعنی خیال اور عقل۔ انا الیہ۔ یعنی ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتی ہے۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے[1] ست
پس تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے
مصطفیؐ فرمودہ دُنیا ساعتے ست
آنحضور (ﷺ) نے فرمایا دنیا ایک گھڑی (وقت) ہے

فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے
در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے

ہر نفس نو می شود دنیا و ما
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے، اور ہم
بے خبر از نو شدن اندر بقا
زندگی میں اس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں

عمر ہمچوں جوئے نو نو میرسد
نہر کی طرح (تیری) عمر نئی نئی آتی رہتی ہے
مستمرّے می نماید در جسد
جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے

آں زتیزی مستمر شکل آمدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے
چوں شرر[2] کش تیز جنبانی بدست
اس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے

شاخِ آتش ار بجنبانی بساز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے
در نظر آتش نماید بس دراز
تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی

ایں درازی مدت از تیزیِ صنع
ایجاد کی تیزی سے یہ بقاء کا طول
می نماید سُرعت انگیزیِ صنع
اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے

طالب ایں سرّ اگر علامہ ایست
اس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے
نک حسام الدیں کہ سامی نامہ ایست
اب حسام الدین ہے جو متبرک کتاب ہے

وصف او از شرح مستغنی بود
اس کی تعریف شرح سے بے نیاز ہے
رَو حکایت گو کہ بے گہ میشود
چل، قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

رسیدنِ خرگوش بہ شیر و خشم شیر بر وے

خرگوش کا شیر کے پاس پہنچنا اور شیر کا اس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں
دیدکاں خرگوش می آید ز دور
دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آ رہا ہے

میدود بے دہشت و گستاخِ اُو
بے خوف، دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے
خشمگین و تند تیز و ترش رُو
غضبناک، تند اور تیز اور منہ بگاڑے

---

[1] رجعت۔ واپسی، دوبارہ زندہ ہونا۔ ساعت۔ گھڑی، وقت کا تھوڑا سا حصہ۔ ساعتے۔ یعنی اس دنیا میں تجدد امثال ہوتا ہے، ہر آن ایک چیز فنا ہوتی ہے اور اس جیسی ہی اس کے قائم مقام بن جاتی ہے۔ ہو۔ اسم ذات باری ہے، اس کو بعض صاحبان نے اسم اعظم بھی قرار دیا ہے۔ ہر نفس۔ صرف آواز اور کلام میں ہی نہیں دنیا کی ہر چیز میں تجدد امثال ہو رہا ہے۔ جو۔ نہر۔ مستمر۔ لگاتار، مسلسل، دائم، ہمیشہ رہنے والا۔ جسد۔ جسم، بدن۔ نو۔ نیا، یعنی نہر کا پانی ہر آن بدل رہا ہے لیکن نظر میں ایک ہی پانی ہے، اسی طرح عمر کی حالت ہے۔

[2] شرر۔ چنگاری، شعلہ۔ کش۔ کہ اش۔ جنبانی۔ جنبانیدن، ہلانا کا مضارع مخاطب ہے۔ شاخ آتش۔ جلتی لکڑی۔ ساز۔ بناوٹ، کوشش، ایک انگارے کو تیزی سے گھماؤ گے تو وہ شعلہ جوالہ نظر آئے گا۔ درازی مدت۔ زندگی کی طوالت۔ صنع۔ پیدا کرنا، ایجاد کرنا۔ علامہ۔ بڑا عالم۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے۔ سامی۔ بزرگ۔ نامہ۔ کتاب۔ حسام الدین۔ ضیاء الحق یہ مولانا رومی کے خلیفہ اعظم ہیں، مثنوی لکھنے کے محرک یہی ہوئے تھے۔ مستغنی، بے نیاز۔ بے گہ۔ بے وقت۔

کز شکستہ[1] آمدن تہمت بود — وز دلیری دفع ہر ریبت بود

اس لئے کہ انکسار سے آنا وجہ تہمت ہوتا — اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے

چوں رسید اُو پیشتر نزدیک صف — بانگ برزد شیر ہاں اے ناخلف

جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا — شیر چیخا کہ ہاں اے نا خلف!

من کہ گاواں را زہم بدریدہ ام — من کہ گوشِ شیر نَر مالیدہ ام

میں جس نے گایوں کو چیرا ہے — میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے

نیم خرگوشے چہ باشد کو چنیں — امر ما را افگند اُو بر زمیں

ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اس طرح — وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے

ترکِ خواب و غفلت خرگوش کن — غرۂ ایں شیر اے خر گوش کن

غفلت اور خوابِ خرگوش چھوڑ دے — اے گدھے! اس شیر کی گرج سن

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست — گر دہد عفو خداوندیت دست

خرگوش نے کہا جان کی بخشش، میرا ایک عذر ہے — اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے

باز گویم چوں تو دستوری دہی — تو خداوندی و شاہ و من رہی

اگر تو اجازت دے تو میں کہوں — تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں

گفت چہ عذر اے قصورِ ابلہاں — ایں زماں آیند در پیشِ شہاں

اس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمترین! کیا عذر ہے؟ — بادشاہوں کے سامنے اس وقت آتے ہیں؟

مرغِ بے وقتی[2] سرت باید بُرید — عذرِ احمق را نمی باید شنید

تو بے وقت کا مرغ ہے، تیرا سر قلم کرنا چاہیئے — احمق کے عذر کو نہ سننا چاہیئے

عذرِ احمق بدتر از جرمش بود — عذرِ ناداں زہر ہر دانش شود

احمق کا عذر، اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے — ناسمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے

عذرت اے خرگوش از دانش تہی — من نہ خر گوشم کہ در گوشم نہی

اے بے عقل خرگوش! تیرا عذر — میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو (عذر) سناتا ہے

گفت اے شہ ناکسے راکس شمار — عذرِ اِستم دیدگاں را گوش دار

اس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر — مظلوموں کا عذر سن لے

---

1. شکستہ۔ بدحال، انکسار۔ تہمت۔ الزام۔ ریبت۔ شک وشبہ، یہ شعر مولانا کا مقولہ ہے۔ ہاں۔ حرفِ تنبیہ ہے۔ ناخلف۔ جو بزرگوں کا صحیح جانشین نہ ہو۔ نیم۔ آدھا، ناچیز، ناقص۔ خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی مشہور کہانی کی طرف اشارہ ہے۔ غرہ۔ گرج۔ خر۔ گدھا۔ لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ الاماں۔ جان بخشی۔ عذریم۔ میرا عذر۔ دست دادن۔ دستگیری کرنا۔ دستوری۔ اجازت۔ رہی۔ غلام، خادم۔ قصورِ ابلہاں۔ بیوقوفوں میں سب سے کم، حقیر۔
2. مرغِ بے وقت۔ مرغِ بے ہنگام، وہ مرغ جو بے وقت اذان دے، ایسے مرغ کو ذبح کر دیا جاتا ہے تاکہ غیر وقت میں صبح صادق کا دھوکہ نہ لگے۔ خرگوش۔ گوشِ خر۔ از دانش تہی۔ عقل سے خالی، بے عقل۔ ناکس۔ نالائق۔ استم۔ ستم، ظلم، الف زیادہ ہے۔ استم دیدگاں۔ مظلوم لوگ۔

خاص از بہر زکوٰۃِ جاہِ[1] خود　گمرہے را تو مراں از راہِ خود

خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں　ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا

بحر کو آبے بہر جو می دہد　ہر خسے را بر سر و رُو می نہد

وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے　اور ہر تنکے کو سر اور منہ پر رکھتا ہے

کم نخواہد گشت دریا زیں کرم　از کرم دریا نگردد بیش و کم

اس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا　کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے

گفت دارم من کرم بر جائے اُو　جامۂ ہر کس بُرم بالائے اُو

اس نے کہا میں اس کے موقع پر کرم کرتا ہوں　ہر شخص کا کپڑا اس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

گفت بشنو گرنباشد جائے لطف　سَر نہادم پیش اژدرہائے عُنف

اس نے کہا سن لے، اگر مہربانی کا موقع نہ ہوگا　میں سختی کے اژدہے کے سامنے سر دھرتا ہوں

من بوقت چاشت در راہ آمدم　با رفیق خود سوئے شاہ آمدم

میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا　اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا

بامن از بہر تو خرگوشے دگر　جفت و ہمرہ کردہ بودند آں نفر[2]

تیرے لئے، میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش　اس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا

شیرے اندر راہ قصد بندہ کرد　قصد ہر دو ہمرہِ آئندہ کرد

راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا　(بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف جھپٹا

گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم　خواجہ تاشانِ کہ آں درگہیم

میں نے اس سے کہا کہ ہم بادشاہ کے غلام ہیں　ہم دونوں اس درگاہ کے ادنیٰ حاضر باش ہیں

گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار　پیشِ من تو نامِ ہر ناکس میار

اس نے کہا، شہنشاہ کون ہوتا ہے، شرم کر　میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے

ہم ترا و ہم شہت را بردَرم　گر تو با یارت بگردی از بَرم

تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا　اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

گفتمش بگذار تا بارِ دگر　روئے شہ بینم، بَرم از تو خبر

میں نے اس سے کہا، چھوڑ دے تاکہ ایک بار　بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کردوں

گفت ہمرہ را گروِ نہ پیشِ من　ورنہ قربانی تو اندر کیشِ من

اس نے کہا، ساتھی کو میرے پاس گروی رکھ دے　ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے

---

[1] جاہ۔ رتبہ۔ گمراہ۔ یعنی خرگوش۔ بحر۔ دریا، سمندر۔ جو۔ نہر۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ بر سر و رُو نہادن۔ عزت کرنا۔ کرم۔ احسان۔ بر جا۔ موقع پر۔ بُرم۔ بریدن بمعنی قطع کرنا سے ہے۔ اژدرہا۔ جمع اژدہا۔ عنف۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، سختی، درشتی۔ چاشت۔ ایک پہر دن چڑھے۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی۔ شاہ۔ یعنی شیر۔ جفت۔ جوڑا، جوڑی دار۔

[2] نفر۔ جماعت، مراد شکاری جانور ہیں۔ بندہ۔ غلام، یعنی خرگوش۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے اگر چند نوکر ہوں تو ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائے گا۔ ناکس۔ نالائق۔ بردرم۔ بر زیادہ ہے، درم دریدن کا واحد متکلم ہے۔ گردی۔ گردیدن سے مخاطب کا صیغہ ہے۔ گرو۔ گروی۔ کیش۔ مذہب، دین۔

لابہ[1] کردیمش بسے سودے نہ کرد
میں نے اس کی بہت خوشامد کی، فائدہ نہ دیا
یارِ من بستد مرا بگذاشت فرد
میرے یار کو پکڑ لیا، مجھے اکیلا چھوڑ دیا

ماند آں ہمرہ گرو در پیشِ اُو
وہ ساتھی اس کے پاس گروی رہ گیا
خوں رواں شد از دلِ بے ہوشِ اُو
اس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا

یارم از زفتی سہ چنداں بد کہ من
میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا
ہم بلُطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی

بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد
اس کے بعد اس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہو گیا
حالِ ما ایں بود با تو گفتہ شد
ہمارا حال یہ تھا جو تجھ سے کہہ دیا گیا

از وظیفہ بعد ازیں امید بر
اس کے بعد روزینے سے امید منقطع کر لے
حق ہمی گویم ترا الحق مُرّ
تجھ سے سچ کہتا ہوں، سچی بات کڑوی ہوتی ہے

گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن
اگر تجھے روزینہ چاہئے تو راستہ صاف کر دے
ہیں بیا و دفع آں بے باک کن
ہاں آ اور اس بے شرم کو دفع کر دے

جواب گفتن شیر خرگوش را و رواں شدن با اُو

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا تا اُو کجاست
اس نے کہا بسم اللہ، آ، میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟
پیشِ رَو شو گر ہمی گوئی تو راست
اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل

تا سزائے اُو و صد چوں اُو دہم
تاکہ اس کو (بلکہ) اس جیسے سو کو سزا دوں
ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم
اور اگر یہ جھوٹ ہے، تجھے سزا دوں

اندر آمد چوں قلاووزے بہ پیش
وہ رہبر کی طرح آگے آیا
تا بَرد اُو را بسوئے دامِ خویش
تاکہ اس کو اپنے جال کی جانب لے جائے

سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود
ایک کنوئیں کی جانب جس کا اس نے پہلے پتہ لگا لیا تھا
چاہِ مغ را دامِ جانش کردہ بود
گہرے کنوئیں کو اس کی جان کا جال بنا رکھا تھا

میشدند ایں ہر دو تا نزدیک چاہ
دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہنچے
اینت خرگوشے چو آبِ زیرکاہ
واہ واہ خرگوش، گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے

آبِ کاہے را بہ ہاموں می برد
پانی ایک تنکے کو جنگل سے بہا لے جاتا ہے
آبِ کوہے را عجب چوں می برد
تعجب ہے، پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہائے لے جا رہا ہے

دامِ مکر اُو کمندِ شیر بود
اس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا
طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
عجب خرگوش تھا کہ شیر کو اچک لے گیا

---

[1] لابہ۔ خوشامد، چاپلوسی۔ فرد۔ اکیلا۔ ہمرہ۔ یعنی دوسرا خرگوش۔ زفتی۔ فربہی، موٹاپا۔ سہ چنداں۔ تگنا۔ بد۔ بود کا مخفف ہے۔ کت۔ کہ ترا۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ الحق مُر۔ سچی بات کڑوی ہے۔ بے باک۔ بے پروا۔ صد۔ سو۔ دروغ۔ جھوٹ۔ قلاوز۔ بدرقہ، رہبر، پیشرو۔ تا۔ سیہ ہے۔ دام۔ جال۔ مغ۔ میم کے فتحہ کے ساتھ، گہرا۔ اینت۔ واہ واہ۔ آبِ زیرکاہ۔ مکر اور دھوکے میں ضرب المثال ہے، ناواقف آدمی گھاس سمجھ کر قدم رکھتا ہے اور ڈوبتا ہے۔ ہاموں۔ جنگل۔ کوہ۔ یعنی شیر۔

موسیٰ [1] فرعون را تا رُودِ نیل
ایک موسیٰ علیہ السلام فرعون کو دریائے نیل تک

میکشد با لشکر و جمع ثقیل
لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لے جا رہے ہیں

پشۂ نمرود را بانیم پَر
مچھر، آدھے پَر کے ساتھ نمرود کو

میشگافد میرود تا مغزِ سر
شگاف دیتا ہے اور سر کے بھیجے تک جاتا ہے

حالِ آں کو قولِ دشمن را شنود
(یہ ہے) اس کی حالت جس نے دشمن کی بات سنی

بیں جزائے آنکہ شد یارِ حسود
دیکھ، اس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا

حالِ فرعونے کہ ہاماں را شنود
یہی حال اس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی

حالِ نمرودیکہ شیطاں را ستود
اور یہی حال اس نمرود کا ہے جس نے شیطانکی تعریف کی

دشمن ارچہ دوستانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے

دام داں گرچہ زدانہ گویدت
جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر تُرا قندے [2] دہد آں زہر داں
اگر تجھے شکر دے، اس کو زہر سمجھ

گر بتو لطفے کند آں قہر داں
اگر تجھ پر مہربانی کرے، اس کو قہر سمجھ

چوں قضا آید نہ بینی غیر پوست
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ تو کچھ نہ دیکھے گا

دشمناں را باز نشناسی ز دوست
دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا

چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کردے

نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر

نالہ میکن کاے تو عَلّامُ الغُیُوب
رو کہ اے (خدا) تو غیب کا جاننے والا ہے

زیرِ سنگ مکر بد مارا مکوب
ہمیں برے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل

یا کریمَ العَفْوِ سَتّارُ العُیُوب
اے معافی کے داتا، عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والے

انتقام از ما مکش اندر ذُنوب
گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے

آنچہ در کون ست ز اشیاء ہر چہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں

وانما جانرا بہرحالت کہ ہست
دل پر اس حالت میں ظاہر کردے جس پر وہ ہیں

گر سگی کردیم اے شیر آفریں
اے شیر کو پیدا کرنے والے! اگرچہ ہم نے کتاپن کیا ہے

شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
اس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلط نہ کر

---

[1] موسیٰ۔ یعنی خرگوش۔ فرعون۔ یعنی شیر۔ ولید بن مصعب جو فرعون کے لقب سے مشہور ہے، حضرت موسیٰؑ کے تعاقب میں نیل میں غرق ہوگیا تھا۔ جمع۔ مجمع۔ ثقیل۔ بھاری۔ نمرود۔ ایک بادشاہ کا لقب ہے جو بابل اور عراق کے علاقہ کا حاکم تھا اور خدائی کا مدعی تھا۔ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا تھا۔ خدا نے اس کو ایک مچھر کے ذریعے ہلاک کیا، مچھر اس کے دماغ میں گھس گیا جو اس کی موت کا سبب بنا۔ حسود۔ حسد کرنے والا۔ ہامان۔ فرعون مصر کے وزیر کا نام جس نے گمراہ کیا تھا۔ ستود۔ نمرود شیطان کا مداح اور اس کا پجاری تھا۔ دام داں۔ یعنی اس کی بات کو الٹا سمجھ۔

[2] قند۔ شکر۔ لطف۔ مہربانی۔ غیر پوست۔ یعنی انسان اصل معاملہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ ابتہال۔ گڑگڑانا۔ ساز کن۔ سامان کر۔ علام الغیوب۔ غیب کی باتوں کا جاننے والا۔ مکوب۔ کوبن، کوٹنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کریم۔ جوانمرد، سخی، گناہ بخشنے والا۔ ذنوب۔ ذنب کی جمع ہے، گناہ۔ کون۔ دنیا، جہان۔ وا۔ کشادہ، ظاہر۔ نما۔ نمودن، دکھانا سے امر کا صیغہ ہے۔ سگی۔ کتاپن۔ مگمار۔ گماشتن بمعنی مقرر کرنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ کمیں۔ گھات کی جگہ۔

آبِ خوش[1] را صورتِ آتش مدہ — اندر آتش صورتِ آبی منہ

اچھے پانی کو، آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر — آگ میں پانی کی صورت نہ رکھ

از شرابِ قہر چوں مستی دہی — نیست ہا را صورتِ ہستی دہی

قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے — معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دے دیتا ہے

چیست مستی بند چشم از دید چشم — تانماید سنگ گوہر پشم یشم

مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا — یہاں تک کہ پتھر، موتی اور اون، یشب نظر آئے

چیست مستی حسّہا مبدل شدن — چوبِ گز اندر نظر صندل شدن

مستی کیا ہے؟ حسوں کا بدل جانا — جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بستہ شود

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

چوں سلیمانؑ را سَرا پَردہ زدند — جملہ مُرغانش بخدمت آمدند

جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا خیمہ لگایا گیا — تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے

ہمزبانِ و محرمِ خود یافتند — پیشِ اُو یک یک بجاں بشتافتند

ان کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا — ایک ایک کر کے دل و جان سے ان کے سامنے دوڑ آئے

جملہ مُرغاں ترک کردہ چیک چیک[2] — با سلیمانؑ گشتہ اَفصح من اَخیک

تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر — حضرت سلیمانؑ کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ فصیح ہوئے

ہمزبانی خویشی و پیوندی ست — مَرد با نامحرماں چوں بندی ست

ہمزبانی، قرابت اور رشتہ داری ہے — انسان، نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے

اے بسا ہندو و تُرکِ ہم زباں — اے بسا دو تُرک چوں بیگانگاں

اے (مخاطب) بہت سے ہندو اور ترک ہم زبان (محرم ہیں) — اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں

پس زبانِ محرمی خود دیگرست — ہم دلی از ہم زبانی بہترست

محرمی کی زبان دوسری ہے — ہم دلی، ہم زبانی سے بہتر ہے

غیر نطق و غیر ایماء و سجل — صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل

بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھنے کے — دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

جملہ مُرغاں ہر یکے اسرارِ خود — از ہنر و از دانش و از کارِ خود

تمام پرندوں میں سے ہر ایک اپنے راز — ہنر اور عقل اور اپنے کام

---

1. آبِ خوش۔ یعنی جو حقیقت ہے وہ ہم پر واضح کر دے۔ نفس کی خواہش کی وجہ سے ہم مضر چیز کو مفید نہ سمجھیں۔ مستی۔ دیوانگی۔ نیست ہا۔ غیر موجود چیزیں۔ ہستی۔ وجود، موجودگی۔ بند چشم۔ بستگی چشم۔ پشم۔ اون۔ یشم۔ سبز رنگ کا قیمتی پھر ہے جس کو عربی میں یشب کہتے ہیں۔ گز۔ جھاؤ، کپڑا وغیرہ ناپنے کا آلہ۔ سلیمان۔ مشہور نبی ہیں جن کی حکومت جن وانس پر تھی اور وہ پرندوں کی بولیاں سمجھتے تھے۔ سَراپردہ۔ خیمہ۔ محرم۔ میم اور راء کا فتحہ ہے، واقف کار، راز دار۔

2. چیک چیک۔ پرندوں کا چہچہانا۔ اَفصح۔ زیادہ خوش گفتار۔ من اخیک۔ تیرے بھائی سے۔ خویشی۔ قرابت۔ پیوندی۔ رشتہ داری۔ بندی۔ قیدی، گرفتار۔ ہندو۔ ہندوستانی۔ ترک۔ ترکستان کا رہنے والا جو خوش رنگ ہوتا ہے۔ محرمی۔ ہمراز ہونا۔ ہمدلی۔ قلبی یگانگت۔ نطق۔ گویائی۔ ایماء۔ اشارہ۔ سجل۔ سین اور جیم کے کسرہ اور لام کی تشدد کے ساتھ تحریر، کتاب، صحیفہ۔ اسرار۔ سِرّ کی جمع، راز۔ کارِ خود۔ پیشہ۔

با سلیمان یک بیک وا می نمود
(حضرت) سلیمانؑ سے ایک ایک کر کے ظاہر کر رہا تھا
از برائے عرضہ[1] خود را می ستود
پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا

از تکبر نے و از ہستی خویش
نہ تکبر سے، اور نہ اپنی خودی سے
بہرِ آں تا رہ دہد اُو را بہ پیش
اس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دے دیں

چوں بباید بردۂ را خواجۂ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے
عرضہ دارد از ہنر دیباچۂ
وہ ہنر کا رخسار پیش کرتا ہے

چونکہ دارد از خریداریش ننگ
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے
خود کند بیمار و کرّ و شلّ و لنگ
اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے

نوبتِ ہُدہُد رسید و پیشہ اش
ہدہد اور اس کے پیشے کی باری آئی
واں بیانِ صنعت و اندیشہ[2] اش
تو اس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا

گفت اے شہ یک ہنر کاں کہترست
اس نے کہا اے شاہ! ایک ہنر جو چھوٹا ہے
باز گویم گفت کو تہ بہترست
کہتا ہوں، مختصر بات بہتر ہے

گفت بر گو تا کدام ست آں ہنر
انہوں نے کہا، کہہ وہ ہنر کون سا ہے؟
گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر
اس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں

بنگرم از اوج با چشم یقیں
بلندی سے، یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں
می بہ بینم آب در قعرِ زمیں
زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں

تا کجایست و چہ عمقستش، چہ رنگ
کہ کہاں ہے، اس کی کتنی گہرائی ہے، کیا رنگ ہے؟
از چہ میجوشد ز خاکے یاز سنگ
کس چیز میں سے ابل رہا ہے، مٹی سے یا پتھر سے؟

اے سلیمانؑ بہرِ لشکر گاہ را
اے سلیمان علیہ السلام! فوجی کیمپ کے لئے
در سفر میدار ایں آگاہ را
سفر میں اس باخبر کو ساتھ رکھ

پس سلیمانؑ گفت مارا شو رفیق
پس (حضرت) سلیمانؑ نے کہا، ہمارا سفر کا ساتھی بن جا
در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
اے مہربان! بے آب جنگلوں میں

تا بیابی بہرِ لشکر آب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے
در سفر سقّا شوی اَصحاب را
ساتھیوں کے لئے، سفر میں سقّا بن جائے

ہمرہِ ما باشی و ہم پیشوا
ہمارا ساتھی اور نیز پیش رو بن
تاکنی تو آب پیدا بہرِ ما
تاکہ تو ہمارے لئے پانی مہیا کر دے

---

[1] عرضہ۔ عین کے فتحہ کے ساتھ، پیش کرنا۔ ہستی۔ خودی، غرور۔ بردہ۔ غلام۔ خواجہ۔ مالک، آقا۔ دیباچہ۔ چہرہ، رخسار، کتاب کا شروع۔ ننگ۔ شرم، ذلت۔ کر۔ بہرا۔ شل۔ لنجا جس کے ہاتھ پیر بیکار ہو گئے ہوں۔ لنگ۔ لنگڑا۔ ہدہد۔ کھٹ کھٹ بڑھیا۔ صنعت۔ ہنر، کاریگری۔

[2] اندیشہ۔ خیالات۔ کوتہ۔ کوتاہ، مختصر۔ اوج۔ بلندی۔ قعر۔ گہرائی۔ عمق۔ گہرا۔ لشکرگاہ۔ فوجی کیمپ۔ آگاہ۔ واقف، تجربہ کار۔ رفیق۔ سفر کا ساتھی، ساتھی۔ شفیق۔ مہربان۔ سقا۔ پانی پلانے والا۔ اصحاب۔ یعنی لشکر والے۔

باش ہمراہِ منَ اندر روز و شب — تانہ بیند از عطش[1] لشکر تعب
دن رات ہمارے ساتھ رہ — تاکہ لشکر، پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے

بعد ازاں ہُد ہُد بد و ہمراہ بود — زانکہ از آبِ نہاں آگاہ بود
اس کے بعد ہُدہُد ان کے ساتھ تھا — اس لئے کہ وہ چھپے پانی سے با خبر تھا

طعنہ زدنِ زاغ در دعویِ ہدہد

کوے کا ہدہد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد — با سلیمانؑ گفت کو کژ گفت و بد
جب کوے نے سنا، حسد کی وجہ سے آیا — (حضرت) سلیمان سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب کہا ہے

از ادب نہ بود بہ پیشِ شہ مقال — خاصہ خود لافِ دروغین و محال
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلاف ادب ہے — خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن (بات)

گر مر او را ایں نظر بودے مدام — چوں ندیدے زیرِ مشتِ خاک دام
اگر اس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی — ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیوں نہ دیکھ لیتا

چوں گرفتار آمدے در دامِ او — چوں قفس اندر شدے ناکام او
جال میں وہ کیوں پھنستا — ناکام ہو کر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا

پس سلیمانؑ گفت کاے ہُدہُد رواست — کز تو در اوّل قدح ایں دُرد[2] خاست
پھر حضرت سلیمانؑ نے کہا اے ہُدہُد کیا مناسب ہے؟ — تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے

چوں نمائی مستِ خویش اے خوردہ دوغ — پیشِ من لافے زنی آنگہ دروغ
اے چھاچھ پئے ہوئے! اپنے آپ کو مست کیوں دکھا رہا ہے؟ — میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹ

جواب گفتنِ ہُدہُد مر سلیمانؑ را دریں طعنہ

اس طعنہ کے بارے میں ہُدہُد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شہ بر منِ عور و گدا — قولِ دشمن مشنواز بہر خدا
اس نے کہا، اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف — خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سن

گر ببطلان ست دعویٰ کردنم — منَ نہادم سر ببر از گردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی ہے — میں نے سر رکھ دیا (اس کو) گردن سے قطع کر دے

زاغ کوُ حکمِ خدارا منکرست — گر ہزاراں عقل دارد کافرست
کوا جو کہ خدا کی قضا کا منکر ہے — اگر لاکھ عقل رکھتا ہو، کافر ہے

---

1. عطش۔ پیاس۔ تعب۔ رنج، تھکن۔ بدو۔ اصل میں باو تھا، الف کو دال سے بدل لیا جاتا ہے۔ زاغ۔ کوا۔ کو۔ کہ او۔ کژ۔ کج، غلط۔ مقال۔ گفتگو۔ خود۔ زیادہ ہے۔ لاف۔ گپ، شیخی کی بات۔ دروغین۔ دروغ، جھوٹ۔ یا اور نون نسبت کا ہے جیسے زریں، بلوریں میں ہے۔ محال۔ ناممکن، باطل۔ مدام۔ ہمیشہ۔ دام۔ جال۔ قفس، پنجرہ۔ قدح۔ قاف اور دال کے فتحہ کے ساتھ، پیالہ۔
2. دُرد۔ دال کے ضمہ کے ساتھ، تلچھٹ، گاد۔ دوغ۔ مکھن نکالا ہوا دودھ، چھاچھ۔ لاف۔ گپ۔ دروغ۔ جھوٹ۔ عور۔ عین کے ضمہ کے ساتھ، برہنہ ننگا۔ سرنہادن۔ سر رکھنا، اطاعت کرنا۔ حکم۔ یعنی کو التقدیر اور قضاء الٰہی کا انکار کنندہ ہے۔ کافر۔ اللہ کی قضا و قدر کا منکر کافر ہے۔

در تو تا کافےؔ[1] بود از کافراں　جائے گند و شہوتی چوں کافراں
اگر تجھ میں کافروں کا ایک کاف ہو　تو گندگی اور شہوت کا مقام ہے، شرمگاہ کی طرح
من ببینم دام را اندر ہوا　گر نپوشد چشم عقلم را قضا
میں ہوا میں سے جال کو دیکھتا ہوں　اگر میری عقل کی آنکھ کو قضا بند نہ کر دے
چوں قضا آید شود دانش بخواب　مہ سیہ گردد بگیرد آفتاب
جب قضا آتی ہے عقل سو جاتی ہے　چاند کالا ہو جاتا ہے، سورج گرہن ہو جاتا ہے
از قضا ایں تعبیہ کے نادرست　از قضا داں کو قضا را منکرست
قضا سے یہ چھپانا کب نئی بات ہے؟　یہ بھی قضا سے سمجھ کہ وہ قضا کا منکر ہے

قصۂ آدم علیہ السلام و بستنِ قضا نظرِ اُو را از مراعاتِ

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا ان کی آنکھ کو بند کر دینا صاف ممانعت کی نگہداشت سے

صریح نہی و ترکِ نہی و تاویل

اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

بُوالبشَر کو عَلَّمَ الْاَسْمَاء بگ ست　صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
انسانوں کا باپ جو علم الاسماء کا سردار ہے　جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں
اسم ہر چیزے چناں کاں چیز ہست　تا بپایاں جانِ اُو را داد دست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے　آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا
ہرلقبؔ[2] کو داد آں مُبدَل نشد　آنکہ چستش خواند اُو کاہل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا　جس کو اس نے چست کہا وہ سست نہ ہوا
ہر کرا اُو مقبل و آزاد خواند　اُو عزیز و خرم و دلشاد ماند
جس کو اس نے بااقبال اور آزاد کہا　وہ باعزت اور خوش اور مسرور رہا
ہر کہ آخر مومن ست اوّل بدید　ہر کہ آخر کافر اُو را شد پدید
جو آخر میں مومن ہے، شروع میں دیکھ لیا　جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا
ہر کہ آخر بیں بود اُو مومن ست　ہر کہ آخر بیں بود او بیدن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے　جو چراگاہ پر نظر رکھے، بے دین ہے
اسم ہر چیزے تو از دانا شنو　رمز و سِرِّ عَلَّمَ الْاَسْمَاء شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سن　علم الاسماء کا اشارہ اور راز سن

---

[1] کافے۔ یعنی کفریہ عقیدوں میں سے ایک کا ماننے والا بھی کافر ہے۔ کاف۔ ران، شرمگاہ۔ بخواب شدن۔ سو جانا۔ گرفتن آفتاب۔ سورج کا گرہن میں آ جانا۔ تعبیہ۔ آراستہ کرنا، چھپا دینا۔ نادر۔ عجیب، انوکھا۔ ابوالبشر۔ انسانوں کے باپ، آدم علیہ السلام۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، بہادر۔ پایاں۔ انجام، خاتمہ۔ دست دادن۔ حاصل ہونا۔

[2] ہر لقب۔ حضرت آدم علیہ السلام کو صرف ناموں کی تعلیم نہیں دی گئی تھی بلکہ ان کو اشیاء کی حقیقتیں بتا دی گئی تھیں تو جس چیز کو جو لقب آدم علیہ السلام نے دیا، اس میں تبدیلی نہ آئی۔ مقبل۔ بااقبال، خوش نصیب۔ عزیز۔ باعزت۔ ہر کہ۔ ایمان اور کفر کا مدار انسان کے آخری احوال پر ہے۔ آخر بین۔ آخرت کی طرف نظر رکھنے والا۔ آخر۔ چوپایوں کے چارہ کھانے کی جگہ۔ بیدن۔ بے دین کا مخفف ہے۔ رمز۔ اشارہ۔ سِرّ۔ راز۔

اسمِ ہر چیزے بر ما[1] ظاہرش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے
اسم ہر چیزے بر خالق سرش
اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے باطن پر ہے

نزدِ موسیٰؑ نامِ چوبش بد عصا
موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک ان کی لکڑی کا نام عصا تھا
نزدِ خالق بود نامش اژدہا
اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدہا تھا

بد عمرؓ را نام اینجا بت پرست
اس جگہ عمر کا نام بت پرست تھا
لیک مومن بود نامش در اَلست
لیکن ازل میں اس کا نام مومن تھا

آنکہ بد نزدیک ما نامش منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا
پیش حق ایں نقش بد کہ با منی
اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیسا کہ تو میرے سامنے ہے

صورتے بد ایں منی اندر عدم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی
پیشِ حق موجود نے بیش و نہ کم
جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی

حاصل آں آمد حقیقت نامِ ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت بنا
پیشِ حضرت کاں بود انجامِ[2] ما
جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا

مردِ را بر عاقبت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں
نے براں کو عاریت نامے نہند
نہ اس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں

چشمِ آدمؑ کو بنورِ پاک دید
حضرتِ آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا
جانِ و سرِّ نامہا گشتش پدید
ناموں کی حقیقت اور راز ان پر ظاہر ہو گیا

چوں ملک انوارِ حق بروے بیافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار ان پر پائے
در سجود افتاد و در خدمت شتافت
سربسجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے

چوں ملائک نورِ حق دیدند ازو
جب فرشتوں نے ان سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا
جملہ افتادند در سجدہ برو
سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

مدحِ ایں آدمؑ کہ نامش می برم
جس آدمؑ کا میں نام لے رہا ہوں ان کی تعریف سے
گر ستایم تا قیامت قاصرم
اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر رہوں

ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی
دانشِ یک نہی شد بروے خطا
ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

کاے عجب نہی از پئے تحریم بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی
یا بتاویلے بدو توہیم بود
یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالنا تھا

---

[1] بر ما۔ انسان کسی چیز کے ظاہر کو دیکھ کر اس کا نام لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حقیقت کے اعتبار سے اس کا نام لیتا ہے۔ چوبش۔ حضرت موسیٰ کا عصا بظاہر لکڑی تھا لیکن حقیقت میں سانپ تھا۔ یوم الست۔ یوم میثاق، وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا سب سے اقرار کرایا تھا۔ منی۔ انسان کا نطفہ انجام کے اعتبار سے انسانی صورت اختیار کرتا ہے۔ اللہ کے یہاں منی یہی صورت اختیار کئے ہوئے موجود ہے۔

[2] انجام۔ یعنی جو جس چیز کا انجام ہے اس اعتبار سے اللہ کے یہاں اس کا نام ہے۔ عاقبت۔ انجام، خاتمہ۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ چون ملک۔ ملک کا تعلق دوسرے مصرع سے ہے یعنی ملک در سجود افتاد۔ آدم۔ یعنی ان کی تعریف قیامت تک ممکن نہیں ہے۔ دانش۔ عقل۔ قضا۔ حکم الٰہی، فیصلہ خداوندی۔ نہی۔ ممانعت، حکم امتناعی۔ تحریم۔ حرام قرار دینا۔ تاویل۔ کلام کو ظاہری مفہوم سے پھیر کر کسی معنی پر محمول کرنا جس کا احتمال صحیح ہو۔ توہیم۔ وہم دلانا۔

در دلش تاویل چوں ترجیح یافت[1]
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کر لی
طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
طبیعت، حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی

باغباں را خار چوں در پائے رفت
جب باغبان کے پیر میں کانٹا چبھ گیا
دزد فرصت یافت کالا برد تفت
چور نے موقع پا لیا، تیزی سے سامان لے بھاگا

چوں ز حیرت رست باز آمد براہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا، راستہ پر آئے
دیدہ بردہ دزد رخت از کارگاہ
دیکھا، کارخانے سے چور سامان لے بھاگا

رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا گفت و آہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی
یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے
شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش
اس سے شیر اور اژدہا، چوہے کی طرح بن جاتا ہے

من اگر دامے نہ بینم گاہِ حکم
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں
من نہ تنہا جاہلم در راہِ حکم
میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

اے خنک آں کو نکوکاری کند
اے (مخاطب) قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے
زور را بگذارد و زاری کند
زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے

گر قضا[2] پوشد سیہ ہمچوں شبت
اگر قضا سیاہ بن کر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے
ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی

گر قضا صد بار قصد جاں کند
اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے
ہم قضا جانت دہد درماں کند
قضا ہی تیری جان بخشی کرے گی، علاج کرے گی

ایں قضا صد بار اگر راہت زند
یہ قضا اگر سو بار تجھے لوٹتی ہے
بر فرازِ چرخ خرگاہت زند
آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے

از کرم داں اینکہ می ترساندت
کرم سمجھ کہ یہ قضا تجھے ڈراتی ہے
تا بملکِ ایمنی بنشاندت
تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھا دے

چوں بترساند ترا آگہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہو جاتا ہے
ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی
اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہو جائے

ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، دیر ہو گئی
گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
شیر اور خرگوش کا قصہ سن

---

[1] ترجیح یافت۔ حضرت آدم علیہ السلام سمجھے کہ ممانعت صرف وقتی تھی۔ کالا۔ سامان۔ تفت۔ گرم۔ فرصت۔ موقع پانا۔ یعنی جس طرح پیر میں کانٹا چبھنے پر چور کو موقع مل جاتا ہے اسی طرح حضرتِ آدمؑ کی حیرانی نے شیطان کو موقع دے دیا۔ براہ۔ یعنی حضرت آدمؑ سمجھے کہ ممانعت تحریم کی وجہ سے تھی۔ دزد۔ چور۔ کارگاہ۔ کارخانہ۔ رَبَّنَا اِنَّا ظَلَمْنَا۔ اے ہمارے رب بے شک ہم نے ظلم کیا، یہ دعا آخر تک حضرتِ آدم علیہ السلام نے پڑھی تھی۔

[2] قضا۔ خداوندی قضا و قدر چمکدار کو بے نور اور بہادروں کو بزدل بنا دیتی ہے۔ حکم۔ یعنی قضا خداوندی۔ اے خنک۔ اوپر ہدہد کی تقریر تھی اب مولانا کا مقولہ شروع ہوا۔ گر قضا۔ اگر تقدیر سے مصائب آئیں تو اس کی تدبیر دعا و استغفار ہے۔ درماں۔ علاج۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ کرم داں۔ اللہ کی جانب سے مصائب، تنبیہات ہیں، تاکہ انسان غفلت سے بیدار ہو جائے ورنہ امن و اطمینان کی زندگی بسا اوقات غفلت کا سبب بن جاتی ہے۔ پایاں۔ خاتمہ، انجام۔

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد

کنویں کے پاس آ کر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر با خرگوش چوں ہمراہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہو گیا
پُر غضب[1] پُر کینہ و بدخواہ شد
غضب ناک، کینہ سے پُر اور دشمن ہو رہا تھا

بود پیشا پیش خرگوش دلیر
بہادر، خرگوش اس کے آگے تھا
ناگہاں پا را کشید از پیش شیر
اچانک، شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا

چونکہ نزدِ چاہ آمد شیر دید
جب شیر کنویں کے پاس پہنچا، دیکھا
کز رہ آں خرگوش ماند پا کشید
کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

گفت پا واپس کشیدی تو چرا
اس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا؟
پائے را واپس مکش پیشِ اندر آ
پیچھے کو نہ ہٹ، آگے آ

گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت
اسنے کہا (خرگوش) کہاں ہیں، میرے ہاتھ پیر ختم ہو گئے
جانِ من لرزید و دل از جائے رفت
روح کانپ رہی ہے، دل دھڑک رہا ہے

رنگِ رُویم را نمی بینی چو زر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے، سونے کا سا
زاندروں خود میدہد رنگم خبر
میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

حق چو سیما را معرّف خواندہ است
جب اللہ نے پیشانی کو حال بتانے والا فرمایا ہے
چشمِ عارف سوئے سیما ماندہ است
پہچاننے والے کی نگاہ، پیشانی پر پڑتی ہے

رنگ و بُو غمّاز آمد چوں جرس[2]
رنگ اور بو، گھڑیال کی طرح چغل خور ہے
از فرس آگہ کند بانگِ فرس
گھوڑے کی آواز، گھوڑے کی خبر دے دیتی ہے

بانگ ہر چیزے رساند زو خبر
ہر چیز کی آواز اس کی خبر دے دیتی ہے
تابدانی بانگ خر از بانگ در
گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ

گفت پیغمبر بہ تمییزِ کساں
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا
مَرْءُ مَخْفِیٌّ لَدٰی طَیِّ اللِّسَان
انسان زبان بند رکھنے کے وقت، پوشیدہ ہے

رنگِ رُو از حالِ دل دارد نشاں
چہرہ کا رنگ دل کی حالت کی علامت ہے
رحمتم کن مہر من در دل نشاں
مجھ پر رحم کر، دل میں میری محبت بٹھا

رنگِ روئے سرخ دارد بانگِ شکر
سرخ چہرے کی رنگت، شکر کی صدا رکھتی ہے
رنگِ روئے زرد دارد صبر و نُکر
زرد چہرے کی رنگت، صبر اور تکلیف کی (علامت) رکھتی ہے

---

1. پُرغضب۔ یعنی خرگوش کے بتائے ہوئے دوسرے شیر پر غضب ناک ہو رہا تھا۔ پا کشیدن۔ پیچھے ہٹنا، ٹھہرنا۔ پیشا پیش۔ الف زیادہ ہے۔ کو۔ کجا، کہاں۔ دست و پا رفتن۔ بدحواس ہو جانا۔ از جائے رفتن۔ گھبرا جانا۔ سیما۔ نشان، علامت، پیشانی۔ معرّف۔ بتانے والا۔ عارف۔ پہچاننے والا۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ" "تو ان کو پیشانی سے پہچانتا ہے۔ غمّاز۔ اشارہ کرنے والا، چغل خور۔
2. جرس۔ گھڑیال۔ در۔ دروازہ، بعض نسخوں میں زر ہے جو زرہ بمعنی چیونٹی کی جمع ہے۔ گفت۔ حدیث ہے "اَلْمَرْءُ مَخْبُوْءٌ فِی لِسَانِہٖ لَا فِیْ طَیْلَسَانِہٖ" "انسان اپنی زبان میں چھپا ہوا ہے چادر میں نہیں۔ در دل۔ یعنی در دل خود۔ نشاں۔ علامت، نشاندن بمعنی بٹھانا ہے، امر کا صیغہ ہے۔ رنگ۔ چہرے کی سرخی سے دل کی شکر گزاری کا پتہ چلتا ہے اور چہرے کی زردی دل کی تکلیف کی علامت ہے۔ بانگ۔ آواز۔ نکر۔ عذاب، تکلیف۔

درمن آمد آنچہ دروے گشت مات[1]
مجھ میں وہ چیز آ گئی جس میں مات کھا گئے
آدمی و جانور جامد نبات
انسان اور جانور، جمادات اور نباتات

درمن آمد آنکہ دست و پا بُرد
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے
رنگ رو و قوت و سیما بُرد
چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے

آنکہ در ہر چہ در آید بشکند
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو جس چیز میں آ جائے اس کو شکستہ کر دے
ہر درخت از بیخ و بن اُو بر کند
درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے

ایں خود اجزایند کلیات ازو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں ان کی وجہ سے
زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بو
رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بو بگاڑے ہوئے ہیں

تا جہاں گہ صابرست و گہ شکور
یہاں تک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکر گزار
بوستاں گہ حلہ پوشد گاہ عور
باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

آفتابے کو برآید نار گوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے
ساعتے دیگر شود اُو سر نگوں
دوسرے وقت وہ اوندھا ہو جاتا ہے

اخترانِ تافتہ بر چار طاق
چار گوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے
لحظہ لحظہ مبتلائے احتراق
دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں

ماہ[2] کو افزود ز اختر در جمال
چاند جو حسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے
شد زرنج دِق اُو ہمچوں ہلال
دق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

ایں زمین با سکون و با ادب
یہ پُرسکون اور باادب زمین
اندر آرد زلزلہ اش در لرز و تب
زلزلہ اس کو جاڑے کے بخار میں مبتلا کر دیتا ہے

اے بسا کہ زیں بلائے مُردہ ریگ
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے
گشتہ است اندر جہاں اُو خوردہ ریگ
دنیا میں باریک ریتہ بن گئے ہیں

ایں ہوا با روح آمد مقترن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے
چوں قضا آید و باگشت و عفن
جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بن جاتی ہے

آبِ خوش گو روح را ہمشیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے
در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہو گیا

---

[1] مات۔شکست خوردہ۔جامد۔جمادات یعنی اینٹ پتھر وغیرہ۔نبات۔یعنی نباتات اگنے والی چیزیں، درخت گھاس وغیرہ۔سیما۔علامت۔آنکہ۔ یعنی موت کا تصور۔اجزاء۔یعنی چھوٹی مخلوق۔کلیات۔یعنی بڑی مخلوقات جیسے آسمان، زمین۔صابر۔صبر کرنے والا۔شکور۔شکر کرنے والا۔حلہ۔ پوشاک، شاہانہ لباس۔عور۔برہنہ۔نار۔آگ۔سرنگوں۔اوندھا یعنی غروب کے وقت۔چار طاق۔ایک قسم کا چار گوشہ خیمہ۔احتراق۔جل جانا۔علم نجوم کی اصطلاح میں کسی ستارے کا سورج کے برج میں آ کر اپنی شعاعوں کو کھو دینا۔

[2] ماہ۔چاند چودھویں رات میں مکمل ہوتا ہے پھر بشکل ہلال ایسا ہو جاتا ہے، جیسا کہ دق زدہ مریض۔ایں زمین۔زمین ساکن اور باادب ہے، زلزلہ میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جاڑے بخار میں مبتلا مریض۔کہ۔کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔مردہ ریگ۔مردے کا مال، ناچیز۔خوردہ۔باریک۔ہوا۔ہوا پر مدار زندگی ہے، قضا آتی ہے تو یہی موت اور وباءِ عام کا سبب بن جاتی ہے۔مقترن۔ملنے والا، نزدیک۔وبا۔پھیلنے والا عام مرض۔عفن۔متعفن، سڑا ہوا، بدبودار۔ہمشیرہ۔بھائی بہن، دو بچے جنہوں نے ایک ماں کا دودھ پیا ہے۔غدیر۔حوض، تالاب۔تیرہ۔گدلا، مکدر۔

آتشے کو باد دارد در بُروت[1]
آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے

خاکِ کو شد مایۂ گل در بہار
مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے

حالِ دریا زاضطراب و جوشِ اُو
دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے

چرخِ سرگرداں کہ اندر جستجوست
سرگرداں آسمان جو جستجو میں ہے

گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج
کبھی حضیض اور کبھی اوسط، کبھی اوج

گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح[3]
کبھی شرف، کبھی صعود اور کبھی فرح

از خودت اے جزو ز کلہا مختلط
اپنے سے، اے جزو جو کل سے ملا جلا ہے

چوں نصیب مہتراں درد و رنج
جب بڑوں کا حصہ درد اور رنج ہے

چونکہ کلیات را رنج ست و درد
جب کلیات کو رنج اور درد ہے

ہم یکے بادے برو خواند تموت
یکایک اس پر ہوا "تو مرے" پڑھ دیتی ہے

ناگہاں بادے بر آرد زو دمار
اچانک ہوا اس کو تباہ کر دیتی ہے

فہم کن تبدیل ہائے ہوشِ اُو
سمجھ لے یہی اس کے ہوش کی تبدیلی ہے

حالِ اُو چوں حالِ فرزندانِ اوست
اس کی حالت اس کے فرزندوں جیسی ہے

اندر و از سعد[2] و نحسے فوج فوج
اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں

گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح
کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

فہم می کن حالت ہر مُنبسط
ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے

کہتراں را کے تواند بود گنج
تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے

جزوِ ایشاں چوں نباشد روئے زرد
تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا

---

[1] بُروت۔ مونچھ، باد در بروت داشتن، مغرور ہونا، اس سرکش آگ کو ہوا کا ایک جھونکا بجھا دیتا ہے۔ دمار۔ ہلاکت، تباہی۔ اضطرابِ دریا۔ دریا کا موجیں مارنا۔ تبدیل ہوش۔ حواس باختگی۔ فرزنداں۔ یعنی عناصر اربعہ، آگ، پانی، ہوا، مٹی اور موالید ثلاثہ یعنی حیوانات اور نباتات اور جمادات، جن کے تغیرات کا بیان ہو چکا ہے۔ حضیض۔ ساتوں سیارے ایک دائرہ پر حرکت کرتے ہیں، اس دائرہ کا مرکز فلک الافلاک کے مرکز سے اوپر ہے، اس دائرہ پر ایک نقطہ فلک الافلاک کے مرکز سے بہت قریب ہے، اس کو حضیض کہتے ہیں اور ایک نقطہ بہت زیادہ بعید ہے اس کو اوج کہتے ہیں اور اس دائرہ کے محیط پر دو نقطے ہیں جن کا فاصلہ فلک الافلاک کے مرکز سے یکساں ہے جن کو اوسط کہتے ہیں۔ مولانا نے انہی کو میانہ کہا ہے۔

[2] سعد۔ سعادت، نیک بختی۔ نحس۔ نحوست، بدبختی۔ شرف۔ شرافت، ہر ستارے کا ایک اصل برج ہے، یہ ستارہ حرکت کرتا ہوا جب اس برج میں داخل ہوتا ہے تو وہ برج اس کا خانۂ شرف کہلاتا ہے آفتاب کے لئے برج حمل خانۂ شرف ہے اس کے مقابل وبال ہے یعنی ستارے کا خانۂ شرف چھوڑ کر انتہائی دوری یعنی ساتویں برج میں داخل ہو جانا، آفتاب کا برج دلو میں پہنچنا وبال کہلائے گا۔ صعود۔ اوپر چڑھنا اس کی ضد ہبوط ہے۔ نیچے اترنا، کسی ستارے کا برج شرف سے نکل کر بالمقابل برج میں آ جانا مثلاً آفتاب کا برج میزان میں آ جانا۔

[3] فرح۔ خوشی، ہر ستارے کا ایک خاص خانہ خانۂ فرح کہلاتا ہے مثلاً عطارد کے لئے حمل کو خانۂ فرح قرار دیا گیا ہے۔ ترح۔ رنج، کسی ستارے کا خانۂ فرح کو چھوڑ کر ساتویں خانہ میں پہنچ جانا جیسا کہ عطارد کا میزان میں پہنچنا۔ مختلط۔ ملا جلا، مرکب۔ منبسط۔ بسیط، مفرد۔ جزو۔ یعنی انسان عناصر اربعہ کا جزو ہے اور عناصر اربعہ جو کلیات ہیں، یہ ان سے مل کر بنا ہے۔ مہتراں۔ یعنی عناصر اربعہ جن کے تغیرات کا ذکر آ چکا ہے۔ کہتراں۔ یعنی وہ چیزیں جو ان سے بنی ہیں۔ گنج۔ خزانہ، خوشی۔ روئے زرد۔ یعنی تغیر کی وجہ سے۔

خاصہ جزوے کو زاضداد ست جمع — زاب و خاک و آتش و بادست جمع

خصوصاً وہ جزو جو اضداد کا مجموعہ ہے — پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

ایں عجب نبود کہ میش[1] از گرگ جست — ایں عجب کہ میش دل در گرگ بست

یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑ، بھیڑیے سے چھوٹ بھاگی — یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑیے سے دل لگا لیا

زندگانی آشتی ضدہاست — مرگ آں کاندر میان شاں جنگ خاست

زندگی مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے — موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہو گئی

صلح اضداد است ایں عمر جہاں — جنگ اضداد ست عمر جاوداں

اس دنیا کی زندگی مخالف چیزوں کی صلح ہے — مخالف چیزوں کی لڑائی، ابدی زندگی ہے

زندگانی آشتی دشمناں — مرگ وارفتن باصل خویش داں

زندگی، دشمنوں کی صلح ہے — موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو

صلح دشمن وار باشد عاریت — دل بسوئے جنگ تازد عاقبت

دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے — بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

روزکے چند از برائے مصلحت — باہمند[2] اندر وفا و مرحمت

چند دن کے لئے ازراہِ مصلحت — وفا اور محبت میں ملے جلے ہیں

عاقبت ہر یک بجوہر بازگشت — ہر یکے با جنس خود انباز گشت

بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا — ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا

لطف باری ایں پلنگ و رنگ را — الف داد و بُرد زیشاں جنگ را

خدا کی مہربانی ہے کہ اس تیندوے اور پہاڑی بکرے کو — محبت عطا فرما دی، اور ان کی مخالفت ختم کر دی

لطف حق ایں شیر را و گور را — الف دادست ایں دو ضد را در وفا

اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر — دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کر دی

چوں جہاں رنجور و زندانی بود — چہ عجب رنجور گر فانی بود

جب دنیا بیمار اور قیدی ہو — تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

پرسیدنِ شیر سبب پائے واپس کشیدنِ خرگوش را و جوابِ اُو

شیر کا خرگوش سے رکنے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر اُو ازیں رُو پند ہا — گفت من پس ماندہ ام زیں بند ہا

اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں — بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں

---

[1] میش۔ بھیڑ۔ گرگ۔ بھیڑیا۔ زندگانی۔ شعر، زندگی کیا ہے عناصر میں ظہور ترتیب۔ موت کیا ہے انہی اجزاء کا پریشاں ہونا۔ آشتی۔ صلح، دوستی۔ عمر جاوداں۔ ابدی زندگی، آخرت کی زندگی۔ صلح۔ حقیقی دشمنوں کی صلح بالکل عارضی ہوگی وہ پھر دشمن پر اتر آئیں گے۔ روزکے۔ کاف تصغیر کا ہے۔

[2] باہمند۔ باہم اند۔ عاقبت۔ بالآخر۔ جوہر۔ اصل۔ انباز۔ شریک۔ پلنگ۔ تیندوا۔ رنگ۔ پہاڑی بکرا۔ الف۔ ہمزہ کے کسرہ کے ساتھ، الفت، محبت۔ گور۔ گورخر۔ فانی۔ فنا ہونے والا۔ بند۔ قید، خیال، حیلہ۔

شیر گفتش تو ز اسبابِ مرض
شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے
ایں سبب گو خاص کا نیستم غرض
خاص سبب بتا کہ میرا مقصد یہ ہے

پائے را واپس کشیدی تو چرا
تو پیچھے کیوں ہٹا
میدہی بازیچہ[1] واہی مرا
(کیا) تو مجھے ست اور بے ہودہ دھوکا دے رہا ہے

گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست
خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے
اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے

یارِ من بستاندہ از من چاہ بُرد
میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کر کے کنویں میں لے گیا
برگرفتش از رہ و بے راہ بُرد
راستہ چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

قعر چہ بگوید ہر کو عاقل ست
جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کر لی
زانکہ در خلوت صفائے ہا دل ست
اس لئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں ہیں

ظلمت چہ بہ کہ ظلمت ہائے خلق
مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے
سر نہ بُرد آں کس کہ گیرد پائے خلق
جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑے، سر نہیں بچا سکتا ہے

گفت پیش آ زخمم[2] اُو را قاہرست
اسنے کہا، آگے آ میرا اس پر زخم لگانا قہر ڈھانے والا ہے
تو ببیں کاں شیر در چہ حاضرست
تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے

گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی
اس نے کہا، میں اس آتش مزاج سے جلا ہوا ہوں
تو مگر اندر بر خویشم کشی
ہاں، اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے

تا بہ پشت تو من اے کانِ کرم
تاکہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے
چشم بکشایم بچہ در بنگرم
میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں

من بہ پشت تو توانم آمدن
میں تیری مدد سے (آگے) آ سکتا ہوں
کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن
تاکہ بلا رسی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

نظر کردنِ شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس آں خرگوش
شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید
جب شیر نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا
در پناہِ شیر تاچہ می دوید
شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب
جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا
اندر آب از شیر و اُو در تافت تاب
پانی میں، شیر اور اس کی جھلک دکھائی دی

---

1. بازیچہ۔ دھوکا، چکمہ۔ واہی۔ ست، فضول۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ ایمن۔ مطمئن۔ بے راہ۔ غلط، جو راستہ صحیح نہ ہو۔ قعر۔ گہرائی یعنی گوشہ تنہائی میں دل کی صفائی حاصل ہوتی ہے لہٰذا یہ عقلمندی کا کام ہے، انسانوں سے زیادہ اختلاط کرنے سے دل میں تاریکی پیدا ہوتی ہے جو کہ غفلت کا سبب ہے اور غافل ہلاک ہو جاتا ہے۔
2. زخم۔ چوٹ، حملہ۔ قاہر۔ غالب، زبردست۔ کاں۔ کہ آں۔ سوزیدہ۔ سوختہ۔ آتشی۔ آتش مزاج۔ بر۔ بغل، گود۔ پشت۔ مدد، اعانت۔ کانِ کرم۔ بخشش کی کان۔ بچہ۔ در چاہ۔ تانم۔ توانم۔ در تافت۔ چمکا۔ تاب۔ چمک، عکس۔ او۔ یعنی خرگوش۔

شیر عکس خویش دید[1] از آب تفت — شکل شیر و در برش خرگوش زفت

شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا — شیر کی شکل اور اس کی بغل میں موٹا خرگوش

چونکہ خصم خویش را در آب دید — مرد را بگذاشت اندر چہ دوید

جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا — اس کو چھوڑ دیا اور کنویں میں دوڑ گیا

در فتاد اندر چہے کو کندہ بود — زانکہ ظلمے بر سرش آئندہ بود

اس کنویں میں جا گرا جو اس نے کھودا تھا — کیونکہ ظلم اس کے سر پڑنے والا تھا

چاہ مظلم گشت ظلم ظالماں — ایں چنیں گفتند جملہ عالماں

ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا — تمام عالموں نے یہی کہا ہے

ہر کہ ظالم تر چہش باہول تر — عدل فرمودست بدتر را بتر

جو زیادہ ظالم ہے اس کا کنواں زیادہ خوفناک ہے — انصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر

ایکہ تو از ظلم چاہے میکنی — از برائے خویش دامے می تنی

اے وہ کہ تو ظلم کر کے کنواں کھودتا ہے — خود اپنے لئے جال تنتا ہے

بر ضعیفاں گر تو ظلمے میکنی — داں کہ اندر قعر چاہ بے بنی

اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے — سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے

گرد خود چوں کرم پیلہ برمتن — بہر خود چہ میکنی اندازہ کن

ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف نہ تن — تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے، اندازے سے کھود

مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں — از نبے اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ بخواں

تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ — قرآن سے اذا جاء نصر اللہ کو پڑھ لے

گر تو پیلی[2] خصم تو از تو رمید — نک جزا طیراً ابابیلت رسید

اگر تو ہاتھی ہے، تیرا مدمقابل تجھ سے بھاگ گیا — دیکھ! طیرا ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے

گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں — غلغل افتد در سپاہِ آسماں

اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے — آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے

---

[1] دید۔ دیکھا، سمجھا۔ تفت۔ گرم۔ زفت۔ فربہ، موٹا۔ کندہ بود۔ کھودا تھا۔ شیر نے کنواں تو نہ کھودا تھا لیکن چونکہ وہ اپنے مظالم کی وجہ سے گرا تو ''چاہ کن را چاہ در پیش'' کے اعتبار سے گویا اس نے ہی کھودا تھا۔ ظلم ظالماں۔ ظالموں کے ظلم کا نتیجہ ان کے لئے اندھا کنواں ہوتا ہے۔ چہش۔ چاہِ او۔ بتر۔ بدتر۔ می تنی۔ تو تنتا ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ بے بن۔ بے تھاہ۔ کرم پیلہ۔ ریشم کا کیڑا۔ اندازہ کن۔ اندازے سے کھود۔ خصم۔ دشمن، یہاں حمایتی مراد ہے۔ نبے۔ نون کے ضمہ باء کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ، قرآن مجید مراد ہے۔ اذا جاء نصر اللہ۔ جب اللہ کی مدد آئی، یہ سورۂ نصر کی آیت ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان مظلوموں کے لئے ایک وقت وہ آئے گا جب فوج در فوج ہوں گے اور ظالموں کو ظلم کا بدلہ چکھا دیں گے۔

[2] پیلی۔ پیل، ہاتھی یا خطاب کی ہے۔ رمید۔ بھاگ گیا۔ نک۔ اینک، دیکھ۔ طیراً ابابیل۔ سورۂ فیل میں مذکور ہے کہ ابرہہ نامی بادشاہ بیت اللہ کو ڈھانے کے لئے ایک بہت بڑے ہاتھی پر سوار ہو کر مع لشکر کے مکہ پر حملہ آور ہوا جس کا اہل مکہ تو مقابلہ نہ کر سکے خدا نے پرندوں کی ایک جماعت بھیجی جن کے پنجوں اور چونچوں میں کنکریاں تھیں ان کنکریوں کے ذریعے لشکر تباہ کر دیا گیا۔ سپاہِ آسماں۔ آسمانی فرشتے مظلوم کی مدد کے لئے دوڑ پڑتے ہیں۔

گر بدندانش گزی[1] پُرخوں کنی
اگر تو اسے دانتوں سے کاٹ کر لہولہان کردے گا

دردِ دندانت بگیرد چوں کنی
تجھے دانتوں کا درد آ پکڑے گا تو تو کیا کرے گا

شیر خود را دید در چہ وز غلو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے

خویش را نشناخت آندم از عدو
اپنی ذات اور دشمن میں اس وقت امتیاز نہ کر سکا

عکس خود را او عدوِ خویش دید
اس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا

لا جرم بر خویش شمشیرے کشید
لامحالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی

اے بسا ظلمے کہ بینی در کساں
اے ظالم! ظلم کی صفت جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے

خوئے تو باشد در ایشاں اے فلاں
اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت ان میں ہوتی ہے

اندر[2] ایشاں تافتہ ہستی تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے

از نفاق و ظلم و بدمستی تو
تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے

آں توئی واں زخم بر خود میزنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے

برخود آں دم تارِ لعنت می تنی
اور تو اس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے

در خود ایں بد را نمی بینی عیاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے

ورنہ دشمن بودۂ خود را بجاں
ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے

حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے

ہمچوں آں شیرے کہ برخود حملہ کرد
اس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا

چوں بقعرِ خوئے خود اندر رسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہنچے گا

پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی

شیر را در قعر پیدا شد کہ بود
شیر کو گہرائی میں جا کر معلوم ہوا کہ

نقشِ اُو آں کش دگر کس می نمود
وہ اس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آ رہا تھا

ہر کہ دندانِ ضعیفے میکند
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے

کارِ آں شیر غلط بیں میکند
وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے

اے بدیدہ خالِ بد بر روئے عم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!

عکس خالِ تست آں از عم مرم
وہ تیرے ہی تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

---

[1] گزی۔ گزیدن، کاٹنا کا صیغہ مخاطب ہے۔ بگیرد۔ عارض گردد، پکڑے گا۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے، کنواں۔ وز۔ از۔ غلو۔ زیادتی، حد سے تجاوز کرنا۔ خویش۔ اپنے عکس پر حملہ کرنا، خود اپنے اوپر حملہ کرنا ہے۔ اے بسا۔ یعنی اکثر اوقات انسان دوسرے کو ظالم سمجھتا ہے، حالانکہ وہ خود اس کا عکس ہے جو دوسرے میں دیکھ رہا ہے۔

[2] اندر۔ دوسروں میں نفاق، ظلم اور تکبر جو نظر آتا ہے دراصل وہ خود اس کی صفات ہیں جو دوسرے میں منعکس ہو رہی ہیں۔ در خود۔ اپنے عیب تمہیں نظر نہیں آ رہے ہیں، ورنہ خود اپنے جانی دشمن ہوتے۔ سادہ مرد۔ بیوقوف۔ قعر۔ گہرائی۔ ناکسی۔ نالائقی، کوتاہی، گناہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ دنداں کندن۔ دانت اکھاڑنا، تکلیف پہنچانا۔ خال۔ تل۔ عم۔ چچا۔ مرم۔ رمیدن، بھاگنا سے نہی کا صیغہ ہے۔

مومناں آئینۂ یکدیگر اند
مومن، ایک دوسرے کا آئینہ ہے

ایں خبر[1] را از پیمبر آورند
یہ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کی ہے

پیشِ چشمت داشتی شیشہ کبود
تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے

زاں سبب عالم کبودت می نمود
اس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آ رہی ہے

گر نہ کوری ایں کبودی داں زخویش
اگر تو اندھا نہیں ہے، تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ

خویش را بد گومگو کس را تو پیش
اپنے آپ کو برا کہہ، آئندہ کسی کو برا نہ کہہ

مومن ار ینظر بنورِ اللہ[2] نبود
اگر مومن "ینظر بنور اللہ" نہیں تھا

عیب مومن را برہنہ چوں نمود
تو اس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتا دیا

چونکہ تو ینظر بنارِ اللہ بُدی
چونکہ تو ینظر بنار اللہ تھا

نیکوئی را ندیدی از بدی
(اس لئے) نیکی کو بدی سے نہ پہچان سکا

اندک اندک آب بر آتش بزن
آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک

تا شود نارِ تو نور اے بوالحزن
اے غمگین! تاکہ تیری آگ نور بن جائے

تو بزن یا ربنا آبِ طہور
اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک

تا شود ایں نارِ عالم جملہ نور
تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے

کوہ و دریا جملہ در فرمانِ تست
پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں

آب و آتش اے خداوند آنِ تست
اے خدا! پانی اور آگ تیری ملکیت ہے

گر تو خواہی آتش آبِ خوش شود
اگر تو چاہے، آگ عمدہ پانی بن جائے

ور نخواہی آب ہم آتش شود
اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے

بے طلب تو ایں طلب ماں دادۂ
بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں

بے شمار و عدّ عطا بنہادۂ
ان گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

باطلب چوں ندہی اے حیّ ودود
اے حیّ ودود! تو مانگنے پر کیوں نہ دے گا؟

کز تو آمد جملگی جود و وجود
جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے

---

1. خبر۔حدیث شریف ہے "المومن مرآۃ المومن" ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی جس طرح ایک شخص آئینہ میں دیکھ کر اپنی اصلاح کرتا ہے اسی طرح مومن دوسرے مومن کو دیکھ کر اپنی اصلاح کر سکتا ہے، یہ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو صحیح معنی میں مسلم ہیں لوگوں کو چاہئے کہ ان کے حالات دیکھ کر اپنی اصلاح کریں پہلے اشعار میں غلط نکتہ چینیوں کا بیان تھا کہ ان کو اپنے عیوب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔کبود۔کالا، تاریک، یعنی اگر تمہاری آنکھوں پر غفلت کی پٹی بندھی ہوئی ہے تو تم المومن مرآۃ المومن سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔
2. ینظر بنور اللہ۔وہ دیکھتا ہے خدا کے نور کے ذریعہ۔حدیث شریف میں آیا ہے اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ۔مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے، تمہارے سارے عیوب تاڑ لے گا۔ینظر بنار اللہ۔اللہ کی آگ کے ذریعہ دیکھتا ہے۔آگ سے مراد صفاتِ نفسانیہ ہیں۔بدی۔بودی۔بوالحزن۔غم کا باپ، غمگین۔آب۔یعنی کسی بزرگ کی صحبت کا فیضان۔آب زدن۔پانی چھڑکنا۔طہور۔پاک کر دینے والا۔آن۔ملکیت۔آتش۔یعنی تکلیف کے اسباب۔آب۔یعنی راحت کے اسباب۔طلب۔درخواست۔ماں۔ہمارا۔عد۔شمار۔حی۔زندہ۔ودود۔دوست رکھنے والا، یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔

در عدم کے بود مارا خود طلب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا

بے سبب کر دی عطا ہائے عجب
تو نے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں

جان و ناں داری و عمر جاوداں[1]
جان، رزق اور ابدی زندگی عطا فرمائی

سائر نعمت کہ ناید در بیاں
اور باقی نعمتیں جن کا بیان ناممکن ہے

بے شمار وحد عطا ہا دادہٗ
تو نے ان گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں

بابِ رحمت بر ہمہ بکشادہٗ
تو نے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے

ایں طلب در ماہم از ایجادِ تست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی ایجاد ہے

رُستن از بیدادِ یارب دادِ تست
اے خدا! ظلم سے نجات پانا، تیری عطا ہے

بے طلب ہم میدہی گنج نہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دے دیتا ہے

رائیگاں بخشیدہٗ جانِ جہاں
تو نے دنیا کو جان مفت بخشی ہے

ھٰکَذَا اَنْعِمْ اِلٰی دَارِ السَّلَام
جنت میں جانے تک اسی طرح انعام فرماتا رہ

بِالنَّبِیِّ الْمُصْطَفٰی خَیْرِ الْاَنَام
سرور کائنات نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

مژدہ بردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد

خرگوش کا شکاروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنویں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا

سوئے نخچیراں رواں شد تابدشت
جنگل میں شکاروں کی طرف روانہ ہوا

شیر را چوں دید محو ظلم خویش
اس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں مبتلا دیکھا

سوئے قومِ خود دوید اُو پیش پیش
بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا

شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا

میدوید اُو شادمانِ بارشد
وہ خوش خوش، سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا

شیر را چوں دید در چہ گشتہ زار[2]
جب اُس نے شیر کو بری حالت میں کنویں کے اندر دیکھ لیا

چرخ میزد شادماں تا مرغزار
تو چراگاہ میں خوشی سے قلابازیاں کھاتا تھا

دست میزد چوں رہید از دست مرگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا، تالیاں بجاتا تھا

سبز و رقصاں در ہوا چوں شاخ و برگ
جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد
شاخ اور پتے مٹی کی قید سے آزاد ہوئے

سربرآورد و حریف باد شد
تو سر ابھارا اور ہوا کے دوست ہو گئے

---

1. جاوداں۔ ابدی۔ سائر۔ بقیہ۔ ناید۔ نیاید۔ ایجاد۔ وجود میں لانا۔ داد۔ انصاف، بخشش۔ بیداد۔ ظلم۔ رائیگاں۔ مفت، بلاعوض۔ دارالسلام۔ جنت۔ انام۔ مخلوق۔ شادماں۔ خوش۔ رشد۔ راء کے ضمہ اور شین کے سکون اور راء کے فتحہ کے ساتھ دونوں طریقہ پر صحیح ہے، راستی، سچائی، ہدایت۔

2. زار۔ خراب۔ چرخ زدن۔ قلابازیاں کھانا۔ دست زدن۔ تالیاں بجانا۔ در ہوا۔ اس کا تعلق شاخ و برگ سے ہے۔ حبس۔ قید۔ حریف۔ مقابل، ساتھی۔ برسرآوردن۔ ظاہر ہونا، پھوٹ نکلنا۔

برگہا چوں شاخ را بشگافتند — تا بہ بالائے درخت اشتافتند[1]

پتوں نے جب شاخ کو چیرا — یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے

بازبانِ شطأہ شکرِ خدا — می سراید ہر بر و برگے جدا

"شطأہ" کی زبان سے خدا کا شکر — ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے

بے زباں ہر بار و برگ و شاخہا — می ستاید شکر و تسبیح خدا

ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے — شکر و خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں

کہ پرورد اصل ما را ذوالعطاء — تا درخت استغلظ آمد فا ستویٰ

عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی — یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا، پھر سیدھا ہو گیا

جانہائے بستہ اندر آب و گِل — چوں رہند از آب و گلہا شاد دل

پانی اور مٹی میں مقید، جانیں — جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہا کی جاتی ہیں

در ہوائے عشقِ حق رقصاں شدند — ہمچو قرصِ[2] بدر بے نقصاں شدند

اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں — چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں

جسمِ شاں در رقص و جانہا خود مپرس — وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس

ان کے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ — اور جو (جسم) جان بنجاتے ہیں انکے بارےمیں بھی نہ پوچھ

شیر را خرگوش در زنداں نشاند — ننگِ شیرے کوز خرگوشے بماند

شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا — شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا

در چنیں ننگی وانگہ[3] اے عجب — فخرِ دیں خواہی کہ گویندت لقب

تو ایسے ہی ننگ میں (مبتلا) ہے اور پھر تعجب ہے — تو چاہتا ہے کہ تجھے فخرِ دیں کا لقب دیں

اے تو شیری در تگِ ایں چاہِ دہر — نفس چوں خرگوش، خوں ریزد قہر

اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنویں کی گہرائی میں شیر کی طرح ہے — تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

نفسِ خرگوشت بصحراء در چرا — تو بقعر ایں چہٗ چون و چرا

تیرا خرگوش (صفت) نفس جنگل کے اندر چرنے میں مشغول ہے — اور تو چوں و چرا کے اس کنویں کی گہرائی میں ہے

---

[1] اشتافتند۔ الف زیادہ ہے۔ شطأہ۔ سبز شاخ جو سب سے پہلے زمین سے نکلتی ہے۔ بر۔ پھل۔ تسبیح۔ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے۔ ذوالعطاء۔ عطا والا، یہ اللہ کی صفت ہے۔ استغلظ۔ موٹا ہوا۔ استویٰ۔ سیدھا ہوا، یہ قرآن پاک کی آیت فاستغلظ واستویٰ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خدا کی قدرت سے ایک چھوٹے بیج سے پودا نکلتا ہے پھر وہ موٹا ہوتا ہے اور سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے۔ بستہ۔ مقید۔ آب و گل۔ جسم عنصری۔

[2] قرص۔ ٹکیا۔ بدر۔ چودھویں رات کا مکمل چاند یعنی جس طرح نباتات زمین کی قید سے نکل کر لہلہاتی ہیں، اسی طرح نیک لوگوں کی روحیں جسد عنصری کی قید سے آزاد ہو کر خوشی میں رقص کرتی ہیں۔ جسم شاں۔ نیک لوگوں کے جسم بھی برے اخلاق سے صفائی کے بعد رقص کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کا تو پوچھنا کیا کہ کس قدر رقص کرتی ہے۔

[3] وانکہ۔ وہ لوگ جو جسم روح بن جاتے ہیں اور زندگی میں علائق جسمانی سے آزاد ہو جاتے ہیں، ان کا تو کیا ہی پوچھنا ہے۔ ننگ۔ جو شیر خرگوش سے مات کھا جائے اس کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ ننگی۔ تو شیر ہے اور تیرا نفس خرگوش، اگر تو اس سے مار کھا گیا تو یہی ننگ اور ذلت تیرے لئے ہے۔ فخر دیں۔ ممکن ہے اس سے امام فخر الدین رازی مراد ہوں۔ تگ۔ کنویں کی تلی۔ چرا۔ چرنا۔ چون و چرا۔ سوال جواب، شک وشبہ۔

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر
وہ شیر کو پھانسنے والا، شکاروں کی طرف دوڑا

کابشروا یا قوم اذ جاء البشیر
کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرلو جبکہ خوشخبری دینے والا آ گیا

مژدہ مژدہ اے گروہِ عیش ساز
مبارک، مبارک اے عیش منانے والے گروہ

کاں سگِ دوزخ بدوزخ رفت باز
وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا

مژدہ مژدہ کاں عدوئے جانہا
مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن

کند قہر خالقش دندانہا[1]
اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دیئے

مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ
مبارک مبارک کہ تقدیر سے ظالم، کنویں میں

او فتاد از عدل و لطف بادشاہ
گر گیا، خدا کے انصاف اور مہربانی سے

آنکہ از پنجہ بسے سر ہا بکوفت
وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے

ہمچو خس جاروبِ مرگش ہم بروفت
موت کی جھاڑو نے اس کو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا

آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود
جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا

آہِ مظلومش گرفت و کوفت زود
مظلوم کی آہ نے اس کو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کر دیا

گردنش بشکست و مغزش بردرید
اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا

جانِ ما از قید محنت وا رہید
ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پا گئی

گم شد و نابود شد از فضلِ حق
اللہ کی مہربانی سے وہ گم اور نابود ہو گیا

بر مہم دشمن شمارا شد سبق
اور عظیم دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

جمع شدن نخچیراں نزدِ خرگوش و ثنا و مدح گفتن او را

شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح و ثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش
اس وقت سب وحشی جمع ہو گئے

شاد و خنداں از طرب در ذوق و جوش
ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی

حلقہ کردند اُو چو شمعِ درمیاں
انہوں نے حلقہ کرلیا، وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا

سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں
اور تمام صحرائی جانوروں نے اس کی تعظیم کی

تو فرشتہ آسمانی یا پری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے

یا تو عزرائیل شیرانِ نری
یا تو نر شیروں کا ملک الموت ہے

ہرچہ ہستی جانِ ما قربانِ تست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے

دستبردِ دست و بازویت درست
تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے

راند حق ایں آب را در جوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا

آفریں بر دست و بر بازوئے تو
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

[1] دنداں کندن۔ تکلیف پہنچانا۔ بادشاہ۔ اللہ تعالیٰ۔ جز۔ سوا۔ زود۔ جلد۔ بر۔ زیادہ ہے۔ قید محنت۔ شیر کی وجہ سے جن مشقتوں میں ہم جکڑے ہوئے تھے۔ وحوش۔ یعنی جنگلی جانور۔ طرب۔ مستی۔ صحرائیاں۔ جنگلی جانور۔ عزرائیل۔ ملک الموت۔ دستبرد۔ غلبہ۔ آب در جو۔ دولت، حکومت، کامیابی سے کنایہ ہے۔

باز گو تا قصہ درمانہا شود — بازگو تا مرہم جانہا شود

پھر کہو تا کہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بن جائے — پھر کہو تا کہ جانوں کا مرہم بن جائے

باز گو تا چوں سگالیدی[1] بمکر — آں عواں را چوں بمالیدی بمکر

یہ تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی — اس ظلم کو چالاکی سے تو نے کیسے پامال کیا

باز گو کز ظلم آں استم نما — صد ہزاراں زخم دارد جانِ ما

پھر کہو، کیونکہ اس ظالم کے ظلم سے — ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں

باز گو آں قصہ کاں شادی فزاست — روحِ ما را قوت و دل را جانفزاست

پھر سنا، کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانے والا ہے — ہماری روح کیلئے غذا اور دل کیلئے جان کو بڑھانے والا ہے

گفت تائید خدا بود اے مہاں — ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں

اس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی — ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے

قوتم بخشید و دل را نور داد — نورِ دل مردست و پا را زور داد

اس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا — دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دے دی

پند دادنِ خرگوشِ نخچیراں را کہ از مُردنِ خصم شاد مشوید

خرگوش کا شکاروں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہو

از برحق میرسد تفضیل ہا — بازہم از حق رسد تبدیل ہا

فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں — پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں

جملہ فضل اوست دانید ایں چنیں — سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں

یہ سمجھو کہ سب اس کا فضل ہے — ہاں، جان اور دل سے اس کا سجدہ بجا لاؤ

حق بدور و نوبت ایں تائید را — مینماید اہل ظن و دید[2] را

باری، باری سے اللہ تعالیٰ یہ تائید — دکھا دیتا ہے اہل گمان اور اہل مشاہدہ کو

ہیں بملکِ نوبتی شادی مکن — اے تو بستہ نوبت آزادی مکن

خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہ ہو — اے مخاطب تو باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی نہ کر

آنکہ مُلکش برتر از نوبت تنند — برتر از ہفت انجمش نوبت زنند

جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کرتے ہیں — اس کا نقارہ سات ستاروں سے اوپر بجاتے ہیں

بُرتر از نوبت ملوکِ باقیند — دورِ دائم روحہا را ساقیند

باری سے بلند، وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں — جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں

---

[1] سگالیدن۔ سوچنا۔ مکر۔ حیلہ، تدبیر۔ عواں۔ ظالم۔ مالیدن۔ پامال کرنا، ملیامیٹ کرنا۔ استم۔ الف زیادہ ہے۔ قوت۔ روزی، غذاء۔ تائید۔ مدد۔ مہاں۔ مہ کی جمع، سردار۔ خرگوشے۔ یا تحقیر کی ہے۔ از برحق۔ عزت، ذلت سب من جانب اللہ ہے اور دنیا کی کسی حالت کو قرار نہیں ہے۔ دور۔ چکر، باری۔ نوبت۔ باری۔ اہل ظن۔ ناقص لوگ جو مشاہدہ کے درجہ کو نہیں پہنچے۔

[2] اہل دید۔ وہ کاملین جو مقامِ مشاہدہ تک پہنچ چکے ہیں۔ ملک نوبتی۔ وہ سلطنت جو باری باری خاندانوں اور افراد میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔ نوبت زنند۔ نقارہ بجاتے ہیں۔ انجم۔ نجم کی جمع ہے، ستارہ۔ ساقی اند۔ یعنی اپنی روح کو محبت الٰہی کی شراب سے سیراب کرتے رہتے ہیں۔

چوں بنوبت می دہند ایں دولت — از چہ شد پُرباد آخر سَبلت[1]

جب تجھے یہ سلطنت باری سے دیتے ہیں — تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری

ترکِ ایں شُرب ار بگوئی یکدو روز — ترکُنی اندر شرابِ خلد پوز

ایک دو روز اگر تو اس شراب کو چھوڑ دے — جنت کی شراب سے منہ تر کرے

یکدو روزے چہ کہ دنیا ساعتے ست — ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست

ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے — جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے

معنی اَلترک راحت گوش کن — بعد ازاں جامِ بقا را نوش کن

''چھوڑنا راحت ہے'' کا مطلب سمجھ لے — اس کے بعد بقا کا پیالہ پی

با سگاں بگذار ایں مُردار را — خرد بشکن شیشۂ پندار را

اس مردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے — غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

تفسیر ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ[2] اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ''

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں'' کی تفسیر

اے شہاں کشتیم ما خصمِ بروں — ماند خصمے زاں بتر در اندروں

اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا — لیکن اس سے زیادہ بدتر دشمن باطن میں بچا رہ گیا

کشتنِ ایں کارِ عقل و ہوش نیست — شیرِ باطن سخرۂ خرگوش نیست

اس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے — باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے

دوزخ ست ایں نفس و دوزخ اژدہاست — کو بدریاہا نگردد کم و کاست

یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے — کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا

ہفت دریا را در آشامد ہنوز — کم نہ گردد سوزشِ آں خلق سوز

سات سمندروں کو پی لے، پھر بھی — اس مخلوق سوز کی جلن کم نہ ہو

سنگہا و کافرانِ سنگدل — اندر آیند اندر و خوار و خجل

پتھر اور سنگدل کافر — اس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل ہوں گے

ہم نگردد ساکن از چندیں غذا — تاز حق آید مر او را ایں ندا

اس قدر خوراک سے بھی اس کو سکون نہ ہوگا — یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو یہ ندا آئیگی

---

1. سبلت۔ پہلے تینوں حرفوں پر فتحہ ہے، فارسی والے باء کو ساکن کر دیتے ہیں۔ سبلت پُر بادشدن۔ مونچھوں میں ہوا بھرنا، کبر و غرور سے کنایہ ہے۔ شُرب۔ یعنی شراب پینا۔ پوز۔ مونہہ۔ یکدو روز۔ یعنی دنیاوی زندگی میں۔ ساعت۔ گھڑی۔ راحت۔ مشہور مقولہ ہے ''اَلدُّنْیَا سَاعَةٌ وَ تَرْکُهَا رَاحَةٌ'' دنیا ایک گھڑی ہے اس کا چھوڑنا راحت ہے۔ باسگاں۔ مشہور مقولہ ہے ''اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ وَ طَالِبُهَا کِلَابٌ'' دنیا ایک مردار جانور ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں۔
2. جہاد اصغر۔ یعنی کافر سے جہاد کرنا۔ الجہاد الاکبر۔ یعنی نفس امارہ سے جہاد کرنا۔ بروں۔ یعنی ظاہری دشمن۔ خصم اندروں۔ نفس امارہ جو باطن میں ہے۔ سخرہ۔ بیگار۔ بدریا۔ یعنی اس اژدہے کی پیاس سات سمندر پی جانے سے بھی نہ بجھے گی۔ ہفت دریا۔ یعنی کل مخلوق۔ آشامیدن۔ پینا۔ سنگہا۔ قرآن پاک میں ہے ''وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ'' جہنم کی خوراک انسان اور پتھر ہوں گے۔

سیر گشتی[1] سیر گوید نے ہنوز
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں

اینت آتش اینت تابش اینت سوز
زہے آگ، زہے تابش، زہے جلن

عالمے را لقمہ کرد و در کشید
اس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی

معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
اس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے "کیا کچھ اور ہے"

حق قدم بروے نہد از لا مکاں
اللہ تعالیٰ اس پر لامکاں سے قدم رکھ دے گا

آنگہ اُو ساکن شود از کن فکاں
اس وقت وہ "کن فکاں" سے ساکن ہو جائے گی

چونکہ جزوِ دوزخ ست ایں نفس ما
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصہ ہے

طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
اور اجزاء ہمیشہ کل کی طبیعت رکھتے ہیں

ایں قدم حق را بود کو را کشد
یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قدم ہوگا جو اس کی پیاس بجھائے گا

غیر حق کو کہ کمانِ او کشد
سوائے اللہ تعالیٰ کے کون ہے جو اس کی کمان کو کھینچے

در کماں نہ نہند الّا تیر راست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں

ایں کماں را باژگوں کژ[2] تیر ہاست
اس کمان کے الٹے ٹیڑھے تیر ہیں

راست شو چوں تیر وا رہ از کماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا، کمان سے چھوٹ جا

کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
اس لئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

چونکہ وا گشتم ز پیکارِ بروں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں

روئے آوردم بہ پیکارِ دروں
باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں

قَدْ رَجَعْنَا مِنْ جِهَادِ الْاَصْغَرِيْم
ہم "واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے" کے مصداق ہیں

بانبی اندر جہادِ اکبریم
نبی کے سہارے جہادِ اکبر میں (لگے) ہیں

قوتے خواہم ز حق دریا شگاف
خدا تعالیٰ سے میں سمندر کو چاک کر دینے والی قوت چاہتا ہوں

تابسوزن بر کنم ایں کوہِ قاف
تاکہ اس کوہِ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں

سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند
وہ شیر (بننا) آسان سمجھ جو کہ صفیں پھاڑ دے

شیر آنست آں کہ خود را بشکند
شیر وہی ہے جو خود کو شکست دے دے

---

[1] سیر گشتی۔ قرآن پاک میں ہے اللہ تعالیٰ جہنم سے دریافت فرمائیں گے "هَلِ امْتَلَأْتِ" کیا تیرا پیٹ بھر گیا، وہ کہے گی "هَلْ مِنْ مَّزِيْد" کیا کچھ اور ہے۔ حق قدم۔ حدیث میں آیا ہے کہ جہنم کا پیٹ نہ بھرے گا تب اللہ تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے، اس پر وہ کہے گی کافی ہے، کافی ہے۔ کُن فکاں۔ ہو جا، وہ ہو گیا، قرآن پاک میں "اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ" اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کہتا ہے، ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔ جزوہا۔ لہٰذا نفس کی پیاس بھی محض کی رب کی تجلی سے بجھ سکتی ہے۔ راست۔ سیدھا۔ باژگوں۔ واژگوں، الٹا۔

[2] کژ۔ ٹیڑھا۔ کز کماں۔ کمان سے ٹیڑھا تیر نہیں چلتا، سیدھا تیر خوب چلتا ہے۔ بانبی۔ نبی کے سہارے یعنی ان کی سنت کی پیروی کر کے، بعض نسخوں میں باجتے ہے یعنی نفس کے بت کے ساتھ جہادِ اکبر کر رہے ہیں۔ شگافتن۔ پھاڑنا۔ بر کنم۔ میں کھودلوں۔ کوہ قاف۔ بلندی اور عظمت میں مشہور تھا۔ تابسوزن۔ انسان کی اپنی قوت سوئی جیسی ہے اور نفس بمنزلہ کوہ قاف کے ہے تو سوئی سے کوہ قاف اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت سے اکھاڑا جا سکتا ہے۔

تا شود شیرِ خدا از عونِ اُو — وارہد از نفس و از فرعونِ[1] اُو
تا کہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے — نفس اور اس کے فرعون سے نجات پائے

آمدنِ رسولِ قیصر روم بنزدِ عمر رضی اللہ عنہ برسالت

قیصر روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیانِ ایں شنو یک قصۂ — تا بَری از سرِّ گفتم حصۂ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے — تا کہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پا لے

بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول — در مدینہ از بیابانِ نغول
قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا — دور و دراز جنگل سے، مدینہ میں

گفت کو قصر خلیفہ اے حشم — تا من اسپ و رخت را آنجا کشم
بولا! اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟ — تا کہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

قوم گفتندش کہ اُو را قصر نیست — مر عمرؓ را قصر جانِ روشنے ست
لوگوں نے کہا، ان کا کوئی محل نہیں ہے — عمرؓ کا محل تو ان کی روشن جان ہے

گرچہ از میری وُرا آوازہ ایست — ہمچو درویشاں مَر اُو را کازہ ایست
گرچہ ان کی سرداری کی شہرت ہے — لیکن فقیروں جیسی ان کی جھونپڑی ہے

اے برادر چوں بہ بینی قصر اُو — چونکہ در چشم دلت رُستست مو
اے بھائی! تو اس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟ — جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پڑوال اگا ہے

چشم دل از موئے علت پاک آر — وا نگہاں دیدارِ قصرش چشم دار
دل کی آنکھ کو پڑوال سے صاف کر لے — پھر اس کے محل کے دیکھنے کی امید کر

ہر کراہست از ہو سہا جانِ پاک — زود بیند حضرت و ایوانِ[2] پاک
جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے — وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لے گا

چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود — ہر کجا رُو کرد وجہُ اللہ بود
جب محمد (ﷺ) آگ اور دھوئیں سے پاک ہو گئے — جس طرف بھی رخ کیا خدا کی ذات تھی

چوں رفیقِ وسوسہ بدخواہ را — کے بہ بینی ثَم وَجہُ اللہ را
جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے — اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے

ہر کرا باشد ز سینہ فتحِ باب — اُو ز ہر ذرّہ بہ بیند آفتاب
جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے — وہ ہر ذرّہ میں آفتاب دیکھے گا

---

[1] فرعونؔ۔ انسان کا نفس پر غلبہ ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون پر غلبہ، اسی مناسبت سے دریا شگاف قوت کی دعا ہے۔ ایںؔ۔ یعنی نفس پر غلبہ۔ قیصرؔ۔ شاہانِ روم کا لقب ہے۔ نغولؔ۔ عمیق، دراز۔ قصرؔ۔ محل، ایوان۔ حشمؔ۔ نوکر چاکر، عوام۔ رختؔ۔ سامان۔ کشمؔ۔ بَرم۔ میریؔ۔ سرداری۔ وُراؔ۔ اُورا۔ آوازہؔ۔ شہرہ۔ کازہؔ۔ جھونپڑیا۔ موئے علتؔ۔ بیماری کا بال، یعنی آنکھ میں جو پڑوال پیدا ہو جاتا ہے۔ حضرتؔ۔ دربار، کچہری۔

[2] ایوانؔ۔ محل، قلعہ۔ نارؔ۔ آگ یعنی خواہشات نفسانی۔ دودؔ۔ دھواں یعنی خواہشات نفسانی کے اثرات۔ وجہ اللہؔ۔ اللہ کا چہرہ، اللہ کی ذات یہ قرآن پاک کی آیت "اَینما تولّوا فثمّ وجهه الله" تم جدھر کو رخ کرو وہاں اللہ کی ذات موجود ہے، کی طرف اشارہ ہے۔ فتحؔ۔ کشائش۔ بابؔ۔ دروازہ۔ حقؔ۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔

حق[1] پدیدست از میانِ دیگراں ہمچو ماہ اندر میانِ اختراں
دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے جیسا کہ ستاروں میں چاند

دو سرِ انگشت بردو چشم نہ ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ انصاف کر، دنیا کا تجھے کچھ نظر آتا ہے

ورنہ بینی ایں جہاں معدوم نیست عیب جز انگشت نفس شوم نیست
اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے

توزِچشم انگشت را بردار ہیں وانگہانے ہر چہ میخواہی ببیں
خبردار! آنکھ سے انگلی ہٹا لے پھر تو جو کچھ چاہتا ہے، دیکھ

نوحؑ را گفتند امت کو ثواب گفت اُو زا نسوئے وَاسْتَغْشَوْا ثیاب
امت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں ہے؟ اس نے کہا وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُم کے اس طرف ہے

رُو[2] و سر در جامہا پیچیدہ اید لا جرم با دیدہ و نادیدہ اید
تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے لامحالہ آنکھ والے ہو کر (بھی) نابینا بنے ہو

آدمی دیدست باقی پوست ست دید آنست آنکہ دید دوست ست
آدمی تو بینائی ہے، باقی کھال ہے دید تو دراصل محبوب کی دید ہے

چونکہ دید دوست نہ بود کور بہ دوست کو باقی نباشد دور بہ
جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو، اندھا ہونا اچھا ہے جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو، اس کا دور ہونا اچھا ہے

چوں رسولِ روم ایں الفاظِ تر در سماع آورد، شد مشتاق تر
جب روم کے ایلچی نے یہ تروتازہ لفظ سنے، تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا

دیدہ را بر جستنِ عمرؓ گذاشت رخت راوٗ اسپ را ضائع گذاشت
آنکھیں حضرت عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا

ہر طرف اندر پئے آں مردِ کار میشدے پُرسانِ اُو دیوانہ وار
اس مردِ کار کی تلاش میں ہر طرف دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا

---

1. حق۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ دوسری چیزوں کی عظمت ختم کر دیتا ہے جیسے ستارے چاند کے مشاہدہ کے وقت بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ دو سر انگشت۔ اگر کوئی شخص آنکھیں بند کر لے تو دنیا کی کوئی چیز اس کو نظر نہ آئے گی لیکن چیزیں معدوم نہیں ہیں، اسی طرح دل کی آنکھیں اگر بند ہوں تو مشاہدۂ حق نہ ہوگا لیکن وہ موجود ہے۔ اِسْتَغْشَوْا ثِیَابَہُمْ۔ انہوں نے اپنے کپڑے اپنے اوپر ڈھانپ لئے۔ قرآن پاک میں یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا حال بیان کیا گیا ہے کہ ان کی دعوت پر انہوں نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیں اور اپنے اوپر کپڑے اوڑھ لئے تا کہ نہ ان کی بات سن سکیں نہ ان کو دیکھ سکیں، حضرت نوح علیہ السلام کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک تمہارا کفر ہے، ثواب کہاں نظر آئے گا۔

2. رو۔ منہ۔ جامہ۔ کپڑا۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ دیدہ۔ آنکھ۔ آدمی۔ یعنی اگر آدمی حقیقت کا ادراک نہ کرے وہ آدمی کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور ادراک بھی محبوبِ حقیقی سے متعلق ہو۔ کور بہ۔ یعنی اس آدمی کا اندھا ہونا اچھا ہے جو محبوب کا دیدار نہ کرے اور قابل محبت فانی کائنات نہیں ہے۔ تر۔ پُر مغز و تازہ۔ عمر۔ صحیح تلفظ عین کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ ہے لیکن ضرورتِ شعری کی وجہ سے میم مشدد کر دیا گیا ہے۔ ضائع۔ گم، بے حفاظت۔

کایں چنیں مَردے بود اَندر جہاں
کہ ایسا آدمی بھی دنیا میں ہوگا

وزجہاں مانند جاں[1] باشد نہاں
جو جان کی طرح دنیا سے پوشیدہ ہو

جست اُو را تاش چوں بندہ بود
ان کو ڈھونڈا تاکہ ان کا غلام جیسا ہو جائے

لا جرم جوئندہ یابندہ بود
لامحالہ تلاش کرنے والا، پا لینے والا ہوتا ہے

یافتن رسولِ قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر درخت خرما

قیصر روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی زنے اُو را دخیل
ایک بدو عورت نے اس اجنبی کو دیکھ کر

گفت عمرؓ نک بزیر آں نخیل
کہا یہ عمرؓ اس کھجور کے نیچے ہیں

زیر خرما بن زَ خلقاں اُو جدا
کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا

زیر سایہ خفتہ بیں سایہ خدا
خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ

آمد اُو آنجاوَ از دور ایستاد
وہ اس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا

مر عمرؓ را دید و در لرزہ فتاد
(حضرتِ) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا

ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول
ایلچی پر اس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی

حالتے خوش کرد بر جانش نزول
ایک اچھی حالت اس کی جان پر نازل ہو گئی

مہر و ہیبت ہست ضد یک دگر
محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں

ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
ان دو ضدوں کو اس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

گفت باخود[2] من شہانرا دیدہ ام
اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے

پیشِ سلطاناں خوش و بگزیدہ ام
میں بادشاہوں کے سامنے مطمئن اور برگزیدہ رہتا ہوں

از شہانم ہیبت و ترسے نبود
بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا

ہیبت ایں مَرد ہوشم در ربود
اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دیے

رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ
میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں

روئے من زایشاں نگردانید رنگ
میرے چہرے کا ان سے رنگ نہیں بدلا

بس شدم من در مصاف و کارزار
میں بہت سے معرکوں اور جنگوں میں گیا ہوں

ہمچو شیر آندم کہ باشد کارزار
شیر کی طرح، جبکہ کام سخت ہو

بس کہ خوردم بس زدم زخم گراں
بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے

دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
اور دوسروں سے قوی دل رہا ہوں

---

1. جاں۔ روح کے فضائل معنوی ہیں تو وہ ادراک سے بالاتر ہیں، اسی طرح حضرت عمرؓ کے فضائل۔ تاش۔ تا کہ اُورا۔ اعرابی۔ بدو۔ دخیل۔ اجنبی۔ خرمابن۔ کھجور کا درخت۔ خلقاں۔ خلق کی جمع مخلوق۔ سایۂ خدا۔ منصف حاکم خدا کا سایہ ہے۔ نزول۔ یعنی ایلچی کے دل میں حضرت عمر کی محبت بھی پیدا ہوئی اور خوف بھی۔
2. باخود۔ اپنے دل میں۔ بگزیدہ۔ برگزیدہ۔ بیشہ۔ درندے کے رہنے کی جھاڑی۔ پلنگ۔ تیندوا۔ مصاف۔ صف بندی کی جگہ۔ کارزار۔ کام کی جگہ۔ زار۔ خراب۔

بے سلاح[1] ایں مردِ خفتہ بر زمیں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے
من بہفت اندام لرزاں چیست ایں
میں ساتوں اعضاء سے لرز رہا ہوں، یہ کیا ہے؟

ہیبت حق ست ایں از خلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے، مخلوق کی نہیں ہے
ہیبت ایں مردِ صاحب دلق نیست
اس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا
ترسد ازوے جن و انس و ہر کہ دید
اس سے جن اور انسان اور جو بھی اس کو دیکھے ڈرتا ہے

بیدار شدن امیرؓ

اندریں فکرت بحرمت دست بست
اسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا
بعد یک ساعت عمرؓ از جائے جست
ایک گھنٹہ بعد (حضرتِ) عمرؓ جگہ سے اٹھے

کرد خدمت مر عمرؓ را وَ سلام
اس نے (حضرتِ) عمرؓ کی تعظیم اور سلام کیا
گفت پیغمبرؐ سلام آنگہ کلام
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے پہلے سلام پھر کلام

پس علیکش[2] گفت و اُو را پیش خواند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اس کو علیک کہا اور آگے بلایا
ایمنش کرد و بنزدِ خود نشاند
اس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا

ہرکہ ترسد مُرو را ایمن کنند
جو ڈرتا ہے اس کو مطمئن کرتے ہیں
مردِ دل ترسندہ را ساکن کنند
جس کا دل ڈرے اس کو تسکین دیتے ہیں

لا تخافوا ہست نزل خائفاں
ڈرنے والوں کی مہمانی کا کھانا "نہ ڈرو" ہے
ہست در خور از برائے خائف آں
اور اس سے ڈرنے والوں کے لائق (خوشخبری) ہے

آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس
جس کو ڈر نہ ہو اس کو "نہ ڈر" تو کیسے کہے گا؟
درس چہ دہی نیست اُو محتاجِ درس
سبق کیا سکھاتا ہے، وہ سبق کا ضرورت مند نہیں ہے

خاطر ویرانش را آباد کرد
اس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا
آں دل از جا رفتہ را دلشاد کرد
اس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

سخن گفتن عمرؓ با رسولِ قیصر روم و سوالِ رسول قیصر روم با عمرؓ

حضرتِ عمرؓ کا قیصر روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرتِ عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق
اس کے بعد انہوں نے اس سے باریک باتیں کیں
در صفاتِ پاکِ حق نعم الرفیق
اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے

---

[1] سلاح۔ ہتھیار۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ صاحب دلق۔ کملی والا فقیر۔ ہرکہ۔ شعر۔ تو ہم گردن از حکم داور پیچ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔ جست۔ یعنی سو کر اٹھے۔ خدمت۔ ادب، تعظیم۔ پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے السلام قبل الکلام، سلام بات چیت سے پہلے ہے۔

[2] علیک۔ یعنی وعلیکم السلام۔ ہرکہ۔ یعنی جو شخص خدا سے ڈرتا ہے، اس کو طمانیت حاصل ہو جاتی ہے پھر کسی چیز کا اس کو خوف نہیں رہتا ہے۔ نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ درخور۔ لائق۔ خائف۔ خوفزدہ۔ خاطر ویراں۔ شکستہ دل۔ دل از جا رفتہ۔ گھبرایا ہوا۔ دقیق۔ باریک۔ نعم الرفیق۔ اچھا ساتھی۔

وز نواز شہائے حق اَبدال[1] را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں
تا بداند اُو مقام و حال را
تاکہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

حال چوں جلوہ است زاں زیبا عروس
حال، گویا اس حسین دلہن کا جلوہ ہے
ویں مقام آں خلوت آمد با عروس
اور مقام، دلہن کے ساتھ خلوت ہے

جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں
وقتِ خلوت نیست جز شاہِ عزیز
لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے

جلوہ کردِ عام و خاصاں را عروس
دلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے
خلوت اندر شاہ باشد با عروس[2]
دلہن کے ساتھ خلوت میں (صرف) بادشاہ ہوتا ہے

ہست بسیار اہل حال از صوفیاں
صوفیوں میں اہل حال بہت ہیں
نادرست اہل مقام اندر میاں
ان میں صاحب مقام کم ہیں

از منازلہائے جانش یاد داد
اس کو جان کی منزلیں بتلائیں
وز سفر ہائے روانش یاد داد
اور اس کو روح کے سفر یاد دلائے

وز زمانے[3] کز زماں خالی بدست
اس زمانہ کی یاد دلائی جو (قید) زماں سے خالی تھا
وز مقامِ قدس کاجلالی شدست
اور اس مقامِ قدس کی جو جلالی ہے

وز ہوائے کاندر و سیمرغِ روح
اور اس ہوا کی جس میں روح کے سیمرغ نے
پیش ازیں دیدست پروازِ فتوح
اس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے

ہر یکے پروازش از آفاق بیش
اس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی
وز امید و نہمت مشتاق بیش
مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

چوں عمرؓ اغیار رُو را یار یافت
جب (حضرتِ) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا
جانِ اُو را طالب اسرار یافت
اور اس کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا

شیخ کامل بود و طالب مشتہی
شیخ کامل تھا، اور طالب پُر شوق
مردِ چابک بود و مرکب در گہی
سوار ہوشیار تھا اور سواری تیار

---

[1] ابدالؔ۔ اولیاء اللہ کی ایک مخصوص جماعت ہے یہاں مطلقاً اولیاء اللہ مراد ہیں۔ مقامؔ۔ وہ باطنی کیفیت ہے جو شریعت پر عمل کرنے اور کسب و ریاضت سے حاصل ہوتی ہے۔ حالؔ۔ وہ قلبی کیفیت ہے جو بلا کسب کے پیدا ہوتی ہے جیسے شوق، استغراق چنانچہ مشہور مقولہ ہے۔ اَلْمَقَامَاتُ مَکَاسِبُ وَالْاَحْوَالُ مَوَاھِبُ یعنی مقامات، کسب سے حاصل کئے جاتے ہیں اور احوال خدا کی دین ہیں۔ جلوہ۔ نمائش حسن، ناز و کرشمہ دکھانا۔ زیبا۔ خوبصورت۔

[2] عروسؔ۔ دلہن، دولہا۔ مقامؔ۔ ایک مستقل کیفیت ہے لہٰذا اس کو دلہن کے ساتھ خلوت سے تشبیہ دی ہے اور حال ایک زوال پذیر کیفیت ہوتی ہے لہٰذا اس کو جلوہ قرار دیا ہے۔ جلوہ۔ یعنی اہل حال کے آثار ہر کس و ناکس پر ظاہر ہو جاتے ہیں، صاحب مقام کی کیفیت عوام سے پوشیدہ رہتی ہے۔ منازلہائے۔ روح کی منزلیں یہی ہیں کہ وہ پہلے مجرد تھی پھر عالم مثال میں آئی پھر عالم خلق یعنی ناسوت میں آئی اس کے بعد جسم سے جدا ہو کر عالم برزخ میں جائے گی پھر حشر میں اس جسم سے متعلق ہو جائے گی۔

[3] وز زماںؔ۔ زمانہ مخلوق اور حادث ہے، اس سے پہلے ایک ایسی حالت تھی جو زمانہ سے خالی تھی۔ مقام قدسؔ۔ عالم جبروت یعنی مرتبہ صفات الٰہیہ۔ فتوحؔ۔ کشائش، امنگ، شوق۔ آفاقؔ۔ اطراف عالم۔ ہمتؔ۔ خواہش، حرص۔ چوں عمرؔ۔ یہ شرط ہے، جزاء تیسرے شعر کا دوسرا مصرع ہے۔ مشتہیؔ۔ شائق۔ چابکؔ۔ چالاک۔ در گہیؔ۔ درگاہ میں حاضر۔

دید آں مرشد کہ او ارشاد[1] داشت — تخم پاک اندر زمین پاک کاشت
مرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے — پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

سوال کردنِ رسول از امیر المومنین

مرد گفتش کاے امیر المومنیں — جاں ز بالا چوں درآمد برزمیں
(اس) شخص نے ان سے کہا، اے امیر المومنین — روح (عالم) بالا سے زمین پر کیوں آ گئی؟

مُرغِ بے اندازہ چوں شد در قفس — گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص
لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے — انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روح پر افسوں و افسانے پڑھ دیے

بر عدمہا کاں ندارد چشم و گوش — چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش
وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے — جب وہ ان پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آ جاتے ہیں

از فسونِ او عدمہا زود زود — خوش معلق میزند[2] سوئے وجود
اس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد — وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہیں

باز بر موجود افسونے چو خواند — زود اُو را در عدم دو اسپہ راند
پھر جب موجود پر اس نے افسوں پڑھا — جلد اس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

گفت با جسم آیتے تا جاں شد او — گفت با خورشید تا رخشاں شد اُو
جسم کو کوئی آیت سنا دی، تو وہ جان بن گیا — سورج سے کہا، تو وہ چمک دار ہو گیا

باز در گوشش دمد نکتہ مخوف — در رُخِ خورشید اُفتد صد کسوف
پھر اس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا — تو سورج کے رخ میں سو گرہن آ گئے

گفت در گوشِ گل و خندانش کرد — گفت با لعل خوش و تابانش کرد
پھول کے کان میں کچھ کہا، اس کو شگفتہ کر دیا — خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اس کو چمکدار بنا دیا

تا بگوشِ خاک حق چہ خواندہ است — کو مُراقب گشت و خامش ماندہ است
(معلوم نہیں) زمین کے کان میں کیا پھونک دیا ہے؟ — کہ وہ منتظر اور خاموش ہو گئی ہے

تا بگوشِ ابر آں گویا چہ خواند — کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
(نہ معلوم) اس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟ — کہ اس نے مشک کی طرح اپنی آنکھ سے پانی بہا دیا

در تردّد ہر کہ اُو آشفتہ است — حق بگوشِ او معما گفتہ است
جو شخص تردّد میں پریشان ہے — اللہ تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہا ہے

---

[1] ارشاد۔ کامگاری، صلاحیت۔ مرد۔ یعنی ایلچی۔ امیر المومنین۔ ایمان والوں کے سردار یعنی حضرت عمرؓ۔ بالا۔ یعنی عالم امر۔ زمین۔ یعنی عالم خلق۔ بے اندازہ۔ روح مادہ سے پاک ہے لہٰذا اس کو بے مقدار کہا ہے۔ قفس۔ پنجرا، یعنی جسم انسانی۔ فسون۔ افسوں۔ قصص۔ قصہ کی جمع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کو کلمہ "کن" ہو جا فرما دیا، جواب کا مطلب یہ ہے کہ روح کا عالم خلق میں آنا، اس کا اختیاری فعل نہیں ہے۔ عدمہا۔ یعنی معدوم چیزیں۔

[2] معلق زدن۔ قلابازی کھانا، اچھلنا کودنا۔ دو اسپہ۔ تیز رفتار، جو باری باری دو گھوڑوں پر سفر کرے گا وہ جلد منزل مقصود پر پہنچ جائے گا۔ جسم۔ جسم کا زندہ ہونا اور سورج کا چمکنا اس کے حکم سے ہے۔ کسوف۔ گرہن، حدیث میں ہے کہ چاند اور سورج کا گرہن کسی کی موت اور زندگی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی آیتیں یعنی علامتیں ہیں جن سے اللہ اپنے بندوں کو تنبیہ کرتا ہے۔ مراقب۔ مراقبہ کرنے والا، منتظر، گردن جھکانے والا۔ گویا۔ گفتن سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ تردد۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا فیصلہ نہ کر سکنا۔ معمہ۔ اندھا بنایا ہوا، چھپایا ہوا، وہ کلام جس کا مطلب پوشیدہ کر دیا گیا ہو۔

تا کند محبوسش[1] اندر دو گماں
تاکہ اس کو دو گمانوں میں مبتلا کر دے

ہم زحق ترجیح یابد یک طرف
پھر اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے ایک جانب کا رجحان پایا جاتا ہے

گر نخواہی در تردّد ہوشِ جاں
اگر تو جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ہے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش
وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے

تاکنی فہم آں معما ہاش را
تاکہ تو اس کے ان معموں کو سمجھ لے

پس محل وحی گردد گوشِ جاں
پھر جان کا کان، وحی کی جگہ بن جاتا ہے

گوشِ جان و چشم جاں جز ایں حس ست
جان کے کان اور آنکھ اس حس کے علاوہ ہیں

لفظ جبرم عشق را بے صبر کرد
جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کر دیا

ایں معیّت باحق[2] ست و جبر نیست
یہ اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ معیت ہے، اور جبر نہیں ہے

ور بود ایں جبر جبر عامہ نیست
اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے

جبر را ایشاں شناسند اے پسر
اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں

غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش
غیب اور آنے والی چیزیں ان پر منکشف ہو گئی ہیں

آں کنم کو گفت یا خود ضدِ آں
وہ کروں جو (فلاں نے) کہا یا اس کی ضد

زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
اُس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے

کم فشار ایں پنبہ اندر گوشِ جاں
اس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس

تابگوشت آید از گردوں خروش
تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے

تاکنی ادراک رمز و فاش را؟
تاکہ تو واضح بات اور اشاروں کا ادراک کر سکے

وحی چہ بود گفتن از حس نہاں
وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے

گوشِ عقل و چشم ظن زاں مفلس ست
عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اس سے خالی ہے

وانکہ عاشق نیست حبسِ جبر کرد
جو عاشق نہیں ہے اس کو جبر کا قیدی بنا دیا

ایں تجلی مہ ست ایں ابر نیست
یہ چاند کی تجلی ہے، ابر نہیں ہے

جبر آں امارۂ خود کامہ نیست
خود غرض (نفس) امارہ کا جبر نہیں ہے

کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر
جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے

ذکر ماضی پیشِ ایشاں گشت لاش
گذشتہ کی یاد تو ان کے لئے کچھ بھی نہیں

---

1. محبوس۔ پابند، قیدی۔ کو۔ کہ او۔ ترجیح۔ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کرنا۔ طرف۔ شق، فریق، جانب۔ کنف۔ کنارہ، طرف۔ ہوشِ جاں۔ روحانی زندگی۔ وسواس۔ یعنی مشاغل دنیوی۔ تا بگوشت۔ یعنی انسان جب دنیاوی مشاغل چھوڑ دیتا ہے، اس کو ملاءِ اعلیٰ سے مناسبت ہو جاتی ہے۔ وحی۔ اس سے مراد الہام ہے جو غیر نبی کو بھی ہوتا ہے۔ گوشِ جاں۔ روح کے کان اور آنکھ جسم کے کان اور آنکھ کے علاوہ ہیں نیز وہ عقل کے کان اور گمان کی آنکھ سے بھی جداگانہ ہیں۔ جبر۔ یعنی جب یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ مطلق اختیار صرف ذاتِ باری کو حاصل ہے تو میرے عشق میں اور اضافہ ہو گیا جو عبادت اور ریاضت کے اضافہ کا متقاضی ہے جو لوگ عشق سے خالی ہیں وہ جبر کے معنی مجبورِ محض کے لے کر عبادات کو ترک کر بیٹھتے ہیں۔
2. معیت باحق۔ جب ذاتِ باری سے تعلق قائم ہو جاتا ہے تو وہ اس کو ہی متصرفِ حقیقی سمجھتا ہے لیکن اس کو جبر کہنا غلطی ہے۔ عامہ۔ عام لوگ۔ امارہ۔ یعنی وہ نفس جو برائی پر آمادہ کرتا ہے۔ خودکامہ۔ خودغرض۔ نیست۔ یعنی اگر کوئی اللہ کے کامل الاختیار کے مقابلہ میں اپنے ناقص اختیار کو جبر کے ساتھ تعبیر کر دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ آئندہ۔ مستقبل۔ فاش۔ ظاہر۔ لاش۔ لاشئ، غیر موجود۔

اختیار و جبر ایشاں دیگرست[1] قطرہا اندر صدفہا گوہرست
ان کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے صدفوں میں قطرے گوہر ہیں

ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ در صدف دُر ہائے خوردست و سترگ
باہر وہ چھوٹے اور بڑے قطرے ہیں لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں

طبع نافِ آہوست آں قوم را از بروں خوں وز دروں شاں مشکہا
اس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے باہر خون ہے اور ان کے اندر مشک ہے

تو مگو کیں نافہ بیروں خوں بود چوں بود در ناف مشکے چوں شود
تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے جب ناف میں جاتا ہے مشک کیوں بن جاتا ہے

تو مگو کایں مس[2] بروں بد محتقر در دلِ اکسیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا اکسیر کے دل میں پہنچ کر سونا کیسے بن گیا؟

اختیار و جبر در تو بد خیال چوں در ایشاں رفت شد نورِ جلال
اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا جب ان میں پہنچا تو نورِ جلال بن گیا

نان چوں در سفرہ است او باشد جماد در تن مردم شود اُو روحِ شاد
روٹی جب تک دسترخوان میں ہے وہ بے روح ہے انسان کے جسم میں پہنچ کر وہ بشاش روح بن جاتی ہے

در دلِ سفرہ نگشتہ مستحیل[3] مستحیلش جاں کند از سلسبیل
دسترخوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے روح اس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

قوتِ جان ست ایں اے راست خواں تاچہ باشد قوتِ آں جانِ جاں
اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

نان ست قوتِ تن و لیکن درنگر تاچہ قوتِ جانش باشد اے پسر
اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے، لیکن غور کر اس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟

گوشت پارہ آدمی از زورِ جاں می شگافد کوہ را با بحر و کاں
آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے، جان کے زور سے پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے

---

[1] دیگرست۔ عارفین کا جبر مزید عشق و اطاعت کا سبب ہے، عوام جو جبر کے معنی لیتے ہیں وہ شرعی احکام کے معطل ہو جانے کا باعث ہے۔ قطرہا۔ جبر محمود اور جبر مذموم کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔ پہلی مثال پانی کے قطروں کی ہے کہ وہ صدف سے باہر معمولی قطرات ہیں، صدف میں پہنچ کر قیمتی موتی بن جاتے ہیں۔ اسی طرف عارفین میں جبر کی کیفیت موجب خیر ہے۔ سترگ۔ موٹا۔ تو مگو۔ دوسری مثال نافہ کی ہے وہ باہر خون ہے، ہرن کی ناف میں پہنچ کر مشک بن جاتا ہے۔

[2] مس۔ تیسری مثال تانبے کی ہے جو اکسیر میں داخل ہو کر خالص سونا بن جاتا ہے۔ بد خیال۔ عوام میں جبر کے معنی محض ایک خیال ہیں۔ عارفین میں وہ نور بن جاتا ہے۔ نان۔ چوتھی مثال روٹی کی ہے، دسترخوان میں وہ ایک بے جان چیز ہے، انسان بدن میں پہنچ کر روح بن جاتی ہے۔ سفرہ۔ دسترخوان۔

[3] مستحیل۔ متغیر ہو جانے والا۔ جاں۔ روحِ حیوانی۔ سلسبیل۔ جنت کا چشمہ ہے یہاں بدن کی قوتِ محللہ مراد ہے۔ جانِ جاں۔ روحِ انسانی، کیونکہ وہ روحِ حیوانی سے متعلق ہے اور روحِ حیوانی جسم سے متعلق ہے۔ نان۔ روٹی، روحِ حیوانی کی غذا ہے روحِ انسانی کی غذا علوم و معارف ہیں۔

زورِ جانِ کوہکن[1] شق الحجر — زورِ جانِ جاں در انشق القمر

کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا — جان کی جان کا زور انشق القمر میں ہے

گر کشاید دل سرِ انبانِ راز — جاں بسوئے عرش سازد ترکتاز

اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھول دے — جان عرش کی جانب دوڑ جائے۔

گر زباں گوید ز اسرارِ نہاں — آتش افروزد بسوزد ایں جہاں

اگر زبان چھپے راز کہہ دے — آگ لگا دے (اور) اس جہان کو جلا دے

اضافت کردن آدم علیہ السلام زلتِ خود را بخویش کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا

و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رَبِّ[2] بِمَا اَغْوَیْتَنِی

اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب مجھے تو نے کیوں گمراہ کیا

فعل حق و فعل ماہر دو ببیں — فعل ما را ہست داں پیداست ایں

اللہ کے فعل اور ہمارے فعل، دونوں کو دیکھ — ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ، یہ ظاہر ہے

گر نباشد فعل خلق اندر میاں — پس مگو کس را چرا کردی چناں

اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو — تو کسی کو نہ کہہ کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

خلق حق افعالِ مارا موجدست — فعل ما آثارِ خلق ایزدست

اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے — ہمارے فعل اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں

لیک ہست ایں فعلِ ما مختارِ ما — زو جزا گہ مارِ ما گہ یارِ ما

لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے — اسکی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ ہے اور کبھی ہماری دوست ہے

زانکہ[3] ناطق حرف بیند یا غرض — کے شود یک دم محیطِ دو عرض

اس لئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے، یا مطلب کو — ایک دم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟

گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف — پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف

اگر معنی کی طرف گیا حروف سے غافل ہوا — کوئی آنکھ ایک دم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی

---

[1] کوہکن۔ پہاڑ کھودنے والا، فرہاد جو شیریں کا عاشق تھا جس نے شیریں کے وصال کے شوق میں پہاڑ کھود ڈالا تھا لیکن نامراد مرا۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، آنحضورؐ کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے کہ روحِ انسانی کی طاقت یہ کام کر ڈالتی ہے۔ انبان۔ تھیلا۔ ترکتاز۔ لوٹ مار۔ آتش افروزد۔ پوشیدہ اسرار کے بیان کو عوام نہ سمجھیں گے تو عالم کے فساد کا سبب بن جائے گا۔ ربنا ظلمنا۔ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا قرآنِ پاک میں یہ حضرت آدم کا قول نقل کیا گیا ہے اس میں انہوں نے اپنی خطا کو اپنی طرف منسوب کیا۔

[2] رب بما اغویتنی۔ اے رب تو نے مجھے کس سبب سے گمراہ کیا۔ یہ قرآن نے شیطان کا قول نقل کیا ہے۔ اس میں شیطان نے گمراہ کرنے کی نسبت اللہ کی تعالیٰ کی طرف ہے۔ مختار۔ پسند کرنے والا، پسندیدہ۔ مار۔ سانپ یعنی جزاء بصورت عذاب ہوگی۔ یار۔ دوست یعنی جزاء ہمارے لئے پسندیدہ ہوگی۔

[3] زانکہ۔ مولانا یہ ثابت فرما رہے ہیں کہ انسان اپنے احوال کا خود خالق نہیں ہے بلکہ انسان کے افعال کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے اس لئے کہ خالق کا اپنی مخلوق پر عملی احاطہ ضروری ہے ورنہ وہ اس کو کیسے پیدا کر سکے گا اور انسان کو اپنے افعال کا ہر طرح سے علم ہو، ایسا نہیں ہے لہٰذا انسان کو اپنے افعال کا خالق قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ناطق۔ بولنے والا۔ غرض۔ مطلب، مفہوم۔ یکدم۔ ایک آن میں۔

آں زماں کہ پیش بینی آں زماں
جس وقت تو آگے دیکھتا ہے، اس وقت
تو پس خود کے بہ بینی ایں بداں
تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے، یہ سمجھ لے

چوں محیط[1] حرف و معنی نیست جاں
جب ایک جان حروف اور معنی پر حاوی نہیں ہو سکتی ہے
چوں بود جاں خالق ایں ہر دو آں
تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

حق محیط جملہ آمد اے پسر
اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے
وا ندارد کارش از کارِ دگر
اس کو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے

گفت ایزد جانِ مارا مست کرد
اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا
چوں نداند آنکہ را خود ہست کرد
جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اس کو کیوں نہ جانے گا؟

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی
شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا؟
کرد فعل خود نہاں دیو دَنِی
کمینے شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا

گفت آدم کہ ظَلَمْنَا نَفْسَنَا
آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا
او زفعل خود نبد غافل چو ما
وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے

در گنہ اُو از ادب پنہانش کرد
انہوں نے گناہ (کے معاملہ) پر ادب کی وجہ سے اس (اللہ کے فعل) کو چھپالیا
زاں گنہ برخود زدن[2] اُو بر بخورد
اپنے اوپر گناہ لے لینے سے انہوں نے پھل کھایا

بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من
توبہ کے بعد ان سے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں
آفریدم در تو آں جرم و محن
پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں

نے کہ تقدیر و قضائے من بداں
کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟
چوں بوقت عذر کردی آں نہاں
تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟

گفت ترسیدم ادب نگذاشتم
حضرتِ آدم نے کہا میں ڈرا، ادب کو نہ چھوڑا
گفت من ہم پاسِ آنت داشتم
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اسکا لحاظ رکھا

ہر کہ آرد حرمت اُو حرمت برد
جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے
ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے

طیّبات از بہر کہ لِلطّیّبین
پاک چیزیں کس کے لئے ہیں، پاک لوگوں کے لئے
یار را خوش کن مرنجاں و ببیں
دوست کو خوش رکھ، رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

---

[1] محیط۔ احاطہ کرنے والا، گھیر لینے والا۔ عرض۔ حالت۔ طرف۔ آنکہ۔ ہردو آں۔ یعنی حروف اور مطلب۔ واندارد۔ "لَا يَشْغَلُهٗ شَانٌ عَنْ شَانٍ" اللہ تعالیٰ کو ایک حالت دوسری حالت سے غافل نہیں بناتی ہے۔ گفت۔ قول، یعنی کلمہ کن۔ دیو۔ شیطان۔ دنی۔ کمینہ۔ فعل خود۔ یعنی اپنے کسب کو۔ آدم۔ حضرت آدم نے ظلم کی اپنی طرف نسبت نسب کے اعتبار سے کی ورنہ اس کا خلق، اللہ کی طرف منسوب تھا جس کو ادباً ذکر نہیں کیا۔ شعر، گناہ گرچہ بنود اختیار ما حافظ۔ تو در طریق ادب کوش و گو گناہ من ست۔ برخود زدن۔ اپنے اوپر لگالینا، اپنے ذمہ لازم کر دینا۔

[2] برخوردن۔ پھل پانا، نتیجہ حاصل کرنا۔ آفریدم۔ میں نے پیدا کیا۔ محن۔ محنت کی جمع ہے یعنی احکام کی پابندی میں جو مشقتیں ہیں۔ بداں۔ بود آں یعنی آدم کا گندم کھالینا۔ نہاں۔ یعنی تو نے عذر کے وقت یہ کیوں نہیں کہا کہ تقدیر کے مطابق میں نے گندم کھایا ہے۔ ترسیدم۔ یعنی بے ادبی سے۔ گفت۔ یعنی خدا نے فرمایا ہے۔ ت۔ برائے تو کے معنی میں ہے۔ حرمت۔ عزت واحترام۔ لوزینہ۔ بادام کا حلوہ۔ طیبات۔ پاک چیزیں، پاک عورتیں۔ طیبین۔ پاک لوگ۔ یار۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔

تمثیل

یک مثال اے دل پے فرقے[1] بیار — تا بدانی جبر را از اختیار

اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا — تاکہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے

دست کو لرزاں بود از ارتعاش — وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش

وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے — اور وہ ہاتھ جس کو تو جگہ سے ہلا رہا ہے

ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس — لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس

دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ — لیکن اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے

زاں پشیمانی کہ لرزانیدیش — چوں پشیمان نیست مردِ مرتعش

اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تو نے ہلایا ہے — رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے

مرتعش را کے پشیماں دیدہٗ — برچنیں جبرے چہ برچسپیدہٗ

رعشہ والے کو تو نے کب شرمندہ دیکھا ہے؟ — اس قسم کے جبر کو تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

بحث عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر — تا ضعیفے[2] رہ برد آنجا مگر

یہ عقلی بحث ہے، عقل کیا ہے، حیلہ گر ہے — شاید کوئی کمزور (اسکے ذریعہ) اس مقام تک پہنچ جائے

بحث عقلی گر دُر و مرجاں بود — آں دگر باشد کہ بحث جاں بود

عقلی بحث، خواہ موتی اور مونگا ہو — روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے

بحث جاں اندر مقامے دیگرست — بادۂ جاں را قوامے دیگرست

روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے — روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے

آں زماں کہ بحث عقلی ساز بود — ایں عمرؓ با بوالحکم ہمراز بود

جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی — یہ (حضرت) عمرؓ ابوجہل کے ساتھ ہمراز تھے

چوں عمرؓ از عقل آمد سوئے جاں — بوالحکم بوجہل شد در بحث آں

عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے — ان کی بحث میں ابوالحکم ابوجہل بن گیا

سوئے عقل و سوئے حس اُو کامل ست — گرچہ خود نسبت بجاں اُو جاہل ست

عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے — اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے

---

[1] فرقے۔ یعنی جبر اور اختیار میں امتیاز کرنے کے لئے۔ ارتعاش۔ لرزہ، رعشہ کا مرض۔ از جاش۔ از جائے اُو۔ ہردو۔ ہاتھوں کی دونوں قسم کی حرکت اللہ کی پیدا کردہ ہے لیکن دونوں میں فرق ہے۔ ایک جبری ہے، ایک اختیاری ہے۔ مرتعش۔ حرکت اضطراری کی وجہ سے انسان کبھی شرمندگی محسوس نہیں کرتا، اختیاری ناشائستہ حرکت سے شرمندہ ہوتا ہے۔ بحث۔ یعنی جبر و اختیار کا فرق سمجھانے کے لئے جو ہم نے پہلے تقریر کی یہ عقلی بحث ہے لیکن عقل بے چاری خود کیا چیز ہے جو اس کی بحث قابل قدر ہو، یہ تو محض عوام اور روحانیت سے خالی لوگوں کے لئے ایک راہنمائی کی تدبیر ہے۔

[2] ضعیف۔ یعنی وہ لوگ جن کو وہبی علوم حاصل نہیں ہیں۔ دُر۔ موتی۔ مرجان۔ مونگا یعنی عقلی بحث خواہ کیسی حسین ہو، روحانی بحث کا مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ مقام۔ روحانی بحث کا مرتبہ وحی و الہام کا مرتبہ ہے۔ بادہ۔ شراب۔ قوام۔ کسی چیز کے حقیقی اجزاء۔ ساز بودن۔ سامان ہونا۔ بوالحکم۔ عمر بن ہشام کی پہلی کنیت ہے، اس کے بعد اس کی کنیت ابوجہل مشہور ہو گئی، رشتہ میں آنحضورؐ کا چچا تھا لیکن دشمنی میں سب سے آگے تھا، جنگ بدر میں مارا گیا۔ سوئے عقل۔ ابوجہل کے عقل و حواس میں کوئی کمی نہ تھی لیکن روحانیت سے بالکل خالی تھا۔

بحث عقلی و حِسّی اثر[1] داں یا سبب
عقلی اور حسی بحث کو اثر یا سبب سمجھ
بحث جانی یا عجب یا بُوالعجب
روحانی بحث یا عجیب ہے یا اس سے بھی بڑھ کر ہے

ضوءِ جاں آمد نماند اے مستضی
اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا
لازم و ملزوم و نافی مقتضی
لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے

زانکہ بینا را کہ نورش بازغ[2] ست
اس لئے کہ وہ بینا جس کی روشنی چمک رہی ہے
از عصا و از عصاکش فارغ ست
لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

تفسیر آیت وَ ھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ و بیانِ آں

''وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو'' آیت کی تفسیر اور اس کا بیان

بارِ دیگر ما بقصہ آمدیم
ہم پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں
ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم
ہم اس قصہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟

گر بجہل آئیم آں زندانِ اُوست
اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اس کا قید خانہ ہے
وَر بعلم آئیم آں ایوانِ اُوست
اگر علم سے بہرہ ور ہوں، وہ اس کا محل ہے

گر بخواب آئیم مستانِ وئیم
اگر ہم سو جائیں تو ہم اس کے مست ہیں
ور بہ بیداری بدستانِ وئیم
اگر بیدار ہیں، تو اس کے داستان گو ہیں

ور بگرییم ابر پُر زرقِ وئیم
اگر ہم روئیں تو اس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں
ور بخندیم آں زماں برق وئیم
اگر ہم ہنسیں تو اس وقت ہم اس کی بجلی ہیں

ور بخشم و جنگ عکس قہر اوست
اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اس کے قہر کے پرتو ہیں
ور بصلح و عذر عکس مہر اوست
اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اس کی مہر کا پرتو ہیں

ما کہ ایم اندر جہانِ پیچ پیچ
اس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟
چوں الف اُو خود کہ دارد ہیچ ہیچ
الف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے

چوں الف گر تو مجرّد می شوی
اگر الف کی طرح تو خالی ہو جائے
اندریں رہ مردِ مُفرد می شوی
تو اس راستہ میں تو یگانہ انسان بن جائے

جہد کن تا ترک غیر حق کنی
کوشش کر تاکہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے
دل ازیں دنیائے فانی بر کنی
اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے

---

[1] اثر۔ یعنی اثر سے موثر پر استدلال جیسے دھوئیں سے آگ کے وجود پر استدلال جس کو دلیل انی کہتے ہیں۔ سبب۔ یعنی علت سے معلول کے وجود پر استدلال جس کو دلیل لمی کہتے ہیں جیسے سورج کے نکلنے سے دن کے وجود پر استدلال۔ عجب۔ عجیب۔ بوالعجب۔ عجیب کا باپ یعنی بہت زیادہ تعجب خیز۔ مستضی۔ روشنی حاصل کرنے والا۔ لازم وملزوم۔ یعنی لازم کے وجود سے ملزوم کے وجود پر ملزوم کے وجود سے لازم کے وجود پر استدلال۔ نافی مقتضی۔ یعنی نافی کے وجود سے منفی کے وجود پر یا مقتضی کے وجود سے مقتضا کے وجود پر استدلال۔

[2] بازغ۔ چمکنے والا۔ فارغ۔ یعنی عقلی بحث اندھے کی لاٹھی ہے جو اس کی رہنمائی کرتی ہے، سا کے کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جہل۔ نادانی، یہ خدا کا قید خانہ ہے۔ علم۔ یعنی قرب الٰہی یہ اس کے دربار میں باریابی کا سبب ہے۔ دستان۔ داستان۔ ابر۔ بادل۔ زرق۔ صاف پانی۔ برق۔ بجلی۔ در بخشم۔ غرضیکہ جملہ صفات انسانی اللہ کی شانوں کا مظہر ہیں۔ الف۔ یعنی جو ہر چیز سے خالی ہے نہ اس پر نقطہ ہے نہ حرکت۔ مجرد۔ خالی۔ مرد مفرد۔ یگانہ انسان، بے مثال۔

این سخن را نیست پایاں اے پسر — از رسولِ روم بر گو و ز عمرؓ

اے بیٹا! اس بات کی انتہا نہیں ہے — روم کے ایلچی اور حضرتِ عمرؓ کی بات کر

سوال کردنِ رسولِ روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گِلِ جسم

روم کے ایلچی کا حضرتِ عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گل کے جسم میں مبتلا ہونے کا سبب پوچھنا

از عمرؓ چوں آں رسول ایں را شنید[1] — روشنے در دلش آمد پدید

اس ایلچی نے (حضرتِ) عمرؓ سے جب یہ سنا — اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی

محو شد پیشش سوال و ہم جواب — گشت فارغ از خطا و از صواب

سوال اور جواب بھی اس کے سامنے مٹ گیا — صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو گیا

اصل را دریافت بگذشت از فروع — بہرِ حکمت کرد در پرسش شروع

اس نے اصل معلوم کر لی فروع کو چھوڑ دیا — حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی

با عمر گفت اُو چہ حکمت بود و سرّ — حبسِ ایں صافی دریں خاکِ کدر

(حضرتِ) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز تھا؟ — اس مصفا چیز کو اس مکدر مٹی میں قید کرنے کا

آبِ صافی درِ گلے پنہاں شدہ — جانِ صافی بستۂ ابداں شدہ

صاف پانی، مٹی میں چھپا ہوا ہے — مصفیٰ روح جسموں سے وابستہ ہو گئی

فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود — مرغ را اندر قفس[2] کردن چہ سود

فرمایئے یہ کیا حکمت تھی؟ — پرندہ کو پنجرے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

گفت تو بحثے شگرفے می کُنی — معنے را بند حرفے می کُنی

(حضرتِ عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کر رہا ہے — معنیٰ کو لفظوں میں قید کر رہا ہے

حبس کردی معنے آزاد را — بند حرفے کردۂ تو باد را

آزاد معنیٰ کو تو نے قید کر دیا — آواز کو بھی تو نے لفظوں کا پابند کر دیا

از برائے فائدہ ایں کردۂ — تو کہ خود از فائدہ در پردۂ

تو نے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے — حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے

آنکہ ازوے فائدہ زائیدہ شد — چوں نہ بیند آنچہ مارا دیدہ شد

جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے — وہ اس کو کیوں نہ دیکھے گا جس کو ہم نے دیکھا ہے

---

1. ایں راشنید۔ یعنی حضرت عمرؓ نے روح کے بارے میں جو تقریر کی تھی۔ محو شد۔ یعنی سوال و جواب ختم ہو گئے اور اس کو شرحِ صدر ہو گیا۔ اصل۔ یعنی اس کو معلوم ہو گیا کہ اشیاء کے وجود کا اصل سبب کلمہ کُنْ ہے۔ فروع۔ یعنی اشیاء کے وجود کے جزوی اسباب۔ حکمت۔ یعنی اللہ کے افعال کی حکمتیں۔ گفت۔ اس نے دریافت کیا کہ روح کو جسم میں مقید کرنے کی کیا حکمت ہے۔ آب صافی۔ یعنی روح۔ گل۔ یعنی انسانی جسم۔ مرغ۔ یعنی روح۔
2. قفس۔ یعنی انسانی بدن۔ شگرف۔ شین کے کسرہ اور گاف کے فتحہ کے ساتھ، عجیب، عظیم۔ حبس۔ قید کرنا۔ باد۔ ہوا یعنی آواز، انسان معنی اور آواز جیسی آزاد چیزوں کو لفظوں میں مقید کرتا ہے تو اس میں لامحالہ کوئی نہ کوئی حکمت اور فائدہ پیش نظر ہوتا ہے۔ آنکہ۔ جو ذات فائدوں کی خالق ہے اس کے افعال میں کوئی نہ کوئی فائدہ کیوں مضمر نہ ہو گا۔

صد ہزاراں[1] فائدہ است و ہر یکے — صد ہزاراں پیشِ آں یک اندکے

لاکھوں فائدے ہیں — اور انمیں سے ایک کے سامنے لاکھوں فائدے کم ہیں

آں دمِ نطقش کہ جانِ جانہاست — چوں بود خالی ز معنی گوئے راست

اس کی گویائی کا افسوں جو جانوں کی جان ہے — معنی سے کب خالی ہوگا؟ سچ کہنا

آں دمِ نُطقت کہ جزوِ جزو ہاست — فائدہ شد کُلِ کُل خالی چراست

تیری گویائی جو جزوں کا جزو ہے — مفید ہوئی، تو کل کا کل خالی کیوں ہے؟

تو کہ جزوی کارِ تو با فائدہ است — پس چرا در طعنِ کل آری تو دست

تو جو ایک جزو ہے، تیرا کام بافائدہ ہے — پھر تو کل پر طعنہ زنی کے لئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟

گفت را گر فائدہ نبود مگو — ور بود ہِل اعتراض و شکر جو

بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول — اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر

شکر حق[2] چوں طوق ہر گردن بود — نے جدال و رُو ترش کردن بود

اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہئے — نہ کہ جھگڑا اور منہ بگاڑنا

گر تُرشرو بودن آمد شکر و بس — ہمچو سِرکہ شکر گوئے نیست کس

اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے — تو سرکہ کا سا شکر گذار کوئی نہیں ہے

سرکہ را گر راہ باید در جگر — گو بشو سرکنگبیں اُو از شکر

اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہئے — کہہ دو، شکر سے مل کر سکنجبین بنے

معنی اندر شعر جز با خبط نیست — چوں فلا سنگ ست آنرا ضبط نیست

شعر میں معنی بیان کرنا بغیر گڑبڑ (ممکن) نہیں ہے — جنگل کے پتھروں کی طرح ہے انکا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

در بیانِ حدیث ''مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَھْلِ التَّصَوُّفِ''

حدیث ''جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے'' کا بیان

آں رسول اینجا رسید و شاہ شد — والہ اندر قدرتُ اللہ شد

وہ ایلچی اس جگہ پہنچ کر شاہ بن گیا — اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہو گیا

---

[1] صد ہزاراں۔ روح کو مقید کرنے میں لاکھوں فائدے ہیں اوران میں سے ہر ایک ہمارے لاکھ فائدوں سے بڑھا ہوا ہے۔ دمِ نطقش۔ یعنی کلمہ کن۔ جانِ جانہا۔ تمام جانداروں کی جان کا اصلی سبب ہے۔ معنی۔ یعنی افادیت۔ دمِ نطقت۔ یعنی انسان کا کلام جو حادث ہے جب وہ فائدے سے خالی نہیں تو کل کل، یعنی کلامِ قدیم کارکن فائدے سے کیسے خالی ہوسکتا ہے۔ تو کہ۔ جب انسان کا کام فائدے سے خالی نہیں ہوتا ہے تو کل یعنی ذاتِ باری کے کام پر بے فائدہ ہونے کے طعنہ کا کیا موقع ہے۔ گفت۔ تیرا کلام جو تو نے سوال میں کیا ہے اگر مفید ہے تو مدعا ثابت ہو گیا یعنی کلامِ باری بھی مفید ہوگا جیسا کہ اوپر کے اشعار میں بتایا گیا اور اگر یہ تیرا کلام غیر مفید ہے تو ایسا کلام ہی نہ کرنا چاہئے لہٰذا تجھے یہ سوال ترک کر دینا چاہئے نیز یہ ملب بھی ہے کہ غیر مفید سوال کرنا درست نہیں ہے، مفید سوال بھی بشکل اعتراض نہ ہونا چاہئے بلکہ شکر گوئی کے طریقہ پر ہونا چاہئے۔

[2] شکر حق۔ انسانوں کا شکر گذار ہونا اللہ کا شکر گذار ہونا ہے۔ نے جدال۔ لڑائی اور جھگڑے کے طریقہ پر سوال کرنا شکر گذاری کا طریقہ نہیں۔ سرکہ۔ اگر ترشروئی، شکریہ ادا کرنے کا طریقہ ہو تو پھر سرکہ سے زیادہ شکر گذار کون ہوگا۔ از شکر۔ اگر جگر تک مقبولیت کی خواہش ہے تو سرکہ کو شکر میں ملا کر سکنجبین بنالو۔ معنی۔ اس موضوع کی وضاحت شعروں کے ذریعہ نہیں ہوسکتی۔ شعر میں معنی توڑ پھوڑ کر سموئے جاتے ہیں معنی ایک وسیع چیز ہے۔ حدیث۔ یعنی اولیاء اللہ کا قول ہے۔ اینجا۔ قدرتِ الٰہی کی معرفت۔ شاہ۔ یعنی عارف باللہ، دنیا سے مستغنی۔ والہ۔ حیران، دیوانہ۔

آں رسول از خود بشد زیں یکدو جام
وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بے خود ہو گیا
نے رسالت یاد ماندش نے پیام
نہ اس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

سیل[1] چوں آمد بدریا بحر گشت
سیلاب دریا میں پہنچا، دریا بن گیا
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت
دانہ جب کھیت میں پہنچا کھیتی بن گیا

سیل چوں آمد بدریا محو گشت
سیلاب جب دریا میں پہنچا، فنا ہو گیا
میغ پیشِ تیغ شمسی ضو گشت
ابر، سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بن گیا

چوں تعلق یافت ناں با بوالبشر
روٹی کا تعلق جب (حضرتِ) آدم سے ہوا
نانِ مردہ زندہ گشت و باخبر
مردہ روٹی، زندہ اور باخبر ہو گئی

موم و ہیزم چوں فدائے نار شد
موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی
ذاتِ ظلمانیِ اُو انوار شد
اس کی تاریک ذات انوار بن گئی

سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں
سرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہنچا
سنگ بینائی شد انجا دیدہ باں
بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا

اے خنک آں مرد کز خود رستہ شد
بہت ہی قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا
در وجودِ زندۂ پیوستہ شد
اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا

وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست
افسوس ہے اس زندہ پر جو مردے کا ہم نشین ہوا
مردہ گشت و زندگی ازوے بجست
مردہ ہو گیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

چوں تو در قرآنِ[2] حق بگریختی
جب تو نے قرآن کی پناہ میں آ گیا
باروانِ انبیاء آمیختی
انبیاء کی روح سے گھل مل گیا

ہست قرآں حالہائے انبیاء
قرآن میں انبیاء کے احوال ہیں
ماہیانِ بحر پاکِ کبریا
جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں

ور بخوانی و نہٖ قرآں پذیر
اگر تو پڑھتا ہے اور تو قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہے
انبیاء و اولیاء را دیدہ گیر
انبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ

ور پذیرائی چو برخوانی قصص
اگر تو عمل پیرا ہے، جب قصے پڑھے
مرغِ جانت تنگ آید در قفص
تو تیری جان کا پرند پنجرے میں تنگ ہو جائے

---

[1] سیل۔ فیض صحبت کی ایک مثال ہے یعنی سیلاب کا پانی دریا میں مل کر دریا بن جاتا ہے، اسی طرح وہ ایلچی حضرت عمرؓ جیسے عارف باللہ انسان کی صحبت میں عارف باللہ بن گیا۔ دانہ۔ یہ فیض صحبت کی دوسری مثال ہے۔ یہ فیض صحبت کی تیسری مثال ہے۔ باخبر۔ زندہ کا جزو زندہ اور باخبر کا جزو باخبر ہوگا، یہ چوتھی مثال ہے۔ موم۔ یہ بھی فیض صحبت سے تبدیلی کی ایک مثال ہے۔ سنگ سرمہ۔ یعنی ناقص، کامل کی صحبت سے کمال حاصل کر لیتا ہے۔ زندہ۔ یعنی مرشد اولی اللہ جو زندہ دل ہے۔ زندہ۔ یعنی وہ شخص جس میں صلاحیت تھی۔ مردہ۔ یعنی مردہ دل، ناقص پیر۔ درگریختن۔ پناہ پکڑنا۔

[2] قرآن۔ یعنی اگر ولی کامل میسر نہ آئے تو قرآن سے فیض حاصل کرنا چاہیے۔ قرآن پذیر۔ یعنی قرآنی احکام کا عامل۔ انبیاء و اولیاء۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کی تعلیمات پر عمل کرنا جس طرح مفید ہے، اسی طرح ان کی زیارت بھی مفید ہے، اسی طرح قرآنی تعلیمات پر عمل کرنا بھی مفید ہے اور محض زبانی تلاوت بھی مفید ہے۔ قفص۔ یعنی دنیا، قرآنی تعلیمات پر عمل آخرت کی طرف متوجہ کر دے گا، دنیا سے دل گھبرانے لگے گا۔

مرغ[1] کو اندر قفس زندانی ست — می نجوید رستن از نادانی ست
جو پرند پنجرے میں قیدی ہے — چھٹکارا نہ چاہے، تو نادانی ہے

روحہائے کز قفسہا رستہ اند — انبیاء و رہبر شائستہ اند
جو روحیں پنجروں سے آزاد ہو گئی ہیں — انبیاء۔ اور شائستہ مرشد ہیں

از بروں آوازِ شاں آید بریں — کہ رہِ رستن ترا اینست ایں
باہر سے ان کی آواز اس طرح آتی ہے — کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ بھی ہے یہی ہے

مابدیں رستیم زیں تنگیں قفص — غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفص
ہم اس تنگ پنجرے سے اسی (راستہ) سے چھوٹے ہیں — اس رستہ کے علاوہ اس پنجرے سے (چھٹنے کی) کوئی تدبیر نہیں ہے

خویش را رنجور ساز و زار زار — تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنا لے — تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں

کاشتہارِ خلق بند محکم ست — در رہِ ایں از بند آہن کے کم ست
مخلوق میں شہرت، مضبوط بیڑی ہے — راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے

یک حکایت بشنو اے زیبا رفیق — تابدانی شُرطِ[2] ایں بحر عمیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے — تاکہ اس گہرے سمندر کی موافق ہوا کو تو سمجھ لے

بشنو اکنوں داستانے در مثال — تاشوی واقف بر اسرارِ مقال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے — تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستاں بتجارت میرفت و پیغام

ایک سوداگر کا قصہ جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جا رہا تھا اور ایک قیدی

دادنِ طوطی محبوس بطوطیانِ ہندوستان

طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے اُو را طوطئے — در قفس محبوس زیبا طوطئے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی — ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی

چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد — سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا — اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا

---

[1] مرغ۔ روح کو آزاد کرنے کی ترکیب قرآن خوانی ہے۔ اگر اس پر کوئی عمل نہ کرے تو نادانی ہے۔ انبیاء۔ نبی اور کامل مرشد کی روحیں قفس سے آزاد ہیں۔ بروں۔ یعنی عالم بالا، ان بزرگوں کی روحیں عام انسانوں کو درسِ عبرت دے رہی ہیں اور روح کی آزادی کا طریقہ بتا رہی ہیں۔ قفس۔ سین اور صاد دونوں سے صحیح ہیں۔ رنجور۔ بیمار، منکسر المزاج، انسان کا کبر و غرور اس راہ پر چلنے میں رکاوٹ ہے۔ اشتہار۔ مال و دولت کے ذریعہ شہرت طلبی۔

[2] شرط۔ سمندر کی ہوا جو جہاز کے موافق ہو۔ بحر عمیق۔ گہرا سمندر۔ اسرار۔ سر کی جمع، راز۔ مقال۔ قول، بات۔ قصہ۔ پہلے سمجھایا گیا ہے کہ واصل بحق ہونے کا طریقہ فنا ہے، شہرت مانع بنتی ہے۔ اس قصہ اور حکایت کا خلاصہ یہی ہے کہ ایک طوطی نے مردہ بن کر دوسری طوطی کو تعلیم اور قفس سے رہائی کا راستہ بتایا۔ مُوْتُو قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُو کی یہی تفسیر ہے۔ بازرگان۔ تاجر، سوداگر۔ زیبا۔ خوبصورت۔

ہر غلام و ہر کنیزک[1] رازِ جود
ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے

گفت بہر تو چہ آرم گوئے زود
کہا، جلد بتا، تیرے لئے کیا لاؤں؟

ہر یکے ازوے مرادے خواست کرد
ہر ایک نے اس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی

جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا

گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں
اس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے

کآرمت از خطۂ ہندوستاں
جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں
اس طوطی نے اس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں

چوں بہ بینی کن زحالِ من بیاں
جب تو دیکھے، میرا حال بیان کر دینا

کہ فلاں طوطی کہ مشتاقِ شماست
کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے

از قضائے آسماں در حبس ماست
آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے

بر شما کرد اُو سلام و داد خواست
اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے

وزشما چارہ رہِ ارشاد خواست
اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے

گفت میشاید کہ من در اشتیاق
اس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں

جاں دہم اینجا بمیرم در فراق
اس جگہ جان دے دوں اور فراق میں مر جاؤں

ایں روا باشد کہ من در بند سخت
کیا یہ جائز ہوگا کہ میں سخت قید میں رہوں

گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟

ایں چنیں باشد وفا اے دوستاں
اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے

من دریں حبس و شما در بوستاں
میں اس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟

یاد آرید اے مہاں زیں مرغِ زار
اے صاحبان! اس تباہ حال پرند کو یاد کر لو

یک صبوحے درمیانِ مرغزار
کسی صبح کو، سبزہ زار میں

یاد آرید از محبتہائے ما
ہماری محبتوں کو یاد کرو

حقِ مجلسہا و صحبتہائے ما
ہماری ہم نشینوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)

یادِ یاراں یار را میموں بود
دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے

خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود
خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اے حریفاں بابت موزونِ خود
اے دوستو (تم) اپنے حسین محبوب کیساتھ (جام نوش کر رہے ہو)

من قدحہائی خورم از خونِ خود
میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں

یک قدح مے نوش کن بر یادِ من
میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی

گرہمی خواہی کہ بدہی دادِ من
اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے

یا بیادِ ایں فتادہ خاک بیز
یا، اس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں

چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز
جب تو پیے، ایک گھونٹ زمین پر بہا دے

---

[1] کنیزک۔ لونڈی۔ جود۔ سخاوت۔ نیک مرد۔ یعنی سوداگر۔ ارمغاں۔ تحفہ، سوغات۔ خطہ۔ ملک، علاقہ۔ حبس۔ قید۔ داد۔ انصاف۔ چارۂ رہ۔ یعنی راہِ نجات کی تدبیر۔ ارشاد۔ رہنمائی۔ بوستاں۔ باغ۔ مہاں۔ مہ کی جمع، سردار۔ صبوح۔ صبح کی شراب۔ مرغزار۔ چمن۔ میموں۔ مبارک۔ خاصہ۔ یعنی خصوصاً جب عشق و محبت ایسا ہو جیسا لیلیٰ اور مجنوں میں تھا۔ قدح۔ پیالہ، جام۔ جرعہ۔ گھونٹ۔

اے عجب آں عہد و آں سوگند[1] کو — وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو

ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟ — اس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

گر فراقِ بندہ از بد بندگی ست — چوں تو بابد بدکنی پس فرق چیست

اگر بندہ سے جدائی اس کی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے — جب تو برے کے ساتھ برا کرے تو فرق کیا ہے؟

اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ — با طرب تر از سماعِ بانگ چنگ

اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے — سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے

اے جفائے تو زدولت خوب تر — و انتقامِ تو زجاں محبوب تر

اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے — اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے

نارِ تو این ست نورت چوں بود — ماتم ایں تا خود کہ سورت چوں بود

تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہوگا؟ — تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہوگی؟

از حلاوتہا کہ دارد جورِ تو — وزلطافت کس نیابد غورِ تو

تیرا ظلم جو شیرینیاں رکھتا ہے — اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پا سکتا ہے

فی المثل جورت اگر عریاں شود — گر جہاں گریاں بود خنداں شود

بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے — عالم اگر رو رہا ہو تو ہنسنے لگے

نالم و ترسم کہ اُو باور کند[2] — وز ترحم جور را کمتر کند

میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے — اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد — اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد

میں اس کے قہر اور مہربانی پر واقعتہً عاشق ہوں — تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں

عشق من بر مصدرِ ایں ہر دو شد — چوں نباشد عشق کزوے نیست بد

میرا عشق ان دونوں کے منبع سے ہے — عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے

واللہ ار زیں خار در بستاں شوم — ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم

واللہ اگر اس خار سے (ہٹ کر) باغ میں چلا جاؤں — اس وجہ سے بلبل کی طرح نالہ کروں

ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں — تا خورد اُو خار را با گلستاں

یہ عجیب بلبل ہے کہ منہ پھلاتی ہے — تاکہ گلستان کو مع کانٹے کے نگل لے

---

[1] سوگند۔ قسم۔ فرق چیست۔ عمر خیام نے کہا ہے (شعر) ناکردہ گناہ در جہاں کیست بگو۔ آنکس کہ گنہ نکرد چوں زیست بگو۔ من بدکنم وتو بد مکافات دہی۔ پس فرق میان دمن وتو چیست بگو۔ طرب۔ مستی۔ سماع۔ سننا۔ چنگ۔ سارنگی۔ انتقام۔ بدلہ لینا۔ نار۔ یعنی سزا۔ نور۔ یعنی ثواب۔ ماتم۔ رنج کی مجلس۔ سور۔ شادی کی محفل۔ لطافت۔ باریکی، نزاکت۔ غور۔ گہرائی۔ عریاں۔ منکشف، ننگا، ایک مومن کی تکالیف اس کے لئے کفارۂ سیئات ہوتی ہیں تو انجام کے اعتبار سے یہ مصائب خوشی کا سبب ہیں۔

[2] باور کند۔ یقین کر لے کہ میرا رونا مصیبت کے ازالہ کے لئے ہے اور رحم کھا کر ستانا چھوڑ دے۔ جد۔ جیم کے کسرہ کے ساتھ، کوشش، واقعتہً۔ ضد۔ مخالف، متباین۔ مصدر۔ نکلنے کی جگہ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ جس سے قہر اور مہر کا صدور ہوتا ہے۔ خار۔ یعنی قہر۔ زیں سبب۔ یعنی قہر کے مہر میں تبدیل ہونے کی وجہ سے۔ عجب بلبل۔ یعنی عاشق صادق کے لئے دوست کی جانب سے قہر اور مہر میں یکساں لذت ہے۔

ایں نہ بلبل ایں نہنگ آتش ست
یہ بلبل نہیں ہے (بلکہ) یہ آگ کا مگرمچھ ہے
جملہ ناخوش ہا زعشق او را خوش ست
عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اس کو گوارا ہیں

عاشقِ کلّ[1] ست و خود کل ست او
وہ کل کا عاشق ہے اور وہ خود کل ہے
عاشقِ خویش ست و عشقِ خویش جو
اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

صفت اولی اجنحہ طیورِ عقلِ الٰہی

عقولِ الٰہی کے پردار پرندوں کا ذکر

قصۂ طوطیِ جاں زینساں بُوَد
جان کی طوطی کا حال اس طرح کا ہے
کو کسے کو محرمِ مُرغاں بود
وہ کہاں ہے جو ان پرندوں کا محرم ہو؟

کو یکے مُرغے ضعیفے بے گناہ
جو کہ ایک پرند، کمزور، بے گناہ ہے
و اندرونِ او سلیماں با سپاہ
جسکے اندر (حضرتِ) سلیمانؑ سپاہیوں کے ساتھ ہیں

چوں بنالد زار اے شکر و گلہ
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے
افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
تو ساتوں آسمانوں میں شور مچ جاتا ہے

ہر دمش[2] صد نامہ صد پیک از خدا
اسکے پاس ہر وقت سو پیام اور سو قاصد خدا کیجانب سے (آتے) ہیں
یا ربے زو شصت لبیک از خدا
اس کی طرف سے ایکبار یارب ہوتا ہےاور خدا ساٹھ مرتبہ لبیک کہتا ہے

زَلتِ او بہ ز طاعت پیشِ حق
اس کی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے
پیشِ کفرش جملہ ایماں ہا خلق
اس کے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پرانے ہیں

ہر دمے او را یکے معراجِ خاص
اس کو ہر لحظہ ایک خاص معراج ہوتی ہے
برسر تاجش نہد حق تاجِ خاص
اس کے تاج پر اللہ تعالیٰ ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے

صورتش بر خاک و جاں در لامکاں
اس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے
لامکانے فوقِ وہمِ سالکاں
وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے

لامکانے نے کہ در وہم آیدت
وہ ایسا لامکاں نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے
ہر دمے در وے خیالے زایدت
ہر لحظہ اس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو

---

[1] کل۔ یعنی ذات باری جو جامع الصفات ہے۔ عاشق خویش است۔ ہم اسی کل کے جزو ہیں لہذا کل سے عشق گویا اپنے سے عشق ہے، عراقی نے کہا۔ شعر۔ ظاہر و باطن توئی طالب و مطلوب تو۔ واں دگر نامے ست اندر ہرزباں انداختہ۔ اجنحہ۔ جناح کی جمع، بازو۔ طیور۔ طائر کی جمع، پرند۔ عقول۔ یعنی مجرد روحیں۔ کو۔ کجا، کہ او۔ محرم۔ راز دار، ہمراز۔ مرغ۔ یعنی روح جس کا جسم عنصری ریاضتوں سے کمزور ہو گیا ہے اور معصوم ہے اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور ان کے لشکر کی قوت ہے۔ نالد۔ یعنی جب ایسی روح درد و فراق سے نالاں ہوتی ہے تو ملائکہ متاثر ہوتے ہیں۔

[2] ہر دمش۔ ایسی روح سے اللہ تعالیٰ کے نام و پیام جاری رہتے ہیں وہ ایک باریارب کہتی ہے تو جناب باری سے متعدد بار لبیک کی صدا آتی ہے۔ پیک۔ قاصد۔ شصت۔ ساٹھ۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، خدا کی طرف جب اس کی نسبت ہو تو دعا قبول کرنے کے معنی میں ہوگا۔ زلت۔ لغزش، چونکہ اس کی لغزش توبہ اور استغفار کا سبب بنتی ہے تو مراتب اور بڑھ جاتے ہیں۔ خلق۔ خاء اور لام کے فتحہ کے ساتھ، پرانا۔ کفر۔ یعنی خلاف شریعت بات جیسے بعض اولیاء اللہ کا کلمہ سبحانی ما اعظم شانی میری ذات پاک ہے میری شان کس قدر بڑی ہے۔ معراج۔ یعنی درجات کی ترقی۔ صورت۔ جسم۔ لامکاں۔ وہ جگہ جو مکان و زمان سے منزہ ہے۔ سالکاں۔ علماء ظاہر۔

بل مکان و لامکاں در حکمِ او ہمچو در حکمِ بہشتی چار[1] جو
بلکہ مکان اور لامکاں اس کے حکم میں ہیں جیسے بہشتی کے حکم میں چار نہریں

شرحِ ایں کوتہ کن و رخ زیں بتاب دَم مزن واللہ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
اس بات کی شرح مختصر کردے اور اس سے رخ موڑ لے دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے

باز می گردیم ازیں اے دوستاں سوئے مُرغ و تاجر ہندوستاں
اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

دیدنِ خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہنچانا

مردِ بازرگاں پذیرفت ایں پیام کو رساند سوئے جنس ازوے سلام
سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا کہ وہ اس کے ہم جنس کو اس کا سلام پہنچا دے گا

چونکہ تا اقصائے ہندوستاں رسید در بیاباں طوطئی چندے بدید
جب وہ ہندوستان کے حدود میں پہنچا اس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں

مرکب استانید و پس آواز داد آں سلام و آں امانت باز داد
سواری روکی اور پھر آواز دی وہ سلام اور وہ امانت پہنچا دی

طوطئے از طوطیاں لرزید و پس اُو فتاد و زود بگسستش نفس
طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا

شد پشیماں خواجہ از گفت خبر گفت رفتم در ہلاکِ جانور
خبر پہنچانے سے خواجہ پریشان ہوا اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

ایں مگر خویش ست با آں طوطیک ایں مگر دو جسم بود و روح یک
شاید یہ طوطی اس طوطی کی رشتہ دار ہے شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے

ایں چرا کردم چرا دادم پیام سوختم بیچارہ رازیں گفت خام
میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہنچایا؟ اس فضول بات سے میں نے بے چاری کو جلا ڈالا

ایں زباں چو سنگ و فم آہن وش ست آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست
یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور منہ لوہا جیسا ہے جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے

سنگ و آہن را مزن برہم گزاف گہ ز روئے نقل و گہ از روئے لاف
خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے

زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار درمیانِ پنبہ چوں باشد شرار
کیونکہ اندھیرا ہے، ہر جانب روئی ہے شعلہ روئی میں کیسے رک سکتا ہے؟

---

[1] چار جو۔ چار نہریں جو بہشت میں جنتیوں کے حکم کے تابع ہوں گی، پانی کی نہر، شہد کی نہر، دودھ کی نہر، شراب کی نہر۔ سوئے جنس۔ یعنی دوسری طوطیاں۔ اقصائے ہند۔ ہندوستاں کی سرحد۔ مرکب۔ سواری۔ امانت۔ یعنی طوطی کا پیغام۔ خواجہ۔ یعنی سوداگر۔ سنگ۔ پتھر۔ فم۔ منہ۔ گزاف۔ بے ہودہ بات۔ لاف۔ شیخی۔ تاریکی۔ یعنی دلوں کی تاریکی۔ پنبہ۔ روئی۔ شرار۔ یعنی اسرارِ توحید تاریک دل عوام کے سامنے بیان کرنا تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔

ظالم آں قومیکہ چشماں[1] دوختند
وہ لوگ ظالم ہیں جنھوں نے آنکھیں سی لیں

وزسخنہا عالمے را سوختند
اور باتوں سے جہاں کو جلا ڈالا

عالمے را یک سخن ویراں کند
ایک بات، جہان کو ویران کر دیتی ہے

روبہانِ مردہ را شیراں کند
مردہ لومڑیوں کو شیر کر دیتی ہے

جانہا دراصل خود عیسیٰؑ دم اند
روحیں اپنی اصل میں (حضرتِ) عیسیٰؑ کا سا دم رکھتی ہیں

یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند
ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں

گر حجاب از جانہا برخاستے
اگر روحوں سے پردہ اٹھ جائے

گفت ہر جانے مسیح آسا ستے
تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے

گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر
اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے

صبر کن زیں حرص و ایں حلوا مخور
(تب بھی) اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا

صبر باشد مشتہائے[2] زیرکاں
عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے

ہست حلوا آرزوئے کودکاں
حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے

ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود
جو صبر اختیار کر لیتا ہے، آسمان سے بلند ہو جاتا ہے

ہر کہ حلوہ خورد واپس تر رود
جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

تفسیر قولِ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہٗ

شیخ فرید الدین قدس سرہ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے عاقل میانِ خاک خوں میخور
اے عقلمند! تو صاحب دل ہے مٹی میں خون پئے جا

کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد
اسلئے کہ صاحب دل اگر زہر کھاتا ہے تو وہ شہد بنجاتا ہے

صاحب دل را ندارد آں زیاں
صاحب دل کو نقصان نہیں پہنچتا ہے

گر خورد او زہر قاتل را عیاں
اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے

زانکہ صحت یافت و ز پرہیز رست
اسلئے کہ وہ صحت یاب ہوگیا ہے اور پرہیز سے نجات پاگیا

طالب مسکیں میانِ تپ درست
اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ اے طالب جری
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ (اے گستاخ مرید)

ہاں مکن با ہیچ مطلوبے مری
کسی مرشد کی کبھی برابری نہ کر

---

[1] چشماں۔ یعنی وہ لوگ جو دل کے اندھے ہیں اور مدعی ہیں غلط انداز سے اسرار کی باتیں کر کے عالم میں فساد برپا کرتے ہیں۔ روبہانِ مردہ۔ مردہ لومڑیاں یعنی وہ لوگ جو دین کی باتوں پر اعتراض کرنے کے عادی ہیں۔ اصل۔ فطرت۔ عیسیٰ دم۔ وہ لوگ جن کی پھونک میں وہ اثر ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دم کر دینے میں تھا کہ بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ گفت۔ گفتار۔ بات آسا۔ مانند۔ گر۔ روح سے جسمانی حجاب رفع کرنے کی ترکیب ہے۔ حلوہ۔ یعنی جسمانی لذت کی باتیں۔ صبر۔ صاد کے فتحہ سے، ضبط نفس، کسر خواہش اور صاد کے کسرہ سے بمعنی ایلوا جو ایک کڑوی دوا ہے۔

[2] مشتہی۔ وہ چیز جس کو دل چاہے۔ ہر کہ۔ صبر کرنے والوں کے مراتب بلند ہوتے ہیں اور لذائذ جسمانی سے انسان کے مراتب کا تنزل ہوتا ہے۔ تو صاحب نفسی۔ یعنی ناقص لوگوں کے لئے جو باتیں مضر ہیں درجہ کمال پر پہنچ کر مضر نہیں رہتی ہیں۔ آں۔ یعنی زہر۔ عیاں۔ برملا، بکھلم کھلا۔ زانکہ۔ بہت سی چیزیں مریض کے لئے مضر ہوتی ہیں، صحت یاب ہونے پر وہ مضر نہیں رہتیں بلکہ مفید ہوتی ہیں۔ طالب۔ جو علم معرفت کے ابتدائی مراحل طے کر رہا ہے۔ مری۔ لڑائی جھگڑا۔

گفت احمدؐ گر نمی خواہی زلل ہیں مکن با ہیچ مطلوبے[1] جدل
احمد (ﷺ) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا خواہشمند نہیں ہے ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

ور تو نمرودی ست آتش در مرو رفت خواہی اوّل ابراہیمؑ شو
اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام بن

چوں نئی سبّاح نے دریائیے در میفگن خویش از خود رائیے
جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی خودسری سے اپنے آپ کو دریا میں نہ ڈال

اُو ز قعر بحر گوہر آورد از زیانہا[2] سود برسر آورد
وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

کاملے گر خاک گیرد زر شود ناقص ار زر برد خاکستر شود
کامل انسان اگر خاک لے لے سونا ہو جائے ناقص اگر سونا لے لے خاک ہو جائے

دستِ ناقص دستِ شیطان ست و دیو زانکہ اندر دامِ تلبیس ست و ریو
ناقص کا ہاتھ، شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

چوں قبولِ حق بود آں مردِ راست دست اُو درکار ہا دست خداست
سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اس لئے کاموں میں اس کا ہاتھ، خدا کا ہاتھ ہے

جہل آید پیشِ اُو دانش شود جہل شد علمیکہ در ناقص رود
اس کے سامنے جہل بھی آ تا ہے تو عقل بن جاتا ہے جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بن جاتا ہے

ہرچہ گیرد علّتی علّت شود کفر گیرد کاملے ملت شود
بیمار جو لیتا ہے، بیماری بن جاتی ہے کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بن جاتا ہے

اے مرے کردہ پیادہ باسوار سر نخواہی برد اکنوں پائے دار
اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے سنبھل کہ اب تو سر سالم نہ لے جائے گا

تعظیم کردن ساحراں موسیٰؑ را کہ اوّل تو عصا بینداز

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

ساحراں در عہد فرعونِ لعیں چوں مرے کردند با موسیٰؑ زکیں
ملعون فرعون کے زمانہ میں جادوگروں نے کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرتِ) موسیٰ سے جھگڑا کیا

---

[1] مطلوب۔ یعنی مرشد کامل۔ احمد۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کوئی حدیث نہیں ہے، مفہوم ایک درجہ میں صحیح ہے۔ زلل۔ لغزش۔ جدل۔ جھگڑا، بحث۔ مطلوب۔ یعنی مرشد، راہنما۔ نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دہکتی آگ میں ڈلوایا تھا اور اللہ کے فضل وکرم سے وہ آگ ان کے لئے گلزار بن گئی تھی۔ یعنی نمرودی صفات ہیں تو آگ، آگ ہے اور اگر تم اپنے اندر ابراہیمی صفات پیدا کرلو تو تمہارے لئے آگ، گلزار ہے۔ سباح۔ تیراک، یعنی کسی کمالات۔ دریائی۔ دریا کا رہنے والا یعنی جس میں وہبی کمالات ہوں۔

[2] از زیانہا۔ یعنی ناقص جو چیزیں، اور باتیں مضر ہیں، کامل ان سے نفع اندوز ہوتا ہے۔ ناقص۔ وہ پیر جو معرفت سے خالی ہیں۔ تلبیس۔ دھوکا دینا۔ ریو۔ مکروفریب۔ قبول۔ مقبول۔ مردِ راست۔ راست باز شیخ۔ علتی۔ بیمار۔ علت۔ بیماری۔ ملت۔ دین، شریعت۔ پیادہ۔ پیدل، یعنی مردِ ناقص۔ سوار۔ یعنی مردِ کامل۔ پائے داشتن۔ ثابت قدم رہنا۔ ساحر۔ جادوگر، شعبدہ باز۔ مرے۔ امالہ ہے مراء کا، جھگڑا، مقابلہ، اختلاف۔

لیک موسیٰ را مُقدَّم[1] داشتند ساحراں اُو را مُکرّم داشتند

لیکن (حضرتِ) موسیٰ علیہ السلام کو آگے کیا جادوگروں نے ان کو معزز مانا

زانکہ گفتندش کہ فرماں آنِ تست گر تو میخواہی عَصا بفگن نخُست

اس لئے کہ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب فرمان ہیں اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں

گفت نے اوّل شما اے ساحراں افگنید آں مکر را اندر میاں

انہوں نے فرمایا اے جادوگرو! نہیں پہلے تم وہ شعبدہ دکھاؤ

ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید وزمرے آں دست و پاہا شاں بُرید

دین کی اس قدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا اور مقابلہ بازی میں ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دیئے

ساحراں چوں قدرِ اُو بشناختند دست و پا در جرمِ آں در باختند

جادوگروں نے جب ان کا مرتبہ پہچان لیا اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال تو نۂ کامل مخور، می باش لال

نوالہ اور نکتہ کامل کے لئے حلال ہے تو کامل نہیں ہے، نہ کھا، گونگا بن جا

تو چو گوشی اُو[2] زباں نے جنس تو گوشہارا حق بفرمود اَنْصِتُوا

تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان جو تیری جنس نہیں ہے کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو

کودک اوّل چوں بزاید شیرنوش مدتے خامش بود اُو جملہ گوش

بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے ہمہ تن کان بن کر ایک مدت تک چپ رہتا ہے

مدتے می بایدش لبؔ دوختن از سخن گویاں سخن آموختن

اس کو ایک مدت تک ہونٹ سینے چاہئیں بات کرنے والوں سے بات سیکھنی چاہئے

تانیاموزد نگوید صد یکے وَر بگوید حشو گوید بے شکے

جب تک سیکھ نہیں لیتا سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے اگر بولتا ہے تو بلاشبہ بے کار بولتا ہے

ورنباشد گوش تی تی می کند خویشتن را گنگ گیتی می کند

اگر کان نہ ہوں تو تی تی کرتا ہے اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے

کرِّ اصلی کش نبود آغاز گوش لال باشد کے کند در نطق جوش

مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہ ہوں گونگا ہوتا ہے، بولنے کی ہمت کب کرتا ہے

---

[1] مقدم۔ آگے۔ مکرم۔ باعزت، معزز۔ آن۔ ملکیت۔ عصا۔ لاٹھی۔ مکر۔ یعنی شعبدہ بازی۔ ایں قدر۔ ساحروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعظیم بھی کی اور ان سے مقابلہ بھی کیا، تعظیم کے نتیجہ میں تو وہ خود مومن ہو گئے اور مقابلہ کی گستاخی کی وجہ سے انجام کار ان کے ہاتھ پیر کٹے۔ ساحراں۔ ساحر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معتقد ہو گئے تو اپنی گستاخی کی بخوشی سزا بھگتنے پر آمادہ ہو گئے ورنہ کسی حیلہ سے فرعون سے نجات پا سکتے تھے۔ کامل۔ یعنی بتکمیل مراتب کے بعد لذائذ کا استعمال اور تصوف کے باریک مسائل کا بیان جائز ہے، سالک کے لئے ترک لذائذ ضروری ہے اور اس کو مسائل تصوف پر کلام کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ لال۔ گونگا۔ تو۔ ناقص کا کام سننا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ کان کے ہے کامل کا کام تعلیم دینا ہے لہٰذا وہ بمنزلہ زبان کے ہے۔

[2] اُو۔ یعنی مرد کامل۔ کودک۔ بچہ ایک عرصہ تک سنتا ہے پھر بولتا ہے۔ تانیاموزد۔ بچہ جب تک تعلیم مکمل نہیں کر لیتا ہے، اس وقت تک خاموشی سے سنتا ہے اور اگر بولتا بھی ہے تو غلط سلط بول جاتا ہے۔ ورنباشد۔ جو مادرزاد بہرا ہوتا ہے وہ گونگا بھی ہوتا ہے، اس کو بولنا نہیں آتا۔ تی تی۔ یعنی گونگے کی تتلاہٹ۔ گنگ۔ گونگا۔ گیتی۔ زمانہ، مدت العمر۔ کرّ۔ اصلی، مادرزاد بہرا۔ لال۔ گونگا۔

زانکه اوّل سمع[1] باید نطق را
اس لئے کہ بولنے سے پہلے سننا چاہئے
سوئے منطق از رہِ سمع اندرا
بولنے کی جانب، سننے کے راستہ سے اندر آ

اُدْخُلُوا الْاَبْیَاتَ مِنْ اَبْوَابِهَا
گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو
وَاطْلُبُوا الْاَرْزَاقَ مِنْ اَسْبَابِهَا
رزقوں کو اُن کے ذرائع سے تلاش کر

نطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست
وہ گویائی جو سننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے،
جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
بے نیاز، اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے

مبدع ست و تابع اُستاد نہ
وہ موجد ہے اور کسی استاد کے تابع نہیں ہے
مسند جملہ اُو را اِسناد نہ
سکو سہارا دینے والا ہے اسکو سہارے کی ضرورت نہیں ہے

باقیاں ہم در حرف ہم در مقال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں
تابع اُستاد و محتاجِ مثال
استاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

زیں سخن گر نیستی بیگانۂ
اگر تو اس بات سے ناآشنا نہیں ہے
دلق و اشکے گیر درِ ویرانۂ
کسی ویرانے میں گدڑی اور اشکباری اختیار کر

زانکه آدمؑ زاں عتاب[2] از اشک رست
اسلئے کہ آدم (علیہ السلام) اُس عتاب سے آنسوؤں سے بچے
اشک تر باشد دَمِ توبہ پرست
اشک تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک (مؤثر) تدبیر ہے

بہر گریہ آدمؑ آمد بر زمیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے
تابود گریاں و نالاں و حزیں
تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں

آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے
پائے ماچاں از برائے عذر رفت
ایک پیر پر کن پکڑی کرتے ہوئے عذر کے لئے چلے

گر زپشت آدمی و زصلب اُو
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور ان کی کمر سے ہے
در طلب می باش ہم در طلب اُو
جستجو میں رہ نیز ان کی جماعت میں

زآتش دل و آبِ دیدہ نقل بساز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا تیار کر
بوستاں از ابرو خورشید ست تاز
باغ، ابر اور آفتاب سے تازہ ہے

توچہ دانی ذوقِ آب اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
زانکه ہمچوں خر شدی تو پا بہ گل
اس لئے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے

[1] سمع۔ سننا۔ نطق۔ گویائی۔ منطق۔ بولی۔ گفتگو۔ اندرا۔ یعنی تقاضائے فطرت یہی ہے کہ پہلے سنو اور جب خوب سیکھ جاؤ تب بولو۔ ادخلوا۔ یعنی ہر کام کو اس کے طریقہ کے مطابق کرنا چاہئے۔ نطق۔ خدا کی گویائی سننے کی محتاج نہیں ہے، انسان کی گویائی لامحالہ سننے کے بعد ہے۔ مبدع۔ ایجاد کرنے والا۔ تابع۔ پیروی کرنے والا۔ مسند۔ سہارا دینے والا۔ اسناد۔ ٹیک، سہارا۔ حرف۔ حاء کے کسرہ اور راء کے فتحہ کے ساتھ، حرفہ کی جمع ہے، پیشہ، دستکاری۔ دلق۔ باطن کی تکمیل کا طریقہ یہ ہے کہ گدڑی پہن کر ویرانے میں آہ وزاری کرو۔

[2] عتاب۔ غصہ۔ حضرت آدمؑ کو ان کی آہ وزاری اور اشکباری نے نجات دلائی تھی اور ان کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ پائے ماچاں۔ فقراء میں ایک سزا کی نوعیت ہے جب کسی سے کوئی قصور ہو جاتا ہے تو اس کو ایک پیر پر جوتیوں میں کھڑا کیا جاتا ہے اور کان پکڑوائے جاتے ہیں۔ طلب۔ جماعت، تا کے ساتھ بھی مستعمل ہے۔ صلب۔ پشت۔ نقل۔ چبینا۔ ابر۔ یعنی جس طرح باغ کا نشوونما اور تازگی ابر کے پانی اور آفتاب کی گرمی سے ہے، اسی طرح انسان کی تروتازگی آبِ دیدہ اور عشق کی گرمی سے ہے۔ گل۔ مٹی۔

تو چہ دانی ذوقِ آبِ دیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے
عاشق نانی تو چوں نادیدگاں
تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

گر تو ایں انبان[1] زناں خالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کر لے
پُر زگوہر ہائے اجلالی کنی
انوار کے موتیوں سے پُر کر لے

طفلِ جاں از شِیرِ شیطاں باز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک
بعد ازانش با ملک انباز کن
اس کے بعد اس کو فرشتوں کا ساتھی بنا لے

تا تو تاریک و ملول و تیرہَ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے
داں کہ با دیوِ لعیں ہمشیرہَ
سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے

لقمہَ کاں نور افزود و کمال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے
آں بود آوردہ از کسبِ حلال
وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے

روغنے کاید چراغِ ما کشد
وہ تیل جو آتے ہی ہمارا چراغ بجھا دے
آب خوانش چوں چراغے راکشد
چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہو

علم و حکمت زاید از لقمہ[2] حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے
عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

چوں زلقمہ تو حسد بینی دوام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور مکر
جہل و غفلت زاید آنرا داں حرام
جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اس کو حرام سمجھ

ہیچ گندم کاری و جو بر دہد
کبھی (ایسا ہوا ہے کہ) تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا ہوئے
دیدہَ اسپے کہ کرہ خر دہد
تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچا جنا ہو؟

لقمہ تخم ست و برش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں
لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ سمندر ہے اور اس کے موتی خیالات ہیں

زاید از لقمہ حلال اندر دہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے
میل خدمت عزمِ رفتن آں جہاں
عبادت کا رجحان اور اس جہاں (آخرت) میں جانے کا ارادہ

زاید از لقمہ حلال اے مہ حضور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے
در دلِ پاکِ تو و در دیدہ نور
تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد اے کیا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے
بحث بازرگانِ و طوطی کن بپا
سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

---

[1] انباں۔ تھیلہ یعنی پیٹ۔ گوہرا جلالی۔ انوارِ معرفت۔ ملک۔ فرشتہ۔ انباز۔ شریک۔ کسب۔ حلال، جائز کمائی۔ روغنے۔ یعنی جو تیل چراغ بجھائے وہ تیل نہیں بلکہ پانی ہے۔ رقت۔ یعنی قلب کی نرمی۔ کاری۔ کاشتن، بمعنی بونا کا صیغہ واحد مخاطب ہے۔ بر۔ پھل۔ کرہ۔ کاف کے ضمہ سے، گھوڑے یا گدھے کا بچہ۔

[2] لقمہ۔ یعنی انسان جس طرح کی غذا کھائے گا ویسے ہی خیالات پیدا ہوں گے۔ خدمت۔ اطاعت، بندگی۔ مہ۔ سردار۔ حضور۔ دل کی توجہ، محویت۔ کیا۔ بزرگ، بڑا۔

باز گفتن بازرگاں با طوطی آنچہ ہندوستاں دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را تمام — باز آمد سوئے منزل[1] شاد کام

سوداگر نے تجارت مکمل کر لی — اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا

ہر غلامے را بیاوُرد ارمغاں — ہر کنیزک را بہ بخشید اُو نشاں

ہر غلام کے لئے سوغات لایا — اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی

گفت طوطی ارمغانِ بندہ کوُ — آنچہ دیدی آنچہ گفتی باز گو

طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟ — جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر

گفت نے من خود پشیمانم ازاں — دستِ خود خایاں و انگشتاں گزاں

وہ بولا نہیں، میں اس سے خود شرمندہ ہوں — اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹتا ہوں

کہ چرا پیغامِ خامے از گزاف — بُردم از بیدانشی و از نشاف

کہ کیوں لغویت سے بیکار پیغام — میں لے گیا، بے عقلی اور غلطی سے

گفت اے خواجہ پشیمانی زچیست — چیست ایں کیں خشم وغم را مقتضی ست

اس نے کہا اے خواجہ، کس بات سے شرمندگی ہے؟ — کون سی بات ہے جو غصہ اور غم کی متقاضی ہے

گفت، گفتم آں شکایت ہائے تو — با گروہِ طوطیاں ہمتائے تو

اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں — تیری ہم جنس طوطیوں کو

آں یکے طوطی زدردت بوئے بُرد — زَہرہ اش بدرید و لرزید و بمُرد

ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہوا — اس کا پتہ پھٹا، کپکپائی اور مر گئی

من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود — لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود

میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی — لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟

نکتۂ کاں جُست ناگہ از زباں — ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں

جو بات اچانک زبان سے نکل گئی — اس کو اُس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

وانگرود از رہ آں تیر اے پسر — بند باید کرد سیلے را زسر

اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آ سکتا — سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہئے

چوں گذشت از سَر جہانے را گرفت — گر جہاں ویراں کند نبود شگفت

جب پانی سر سے گزر گیا اس نے دنیا کو گھیر لیا — اگر دنیا کو ویران کر دے تو کوئی تعجب نہ ہوگا

فعل را در غیب اثرہا زادنی ست — واں موالیدش بحکم خلق نیست

غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں — اور اس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں

---

[1] منزل۔ وطن۔ شادکام۔ بامقصد، خوش۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ نشاں۔ علامت، نشانی۔ پشیماں۔ شرمندہ۔ خایاں۔ چباتا ہوا۔ گزاں۔ کاٹتا ہوا۔ نشاف۔ بے عقلی، غلطی۔ کیں۔ کہ ایں۔ مقتضی۔ باعث، موجب۔ ہمتا۔ برابر، ہم جنس۔ بوئے بردن۔ معلوم کر لینا، محسوس کرنا۔ زہرہ۔ زاء کے فتحہ کے ساتھ، پتہ، جگر۔ نکتہ۔ بات۔ سیل۔ بہاؤ۔ شگفت۔ عجب۔ فعل۔ یعنی ہر انسان کے عمل کا عالم غیب میں اثر و نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ زادنی۔ پیدا ہونے کے لائق۔ موالید۔ مولود کی جمع ہے نتیجہ، اثر۔

بے شریکے[1] جملہ مخلوقِ خداست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں

آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
تمام نتیجے، اگرچہ ان کی نسبت ہماری طرف ہے

زید پرّانید تیرے سوئے عمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا

عمر را بگرفت تیرش ہمچو نمر
اور اس کے تیر نے عمرو کو تیندوے کی طرح دبوچ لیا

مدتِ سالے ہمی زائید درد
سال بھر درد ہوتا رہا

دَرد ہا را آفرید حق نہ مرد
درددوں کو خدا پیدا کرتا ہے، نہ کہ انسان

زید رامی آندم ار مُرد ازوجل
اگر تیر چلانے والا زید خوف سے اسی وقت مر گیا

درد ہا می زاید آنجا تا اَجل
اس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہیں گے

زاں موالید وَجع چوں مُرد اُو
جب وہ درد کے ان نتیجوں سے مر گیا

زید را ز اوّل سبب قتال گو
زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو

آں وجعہا را بدو منسوب دار
ان درددوں کو اس کی طرف منسوب کر

گرچہ ہست آں جملہ صُنع کردگار
اگرچہ وہ سب اللہ کی کارفرمائی ہے

ہم چنیں کسب و دم و دام و جماع
اسی طرح کمائی اور تدبیر اور جال اور ہم بستری

آں موالیدست حق را مستطاع
وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں

بستہ در ہائے موالید از سبب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں

چوں پشیماں شد ولی از دست رب
خدا کے ہاتھ سے جب ولی شرمندہ ہوتا ہے

اولیاء[2] را ہست قدرت از الٰہ
اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے

تیر جَستہ باز آرندش زراہ
(کردہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستہ سے واپس لے آئیں

گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب
دروازہ کھلا ہوا ہونیکی وجہ سے وہ کہے ہوئے کو نہ کہا ہوا کر دے

تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
تاکہ اس سے سیخ جلے نہ کباب

از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید
ان تمام دلوں سے جنھوں نے وہ بات سنی ہے

آں سخن را کرد محو و ناپدید
اس بات کو محو اور نابود کر دے

گرت بُرہاں باید و حجت، مہا
اے بزرگ! اگر تجھے حجت اور دلیل چاہیے

از نُبے خواں آیۃ اَوْ نُنْسِهَا
قرآن میں سے آیت اَوْ نُنْسِهَا پڑھ لے

---

[1] بے شریک۔ خدا کی صفت ہے۔ نمر۔ تیندوا، فہد، ان دونوں شعروں میں خدا کے افعال بندوں کی طرف مجازاً منسوب کیے جانے کی مثال ذکر کی ہے۔ رامی۔ تیرانداز۔ وجل۔ خوف۔ تا اجل۔ یعنی عمرو کے مرنے تک، تو معلوم ہوا کہ درد کا خالق اللہ ہے نہ کہ زید ورنہ زید کے مرنے پر درد ختم ہو جاتا۔ دم۔ مکر، تدبیر۔ مستطاع۔ مقدور۔ ولی۔ یعنی اللہ کا دوست جب کبھی اپنے کسی فعل پر شرمندہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبب سے پیدا ہونے والے نتائج کے دروازے بند کر دیتے ہیں اور اس سبب پر نتائج مرتب نہیں ہوتے ہیں۔

[2] اولیاء۔ ولی کی جمع ہے، ولی وہ شخص ہے جس میں یہ تین باتیں ہوں، اللہ کی ذات وصفات کی معرفت، طاعات کی بجا آوری، محرمات سے اجتناب۔ تیر جستہ۔ کمان سے چلے ہوئے تیر کو واپس کر سکتے ہیں، اولیاء کی کرامت حق ہے۔ فتح باب۔ اولیاء پر اللہ کے قرب کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے۔ گرت۔ اگر ترا۔ مہا۔ اے مہ، اے سردار۔ نبے۔ قرآن مجید۔ اوننسہا۔ قرآن پاک میں ہے مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا۔ نہیں منسوخ کرتے ہیں ہم کسی آیت کو نہ بھلاتے ہیں اس کو مگر یہ کہ لاتے ہیں بہتر اس سے۔

آیۃ اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ بخواں
اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ آیت پڑھ لے
قوتِ نسیاں نہادن شاں بداں
اور اُن میں بھلانے کی قوت پیدا کیے جانے کو سمجھ لے

چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادِرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں
بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں

چوں بہ نسیاں بست اُو راہِ نظر
جب اس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند کر دی
کارِ نتواں کرد وَر باشد ہنر
کام نہیں کر سکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو

خُذۡتُمُوۡ[1] سُخۡرِیَۃً اَہۡلَ السُّمُوۡ
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا
از نبے خوانید تا اَنۡسَوۡکُمۡ
اَنۡسَوۡکُمۡ تک قرآن میں پڑھو

صاحب دِہ بادشاہِ جسمہاست
شہر کا حاکم جسموں کا بادشاہ ہے
صاحب دل شاہِ دلہائے شماست
تمہارے دلوں کا بادشاہ اہل دل ہے

فرعِ دید آمد عمل بے ہیچ شک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے
پس نباشد مَردم اِلّا مَردُمک
تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہوگا

مَردمش چوں مَردمک دیدند خرد
لوگوں نے اس کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا
در بزرگی مَردمک کس پئے نبرد
پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا

من تمام ایں را نیارم گفت زاں
میں ان کو پورا نہیں بتا سکتا کیونکہ
منع می آید زصاحب مَرکزاں
مرکز والوں کی طرف سے اس کی ممانعت ہوتی ہے

چوں فراموشی خلق و یادِ شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور ان کی یاد
باوے ست و میرسد فریادِ شاں
اس سے متعلق ہے اور وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے

صد ہزاراں نیک و بد را آں بہی
وہ باکمال لاکھوں اچھے اور برے! خیالات (رات کو)
می کند ہر دم ز دلہا شاں تہی
ان کے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے

روزِ دلہا را ازاں پُر میکند
دن میں دلوں کو ان (خیالات) سے پُر کرتا ہے
آں صدفہا را پُر از دُر میکند
ان سیپیوں کو موتیوں سے پُر کرتا ہے

آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا
تمام گذشتہ خیالات کو
می شناسند از ہدایت جانہا
(اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی وجہ سے

پیشۂ و فرہنگ تو آید بتو
تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آ جاتے ہیں
تا درِ اَسباب بکشاید بتو
تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں

[1] خذتمو۔ قرآن پاک میں ہے فَاتَّخَذۡتُمُوۡھُمۡ سُخۡرِیًّا حَتّٰی اَنۡسَوۡکُمۡ ذِکۡرِیۡ۔ یعنی تم نے ان نیک لوگوں کا مذاق اڑایا تو انہوں نے تمہارے دلوں سے میری یاد بھلا دی۔ صاحب دِہ۔ دنیاوی بادشاہ جسموں پر حکمرانی کرتے ہیں اور اولیاء اللہ دلوں پر فرمانروائی کرتے ہیں۔ فرع۔ یعنی علم کے بعد عمل ہے اور علم کا ذریعہ آنکھ ہے تو انسان دراصل پتلی کا نام ہے لیکن لوگ اس کو ایک چھوٹی چیز سمجھتے ہیں۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہے کہ بظاہر وہ معمولی انسان ہیں لیکن ان کے کارنامے عظیم الشان ہیں۔ صاحب مرکز۔ یعنی بڑے اولیاء اللہ۔ بہی۔ باء کا فتحہ، باکمال۔ یعنی بزرگ رات کے اوقات میں متعلقین کے خیالات پر تصرف کرتے ہیں۔ روز۔ دن میں اپنی توجہ کے ذریعہ دلوں میں بہترین خیالات پیدا کر کے سیپیوں کو موتیوں سے پُر کرتے ہیں۔ آں ہمہ۔ شیخ اپنی قوتِ باطنی سے مرید کے پہلے خیالات اور وساوس کو جان جاتا ہے۔ درِ اسباب۔ پیشہ اور ہنر کمائی کا ذریعہ اور سبب ہے۔

پیشۂ زرگر بآہنگر نشد　　خوئے ایں خوشخو بداں منکر نشد
سنار کا پیشہ، لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے　　اس خوش اخلاق کی عادت اس منکر کی طرف نہیں جاتی ہے

پیشہا و خُلقہا[!] ہمچوں جہیز　　سوئے خصم آیند روزِ رُست خیز
پیشے اور اخلاق سامانِ سفر کی طرح　　قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے

صورتے کاں بر نہادت غالب ست　　ہم براں تصویر حشرت. واجب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے　　اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

پیشہا و خلقہا از بعد خواب　　واپس آیدہم بخصم خود شتاب
پیشے اور اخلاق، سونے کے بعد　　اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں

پیشہا و اندیشہا در وقت صبح　　ہم بدانجا شد کہ بود آں حسن و قبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت　　اسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ حسن اور قبح (کا سبب) تھے

چوں کبوتر ہائے پیک از شہر ہا　　سوئے شہر خویش آرد بہرہا
نامہ بری کے کبوتروں کی طرح، شہروں سے　　اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصے لاتے ہیں

ہرچہ بینی سوئے اصل خود رود　　جزو سوئے کل خود راجع شود
تو جس چیز کو دیکھے گا، اپنی اصل کی طرف جاتی ہے　　جزو اپنے کل کی طرف لوٹتا ہے

شنیدنِ آں طوطی حرکت آں طوطی را و مُردنِ او و نوحۂ خواجہ بر اُو

طوطی کا اس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مر جانا اور مالک کا اس پر رونا

چوں شنید آں مُرغ کاں طوطی چہ کرد　　ہم بلرزید و فتاد و گشت سَرد
جب اس پرند نے سنا کہ اس طوطی نے کیا کیا　　وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہو گیا

خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں　　برجہید و زد کلہ را بر زمیں
مالک نے جب اس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا　　تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی

چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید　　خواجہ بر جست و گریباں را درید
جب اس کو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا　　مالک تڑپا اور گریباں چاک کر لیا

گفت اے طوطی خوب خوش جبیں　　ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
بولا کہ اے حسین، اور اچھی پیشانی والی طوطی!　　ہائے، تجھے یہ کیا ہوا، تو ایسی کیوں ہو گئی؟

اے دریغا مُرغِ خوش آوازِ من　　اے دریغا ہمدم و ہمرازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے　　ہائے افسوس! میرے ساتھی اور میرے ہمراز

اے دریغا مرغِ خوش الحانِ من　　راحِ روح و روضۂ رضوانِ من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند　　میری روح کی راحت اور میری جنت

! خلق۔ اخلاق۔ جہیز۔ سامانِ سفر۔ خصم۔ یعنی وہ شخص جس کے وہ اخلاق ہیں۔ روز رست خیز۔ روز قیامت۔ نہاد۔ طبیعت۔ پیشہا۔ صبح ہوتے ہی وہ پیشے اور خیالات ان اشخاص تک پہنچ جاتے ہیں جن کے لئے وہ اچھائی یا برائی کا سبب ہوتے ہیں۔ بہرہ۔ حصہ یعنی وہ نامہ بر کبوتر اپنے حصہ کی خبریں لے کر اپنے شہر کو لوٹتے ہیں۔ گشت سرد۔ مر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ رضواں۔ داروغۂ جنت کا نام ہے۔

گر سلیماں[1] را چنیں مرغے بدے
اگر (حضرتِ) سلیمان کے پاس ایسا پرند ہوتا

کے دگر مشغول آں مُرغاں شدے
وہ پھر کب ان پرندوں میں مصروف ہوتے

اے دریغا مرغِ کارزاں یافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خریدا

زود رُو از روئے اُو بر تافتم
بہت جلد میں نے اس کے دیدار سے منہ موڑ لیا

اے زُباں تو بس زیانی مَر مَرا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے

چوں توئی گویا چہ گویم مَر تُرا
تو ہی چونکہ بات کرنے والی ہے، تجھے کیا کہوں؟

اے زُباں ہم آتش و ہم خرمنی
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی

چند ایں آتش دریں خرمن زنی
کب تک اس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟

در نہاں جاں از تو افغاں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھ سے فریاد کرتی ہے

گرچہ ہرچہ گوئیش آں میکند
اگرچہ تو اس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے

اے زُباں ہم گنج[2] بے پایاں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے

اے زباں ہم رنج بے درماں توئی
اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے

ہم صفیر و خدعۂ مرغاں توئی
سیٹی بجانے والی اور پرندوں کیلئے دھوکے کا سبب تو ہے

ہم انیس وحشت ہجراں توئی
ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے

ہم خفیر و رہبر یاراں توئی
دوستوں کی رہبر و قاصد بھی تو ہے

ہم بلیس و ظلمت کفراں توئی
شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے

چند امانم میدہی اے بے اماں
اے بے امان، تو کب مجھے امن دے گی؟

اے تو زِہ کردہ بکین من کماں
اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلہ چڑھا رکھا ہے

نک پرانیدۂ مُرغِ مرا
اب تو نے میرے پرند کو اڑا دیا ہے

در چراگاہِ ستم کم کن چرا
ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے

یا جوابِ من بگویا داد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر

یا مَرا اَسبابِ شادی یاد دہ
یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا

اے دریغا نورِ ظلمت سوزِ من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور

اے دریغا صبح روز افروزِ من
ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

---

1. سلیماںؑ۔ حضرت سلیمان علیہ السلام پرندوں کی بولی سمجھتے تھے، اسی لئے پرندوں سے دلچسپی رکھتے تھے۔ دریغا۔ حسرت، افسوس، اس میں الف ندبہ کا ہے۔ اے زباں۔ یعنی میری زبان سے مجھے یہ نقصان پہنچا، نہ وہ مرنے والی طوطی کا قصہ سناتی نہ میری طوطی مرتی لیکن میں زبان کا شکوہ کیا کروں، جبکہ یہ شکوہ بھی زبان ہی ادا کر رہی ہے۔ ہم آتش۔ زبان ہی ذخیرہ کرتی ہے اور زبان ہی اس کو تباہ کرتی ہے۔ در نہاں۔ انسان کی تباہی زبان کی بدولت ہوتی ہے، زبان دے کر انسان کو بسا اوقات خلافِ مزاج کام کرنا پڑتا ہے۔

2. گنج۔ زبان خزانے بھی جمع کرتی ہے اور لاعلاج مصائب میں بھی مبتلا کرتی ہے۔ صفیر۔ سیٹی۔ خدعہ۔ دھوکے کی چیز۔ خفیر۔ رہبر۔ انیس۔ محبت کرنے والا یعنی زبان ہی سیٹی بجا کر پرندوں کے دھوکے کا سبب بنتی ہے اور وہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر آ کر جال میں پھنس جاتے ہیں اور یہی زبان تنہائی میں مونس و غمخوار بنتی ہے۔ خفیر۔ رہنما، نگہبان، قاصد۔ بلیس۔ ابلیس کا مخفف ہے، شیطان۔ مرغِ مرا۔ یعنی سوداگر کی طوطی۔ شادی۔ خوشی۔

اے دریغا مرغِ خوش پروازِ من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند
ز انتہاء پرید[1] تا آغازِ من
انتہاء سے ابتداء تک تلف ہو گیا

عاشقِ رنج ست ناداں تا ابد
نادان (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے
خیز و "لا اُقسم" بخواں تا فی کبد
اٹھ، اور لا اُقسم کو فی کبد تک پڑھ لے

از کبد فارغ شدم با روئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا
وز زَبد صافی بدم در جوئے تو
میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

اے دریغا ہا خیالِ دیدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے
وز وجودِ نقد خود ببریدن ست
اپنے موجودہ وجود سے جدا ہونا ہے

غیرتِ[2] حق بود باحق چارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے سامنے چارہ نہیں ہے
کو دلے کز حکمِ حق صد پارہ نیست
کونسا دل ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے سوٹکڑے نہیں ہے؟

غیرت آں باشد کہ اُو غیر ہمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے
آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
جو کہ بیان اور مکر و حیلہ سے بالاتر ہے

اے دریغا اشکِ من دریا بدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے
تا نثارِ دلبرِ زیبا شدے
تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے

طوطیِ من مُرغِ زیرک سارِ من
میری طوطی میرے عقلمند پرند
ترجمانِ فکرت و اَسرارِ من
میرے فکر اور رازوں کے ترجمان

ہرچہ روزی داد و ناداد آمدم
اس نے مجھے عطا کیا میں ناشکرا ثابت ہوا
اُو ز اوّل گفت تا یاد آمدم
پہلے وہ بولی یہاں تک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

طوطئے کاید ز وحی آوازِ اُو
وہ طوطی (روح) جس کی آواز وحی ہے
پیش ز آغازِ وجود آغازِ اُو
وجود کی ابتداء سے پہلے اُس کی ابتداء ہے

اندرونِ تست آں طوطی نہاں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے
عکسِ اُو را دیدہ تو بر این و آں
تو اس پر اور اُس پر اُس کا عکس دیکھتا ہے

1. پرید۔ تلف ہوگیا، زائل ہوگیا، اس کا فاعل لطف وعیش مقدر ہے۔ ناداں۔ یعنی انسان۔ فی کبد۔ سورۂ لااقسم میں فرمایا گیا ہے۔ "لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِی کَبَدٍ" ہم نے انسان کو رنج اور سختی میں پیدا کیا ہے۔ از کبد۔ یعنی اے طوطی تجھے دیکھ کر میرا رنج وغم مٹ جاتا تھا یا اس شعر سے عالم ارواح اور اس سے جدائی کا تذکرہ شروع کیا ہے، اس صورت میں روئے تو سے مراد دیدارِ خداوندی ہے۔ وز وجود۔ اب دیدار جب ہی ہوگا جب روح جسد عنصری سے جدا ہو جائے گی۔
2. غیرت۔ اللہ نے یہ چاہا کہ اس کو پہچانا جائے لہٰذا ہمیں عالم عنصری میں پیدا فرما دیا۔ آنکہ۔ یعنی اس کی غیریت کا بیان ناممکن ہے۔ دلبر۔ یعنی مردہ طوطی اس شعر سے پھر طوطی کا نوحہ شروع کیا ہے۔ زیرک۔ ذہین، سمجھدار۔ سار۔ مثل، مانند، مینا۔ ہرچہ۔ یہ طوطی اللہ کا ایک عطیہ تھی جس کا میں شکر نہ ادا کر سکا۔ وہ صبح اٹھ کر اللہ کی یاد میں لگ جاتی تھی اس کی وجہ سے مجھے بھی خدا کی یاد آ جاتی تھی۔ طوطئے۔ یہاں سے طوطی کے قصے سے روح کا بیان شروع کیا ہے۔ روح کا عالم اور جسم سے پہلے مخلوق ہونا مشہور ہے۔ عکس۔ یعنی تم روح کو نہیں دیکھ سکتے ہو، اس کے آثار جو جسم پر طاری ہیں ان کو دیکھتے ہو۔

می برد[1] شادیت را تو شاد ازو
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اس سے خوش ہے

می پذیری ظلم را چوں داد ازو
تو اس کے ظلم کو انصاف کی طرح قبول کر رہا ہے

ایکہ جاں از بہرتن می سوختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے

سوختی جاں را و تن افروختی
تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا

سوختم من سوختہ خواہد کسے
میں جل چکا ہوں، کوئی جلنا چاہے

تازمن آتش زند اندر خسے
تو مجھ سے پھونس میں آگ لگا لے

سوختہ چوں قابل آتش بود
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہو سکتا ہے؟

سوختہ بستاں کہ آتش کش بود
ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنے والا ہو

اے دریغا اے دریغا اے دریغ
ہائے افسوس، ہائے افسوس، ہائے افسوس

کانچناں ماہے نہاں شد زیرِ میغ
ایسا چاند ابر کے نیچے چھپ گیا

چوں زنم دَم کاتش دل تیز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے

شیرِ ہجر آشفتہ و خونریز شد
ہجر کا شیر غضب ناک اور خونریز ہو گیا ہے

آنکہ اُو ہشیار خود تندست و مست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تند اور مست ہے

چوں بود چوں اُو قدح گیرد بدست
اس کا کیا حال ہوگا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھام لے

شیرِ مستے[2] کز صفت بیروں بود
وہ مست شیر جو اپنے آپے سے باہر ہو

از بسیط مرغزار افزوں بود
وہ جنگل کے میدان سے بڑھ جاتا ہے

قافیہ اندیشم و دلدارِ من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب

گویدم مندیش جز دیدارِ من
مجھ سے کہتا ہے، سوائے میرے دیدار کے کچھ نہ سوچ

خوش نشیں اے قافیہ اندیش من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ

قافیہ دولت توئی درپیشِ من
تو میرے روبرو خوش نصیبی کے ہم معنی ہے

حرف چہ بود تا تو اندیشی ازاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اس کی فکر میں ہے

صوت چہ بود خارِ دیوارِ رزاں
آواز کیا ہوتی ہے، انگور کی ٹٹی کا کانٹا

حرف و صوت و گفت را برہم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں

تاکہ بے ایں ہر سہ با تو دَم زنم
تاکہ ان تینوں کے بغیر تجھ سے بات کروں

---

[1] می برد۔ یعنی روح کے عکس میں مشغولیت کے باعث رنج ہے، روح میں مشغول ہونا چاہیے۔ ایکہ۔ انسان تن پروری میں لگتا ہے اور روح کو فنا کرتا ہے۔ سوختم۔ میں عشق الٰہی میں اپنے جسم کو جلا چکا ہوں، اگر کوئی عشق کی آگ میں جلنا چاہے، مجھ سے آگ لے لے۔ سوختہ۔ جو شخص روح کو بالکل فنا کر چکا ہو، اس میں آتش عشق نہیں لگتی، ایسا شخص تلاش کر جو اس آگ کو قبول کر سکے۔ ماہے۔ یعنی روح۔ میغ۔ یعنی جسم۔ چوں زنم۔ عشق الٰہی کا بیان ممکن نہیں رہا۔ آنکہ۔ یعنی میں صحو کی حالت میں بھی عشق کے بیان پر قادر نہیں، مستی کی حالت میں کیا بیان کر سکوں گا۔

[2] شیر مستے۔ یہ خود مولانا نے اپنی حالت بیان کی ہے۔ قافیہ۔ جب میں شعر کا قافیہ تلاش کرتا ہوں تو محبوب کا تقاضہ ہوتا ہے کہ میرے دیدار کے علاوہ کچھ تلاش نہ کر۔ قافیہ۔ پیچھے آنے والا، مترادف یعنی قافیہ کی تلاش میں مشاہدہ کی دولت حاصل نہ رہے گی۔ رزاں۔ رز کی جمع، انگور۔ دیوار۔ یعنی ٹٹی جس پر انگور کی بیل چڑھتی ہے۔ حرف اور آواز چونکہ معانی کے حامل ہوتے ہیں تو ان کو انگور کی ٹٹی قرار دیا ہے، جو انگوروں کو قائم رکھتی ہے۔ حرف۔ یعنی کلام لفظی کو چھوڑ کر کلام نفسی کے ذریعہ ہم کلام ہوتا ہوں جو حروف وغیرہ سے منزہ ہوتا ہے۔

آں دمے[1] کز آدمش کردم نہاں
وہ بات جو آدم علیہ السلام سے میں نے پوشیدہ رکھی

با تو گویم اے تو اسرارِ جہاں
اے اسرارِ جہاں! تجھ سے میں کہوں گا

آں دمے را کہ نگفتم با خلیل
وہ بات جو میں نے خلیل علیہ السلام سے نہ کہی

واں دمے را کہ نداند جبرئیل
اور وہ بات جو جبرئیل علیہ السلام (بھی) نہیں جانتا

آں دمے کز وے مسیحا دم نزد
وہ بات جو مسیحا علیہ السلام نے نہ کہی

حق ز غیرت نیز بے ماہم نزد
(اور) اللہ نے غیرت کی وجہ سے (بغیر فنا حاصل کئے ہوئے سے) نہ کہی

ما چہ باشد در لغت اثبات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی میں) ہے

من نہ اثباتم، منم بے ذات و نفی
میں اثبات نہیں ہوں، میں بے ذات ہوں اور نفی

من کسی[2] در ناکسی در یافتم
میں نے ہستی کو فنا میں پائی

پس کسی در ناکسی در تافتم
اس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

بند کن چوں سیل سیلانی کند
بند باندھ لے جب سیلاب طغیانی پر آئے

ورنہ رسوائی و ویرانی کند
ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا

من چہ غم دارم کہ ویرانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہو گی

زیرِ ویراں گنجِ سلطانی بود
شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے

غرقِ[3] حق خواہد کہ باشد غرق تر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے

ہمچوں موجِ بحر، جاں زیر و زبر
سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے

زیرِ دریا خوشتر آید یا زبَر
دریا کے نیچے بہتر ہوگا یا دریا کے اوپر

تیرِ اُو دلکش تر آید یا سپر
اس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال

پس زبونِ وسوسہ باشی دلا
اے دل تو وسوسہ کا مارا ہوا ہوگا

گر طرب را باز دانی از بلا
اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

گر مُرادت را مذاقِ شکرست
اگر تیری مراد میں شکر کا ذائقہ ہے

بے مرادی نے مرادِ دلبرست
کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟

---

[1] آں دمے۔ قرآن پاک میں ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی پھر اللہ نے آنحضور کو وحی کی جو بھی کی۔ اس آیت میں ان اسرار کی طرف اشارہ ہے جو بغیر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وساطت کے حضور (ﷺ) کو بتائے گئے اور چونکہ وہ اسرار طریقہ محمدیہ سے متعلق تھے، دوسرے انبیاء سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا لہٰذا وہ اسرار ان کو نہیں بتائے گئے۔ ما۔ لفظ ما عربی میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک نفی جس کو ما نافیہ کہتے ہیں دوسرے ما موصولہ جو اثبات کے معنی دیتا ہے لیکن جب میں اپنے لئے لفظ ما بولوں تو نفی کے معنی ہوں گے اس لئے کہ میں اپنی ذات کو فنا کر چکا ہوں اور نفی محض ہوں۔

[2] کسی۔ ہستی۔ ناکسی۔ نیستی، فنا۔ تافتن۔ بٹنا، موڑنا۔ سیلانی۔ طغیانی۔ ویرانی۔ بربادی۔ ورنہ۔ مولانا اپنے آپ کو کہتے ہیں، تجلی بے حجاب کے سوال سے باز آ ورنہ اس عالم کی بربادی کا سبب ہو گی جیسا کہ کوہ طور کے ساتھ ہوا۔ من چہ غم۔ مولانا فرماتے ہیں مجھے ویرانی کا غم نہیں ہے، ویرانہ میں خزانہ ملتا ہے۔

[3] غرق۔ جو شخص مقام شہود تک پہنچ گیا وہ تو اور بھی قرب کا متمنی ہوگا اور چاہے گا کہ جسد عنصری کا حجاب جلد رفع ہو جائے۔ زیر۔ عشق میں فانی مزید فنا چاہے گا، کسی طرح اپنی بقا پسند نہ کرے گا۔ گر طرب۔ فانی کو عتاب اور لطف میں یکساں لطف آتا ہے۔ گر مرادت۔ عاشق صادق مراد اور بے مرادی کو منشاء باری سمجھ کر دونوں سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال[1]
اس کا ہر ستارہ سو چاندوں کا خون بہا ہے
خونِ عالم ریختن اُو را حلال
عالم کا خون بہانا اس کے لئے درست ہے

مابہا و خونبہا را یافتیم
ہم نے قیمت اور خون بہا پا لیا ہے
جانب جاں باختن بشتافتیم
ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں

جملہ شاہاں پست پست خویش را
تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں
جملہ مستاں مست مست خویش را
اپنے عاشق کے تمام عاشق، عاشق ہوتے ہیں

جملہ شاہاں بَردہٴ بَردہ خوداند
تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں
جملہ خلقاں مُردہٴ مُردہ خوداند
تمام لوگ اپنے مُردہ کے لئے مُردہ ہیں

می شود صیاد مُرغاں را شکار
شکاری، پرندوں کا شکار بنتا ہے
تا کند ناگاہِ ایشاں را شکار
تاکہ اچانک ان کا شکار کرے

دلبراں بر بیدلاں فتنہ بجاں
معشوق، عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں
جملہ معشوقاں شکارِ عاشقاں
تمام معشوق، عاشقوں کا شکار ہوتے ہیں

ہر کہ[2] عاشق دیدیش معشوق داں
جس کو تو عاشق دیکھے، اس کو معشوق سمجھ
کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم آں
کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے

تشنگاں گر آب جویند از جہاں
اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں
آب ہم جوید بعالم تشنگاں
پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے

چونکہ عاشق اُوست تو خاموش باش
جبکہ وہ عاشق ہے، تو چپ رہ
اُو چو گوشت میدہد تو گوش باش
جب اسنے تجھے کان دیے ہیں (تو ہمہ تن) کان بن جا

اے حیاتِ عاشقاں در مُردگی
اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے
دل نیابی جز کہ در دِلبرُ دگی
دل گم کئے بغیر، تو دل نہ پائے گا

من دلش جستہ بصد ناز و دَلال
میں نے سو ناز و انداز سے اس کی دلجوئی کی
اُو بہانہ کردہ بامن از ملال
اس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا

---

[1] ہلاؔل۔ یعنی عاشق خمیدہ کمر۔ بہاؔ۔ قیمت۔ خون بہاؔ۔ خون کی قیمت۔ ہر ستاؔرہ۔ یعنی تجلیاتِ باری۔ پسؔت۔ جھکنے والا۔ مسؔت۔ عاشق جب اطاعت کمال کو پہنچ جاتا ہے تو آقا اس کی بات پر سر تسلیم خم کرنے لگتا ہے اور عاشق اپنے عاشقوں سے عشق کرنے لگتا ہے۔ بردؔہ۔ غلام، مسخر، تابع۔ مردؔہ۔ بے جان۔ جملؔہ۔ یعنی بادشاہ اپنے فرمانبرداروں کے فرمانبردار بن جاتے ہیں اور جس غلام نے مولیٰ کی مرضی میں اپنے آپ کو فنا کر دیا ہو، مولیٰ اس کے لئے فنا ہوتا ہے۔ میشوؔد۔ شکاری شوق میں خود شکار بنتا ہے پھر کہیں شکار اس کے ہاتھ لگتا ہے۔ دلبؔر۔ معشوق۔ فتنہ بجاؔں۔ کسی پر مرنے والا۔

[2] ہر کہ۔ عاشق صادق، معشوق کے دل میں گھر کر لیتا ہے اس اعتبار سے وہ معشوق بن جاتا ہے۔ آب جویؔند۔ نہروں اور دریاؤں میں پانی بہہ کر پیاسوں کی تلاش کرتا ہے۔ چونکہ عاشق اوسؔت۔ جب حضرتِ حق خود مہربان ہو گئے ہیں اور رؤف و رحیم ہیں تو اب تو ہمہ تن گوش بن جا اور آہ و فریاد کو چھوڑ دے۔ اےؔ۔ عاشق کی زندگی موت میں مضمر ہے جب تک تو دل کو محبت میں فنا نہ کر دے گا تو وہ حقیقی دل نہ ہوگا۔ دل جستؔن۔ دلجوئی کرنا۔ ناز و دلاؔل۔ ناز و انداز۔ بہانہ کردؔن۔ ٹال دینا۔ ملاؔل۔ ناراضی یعنی میں دیدار کا طالب ہوا اس نے فردائے قیامت پر ٹال دیا۔

منتش جستہ بانیاز و بے ملال
میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اس کی جستجو کی

اُو بہانہ کردہ از ناز و دلال
اس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا

گفتم آخر غرقِ تست ایں عقل و جاں
میں نے یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے

گفت رَو رَو بر من ایں افسوں[1] مخواں
بولا، جا، جا مجھ پر جادو نہ چلا

من ندانم آنچہ اندیشیدۂ
مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟

اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ
اے دوئی والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے

اے گر انجاں خوار دیدستی مرا
اے پست ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا

زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے

ہر کہ اُو ارزاں خرد ارزاں دہد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے

گوہرے طفلے بقرصِ ناں دہد
ایک بچہ موتی، ایک روٹی کی ٹکیا میں دے دیتا ہے

غرقِ عشقے شو کہ غرق ست اندریں
عشق میں ڈوب جا کہ اس میں غرق ہیں

عشقہائے اوّلین و آخریں
اگلے پچھلوں کے عشق

مجملش گفتم نکردم من بیاں
میں اس کو مجملاً بتایا، میں نے تفصیل نہیں کی

ورنہ ہم افہام سوز وہم زباں
ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی

من چو لب گویم لب دریا بود
میں جب لب کہتا ہوں (مطلب) لب دریا ہوتا ہے

من چو لاؔ گویم مراد اِلاّ بود
میں جب لا کہتا ہوں تو اِلّا مراد ہوتا ہے

من ز شیرینی نشینم رُو ترش
میں مٹھاس سے ترش رو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں

من زبسیاریِ گفتارم خمش
میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا ہوں

تاکہ شیرینیِ ما از دو جہاں
تاکہ ہماری مٹھاس دونوں جہاں میں

در حجابِ رو تُرش باشد نہاں
تُرشروئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے

تاکہ در ہر گوش ناید ایں سخن
تاکہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے

یک ہمی گویم زصد سِرِّ لدن
''علم لدنی'' کے سو رازوں میں سے ایک کہہ دیتا ہوں

تفسیر قولِ حکیم سنائی[2] رَوَّحَ اللہ رُوحہ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر خدا ان کی روح کو راحت دے

---

[1] ایں افسوں۔ یعنی جان و دل کی زاری دکھا کر دیدار کا طالب نہ بن جب تک تجھے جان و دل کا خیال ہے، دیدار کا مستحق نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ دو دیکھنے والے، چونکہ اس نے اپنے جان اور دل کی طرف بھی نظر کی اور محبوب کی طرف بھی۔ گرانجاں۔ کاہل، پست ہمت۔ خوار۔ بے قدر۔ ارزاں۔ چونکہ اس کے دریائے کرم سے دوست اور دشمن سیراب ہو رہے ہیں۔ طفلے۔ بچے کو جب مفت موتی مل جاتا ہے وہ ایک روٹی کے ٹکڑے میں فروخت کر ڈالتا ہے۔ غرق عشقے۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ ہے۔ شیرینی۔ یعنی اسرار معرفت کی مٹھاس۔ رُو ترش۔ یعنی خاموش، یعنی اسرار معرفت سے واقفیت کے باوجود اپنے آپ کو لاعلم ظاہر کرتا ہوں کیونکہ ہر آدمی کے سامنے وہ مضامین بیان نہیں کیے جا سکتے ہیں۔

[2] حکیم سنائی۔ غزنیں کے رہنے والے تھے۔ ابتداً شاعری کی پھر فقر اور تجرید اختیار کر لی۔ آپ کا شمار مشہور اولیاء اللہ میں ہے۔ ۵۴۶ھ میں وفات پائی۔ تصوف میں آپ کی ''حدیقۃ الحقیقہ'' کتاب بہت مشہور ہے۔ مولانا روم نے اپنی مثنوی میں کئی جگہ اس کتاب سے اقتباس کیا ہے۔ حکیم سنائی کے مقولہ کا خلاصہ یہ ہے کہ طاعت بھی جناب قدس سے دوری کا سبب بنے تو وہ معصیت ہی ہے مثلاً کوئی فرضِ عین جہاد چھوڑ کر نفلی حج کے لئے جائے۔

بہر چہ از راہ و امانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں

جس چیز کی وجہ سے تو راستہ سے بھٹک جائے وہ کلمہ کفر ہوا تو کیا اور ایمان ہوا تو کیا

بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

جس سے تم دوست سے دور ہو جاؤ وہ نقش برا ہو تو کیا اچھا ہو تو کیا

وَ فِیْ مَعْنٰی قَوْلِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ السَّلَامُ اِنَّ سَعْدًا[1] الْغَیُوْرُ وَّ اَنَا اَغْیَرُ مِنْهُ

اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی سعدؓ بے شک غیرتمند ہے اور میں اس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں

وَاللّٰهُ اَغْیَرُ مِنِّیْ وَ مِنْ غَیْرَتِهٖ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ

اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور ڈھکی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق — بُرد در غیرت بریں عالم سبق

تمام دنیا اس لئے غیرتمندی بنی کہ اللہ تعالیٰ — غیرت میں اس دنیا پر سبقت لے گیا ہے

اُو چو جان ست و جہاں چوں کالبد — کالبد از جان پذیرد نیک و بد

وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح — جسم، جان سے نیکی اور بدی قبول کرتا ہے

ہر کہ محرابِ نمازش گشت عین — سوئے ایماں[2] رفتنش می داں تو شین

جس کی نماز محراب ذات ہو — اس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ

ہر کہ شد مر شاہ را اُو جامہ دار — ہست خسراں بہر شاہش اتجار

جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو — اس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا ٹوٹے کی بات ہے

ہر کہ با سلطاں شود اُو ہمنشیں — بر درش شستن بود حیف و غبیں

جو بادشاہ کا ہم نشیں ہو — اسکا دروازہ پر بیٹھنا قابل افسوس اور نقصان کی بات ہے

دست بوسش چوں رسید از بادشاہ — گر گزیند بوسِ پا باشد گناہ

جب اس کو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہو گئی — اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہوگا

چوں بیابی دست گردِ پا مگرد — ہست سر بازی نشانِ مردِ مرد

جب تو ہاتھ پالے، پیر کے چکر نہ کاٹ — سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

گرچہ سر بر پا نہادن خدمت ست — پیشِ آں خدمت خطا و زلت ست

اگرچہ پیروں پر سر رکھ دینا خدمت ہے — (لیکن) اس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے

---

[1] سعد بن عبادہؓ مشہور صحابی ہیں۔ حد قذف کے سلسلہ میں انہوں نے عرض کیا تھا کہ اگر بیوی کو زنا کرتے ہوئے دیکھوں گا تو فوراً قتل کر دوں گا۔ چار گواہ لانے کی مجھ میں تاب نہ رہے گی۔ اس پر آنحضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تھا۔ مولانا نے اسرار کے بیان کا ترک غیرتِ خداوندی کی وجہ سے کیا ہے لہٰذا اب غیرتِ خداوندی کا بیان شروع کر دیا ہے۔ جملہ عالم۔ عالم صفاتِ باری کا مظہر ہے تو مخلوق کی غیرت، غیرتِ حق کا پرتو ہے۔ اُو۔ جسم حرکات و سکنات میں روح کے تابع ہے، اسی طرح کائنات کے احوال مشیت باری کے تابع ہیں۔ محرابِ نماز۔ مرکز توجہ۔ عین۔ یعنی ذاتِ باری۔

[2] ایماں۔ یعنی مشاہدہ سے تنزل اختیار کر کے دلائل سے یقین حاصل کرنا غیرتِ رب کا سبب ہے۔ شین۔ عیب۔ جامہ دار۔ بخشی، مہتمم توشہ خانہ ہو کر کپڑے کا تاجر بنے۔ شستن۔ نشستن، بیٹھنا کا مخفف ہے۔ حیف۔ ظلم، افسوس۔ غبین۔ زیاں کار، یہ غیرت کی تیسری مثال ہے۔ دست بوسش۔ یعنی اعلیٰ مرتبہ چھوڑ کر ادنیٰ مرتبہ اختیار کرنا بھی غیرت کا سبب ہے۔ پیش آں۔ یعنی دست بوسی کے مقابلہ میں یہ خدمت کا ادنیٰ درجہ ہے۔

شاہ را غیرت[1] بود بر ہر کہ اُو
بادشاہ کو اس پر غیرت آئے گی جو

بو گزیند بعد ازاں کہ دید رُو
خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے

غیرتِ حق بر مثَل گندم بود
اللہ کی غیرت، گیہوں جیسی ہے

کاہِ خرمن غیرتِ مَردم بود
انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے

اصل غیرتہا بدانید از اِلٰہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو

آنِ خلقاں فرعِ حق بے اشتباہ
بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

شرح ایں بگذارم و گیرم گلہ
اس کی شرح چھوڑتا ہوں، شکوہ شروع کرتا ہوں

از جفائے آں نگارے دَہ دلہ
اس دس دل والے محبوب کی جفا کا

نالم ایرا نالہا خوش آیدش
اس لئے روتا ہوں کہ اس کو رونا اچھا لگتا ہے

از دو عالم نالہ و غم بایدش
دونوں جہاں کی جانب سے اس کو رونا پسند آتا ہے

چوں نالم تلخ از دستانِ[2] اُو
اسکے ناز وانداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں نہ بہاؤں؟

چوں نیم در حلقۂ مستانِ اُو
اس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں نہ داخل ہوں؟

چوں نباشم ہمچو شب بے روزِ اُو
اس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں

بے وصالِ روئے روز افروز اُو
اسکے دن کو روشن کرنے والے چہرہ کے وصال کے بغیر

ناخوشِ اُو خوش بود در جانِ من
اس کی جانب سے ناگوار، میری جان کو گوارا ہے

جاں فدائے یارِ دل رنجانِ من
دل دکھانے والے یار پر میری جان قربان ہے

عاشقم بر رنجِ خویش و دردِ خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں

بہر خوشنودی شاہِ فردِ خویش
اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے

خاکِ غم را سرمہ سازم بہر چشم
میں غم کی خاک کا آنکھوں کے لئے سرمہ بناتا ہوں

تا زگوہر پُر شود دو بحر چشم
تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں

اشک کاں از بہر اُو بارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں

گوہرست و اشک پندارند خلق
موتی ہیں، لوگ ان کو آنسو سمجھتے ہیں

من ز جانِ جاں شکایت می کنم
میں جانِ جاناں کی شکایت کرتا ہوں

من نیم شاکی روایت می کنم
میں شاکی نہیں ہوں، بیان کر رہا ہوں

---

[1] شاہ راغیرت۔ یہ بھی غیرت کی بات ہے کہ دیدار کا موقع ہو تو اس کو چھوڑ کر خوشبو سونگھنے پر اکتفا کرلے۔ غیرت حق۔ یعنی اصل غیرت حق ہے اور انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح بے قدر ہے۔ شرح ایں۔ یعنی غیرت حق کی تفصیل۔ گلہ۔ شکوہ۔ نگار۔ معشوق۔ دہ دلہ۔ چونکہ حضرت حق کی شئون مختلف ہیں، لہذا اس کو دہ دلہ کہا ہے۔ ایرا۔ زیرا، حدیث شریف میں آیا ہے اللہ کو دو قطرے بہت محبوب ہیں۔ ایک وہ قطرہ جو اللہ کے خوف سے آنکھ سے بہہ پڑے، ایک وہ خون کا قطرہ جو جہاد میں ٹپک جائے۔ تلخ نالیدن۔ نہایت درد سے رونا۔

[2] دستاں۔ مکروفریب، ناز وانداز۔ مستاں۔ عشاق۔ شب۔ رات یعنی سیاہ بختی۔ روز۔ یعنی دن کی طرح روشن ہے۔ ناخوش۔ معشوق، عاشق کے درد سے اس لئے خوش ہے کہ وہ درد تقاضائے عشق ہے لہذا اس کی خوشی کی خاطر ہم اپنے درد اور رنج سے خوش ہیں۔ اشک۔ یعنی جو آنسو محبوب کی یاد میں بہے وہ موتی ہے۔ روایت۔ یعنی میں اپنے درد کا جو بیان کرتا ہوں وہ بصورتِ شکایت ضرور ہے لیکن دراصل وہ شکایت نہیں بلکہ ایک واقعہ کو نقل کرتا ہے۔

دل[1] ہمی گوید ازو رنجیدہ اَم — وز نفاقِ سست میخندیدہ ام

دل کہتا ہے، میں اس سے رنجیدہ ہوں — کمزور نفاق سے، میں ہنستا ہوں

راستی کُن اے تو فخر راستاں — اے تو صدر و من درت را آستاں

اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے! سیدھا چل — اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں

آستان و صدر در معنیٰ کجاست — ما و من کُو آں طرف کُو یارِ ماست

حقیقتاً آستاں اور صدر کہاں ہے؟ — جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟

اے رہیدہ جانِ تو از ما و من — اے لطیفہ روح اندر مرد و زن

اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے — اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح

مرد و زن چوں یک شوند آں یک توئی — چونکہ یکہا محو شد آں تک توئی

مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے — جب سب مٹ جائیں اب تو وہی ہے

ایں من و ما بہرِ آں بر ساختی — تا تو باخود نردِ خدمت باختی

اس "من و ما" کو تو نے اس لئے بنایا ہے — تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے

تا تو ما و تو زیک جوہر شوی — عاقبت محض چناں دلبر شوی

جب تو "ما و تو" ایک جوہر بن جائے گا — بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

تا من و تو باہمہ یک جاں شوند — عاقبت[2] مستغرقِ جاناں شوند

جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائیں گے — انجام کار جاناں میں فنا ہو جائیں گے

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن — اے منزّہ از بیان و از سخن

یہ سب کچھ ہے، اور آ جا اے حاکم — اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے

چشم جسمانی نتاند دیدنت — در خیال آرد غم و خندیدنت

جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے — تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟

دل کہ اُو بستہ غم و خندیدن ست — تو بگوئے لائق آں دیدن ست

وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے — تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے

آں کہ اُو بستہ غم و خندہ بود — اُو بدیں دو عاریت زندہ بود

جو غم اور ہنسی سے مقید ہو — وہ ان دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے

---

[1] دلؔ۔ یعنی دل محبوب سے رنجیدہ ہونے کا اظہار کرتا ہے۔ میں اس کے اس نفاق پر ہنستا ہوں، اس لئے کہ وہ دل دراصل خوشی محسوس کر رہا ہے۔ راستی کنؔ۔ یعنی مجھے ناز و کرشمہ نہ دکھا تو صدرِ مجلس ہے میں آستاں جیسا پامال ہوں لہٰذا مجھ پر ظلم کرنا تیری شایانِ شان نہیں ہے۔ آستاںؔ۔ چونکہ پہلے شعر میں محبوب کو صدر اور اپنے آپ کو آستاں کہا تو اس سے دوئی کی بو آئی جو فنا کے خلاف ہے لہٰذا اب اس کا تدارک کیا ہے۔ اےؔ۔ ذاتِ حق واحد ہے، یہ ممکنات اس کے عارضی تعینات ہیں وہی ذات واحد لطیفۂ روح ہے جو مرد و زن کے عارضی جسم کو قائم کئے ہوئے ہے۔ تکؔ۔ ایک کا مخفف ہے، ابؔ، یہ ہے۔ خدمت۔ دنیاوی کاروبار۔ من و ما۔ یعنی جملہ مخلوقات۔

[2] عاقبتؔ۔ یعنی یہ ممکنات کے عارضی تعینات ختم ہو جائیں گے تو وہی ذاتِ واحد قیوم باقی رہ جائے گی۔ امر کن۔ امر کنندہ، حاکم یعنی بے شک ذاتِ واجب الوجود ممکنات کے حجاب میں محجوب ہے لیکن میری تمنا یہی ہے کہ بیان و سخن سے گزر کر اس کی ذات کا مشاہدہ کرلوں۔ چشم جسمانیؔ۔ اب مضمونِ سابق سے گریز کرتے ہیں کہ تمنا غلط ہے یہ ہماری جسمانی آنکھ کب مشاہدہ کر سکتی ہے اور جب تک ہم غم و شادی کے پابند ہیں ہم پر مادی عوارض طاری ہیں، کیسے مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ دلؔ۔ یعنی وہ دل جو طبعی کیفیتوں کا مقید ہے وہ دیدار ہی نہیں کر سکتا ہے۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز جو چند روز اپنے پاس رہتی ہے، یعنی غم و خندہ۔

باغِ سبز عشق کو بے منتہاست[1]
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے

جز غم و شادی درو بس میوہاست
اس میں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں

عاشقی زیں ہر دو حالت برترست
عاشقی ان دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے

بے بہار و بے خزاں سبز و ترست
(وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے

دِہ زکوٰۃ روئے خود اے خوبرو
اے (محبوب) خوبرو اپنے مکھڑے کی زکوٰۃ عطا کر

شرحِ جانِ شرحہ شرحہ باز گو
پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے

کز کرشمہ غمزہٴ غمازہٴ
چغل خور ناز کے انداز سے

بر دلم بنہاد داغِ تازہٴ
اس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے

من حلالش[2] کردم ارخونم بریخت
میں نے اس کے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے

من ہمی گفتم حلالِ او میگریخت
میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا

چوں گریزانی زنالہ خاکیاں
خاکساروں کے نالہ سے تو کیوں گریزاں ہے؟

غم چہ ریزی بر دلِ غمناکیاں
غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟

ایکہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی

ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
اس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا

چہ بہانہ میدہی شیدات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے

اے بہانہ شکر لبہات را
اے وہ (محبوب) جسکے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے

اے جہانِ کہنہ را تو جانِ نو
اے (محبوب) پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے

از تن بیجان و دل افغاں شنو
بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے

شرحِ گل بگذار از بہر خدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ

شرحِ بلبل گو کہ شد از گل جدا
اس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے

از غم و شادی نباشد جوشِ ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے

باخیال و وہم نبود ہوشِ ما
ہمارا ہوش خیال اور وہم سے (وابستہ) نہیں ہے

حالت دیگر بود کاں نادرست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کمیاب ہے

تو مشو منکر کہ حق بس قادرست
تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے

---

1. بے منتہا۔ لافانی، یعنی جب انسان میں لافانی صفات پیدا ہو جائیں گی تب وہ دیدارِ الٰہی کے قابل ہوگا۔ دو حالت۔ یعنی خزاں اور بہار، باغ عشق کی تروتازگی لافانی ہے۔ شرحِ جاں۔ یعنی یہ بتا کہ ہماری روح کو کب دیدار میسر آئے گا۔ شرحہ شرحہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ غمزہ۔ آنکھ کا اشارہ۔ غماز۔ چغل خور۔ غمزہ کو غماز اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ دل کی بات کو ظاہر کر دیتا ہے۔ داغ تازہ۔ یعنی نئی تجلی۔

2. حلال۔ یعنی میں یہی کہتا رہا کہ میرا خون بہانا حلال ہے مگر وہ خونریزی پر آمادہ نہ ہوا بلکہ گریز کر گیا۔ چشمہ مشرق۔ آفتاب۔ بہانہ۔ قیمت نہیں ہے۔ جہانِ کہنہ۔ دنیا میں چونکہ تغیرات ہیں، اس لئے اس کو کہنہ کہا ہے۔ جانِ نو۔ حضرت حق، قیوم ہے لہٰذا وہ عالم کے لئے بمنزلہ جان ہے اور ہر روز اس کی ایک شان کا ظہور ہوتا ہے۔ شرحِ گل۔ یعنی محبوب کے دیدار کی باتیں ختم کر کے اب عاشق کی مجبوری کا حال سنا۔

تو قیاس از حالت انسان[1] مکن — منزل اندر جور و در احساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر — ظلم و احسان میں ٹکاؤ نہ کر

جور و احساں رنج و شادی حادِث ست — حادثاں میرند و حق شاں وارِث ست
ظلم اور احسان، رنج اور خوشی سب نو پیدا ہیں — نو پیدا چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ ان کا وارث ہے

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ — عذرِ مخدومی حسام الدین بخواہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی — میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر

عذرِ خواہِ عقل[2] کل و جاں توئی — جانِ جان و تابش مرجاں توئی
عقل کل اور جان سے معذرت چاہنے والا تو ہی ہے — جان کی جان اور مونگے کی چمک تو ہی ہے

تافت نورِ صبح ما از نورِ تو — در صبوحی با مئے منصور تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا — صبح کی شراب نوشی کے وقت، تیری منصور شراب کے ذریعہ

دادہٴ حق چوں چنیں دارد مرا — بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے — شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟

بادہ در جوشش گدائے جوشِ ماست — چرخ در گردش فدائے ہوشِ ماست
شراب، جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے — آسمان، گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے

بادہ از ما مست شد نے ما ازو — قالب از ما ہست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے، نہ کہ ہم اس سے — جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے

ماچو زنبوریم و قالب ہا چو موم — خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح — اس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے

بس درازست ایں حدیث ایخواجہ گو — تاچہ شد احوالِ آں مردِ نکو
یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتایئے — اس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

رجوع بحکایت خواجۂ تاجر

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں — صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ، آگ اور درد اور رونے کی حالت میں — اسی طرح کی سینکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

---

[1] حالت انساں۔ یعنی عشق مجازی کی لذت اور تکلیف محبوب کے قہر اور مہر پر موقوف ہے۔ عشق حقیقی کو عشق مجازی پر قیاس نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کی کیفیات عوارض سے وابستہ ہیں جو فانی ہیں اور عشق حقیقی کا تعلق ذات باری سے ہے جو حی و قیوم ہے۔ صبح شد۔ یعنی تجلیات کی محویت میں سحر ہو گئی اور مثنوی لکھنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا اے عشق تجھے حسام الدین سے عذر خواہی کرنی چاہئے جن کی فرمائش اور اصرار پر مثنوی لکھنی شروع کی گئی ہے۔ حسام الدین مولانا کے خاص مرید ہیں جن کا ذکر مولانا بڑی تعظیم سے کرتے ہیں۔ توئی۔ یعنی عشق۔

[2] عقل، جان۔ مرجان۔ یعنی مونگا۔ مراد مولانا حسام الدین۔ نورِ تو۔ نورِ عشق۔ صبوحی۔ صبح کی شراب۔ منصور۔ یعنی خدائی مدد سے بہرہ یاب۔ دادۂ حق۔ یعنی عشق الٰہی۔ بادہ۔ انگوری شراب یعنی انگوری شراب کا جوش ہماری مستی کے جوش کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔ نیز ہمارے وجد اور حال کی گردش آسمان کی گردش سے بڑھی ہوئی ہے۔ ماچو زنبوریم۔ اس شعر میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ ما سے مراد انسان اور قالبہا سے دیگر مخلوقات مراد ہوں۔ خانہ خانہ کردہ۔ یعنی اپنے تصرف میں لایا۔ مردِ نکو۔ یعنی سوداگر۔ حنین۔ رونے کی آواز۔

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز
کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز
گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی

مردِ غرقہ گشتہ جانے می کند
ڈوبنے والا، جان توڑتا ہے
دست را در ہر گیاہے[1] میزند
ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے

تا کدامیں دست گیرد در خطر
تاکہ خطرے میں اس کی کوئی دستگیری کرے
دست و پائے میزند از بیم سر
سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

دوست دارد دوست ایں آشفتگی
اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے
کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
سونے سے، لاحاصل کوشش بہتر ہے

آنکہ اُو شاہ ست او بیکار نیست
جو شاہ ہے وہ (بھی) بیکار نہیں ہے
نالہ ازوے طرفہ کو بیمار نیست
جو بیمار نہیں ہے اس کی آہ و زاری عجیب بات ہے

بہر ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر
اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے
کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاٗن اے پسر
اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے

اندریں رہ می تراش و می خراش[2]
اس راستہ میں کانٹ چھانٹ کرتے رہو
تا دمِ آخر دمے فارغ مباش
آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو

تا دمِ آخر دمے آخر بود
مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہوگا
کہ عنایت با تو صاحب سر بود
کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمراز ہوگی

ہر کہ میکوشید گر مرد و زن ست
جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت
گوش و چشم شاہِ جاں بر روزن ست
جانکے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
قصۂ طوطی و خواجہ باز گو
طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

بیروں انداختن خواجہ طوطیٔ مُردہ را از قفس و پَریدنِ آں

خواجہ کا مردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اس کا اڑ جانا

بعد ازانش از قفس بیروں فگند
اس کے بعد اس کو پنجرے سے باہر پھینکا
طوطیک پَرید تا شاخِ بلند
طوطی بلند شاخ پر اڑ گئی

---

1. گیاہے۔ مشہور ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ بیم سر۔ موت کا ڈر۔ دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کوشش اور سعی پسند ہے اگرچہ نتیجہ اس نے اپنے قبضہ قدرت میں رکھا ہے۔ شاہ ست۔ یعنی اللہ تعالیٰ باوجود تمام بے نیازیوں اور صمدیت کے مصروف کار ہے۔ نالہ۔ بدون بیماری کے آہ و زاری جس طرح باعث تعجب ہے اسی طرح حضرت حق کی بے نیازی کے باوجود مشغولیت باعث تعجب ہے۔ رحمٰن۔ اللہ کا اسم ہے نیز سورۂ رحمٰن بھی مراد ہو سکتی ہے چونکہ یہ آیت اسی سورہ کی ہے "کُلَّ یَوۡمٍ ہُوَ فِیۡ شَاٗن" یعنی صفات ذات جن کا وہ اظہار کرتا رہتا ہے کسی کو مارتا ہے کسی کو رزق دیتا ہے کسی کو حیات بخشتا ہے۔

2. تراش و خراش۔ تراشیدن، بمعنی کاٹنا اور خراشیدن بمعنی چھیلنا سے امر کے صیغے ہیں یہاں کوشش اور سعی مراد ہے۔ آخر۔ دو جگہ ہے، پہلے کے معنی پچھلا اور دوسرے کے معنی یقیناً ہیں۔ ہر کہ۔ قرآن میں ہے "لَا اُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنۡکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی" میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کے کام ضائع نہ کروں گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ گوش۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر شخص کے کام کا سننے اور دیکھنے والا ہے۔

طوطیِ مُردہ چناں پرواز کرد ۔۔۔ کافتاب از شرقِ ترکی تاز[1] کرد
مردہ طوطی نے اس طرح اڑان بھری ۔۔۔ جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

خواجہ حیراں گشت اندر کارِ مرغ ۔۔۔ بے خبر ناگہ بدید اسرارِ مُرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہو گیا ۔۔۔ اچانک، بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے

روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب ۔۔۔ از بیانِ حالِ خود ماں دِہ نصیب
اوپر منہ اٹھایا اور بولا اے بلبل! ۔۔۔ اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصہ دے

اُو چہ کرد آنجا کہ تو آموختی ۔۔۔ چشمِ ما از مکر خود بر دوختی
اس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا ۔۔۔ اپنی تدابیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں

ساختی مکرے و مارا سوختی ۔۔۔ سوختی مارا و خود افروختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا ۔۔۔ ہمیں جلا دیا اور خود کو روشن کر لیا

گفت طوطی کُو بفعلم پند داد ۔۔۔ کہ رہا کن نطق و آواز و گشاد
طوطی نے کہا کہ اس نے عمل سے مجھے نصیحت کی ۔۔۔ کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے

زانکہ آوازت تُرا در بند کرد ۔۔۔ خویش اُو مُردہ پئے ایں پند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا ۔۔۔ اُس نے اِس نصیحت کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیا

یعنی[2] اے مطرب شدہ با عام و خاص ۔۔۔ مُردہ شو چوں من کہ تایابی خلاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنے والے ۔۔۔ میری طرح مردہ بن جا کہ نجات پائے

دانہ باشی مرغکانت بر چنند ۔۔۔ غنچہ باشی کودکانت بر کنند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چگ لیں گے ۔۔۔ کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے

دانہ پنہاں کُن بکلّی دام شو ۔۔۔ غنچہ پنہاں کُن گیاہِ بام شو
دانے کو چھپا، بالکل جال بن جا ۔۔۔ کلی کو چھپا لے محل کا سبزہ بن جا

ہر کہ داد اُو حسنِ خود را در مزاد ۔۔۔ صد قضائے بد سوئے اُو رُو نہاد
جس نے اپنے حسن کو بڑھایا ۔۔۔ سینکڑوں آفتوں نے اس کا رخ کیا

چشمہا و خشمہا و رشکہا ۔۔۔ بر سرش بارد چو آب از مشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک ۔۔۔ اُس پر اس طرح برس پڑیں گے جیسے مشک سے پانی

دشمناں اُو را ز غیرت میدرند ۔۔۔ دوستاں ہم روزگارش میبرند
دشمن، حسد سے اسے پھاڑ ڈالیں گے ۔۔۔ دوست بھی اس کا وقت ضائع کر دیں گے

---

1. ترکی تاز۔ ترکتاز یعنی ترکوں کی طرح دوڑ دھوپ کرنا۔ عندلیب۔ بلبل۔ نصیب۔ حصہ۔ بفعل پند دادن۔ عملی طور پر نصیحت کرنا۔ رہا کردن۔ چھوڑنا۔ گشاد۔ انبساط، خوشی۔ آوازت۔ طوطی کی خوش الحانی گرفتاری کا سبب بنتی ہے۔ پند کرد۔ پہلے گذرا ہے کہ تاجر کی طوطی نے جنگل کی طوطی سے اپنی نجات کی راہنمائی چاہی تھی تو جنگل کی طوطی نے مر کر اس کو تعلیم دی کہ خاموشی نجات کا سبب ہے۔
2. یعنی۔ مر کر اس نے یہ سمجھایا تھا کہ مر کر تیری خوش بیانی ختم ہو گی تو تجھے نجات ملے گی۔ دانہ باشی۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی انسان کی نمود اس کی تباہی ہے۔ مزاد۔ زیادتی۔ قضا۔ آفت۔ رو نہادن۔ متوجہ ہونا۔ روزگارش می برند۔ اوقات ضائع کریں گے۔

آنکہ غافل بود از کشت[1] بہار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو
او چہ داند قیمت ایں روزگار
وہ اس وقت کی قیمت کیا جانے

در پناہِ لطف حق باید گریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہئے
کو ہزاراں لطف بر اَرواح ریخت
جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانیاں برسائی ہیں

تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ
اس وقت تک کہ تو پناہ حاصل کر لے اور پناہ بھی کیسی
آب و آتش مَر تُرا گردد سپاہ
کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بن جائیں

نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟
نے بر اَعداشاں بکیں قہار شد
کیا ان کے دشمنوں پر اس نے قہر نہیں ڈھایا؟

آتش ابراہیمؑ را نے قلعہ بود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟
تا بر آورد از دلِ نمرود[2] دُود
یہاں تک کہ نمرود کے دل سے دھواں اٹھا دیا

کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند
کیا پہاڑ نے یحییٰ (علیہ السلام) کو اپنی طرف نہیں بلایا؟
قاصدانش را بزخم سنگ راند
اور ان کا قصد کرنے والوں کو پتھر مار کر بھگایا؟

گفت اے یحییٰؑ بیا در من گریز
اس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ
تاپناہت باشم از شمشیر تیز
تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ بنوں

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پَریدن

طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اُڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق
طوطی نے اس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں
بعد ازاں گفتش سلامُ الفراق
اس کے بعد اس نے کہا، سلام ہے، الفراق

الوداع اے خواجہ کردی مرحمت
الوداع اے خواجہ! تو نے کرم کیا
کردی آزادم ز قید و مظلمت
مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کر دیا

الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن
اے خواجہ الوداع، میں وطن کو جاتی ہوں
ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہو جائے

خواجہ گفتش فی اَمان اللہ برو
خواجہ نے اس سے کہا فی امان اللہ جا
مَر مَرا اکنوں نمودی راہِ نو
تو نے مجھے اب نئی راہ دکھا دی

[1] کشت۔ کھیتی۔ بہار۔ موسم بہار۔ او چہ داند۔ دنیا آخرت کی کھیتی ہے اگر یہاں بیج نہ بوؤ گے تو آخرت میں نہ کاٹ سکو گے۔ در پناہ حق۔ انسانوں سے خلوت اختیار کر کے اللہ سے دوستی جوڑنی چاہئے۔ چہ پناہ۔ خدا کی پناہ۔ وہ پناہ ہے جس کے ذریعہ کائنات خادم بن جاتی ہے۔ شعر۔ تو ہم گردن از حکم دوار مپیچ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ۔ نوح و موسیٰؑ۔ طوفان آیا جو حضرت نوحؑ کی نجات اور دشمنوں کی تباہی کا سبب بنا۔ دریائے نیل نے فرعون کو ڈبو دیا، حضرت موسیٰؑ کو نجات دلائی۔ قلعہ۔ یعنی پناہ گاہ۔ از دل بر آوردن۔ حسرت زدہ بنانا، محروم کرنا۔

[2] نمرود۔ وہی ظالم بادشاہ ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈلوایا تھا۔ یحییٰؑ۔ مشہور ہے کہ حضرت یحییٰؑ کو جب قوم نے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو ایک پہاڑ نے ان کو اپنے اندر پناہ دی اور جب قوم ان کے تعاقب میں پہنچی تو اسی پہاڑ کے پتھروں نے اس قوم کو ہلاک کر دیا۔ وداع کردن۔ رخصت کرنا۔ الوداع الفراق۔ یہ دونوں کلمے جدائی کے وقت بولے جاتے ہیں۔ مظلمت۔ اندھیرا۔ آزاد۔ یعنی دنیوی علائق کے پنجرے سے۔ فی امان اللہ۔ اللہ کی حفاظت میں، یہ کلمہ بھی رخصت کرتے وقت بولا جاتا ہے۔

سوئے ہندوستان اصلی[1] رو نہاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اس نے رخ کیا

بعد شدّت از فرح دل گشت شاد
سختی کے بعد خوشی سے اس کا دل خوش ہو گیا

خواجہ باخود گفت ایں پندِ من ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا، یہ میرے لئے نصیحت ہے

راہِ اُو گیرم کہ ایں رہ روشن ست
اس کا راستہ اختیار کروں گا، یہ راستہ واضح ہے

جانِ من کمتر زطوطی کے بُوَد
میری جان طوطی سے کیا کم ہے

جاں چنیں باید کہ نیکو پئے بُوَد
ایسی جان چاہئے جو نیک قدم ہو

مُضرّتِ تعظیمِ خلق و انگشت نماشدن

لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست و زاں شد خارِ جاں
جسم، پنجرے کی طرح ہے، اسی وجہ سے جان کیلئے کانٹا ہے

از فریب داخلاں و خارجاں
اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے

اینش گوید من شوم ہمرازِ تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز ہوں

وانش گوید نے منم انبازِ تو
اور وہ اس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں

اینش گوید نیست چوں تو در وجود
یہ اس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے

در کمال و فضل و در احسان و جود
کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں

آنش گوید ہر دو عالم آنِ تست
وہ اس سے کہتا ہے دونوں جہاں تیری ملکیت ہیں

جملہ جانہائے ما طفیلِ جانِ تست
ہم سب کی جانیں تیرے جان کی طفیلی ہیں

اینش گوید گاہ عیش و خرّمی
یہ اس سے کہتا ہے، عیش اور خوشی کا وقت ہے

آنش گوید گاہِ نوش و ہمدمی
وہ اس سے کہتا ہے، پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے

اُو چو بیند خلق را سرمستِ خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے

از تکبّر میرود از دستِ خویش
تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے

اُو نداند کہ ہزاراں را چو اُو
وہ نہیں سمجھتا کہ اس جیسے ہزاروں کو

دیو افگندست اندر آبِ جو
شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے

لطف و سالوسِ جہاں خوش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے

کمترش خور کو پُر آتش لقمہ ایست
اس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے

آتشش[2] پنہاں و ذوقش آشکار
اس کی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے

دُودِ اُو ظاہر شود پایانِ کار
اس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

تو مگو تا مدح رامن کے خرم
تو یہ نہ کہہ کہ خوشامد کا میں کب خریدار ہوں؟

از طمع می گوید اُو من پے برم
مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے

---

1. اصلی۔ وطن محذوف کی صفت ہے۔ فرح۔ خوشی۔ انگشت نماشدن۔ مشہور ہونا۔ اینش۔ جلوت کی جو مضرتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ شعر۔ ل کے یاروں سے ہواشوق گناہ۔ آدمی کا آدمی شیطان ہے۔ انباز۔ شریک، ساتھی۔ جود۔ سخاوت۔ دیو۔ شیطان۔ سالوس۔ مکروفریب۔
2. آتشش۔ مدح سرائی سے انسان ابتداً لطف اندوز ہوتا ہے لیکن انجام تباہی ہے۔ تو مگو۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ لوگوں کی غلط مدح سرائی سے ہم پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ مولانا اس کی تردید کرتے ہیں کہ ضرور اثر ہوتا ہے جو تمہارے لئے غیر محسوس ہے۔

مادحت گر ہجو گوید بر ملا
تیری تعریف کرنے والا، اگر کھلم کھلا برائی کرے
گرچہ دانی[1] کوز حرماں گفت آں
اگر چہ تو جانتا ہے کہ اسے محروم رہنے کی وجہ سے وہ کہا ہے
آں اثر میماندت در اندروں
اس کا اثر تجھ میں رہے گا
آں اثر ہم روز ہا باقی بود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے
نیک بنماید چو شیرین ست مدح
تعریف چونکہ میٹھی ہے، اچھی لگتی ہے
ہمچو مطبوخ ست و حب کانزا خوری
(وہ برائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے
ورخوری حلوا بود ذوقش دمے
اگر تو حلوا کھائے اس کا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے
چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں
چونکہ (حلوے کا ذائقہ منہ میں) نہیں ٹھہرتا ہے چھپا رہتا ہے
چوں شکر[2] ماند نہاں تاثیر او
چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے
ورحب و مطبوخ خوردی اے ظریف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پئے
نفس از بس مدحہا فرعون شد
نفس تعریفوں سے فرعون بن گیا
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش
جب تک ہو سکے خادم بن، بادشاہ نہ بن

روزہا سوزد دلت زاں سوزہا
ان سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلے گا
کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
کیونکہ وہ لالچ جو اس کو تجھ سے تھا، نہ ملا
در مدیح ایں حالتے ہست آزموں
تعریف میں (بھی) یہ حالت معیار ہے
مایۂ کبر و خداعِ جاں شود
جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے
بدنماید زانکہ تلخ اُفتاد قدح
برائی چونکہ کڑوی ہے بری لگتی ہے
تا بدیرے شورش و رنج اندری
جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے
ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اس کا اثر بھی اس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے
ہر ضدے را تو بضد آں بداں
ہر ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے
بعد چندے دُمل آرد نیش جو
چند دن بعد قابل نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے
اندروں شد پاک ز اَخلاطِ کثیف
گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے
کُنْ ذَلِیْلَ النَّفْسِ ھَوْنًا لَاتَسُدْ
تو منکسر مزاج خاکسار بن جا، سرداری نہ چاہ
زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
گیند کی طرح چوٹ برداشت کرنے والا بن، بلا نہ بن

---

[1] گرچہ دانی۔ یعنی تم خود سمجھتے ہو کہ چونکہ تم نے اسے محروم کیا ہے، اس لئے برائی کر رہا ہے لیکن اس کی برائی سے متاثر ہوتے ہو۔ اندروں۔ باطن، قلب۔ مدیح۔ مدح، تعریف۔ خداع۔ مکروفریب۔ قدح۔ عیب جوئی، طعنہ زنی۔ مطبوخ۔ پکا ہوا یعنی مسہل کی دوا جو پکا کر پلائی جاتی ہے۔ حب۔ گولی۔ تابدیرے۔ مسہل کا اثر سارے دن رہتا ہے، پیٹ میں مروڑ ہوتا رہتا ہے اور دست آتے رہتے ہیں۔ ایں۔ حلوے کا ذائقہ۔ آں۔ مسہل کا اثر۔ ہر ضدے۔ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچانا جاتا ہے۔ جب کڑوی دوا کا اثر دیر تک رہتا ہے تو شکر کا اثر بھی دیر پا ہوگا۔

[2] چوں شکر۔ شکر کا اندرونی اثر یہ ہوگا کہ پھوڑے پیدا ہوں گے جن پر شگاف لگانے کی ضرورت پڑے گی۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ اخلاط۔ خلط کی جمع ہے، جسم کا مادہ۔ کثیف۔ گندا، گاڑھا۔ ذلیل النفس۔ منکسر مزاج۔ ھون۔ خاکساری۔ لاتسد۔ سردار نہ بن، سیادت کا فعل نہی ہے۔ گوئی۔ گیند، گیند بلے کی چوٹ کھاتی ہے۔ چوگاں۔ بلا، گیند پر ضرب لگاتا ہے۔

ورنہ[1] چوں لُطفت نماند ویں جمال　　از تو آید آں حریفاں را ملال
ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہے گا　　ان دوستوں کے تجھ سے دل بھر جائیں گے

آں جماعت کت ہمی دادند ریو　　چوں ببینندت بگویندت کہ دیو
وہی لوگ جو تجھے دھوکا دیتے تھے　　جب تجھے دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے

جملہ گویندت چو بینندت بدر　　مُردہَ از گورِ خود بَر کردہ سَر
جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے　　مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے

ہمچو اَمرد کہ خدا نامش کنند　　تابداں سالوس در دامش کنند
اَمرد (لڑکے) کی طرح کہ اس کو خدا کہتے ہیں　　تاکہ اس مکاری سے اس کو جال میں پھانس لیں

چوں بہ بدنامی برآید ریش او　　دیو را ننگ آید از تفتیش او
جب بدنامی کے ساتھ اس کی داڑھی نکل آئی　　اسکے احوال معلوم کرنیسے شیطانکو (بھی) ذلت محسوس ہوتی ہے

دیو سوئے آدمی شد بہر شر　　سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر
شیطان شر پھیلانے سے آدمی کی طرف آتا ہے　　تیری جانب نہیں آتا کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

تا تو بودی آدمی دیو از پیت　　میدوید و میچشانید از میت
جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے　　دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا

چوں شدی در خوئے دیوی اُستوار　　میگریزد از تو دیو اے نابکار
جب تو شیطنت میں پختہ کار ہو گیا　　اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے

آنکہ اندر دامنت آویخت او　　چوں چنیں گشتی زتو بگریخت اُو
جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا　　جب تو ایسا ہو گیا وہ تجھ سے بھاگ گیا

تفسیر مَاشَآءَ اللّٰہُ[2] کَانَ وَمَالَمْ یَشَألَمْ یَکُنْ

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

ایں ہمہ گفتیم لیک اندر بسیج　　بے عنایاتِ خدا ہیچیم ہیچ
یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں　　خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ در ہیچ ہیں

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　گر ملک باشد سیہ ہستیش ورق
اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر　　اگر فرشتہ (بھی) ہے تو اس کا نامۂ اعمال سیاہ ہے

اے خدا اے قادرِ بیچون و چند　　از تو پیدا شد چنیں قصر بلند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے پاک　　اس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے

---

1. ورنہ۔ وہی خوشامدی تجھ سے بھاگیں گے۔ کت۔ کہ ترا۔ ریو۔ فریب، دھوکا۔ دیو۔ شیطان، بھوت۔ بدر۔ بہ در، دروازہ پر۔ امرد۔ نوخیز لڑکا۔ خدا۔ یعنی اس کے چاہنے والے اس کو دل و جان کا مالک بتاتے تھے۔ بدنامی۔ عاشقوں کی صحبت کی وجہ سے۔ دیوی بتر۔ تو شیطان سے بھی بڑا شیطان ہے۔ از پیت۔ از پے تو۔ میت۔ ترا مے می چشانید۔ آنکہ۔ شعر۔ بوقت تنگدستی آشنا بیگانہ می گردد۔ صراحی چوں شود خالی جدا پیمانہ می گردد۔
2. ماشاء اللہ۔ جو اللہ نے چاہا، اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ خدا کی مشیت اور ارادہ سے اس کی مراد جدا نہیں ہو سکتی جو خدا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ بسیج۔ بروزنِ سریش قصد و ارادہ۔ ہیچ۔ ناچیز۔ خاصانِ حق۔ انبیاء اور مرسلین۔ ورق۔ نامۂ اعمال۔ بیچون۔ وہ ذات جس کی حقیقت دریافت نہ کی جا سکے۔ چند۔ مقدار۔ قصر بلند۔ آسمان۔

واقفی بر حالِ بیرون و دروں
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے
اے خدا اے فضل تو حاجت روا[1]
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایت حاجت روا ہے
ایں قدر ارشاد تو بخشیدہٴ
اس قدر رہنمائی تو نے بخشی ہے
قطرہٴ دانش کہ بخشیدی ز پیش
پہلے سے تو نے علم کا قطرہ بخشا ہے
قطرہٴ علم ست اندر جانِ من
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے
پیش ازیں کیں کاکہا حسفش کند
اس سے پہلے کہ یہ مٹیاں اس کو دھنسا لیں
گرچہ چوں نشفش کند تو قادری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب وہ اس کو سکھائیں
قطرہٴ کو در ہوا شد یا کہ ریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اڑ گیا یا بہہ گیا
گر درآید در عدم یا صد عدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی آ جائے
صد ہزاراں[2] ضد ضد رامی کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں
از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف
خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں
باز وقت صبح چوں اللّٰہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح

بے کم و بیش و بے چندی و چوں
تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے ہے
با تو یادِ ہیچ کس نبود روا
تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے
تابدیں بس عیبہا پوشیدہٴ
جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیئے ہیں
متصل گرداں بدریا ہائے خویش
اس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے
وارہانش از ہوا و زخاکِ تن
اس کو خواہش اور جسم کی مٹی سے بچا دے
پیش ازیں کیں بادہا نشفش کند
اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اس کو سکھائیں
کش ازیشاں واستانی و آخری
کہ اس کو تو ان سے واپس لے لے
از خزینہ قدرتِ تو کے گریخت
تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے
چوں بخوانیش او کند از سر قدم
جب تو اسے بلائے وہ سر کے بل آئے
بازشاں فضل تو بیروں می کشد
پھر تیرا فضل ان کو باہر نکال لاتا ہے
ہست یارب کارواں در کارواں
اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے
نیست گردد غرق در بحر نغول
نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں
برزنند از بحر سر چوں ماہیاں
مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں

1. رَوا۔ بر لانے والا، جائز۔ ارشاد۔ رہنمائی، ہدایت۔ قطرہٴ دانش۔ انسان کا علم اللہ کے علم کی نسبت سمندروں کے اعتبار سے ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ خسف۔ زمین کا کسی چیز کو اپنے اندر دھنسا لینا۔ نشف۔ خشک کرنا۔ کش۔ کہ اورا واستاندن۔ واپس لینا۔ واخریدن۔ اپنی چیز کو واپس خرید لینا۔

2. صد ہزاراں۔ دنیا میں تنازع للبقاء کا عمل جاری ہے، اشیاء فنا ہو جاتی ہیں قدرت پھر ان کو پیدا کرتی ہے۔ خاصہ۔ جس طرح موجودات خارج معدوم سے موجود ہوتے ہیں اسی طرح خیالات کا بھی حال ہے۔ نغول۔ بفتحتین ژرف۔ گہرا۔

در خزاں[1] بیں صد ہزاراں شاخ و برگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے
از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر
کوے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے
در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے

باز فرماں آید از سالارِ دہ
پھر رب العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے
مَرعدم را کانچہ خوردی باز دہ
عدم کے لئے، کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے واپس دے

آنچہ خوردی وَادہ اے مرگِ سیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے، واپس دے
از نبات و وَرد و از برگ و گیاہ
پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

اے برادر عقل یک دَم باخود آر
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال
دَمبدم در تو خزان ست و بہار
تجھ میں (بھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے

اے برادر یک دَم از خود دور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کے لئے خودی چھوڑ دے
باخود آو غرقِ بحر نور شو
ہوش میں آ، اور نور کے سمندر میں ڈوب جا

باغِ دل را سبز و تر و تازہ بیں
دل کے باغ کو سبز اور تروتازہ دیکھ
پُر زغنچہ و وَرد و سَرو و یاسمیں
غنچے اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے

زانبہِ برگِ پنہاں گشتہ شاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں
زانبہِ گل نہاں صحرا و کاخ
پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

ایں سخنہائیکہ از عقل کل[2] ست
یہ باتیں جو عقل کل کی جانب سے ہیں
بوئے آں گلزار سر و سنبل ست
سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں

بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی ہے
جوشِ مل دیدی کہ آنجا مل نبود
تو نے شراب کا نشہ اس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب نہ تھی؟

بو قلاوَزست و رہبر مر ترا
خوشبو تیری راہنما اور رہبر ہے
مے بَرد تا خلد و کوثر مر ترا
تجھے جنت اور کوثر تک لے جائے گی

بو دوائے چشم باشد نور ساز
خوشبو نور پیدا کرنے والی، آنکھ کی دوا ہے
شد زبوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
خوشبو سے (حضرتِ) یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں

---

[1] درخزاں۔ موسم خزاں میں شاخیں اور پتے فنا ہو جاتے ہیں اور کوے گویا ان پر نوحہ گری کرتے ہیں اور قدرت پھر ان کو پیدا کر دیتی ہے۔ سالار دہ۔ رب العالمین"۔ نبات۔ زمین سے اگنے والی چیزیں۔ ورد۔ پھول، گلاب۔ اے برادر۔ انسان کے نفس میں خزاں یہ ہے کہ تعلقاتِ کونیہ سے وہ متعلق ہو اور بہار یہ ہے کہ معارفِ وجدانیہ سے سرفراز ہو۔ ایں سخن ہائے۔ یہ مضامین جو سمجھائے جا رہے ہیں، یہ اسی باطنی گلزار کی مہک ہے۔

[2] عقل کل۔ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ۔ مل۔ شراب۔ جوشِ مل۔ مستی۔ مل نبود۔ یعنی شراب کے بغیر مستی ممکن نہیں اور گل کے بغیر خوشبو ممکن نہیں ہے لہٰذا ان مضامین میں جوش اور خوشبو لامحالہ باطنی شراب اور باطنی گلزار کا فیض ہے۔ بو۔ خوشبو، باطنی گلزار کی خوشبو جنت اور کوثر کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ قلاوز۔ بدرقہ، جو شخص لشکر کے آگے رہنمائی کے لئے چلتا ہے۔ خلد۔ جنت۔ کوثر۔ جنت میں ایک نہر ہے۔ نور ساز۔ نور افزا۔ یعقوبؑ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام حضرتِ یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتے روتے اندھے ہو گئے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو سے پھر بینا ہو گئے۔

بوئے بد مر دیده را تاری کند
بدبو آنکھ کو تاریک کرتی ہے
بوئے یوسفؑ دیده را یاری کند
یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

تو کہ یوسفؑ نیستی[1] یعقوبؑ باش
تو جب یوسفؑ نہیں ہے، یعقوبؑ بن جا
ہمچو اُو با گریہ و آشوب باش
اس کی طرح رونے اور مصیبت میں رہ

چوں تو شیریں نیستی فرہاد باش
جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن
چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بن جا

تفسیر قولِ حکیم سنائی قدسَ سِرُّہ
حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد
ناز کرنے کے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے
چوں نداری گِرد بد خوئی مگرد
جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب نہ جا

عیب باشد چشم نابینا و باز
عیب ہے، اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی
زشت باشد روئے نازیبا و ناز
بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز

بشنو ایں پند از حکیم غزنوی
حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سن لے
تا بیابی در تن کُہنہ نوی
تا کہ پرانے جسم میں نیا پن پائے

ایں رُباعی را شنو از جان و دل
جان و دل سے اس رباعی کو سن لے
تا بکل بیروں شوی از آب و گل
تا کہ تو بالکلیہ آب و گل سے نکل جائے

پند اُو را از دل و جاں گوش کُن
اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن
ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن
ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنا لے

آں حکیم غزنوی شیخ کبیر
اس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے
گفتہ است ایں پند نیکو یادگیر
کہا ہے، اس نصیحت کو اچھی طرح یاد کر لے

پیشِ یوسفؑ[2] نازش و خوبی مکن
یوسف کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر
جز نیاز و آہِ یعقوبی مکن
سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے (کچھ) نہ کر

معنیٔ مُردن ز طوطی بد نیاز
طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا
در نیاز و فقر خود را مُردہ ساز
عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنا لے

تا دمِ عیسیٰؑ ترا زندہ کند
تا کہ (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کا دم تجھے زندہ کر دے
ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند
اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنا دے

---

1. نیستی۔ یعنی اگر تم مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بنو۔ چوں تو۔ اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ مطلوب نہیں ہو تو طالب ہی بن جاؤ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ عیب۔ اندھی آنکھ سے کوئی غمزے کرے تو وہ عیب ہوگا۔ غزنوی۔ یعنی حکیم سنائی۔ آب و گل۔ یعنی جسد عنصری۔ ہوش را۔ یعنی مطالب سمجھنے میں پورے ہوش و حواس سے کام لو۔
2. پیش یوسف۔ یعنی مطلوب کے سامنے غمزہ و ناز مناسب نہیں ہے، عاجزی اور آہ و زاری سے کام لے۔ معنی۔ یعنی طوطی کا مرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نیاز سے کام لے اور مطلوب کے سامنے اپنے آپ کو مردہ بنا لے۔ دمِ عیسیٰ۔ یعنی مطلوب کا فیض تجھے زندہ کر دے گا۔

در بہاراں[1] کے شود سر سبز سنگ — خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
پتھر (موسم) بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے — مٹی بن جا تاکہ رنگ برنگ کے پھول اُگیں

سالہا تو سنگ بودی دلخراش — آزموں را یک زمانے خاک باش
تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے — آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لئے خاک بن جا

درمیانِ ایں شنو یک داستاں — تابدانی اعتقادِ راستاں
اس بیان میں ایک داستان سن لے — تاکہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے

داستانِ پیر چنگی کہ در عہد عمرؓ از بہر خداوند تعالیٰ
سارنگی بجانے والے بوڑھے کا قصہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں

در گورستاں در روز بے نوائی چنگ میزد
فاقہ کے روز اللہ واسطے سارنگی بجاتا تھا

ایں شنیدستی کہ در عہد عمرؓ — بود چنگی مطربے با کر و فر
تو نے یہ سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں — ایک سارنگی بجانے والا گویا شان و شوکت سے تھا

بلبل از آوازِ اُو بے خود شدے — یک طرب زِ آوازِ خوبش صد شدے
بلبل اس کی آواز سے مست ہو جاتی — اس کی حسین آواز سے ایک مستی سو مستیاں بن جاتیں

مجلس و مجمع دمش آراستے — در نوائے اُو قیامت خاستے
اس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کر دیتی — اور اس کی آواز سے قیامت برپا ہو جاتی

ہمچو اسرافیلؑ[2] کاوازش بفن — مردگاں را جاں در آرد در بدن
وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا کہ اسکی آواز فن کے ذریعہ — مُردوں کے بدن میں جان ڈال دیتی

یا رسائل بود اسرافیلؑ را — کز سماعش پَر بُرستے فیل را
یا وہ (حضرت) اسرافیل علیہ السلام کا ہم آواز تھا — کہ اس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگ جاتے

سازد اسرافیلؑ روزے نالہ را — جاں دہد بوسیدۂ صد سالہ را
(حضرت) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا ساز و سامان کریں گے — سو سال کے پرانے (جسم) کو جان عطا کریں گے

اولیاء را در دروں ہم نغمہاست — طالباں را زاں حیاتِ بے بہاست
اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں — ان سے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے

---

1. در بہاراں۔ موسم بہار میں پتھر پر سبزہ نہیں اگتا، مٹی اور خاک پر سبزہ اگتا ہے تو پتھر نہ بن خاکسار بن۔ سالہا۔ تعلقاتِ دنیوی سے تو سنگ بن گیا ہے۔ راستاں۔ راست باز لوگ۔ چنگی۔ چنگ، سارنگی، یا نسبت کی ہے، سارنگی بجانے والا۔ مطرب۔ مستی پیدا کرنے والا، گویا۔ کروفر۔ شان و شوکت۔ صد شدے۔ یعنی اس کی آواز سے مستی سو گنا بڑھ جاتی تھی۔ دم۔ آواز، سرود۔ نوا۔ آواز، موسیقی کے ایک مقام کا نام ہے۔
2. اسرافیل۔ ایک فرشتہ کا نام ہے جو قیامت کے قریب صور پھونکے گا جس سے تمام نظام کائنات درہم برہم ہو جائیگا، انسان بیہوش ہو جائیں گے۔ پھر چالیس سال کے بعد وہ دوسرا صور پھونکے گا تو تمام کائنات اصلی حالت پر آ جائے گی۔ فن۔ تدبیر، حیلہ۔ مُردگاں۔ مُردے۔ رسائل۔ رسیلہ کی جمع، ہم زباں، ہم آواز۔ پر رُستن۔ پر نکل آنا یعنی مست ہو جانا۔ نالہ۔ یعنی صور پھونکنا۔ دروں۔ باطن۔ نغمہ۔ نرم اور شیریں آواز، جمع بناتے وقت آخری حرف گر جائے گا اور جمع نغمہا آئے گی۔ بے بہا۔ انمول۔

نشنود آں نغمہا را گوشِ حس[1]
ان نغموں کو حسی کان نہیں سنتے ہیں
نشنود نغمہ پَری را آدمی
پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا
گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم ست
اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے
کہ پَری و آدمی زندانی اند
اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں
سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی
اے نوآموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ
معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں
سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ
نغمہائے اندرونِ اولیاء
اولیاء کے باطن نغمے
ہیں زلائے[2] نفی سَر ہا بر زنید
خبردار! عدم کے لا سے نکلو
اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد
اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوؤ
کارِ ایشان ست زانسوئے پرے
ان (اولیاء) کا کام اس سے بھی آگے کا ہے
گر بگویم شمہ زاں نغمہا
اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کر دوں
گوش را نزدیک کن کاں دور نیست
کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں

کز سخنہا گوشِ حس باشد نجس
اسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسی کان ناپاک ہو جاتے ہیں
کو بود زِ اَسرارِ پریاں اَعجمی
کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے
نغمہ دل برتر از ہر دو دَم ست
لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے
ہر دو در زندانِ ایں نادانی اند
دونوں اسی نادانی کے قید خانہ میں ہیں
تاشوی برسِرّ پریاں مہتدی
تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہو جائے
تَستَطِیعُوا تَنفُذُوا را بازداں
تستطیعوا اور تنفذوا کو سمجھ
اولاً گوید کہ اے اَجزاءِ لَا
پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!
ایں خیال و وہم بیروں افگنید
اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو
جانِ باقی تاں نروئید و نزاد
تمہاری باقی (رہنے والی) روح نہ اُگی نہ پیدا ہوئی
گرددت روشن چو جوئی رہبرے
جب تو رہبر کی تلاش کرے گا تجھ پر کھلے گا
جانہا سَر بر زنند از دخمہا
تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں
لیک نقل آں بتو دستور نیست
لیکن ان کو تجھ سے نقل کرنے کا دستور نہیں ہے

---

1. گوشِ حس۔ کان۔ نجس۔ ناپاک۔ کو۔ کہ او۔ اعجمی۔ گونگا، کسی زبان سے ناواقف۔ دودم۔ یعنی پری اور گویے کا نغمہ۔ زندانی۔ قیدی۔ نادانی۔ غفلت، یعنی تعلقات دنیوی۔ مبتدی۔ ابجد پڑھنے والا، نوآموز۔ مہتدی۔ ہدایت یافتہ، واقف کار۔ معشر۔ گروہ۔ رحمٰن۔ سورۃ الرحمٰن میں جن اور پری کا ذکر ہے، اس میں انسانوں کے ساتھ جنوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے، اسی سورۃ میں فرمایا گیا ہے۔ یَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ۔ اے جن اور انسانوں کے گروہ، اگر تم سے ہو سکے کہ تم آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ (اور ہم سے بچ جاؤ) تو نکل جاؤ۔ نہ نکلو گے مگر زور سے۔
2. لا۔ نفی کا کلمہ ہے یعنی ظاہری ہستی جو کالعدم ہے۔ ایں خیال۔ یعنی خودی کا خیال۔ کون و فساد۔ بننا اور بگڑنا یعنی عالم دنیا۔ جانِ باقی۔ روحِ حقیقی۔ رہبر۔ شیخ کامل۔ سر بر زدن۔ نکل پڑنا۔ دخمہ۔ مجوسیوں کا قبرستان۔ دستور۔ یعنی وہ نغمے خود سنو، ان کے سنانے کا دستور نہیں ہے۔

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء[1] — مُردہ را زیشاں حیات ست و نما

خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں — مُردے کی ان سے زندگی اور نشوونما ہے

جانہائے مُردہ اندر گورِ تن — برجہد ز آوازِ شاں اندر کفن

جسم کی قبر میں مُردہ جانیں — ان کی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں

گوید ایں آوازِ آوازہا جداست — زندہ کردن کارِ آوازِ خداست

وہ کہتی ہے یہ آواز، آوازوں سے جداگانہ ہے — زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے

چوں ز صوتِ اولیاء آگاہ شوند — از طرب گویند چوں بارہ شوند

جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں — جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں

مابمردیم و بکلّی کاستیم — بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم

ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہو گئے تھے — خدا کی آواز آئی، ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے

بانگ حق اندر حجاب و بے جحیب — آں دہد کو داد مریم[2] راز حبیب

اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ — وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے حبیب سے مریم کو دی

اے فنا تاں نیست کردہ زیرِ پوست — باز گردید از عدم ز آوازِ دوست

اے لوگو! تمہیں فنا نے کھال کے اندر نابود کر دیا ہے — دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ

مطلق آں آواز از شہ بود — گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے — اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو

گفت اُو را من زبان و چشم تو — من حواس و من رضا و خشم تو

اس کو خدا نے کہہ دیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں — میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں

رو کہ بِیْ یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ توئی — سِرّ توئی چہ جائے صاحب سِرّ توئی

جا! بی یسمع و بی یبصر تو ہے — تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحب راز ہو

بیانِ حدیث ”مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ“

حدیث ”جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا“ کا بیان

---

[1] اولیاء۔ اولیاء اللہ بھی وہی کام کرتے ہیں جو اسرافیل کریں گے۔ ان کے صور سے مردے زندہ ہو جائیں گے۔ اولیاء بھی مردہ دلوں کو زندگی عطا کرتے ہیں۔ جانہائے۔ اولیاء اللہ کے نغمے مردہ دلوں کو زندگی عطا کر دیتے ہیں۔ گوید۔ جب ان روحوں اور دلوں کو زندگی مل جاتی ہے تو وہ اولیاء کے نغموں کی آواز کو خدا کی آواز سمجھتے ہیں اس لئے کہ زندہ کر دینا خدا کی آواز کی تاثیر ہے۔ صوت۔ آواز، نغمہ۔ بارہ۔ رو براہ، راہ پر چلنے والا۔ بکلّی۔ بالکل۔ کاستن۔ گھٹنا، مضمحل ہونا۔ بانگ۔ آواز، یعنی اولیاء کے نغمے۔ حجاب۔ پردہ۔ جحیب۔ حجاب کا امالہ ہے، یعنی وہ آواز جو خدا کی براہِ راست ہے بالواسطہ رسولوں کی ہے۔

[2] مریم۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا مبارک نام ہے، خدا کی آواز نے ان کو حضرت عیسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر عطا فرما دیا۔ فنا۔ یعنی فانی دنیا کے تعلقات۔ مطلق۔ یعنی اس سے قطع نظر کہ وہ کس کے حلقوم سے آ رہی ہے۔ عبداللہ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ حواس۔ حاسہ کی جمع۔ رضا۔ خوشنودی۔ خشم۔ غصہ، ناراضی، حدیث شریف میں ہے ”میں جب بندہ سے محبت کرتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ بی یَسْمَعُ۔ میرے ذریعہ سے سنتا ہے۔ بی یُبْصِرُ۔ میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے۔ سِر۔ یعنی اب وہ صرف رازداں نہیں ہے بلکہ مجسم راز ہے۔ من کان۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص خدا کا ہو گیا خدا اس کا ہو گیا۔

چوں شدی من کان للہ از ولہ[1]
جب تو عشق کی وجہ سے من کان للہ بنا

من ترا باشم کہ کَانَ اللّٰہُ لَہ
میں تیرا ہو گیا کیونکہ کَانَ اللّٰہ لَہٗ ہے

گہ توئی گویم ترا گاہے منم
کبھی تجھے تو ہے کبھی میں ہوں کہتا ہوں

ہرچہ گویم آفتابے روشنم
جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب (ہی) ہوں

ہرکجا تابم ز مُشکاتت دمے
جس جگہ تھوڑی دیر کیلئے تیرے طاقچہ سے چمک جاتا ہوں

حل شد آنجا مشکلاتِ عالمے
اس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا
جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے

از فروغِ ما بود شمس الضحیٰ
ہماری تجلی سے شمس الضحیٰ بن جاتی ہے

ظلمتے را کافتابش برنداشت
جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا

از دمِ ما گردد آں ظلمت چو چاشت
ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بن جاتی ہے

آدمے را اُو بخویش اَسما نمود
آدم پر اس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا

دیگراں را ز آدم اسما می کشود
دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہو گئے

آب[2] خواہ از جوبجو یا از سبو
پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے

کیں سبو راہم مدد باشد زجو
مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے

نور خواہ از مہ طلب خواہی زخور
روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے

نورِ مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر
اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے

مقتبس شو زود چوں یابی نجوم
جلد روشنی حاصل کر لے جب تو ستار سے پا لے

گفت پیغمبر کہ اَصحابی نجوم
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں

خواہ ز آدم گیر نورش خواہ ازو
اس کا نور آدم سے لے یا اس سے لے

خواہ از خم گیر مے خواہ از کدو
شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے

کیں کدو با خم بہ پیوست ست سخت
یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے

نے چو تو شاد آں کدو اے نیک بخت
اے نیک بخت! تیری طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے

---

1. ولہ۔ عشق۔ گہ۔ یعنی ایسے بندہ کو تو کہہ کر پکاروں یا میں کہہ کر پکاروں مقصد میری اپنی ذات ہوتی ہے، من وتو کا قصہ ختم ہو جاتا ہے اور ذاتِ باری سے وحدت پیدا ہو جاتی ہے۔ ہرکجا۔ جب کسی ولی میں تجلی رب ظاہر ہو جاتی ہے، اس سے عالم کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ فروغ۔ روشنی۔ شمس الضحیٰ۔ چاشت کے وقت کا سورج۔ ظلمت۔ تاریکی۔ چاشت۔ ایک پہر چڑھے دن کا وقت۔ آدمے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا کی چیزوں کے نام سکھائے پھر فرمایا دوسروں کو یہ نام بتادو تو یہ فیض حضرت آدم علیہ السلام کے واسطہ سے خدا ہی کا ہے۔

2. آب۔ چند مثالیں دے کر سمجھایا گیا ہے کہ واسطہ درمیان میں آجانے سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ پانی نہر ہی کا ہے خواہ مٹکے سے لے کر پیا جائے۔ نور۔ چاند کی روشنی، سورج ہی کی روشنی ہے۔ نجوم۔ ستارے۔ اصحابی نجوم۔ میرے صحابہ ستارے جیسے ہیں جس سے ہدایت حاصل کرو گے ہدایت پا جاؤ گے، یہ حدیث شریف ہے۔ ایں کدو۔ یعنی اولیاء اللہ کا ذات باری سے اتحاد ہے۔ کدو۔ کدو کو خشک کر کے اس کے اندر سے گودا نکال کر شراب بھر لیتے تھے۔

گفت طوبیٰ مَنْ رَاٰنِیْ [1] مصطفیٰ
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا خوشخبری اسکے لئے ہے جس نے مجھے دیکھا

وَالَّذِیْ یُبْصِرُ لِمَنْ وَجْھِیْ یَرَیٰ
اور جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

چوں چراغے نورِ شمع را کشید
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی

ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
جس نے اس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا

ہم چنیں تاصد چراغ ار نقل شد
اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی

دیدنِ آخر لقائے اصل بد
آخری کا دیکھنا، اصل کی ملاقات تھی

خواہ از نورِ پسیں بستاں تو آں
خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے

ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں
کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے

خواہ نور از اوّلیں بستاں بجاں
خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے

خواہ از نورِ پسیں فرقے مداں
خواہ آخری روشنی سے، کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نور از چراغِ آخریں
خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے

خواہ بیں نورش ز شمع غابریں
خواہ اس کی روشنی گذرے ہوؤں کی سمجھ

---

[1] مَنْ رَاٰنِیْ۔ حدیث شریف ہے "طُوْبیٰ لِمَنْ رَاٰنِیْ اَوْرَاٰءَ بِیْ مَنْ رَاٰءَ نِیْ" خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا یا اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا، صحابہ میں بالواسطہ حضور کا نور تھا۔ چوں چراغے۔ جو چراغ شمع سے روشن ہوا ہے اس چراغ کو دیکھنا گویا کہ شمع کو دیکھنا ہے۔ صد چراغ۔ بیعت میں اگر چند واسطے بھی ہوں تو نور اصل سے ہی حاصل ہوا ہے لہٰذا شیخ طریقت سے بیعت آنحضورؐ سے بیعت ہے۔ خواہ۔ غرضیکہ جو روشنی منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے اس سے فیض حاصل کرنا اصل ہی سے فیض حاصل کرنا ہے۔ غابریں۔ غابر کی جمع بمعنی گذشتہ و آئندہ یہاں گذشتہ کے معنی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

در معنی حدیث اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِیْ اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٌ[1] اَلَا فَتَعَرَّضُوْا

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ تمہارے رب کی تمہارے زمانہ میں خوشبوئیں ہیں، آگاہ، ان سے وابستہ ہو جاؤ

گفت پیغمبرؐ کہ نفحہائے حق ۔ اندریں ایام می آرد سبق
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں اس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں

گوشِ ہش دارید ایں اوقات را در ربائید ایں چنیں نفحات را
ان اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو اس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو

نفحہ آمد شمارا دید و رفت ہر کرامی خواست جاں بخشید و رفت
خوشبو آئی، اس نے تمہیں دیکھا اور چل دی جس نے چاہا اس کو جان بخش دی اور چلی گئی

نفحہ دیگر رسید آگاہ باش تا ازیں ہم وَا نمانی خواجہ تاش
خبردار! دوسری خوشبو آئی اے پیر بھائی! اس سے محروم نہ رہنا

جانِ آتش یافت زاں آتش کشے[2] جانِ مردہ یافت از وے جُنبشے
جہنمی جان نے اُس سے آگ کو بجھانے والا پا لیا مردہ جان نے اس سے زندگی پا لی

جانِ ناری یافت ازوے اِنطفا مُردہ پوشید از بقائے اُو قبا
جہنمی جان نے اس سے بجھاؤ حاصل کر لیا مردے نے اس کے وجود سے قبا پہن لی

تازگی و جنبش[3] طوبیٰ ست ایں ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے

گر در اُفتد در زمین و آسماں زہرہ شاں آب گردد در زماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آ پڑے فوراً ان کا پتہ پانی ہو جائے

---

[1] نفحات۔ نفحہ کی جمع، خوشبو، مہک۔ سبق۔ پیش قدمی، آگے بڑھنا۔ ہش۔ ہوش کا مخفف ہے۔ اوقات۔ وقت کی جمع، وقت، صوفیاء کی اصطلاح میں وہ وقت ہے جس میں وارداتِ غیبی کا دل پر نزول ہوتا ہے۔ نفحہ آمد۔ یعنی آنحضور ﷺ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ ہر کرا میخواست۔ ہر کہ اُورا میخواست۔ نفحہ دیگر۔ اولیاء اللہ کے دمِ مبارک کی خوشبو۔ وا ماندن۔ محروم رہنا۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے غلاموں میں سے ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلاتا ہے۔ یہاں پیر بھائی مراد ہے۔ جانِ آتش۔ وہ جان جو آگ کے لائق ہو۔

[2] آتش کشے۔ اگر کشے کے کاف پر زبر پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو کھینچنے والا یعنی جلا دینے والا تو پہلے مصرع کا مطلب ہو گا جن بدنصیبوں نے اس کی خوشبو سے فائدہ نہ اٹھایا، وہ مزید تباہی میں مبتلا ہوئے اور اگر کشے کے کاف پر پیش پڑھا جائے تو معنی ہوں گے آگ کو بجھا دینے والا تو مصرع کا مطلب ہو گا کہ ان گنہگاروں نے ایسی چیز حاصل کر لی جس سے ان کے گناہ معاف ہو گئے۔ مردہ۔ یعنی جن کے دل مردہ ہو گئے تھے۔

[3] جنبش۔ حرکت، زندگی۔ ناری۔ دوزخی۔ انطفا۔ بجھ جانا، بے نور ہو جانا۔ مردہ۔ شعر۔ مُردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا۔ اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم۔ طوبیٰ۔ خوشخبری، جنت کے ایک درخت کا نام ہے۔ میرے نزدیک شعر کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء کے نفحات سے جو زندگی اور تازگی میسر آ جاتی ہے وہ شجرِ طوبیٰ کی سی تازگی اور زندگی ہے، ممکنات کی سی عارضی تازگی نہیں ہے۔ در افتد۔ یعنی وہ نفحہ اور تجلی زمین اور آسمان برداشت نہیں کر سکتے ہیں۔

خود زبیم ایں دم[1] بے منتہا — باز خواں فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

اس بے انتہا ہوا کے خوف سے — پڑھ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا

ورنہ خود اَشْفَقْنَ مِنْهَا چوں بدے — گرنہ از بیمش دلِ کہ خوں شدے

ورنہ اَشْفَقْنَ مِنْهَا کیوں ہوتا؟ — اگر اس کے خوف سے پہاڑ کا دل خوں نہ بنتا

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست — لقمۂ چندے درآمد در بہ بست

کل، یہ عجیب طرح سے حاصل ہو رہا تھا — چند لقمے آ گئے، دروازہ بند ہو گیا

بہرِ لقمہ گشت لقمانے گرو — وقت لقمان ست اے لقمہ برو

لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہو گیا — اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے

از ہوائے لقمۂ ایں خار خار — از کفِ لقماں بروں آرید خار

لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری — لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو

در کف اُو خار و سایش نیز نیست — لیک تاں از حرص آں تمیز نیست

اس کے تلوے میں کانٹا اور اس کا اثر بھی نہیں ہے — لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے

خار داں آں را کہ خُرما دیدۂ — زانکہ بس ناں کور و بس نادیدۂ

جس کو تو چھوارا سمجھا ہے اس کو کانٹا سمجھ — کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے

جانِ لقماں[2] کہ گلستانِ خداست — پائے جانش بستۂ خارے چراست

لقمان کی جان، جو خدا کا باغ ہے — اس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں وابستہ ہے؟

اُشتر آمد ایں وجودِ خار خوار — مصطفیٰ زادے بریں اُشتر سوار

یہ کانٹے خور وجود، اونٹ ہے — مصطفیٰ زادہ اس اونٹ پر سوار ہے

اشترا تنگ گلے بر پشت تست — کز نسیمش در تو صد گلزار رُست

اے اونٹ! پھولوں کی گٹھڑی تیری پیٹھ پر ہے — جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اُگے ہیں

میل تو سوئے مُغیلان ست و ریگ — تاچہ گل چینی ز خار اے مُردہ ریگ

تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے — اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

اے بگشتہ زیں طلب ہر کوبکو — چند گوئی آں گلستاں کُو و کُو

اے اس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے! — کب تک کہے گا، وہ چمن کہاں ہے، کہاں ہے؟

---

1. دم۔ نحر۔ فابَین۔ قرآن پاک میں ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَ مَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی انہوں نے انکار کیا کہ وہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔ ایں۔ یعنی نفحات اور تجلیات۔ لقمہ۔ یعنی نفسانی لذت۔ لقمان۔ مشہور دانا بزرگ گذرے ہیں بعض ان کو نبی مانتے ہیں، یہاں مراد روح ہے۔ خار خار۔ تردد، پریشانی۔ سایہ۔ یعنی کانٹے کا نشان۔ خرما۔ چھوارا، کھجور یعنی لذتِ نفس کو تو مفید سمجھتا ہے حالانکہ وہ مہلک ہے۔ نان کور۔ ناشکرا۔ نادیدہ۔ حریص، بھوکا۔
2. لقمان۔ روح اور جان پر چونکہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے اس لئے اس کو لقمان قرار دیا ہے۔ خار۔ یعنی نفسانی خواہش۔ اشتر۔ اونٹ، یہاں جسم انسانی مراد ہے۔ خار خوار۔ اونٹ ببول وغیرہ کے کانٹے کھا جاتا ہے۔ مصطفیٰ زادہ۔ روح کو شرافت کی وجہ سے مصطفیٰ زادہ کہا ہے۔ تنگ۔ تا، کے ضمہ کے ساتھ، بورا، گٹھڑی۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ مغیلاں۔ کیکر کا درخت، اونٹ ریگستان میں خوش رہتا ہے اور کیکر کے کانٹے اسے مرغوب ہیں۔ مردہ ریگ۔ حقیر، ناچیز۔ گلستاں۔ یعنی علم و معرفت کا باغیچہ۔ کو۔ کوچہ۔ کو۔ کجا۔

پیش ازاں کیں خارِ پا بیروں کنی
اس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اس کانٹے کو نکالے
چشم تاریک ست جولاں چوں کنی
آنکھیں اندھی ہیں، تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟

آدمی[1] کو می نگنجد در جہاں
وہ انسان جو دنیا میں نہیں سماتا
در سرِ خارے ہمی گردد نہاں
ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی
مصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں
کَلِّمِینِیْ یَا حُمَیْرَا کَلِّمِیْ
اے حمیرا! مجھ سے بات کر، بات کر

اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل[2]
اے حمیرا! نعل آگ میں ڈال
تازِ نعل تو شود ایں کوہ نعل
تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ نعل بن جائے

ایں حمیرا لفظ تانیث ست و جاں
یہ حمیرا مؤنث لفظ ہے اور جان
نام تانیثش نہند ایں تازیاں
اہل عرب اس کا نام مؤنث رکھتے ہیں

لیک از تانیث جاں را باک نیست
لیکن جان کو مؤنث ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے
روح را با مرد و زن اِشراک نیست
روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے

از مؤنث وز مذکر برتر ست
وہ مذکر اور مؤنث سے بالا ہے
ایں نہ آں جان ست کز خشک و تر ست
یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے

ایں[3] نہ آں جانست کافزاید زِناں
یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے
یا گہے باشد چنیں گاہے چناں
یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

خوش کنندہ است و خوش و عین خوشی
خوش کرنے والی ہے اور خوش ہے اور مجسم خوشی ہے
بے خوشی نبود خوشی اے مُرتشی
اے رشوت خور! خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے

مُرتشی راہست از رشوت خوشی
رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے
صد خوشی یابی چودست اندر کشی
تو اگر رشوت سے دستکش ہو جائے تو سو خوشیاں پائے

چوں تو شیریں از شکر باشی بود
اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہو سکتا ہے
کاں شکر گاہے ز تو غائب شود
کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہو جائے

---

1. آدمی۔ روح لامکانی چیز ہے، عالم کی وسعتیں اس کے لئے تنگ ہیں لیکن لذت نفس سے وہ غائب ہو جاتی ہے۔ ہمدمی۔ ہمکلامی۔ حمیرا۔ حمراء کی تصغیر ہے بمعنی سرخ، یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ یہاں مصطفیٰ سے مراد مردِ عارف اور حمیراء سے مراد روح ہے یعنی عارف کامل اپنی روح سے ہم کلام ہوتا ہے۔ اے حمیرا۔ مردِ عارف کہتا ہے اے روح عشق الٰہی میں بے چین کر دے تاکہ یہ جسم بے قرار ہو جائے۔

2. نعل در آتش نہادن۔ یہ کوئی عمل ہے، نعل کو کچھ پڑھ کر آگ میں ڈال دیا جاتا ہے تو معمول بے چین ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے معنی بیقرار کر دینا ہو گئے ہیں۔ کوہ۔ یعنی بدن۔ حمیرا۔ مونث کا صیغہ ہے اور عربی میں روح یعنی نفس کو مونث مانا جاتا ہے لہٰذا لفظ حمیرا سے روح مراد لینا مناسب ہے۔ باک۔ خوف، خطرہ۔ اشراک۔ شرکت۔

3. ایں۔ یعنی اس روح سے روحِ حیوانی مراد نہیں ہے جس کی پرورش خشک اور تر غذاؤں سے ہوتی ہے۔ مرتشی۔ رشوت خور، روح کے مراتب عشق تین ہیں، ایک تو یہ کہ روح عشق کو خوش کرنے والی ہو، دوسرے یہ کہ عشق سے خود خوش ہو، تیسرے یہ کہ عین خوشی بن جائے۔ صد خوشی۔ اگر انسان لذتِ نفس کی رشوت خوری چھوڑ دے تو صدہا مسرتیں حاصل ہوں۔

چوں شکر گردی ز تاثیر وفا[1]
جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے
پس شکر کے از شکر گردد جدا
تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟

زہر محض ست آں کہ باشد بے وفا
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے
ھَبْ لَنَا یَا رَبَّنَا نِعْمَ الْوَرٰی
اے ہمارا پروردگار ہمیں اچھی مخلوق عطا فرمائے

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پا لیتا ہے
عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
اے دوست! عقل اس جگہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے

عقل جزوی عشق را منکر بود
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے
گرچہ بنماید کہ صاحب سِرّ بود
اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہوگی

زیرک و دانا ست اما نیست نیست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحب) فنا نہیں ہے
تا فرشتہ لا نشد اہرمنے ست
جب تک فرشتہ نیست نہ ہو جائے شیطان ہے

اُو بقول و فعل یارِ ما بود
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے
چوں بحکم حال[2] آئی لا شوی
جب تو عالم حال کے ماتحت آ جائے گا، معدوم ہوگی

لا بود اُو چوں نشد از ہست نیست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو
زانکہ طوعاً لا نشد کرہاً بسے ست
جبکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت ہیں

جاں کمال ست و ندائے اُو کمال
جان کمال ہے، اور اس کی آواز کمال ہے
مصطفیٰ گویاں اَرِحنا یا بلال
مصطفیٰ (ﷺ) فرماتے ہیں، اے بلال، ہمیں راحت پہنچا

اے بلال افراز بانگ سلسلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر
زاں دَمے کاندم دمیدم در دلت
اس فیض سے، جو میں نے تیرے دل میں پھونکا ہے

اے بلال ایں گلبنت را جاں سپار
اے بلال! اپنے اس بوٹے میں جان ڈال
خیز بلبل وار جاں می کن نثار
اٹھ، بلبل کی طرح جان نچھاور کر

زاں دمے کادمؑ ازو مدہوش شد
اس آواز سے جس سے آدمؑ بے ہوش ہو گئے
ہوشِ اہل آسماں بے ہوش شد
آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے

مصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت
مصطفیٰ (ﷺ) جس آواز سے مدہوش ہوئے
شد نمازش از شب تعریس فوت
لیلۃ التعریس میں ان کی نماز فوت ہو گئی

---

1. وفا۔ عشق میں وفا کے ذریعہ عین شکر بن جاؤ گے تو شیرینی لازوال ہوگی۔ بے وفا۔ عشق میں بے وفائی زہر ہے۔ نعم الوریٰ۔ اچھی مخلوق جو عشق میں وفادار ہے۔ رحیق۔ شراب کا نام ہے۔ عقل۔ یعنی عقل فلسفی۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل، وجود باری پر تو دلائل قائم کر کے واقف اسرار ہونا ظاہر کرتی ہے لیکن عشق کے عجائب کی منکر ہے۔ زیرک۔ دانا، ہوشیار۔ نیست۔ نابود، فنا۔ لا۔ نیست۔ اہرمن۔ دیو، شیطان۔ یار۔ یعنی بات چیت اور کاموں میں عقل رہنمائی کرتی ہے۔

2. حال۔ کیفیت باطن، ذوق معرفت۔ طوعاً خوشی سے۔ کرہاً۔ جبراً۔ کمال۔ یعنی عین کمال۔ افراز۔ بلند کر۔ سلسل۔ خوشگوار شیریں پانی۔ دم۔ آواز۔ دمیدن۔ پھونکنا۔ گلبن۔ بوٹا، سرخ پھولوں کا درخت۔ زاں دمے۔ وحی الٰہی سے حضرت آدم مدہوش ہو گئے تھے۔ خوب صوت۔ حسین آواز یعنی حضرت بلالؓ کی اذان۔ تعریس۔ آخری شب میں پڑاؤ کرنا، غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر آنحضور ﷺ کی صبح کی نماز قضا ہو گئی تھی۔

سَر ازاں خوابِ مبارک برنداشت
بابرکت نیند سے سر نہ اٹھایا
تا نمازِ صبح دم[1] آمد بچاشت
یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آ گیا

در شب تعریس پیش آں عروس
شب تعریس میں، اس دلہن کے سامنے
یافت جانِ پاک ایشاں دست بوس
آپؐ کی پاک روح نے دست بوسی کی

عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیر
معشوق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں
گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

از ملالِ یار خامش کردمے
یار کے ملال سے میں چپ ہو جاتا
گر ہم اُو مہلت بدادے یکدمے
اگر تھوڑی دیر کے لئے (بھی) وہ مجھے مہلت دیتا

لیک می گوید بگوہیں عیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے، کہہ، خبردار عیب نہیں ہے
جز تقاضائے قضائے غیب نیست
(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے
عیب کے بیند روانِ پاکِ غیب
عالم غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟

عیب شد نسبت بمخلوقِ جَہول[2]
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہوگا
نے بہ نسبت باخداوند قبول
مقبولِ بارگاہ (شخص) کی نسبت سے عیب نہ ہوگا

کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے
چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست
جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر، مصیبت ہے

ور یکے[3] عیبے بود با صد صفات
اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو
بر مثالِ چوب باشد در نبات
تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہوگا

در ترازو ہر دو را یکساں کشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں
زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند
اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا
جسم پاکاں عینِ جاں افتاد صاف
پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفی ہے

---

1. نماز صبح دم۔ نماز فجر یعنی آنحضورﷺ کی نیند دراصل ایک استغراقی کیفیت تھی جس کی وجہ سے بروقت حضورﷺ نماز نہ پڑھ سکے۔ عروس۔ دولہا، دلہن۔ دست بوس۔ ہاتھ چومنا۔ عشق۔ یعنی معشوق۔ ستیر۔ مستور، چھپا ہوا۔ گر عروسش۔ جس طرح دلہن پردہ میں ہوتی ہے، اسی طرح عشق اور جان بھی پوشیدہ ہے۔ از ملال۔ یعنی میں ذات حق کو عروس کہنے سے باز بھی آ جاتا لیکن غلبہ حال کی وجہ سے کہنے پر مجبور ہوں۔ قضائے غیب۔ یعنی یہ کلمات غیبی اشارے سے میں نے کہے ہیں۔ عیب۔ یعنی کلمات کہنا انہی کے نزدیک عیب ہوگا جن کو عیب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا ہے۔
2. جہول۔ نادان۔ خداوند قبول۔ صاحب قبولیت، مقبول، یعنی بعض کلمات جاہل کہیں تو عیب شمار ہوگا اور اگر وہی کلمات صاحب حال کہے تو ان کے اعتبار سے وہ عیب نہیں ہے۔ کفر ہم۔ یعنی نسبت کے بدل جانے سے کلمات اور اقوال کا حکم بدل جاتا ہے مثلاً کفر ہے اللہ کی طرف اس کے خلق کی نسبت عین حکمت ہے، ہماری نسبت سے وہ انتہائی خراب بات اور عیب ہے۔
3. ور یکے۔ یعنی میں نے حضرت حق کے بارے میں بہت سی باتوں کا ذکر کیا ہے جن کی وجہ سے مجھ میں خوبیاں گنی جائیں گی اگر ایک لفظ عروس کہہ دینا میرا عیب بھی ہے تو گرفت نہ کر، شکر کے ساتھ تنکا بھی اسی بھاؤ تل جاتا ہے۔ پس بزرگاں۔ یعنی جب برائی اور بھلائی نسبتی ہے تو جسم عوام کے اعتبار سے روح سے کم درجہ کی چیز ہے لیکن بزرگوں کے اعتبار سے جسم ان کی روح کی طرح پاک وصاف ہے۔

گفت شان[1] و فعل شان و ذکر شان
ان کا قول اور ان کا فعل اور ان کا ذکر
جملہ جانِ مطلق آمد بے نشاں
سب بے نشان، مطلق جان ہیں

جانِ دشمن دارِ شاں جسمے ست صرف
ان کے دشمن کی جان صرف جسم ہے
چوں زیاد از نرد اُو اسمے ست صرف
جیسے نرد کا زیاد کہ وہ صرف نام ہے

آں بخاک اندر شد و کل خاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہو گیا
ایں نمک اندر شد و کل پاک شد
یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہو گیا

آں نمک کزوے محمدؐ اَملح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے
زاں حدیث با نمک اُو اَفصح ست
اس نمکین بات سے وہ فصیح تر ہوئے

آں نمک باقی ست از میراثِ اُو[2]
آپؐ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے
با تو اَند آں وارثانِ اُو بجو
آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کر لے

پیش تو شستہ ترا خود پیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگا کب میسر ہے؟
پیش ہستت جانِ پیش اندیش کو
تیرے وجود کے سامنے، آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟

گر تو خود را پیش و پس داری گماں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے
بستۂ جسمی و محرومی زجاں
تو تو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے

زیر و بالا پیش و پس وصف تن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں
بے جہتہا ذات جانِ روشن ست
پاک جان بغیر سمتوں کے ہے

برکشا از نورِ پاکِ شہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر
تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے

کہ ہمینی در غم و شادی و بس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس
اے عدم کو مَر عدم را پیش و پس
اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

از وجود و از عدم گر بگذری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے
از حیاتِ جاودانی بر خوری
تو ابدی زندگی حاصل کر لے

---

[1] گفت شاں۔ پاک لوگوں کے جو افعال جسم سے تعلق رکھتے ہیں وہ بھی بمنزلہ روح کے ہیں۔ دشمن دار۔ یعنی دشمنی رکھنے والا۔ زیاد۔ نرد کی سات بازیوں میں سے ایک بازی کا نام ہے، اس کے ہر نقش میں ایک خال زیادہ کر دیتے ہیں جس کو خالِ زیاد کہتے ہیں۔ اس بازی کا کوئی خاص نتیجہ بر آمد نہیں ہوتا ہے اگر چہ نام زیاد ہے لیکن یہ نام ہی نام ہے۔ آں۔ اولیاء کا دشمن نفس لذتوں کی خاک میں ملا جسم خاک بن گیا۔ ایں۔ یعنی کامل شخص محبت کی چاشنی میں غرق ہو کر پاک ہو گیا۔ املح۔ ملیح تر، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بھائی یوسف صبیح تھے اور میں ملیح ہوں۔ ایک جگہ فرمایا میں عرب میں سب سے فصیح ہوں علاوہ ازیں میں قریشی ہوں یعنی حضور ﷺ کے جسم اور زبان میں ملاحت تھی جس سے آپ ملیح اور فصیح قرار پائے۔

[2] از میراثِ اُو۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا علماء انبیاء کے وارث ہیں، یعنی آپ کی معرفت کی چاشنی اور ملاحت علماء اور اولیاء میں منتقل ہوئی ہے جو اب بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پیش تو۔ وہ وارثانِ نبی موجود ہیں لیکن وہ لوگ اپنے وجود میں روح کو گم کیے ہوئے ہیں ان کو احساس نہیں ہے جب تک انسان اپنی ہستی کو فنا نہیں کرتا اس کو پیش بیں روح میسر نہیں آتی۔ گر تو۔ اگر انسان کو اپنے آگے پیچھے کا خیال ہے تو وہ جسمانی صفات میں الجھا ہوا ہے اور روح کی لذتوں سے محروم ہے۔ زیر و بالا۔ یہ سب صفات جسم کی ہیں، روح ان سے پاک ہے۔ نورِ پاک۔ حقیقی معرفت حاصل ہو جانے پر انسان غم اور خوشی وغیرہ جسمانی صفات سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ بگذری۔ دست بردار شوی۔ حیاتِ جاودانی۔ ابدی زندگی۔ بر خوری۔ پھل کھائے۔

روزِ باران[1] ست میر و تا بہ شب
بارش کا دن ہے، رات تک چلا چل

نے ازیں باراں ازاں بارانِ رب
اس بارش سے نہیں، خدا کی بارش سے

ہست باراں با جز ایں باراں بداں
سمجھ لے! اس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے

می نمی بیند وُرا جز چشمِ جاں
جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے

چشمِ جاں را باز کن نیکو نگر
جان کی آنکھ کھول، اچھی طرح دیکھ

تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
تاکہ اس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

سوال کردنِ عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شدو جامۂ مبارک تو ترنگشت و جوابِ آں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپؐ کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت
مصطفیٰ (ﷺ) ایک روز قبرستان تشریف لے گئے

باجنازہ یارے از یاراں برفت
دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازے کے ساتھ تشریف لے گئے

خاک را در گورِ اُو آگندہ کرد
ان کی قبر میں مٹی بھر دی

زیرِ خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
مٹی کے نیچے ان کے دانہ کو زندہ کر دیا

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت (بھی) ہیں

دست ہا بر کردہ اند از خاکداں
جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں

سوئے خلقاں صد اشارت میکنند
لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں

وانکہ گوشستش عبارت میکنند
جن کے کان ہیں ان کے لئے تقریر کر رہے ہیں

تیز گوشاں رازِ ایشاں بشنوند
تیز کان والے ان کا راز سنتے ہیں

غافلاں آواز ہا را نشنوند
غافل لوگ آوازوں کو نہیں سنتے ہیں

با زبانِ سبز[2] و بادست دراز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے

از ضمیرِ خاک میگویند راز
خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں

ہمچو بطاں سَر فرو بُردہ بآب
بطخوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے

گشتہ طاؤسان و بودہ چوں غراب
مور بن گئے، اور کوے کی طرح

---

1. روزِ باراں۔ یعنی الٰہی فیوض برس رہے ہیں، ایسی حالت میں گھر میں بیٹھا رہنا مناسب نہیں ہے ان سے نفع اندوز ہونا چاہیے۔ چشمِ جاں۔ فیوض کی بارش کا روح کی آنکھ ادراک کر سکتی ہے۔ خضر۔ سبزہ۔ یار۔ یعنی صحابی۔ دانہ اش۔ یعنی دنیوی موت کے بعد اس کو برزخی زندگی نصیب ہوگی۔ خاکیاں۔ مٹی سے پیدا ہونے والے اور مر کر مٹی میں مدفون ہونے والے۔ بر کردن۔ نکالنا۔ خاکداں۔ دنیا۔ عبارت۔ تقریر۔ برگِ درختانِ سبز در نظر ہوشیار۔ ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ کائنات کی ہر چیز خدا کی تسبیح پڑھتی ہے تم نہیں سمجھتے ہو۔
2. زبانِ سبز۔ یعنی پتے۔ دست دراز۔ یعنی شاخیں۔ ضمیر۔ دل کی بات۔ ہمچو۔ درختوں کی تین حالتوں کو تین پرندوں سے تشبیہ دی ہے، درخت موسم خزاں میں ہریالی ختم ہو کر کالے کوے کی طرح ہو جاتے ہیں، رطوبت کو حاصل کرنے میں گویا وہ بطخیں ہیں جو پانی میں غوطہ لگا کر غذا حاصل کرتی ہیں موسم بہار میں پھول پتیاں نکلنے کے بعد وہ مور بن جاتے ہیں۔

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد
جاڑوں میں اگر ان کو قید کیا

در زمستاں شاں اگرچہ داد مرگ
جاڑوں میں اگرچہ ان کو مارا

منکراں[1] گویند ہست ایں خود قدیم
منکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں

جملہ پندارند کیں خود دائم ست
سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے

کوریِ ایشاں درونِ دوستاں
(یہ عقیدہ) انکے اندھے پن سے ہے اور دوستوں کے دلمیں

ہر گلے کاندر دروں بویا بود
جو پھول اپنے اندر خوشبو دے رہا ہو

بوئے ایشاں رغمِ انفِ منکراں
ان کی خوشبو منکروں کی ذلت کے ساتھ

منکراں ہمچو جعل[2] زاں بوئے گل
اس کے پھول کی خوشبو سے منکر گبریلے کی طرح ہیں

خویشتن مشغول می سازند و غرق
اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں

چشم می دو زند و آنجا چشم نے
آنکھیں سی لیتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہی نہیں ہیں

چوں زگورستاں پیمبرؐ بازگشت
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) قبرستان سے لوٹے

چشمِ صدیقہ چو بر رُویش فتاد
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپؐ کے چہرے پر پڑی

بر عمامہ بر رُخ و بر موئے اُو
عمامہ پر اور آپؐ کے چہرے اور بالوں پر

آں غراباں را خدا طاؤس کرد
ان کوؤں کو (اللہ تعالیٰ) نے مور بنا دیا

زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
ان کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتے دے دیئے

ایں چرا بندیم بر ربِ کریم
ربِ کریم سے ان کا تعلق کیوں کریں؟

وزقدیم ایں جملہ عالم قائم ست
اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

حق برو یانید باغ و بوستاں
اللہ (تعالیٰ) نے باغ اور بوستاں اُگا دیا ہے

آں گل از اسرارِ کل گویا بود
وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے

گردِ عالم می رَوَد پردہ دَراں
پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے

یا چو نازک مغز از بانگ دُہل
یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک داغ

چشم می دو زند از لمعانِ برق
بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

چشم آں باشد کہ بیند مامنے
آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھ لے

سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے

پیش آمد دست بروے می نہاد
آگے بڑھیں اور آپؐ پر ہاتھ رکھا

بر گریباں و بَرو بازوئے اُو
گریبان پر اور جسم پر اور آپؐ کے بازو پر

---

[1] منکراں۔ یعنی دہریہ جو وجود باری کے منکر ہیں اور فلاسفہ جو خدا کو صانع اور مختار نہیں مانتے ہیں۔ ایں۔ یعنی کائنات قدیم ہے، خدا سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کوری۔ اندھاپن۔ رویانیدن۔ روئیدن کا متعدی مصدر ہے۔ یعنی اولیاء اللہ کے سینے علوم معرفت سے باغ و بہار ہیں۔ اس کے گل اور بوٹے کی خوشبو سے منکر اس طرح پریشان ہوتے ہیں جیسے گوبر کا کیڑا خوشبو سے یا کمزور دماغ والا ڈھول کی آواز سے۔ بویا۔ خوشبو دینے والا۔ گویا۔ بولنے والا۔

[2] جعل۔ گبریلا، گوبر کی گولیاں بنا کر لڑھکانے والا کیڑا۔ دہل۔ ڈھول۔ مشغول۔ یعنی منکرین جو محض عقلی غلط دلائل میں اپنے آپ کو مصروف کیے ہوئے ہیں اور صحیح دلائل کی روشنی سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔ چشم نے۔ دراصل ان کے آنکھ ہی نہیں آنکھ تو وہی ہے جو صحیح دیکھے۔ بازگشت۔ واپس آئے۔ صدیقہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ ہمراز۔ راز کی باتیں کرنے والا۔ عمامہ۔ عین کے کسرہ سے، پگڑی۔ بر۔ پہلو، بغل۔

گفت پیغمبرؐ چہ می جوئی شتاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جلد جلد کیا دیکھتی ہو؟

گفت باراں آمد امروز از سحاب[1]
بولیں آج بادل سے بارش برسی ہے

جا مہایت می بجویم در طلب
جستجو میں آپؐ کے کپڑے چھوتی ہوں

تر نمی بینم ز باراں اے عجب
تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

گفت چہ بر سر فگندی از ازار
فرمایا، سر پر کون سا کپڑا اوڑھا تھا؟

گفت کردم آں ردائے تو خمار
بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا

گفت بہر آں نمود اے پاک جیب
فرمایا، اے پاک دل! اسی لئے دکھائی

چشم پاکت را خدا بارانِ غیب
خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

نیست آں باراں ازیں ابر شما
وہ بارش تمہارے اس ابر کی نہیں ہے

ہست ابر دیگر و دیگر سما
وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے

ایں چنیں باراں ز ابر دیگرست
اس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے

رحمت حق در نزولش مضمرست
جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے

بشنو از قولِ سنائیؒ در رُموز
اشارات کے بارے میں سنائی کے قول کے

معنیٔ تا واقف آئی بر کنوز
ایک معنی سن، تاکہ تو خزانوں سے واقف ہو جائے

گر تو بکشائی ز باطن دیدہٴ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے

زود یابی سرمہٴ بگزیدہٴ
بہت جلد پسندیدہ سرمہ حاصل کر لے

تفسیر بیت حکیم سنائی رَوَّحَ اللّٰہُ رُوحَہٗ

حکیم سنائی (خدا ان کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایت جاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں

کار فرمائے آسمانِ جہاں
جو دنیا کے آسمان میں کارفرما ہیں

در رہِ روح پست و بالا ہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں

کوہ ہائے بلند و دریا ہاست
اونچے پہاڑ اور دریا ہیں

پیر دانا اندریں رمزے کہ گفت
دانا بزرگ نے اس سلسلہ میں جو اشارہ کیا

درحقیقت زیں صدف درّے بُسفت
حقیقتاً اس سیپ کا موتی پرو دیا

غیب را ابرے و آبے دیگرست
(عالم) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے

آسمان و آفتابے دیگرست
آسمان اور آفتاب دوسرا ہے

ناید آں اِلّا کہ بر خاصاں پدید
وہ صرف خاصانِ (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے

باقیاں فِیْ لَبْسٍ مِنْ خَلْقٍ جَدِیْد
باقی لوگ اس نئی مخلوق سے شبہ میں ہیں

---

[1] سحاب۔ ابر۔ ازار۔ تہ بند، لنگی۔ ردا۔ چادر، اوڑھنی۔ جیب۔ گریبان، سینہ، دل۔ سما۔ آسمان۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ سنائی۔ مشہور حکیم، شاعر، بزرگ ہیں۔ رموز۔ رمز کی جمع، اشارہ۔ کنوز۔ کنز کی جمع، خزانہ۔ ولایت جان۔ عالم روح۔ پیر دانا۔ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ۔ رمز۔ اشارہ۔ صدف۔ سیپ۔ دُر۔ موتی۔ فی لبس۔ یہ آیت حشر کے منکروں کے بارے میں ہے۔ مولانا نے امور غیبیہ پر شبہ کرنے والوں کے لئے استعمال کر دی ہے۔

ہست باراں از پئے پروردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے
ہست باراں[1] از پئے پژمردگی
ایک بارش مرجھانے کے لئے ہے

نفع بارانِ بہاراں بوالعجب
موسم بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے
باغ را بارانِ پائیزی چو تب
خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے

باغ را بارانِ نیسانی طرب
نیساں کی بارش باغ کی مستی ہے
باز بارانِ خرابی ہمچو تب
پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے

آں بہاری ناز پروردش کند
موسم بہار کی بارش اس کی ناز پروری کرتی ہے
ویں خزانی ناخوش و زردش کند
یہ خزاں کی بارش اس کو خراب اور زرد کر دیتی ہے

ہم چنیں سرما و باد و آفتاب
اسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج
بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
جداگانہ سمجھ، اور اصول کو سمجھ لے

ہم چنیں در غیب انواع ست ایں
اسی طرح (عالم) غیب میں اس کی قسمیں ہیں
در زیان و سود و در رنج و غبیں
نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

ایں دمِ ابدال باشد زاں بہار
ابدال کا کلام اسی بہار سے ہوتا ہے
در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
اس سے دل و جان میں سبزہ اگتا ہے

فعل بارانِ بہاری با درخت
موسم بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے
آید از انفاسِ[2] شاں اے نیک بخت
اے نیک بخت! ان کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے

گر درخت خشک باشد در مکاں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو
عیب آں از بادِ جاں افزاید آں
اس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے

باد کارِ خویش کرد و بروزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چلی گئی
آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
جس میں جان تھی اس نے اس کو اپنی جان پر ترجیح دی

وانکہ جامد بود خود واقف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا
وائے اُو جانے کہ اُو عارف نشد
اس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

در معنی حدیث کہ اِغْتَنِمُوْا بَرْدَ الرَّبِیْعِ فَاِنَّهٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ
اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ موسم ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر
وَ اجْتَنِبُوْا بَرْدَ الْخَرِیْفِ فَاِنَّهٗ یَعْمَلُ بِاَبْدَانِکُمْ کَمَا یَعْمَلُ بِاَشْجَارِکُمْ
اور موسم خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

---

1. ہست باراں۔ یعنی غیبی بارش کی بھی دو قسمیں ہیں، مضر اور مفید۔ بوالعجب۔ بہت تعجب خیز۔ پائیز۔ خزاں۔ نیساں۔ وہ دن جب آفتاب برج حمل میں ہوتا ہے، ایامِ بہار۔ تپ۔ بخار۔ تفاوت۔ فرق۔ سررشتہ۔ بات کا سرا، کھوج۔ انواع۔ نوع کی جمع، قسم۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ نفع۔ غبیں۔ فاترالعقل، ٹوٹے میں پڑا ہوا۔ دم۔ سانس، کلام۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ یعنی اولیاء کے انفاس بہار کا کام کرتے ہیں اور دلوں میں سبزہ اگاتے ہیں۔

2. انفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔ گر درخت۔ یعنی بزرگوں کے انفاس سے بدبختوں کی بدبختی میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ وہ ان انفاس کے منکر ہو جائیں۔ باد۔ اولیاء کی بادِ بہاری اصلاحِ عوام کا کام کر جاتی ہے اور جو اس سے مستفید ہوں اولیاء ان پر جان نثار کرتے ہیں۔ جامد۔ جن کے دل پتھر کے ہو گئے ہیں اور ناقابل اصلاح ہیں۔ ربیع۔ موسم بہار۔ خریف۔ موسم خزاں۔

قولِ پیغمبر شنو اے جانِ من
اے جانِ من! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن

گفت پیغمبر ز سرمائے بہار[1]
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا موسم بہار کے جاڑے سے

زانکہ با جانِ شما آں می کند
اس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے

بس غنیمت باشد آں سرمائے اُو
اس کی سردی غنیمت ہوتی ہے

در بہاراں جامہ از تن بَر کنید
(موسم) بہار میں کپڑے اتار دو

لیک بگریزید از بادِ خزاں
لیکن بادِ خزاں سے بچو

راویاں ایں را بظاہر بُردہ اند
روایت کرنے والوں نے اس کو ظاہری معنی پر محمول کیا

بے خبر بودند از سِرِّ[2] آں گروہ
یہ جماعت، راز سے بے خبر تھی

آں خزاں نزدِ خدا نفس و ہواست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے

گر تُرا عقلے ست جزوی در نہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے

جزوِ تو از کل اُو کلی شود
تیری ناقص (عقل) اسکی کامل (عقل) سے کامل ہو جائیگی

پس بتاویل بود کانفاسِ پاک
(اس حدیث کے معنی) تاویل کیساتھ یہ ہونگے کہ پاک سانس

دور کن از خویشتن انکار و ظن
انکار اور گمان اپنے سے دور کر

تن مپوشانید یاراں ز-نہار
یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو

کاں بہاراں با درختاں میکند
جو موسم بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے

در جہاں بر عارفانِ وقت جو
دنیا میں وقت کے تلاش کرنے والے عارفوں پر

تن برہنہ جانب گلشن روید
ننگے بدن، باغ کی طرف چلو

کاں کند کاں کرد با باغ و رزاں
اسلئے کہ وہ وہی کریگی جو اس نے باغ اور انگوروں کے ساتھ کیا

ہم براں صورت قناعت کردہ اند
اور انہوں نے انہی معنی پر قناعت کر لی

کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
پہاڑ کو دیکھا، پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

عقل و جاں عین بہارست و بقاست
عقل اور روح عین بہار اور بقا ہے

کامل العقلے بجو اندر جہاں
دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کر لے

عقل کل بر نفس چوں غلے شود
کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی

چوں بہارست و حیاتِ برگ و تاک
(موسم) بہار کی طرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں

---

[1] سرمائے بہارؔ۔ یعنی غیبی فیوض و برکات۔ بادرختاںؔ۔ جس طرح موسم بہار کی بارش سے درخت سرسبز و شاداب ہوتے ہیں، فیوضِ غیبیہ سے روح تازہ ہوتی ہے۔ سرمائے اُوؔ۔ یعنی فیوض و برکات۔ وقتؔ۔ یعنی وہ وقت جس میں غیبی واردات کا قلب پر نزول ہو۔ رزاںؔ۔ رز کی جمع، انگور، خزاں کی ہوا سے یہ چیزیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ راویاںؔ۔ راوی کی جمع، حدیث نقل کرنے والا یعنی عام طور پر روایت کرنے والوں نے اس حدیث کے ظاہری معنی لئے ہیں۔

[2] سِرّؔ۔ راز، یہاں پر عالم غیب کی بادِ بہار اور خزاں مراد ہے۔ کاںؔ۔ معدن۔ ہواؔ۔ خواہش نفسانی۔ تقاؔ۔ تقویٰ، پرہیزگاری۔ گر ترا۔ یعنی اگر یہ مضامین غیب تیری سمجھ میں نہیں آتے تو کسی شیخ کامل کا دامن پکڑ لے پھر سمجھ میں آ جائیں گے۔ کل اُوؔ۔ یعنی شیخ کامل کی مکمل عقل۔ غلؔ۔ گردن کا طوق یعنی اس کی بیعت تجھے ہوا و حرص سے روک دے گی۔ تاویلؔ۔ کسی عبارت سے ظاہری معنی مراد نہ لینا۔ حیاتؔ۔ زندگی۔ تاکؔ۔ انگور۔

از حدیث اولیاء نرم و درشت[1]　تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت

اولیاء کی نرم اور سخت بات سے　پہلوتہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت و پناہ ہیں

گرم گوید سرد گوید خوش بگیر　تازِ گرم و سرد بجہی وز سعیر

گرم کہیں، سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر　تاکہ گرم اور سرد اور جہنم سے نجات پا لے

گرم و سردش نوبہارِ زندگی ست　مایۂ صدق و یقین و بندگی ست

ان کا گرم و سرد (کہنا) زندگی کی نوبہار ہے　صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے

زانکہ زاں بستانِ جانہا زندہ است　زاں جواہر بحر دل آگندہ است

اس لئے کہ ان سے جانوں کا باغ تر و تازہ ہے　ان جواہر سے دل کا سمندر پُر ہے

بر دلِ عاقل ہزاراں غم بود　گر ز باغِ دل خلالے کم بود

عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں　اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

پُرسیدنِ عائشہ رضی اللہ عنہا از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا

کہ سرّ بارانِ امروز چہ بود

کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سوالش کردہ صدیقہ ز صدق　باخشوع و باادب از جوشِ عشق

صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے سچائی سے آپ سے سوال کیا　محبت کے جوش سے، عاجزی اور ادب کے ساتھ

کاے خلاصہ ہستی[2] و زبدہ وجود　حکمت بارانِ امروزی چہ بود

اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ!　آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟

ایں زبارانہائے رحمت ہاست یا　بہر تہدیدات و عدلِ کبریا

یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے، یا　دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے

ایں ازاں لطف و بہاریات بود　یاز پائیزیِ پُر آفات بود

یہ (بارش) مہربانی اور موسم بہار کی بارشوں میں سے تھی　یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

گفت ایں از بہر تسکین غم ست　کز مصیبت بر نژادِ آدم ست

فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے　جو آدم کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے

گر براں آتش بماندے آدمی　بس خرابی اوفتادے و کمی

اگر آدمی اس آگ میں رہتا　بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی

---

1. نرم و درشت۔ پیاری اور تلخ نصیحتیں۔ پشت۔ یعنی پشت پناہ۔ گرم و سرد گفتن۔ سخت و سست کہنا۔ گرم و سرد۔ مصائب۔ سعیر۔ جہنم۔ نو بہار۔ بارش کی ٹھنڈک اور سورج کی گرمی سبزہ زار پیدا کرتی ہے، اسی طرح شیخ کی گرم و سرد نصیحتیں ایمان کی تازگی کا سبب ہیں۔ بستانِ جاں۔ روحانی باغ۔ بحر۔ سمندر۔ آگندہ۔ پُر۔ صدق۔ سچائی۔ خشوع۔ عاجزی۔

2. خلاصہ ہستی۔ مخلوقات کے کمالات کا جامع۔ زبدہ۔ مکھن، برگزیدہ۔ تہدید۔ دھمکی۔ عدل۔ انصاف۔ لطف۔ مہربانی۔ بہاریات۔ سامانِ بہار۔ پائیزی۔ خزانی۔ تسکین۔ ساکن کرنا۔ نژاد۔ نسل، اولاد۔ گر۔ یعنی اگر انسان کو غم سے بالکل سکون نہ ملے تو مشاغل زندگی میں خلل پڑ جائے۔

ایں جہاں[1] ویراں شدے اندر زماں — حرصہا بیروں شدے از مرداں

یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی — انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

اُستن ایں عالم اے جاں غفلت ست — ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست

اے جان! اس عالم کا ستون غفلت ہے — ہوشیاری اس عالم کی آفت ہے

ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں — غالب آید پست گردد ایں جہاں

ہوشیاری اس عالم کی ہے اور جب وہ — غالب آ جائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ — ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ

ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے — ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے

زاں جہاں[2] اندک ترشح می رسد — تا نہ خیزد زیں جہاں حرص و حسد

اس عالم سے تھوڑی سی رستی رہتی ہے — تاکہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے

گر ترشح بیشتر گردد زغیب — نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب

اگر غیب سے یہ رساؤ زیادہ بڑھ جائے — اس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب

ایں ندارد حد سوئے آغاز رو — سوئے قصہ مردِ چنگی باز رو

اس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف چل — سارنگی بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

بقیہ قصۂ پیر چنگی و بیانِ مخلص آں

سارنگی بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اس کا خلاصہ

مطربے کزوے جہاں شد پُر طرب — رُستہ ز آوازش خیالاتِ عجب

وہ گویا جس سے، عالم مستی سے بھرا ہوا تھا — اس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے

از نوایش مرغِ دل پرّاں شدے — وز صدایش ہوشِ جاں حیراں شدے

اس کی آواز سے مرغ دل اچھلنے لگتا تھا — اس کی صدا سے جان کا ہوش حیران ہو جاتا تھا

چوں برآمد روزگارش پیر شد — بازِ جانش از عجز پشہ گیر شد

جب اس کی عمر ڈھل گئی اور بوڑھا ہو گیا — اس کی جان کا باز، عاجزی سے مچھر کا شکاری بن گیا

بازچہ گر پیل باشد بیگماں — پشہ اش سازد ضعیف و ناتواں

باز کیا، اگر ہاتھی بھی ہو تو بلاشبہ — مچھر اس کو کمزور اور بے طاقت بنا دے

---

[1] ایں جہاں۔ انسان غم کی مایوسیوں میں پڑا رہتا اور حرص کی وجہ سے جو کوشش ہے، وہ ختم ہو جاتی اور دنیا ویران ہو جاتی۔ اُستن۔ ستون۔ غفلت۔ لاپروائی۔ ہوشیاری۔ احساس۔ آفت۔ مشہور مقولہ ہے "لَوْلَا الْحُمَقَاءُ لَخَرِبَتِ الدُّنْیَا" اگر احمق نہ ہوتے تو دنیا تباہ ہو جاتی۔ ہوشیاری۔ آخرت کا پورا احساس ہو جائے تو پھر دنیا بے حقیقت نظر آنے لگے، ہوشیاری کا سورج حرص کے برف کو پگھلا دے اور یہ دنیا جو میل کچیل ہے، ہوشیاری کا پانی اس کو دھو ڈالے۔

[2] زاں جہاں۔ عالم آخرت سے اس دنیا میں تھوڑا تھوڑا ترشح ہوتا ہے تاکہ لوگ غفلت میں مبتلا رہ کر حرص وحسد کی بنیاد پر دنیا کا کاروبار کرتے رہیں، اگر غفلت زیادہ بڑھ جائے تو ہر انسان سکر میں مبتلا ہو جائے اور دنیا سے اچھی اور بری صفات کا خاتمہ ہو جائے۔ مطرب۔ اس گویے کی آواز مستی اور عجیب خیالات پیدا کر دیتی تھی، انسانوں کے دل دھڑکنے لگتے تھے اور مدہوشی کا عالم چھا جاتا تھا۔ پشہ گیر۔ مچھر کا شکار کرنے والا یا مچھر کا شکار یعنی وہ گویا انتہائی کمزور ہو گیا۔ بازچہ۔ یعنی باز ہی نہیں ہاتھی بھی اپنی ناتوانی کے وقت مچھروں سے عاجز آ جاتا ہے۔

پشت اُو خم گشت ہم چوں پشت خم[1] — ابرواں بر چشم ہمچوں پارِ دُم
اس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہو گئی — آنکھ پر ابروئیں دچی کی طرح ہو گئیں

گشت آوازِ لطیف و جانفزاش — ناخوش و مکروہ و زشت و دلخراش
اس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانے والی آواز — خراب اور مکروہ اور بری اور دلخراش ہو گئی

آں نوا کہ رشک زہرہ آمدہ — ہمچوں آوازِ خر پیرے شدہ
وہ آواز جو زہرہ کے لئے باعث رشک تھی — بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہو گئی

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد — یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد
کون سا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو؟ — یا کون سی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؟

غیر آوازِ عزیزاں در صدور — کہ بود از عکس دمِ شاں نفخ صور[2]
(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے — کہ صور کا پھکنا بھی ان کی آواز کی گونج ہے

آں درونے[3] کیں درونہا مست ازوست — نیستے کیں ہستہا ماں ہست ازوست
وہ باطن کہ یہ باطن اس سے مست ہیں — وہ فانی کہ ہمارے وجود اس سے (قائم) ہیں

کہربائے فکر دہر آواز اُوست — لذتِ الہام و وحی و رازِ اُوست
اس کی آواز زمانے کی فکر کے لئے کہربا ہے — الہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف — شد ز بے کسبی رہین یک رغیف
چونکہ گویا بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا — بلاکمائی کے ایک روٹی کا مرہونِ (منت) ہو گیا

گفت عمرو مہلتم دادی بسے — لطفہا کردی خدایا با خسے
اس نے کہا (اے خدا) تو نے مجھے عمر اور بہت مہلت دی — اے خدا! تو نے ایک کمینہ پر مہربانیاں کیں

معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال — باز نگرفتی زمن روزے نوال
میں نے ستر سال گناہ کئے — تو نے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ چھینی

نیست کسب امروز مہمانِ توام — چنگ بہر تو زنم کانِ توام
کمائی نہیں ہے، اب میں تیرا مہمان ہوں — تیرے لئے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ تیرا غلام ہوں

چنگ را برداشت شد اللہ جوئے — سوئے گورستانِ یثرب آہ جوئے
سارنگی اٹھائی، اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا — مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

---

[1] خم۔ مٹکا۔ پاردم۔ دچی۔ لطیف۔ نازک، پاکیزہ۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ زشت۔ برا۔ دل خراش۔ دل کو چھیلنے والا۔ زہرہ۔ ایک ستارہ کا نام ہے جس کو اہل نجوم گانے بجانے والی عورت کی ہمشکل تصور کرتے ہیں اور اس کو رقاصہ فلک کہتے ہیں۔ خر۔ گدھا، گدھے کی آواز کو بدترین سمجھا گیا ہے۔ سقف۔ چھت۔ مفرش۔ پامال۔ نشد۔ مشہور ہے ہر کمالے رازوالے۔ عزیزاں۔ یعنی اولیاء اللہ جو اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں۔ صدور۔ صدر کی جمع، سینہ۔

[2] نفخ صور۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے پر مردے زندہ ہو جائیں گے۔

[3] آں درونے۔ یعنی اولیاء کے باطن کی وجہ سے بہت سے باطن مست ہیں وہ فنا ہونے والے ضرور ہیں لیکن ہمارے وجود ان کے وجود سے قائم ہیں۔ کہربا۔ ایک پتھر ہے جس میں تنکوں کے لئے کشش ہوتی ہے۔ بے کسبی۔ نہ کما سکنا۔ رہین۔ گروی محتاج۔ رغیف۔ روٹی۔ گفت۔ یعنی گویے نے خدا سے یہ دعا کی۔ خس۔ تنکا، کمینہ۔ ہفتاد۔ ستر، گویے کی عمر ستر سال کی تھی۔ نوال۔ بخشش۔ کسب۔ کمائی۔ کان۔ کہ آن۔ اللہ جوئے۔ جوئندۂ خدا۔ یثرب۔ مدینہ طیبہ کا پرانا نام ہے۔

گفت خواہم از حق ابریشم بہا[1]
بولا، اللہ (تعالیٰ) سے سارنگی (بجانے کا) انعام چاہوں گا
کو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
کیونکہ وہ کھوٹے سکے (بھی) عمدگی کے ساتھ قبول کرتا ہے

چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد
سارنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھ دیا
چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
سارنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

خواب بردش مرغِ جاں از حبس رست
اس کو نیند آ گئی، جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا
چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
سارنگی اور سارنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا

گشت آزاد از تن و رنجِ جہاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا
در جہانِ سادہ و صحرائے جاں
سادہ عالم میں اور روح کے میدان میں (جا پہنچا)

جانِ او آنجا سرایاں ماجرا
اس کی روح اس جگہ (یہ) قصہ گانے لگی
کاندریں جا گر بماندندے مرا!
کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!

خوش بدے جانم ازیں باغ و بہار
اس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی
مست ایں صحراءِ غیب لالہ زار
اس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)

بے پر و بے پا سفر می کردمے
میں بغیر پر اور پیر کے سفر کرتی
بے لب و دنداں شکر میخوردمے
بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی

ذکر و فکرے فارغ از رنجِ دماغ
ذہنی الجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر (میں مشغولیت ہوتی)
کردمے با ساکنانِ چرخ لاغ
آسمان میں بسنے والوں کے ساتھ خوشی مناتی

چشم بستہ عالمے می دیدمے
آنکھیں بند کر کے میں عالم کو دیکھتی
ورد و ریحاں بے کفے می چیدمے
ہاتھ لگائے بغیر، گلاب و ریحان چنتی

مُرغِ آبی غرقِ دریائے عسل
پانی کا پرندہ، شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا
عینِ ایوبی[2] شراب و مغتسل
حضرت ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا

کہ بدو ایوبؑ از پا تا بفرق
کہ جس کے ذریعہ حضرت ایوبؑ پیر سے سر کی مانگ تک
پاک شد از رنجہا چوں نورِ شرق
نورِ مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے

گر بود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو
نیست نزدِ آں جہاں جز تنگ و پست
اس جہان کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے

مثنوی در حجم گر بودے چو چرخ
مثنوی (معنوی) اگر جسامت میں آسمان کی طرح ہوتی
در نگنجیدے دریں زاں نیم برخ
اس میں اس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی نہ سماتا

---

1. ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام، سارنگی کے تار ریشم سے بھی بنائے جاتے تھے۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ فتاد۔ یعنی لیٹ گیا۔ خواب۔ نیند میں اس کی روح آزاد ہو گئی۔ صحرائے جاں۔ عالم ارواح۔ مرا۔ یہ تمام باتیں گویے کی روح نے کہیں جن میں عالم روح کی کیفیات کا ذکر ہے۔ لاغ۔ خوشی و مسرت، ہنسی کھیل۔ ورد۔ گلاب کا پھول، پھول۔ ریحاں۔ ہر خوشبودار پودا۔ عسل۔ شہد۔ عین۔ چشمہ۔

2. ایوبی۔ حضرت ایوب کا جسم جب گل سڑ گیا اور اس میں کیڑے پڑ گئے تو ان کی دعا سے خدا نے ایک چشمہ پیدا کر دیا اور ان کو حکم دیا کہ اس کا پانی پیو اور اسی سے نہاؤ، چنانچہ چند روز میں ان کا تمام جسم اچھا ہو گیا۔ شراب۔ ہر پینے کی چیز۔ مغتسل۔ نہانے کا پانی۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ رنجہا۔ بیماریاں۔ مثنوی۔ یعنی یہ مثنوی جس میں عالم ارواح کی باتیں ذکر کی جا رہی ہیں۔ حجم۔ موٹائی۔ برخ۔ پارہ، ٹکڑا۔

کاں زمین و آسمانِ بس[1] فراخ
اس بہت وسیع آسمان اور زمین نے

کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے

ویں جہانے کاندریں خوابم نمود
اور یہ عالم جو اس نیند میں مجھے نظر آیا

از کشایش پرّ و بالم را کشود
اس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھول دیئے ہیں

ایں جہان و راہش ار پیدا بدے
یہ عالم اور اس کا راستہ اگر نظر آتا

کم کسے یک لحظۂ انجا بدے
کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس جگہ نہ ہوتا

امری آمد کہ ہیں طامع مشو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار، لالچی نہ بن

چوں زپایت خار بیروں شد برو
جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا، جا

مول مولے میزد آنجا جانِ او
اس کی جان اس جگہ ٹھہرو ٹھہرو کہتی تھی

در فضائے رحمت و احسانِ او
اس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

در خواب گفتن ہاتف با عمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال

غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اس قدر روپیہ بیت المال سے

باآں مرد دہ کہ در گورستان خفتہ است

اس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت
اس وقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرت عمرؓ پر نیند طاری کر دی

تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت
یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے

در عجب افتاد کیں معہود نیست
تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے

ویں ز غیب افتاد بے مقصود نیست
یہ غیب سے آئی ہے، بلامقصد نہیں ہے

سر نہاد و خواب بُردش خواب دید
سر رکھا اور ان کو نیند آ گئی، خواب دیکھا

کامدش از حق ندا جانش شنید
ان کو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جو ان کی جان نے سنی

آں ندائے کاصل ہر بانگ و نواست
وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے

خود ندا آنست[2] و ایں باقی صداست
وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے

ترک و کرد و پارسی گو و عرب
ترک اور کرد اور فارسی بولنے والے اور عرب

فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
بغیر کان اور ہونٹ کے اس آواز کو سن چکے ہیں

خود چہ جائے تُرک و تاجیک ست و زنگ
ترک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے

فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ
اس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سنا ہے

---

[1] بس۔ بہت، بکثرت۔ شاخ شاخ۔ پاش پاش، پارہ پارہ۔ پیدا۔ ظاہر۔ بدے۔ بودے۔ کم۔ یعنی نہیں۔ خار۔ یعنی غفلت۔ مول۔ میم کے ضمہ کے ساتھ، بمعنی باش، توبہ، ناز وغمزہ، دوسرے مول میں یا زیادہ ہے، تکرار اصرار کے لئے ہے۔ ہاتف۔ غیبی آواز۔ بیت المال۔ شاہی خزانہ۔ خویش داشتن۔ اپنے آپ کو قابو میں رکھنا۔ معہود۔ عادت کے مطابق۔ بے مقصود۔ بلاوجہ۔ جانش شنید۔ چونکہ وہ غیبی آواز تھی۔ اصل۔ جڑ۔ نوا۔ آواز۔

[2] ندا آنست۔ چونکہ وہ کلمہ کن کی آواز تھی جس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے۔ صدا۔ گونج، آواز بازگشت۔ ترک۔ ترکستان کی مشہور جنگجو قوم ہے۔ کرد۔ کردستان کے بسنے والے۔ پارسی گو۔ فارسی بولنے والے۔ بے گوش ولب۔ چونکہ وہ اللہ کی آواز ہے اور وہ لب سے منزہ ہے اس کو دل سنتا ہے، کان کی ضرورت نہیں ہے۔ تاجیک۔ ایک قوم کا نام ہے، اور وہ عربی النسل جو عجم میں پیدا ہوا ہو۔ زنگ۔ حبشہ۔

ہر دمے از وے ہمی آید الست[1]
ہر وقت اس کی جانب سے الست (کی آواز) آتی ہے

جوہر و اعراض می گردند مست
جس سے جوہر اور عرض مست ہو جاتے ہیں

گرنمی آید بلے زیشاں ولے
اگرچہ ان کی جانب سے "بلے" نہیں نکلتا ہے لیکن

آمدن شاں از عدم باشد بلے
ان کا عدم سے آنا "بلے" ہے

آنچہ من گفتم ز فہم چوب و سنگ
وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے

در بیانش قصہ بشنو بے دِرنگ
اس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سن لے

آنچہ گفتم زآشنائی سنگ و چوب
میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے

در بیانش قصۂ ہشدار خوب
اس کے بیان میں ایک قصہ ہے، خوب غور کر

نالیدنِ ستونِ حنانہ[2] از فراقِ پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے حنانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور

گفتند کہ ماروئے مبارک تراچوں برآں نشستہ نمی بینیم ومنبر ساختن و

انہوں نے کہا کہ جب آپ اس پر بیٹھتے ہیں ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور

شنیدنِ رسولِ خدا نالۂ ستوں را بصریح و مکالماتِ آنحضرت ﷺ باآں

رسولِ خدا کا ستون کا رونا صاف سننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے گفتگو

اُستن حنانہ در ہجر رسول
حنانہ ستون رسول کی جدائی میں

نالہ میزد ہمچو اربابِ عقول
سمجھداروں کی طرح روتا تھا

درمیانِ مجلس وعظ آنچناں
وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح (رویا)

کزوے آگاہ گشت ہم پیر و جواں
کہ اس سے بوڑھے اور جوان واقف ہو گئے

در تحیر ماند اصحابِؓ رسولؐ
رسول کے صحابہ حیرت میں پڑ گئے

کز چہ می نالد ستوں باعرض و طول
کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کے ساتھ کیوں روتا ہے

گفت پیغمبرؐ چہ خواہی اے ستوں
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا اے ستون تو کیا چاہتا ہے

گفت جانم از فراقت گشت خوں
بولا کہ میری جان آپ کے فراق سے خون ہو گئی ہے

از فراقِ تو مرا چوں سوخت جاں
چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے

چوں نالم بے تو اے جانِ جہاں
اے جانِ عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں

---

[1] الست۔ یعنی "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں" یہ خدا نے ازل میں روحوں کو خطاب کر کے فرمایا جس پر روحوں نے "بلے" ہاں کہا یہ عہد الست کہلاتا ہے۔ جوہر۔ وہ موجودات جو خود قائم ہیں۔ اعراض۔ عرض کی جمع جو اپنے وجود میں دوسرے موجود کا محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ وغیرہ۔ آمدن۔ یعنی کائنات اگرچہ زبان سے بلے نہیں کہتی لیکن اس کا وجود میں آنا بلے کہنے کے مترادف ہے۔ آنچہ۔ یعنی میں نے یہ بات کہی کہ پتھر اور لکڑی بھی روحانی کلام کو سنتے ہیں، اس سلسلے میں استوانہ حنانہ کا قصہ سن لو۔

[2] حنانہ۔ بہت رونے والا۔ مسجد نبوی میں شروع میں ایک کھجور کا تنہ گاڑ دیا گیا جس پر آنحضور ﷺ ٹیک لگا کر درس دیا کرتے تھے اس کے بعد منبر بنا لیا گیا تو آنحضور ﷺ کی جدائی پر وہ کھجور کا تنہ رونے لگا۔ حضور ﷺ نے منبر سے اتر کر اس کو پیار کیا تو وہ چپ ہوا پھر اس کو مسجد کی قبلی دیوار میں چنوا دیا۔ استن۔ ستون۔ اربابِ عقول۔ عقل والے۔ تحیر۔ حیرانی۔ عرض۔ چوڑائی۔ طول۔ لمبائی۔

مسندت[1] من بودم از من تاختی
میں آپؐ کی مسند تھا، آپ مجھ سے دور ہو گئے

بر سرِ منبر تو مسند ساختی
اور منبر پر آپ نے مسند بنا لی

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت
تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے بھلے درخت!

اے شدہ با سرِ تو ہمراز بخت
اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!

گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند
اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنا دیں

شرقی و غربی ز تو میوہ چنند
مشرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چنیں

یاد راں عالم حقت سروے کند
یا اس جہاں میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنا دے

تا تر و تازہ بمانی تا ابد
تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے

گفت آنخواہم کہ دائم شد بقاش
بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو

بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
اے غافل سن! تو لکڑی سے کم نہ بن

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں
اس ستون کو زمین میں دفن کر دیا

کہ چو مردم حشر گردد یومِ دیں
جو انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائے گا

تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا

از ہمہ کارِ جہاں بیکار ماند
وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار ہو گیا

ہر کہ را باشد ز یزداں کاروبار
جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے

یافت بار[2] آنجا و بیروں شد زکار
وہ وہاں باریاب ہو جاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

وانکہ اُو را نبود از اسرار داد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو

کے کند تصدیق اُو نالہ جماد
وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟

گوید آرے نے ز دل بہر وفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہہ دے گا نہ کہ دل سے

تانگویندش کہ ہست اہل نفاق
تاکہ اس کو لوگ منافق نہ کہیں

گر نبندے واقفانِ امر کن
اگر امر کن کے واقف کار نہ ہوتے

در جہاں رُو گشتہ بودے ایں سخن
تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

صد ہزاراں زاہل تقلید و نشاں
لاکھوں مقلدوں اور لکیر کے فقیروں کو

افگند شاں نیم وہمے در گماں
آدھا وہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے

کہ بظن تقلید و استدلالِ شاں
اس لئے کہ ان کی تقلید اور ان کا استدلال ظن پر

قائم ست و جملہ پرّ و بالِ شاں
قائم ہے اور ان کے سب بال و پر (ظنیات ہیں)

---

[1] مسند۔ وہ چیز جس پر ٹیک لگائی جائے۔ تاختن۔ بھاگنا، گریز کرنا۔ سِرّ۔ باطن۔ ہمراز۔ ساتھی، رفیق۔ نخل۔ کھجور۔ چنند۔ چینند کا مخفف ہے۔ سرو۔ مشہور درخت ہے۔ بقاش۔ بقائے اُو۔ بشنو۔ یعنی لکڑی نے حیاتِ ابدی کی خواہش کی لیکن انسان کو اس سے کم سمجھدار نہ ہونا چاہئے۔ حشر۔ قبر سے اٹھایا جانا۔ یومِ دین۔ بدلے کا دن، قیامت۔ تابدانی۔ استوانہ حنانہ کو دفن کرنا، اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو خدا کا ہو گیا، دنیا کے دھندے سے بیکار ہو گیا۔

[2] بار۔ دخل۔ اسرار۔ علومِ باطن۔ داد۔ حصہ۔ جماد۔ وہ چیز جس میں حس و حرکت نہ ہو۔ آرے۔ ہاں، تصدیق کا کلمہ ہے۔ اہل نفاق۔ منافق۔ رو گشتہ۔ یعنی یہ بات کوئی تسلیم نہ کرتا۔ اہل تقلید و نشاں۔ یعنی فلاسفہ۔ ظن۔ وہ علم ہے جو شک ڈالنے سے زائل ہو جاتا ہے۔

شبہ می انگیزد آں شیطانِ دوں[1]
وہ کمینہ شیطان، شبہ پیدا کر دیتا ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے

غیر آں قطبِ زماں دیدہ ور
سوائے اس قطب دوراں، صاحب بصیرت کے

پائے نابینا عصا باشد عصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی

آں سوارے کو سپہ راشد ظفر[2]
وہ سوار جو سپاہیوں کی فتح (کا باعث) ہے

با عصا کوراں اگر رہ دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ ٹٹول لیا ہے

گر نہ بینایاں بدندے و شہاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے

نے ز کوراں کشت آید نے درود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا

گر نبودے رحمت و افضالِ شاں
اگر ان کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل
یہ لاٹھی کیا ہے، قیاس اور دلیل

اُو عصا تاں داد تا پیش آمدید
اس نے تمہیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو

در فتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
(اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے

کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر
کہ اس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

تا نیفتد سرنگوں اُو بر حصا
تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے

اہلِ دل را کیست سلطانِ بصر
دینداروں کیلئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے

در پناہِ خلق روشن دیدہ اند
تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں

جملہ کوراں خود بمردندے عیاں
تمام۔ اندھے صاف مر جاتے

نے عمارت نے تجارتہا و سود
نہ تعمیر کرنا، نہ تجارت اور نہ نفع

در شکستے چوبِ استدلالِ شاں
ان کے استدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل
یہ وہ لاٹھی ہے جو ان کو (خدا) بصیر جلیل نے دی ہے

آں عصا از خشم ہم بروے زدید
غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اس پر دے ماری

دوںؔ۔ کمینہ۔ کوراںؔ۔ کور کی جمع، اندھا۔ استدلالؔ۔ یعنی عقلی دلیل سے کام لینا۔ چوبیںؔ۔ لکڑی کی چیز۔ بے تمکیںؔ۔ کمزور۔ پائے استدلالیاںؔ۔ اس کے بعد بعض نسخوں میں یہ شعر بھی ہے۔ گر باستدلال کارِ دیں بدے۔ فخر رازی رازدارِ دیں بدے یعنی اگر دین کے تمام مسائل کا مدار عقلی دلائل پر ہوتا تو فخرالدین رازی دین کے سب سے بڑے رازداں ہوتے۔ قطبؔ۔ صاحب ارشاد ولی۔ دیدہ ورؔ۔ صاحب بصیرت۔ ثباتؔ۔ ثابت قدمی۔ خیرہ سرؔ۔ حیران۔ عصاؔ۔ لاٹھی۔ حصاؔ۔ کنکری۔

ظفرؔ۔ فتح، کامیابی۔ سلطان بصرؔ۔ فرمانروائے بصیرت۔ بینایاںؔ۔ صاحب بصیرت یعنی اولیاء اللہ۔ شہاںؔ۔ شاہ کی جمع یعنی ولی اللہ۔ کوراںؔ۔ یعنی عوام الناس۔ کشتؔ۔ فصل بونا۔ درودؔ۔ فصل کاٹنا۔ عمارتؔ۔ تعمیر یعنی جس طرح اندھے اپنی ضروریات میں دوسروں کے محتاج ہیں، اسی طرح عوام شیخ کامل کی رہبری کے محتاج ہیں۔ گر نبودےؔ۔ اگر بزرگوں کی توجہ نہ ہو تو محض استدلال سے علوم معرفت حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایں عصاؔ۔ اللہ تعالیٰ نے ان فلاسفہ کو قوت استدلال اسی لیے دی تھی کہ انبیاء کو پہچانیں لیکن انہوں نے الٹا کام لیا اور ان دلائل سے انکار کا کام لینا شروع کر دیا۔

چوں عصا[1] شد آلت جنگ و نفیر
جب لاٹھی جنگ اور بھگدڑ کا ذریعہ ہو گئی
آں عصا را خورد بشکن اے ضریر
اے اندھے! اس لاٹھی کا چورا چورا کر دے

حلقہ کوراں بچہ کار اندرید
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟
دید باں را درمیانہ آورید
کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ

دامن اُو گیر کو دادت عصا
اس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے
در نگر کادمؑ چہا دید از عصیٰ
غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا دیکھا؟

چوں عصا شد مار و اُستن با خبر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا؟
معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
(حضرت) موسیٰ اور (حضرت) احمد علیہما السلام کے معجزے پر غور کر

از عصا ماری و از استن حنیں[2]
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا
پنج نوبت میزنند از بہر دیں
دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں

گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا
کے بدے حاجت بچندیں معجزہ
تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟

ہر چہ معقول ست عقلت می خرد
جو عقل میں آنے والی بات ہوتی ہے تیری عقل اسکو قبول کر لیتی ہے
بے بیانِ معجزہ بے جزر و مد
بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر ردّ و کد کے

ایں طریق نکر نامعقول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنے والے طریقہ کو دیکھ
در دلِ ہر مقبلے مقبول[3] بیں
ہر بانصیب مقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

آں چناں کز بیم آدم دیو و دَد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے
در جزائر در رمیدند از حسد
حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے

ہم زبیم معجزاتِ انبیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی
سرکشیدہ منکراں زیر گیا
منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا

تا بناموسِ مسلمانی زیند
تاکہ مسلمانی کی عزت کے ساتھ زندہ رہیں
در تسلس تا ندانی کہ کیند
مکاری میں، تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں؟

---

[1] چوں عصا۔ جب دلائل مقصد کے خلاف استعمال ہوں تو ان دلائل کو ترک کر دینا چاہئے۔ حلقہ۔ جماعت۔ دیدبان۔ صاحب بصیرت، یعنی شیخ کامل۔ عصیٰ۔ اس نے نافرمانی کی، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن پاک ہے "فعصی آدم ربہ فغوی" آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی تو بھٹک گئے۔ ماری۔ مارشدی۔

[2] حنیں۔ گریہ وزاری۔ بہردیں۔ معجزات کے ذریعہ دین کے غلبہ کا اظہار ہوتا ہے۔ نامعقول۔ الٰہیات کی بحثیں محض دلائل عقلیہ سے طے نہیں ہو سکتی ہیں لامحالہ وحی پر اعتماد کرنا ضروری ہے۔ معقول۔ یعنی جو چیز عام انسانوں کی عقل کے مطابق ہو۔ می خرد۔ قبول می کند۔ بیان۔ اظہار۔ جزر۔ سمندر کے پانی کا سمٹاؤ۔ مد۔ سمندر کے پانی کا چڑھاؤ۔ نکر۔ انوکھا۔ مقبل۔ بانصیب۔

[3] مقبول۔ خدا رسیدہ، یعنی علومِ اخروی کا ادراک عام عقلوں سے بالاتر ہے، ان کا ادراک کشف اور ذوق سے ہوتا ہے۔ دیو۔ جن، شیطان۔ دد۔ درندہ۔ جزیرہ۔ زمین کا وہ ٹکڑا جو چاروں طرف سمندر سے گھرا ہوا ہو۔ زیر گیا۔ یعنی مولانا کے دور کے ملحد اپنے آپ کو ظاہر نہ کرتے تھے بلکہ صوفیاء کے لباس میں چھپے رہتے تھے۔ ناموس۔ عزت و آبرو، قاعدہ قانون۔ تسلس۔ سالوس سے بنا ہے، مکروفریب کرنا۔ زیند۔ زیستن کا مضارع ہے۔ کیند۔ کدام اند۔

ہمچو قلاباں[1] بر آں نقد تباہ — نقرہ می مالند و نامِ پادشاہ
کھوٹے سکے بنانے والوں کی طرح اس خراب سکہ پر — چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں

ظاہراً الفاظِ توحید و شرع — باطن آں ہمچو در ناں تخم ضرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں — باطن ان کا ایسا ہے جیسے روٹی میں ضرع کے بیج

فلسفی را زہرہ نے تادم زند — دم زند دین حقش برہم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے — دم مارے تو سچا دین اس کو بیخ دے

دست و پائے اُو جماد و جانِ اُو — ہر چہ گوید آں دو در فرمانِ اُو
اس کے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اس کی روح — جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اس کے حکم میں ہیں

بازباں گرچہ کہ تہمت می نہند — دست و پاہا شاں گواہی می دہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں — ان کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

اظہارِ معجزہ پیغمبر علیہ السلام و بسخن آمدنِ سنگریزہ در دست ابوجہل[2]

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا

و گواہی دادن برسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم

اور گواہی دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی رسالت پر

سنگہا اندر کف بوجہل بود — گفت اے احمدؐ بگو ایں چیست زُود
سنگ ریزے ابوجہل کی مٹھی میں تھے — بولا اے احمدؐ جلدی بتا یہ کیا ہے؟

گر رسولی چیست در دستم نہاں — چوں خبرداری ز رازِ آسماں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟ — جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے

گفت چوں خواہی بگویم کانچہاست — یا بگویند، آنکہ ما حقیم و راست
فرمایا، تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟ — یا وہ کہیں ہم برحق اور سچے ہیں

گفت بوجہل آں دوم نادر ترست — گفت آرے حق ازاں قادر ترست
ابوجہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے — فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اس سے زیادہ پر قادر ہے

گفت شش پارہ حجر در دست تست — بشنو از ہر یک تو تسبیح درست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں — اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سن لے

---

[1] قلاب۔ کھوٹے سکے بنانے والا۔ تباہ۔ کھوٹا، خراب۔ ضرع۔ ایک زہریلی، کڑوی گھاس ہے۔ جماد۔ یعنی ان میں کوئی عقل اور سمجھ نہیں ہے۔ دو۔ ہاتھ اور پیر۔ بازباں۔ یعنی فلسفی یہ کہتے رہتے ہیں کہ جمادات میں شعور نہیں ہے وہ کیسے کسی کا حکم مان سکتے ہیں ان کے ہاتھ پیر خود ان کے خلاف گواہی دیتے ہیں کہ ان میں بھی شعور نہیں ہے لیکن روح کے حکم کو مانتے ہیں۔ معجزہ۔ اس معجزہ کا تذکرہ حدیث کی معتبر کتابوں میں نہیں ہے۔ مولانا کا منشاء یہ ہے کہ ندائے غیبی کو جس طرح نباتات سنتی ہیں جس کو استوانہ حنانہ کے واقعہ نے ثابت کیا اسی طرح جمادات بھی سنتی ہیں۔

[2] ابوجہل۔ اسلامی دور سے پہلے اس کو ابوالحکم کہا جاتا تھا۔ آنحضور ﷺ کی انتہائی دشمنی میں جو حماقتیں کیں اس کی وجہ سے اسلامی دور میں اس کو ابوجہل کہا گیا۔ گر رسولی۔ جب تم آسمانوں کے راز بتاتے ہو تو یہ قریب کی چیز ہے، اس کو ضرور بتا دینا چاہئے۔ گفت۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں بتاؤں کہ تیری مٹھی میں کیا ہے یا جو چیز مٹھی میں ہے وہ بتائے کہ میں کون ہوں۔ دوم۔ یعنی مٹھی کی چیز تمہارے بارے میں شہادت دے۔

از میانِ مشت اُو ہر پارہ سنگ | در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اس کی مٹھی میں ہر سنگریزے نے | فوراً (کلمہ) شہادت پڑھنا شروع کر دیا

لَا اِلٰہ[1] گفت و اِلَّا اللہ گفت | گوہر احمد رسول اللہ سفت
لا الہ کہا اور الا اللہ کہا | احمد رسول اللہ کا موتی پرویا

چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں | زد زخشم آں سنگہا را بر زمیں
ابوجہل نے جب پتھروں سے یہ سنا | غصہ سے ان پتھروں کو زمین پر دے مارا

گفت نبود مثل تو ساحر دِگر | ساحراں را سَر توئی و تاجِ سر
بولا تجھ جیسا کوئی جادوگر نہ ہوگا | تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت | گشت در خشم و بسوئے خانہ رفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا، جل گیا | غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلا گیا

رہِ گرفت و رفت از پیشِ رسولؐ | اوفتاد اندر چہ آں زشت سفول
راستہ لیا، اور رسولؐ کے سامنے سے چلا گیا | وہ بدبخت، پست فطرت کنویں میں جا گرا

معجزہ را دید و شد بدبخت و زفت | سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت[2]
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہو گیا | کفر اور بے دینی کی طرف تیز رو ہو گیا

خاک بر فرقش کہ بد کور و لعیں | چشم اُو ابلیس آمد خاک بیں
اس کے سر پر خاک کیونکہ وہ اندھا اور ملعون تھا | اس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی

ایں سخن را نیست پایاں اے عمو | قصۂ آں پیر چنگی باز گو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے | سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سنا

باز گرد و حالِ مطرب گوش دار | زانکہ عاجز گشت مطرب ز انتظار
واپس لوٹ اور گویّے کا حال سن | اس لئے کہ گویا انتظار میں عاجز آ گیا

بقیہ قصۂ پیرکِ چنگی و پیغام رسانیدن باو

حقیر بوڑھے سارنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اس کو پیغام پہنچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ | بندۂ مارا ز حاجت باز خر
عمر (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی، اے عمرؓ | ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا

بندۂ داریم خاص و محترم | سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے | قبرستان کی جانب جا

---

1. لا الہ ۔ یعنی خدا کی وحدانیت کی گواہی دی پھر آنحضورﷺ کی رسالت کی گواہی دی۔ ساحر ۔ جادوگر۔ تفت ۔ تاء کے فتحہ کے ساتھ، گرم، غضب ناک۔ خشم ۔ غصہ۔ زشت ۔ بدبخت، شقی، برا۔ سفول ۔ پست فطرت، کمینہ۔ زفت ۔ زاء کے فتحہ کے ساتھ، سخت، درشت۔ زندقہ ۔ بے دینی۔

2. تیز رفت ۔ تیز رفتار۔ فرق ۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ بد ۔ بود کا مخفف ہے۔ خاک بیں ۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کے پتلے کو مٹی کا خیال کیا، باطنی اوصاف کو نہ دیکھا۔ کاے ۔ کہ اے۔ باز خریدن ۔ نجات دلانا، چھڑالینا۔ محترم ۔ معزز۔ قدم رنجہ کن ۔ تشریف لے جائیے۔

اے عمرؓ برجہ زبیت المالِ[1] عام
اے عمرؓ! اٹھ، عام بیت المال سے
ہفت صد دینار برکف نہ تمام
پورے سات سو دینار ہاتھ میں لے

پیشِ اُو بر، کاے تو ما را اختیار
اس کے سامنے لے جا کر اے ہمارے برگزیدہ!
ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
اتنا لے لے، اب معذور سمجھ

ایں قدر از بہر ابریشم بہا
یہ مقدار، جو سارنگی کا انعام ہے
خرج کن چوں خرج شد اینجا بیا
خرچ کر، جب خرچ ہو جائے اس جگہ آ جانا

پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست
تو عمرؓ اس آواز کی ہیبت سے اٹھ کھڑے ہوئے
تامیاں را بہر ایں خدمت بہ بست
اور اس خدمت کے لئے کربستہ ہو گئے

سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رُو
عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رخ کیا
در بغل ہمیاں دواں در جستجو
ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے

گردِ گورستاں دواں شد اُو بسے
قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے
غیر آں پیر اُو ندید آنجا کسے
اس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا

گفت ایں نبود دگر بارہ دوید
کہا، یہ نہ ہوگا، پھر دوڑے
ماندہ گشت و غیر آں پیر اُو ندید
تھک گئے اور اس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا

گفت حق فرمود مارا بندہ ایست
کہا، اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے
صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
پاک، شائستہ اور بابرکت ہے

پیر چنگی کے بود خاصِ خدا
بوڑھا، سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہوگا؟
حبذا اے سرِّ پنہاں حبذا[2]
واہ واہ، اے پوشیدہ راز، واہ واہ

بارِ دیگر گردِ گورستاں بگشت
پھر قبرستان کا چکر لگایا
ہمچو آں شیر شکاری گردِ دشت
جیسے شکاری شیر، جنگل کے گرد (چکر لگاتا ہے)

چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست
جب ان کو یقین ہو گیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے
گفت در ظلمت دلِ روشن بسے ست
بولے، بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

آمد و باصد ادب آنجا نشست
آئے اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے
بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
عمر (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اٹھ بیٹھا

مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت
عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا
عزمِ رفتن کرد و لرزیدن گرفت
چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا

---

1. بیت المال۔ شاہی خزانہ جو عوام کے لئے ہوتا ہے۔ برجہ۔ جہ امر ہے جہیدن کا، کودنا، بر زیادہ ہے۔ تمام۔ مکمل۔ بر۔ بردن کا امر ہے۔ اختیار۔ برگزیدہ۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ میاں بستن۔ کمر کسنا، کسی کام کے لئے تیار ہو جانا۔ ہمیاں۔ نقدی کی تھیلی۔ صافی۔ پاک۔ شائستہ۔ لائق، مہذب۔ فرخندہ۔ مبارک۔

2. حبذا۔ تعریف کا کلمہ ہے، واہ واہ، سبحان اللہ۔ چوں۔ تلاش کے بعد کوئی سارنگی نواز کے علاوہ نہ ملا تو سمجھے وہی چھپا ہوا بزرگ ہے۔ آنجا۔ یعنی بوڑھے کے پاس۔ عطسہ۔ چھینک۔ جست۔ وہ سویا ہوا تھا چھینک کی آواز سے اٹھ بیٹھا۔ شگفت۔ حیرت، تعجب۔ لرزیدن۔ کانپنا، لرزنا۔

گفت در باطن[1] خدایا از تو داد
دل میں بولا اے خدا تیری دہائی ہے
چوں نظر اندر رخِ آں پیر کرد
جب اس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی
پس عمرؓ گفتش مترس از من مرم
عمرؓ نے اس سے کہا، خوف نہ کر، مجھ سے نہ بھاگ
چند یزداں مدحت خوئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اس قدر تعریف کی
پیش من بنشیں و مہجوری مساز
میرے سامنے بیٹھ، اور جدائی نہ کر
حق سلامت میکند می پرسدت
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھ سے دریافت کیا ہے
نک قراضہ[2] چند ابریشم بہا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سارنگی بجانے کا انعام!
پیر لرزاں گشت چوں ایں را شنید
جب یہ سنا تو بوڑھا کانپ گیا
بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!
چوں بسے بگریست و زحد رفت درد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا
گفت اے بودہ حجابم از الٰہ
بولا اے (سارنگی) تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی
اے بخوردہ خونِ من ہفتاد سال
اے (سارنگی) تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا
اے خدائے با عطائے با وفا
اے خدا کہ تو عطا والا اور باوفا ہے

محتسب بر پیر کے چنگی فتاد
ناچیز سارنگی نواز پر محتسب آ پڑا
دید اُو را شرمسار و روئے زرد
اس کو شرمندہ اور زرد رو دیکھا
کت بشارتہائے حق آوردہ ام
کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں
تا عمرؓ را عاشق روئے تو کرد
کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا
تا بگوشت گویم از اقبال راز
تاکہ تیرے کان میں تیری اقبال مندی کا راز کہوں
چونی از رنج و غمانِ بے حدت
کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟
خرج کن ایں را و باز ایں جا بیا
اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آ جانا
دست می خائید و برخود می طپید
ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا
بسکہ از شرم آب شد بے چارہ پیر
بے چارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا
چنگ را زد بر زمیں و خرد کرد
سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا
اے مرا تو راہزن از شاہراہ
اے (سارنگی) تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی
اے زتو رویم سیہ پیشِ کمال
اے (سارنگی) تیری وجہ سے میرا منہ اہل کمال کے سامنے کالا تھا
رحم کن بر عمر رفتہ در جفا
اس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی

[1] باطن۔ دل۔ داد۔ فریاد، دہائی۔ محتسب۔ اسلامی دور میں ایک شخص مقرر کیا جاتا تھا جو لوگوں کی نگرانی رکھتا تھا اور بدکاروں کو سزا دیتا تھا۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے، نہ بھاگ۔ کت۔ کہ ترا، کہ برائے تو۔ بشارت۔ خوشخبری۔ چند۔ اس قدر۔ مدحت۔ تعریف۔ خوئے۔ خصلت۔ مہجوری۔ جدائی۔ اقبال۔ خوش نصیبی۔ سلامت میکند۔ ترا اسلام می کند۔ می پرسدت۔ ترا می پرسد۔ چونی۔ چگونہ استی۔ نک۔ اینک کا مخفف ہے، اب۔

[2] قراضہ۔ ریزگاری، کترن۔ ابریشم بہا۔ سارنگی بجانے کا انعام۔ خائیدن۔ چبانا۔ برخود طپیدن۔ لوٹنا، مضطرب ہو جانا۔ آب شدن۔ پسینہ میں ڈوب جانا اور شرمندہ ہونا۔ خرد کرد۔ ریزہ ریزہ کر دیا۔ حجاب۔ پردہ، رکاوٹ۔ راہزن۔ ڈاکو۔ شاہراہ۔ آباد راستہ۔ کمال۔ اہل کمال۔ جفا۔ ظلم۔

دادِ[1] حق عمرے کہ ہر روزے ازاں
اللہ (تعالیٰ) نے جو عمر دی ہے اس کے ہر دن کی قیمت

کس نداند قیمت آں در جہاں
اس کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا

خرج کردم عمر خود را دمبدم
میں نے اپنی عمر کا لحہ لحہ خرچ کر دیا

درد میدم جملہ را در زیر و بم
اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا

آہ کز یادِ رَہ و پردهٔ عراق
افسوس! رَہ اور پردهٔ عراق کی یاد میں

رفت از یادم دمِ تلخ فراق
میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا

وائے کز تریِ زیرِ افگند خرد[2]
ہائے! ناچیز زیرِ افگند خرد کی تری سے

خشک شد کشت دلِ من دل بمرد
میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی، میرا دل مردہ ہو گیا

وائے کز آوازِ ایں بست و چہار
ہائے! اس چوبیس کی آواز کی وجہ سے

کارواں بگذشت بیگہ شد نہار
قافلہ چلا گیا، دن بے وقت ہو گیا

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ
اے خدا! اسی فریادی سے، فریاد ہے

داد خواہم نے زکس زیں داد خواہ
انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں، اسی داد خواہ سے

دادِ خود را چوں ندادم در جہاں
چونکہ میں نے خود اپنے آپ سے اس جہان میں انصاف نہ کیا

عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
میری ستر سال کی عمر (بیکار) گزر گئی

دادِ خود از کس نیابم جز مگر
اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکوں گا سوائے

زانکہ اُو از من بمن نزدیک تر[3]
اسکے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے

کیں منی ازوے رسد دم دم مرا
اس لئے کہ یہ ہستی لحہ بہ لحہ مجھے اس سے مل رہی ہے

پس وُرا بینم چو ایں شد گم مرا
جب یہ مجھ سے گم ہو گئی ہے تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں

ہمچو آنکو باتو باشد زر شمر
جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو

سوئے اُو داری نہ سوئے خود نظر
تو اس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب

ہمچنیں در گریہ و در نالہ اُو
اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر

می شمردے جرمِ چندیں سالہ اُو
وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

---

1. دادَ۔ یعنی خدا نے جو عمر عطا کی ہے اس کے دنوں کی قیمت کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور انسان ان کو ضائع کرتا ہے۔ زیر و بَم۔ موسیقی میں آوازوں کے نام ہیں، زیر ہلکا سر، بم بھاری سر۔ رَہ۔ راہ کا مخفف ہے، موسیقی میں سر جمانے کو کہتے ہیں۔ پردهٔ عراقؔ۔ ایک راگ کا نام ہے۔ دم تلخ فراقؔ۔ موت کا کڑوا وقت۔ تریؔ۔ رونق، راء کو ضرورتِ شعری کی وجہ سے مشدد کر دیا ہے۔
2. زیر افگند خرد۔ موسیقی کے مشہور چوبیس راگوں میں سے ایک راگ کا نام ہے۔ بست و چہارؔ۔ یعنی چوبیس راگنیاں۔ بے گہ۔ بے وقت۔ نہارؔ۔ دن۔ اے خدا۔ یعنی میں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے، اے خدا میں اس کی تجھ سے داد و فریاد چاہتا ہوں۔ دادِ خودؔ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے گناہ اور کفر سے خود انسان اپنے اوپر ظلم کرتا ہے۔
3. نزدیک ترؔ۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے ہم انسان سے اس کی شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں۔ منیؔ۔ خودی، ہستی، صوفیاء کے نزدیک تجدد امثال ہے یعنی انسان کا ہر آن ایک وجود فنا ہوتا ہے اور اللہ کی جانب سے اسی آن میں اس جیسا دوسرا وجود عطا ہوتا ہے۔ گمؔ۔ یعنی جب اپنی ہستی کو فنا کر دوں گا تو دیدار میسر آئے گا۔

گردانیدنِ عمر رضی اللہ عنہ نظر اُو از مقامِ گریہ[1]

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اس کو مقامِ گریہ سے جو کہ ہستی

کہ ہستی ست بمقامِ استغراق

ہے مقامِ استغراق کی طرف پھیر دینا

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاریِ تو
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا

ہست ہم آثارِ ہشیاریِ تو
بھی تیرے ہوش کی علامت ہے

بعد ازاں اُو را ازاں حالت براند
اس کے بعد اس کو اس حالت سے ہٹایا

ز اعتذارش سوئے استغراق خواند
اس کو عذر خواہی سے استغراق کی طرف بلایا

ہست ہشیاری زیادِ ما مضٰی
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے

ماضی و مستقبلت پردہ خدا
تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے

آتشے برزن بہر دو تا بکے
دونوں کو جلا دے، کب تک

پُر گرہ باشی ازیں ہر دو چو نے
تو ان دونوں سے نے کی طرح پُر گرہ رہے گا

تا گرہ با نے بود ہمراز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے

ہمنشینِ آں لب و آواز نیست
اس لب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے

چوں[2] بطوفِ خود بطوفی مرتدی
جب تک تو خودی کے چکر کیساتھ طواف کرتا ہے، مرتد ہے

چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں ہے

اے خبرہات از خبر دِہ بے خبر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے سے غیر متعلق ہیں

توبۂ تو از گناہِ تو بتر
تیری توبہ، تیرے گناہ سے بدتر ہے

راہِ فانی گشتہ راہِ دیگرست
فناشدہ کا راستہ، دوسرا ہی راستہ ہے

زانکہ ہشیاری گناہِ دیگرست
اس لئے کہ ہشیاری ایک دوسرا گناہ ہے

اے تو از حالِ گذشتہ توبہ جو
اے تو! کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنے والا ہے

کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
بتا اس توبہ سے کب توبہ کرے گا؟

گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے

گاہ گریہ زار را قبلہ زنی
کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

---

1. مقامِ گریہ۔ جب انسان اپنے گناہوں کا احساس کر کے روتا ہے تو اس کی اپنی طرف نظر ہوتی ہے اس لئے وہ مقامِ ہستی ہے جس میں اپنے وجود کا دھیان رہتا ہے اور مقامِ استغراق میں انسان اپنے اور ماسوی اللہ کے وجود سے غافل ہو کر صرف بحرِ وحدت میں غرق ہو جاتا ہے۔ براند۔ یعنی مقامِ ہستی سے مقامِ استغراق میں پہنچا دیا۔ ہست۔ گذشتہ واقعات کی یاد خودی ہے، گذشتہ اور آئندہ کی فکر خدا سے حجاب ہے۔ آتشے۔ گذشتہ اور آئندہ کی یاد کو نرسل کی گرہوں سے تعبیر کیا ہے جو حجاب ہیں، بانسری کی گرہیں جب صاف کر دی جاتی ہیں تب وہ بجانے والے کی ہمراز بنتی ہے۔

2. چوں۔ خودی کے ساتھ طوافِ کعبہ شرک ہے۔ اے۔ جو اپنے ماضی اور مستقبل کی فکر میں ہے وہ واقعات پیدا کرنے والے سے غافل ہے۔ ایسے شخص کی اپنے واقعات سے توبہ، گناہ سے بدتر ہے۔ فانی۔ مقامِ فنا میں انسان سب کچھ فراموش کر دیتا ہے۔ اے۔ تو جس میں خودی باقی ہے اور اس حالت میں توبہ کرتا ہے اس کو اس توبہ سے توبہ کرنی چاہئے۔ گاہ۔ گویئے کو خطاب ہے، تو کبھی نغمہ میں مشغول تھا اب گریہ و زاری کی خودی میں مشغول ہے۔

چونکہ[1] فاروق آئینۂ اسرار شد
چونکہ (عمر) فاروقؓ اسرار کا آئینہ ہو گئے

جانِ پیر از اندروں بیدار شد
بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی

ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد
(وہ بوڑھا) روح کی طرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا

جانش رفت و جانِ دیگر زندہ شد
اس کی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی

حیرتے آمد درونش آں زماں
اس کے باطن میں اس وقت ایک حیرت پیدا ہوئی

کہ بروں شد از زمین و آسماں
جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا

جستجوئے ماورائے جستجو
جستجو کے علاوہ ایک جستجو (تھی)

من نمیدانم تو میدانی بگو
میں نہیں جانتا، تو جانتا ہے تو بتا

جستجوئے از ورائے حال و قال
ایک جستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماوراء تھی

غرقہ گشتہ در جمالِ ذوالجلال
وہ ذوالجلال کے جمال میں مستغرق ہو گیا

غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش
وہ مستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو

یا بجز دریا کسے بشناسدش
یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے

عقل جزو از کل[2] گویا نیستے
جزوی عقل (عقل) کل کے بارے میں نہ بتا سکتی

گر تقاضا بر تقاضا نیستے
اگر تقاضہ بر تقاضہ نہ ہوتا

چوں تقاضا بر تقاضا می رسد
چونکہ تقاضہ پر تقاضہ ہو رہا ہے

موجِ آں دریا بدینجا می رسد
اس دریا کی موج اس جگہ تک پہنچتی ہے

چونکہ قصہ حالِ پیر اینجا رسید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا

پیر و جانش روئے در دریا کشید
بوڑھا اور اس کی جان دریا میں ڈوب گئی

پیر دامن را زِ گفت و گو فشاند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا

نیم گفتہ در دہانِ او بماند
آدھی بات کہی (آدھی) ان کے منہ میں رہ گئی

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن
اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کے لئے

صد ہزاراں جاں بشاید باختن
لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں

در شکارِ بیشۂ جاں باز باش
روح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا

ہمچو خورشید جہاں جاں باز باش
دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا

---

1. چونکہ۔ حضرت عمرؓ کے رخ انور سے اسرار الٰہی نمایاں تھے، ان کو دیکھ کر بوڑھے کی روح بیدار ہو گئی تھی۔ ہمچو۔ اب وہ مجسم روح تھا، روح گریہ اور خندہ سے منزہ ہے، اب بوڑھے کی روحِ حیوانی فنا ہو چکی تھی اور اس کو روحِ مجرد حاصل ہو گئی تھی۔ حیرت۔ یہ ایک کیفیت ہے جو استغراق کا لازمہ ہے۔ دروں۔ باطن۔ من۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی اس کی جستجو کسبی نہ تھی بلکہ انجذابی تھی جس کی کیفیت واضح نہیں کی جا سکتی۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ خلاصی۔ نجات۔ دریا۔ یعنی دریائے وحدت۔ عقل جزو۔ انسانِ عارف۔

2. کل۔ یعنی ذات حق۔ گویا۔ بولنے والا۔ چوں۔ یعنی جو کچھ ذات باری کے متعلق کہا گیا ہے، تقاضہائے غیبی کی بنا پر کہا گیا ہے۔ اینجا۔ یعنی مقام حیرت۔ دامن فشاندن۔ ترک کر دینا۔ نیم گفتہ۔ آدھی بات۔ عیش و عشرت۔ یعنی جو جان دے کر بوڑھے کو حاصل ہو جائے۔ بیشۂ جاں۔ عالم روح۔ باز۔ مشہور شکاری پرندہ ہے۔ جانباز۔ سورج اپنی روشنی ہر وقت دوسروں پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔

جاں فشاں[1] افتاد خورشید بلند ۔۔۔ ہر دمے تی می شود پُر می کنند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے ۔۔۔ ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں

در وجودِ آدمی جان و رواں ۔۔۔ میرسد از غیب چوں آبِ رواں
انسان کے جسم میں جان اور روح ۔۔۔ جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے

ہر زماں از غیب نو نو می رسد ۔۔۔ وز جہانِ تن بروں شو می رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے ۔۔۔ اور دنیا سے چل (کی آواز) آتی رہتی ہے

جانفشاں اے آفتابِ معنوی ۔۔۔ مر جہانِ کہنہ را بنما نوی[2]
اے روحانی سورج! جانفشانی کر ۔۔۔ پرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنا دے

تفسیر دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز برسرِ بازار منادی کنند کہ اَللّٰھُمَّ اَعْطِ کُلَّ مُنْفِقٍ خَلَفًا وَ کُلَّ مُمْسِکٍ تَلَفًا و بیانِ آنکہ

ان دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز برسرِ بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر خرچ کرنے والوں کو اچھا بدل اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اس کا بیان کہ خرچ

مُنفِق مجاہد راہِ حق ست نہ مسرفِ راہِ ہوا

کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اڑانے والا

گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند ۔۔۔ دو فرشتہ خوش منادی می کنند
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کیلئے ہمیشہ ۔۔۔ دو فرشتے عمدہ منادی کرتے ہیں

کاے خدایا مُمسکاں را در جہاں ۔۔۔ تو مدہ اِلّا زیاں اندر زیاں
کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو ۔۔۔ تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی

اے خدایا مُنفقاں را دِہ خلف ۔۔۔ اے خدایا مُمسکاں را دِہ تلف
اے خدا! خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے ۔۔۔ اے خدا! بخیلوں کو تباہ کر دے

مُنفق و مُمسک محل بیں بہ بود ۔۔۔ چوں محل باشد مؤثر می شود
موقع دیکھ کر خرچ کرنیوالے اور نہ خرچ کرنیوالے اچھے ہوتے ہیں ۔۔۔ جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے

اے بسا اِمساک کز اِنفاق بہ ۔۔۔ مالِ حق را جز بامرِ حق مدہ
اے (مخاطب) بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنیسے بہتر ہے ۔۔۔ اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر

تا عوض یابی تو گنجِ بیکراں ۔۔۔ تانباشی از عدادِ کافراں
تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پا لے ۔۔۔ تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے

---

[1] جاں فشاں۔ جان کو صرف کرنے والا۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے، خالی۔ پُر می کنند۔ عالم غیب سے اس کو روشنی عطا ہوتی رہتی ہے۔ آبِ رواں۔ دریا کی سطح جو آپ کو نظر آتی ہے ہر آن اس میں سے سامنے کا پانی گذرتا رہتا ہے اور نیا پانی اس کی جگہ لیتا رہتا ہے۔ یہی حال صوفیاء کے نزدیک روحِ انسانی کا ہے۔ وز جہانِ تن بروں شو۔ جسم کی دنیا سے نکل جا، یہ غیبی آواز آتی ہے۔ آفتابِ معنوی۔ روحانی سورج یعنی شیخ کامل۔

[2] نوی۔ نیا۔ دائم۔ ہمیشہ۔ پند۔ نصیحت۔ منادی۔ پکارنے والا۔ مُمسک۔ بخیل۔ زیاں۔ تباہی، نقصان۔ مُنفق۔ خرچ کرنے والا۔ خلف۔ قائم مقام۔ منفق و ممسک۔ یعنی موقع پر خرچ کرنے والا اور بے موقع نہ خرچ کرنے والا بہتر ہوتا ہے۔ اِمساک۔ روکنا، بخل کرنا۔ اِنفاق۔ خرچ کرنا۔ بیکراں۔ لامحدود۔ عداد۔ شمار۔

کاشتراں قرباں ہمی کردند تا چیرہ[1] گردد تیغ شاں بر مصطفیٰ
جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ ان کی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آ جائے

امر حق را باز داں از واصلے امر حق را در نیابد ہر دلے
اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کر لے ہر دل، خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

چوں غلامے باغی کو عدل کرد مالِ شہ بر باغیاں اُو بذل کرد
اس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا اس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا

طرفہ تر کانرا ہمی پنداشت عدل کز سخاوت کردہ ام ایثار و بذل
زیادہ عجیب یہ ہے کہ اس نے اس کو انصاف سمجھا کہ میں نے سخاوت کی وجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا

بندہ پندارد کہ اُو خود عدل کرد مالِ شہ را بر مساکیں بذل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اس نے انصاف کیا بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا

عدلِ ایں باغی و دادش پیشِ شاہ چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف اور عطا کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی

در نُبے انذارِ اہل غفلت ست کایں ہمہ انفاقہا شاں حسرت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے کہ ان کی یہ سب فضول خرچیاں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردن سردارانِ عرب بامید قبول افتادن

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سرورانِ مکہ در حربِ رسول بود شاں قرباں بامید قبول
رسول (ﷺ) سے لڑائی میں مکہ کے سرداروں کی قربانی قبولیت کی امید پر تھی

بہر ایں مومن ہمی گوید زبیم در نماز اِهْدِ الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
اسی سبب سے، مومن خوف سے کہتا ہے نماز میں (اے خدا) سیدھے راستہ کی رہنمائی کر

آں درم دادن سخی[2] را لائق ست جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
روپیہ خرچ کرنا، سخی کے لئے مناسب ہے عاشق کی سخاوت، جان سپرد کر دینا ہے

ناں دہی از بہر حق نانت دہند جاں دہی از بہر حق جانت دہند
اگر تو خدا کے لئے روٹی دے گا، تجھے روٹی دیں گے تو خدا کے لئے جان دے گا، تو تجھے جان دیں گے

گر بریزد برگہائے ایں چنار برگِ بے بُرگیش بخشد کردگار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں خدا اس کی بے سامانی کو سامان سے بدل دیتا ہے

1. چیرہ۔ غالب۔ واصل۔ یعنی واصل بحق۔ عدل۔ انصاف۔ بذل۔ خرچ کرنا۔ طرفہ۔ عجیب۔ ایثار۔ کسی فائدہ کے معاملہ میں اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دینا۔ نبے۔ نون کے ضمہ با کے کسرہ اور یائے مجہول کے ساتھ فارسی لفظ ہے بمعنی قرآنِ مجید۔ انذار۔ ڈرانا۔ حسرت۔ یعنی یہی فضول خرچی باعث حسرت اور افسوس بنے گی۔ سرور۔ سردار۔ حرب۔ جنگ۔ قرباں۔ قربانی۔ بہرایں۔ یعنی خرچ کے مصرف میں غلطی کے ڈر سے۔
2. سخی۔ یعنی سخی کا کام اللہ (تعالیٰ) کے دربار میں مال و دولت پیش کرنا ہے اور عاشق کا کام جان پیش کرنا۔ ناں۔ روٹی خیرات کرنے سے رزق کی فراخی ہوگی جان قربان کرنے سے ابدی زندگی ملے گی۔ چنار۔ درخت پت جھڑ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو پتے دیتے ہیں تم جان قربان کرو گے تو اللہ جان عطا فرما دیں گے۔

گر نماند[1] از جود در دست تو مال — کے کند فضلِ الٰہت پائمال

اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا — تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کرے گی؟

ہر کہ کارد گردد انبارش تہی — لیکش اندر مزرعہ باشد بہی

جو بوتا ہے اس کا ڈھیر خالی ہو جاتا ہے — لیکن اس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے

وانکہ در انبارِ ماند و صرفہ کرد — اسپش و موشِ و حوادثہاش خورد

اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا — اس کو حوادث کے گھن اور چوہے نے کھایا

ایں جہاں نفی ست در اثبات جو — صورتت صفرست در معنات جو

یہ جہاں عدم ہے، وجود میں (مقصد) تلاش کر — تیرا جسم صفر ہے، معنیٰ میں (مقصد) ڈھونڈ

جانِ شور و تلخ پیشِ تیغ بر — جان چوں دریائے شیریں را بخر

کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کر دے — میٹھے دریا جیسی جان خرید لے

در نمی تانی شدن زیں آستاں — گوش کن بارے زمن ایں داستاں

اگر تو اس آستانہ سے نہیں جا سکتا ہے — تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سن لے

قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتم[2] طائی گذشتہ بود

اس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایامِ پیش — کردہ حاتم را گدائے جودِ خویش

پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا — جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

رایت اکرام و جود افراشتہ — فقر و حاجت از جہاں برداشتہ

جس نے اکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا — افلاس اور احتیاج کو دنیا سے اٹھا دیا تھا

بحر و کاں از بخشش صاف آمدہ — دادِ اُو از قاف تا قاف آمدہ

سمندر اور کانیں اس کی بخشش کی وجہ سے خالی ہو گئے — اس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی

در جہانِ خاک ابر و آب بود — مظہر بخشائش وہاب بود

خاکدان (دنیا) میں ابر اور پانی تھا — وہ وہاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا مظہر تھا

از عطایش بحر و کاں در زلزلہ — سوئے جودش قافلہ در قافلہ

اس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں — اسکی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے

---

[1] گر نماند۔ اللہ کی راہ میں اگر مال خرچ ہوگا تو اللہ کا فضل کبھی ذلیل نہ ہونے دے گا۔ ہر کہ۔ خدا کی راہ میں دینا ایسا ہے جیسے غلہ بونا، فی الحال تو اس ڈھیر میں کمی آئے گی لیکن انجام میں کئی گنا حاصل ہوگا۔ وانکہ۔ اگر کوئی تخم ریزی نہ کرے گا اور غلہ جمع رکھے گا وہ بجائے بڑھنے کے تباہ ہو جائے گا۔ نفی۔ نابود، معدوم۔ صفر۔ خالی۔ معنات۔ معنیٰ تو۔ جانِ شور۔ یعنی عارضی زندگی کے بجائے حیاتِ ابدی حاصل کر لے۔ تانی۔ توانی کا مخفف، توانستن، سکنا۔ خلیفہ۔ قائم مقام، بادشاہ کو رسول کا نائب سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو خلیفہ کہا جاتا تھا۔

[2] حاتم۔ بنو طے قبیلہ کے مشہور سخی سردار کا نام ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قبل وفات پا گیا تھا اس کے صاحبزادے عدی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تھے۔ رایت۔ جھنڈا۔ بحر۔ سمندر۔ کان۔ معدن۔ صاف آمدہ۔ یعنی اس نے سمندر کے موتی اور کانوں کا سارا چاندی سونا صرف کر ڈالا تھا اور سمندر موتیوں سے اور کانیں چاندی سونے سے خالی ہو گئی تھیں۔ قاف۔ ایک پہاڑ ہے جس کے بارے میں یہ تخیل تھا کہ وہ دنیا کے چاروں طرف گھوما ہوا ہے لہٰذا قاف تا قاف: کے معنی سارے عالم کے لئے جاتے تھے۔ جہانِ خاک۔ دنیا۔ وہاب۔ بہت زیادہ دینے والا، یہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

قبلہ[1] حاجت در و دروازہ اش
اس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا

رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
سخاوت میں اس کا شہرہ عالم میں تھا

ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب
عجم بھی روم بھی ترک اور عرب بھی

ماندہ از جود و سخایش در عجب
اس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے

آبِ حیواں بود دریائے کرم
وہ آبِ حیات اور دریائے کرم تھا

زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
اس کی وجہ سے عرب اور عجم میں جان پڑ گئی تھی

اندر ایامِ چنیں سلطانِ داد
اس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانہ میں

بشنو اکنوں داستانے با کشاد
اب خوشی سے ایک قصہ سن

قصۂ اعرابیِ درویش و ماجرا کردنِ زن با اُو از فقر و درویشی

ایک فقیر بدو کا قصہ اور اس کی بیوی کا اس سے جھگڑا کرنا فقر اور افلاس کے بارے میں

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را
ایک رات، بدو عورت نے، شوہر سے

گفت و ازحد بُرد گفت و گوئے را
کہا، اور گفتگو حد سے بڑھا دی

کیں ہمہ فقر و جفا ہا می کشیم
کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں

جملہ عالم در خوشی ما ناخوشیم
ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں

نانِ ماں نے، ناں خورش ما درد و رشک
ہمارے لئے روٹی نہیں ہے، ہمارا سالن درد و رشک ہے

کوزہ ماں نے آبِ ماں از دیدہ اشک
ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے، ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں

جامۂ ما روز تابِ آفتاب
ہمارا لباس دن میں، سورج کی دھوپ ہے

شب نہالین و لحاف از ماہتاب
رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف، چاندنی ہے

قرصِ مہ را قرصِ ناں پنداشتہ
ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے

دست سوئے آسماں برداشتہ
اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں

ننگ[2] درویشاں ز درویشی ما
ہماری فقیری فقیروں کے لئے (باعث) ذلت ہے

روز، شب از روزی اندیشی ما
روزی کی فکر میں ہمارا دن، رات ہے

خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں
اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے

بر مثالِ سامری از مَردماں
جیسا کہ سامری انسانوں سے

گر بخواہم از کسے یکمشت نسک
اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں

مرمرا گوید خمش کن مرگ و جسک
(تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا، غم کھائے جا اور مرجا

1. قبلہ دکعبہ۔ یعنی مرکز توجہات۔ قبلہ حاجت۔ وہ شخص جس کی طرف لوگ ضروریات میں متوجہ ہوں۔ آب حیواں۔ کوئی چشمہ ہے جس کا پانی پینے سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ ایام۔ زمانہ۔ داستان۔ قصہ۔ کشاد۔ فرحت، خوشی۔ اعرابی زنے۔ بدوی عورت۔ شوئے۔ شوہر۔ ماں۔ مارا۔ ناں خورش۔ سالن۔ رشک۔ حسد۔ قرص۔ ٹکیا۔ دست۔ یعنی ہم نے جو آسمان کی طرف دعا کے لئے ہاتھ اٹھا رکھے ہیں، گویا چاند کو روٹی کی ٹکیا سمجھ رکھا ہے۔
2. ننگ۔ یعنی ہم اس قدر مفلس ہیں کہ ہمارے اس افلاس سے فقیر بھی شرما جاتے ہیں، روزی کی فکر میں ہمارا دن بھی شب تاریک ہے۔ رماں۔ اسم حالیہ ہے رمیدن سے بمعنی بھاگنا۔ سامری۔ وہ شخص جس نے حضرت موسیٰ کی عدم موجودگی میں بنی اسرائیل کو گئو سالہ پرستی میں لگا دیا تھا پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس کو بددعا لگی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ اگر کوئی اس کو چھوئے تو دونوں کو بخار چڑھ جاتا تھا، اس لئے وہ لوگوں سے بچا پھرتا تھا۔ نسک۔ نون کا فتحہ اور سین کا سکون، مسور۔ خمش۔ خاموش ہو جا۔ کن مرگ۔ مرجا۔ جسک۔ رنج و بلا یعنی جسک بکن۔

مر عرب را فخر غزوست[1] و عطا
عرب کیلئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجب) فخر ہے

در عرب ما ہمچو خط اندر خطا
عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرفِ غلط

چہ غزا ما بے غذا خود کشتہ ایم
کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مردہ ہیں

یا بشمشیرِ عدم سرگشتہ ایم
یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں

چہ خطا ما بے خطا در آتشیم
کیسی خطا، ہم بلاقصور کے، آگ میں ہیں

چہ دوا ما درد و غم را مفرشیم
دوا کیسی؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں

چہ عطا ما برگدائی بے تنیم
کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں

مر مگس را در ہوا رگ می زنیم
ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں

گر کسے مہماں رسد گر من منم
اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں، میں ہوں

شب بخسپد دلق اُو را بر کنم
رات کو سوئے تو اس کی گدڑی اتار لوں

زیں نمط زیں ماجرا و گفتگو
اس طور پر یہ قصہ اور گفتگو

بُرد از حدِّ عبارت پیش شو
بیان سے بڑھی ہوئی، شوہر سے کرتی

کز عنا و فقرِ ما گشتیم خوار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہو گئے ہیں

سوختیم از اضطراب و اضطرار
پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں

تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم
ہم کب تک اس طرح کی ذلت برداشت کریں؟

غرقہ اندر بحرِ ژرفِ[2] آتشیم
آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں

تا کہ ار روزے در آید میہماں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آ جائے

شرمساریہا بریم ازوے بجاں
ہمیں انتہائی شرمندگی اٹھانی پڑے

لیک مہماں گر در آید بے ثبوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلاتحقیق آ جائے

دانکہ کفشِ مہماں سازیم قوت
سمجھ لے کہ ہم مہمان کا جوتہ بیچ کھائیں گے

مغرور شدنِ مریدانِ محتاج وتشبیہ بمدعیانِ مُزوَّر وایشانرا شیخ واصل

ضرورت مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مدعیوں سے شبہ میں پڑنا اور ان کو

پنداشتن و نقد را از نقل ندانستن و نیافتن

پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقلی سے نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہر ایں گفتند دانایاں بفن
اسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے

میہمانِ محسناں باید شدن
محسنوں کا مہمان بننا چاہئے

---

[1] غزو۔ جنگ، جہاد۔ خط اندر۔ اندر خطا۔ خطا۔ یعنی غلط حرف۔ سرگشتہ۔ حیران پریشان۔ مفرش۔ فرش، پامال۔ گدائی۔ بھکاری پن۔ مگس۔ یعنی تاکہ اس سے روزی حاصل کریں۔ من منم۔ یعنی میں اپنی اصلیت پر آ جاؤں۔ دلق۔ گدڑی۔ نمط۔ طور، طریقہ۔ شوئے۔ شوہر۔ عنا۔ رنج و مشقت۔ غرقہ۔ ڈوبا ہوا۔

[2] ژرف۔ گہرا۔ بے ثبوت۔ یعنی ہماری حقیقت معلوم کئے بغیر۔ سازیم قوت۔ یعنی ہم اس کے جوتے بیچ کھائیں۔ مغرور۔ دھوکہ میں مبتلا۔ مدعی۔ بزرگی کا جھوٹا دعویدار۔ مزوّر۔ دھوکے باز۔ شیخ واصل۔ وہ بزرگ جو اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہوا ہو۔ نقل۔ نقلی سکہ۔ محسناں۔ بخشش کرنے والے۔

تو مرید و میہمانِ آں کسی
تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے
کوستاند حاصلت[1] را از خسی
جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کر لے

نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند
وہ قابو پانے والا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانے والا بنائے
نور ندہد مر ترا تیرہ کند
روشنی نہ دے گا، تجھے تاریک بنا دے گا

چوں وُرا نورے نہ بد اندر قراں
جبکہ اس کے باطن میں نور نہیں ہے
نور کے یابند از وے دیگراں
تو اس سے دوسرے کب روشنی حاصل کر سکتے ہیں؟

ہمچو اعمش کو کند داروئے چشم
اس چندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے
چہ کشد درچشم ہا اِلّا کہ یشم
آنکھوں میں سوائے (سنگ) یشم کے اور کیا لگائے گا؟

حالِ ما این ست و در فقر و عنا
افلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے
ہیچ مہمانے مبا مغرورِ ما
کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے

قحط دہ سال ار ندیدی در صور
اگر تو نے مجسم دس سالہ قحط نہ دیکھا ہو
چشمہا بکشا و اندر ما نگر
تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے

ظاہر ما چوں درونِ مدعی
ہمارا ظاہر مدعی کے باطن کی طرح ہے
در دلش ظلمت زبانش شعشعی
اسکے دلمیں تاریکی ہے اور اسکی زبان چمکیلی (تیز وطرار)

از خدا نے بوئے او را نے اثر
اس میں خدا کی نہ بو ہے نہ اثر
دعوتش افزوں زشیثؑ و بوالبشرؑ[2]
اس کی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے

دیو ننمودہ ورا ہم نقش خویش
شیطان نے (بھی) اس کو اپنی صورت نہیں دکھائی
او ہمی گوید زابدالیم بیش
وہ یہ کہتا ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں

حرفِ درویشاں بدزدیدہ بسے
درویشوں کی بہت سی باتیں چرا لی ہیں
تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے

خردہ گیرد در سخن بر بایزیدؒ
باتوں میں (حضرت) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے
ننگ دارد از درونِ او یزید
اس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے

ہر کہ داند مرد را چوں بایزیدؒ
جو اس کو (حضرت) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے
روزِ محشر حشر گردد با یزید
قیامت کے دن اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

بے نوا از نان و خوانِ آسماں
آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سر و سامان ہے
پیش او نداخت حق یک استخواں
اللہ (تعالیٰ) نے اسکے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے

---

1. حاسلت۔ تیری کمائی۔ خسی۔ کمینہ پن۔ چیرہ۔ غالب یعنی مشکلات پر قابو پانے والا۔ تیرہ۔ تاریک۔ نہد۔ نہ بود۔ اعمش۔ چندھا، جس کی آنکھیں مریض ہوں، پانی بہتا ہو۔ یشم۔ ایک پتھر ہے، بعض نسخوں میں پشم بمعنی اون ہے۔ عنا۔ رنج و مشقت۔ مبا۔ مبادکا مخفف ہے۔ در صور۔ یعنی صورتوں میں مجسم۔ شعشعی۔ روشن، چمکدار۔ اثر۔ نشان۔ شیث۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے جو نبی تھے۔
2. بوالبشر۔ انسانوں کے باپ یعنی آدم علیہ السلام۔ دیو۔ شیطان۔ ابدال۔ اولیاء کی ایک جماعت ہے۔ خردہ۔ عیب۔ ننگ۔ ذلت، شرم۔ یزید۔ ابن معاویہ جس کے دورِ حکومت میں حضرت حسینؓ شہید ہوئے۔ بایزید۔ بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نان و خوانِ آسمان۔ غیبی، روحانی غذائیں۔ استخواں۔ یعنی معمولی غذا۔

اُو ندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام ‌ ‌ ‌ نائب حقم خلیفہ زادہ ام

اس نے منادی کی ہے کہ میں نے دسترخوان بچھا رکھا ہے ‌ ‌ ‌ میں اللہ (تعالیٰ) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

اَلصَّلا[1] سادہ دلانِ پیچ پیچ ‌ ‌ ‌ تا خورید از خوانِ جودم پیچ پیچ

اے پیچ در پیچ احمقو! صلائے عام ہے ‌ ‌ ‌ میری بخشش کے خوان سے کھاؤ (حالانکہ) پیچ در پیچ ہے

سالہا بر وعدۂ فردا کساں ‌ ‌ ‌ گردِ آں در گشتہ فردا نارساں

کل کے وعدہ پر لوگ سالوں ‌ ‌ ‌ اس دروازہ کے گرد چکر کھاتے رہے اور کل آنیوالی نہیں ہے

دیر باید تاکہ سِرِّ آدمی ‌ ‌ ‌ آشکارا گردد از بیش و کمی

کافی وقت چاہئے کہ انسان کا بھید ‌ ‌ ‌ کمی اور بیشی میں واضح ہو

زیرِ دیوارِ بدن گنجیست یا ‌ ‌ ‌ خانۂ مورست و مار و اژدہا

جسم کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا ‌ ‌ ‌ چیونٹی اور سانپ اور اژدہے کا بھٹ ہے

چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود ‌ ‌ ‌ عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود

جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا ‌ ‌ ‌ تو مرید کی عمر گذر گئی، اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ؟

در بیانِ آنکہ نادر افتد کہ مریدے در مدعی مزوّر اعتقاد

اس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید جھوٹے مدعی کا سچائی سے معتقد

بصدق بندد کہ اُو کیست و بدیں اعتقاد بمقامے برسد کہ

ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اس اعتقاد کے ذریعے وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ

شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش اُو را گزند نہ کند و

اس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اس کو نقصان نہ پہنچائے اور

شیخش را گزند بکند و لیکن نادر نادر باشد

اس کے پیر کو نقصان پہنچا دے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے

لیک نادر طالب آید کز فروغ[2] ‌ ‌ ‌ در حقِ اُو نافع آید آں دروغ

لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کی وجہ سے ‌ ‌ ‌ اس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہو جائے

اُو بقصدِ نیک خود جائے رسد ‌ ‌ ‌ گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد

وہ اپنے نیک ارادہ کی وجہ سے ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے ‌ ‌ ‌ اگرچہ جس کو اس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا

مر وُرا رُومی نماید حالہا ‌ ‌ ‌ کہ ندید آں پیچ شیخش سالہا

اس کے لئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں ‌ ‌ ‌ کہ اس کے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھے

چوں تحری در دلِ شب قبلہ را ‌ ‌ ‌ قبلہ نے واں نمازِ اُو رَوا

جیسا کہ آدھی رات میں قبلہ کی اٹکل کرنا ‌ ‌ ‌ ادھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اس کی نماز درست ہو گئی

---

[1] الصلا۔ کھانا کھانے کے لئے پکارنا۔ سادہ دلاں۔ بیوقوف لوگ۔ پیچ پیچ۔ یہ مولانا کا قول ہے۔ فردا۔ یعنی کل کا وعدہ۔ سِرّ۔ راز، باطنی حالت۔ گنجیست۔ یعنی معارف الٰہیہ کا خزانہ۔ مور۔ چیونٹی۔ مار۔ سانپ، یعنی برے اخلاق۔ پیدا۔ ظاہر۔ طالب۔ مرید۔ نادر۔ کمیاب۔

[2] فروغ۔ روشنی۔ گرچہ۔ یعنی مرید نے پیر کو مجسم روح سمجھا وہ جسم محض نکلا۔ تحری۔ صحیح بات کی جستجو کرنا۔ دل شب۔ آدھی رات۔ روا۔ درست یعنی قبلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں اگر اٹکل سے نماز پڑھی اور وہ قبلہ رو نہ تھا تب بھی نماز درست ہو جائے گی۔

مُدّعی[1] را قحط جاں اندر سرست — لیک مارا قحط ناں بر ظاہرست

مدعی کے باطن میں روح کا قحط ہے — لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے

ما چرا چوں مدعی پنہاں کنیم — بہر ناموسِ مُزَوَّر جاں کنیم

مدعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں — جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

صبر فرمودنِ اعرابی زنِ خود را و فضیلت صبر گفتن

بدو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

شوئے گفتش چند جوئی دخل و کشت — خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت

شوہر نے اس سے کہا تو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرے گی؟ — خود زندگی کتنی رہی ہے، زیادہ تو گذر گئی ہے

عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد — زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد

سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے — اس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گذر جاتے ہیں

خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو — چوں نمی پاید دمے از وے مگو

خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رَو ہو — جبکہ وہ ٹھہرنے والی نہیں ہے اس کا کچھ ذکر نہ کر

اندریں عالم ہزاراں جانور — میزید خوش عیش بے زیر و زبر

اس دنیا میں ہزاروں جاندار — بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں

شکر می گوید خدارا فاختہ — بر درخت و برگِ شب ناساختہ

فاختہ، اللہ (تعالیٰ) کا شکر ادا کرتی ہے — درخت پر، حالانکہ اس نے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

حمد می گوید خدا را عندلیب — کاعتمادِ رزق بر تُست اے مجیب

بلبل، خدا کی تعریف کرتی ہے — کہ اے قبول کرنے والے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے

باز دستِ شاہ را کردہ نُوید[2] — از ہمہ مُردار ببرُیدہ امید

باز نے، بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر — تمام مُرداروں سے امید منقطع کر لی

ہم چنیں از پشہ گیری تا بہ پیل — شد عیال اللہ و حق نعم المعیل

اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک — سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ بہترین پرورش کرنیوالا ہے

ایں ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست — از غبار و گرد بادِ بودِ ماست

یہ سب غم جو سینوں میں ہیں — ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں

ایں غمانِ بیخ کن چوں داسِ ماست — ایں چنیں شد و انچناں وسواسِ ماست

یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کی طرح ہیں — اِس طرح ہو گیا، اُس طرح ہو گیا، ہمارے وسوسے ہیں

---

[1] مدّعی۔ بناوٹی پیر، یعنی بناوٹی پیر کی طرح ہمیں اپنے افلاس کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہے اور جھوٹی آبرو کے لئے جان کھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ دخل۔ آمدنی۔ کشت۔ کھیتی، پیداوار۔ بگذرد۔ دنیا میں نہ راحت کو بقا ہے نہ رنج کو۔ خوش۔ عیش آرام کی زندگی۔ زیر و زبر۔ فکر و تردد۔ برگ شب۔ رات کا سامان۔ عندلیب۔ بلبل، ہزار داستاں۔ مجیب۔ دعا کو قبول کرنے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ باز۔ باز کو ہاتھ پر بٹھایا جاتا ہے۔

[2] نوید۔ دعوت نامہ، خوشخبری۔ مردار۔ باز کی اصل خوراک مردوں کی ہڈیاں ہیں۔ پشہ۔ مچھر۔ پیل۔ ہاتھی۔ عیال۔ وہ لوگ جن کے اخراجات ذمہ ہوں۔ معیل۔ عیال کو پالنے والا۔ ایں۔ یعنی یہ غم ہماری موہوم ہستی کے اثرات ہیں۔ غماں۔ غم کی جمع ہے۔ داس۔ کھیتی وغیرہ کاٹنے کی درانتی۔

دانکہ[1] ہر رنجے زمُردن پارہ ایست
جزوِ مرگ از خود براں گر چارہ ایست
سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے
اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کر دے

چوں ز جزوِ مرگ نتوانی گریخت
دانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت
جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے
سمجھ لے کہ اس کے کل کو تجھ پر طاری کر دیں گے

جزوِ مرگ ارگشت شیریں مر ترا
دانکہ شیریں میکند کل را خدا
اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے
سمجھ لے کہ خدا کل کو میٹھا کر دے گا

درد ہا از مرگ می آید رسول
از رسولش رو مگرداں اے فضول
درد، موت کے قاصد ہیں
اے بیوقوف! قاصد سے منہ نہ موڑ

ہر کہ شیریں می زید اُو تلخ مُرد
ہر کہ اُو تن را پرستد جاں نبرد
جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے
جو شخص تن پروری کرتا ہے، جان نہ بچا سکے گا

گوسفنداں را زِ صحرا می کشند
آنکہ فربہ تر مَر اُو را می کشند
بکری کو جنگل سے لاتے ہیں
جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اس کو ذبح کرتے ہیں

شب گذشت و صبح آمد اے قمر
چند گیری ایں فسانہ رازِ سَر[2]
اے چاند! رات گزر گئی اور صبح ہو گئی
تو اس قصہ کو کب تک دہرائے گی؟

تو جواں بودی و قانع تر بدی
زر طلب گشتی خود اول زر بدی
تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی
تو زر کی طلب گار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

رَز بدی پُر میوہ چوں کاسد شدی
وقت میوہ پختنت فاسد شدی
تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی، کیوں خراب ہو گئی
میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی

میوہ ات باید کہ شیریں تر شود
چوں رسن تاباں نہ واپس تر رود
چاہئے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا
نہ کہ بٹی ہوئی رسی کی طرح بل اترنے لگے

جفت مائی جفت باید ہم صفت
تابر آید کارہا بر مصلحت
تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہئے
تاکہ مصلحت کے مطابق کام چلیں

جفت باید بر مثالِ ہمدگر
در دو جفت کفش و موزہ در نگر
جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہئے
جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ

گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا
ہر دو جفتش کار ناید مر ترا
دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ آئے
تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا

---

[1] دانکہ۔ رنج و غم موت کے اجزاء ہیں اور موت سے مفر نہیں ہے تو ان سے بھی مفر نہیں ہے۔ قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں۔ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں۔ کل۔ یعنی موت۔ رسول۔ قاصد، پیغامبر۔ ہر کہ۔ جو مصائب جھیلنے کا عادی نہیں ہے موت کے وقت اس کو بڑی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ گوسفند۔ بکری، یعنی موٹی بکری کی موت جلد آتی ہے۔ اے قمر۔ چاند کہہ کر بیوی کو خطاب کیا ہے۔

[2] از سر گرفتن۔ تکرار کرنا۔ قانع۔ صابر۔ زر بدی۔ یعنی استغناء کی وجہ سے تو خود بمنزلہ سونے کے تھی۔ رز۔ انگور، انگور کی بیل۔ کاسد۔ کھوٹا۔ فاسد۔ خراب۔ چوں رسن۔ جس رسی کو الٹا بل دیا جائے چھوڑنے سے فوراً اس کے بل اتر جاتے ہیں۔ جفت۔ جوڑا، نر مادہ۔ گر یکے۔ ایک موزہ یا جوتہ اگر پیر میں تنگ ہو تو دوسرا بھی بیکار ہے۔

جُفت در یک خُرد و آں دیگر بزرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا

جفت شیرِ بیشہ[1] دیدی ہیچ گرگ
تو نے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو

راست ناید بر شتر جفت جُوال
بوروں کا جوڑا اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا

آں یکے خالی و آں پُر مالِ مال
کہ ان میں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال سے بھرا ہوا

من روم سوئے قناعت دل قوی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں

تو چرا سوئے شناعت می روی
تو برائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟

مردِ قانع از سرِ اخلاص و سوز
صابر مرد، خلوص اور دل (سوزی) سے

زیں نسق می گفت با زن تا بروز
دن نکلنے تک اسی طرح بیوی سے کہتا رہا

نصیحت کردنِ زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم
بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر

و مقامِ خود مگو کہ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالاَ تَفْعَلُوْنَ کہ
بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو، اس

ایں سخنہا اگرچہ راست ست اما مقامِ توکل ترا
لئے کہ یہ باتیں اگرچہ سچی ہیں لیکن تجھے توکل کا مقام حاصل

نیست و ایں سخن گفتن فوقِ مقام و معاملہ خود
نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملہ سے بڑھ کر تیرے نقصان کا

ترا زیاں[2] دارد وَکَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ باشد
باعث ہے اور "اللہ کے نزدیک بڑی موجب عذاب ہے" (کا مصداق) ہوگی

زن برو زد بانگ کاے ناموسِ کیش
عورت اس پر چیخی کہ اے عزت کے شیدائی!

من فسونِ تو نخواہم خورد بیش
اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی

ترہات از دعویٰ و دعوت مگو
دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر

رَو سخن از کبر و از نخوت مگو
جا، تکبّر اور غرور کی بات نہ کر

چند حرفِ طمطراق و کاروبار
دنیا داری اور کرّوفر کی باتیں کب تک؟

کار و حالِ خود ببیں و شرم دار
اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

نخوت و دعویٰ و کبر و ترّہات
تکبر اور دعویٰ اور غرور اور بکواس

دُور کُن از دل کہ تایابی نجات
دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے

1. بیشہ۔ جھاڑی۔ گرگ۔ بھیڑیا یعنی شیر اور بھیڑیے سے جوڑ نہیں بنتا ہے۔ راست۔ ٹھیک۔ جوال۔ گون، تھیلا۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ شناعت۔ برائی۔ سوز۔ یعنی سوز دل۔ مقتا۔ قرآن پاک میں ہے کبر مقتا عندالله ان تقولوا ما لا تفعلون، اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی موجب عذاب ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں ہو۔

2. زیاں۔ نقصان۔ ناموس۔ عزت۔ کیش۔ طریقہ۔ فسوں۔ مکر و فریب۔ ترہات۔ جھوٹی بناوٹی باتیں۔ طمطراق۔ شان و شوکت۔ نخوت۔ تکبر۔

کبر زِشت[1] و از گدایاں زشت تر
تکبر برا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ برا ہے

روزِ سَرد و برف و آنگہ جامہ تَر
ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے

چند آخر دعویٰ و بادِ بروت
دعویٰ اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟

اے ترا خانہ چو بَیْتُ الْعَنکَبُوت
اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے

از قناعت کے تو جاں افروختی
تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟

از قناعت ہا تو نام آموختی
تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے

گفت پیغمبر قناعت چیست؟ گنج
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا قناعت کیا ہے؟ خزانہ ہے

گنج را تو وا نمیدانی زرنج
تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے

ایں قناعت نیست جز گنج رواں
یہ قناعت تو گنج رواں ہی ہے

تو مزن لاف اے غم و رنج رواں
اے چلتے پھرتے رنج و غم! تو ڈینگیں نہ مار

تو مخوانم جفت و کمتر زن بغل[2]
تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر

جفت انصافم، نیم جفت دغل
میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں نہ کہ مکاری کی بیوی

چوں قدم با شاہ و با بگ می زنی
تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ ہمسری کیوں کرتا ہے؟

چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
اڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟

باسگاں زیں استخواں در چالشی
تو ہڈی پر کتوں کی طرح چھینا جھپٹی کرتا ہے

چوں نے اِشکم تہی در نالشی
تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے

سوئے ما منگر بخواری ست ست
میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھ

تانگویم آنچہ در رگ ہائے تست
تاکہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں

عقل خود را از من افزوں دیدۂ
تو نے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے

تو من کم عقل را چوں دیدۂ
تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟

ہمچو گرگِ زشت اندر ما مجہ
بدمزاج بھیڑیے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ

اے زننگ عقل تو بے عقل بہ
تیری قابل شرم عقل سے، بے عقل ہونا اچھا ہے

چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست
چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے

آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست
یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے

---

[1] زشت۔ برا۔ روزِ سرد۔ یعنی مفلسی اور محتاجی میں غرور ایسا ہے جیسے جاڑے کا زمانہ پھر برف باری اور کپڑے بھی گیلے ہوں، یعنی مصیبت بالائے مصیبت ہے۔ بادِ بروت۔ مونچھ کی ہوا یعنی تکبر۔ بیت العنکبوت۔ مکڑی کا جالا، جو کمزوری میں ضرب المثل ہے۔ گفت پیغمبر۔ حدیث شریف میں آیا ہے اَلْقَنَاعَةُ كَنْزٌ لَا يَنْفِدُ، قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا ہے۔ گنج رواں۔ قارون کے خزانوں میں سے ایک خزانے کا نام ہے، نخواں۔ نہ بلا۔

[2] بغل زدن۔ جوڑے پن کو ظاہر کرنا، دو کبوتروں کا مل کر پرواز کرنا جوڑا ہونے کی نشانی ہے۔ دغل۔ کھوٹ، مکر۔ قدم زدن۔ برابری کرنا۔ بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار۔ مگس۔ مکھی۔ رگ زدن۔ خون نکالنا۔ چالش۔ حملہ، چھینا جھپٹی۔ اشکم۔ شکم ہمزہ زیادہ ہے۔ نالش۔ رونا چیخنا، فریاد۔ خواری۔ ذلت۔ ست نگریستن۔ ذلت سے دیکھنا۔ چوں دیدۂ۔ جوڑے کے لئے مجھے کیوں پسند کیا ہے۔ عقیلہ۔ رسی، یعنی تو اپنی عقل کے ذریعہ لوگوں کو پھانستا ہے۔

خصم ظلم و مکر تو اللہ باد — دست عقل تو زما کوتاہ باد

تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے — (خدا کرے) تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

ہم تو[1] ماری، ہم فسوں گر اے عجب — مار گیرو ماری اے ننگ عرب

ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی — اے عرب کیلئے باعث ذلت، تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی

زاغ گر زشتی خود بشناختے — ہمچو برف از رنج و غم بگداختے

کوا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا — رنج اور غم سے برف کی طرح پگھل جاتا

مردِ افسوں گر بخواند چوں عدو — اُو فسوں بر مار و مار افسوں برو

منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے — وہ سانپ پر منتر اور سانپ اس پر منتر (پڑھتا ہے)

گر نبودے دامِ اُو افسونِ مار — کے فسونِ مار را گشتے شکار

اگر سانپ کا منتر اس کے لئے جال نہ ہوتا — تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟

مردِ افسوں گر ز حرصِ کسب و کار — در نیابد آں زماں افسونِ مار

منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کی وجہ سے — اس وقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے

مار گوید اے فسوں گر ہین و ہیں — آنِ خود[2] دیدی فسونِ من ببیں

سانپ کہتا ہے، اے سپیرے! خوب دیکھ لے — تو نے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے

تو بنامِ حق فریبی مر مرا — تا کنی رُسوائے شور و شر مرا

تو اللہ کے نام کے ذریعے مجھے پھانستا ہے — تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے

نامِ حقم بست نے آں رائے تو — نامِ حق را دام کردی وائے تو

مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے — تو نے اللہ کے نام کو جال بنایا، تجھ پر افسوس ہے

نامِ حق بستاند از تو دادِ من — من بنامِ حق سپردم جان و تن

اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائے گا — میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم کو سپرد کر دیا ہے

تا بزخم من رگِ جانت بُرد — یا تُرا چوں من بزندانے برد

تاکہ وہ میرے زخم کے بدلے تیری جان کی رگ کاٹ دے — یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈال دے

زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا — خواند بر شوئے خود آں طومار ہا

عورت اس قسم کی سخت باتیں — دفتر در دفتر شوہر کو سناتی رہی

نصیحت کردنِ مرد زن را کہ در فقیراں بخواری

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ

---

1. ہم تو۔ تو انسانوں کو تباہ کرتا ہے تو تو سانپ ہے۔ لوگوں کو پھنساتا ہے تو تو سپیرا ہے۔ زشتی خود۔ یعنی اپنی بدصورتی۔ مرد۔ سپیرا اگر سانپ پر منتر پڑھتا ہے تو سانپ بھی اس پر منتر پڑھتا ہے جس کا اثر یہ ہے کہ سپیرا سانپ پکڑنے کے شوق میں مبتلا ہے۔ گر نبودے۔ سانپ نے جو منتر پڑھا ہے وہ سپیرے کے لئے جال ہے۔

2. آنِ خود۔ یعنی اپنا منتر۔ نام حق۔ منتر میں اللہ کے نام استعمال ہوتے ہیں۔ شور و شر۔ یعنی سانپ کا تماشہ دیکھنے والوں کا۔ نام حق۔ چونکہ سپیرے نے اللہ کے ناموں کا غلط کاموں کے لئے استعمال کیا ہے۔ زندانے۔ یعنی جس طرح سپیرے نے قید کیا ہے۔ خشن۔ سخت، ناگوار۔ طومار۔ دفتر۔

منگر و در کارِ حق بگمانِ کمال نگر و طعنہ مزن در

کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ

فقر و فقیراں از بے نوائی خویشتن

سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہ ہا از زن شفت — مستمع[1] شد بعد ازیں بیں تا چہ گفت

مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سنے — سنتا رہا، اس کے بعد دیکھ کہ کیا کہا؟

گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن — فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن

بولا، اے بیوی! تو عورت ہے یا مجسم غم — مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعث) فخر ہے

مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ — کل بود آں کز کلہ سازد پناہ

مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی — جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے

آنکہ زُلف و جعد رعنا باشدش — چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش

جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں — جب اس کی ٹوپی نہ ہو تو اور زیادہ حسین ہوتا ہے

مردِ حق باشد بمانند بصر — پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر

مردِ خدا بینائی کی طرح ہے — پس بینائی کھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟

وقت عرضہ کردن آں بَردہ فروش — برکند از بندہ جامہ عیب پوش

غلام فروش دکھاتے وقت — غلام کے عیب چھپانے والے کپڑے اتار دیتا ہے

ور بود عیبے برہنہ اش کے کند — بل بجامہ خدعہٗ با وے[2] کند

اگر کوئی عیب ہو، اس کو ننگا کب کرے گا؟ — بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اس کو دھوکا دے گا

گوید ایں شرمندہ است از نیک و بد — از برہنہ کردن اُو از تو رَمد

کہے گا، یہ اچھے برے سے شرماتا ہے — ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائے گا

خواجہ در عیب ست غرقہ تا بگوش — خواجہ را مال ست و مالش عیب پوش

آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے — (لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اس کا مال عیب کو چھپانے والا ہے

کز طمع عیبش نہ بیند طامعے — گشت دلہا را طمعہا جامعے

لالچی لالچ کی وجہ سے اس کے عیب نہیں دیکھتا ہے — لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے

ور گدا گوید سخن چوں زرِّ کاں — رہ نیابد کالہٗ اُو در دکاں

اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے — اس کا سامان دکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

کارِ درویشی ورائے فہم تست — سوے درویشاں تو منگر سست

درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اونچا ہے — تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

---

1. مستمع۔ سننے والا۔ بوالحزن۔ غموں کا باپ یعنی بہت غمگین، مالداروں کو حشر میں بہت غم اٹھانے پڑیں گے۔ کلاہ۔ ٹوپی۔ کل۔ گنجا۔ کلہ۔ کلاہ کا مخفف ہے۔ جعد۔ گھنگریالے بال۔ رعنا۔ حسین، خوبصورت۔ عرضہ کردن۔ پیش کرنا۔ بردہ۔ غلام، لونڈی۔ خدعہ۔ دھوکا۔
2. وے۔ یعنی خریدار۔ خواجہ۔ آقا۔ طامع۔ لالچی۔ دلہا۔ یعنی لالچی اور مالدار کے دل۔ جامع۔ اکٹھا کرنے والا۔ زرکان۔ خالص سونا جو کان سے برآمد ہوا ہے۔ کالہ۔ سامان۔ دکان۔ یعنی سننے والے کا کان۔ فہم۔ سمجھ، عقل۔

زانکہ درویشی ورائے کارہاست[1]
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے
دمبدم از حق مر ایشانرا عطاست
ان (درویشوں) کیلئے اللہ کیطرف سے ہر وقت بخشش ہے

بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ
روزیِ دارند ژرف از ذوالجلال
اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں

حق تعالیٰ عادل ست و عادلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے، اور عادل
کے کنند استمگری بر بے دلاں
کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں؟

آں یکے را نعمت و کالا دہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں
ویں دگر را بر سرِ آتش نہند
دوسرے کو آگ پر رکھیں

آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں
اس کو آگ جلائے جو یہ گمان کرے
بر خدائے خالق ہر دو جہاں
دونوں جہان کے خالق کے بارے میں

''فقر فخری'' نز گزاف ست و مجاز
''فقر میرا فخر ہے'' نہ گپ ہے نہ مجاز
صد ہزاراں عز پنہان ست و ناز
لاکھوں عزتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

از غضب بر من لقبہا راندۂ
تو نے غصہ سے میرے بہت نام دھرے
مار خوی و مار گیرم خواندۂ
تو نے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا

گر بگیرم مار و دندانش کنم
اگر میں سانپ پکڑتا ہوں اور اسکے دانت اکھاڑ دیتا ہوں
تا کش از سر کوفتن ایمن کنم
تو اس لئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں

زانکہ آں دنداں عدوئے جانِ اوست
چونکہ دانت اس کی جان کے دشمن ہیں
من عدو را می کنم زیں علم دوست
میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ دوست بناتا ہوں

از طمع ہرگز نخوانم من فسوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں
ایں طمع را کردہ ام من سر نگوں
میں نے تو لالچ کو اوندھے منہ کر دیا ہے

حاش للہ طمع من از خلق نیست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے
از قناعت در دلِ من عالمے ست
میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے

از سرِ امرود[2] بن بینی چناں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے
زاں فرود آ تا نماند آں گماں
اس سے اتر آ تاکہ وہ گمان نہ رہے

---

[1] کارہا۔ دنیا کے معاملے۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ استمگری۔ ستمگری، ہمزہ زیادہ ہے۔ آتش۔ یعنی مفلس کی آگ۔ آتشش سوزد۔ یعنی جو خدا کے بارے میں یہ خیال کرے کہ غنی باعث رحمت اور فقر باعث عذاب ہے، خدا اس کو برباد کردے۔ الفقر فخری۔ حدیث، صحیح بات ہے اور اپنی حقیقی معنی میں ہے۔ لقبہا۔ یعنی بیوی نے جو سپیرا کہا۔ ایمن۔ مطمئن۔ عدو۔ سانپ کو اس کے دانتوں کی وجہ سے مارا جاتا ہے۔ زیں علم۔ منتر۔ ایں طمع۔ یعنی میں نے لالچ کو دل سے نکال دیا ہے۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔

[2] بر امرود۔ مولانا نے دفتر چہارم میں ایک قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بدکار عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ یہ فریب کیا کہ اس کو باغ میں لے گئی اور ایک امرود کے درخت کے نیچے لے جا کر بولی کہ تو نیچے رہ میں اوپر سے امرود دوں گی، شوہر نیچے رہا وہ اوپر سے امرود دینے لگی، پھر تھوڑی دیر بعد شور مچانے لگی کہ تو بدفعلی کیوں کررہا ہے، مرد حیران ہوا اور انکار کیا تو بولی اچھا تو اوپر چڑھ کر امرود توڑ کر مجھے دے اور خود نیچے اتر آئی، جب وہ امرود توڑ کر دے رہا تھا اس نے اپنے ایک یار کو بلایا اور اس سے زنا میں مصروف ہوگئی۔ شوہر اوپر سے چیخا کہ یہ کیا حرکت ہے تو کہنے لگی کہ کچھ نہیں ہاں یہ اس پیڑ کا اثر ہے کہ جو اس پر چڑھا ہوتا ہے اس کو نیچے کا آدمی بدفعلی کرتا نظر آتا ہے۔ مولانا نے اسی قصہ کی طرف اس شعر میں اشارہ کیا ہے۔ بن۔ بوٹا، پودا۔

چونکہ[1] بر گردی و سرگشتہ شوی — خانہ را گردندہ بینی و آں توئی

جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے — تو گھر کو گھومتا دیکھے گا، حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

در بیانِ آنکہ جُنبیدنِ ہر کسے از انجاست کہ وَیست ہر کسے

اس بیان میں کہ چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اس لئے ہے کہ وہ ہر چیز کو

را از چنبرہ وجودِ خود بیند تا بہ کبودِ آفتاب را کبود نماید

اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ نیلے رنگ کے ذریعہ سورج کو نیلا

و سُرخ سُرخ نماید چوں تابہا از رنگ بیروں آید

اور سرخ کے ذریعہ سرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے صاف ہو جاتی ہے

و سفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست گوتر باشد

اور سفید ہو جاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح دکھانے والی ہوتی ہے

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت — زِشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت

ابوجہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا — تو بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے

گفت احمدؐ مَر وُرا کہ راستی — راست گفتی گرچہ کار افزاستی

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے — تو نے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے

دید صدیقش بگفت اے آفتاب — اے زِ شرقی نے زِغربی[2] خوش بتاب

حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے انکو دیکھا تو کہا اے آفتاب! — اے وہ کہ جو نہ شرقی ہے نہ مغربی، خوب روشن ہو

گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز — اے رہیدہ تو ز دنیائے نچیز

احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا، اے عزیز! تو نے سچ کہا — اے وہ! کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے

حاضراں گفتند کاے صدرُالورا — راست گو گفتی تو دو ضد گو را چرا

حاضرین نے کہا، اے سرورِ عالمؐ! — آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا؟

گفت من آئینہ اَم مَصقولِ دست — تُرک و ہندو درمن آں بیند کہ ہست

فرمایا میں ہاتھ کا منجھا ہوا آئینہ ہوں — ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو وہ خود ہے

ہر کرا آئینہ باشد پیش رُو — زشت و خوبِ خویش را بیند درُو

جس کے منہ کے سامنے آئینہ ہو — اپنے اچھے اور برے کو اس میں دیکھے گا

اے زن ار طماع می بینی مرا — زیں تحری زنانہ بَرتَر آ

اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے — تو اس زنانہ اٹکل سے باہر نکل

---

[1] چونکہ۔ جس شخص کا سر گھومتا ہے اس کو ہر چیز گھومتی نظر آتی ہے۔ چنبرہ۔ حلقہ۔ کبود۔ نیلا۔ در بیاں۔ اس عنوان کا خلاصہ یہ ہے کہ اَلْمَرْءُ یَقِیْسُ عَلٰی نَفْسِہٖ ہر انسان اپنے اوپر سے دوسرے کو قیاس کرتا ہے، برے کو سب برے اور اچھے کو اچھے نظر آتے ہیں۔ کار افزاء۔ ضرورت سے زیادہ کام کرنے والا۔ صدیق۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔

[2] نے زغربی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف مشرق والوں کے لئے ہیں نہ مغرب والوں کے لئے بلکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔ نچیز۔ ناچیز۔ کاے۔ کہ اے۔ صدرالوریٰ۔ مخلوق کے سردار۔ ضد گو۔ خلاف بولنے والا۔ مصقول۔ منجھا ہوا۔ ترک۔ یعنی گورا۔ ہندو۔ یعنی کالا۔ تحری۔ اٹکل کرنا۔

آں[1] طمع را ماند و رحمت بود
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے
کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟

امتحاں کن فقر را روزے دو تو
تو دو دن فقر کو آزما لے
تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
تاکہ فقر کے ذریعہ تجھے دوگنی غنا نظر آئے

صبر کن بافقر و بگذار ایں ملال
فقر پر صبر کر لے اور اس رنج کو ترک کر دے
زانکہ در فقرست عز ذوالجلال
کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے

سرکہ مفروش و ہزاراں جاں ببیں
ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں
از قناعت غرقِ بحرِ انگبیں
قناعت کی وجہ سے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں

صد ہزاراں جان تلخی کش نگر
تلخی برداشت کرنے والی لاکھوں جانوں کو دیکھ
ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

اے دریغا مر ترا گنجا بدے
ہائے افسوس! تجھ میں اگر گنجائش ہوتی
تا زجانم شرحِ دل پیدا شدے
تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی

ایں سخن شیرست در پستانِ جاں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں
بے کشندہ خوش نمیگردد رواں
چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

مستمع چوں تشنہ و جویندہ شد
سننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو
واعظ ار مُردہ بود گویندہ شد
وعظ کہنے والا اگر مردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے۔

مستمع چوں تازہ آید بے ملال
سننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو
صد زباں گردد بگفتن گنگ[2] و لال
سینکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں

چونکہ نامحرم در آید از درم
جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے
پردہ در پنہاں شوند اہل حرم
مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں

ور درآید محرمے دور از گزند
اور اگر کوئی محرم آتا ہے، خدا اس کو سلامت رکھے
برکشایند آں ستیراں روئے بند
تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

ہرچہ را خوب و خوش و زیبا کنند
جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں
از برائے دیدۂ بینا کنند
دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں

کے بود آوازِ چنگ از زیر و بم
سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب تک ہوتی ہے؟
از برائے گوشِ بے حس اصم
بہرے، بے حس کان کے لئے

---

1. آں۔ لوگوں کو مسخر کرنا۔ آں نعمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ دوتو۔ دوگنا۔ سرکہ مفروش۔ ترش روئی نہ کر۔ قناعت۔ تھوڑے پر صبر کرنا۔ انگبیں۔ شہد۔ آغشتن۔ آلودہ ہونا۔ گل شکر۔ گلقند۔ گنجا۔ گنجائش کا مخفف ہے۔ ایں سخن۔ یعنی اسرار معرفت شیخ پر اسی وقت وارد ہوتے ہیں جب کوئی طالب صادق ہو۔ مردہ بود۔ یعنی شیخ کی طبیعت حاضر نہ بھی ہو تو واردات شروع ہو جاتی ہیں۔
2. گنگ۔ گونگا۔ لال۔ گونگا۔ نامحرم۔ اجنبی، یعنی وہ شخص جو اسرار سننے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔ اہل حرم۔ زنانخانہ، یعنی اسرار معرفت۔ ستیراں۔ مستورات یعنی اسرار معرفت۔ روئے بند۔ نقاب۔ ہرچہ۔ یعنی اسرار اہل معرفت کے لئے ہیں۔ اصم۔ بہرا۔

مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر شم[1] کرد و پئے اخشم نکرد

اللہ تعالیٰ نے مشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا — سونگھنے کیلئے بنایا ہے، بے حس ناک والے کیلئے نہیں بنایا

نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد — بہر انس آمد پئے اہرم نکرد

اللہ تعالیٰ نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا — انسان کے لئے بنی ہے، شیطان کے لئے نہیں بنی

حق زمین و آسماں بر ساختہ است — درمیاں بس نور و نار افروختہ است

اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہے — درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے

ایں زمیں را از برائے خاکیاں — آسماں را مسکنِ افلاکیاں

اس زمین کو خاک والوں کے لئے — آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)

مردِ سفلی دشمن بالا بود — مشتریِ ہر مکاں پیدا بود

نیچے رہنے والا انسان، اوپر کا مخالف ہوتا ہے — ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے

اے ستیرہ ہیچ تو بر خاستی — خویشتن را بہر کور آراستی

اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے — اپنے آپ کو اندھے کے لئے تو نے آراستہ کیا ہے

گر جہاں را پُر دُرِ مکنوں کنم — روزیِ تو چوں نباشد چوں کنم

اگر میں دنیا کو اچھوتے موتیوں سے بھر دوں — تب بھی تیرا حصہ نہ ہو تو میں کیا کروں؟

ترکِ جنگ و رہزنی اے زن بگو — ور نمیگوئی بترکِ من بگو

اے بیوی! ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے — اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے

مر مرا[2] چہ جائے جنگ نیک و بد — کایں دلم از صلحہا ہم می رمد

نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟ — اس لئے کہ میرا دل تو صلح سے بھی بھاگتا ہے

بر سرِ ایں ریشہا نیشم مزن — زخمہا بر جانِ بے خویشم مزن

میرے ان زخموں پر ڈنک نہ مار — میری بے خود جان پر زخم نہ لگا

گر خمش گردی و گرنہ آں کنم — کہ ہمیں دم ترکِ خان و ماں کنم

اگر تو چپ ہوتی ہے (تو خیر) ورنہ میں یہ کروں گا — کہ ابھی گھربار چھوڑ دوں گا

پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ — رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ

تنگ جوتے سے، پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے — خانہ جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

مُراعات کردن زن شوئے را و استغفار نمودن از گفتۂ خود

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے توبہ کرنا

---

[1] شم۔ سونگھنا۔ اخشم۔ جس کی ناک میں حس نہ ہو۔ خوش دم۔ خوش آواز۔ انس۔ انسان۔ اہرم۔ شیطان، دیو۔ نور و نار۔ خیر و شر۔ سفلی۔ نچلے درجہ کا۔ دشمن۔ مخالف۔ مشتری۔ خریدار۔ ستیرہ۔ مستورہ، پردہ نشین۔ کور۔ اندھا۔ دِرِ مکنوں۔ سیپ میں چھپا ہوا موتی جو نہایت آبدار ہوتا ہے۔

[2] مرا۔ یعنی جنگ و جدل تو درکنار صلح کی بھی میرے دل میں گنجائش نہیں، علائق دنیوی ختم کر چکا ہوں۔ نیش۔ ڈنک۔ بے خویش۔ کمزور، بے طاقت۔ خان و ماں۔ گھربار۔ کفش۔ جوتا۔ غربت۔ مسافرت، بے وطنی۔ مراعات۔ رعایت برتنا۔ استغفار۔ معافی چاہنا۔

زن چو دید اُو را کہ تند و توسن[1] ست
جب عورت نے اس کو دیکھا کہ تند اور تیز ہے
گفت از تو کے چنیں پنداشتم
بولی، میں تمہیں ایسا نہ خیال کرتی تھی
زن در آمد از طریق نیستی
عورت خاکساری سے پیش آئی
جسم و جانم ہر چہ ہستم آنِ تست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے، تیری ملک ہے
گر ز درویشی دلم از صبر جَست
اگر فقیری سے میرا دل اکھڑا
تو مَرا در دردہا بودی دوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے
جانِ تو کز بہر خویشم نیست ایں
تیری جان کی قسم، یہ اپنے لئے نہیں ہے
خویش من واللہ کہ بہر خویش تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے
کاش جانت کش روانِ من فدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے
چوں[2] تو با من ایں چنیں بودی بظن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے
خاک را بر سیم و زر کردیم چوں
میں نے چاندی، سونے پر خاک ڈالی، جبکہ
تو کہ در جان و دلم جا می کنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے
تو تبرّا کُن کہ ہستت دستگاہ
تو بیزار ہو جا، کیونکہ تجھے اختیار ہے

گشت گریاں، گریہ خود دامِ زنست
رونے لگی، رونا تو خود عورت کا جال ہے
از تو من امید دیگر داشتم
تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی
گفت من خاکِ شمایم نے ستی
بولی، میں تمہاری خاک ہوں، بیوی نہیں ہوں
حکم و فرماں جملگی فرمانِ تُست
حکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے
بہر خویشم نیست ایں بہر تو است
یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے
من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
میں نہیں چاہتی کہ تو بے سر و سامان رہے
از برائے تست ایں بانگ و حنیں
یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے
ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو
وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے
از ضمیر جانِ من واقف شدے
میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی
ہم زجاں بیزار گشتم ہم زتن
میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں
تو چنینی با من اے جانرا سکوں
تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکونِ دل!
زیں قدر از من تبرّا می کنی
مجھ سے اس قدر (اظہار) بیزاری کر رہا ہے
اے تبرّائے تُرا جاں عذر خواہ
اے (وہ کہ) تیری بیزاری سے میری جان معافی چاہتی ہے

[1] توسَن۔ سین کے فتحہ کے ساتھ، سرکش گھوڑا۔ دامؔ۔ جال۔ دیگرؔ۔ یعنی جو تو نے کہا اس کے خلاف۔ نیستیؔ۔ خاکساری۔ ستیؔ۔ نیک عورت۔ آنؔ۔ ملکیت۔ جملگیؔ۔ تمام۔ بہرِ توؔ۔ تیرے لئے۔ جانِ توؔ۔ تیری جان کی قسم۔ حنینؔ۔ رونا۔ خویش منؔ۔ میری ہستی۔ ہر نفسؔ۔ ہر دم۔ کاشؔ۔ تو کہ جس پر میری جان قربان ہے، میرے دل کی بات سے واقف ہو جاتا اور میرے ظاہری الفاظ سے برا نہ مانتا۔

[2] چوںؔ۔ تو نے بدگمانی سے سمجھا کہ میں محض اپنے آرام کے لئے زر کی طالب ہوں لہٰذا میں جینے سے بیزار ہوں۔ تو چنینیؔ۔ یعنی جب تیرا میرے بارے میں یہ خیال ہے۔ تبرّاؔ۔ اظہار بیزاری۔ دستگاہؔ۔ قدرت، قابو۔

یادمی کن آں زمانے را کہ من
وہ وقت بھی یاد کر لے کہ میں
چوں صنم[1] بُودم تو بودی چو شمن
بت کی طرح تھی اور تو پجاری کی طرح تھا

بندہ بروفق تو دل افروخت ست
بندی نے تیری موافقت کے لئے دل منور کر لیا ہے
ہر چہ گوئی پخت گویم سوخت ست
جس کو تو کہے گا پک گیا میں کہوں گی جل گیا ہے

من سپا ناخ تو ام ہر چم پزی
میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے مجھے پکا لے
یا بہ ترشی یا بہ شیریں می سزی
کھٹائی میں یا مٹھائی میں، تیرے لئے مناسب ہے

کفر گفتم نک بایماں آمدم
میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں
پیشِ حکمت از سرِ جاں آمدم
تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں

خوئے شاہانہ ترا نشناختم
تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی
پیشِ تو گستاخ خر[2] در تاختم
تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی

چوں زعفو تو چراغے ساختم
اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنا لیا
توبہ کردم اعتراض انداختم
میں نے توبہ کر لی، اعتراض کو چھوڑ دیا

می نہم پیشِ تو شمشیر و کفن
میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں
می کشم پیشِ. تو گردن را بزن
تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں، مجھے مار ڈال

از فراقِ تلخ می گوئی سخن
تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے.
ہر چہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر

در تو از من عذر خواہے ہست سِرّ
میرے بارے میں تجھ میں عذر خواہی کرنیوالی ایک پوشیدہ چیز ہے
با تو بے من اُو شفیعے مستمرّ
جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنے والی ہے

عذر خواہم در درونت خُلق تست
میرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے، وہ تیرا اخلاق ہے
زاعتمادِ اُو دلِ من جرم جست
اس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے

رحم کن پنہاں زخود اے خشمگیں
اے غضب ناک! اپنی طرف سے چپکے سے رحم کر دے
اے کہ خُلقت بہ زصد من انگبیں
اے وہ کہ تیرا خلق سو من شہد سے بہتر ہے

زیں نسق می گفت با لطف و کشاد
اس طور پر نرمی سے اور دل کھول کر وہ کہہ رہی تھی
درمیانِ گریہ بر رُو او فتاد
روتے روتے منہ کے بل گر پڑی

گریہ چوں از حد گزشت و ہائے ہائے
جب اس کا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا
از حنینش مرد را شد دل ز جائے
اس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا

چوں قرارش ماند و صبرش بجائے
اس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا
زانکہ بے گریہ بد اُو خود دلربائے
اس لئے کہ وہ تو روئے بغیر (ہی) دلربا تھی

---

[1] صنم۔ بت۔ شمن۔ شین اور میم کے فتحہ کے ساتھ، بت پرست۔ ہرچہ۔ یعنی تجھ سے ایک قدم آگے بڑھ کر تائید کروں گی۔ سپاناخ۔ پالک کا ساگ۔ ہرچم۔ بہر چہ مرا۔ پزی۔ پختن، بمعنی پکانا کا مضارع مخاطب ہے۔ می سزی۔ ترا سزاوار است۔

[2] خر۔ گدھا، سواری۔ تاختن۔ دوڑانا۔ چراغ۔ یعنی مشعل راہ۔ ایں مکن۔ جدائی نہ کر۔ سِرّ۔ باطن۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ شفیع۔ سفارشی۔ خلق۔ اخلاقِ حسنہ۔ انگبیں۔ شہد۔ نسق۔ طرز، طریق۔ کشاد۔ کشائش دل۔ حنین۔ رونا۔ دل از جا شدن۔ رحم آنا۔ شرار۔ چنگاری۔

ازاں باراں یکے برقے پدید　　زو شرارے بردلِ مردے جہید
اس بارش سے ایک بجلی چمکی　　اور اس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آگری

زانکہ بندۂ[1] روئے خوبش بود مرد　　چوں بود چوں بندگی آزاد کرد
اس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا　　کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟

آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود　　چوں شوی چوں پیشِ تو گریاں شود
وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو　　تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے

آنکہ از نازشِ دل و جاں خوں بود　　چونکہ آید در نیازِ اُو چوں بود
وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں　　جب وہ نیازمندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟

آنکہ در جور و جفایش دامِ ماست　　عذرِ ماچہ بود چو اُو در عذر خاست
وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے　　اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟

آنکہ جز خونریزیش کارے نبود　　چوں نہد گردن زہے سودا و سود
وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا　　جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے

آنکہ جز گردن کشی ناید ازو　　خوش درآید با تو چوں باشد بگو
وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو　　تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

زُیِّنَ لِلنَّاسِ حق آراستہ است　　زانکہ حق آراست چوں تا نندرست
"زُیِّنَ لِلنَّاس" کو خدا نے آراستہ کیا ہے　　جس کو خدا نے آراستہ کیا ہے اس سے چھٹکارا کیسے ہوسکتا ہے؟

چوں پئے یَسْکُنَ اِلَیْهَاش[2] آفرید　　کے تواند آدمؑ از حوا برید
جب اس کو "یَسْکُنَ اِلَیْهَا" کے لئے پیدا فرمایا ہے　　تو آدم علیہ السلام، حوا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں؟

رُستم زال ار بود و ز حمزہ بیش　　ہست در فرماں اسیر زالِ خویش
اگر رستم زال ہو اور (حضرت) حمزہؓ سے بھی بڑھا ہوا　　وہ اپنی بوڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے

آنکہ عالم مست گفتش آمدے　　کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا میزدے
وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا　　فرماتی تھی کہ اے حمیرا! مجھ سے بات کر

آب غالب شد بر آتش از نہیب　　آتشش جوشد چو باشد در حجیب
بڑائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے　　پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے

---

[1] بندہ۔ غلام۔ بندگی۔ غلامی۔ آزاد۔ یعنی محبوب جو آزاد آقا کی طرح ہوتا ہے۔ نیاز۔ عاجزی۔ آنکہ در جور۔ محبوب کا جور و جفا عاشق کا حال ہے تو معشوق کی عذر خواہی کے بعد عاشق کا کیا حال ہوگا۔ زہے سودا۔ یعنی جب معشوق فرمانبرداری کرنے لگے تو پھر سبحان اللہ۔ زُیِّنَ۔ قرآن پاک کی آیت ہے زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ یعنی لوگوں کو مرغوب چیزوں یعنی بیویوں کی دل بستگی بھلی معلوم ہوتی ہے۔

[2] یَسْکُنَ اِلَیْهَا۔ وہ اس سے سکون حاصل کرلے، حضرت آدم علیہ السلام اور حوا کے بارے میں قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ حوا کو اس لئے پیدا کیا تاکہ آدم علیہ السلام اس سے سکون حاصل کریں۔ رستم زال۔ یعنی زال کا بیٹا رستم۔ زال۔ بوڑھی، یہاں بیوی مراد ہے۔ حمزہ۔ ایک مشہور پہلوان بھی ہے اور آنحضورﷺ کے سب سے چھوٹے چچا کا نام بھی جن کی شجاعت ضرب المثل ہے۔ حمیرا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا لقب ہے۔ نہیب۔ عظمت، رعب۔

چونکہ دیگے حائل[1] آمد ہر دو را　نیست کرد آں آب را کردش ہوا
جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی　اس (آگ) نے پانی کو معدوم کر دیا اس کو ہوا بنا دیا

ظاہراً بر زن جو آب ار غالبی　باطناً مغلوب و زن را طالبی
اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے　درپردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے

ایں چنیں خاصیتے در آدمی ست　مہر حیواں را کم ست آں از کمی ست
یہ انسان کی خصوصیت ہے　حیوان میں محبت کم ہے، یہ نقصان کی وجہ سے ہے

در بیانِ حدیث اِنَّهُنَّ یَغْلِبْنَ الْعَاقِلَ وَ یَغْلِبُهُنَّ الْجَاهِلُ

اس حدیث کے بیان میں کہ بے شک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل ان پر غالب ہے

گفت پیغمبرؐ کہ زن بر عاقلاں　غالب آید سخت بر صاحبدلاں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں　اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے

باز برزن جاہلاں چیرہ شوند　زانکہ ایشاں تند و بس خیرہ روند
پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں　کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑ پن سے چلتے ہیں

کم بود شاں رِقت و لطف و وِداد[2]　زانکہ حیوانی ست غالب بر نہاد
ان میں نرمی، مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے　کیونکہ ان کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے

مہر و رقت وصف انسانی بود　خشم و شہوت وصف حیوانی بود
محبت اور نرمی انسانی وصف ہوتا ہے　غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے

پرتو حق ست آں معشوق نیست　خالق ست آں گویا مخلوق نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے، معشوق نہیں ہے　گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

تسلیم کردن مرد خود را بانچہ التماسِ زن بود از طلب معیشت و آں اعتراض را اشارہَ حق دانستن

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں تھی اور اس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

بنزدِ عقل ہر دانندہَ ہست　کہ باگردندہ گرداندہَ ہست
ہر عقلمند کے نزدیک یہ (مسلم) ہے　کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے

ازاں چرخہ کہ گرداند زنِ پیر　قیاسِ چرخِ گرداں را ہمی گیر
اس چرخ کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہو　گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو

مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں　کز عوانی ساعت مُردن عواں
مرد اس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا　جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے

---

1. حائل۔ آڑ۔ ہردو۔ آگ پانی۔ باطناً۔ چونکہ تعلق خاطر ہے۔ خاصیتے۔ یعنی انس و محبت انسان کا خاصہ ہے۔ از کمی۔ یعنی حیوان کی خلقت انسان سے ناقص ہے۔ حدیث۔ یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی مشہور کتابوں میں نہیں ہے۔ تند۔ بدمزاج۔ خیرہ۔ بے ہودہ۔ رقت۔ دل کی نرمی۔
2. وداد۔ محبت۔ پرتو۔ روشنی عکس، شعاع۔ خالق۔ عورت، مرد کو جنم دیتی ہے اور تربیت کرتی ہے۔ التماس۔ درخواست کرنا۔ معیشت۔ روزگار۔ چرخ گرداں۔ آسمان۔ عوان۔ عین کا فتحہ اور واؤ کا تشدید ہے لیکن یہاں بلا تشدید پڑھا جائے، ظالم، سخت گیر۔ عوانی میں یاء مصدری ہے۔

گفت خصم[1] جانِ جاں چوں آمدم
بولا، جانِ جاں کا میں مدمقابل کیوں بنا؟
بر سرِ جاں من لگد ہا چوں زدم
میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟

چوں قضا آید نماند فہم و رائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے
کس نمی داند قضا را جز خدائے
خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے

چوں قضا آید فرو پوشد بصر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے
تا نداند عقل ما پا را ز سر
تا کہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے

زاں اِمامُ المتقیں داد ایں خبر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے
گفت اِذَا جَاءَ الْقَضَاء عَمِیَ الْبَصَرُ
فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"

چوں قضا بگذشت خود را می خورد
جب قضا گذر جاتی ہے انسان اپنے آپ کو کاٹتا ہے
پردہ بدریدہ گریباں می درد
پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

مرد گفت اے زن پشیماں می شوم
مرد نے کہا اے بیوی میں شرمندہ ہوں
گر بدم کافر مسلماں می شوم
اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں، تو مجھ پر رحم کر
برمکن یکبارگیم از بیخ و بن
ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر

کافر پیر ار پشیماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے
چونکہ عذر آرد مسلماں می شود
جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے

من گنہگارم تو ام رحمے بکن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر
عذرِ من بپذیر و بشنو ایں سخن
میرا عذر قبول کر لے اور یہ بات سن

حضرتِ پُر رحمت ست و پُر کرم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے
عاشق اُو ہم وجود و ہم عدم
وجود اور عدم (دونوں) اس کے عاشق ہیں

کفر و ایماں عاشق آں کبریا
کفر اور ایمان اس کبریا کے عاشق ہیں
مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
تانبا اور چاندی اس کیمیا کے غلام ہیں

دربیانِ آنکہ موسیٰؑ وفرعون ہر دو مسخر یک تمشیت اند چنانکہ

اس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت کے تابع ہیں

زہر و پازہر وظلمت ونور وخلوتِ فرعون با حق تعالیٰ

جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی اور فرعون کی اللہ تعالیٰ سے خلوت

موسیٰ و فرعون معنے را رہی
موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں
ظاہر آں رہ دارد و ایں بے رہی
بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ

---

[1] خصم۔ دشمن، مخالف۔ جانِ جاں۔ محبوب۔ لگد۔ لاتیں مارنا، بدسلوکی کرنا۔ امام المتقین۔ یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہ۔ می خورد۔ یعنی افسوس میں ہاتھوں کو کاٹتا ہے۔ پردہ۔ یعنی غفلت کا پردہ۔ بکن۔ کندن بمعنی اکھاڑنا سے نہی کا صیغہ ہے۔ حضرت۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ وجود۔ یعنی وجود اور عدم دونوں اسکے حکم کے تابع ہیں۔ مس۔ تانبا۔ مسخر۔ تابع۔ تمشیت۔ مشیت خداوندی۔ پازہر۔ تریاق۔ رہی۔ غلام۔ بے رہی۔ گمراہی۔ یعنی نکوکار اور خطاکار دونوں اپنے اختیار کے ساتھ تابع فرمان ہیں۔

روز موسیٰؑ پیش حق نالاں شدہ
موسیٰ (علیہ السلام) دن میں (بھی) اللہ کے سامنے روتے تھے
نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ
آدھی رات کو فرعون بھی رویا

کایںؔ[1] چہ غلّ ست اے خدا بر گردنم
کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟
ورنہ غل باشد کہ گوید می منم
اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟

زانکہ موسیٰؑ را تو مہ رو کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا ہے
ماہِ جانم را سیہ رُو کردۂ
میری جان کے چاند کو سیہ رُو کر دیا ہے

زانکہ موسیٰؑ رُا منوّر کردۂ
جس سے تو نے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے
مَر مَرا زاں ہم مکدّر کردۂ
اسی سے مجھے غبار آلود کر دیا ہے

بہتر از ماہے نمود استارہ ام
میرا ستارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا
چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
جب گرہن لگ گیا، میں کیا کروں؟

نوبتم گر ربّ و سلطاں می زنند
اگر لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں
مہ گرفت و خلق پنگاں می زنند
تو چاند گرہن میں آ گیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں

میزنند آں طاس و غوغا می کنند
لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں
ماہ را زاں زَخمہ رُسوا می کنند
چاند کو اس ڈنکے سے رسوا کرتے ہیں

من کہ فرعونم[2] ز خلق اے وائے من
میں جو کہ فرعون ہوں، ہائے افسوس مخلوق کی جانب سے
زخم طاس آں ربی الاعلائے من
ڈنکے کی چوٹ میرے "ربی الاعلیٰ" پر

خواجہ تاشانیم امّا تیشہ ات
ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا
می شگافد شاخ را در بیشہ ات
تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

باز شاخے را مُوَصّل می کند
پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے
شاخِ دیگر را معطل می کند
اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے

شاخ را بر تیشہ دستے ہست، نے
شاخ کو کلہاڑے پر قابو ہے، نہیں
ہیچ شاخ از دست تیشہ رست، نے
کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی، نہیں

حق آں قدرت کہ آں تیشہ تُراست
اس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے
از کرم کن ایں کژیہارا تو راست
کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے

---

[1] کایںؔ۔ کہ ایں۔ غلؔ۔ طوق، یعنی انانیت کا طوق۔ من منمؔ۔ یعنی انانیت کا دعویٰ۔ مہ روؔ۔ چاند کی سی شکل والا۔ مکدّرؔ۔ میلا۔ استارہؔ۔ ستارہ، الف زیادہ ہے۔ خسوفؔ۔ چاند گرہن۔ نوبت زدنؔ۔ نقارہ پیٹنا۔ مہ گرفتؔ۔ چاند گرہن میں ہے۔ پنگاںؔ۔ تھالی، بعض قوموں میں چاند گرہن کے وقت تھالیاں بجاتی اور ڈھول پیٹتی ہیں تا کہ چاند گرہن سے نکل جائے۔ طاسؔ۔ طشلہ۔ غوغاؔ۔ شور وغل۔ زخمہؔ۔ وہ چھلا جو انگلی میں پہن کر ستار بجایا جاتا ہے، مضراب۔

[2] فرعونؔ۔ شاہانِ مصر کا لقب تھا، حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے فرعون کا نام مصعب بن ولید تھا لہٰذا فرعون سے مراد شاہِ مصر ہے۔ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلیٰ۔ میں تمہارا سب سے اونچا رب ہوں، یہ فرعون کا مقولہ ہے۔ خواجہ تاشؔ۔ ایک آقا کے دو غلام ہوں تو ہر ایک دوسرے کا خواجہ تاش کہلائے گا۔ تیشہؔ۔ طبر، کلہاڑا۔ بیشہؔ۔ جنگل۔ موصلؔ۔ پیوند۔ نےؔ۔ یعنی شاخ کا کلہاڑے پر کوئی بس نہیں ہے۔ حقؔ۔ یعنی بحق آں قدرت۔ کژیؔ۔ کجی۔ راستؔ۔ سیدھا۔

باز باخود گفتہ فرعون اے عجب — من نہ در یَارَبَّنَا[1] ام جملہ شب

پھر فرعون اپنے دل میں کہتا، ہائے تعجب — کیا میں تمام رات یَا رَبَّنَا میں نہیں ہوتا ہوں؟

در نہاں خاکی و موزوں می شوم — چوں بموسیٰؑ می رسم چوں می شوم

تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں — جب موسیٰؑ کے سامنے پہنچتا ہوں، کیسا ہو جاتا ہوں؟

رنگ زرِ قلب دہ تو می شود — پیشِ آتش چوں سیہ رُو می شود

کھوٹے سونے کا رنگ دس گنا ہوتا ہے — آگ کے سامنے کیسا کالا منہ ہو جاتا ہے

نے کہ قلب و قالبم در حکم اُوست — لحظۂ مغزم کند یک لحظہ پوست

کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اس کے تابع ہے؟ — ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا

لحظۂ ماہم کند، لحظہ سیاہ — خود چہ باشد کارِ ایں غیر الٰہ

ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے، ایک لحظہ میں کالا — خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟

سبز گردم چونکہ گوید کشت باش — زرد گردم چونکہ گوید زِشت باش

جب وہ کہے "کھیتی بن جا" میں سبز ہو جاؤں — جب وہ کہے بدصورت بن جا، میں زرد ہو جاؤں

پیش چوگانہائے حکم کن فکاں — میدویم اندر مکان و لامکاں

"کُن فکان" کے حکم کے بلے کے آگے — ہم مکان اور لامکان میں دوڑ رہے ہیں

چونکہ بے رنگے[2] اسیر رنگ شد — موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

جب بے رنگ، رنگ کا پابند ہو گیا — ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا

چوں بہ بیرنگی شدی کاں داشتی — موسیٰؑ و فرعون دارند آشتی

جب تو اس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا — (معلوم ہوگا) کہ موسیٰؑ اور فرعون (باہم) صلح رکھتے ہیں

گر تُرا آید بریں گفتہ سوال — رنگ کے خالی بود از قیل و قال

اگر تو میری اس گفتگو پر سوال کرے — رنگ قیل و قال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟

اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست — رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست

تعجب ہے، یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا — رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

اصل روغن ز آب افزوں می شود — عاقبت با آبِ ضد چوں می شود

تیل کا بیج، پانی سے بڑھتا ہے — انجام کار، پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟

---

1. یار بنا۔ اے ہمارے پروردگار یعنی تمام رات خدا کو پکارتا ہوں۔ خاکی۔ منکسر المزاج۔ موزوں۔ معتدل۔ رنگ۔ مولانا فرماتے ہیں فرعون کی عادتیں ملمع شدہ تھیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آتش کے سامنے ان کا سنہرا رنگ سیاہ پڑ جاتا تھا۔ کہ۔ بلکہ۔ قلب۔ روح۔ قالب۔ جسم، فرعون کی بات کا دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ سب مشیت کے تابع ہیں، وہ جس کے ساتھ جو معاملہ چاہتا ہے کرتا ہے۔ ماہم کند۔ مراماہ کند۔ کشت۔ کھیتی۔ زشت۔ برا۔ کن فکان۔ ہوجا، پس ہو گیا، قرآن پاک میں ہے جب خدا کسی بات کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کو حکم دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔
2. بے رنگ۔ وجود مطلق۔ اسیر رنگ۔ یعنی وجود مطلق جب تعین کی قید میں آتا ہے اور وہ وجود صفت امکاں کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے۔ موسیٰ۔ یہاں مراد مطلقاً نبی ہے۔ دارند آشتی۔ یعنی جو کچھ اختلافات ہیں، وہ تعینات کی وجہ سے ہیں، وجود مطلق کا تقاضہ آشتی اور صلح ہے۔ قیل و قال۔ یعنی اختلافات۔ اے عجب۔ یعنی جب وجود مطلق ہی کے سب تعینات ہیں تو وجود مطلق کے خواص ممکنات میں کیسے بدل گئے۔ اصل۔ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ تلمن پانی سے نشوونما پاتی ہے لیکن پانی اور تیل میں بیر ہے۔

چونکہ روغن راز آب اسرشتہ اند
جب کہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے

آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

چوں گل[1] از خارست و خار از گل چرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے، کیوں؟

ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں اور بحث و تمحیص میں؟

یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے، بلکہ مصلحت کے لئے ہے

ہمچو جنگ خر فروشاں صنعت ست
دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے

یا نہ این ست و نہ آں حیرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ، حیرانی ہے

گنج باید گنج در ویرانی ست
خزانہ چاہئے، (اور) خزانہ ویرانی میں ہے

آنچہ تو گنجش توہم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے

زاں توہم گنج را گم می کنی
اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے

چوں عمارت داں تو وہم و رایہائے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ

گنج نبود در عمارت جائیہائے
آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے

در عمارت ہستی و جنگے بُود
عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے

نیست را از ہستہا ننگے بود
فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے

نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد[2]
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہست نے نیستی سے نفرت کی

بلکہ نیست آں ہست را وا داد کرد
بلکہ نیست نے اُس ہست کو رد کر دیا ہے

تو مگو کہ من گریزانم زنیست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں

بلکہ اُو از تو گریزانست بایست
بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے، ٹھہر

ظاہراً میخواندت اُو سوئے خود
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے

وز دروں می راندت با چوبِ رد
(لیکن) باطن میں تجھے ہکانے کی لکڑی سے بھگاتا ہے

قومے اندر آتش سوزاں چو ورد
ایک قوم جلانے والی آگ میں پھولوں کی طرح ہے

قومے اندر گلستاں با رنج و درد
(اور) ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے

نعلہائے باژ گونہ است اے سلیم
اے سلیم! یہ الٹے نعل ہیں

نفرتِ فرعون را داں از کلیم
فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

---

[1] چوں گل۔ یہ دوسرا جواب ہے یعنی گل اور خار دونوں کا نشو ونما ایک درخت سے ہے پھر بھی دونوں میں تضاد ہے۔ یا نہ جنگ۔ تیسری بات یہ ہے کہ ان میں حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ مصلحت کی وجہ سے بناوٹی اختلاف ہے۔ حیرانی۔ ادراک اور احساس کا تعطل۔ گنج۔ خزانہ، یہاں استغراق فی الحق مراد ہے۔ ویرانی۔ حیرت، مجاہدہ۔ گنجش۔ گنج سے مراد دنیوی لذتیں ہیں۔ عمارت۔ آبادی یعنی وہم اور خیالات آبادی کی طرح ہیں، خزانہ ویرانہ میں ملتا ہے، آبادی میں نہیں ہوتا۔ نیست۔ یعنی فانی فی اللہ۔ ہست ہا۔ یعنی دنیادار، مدعیانِ ہستی۔

[2] فریاد کردن۔ شاکی ہونا، نفرت کرنا۔ واداد۔ واپس۔ نیست۔ صاحب فنا۔ راندن۔ ہانکنا، ہٹانا۔ چوب رد۔ وہ ڈنڈا جو بلی کتے کو بھگانے کے لئے بنا لیا جاتا ہے۔ قومے۔ یعنی اہل اللہ۔ ورد۔ گلاب کا پھول۔ نعلہائے باژ گو۔ چور جوتوں میں الٹے نعل جڑوا لیتے ہیں تاکہ کھوجی ان کی آمد کو رفت سمجھ لے۔ یعنی دراصل تو اہلِ اللہ کو اہل دنیا سے نفرت ہوتی ہے لیکن نظر یہ آتا ہے کہ دنیادار ان کو ذلیل سمجھ رہے ہیں۔ کلیم۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ۔

سبب حرمانِ اشقیا از دو جہاں کہ خَسِرَ الدُّنیَا وَ الْآخِرَۃ

بدبخت لوگوں کے دو جہاں سے محروم رہنے کا سبب جنہوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک[1] اعتقادے کردہ است — کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است

اس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے — کہ آسمان انڈے کی طرح اور زمین زردی کی طرح ہے

گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں — درمیانِ ایں محیط آسماں

سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے؟ — اس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں

ہمچو قندیلے معلّق در ہوا — نے بر اسفل می رود نے بر علا

ہوا میں ایک معلّق قندیل کی طرح — (جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر

آں حکیمش گفت کز جذبِ سما — از جہاتِ شش بماند اندر ہوا

اس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے — شش جہات سے، ہوا میں ہے

چوں ز مقناطیس قبۂ ریختہ — درمیاں ماند آہنے آویختہ

جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ — لٹکا ہوا لوہا (اس کے) درمیان رہتا ہے

آں دگر گفت آسمانِ با صفا — کے کشد در خود زمینِ تیرہ را

دوسرے نے کہا مصفّٰی آسمان — تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟

بلکہ دفعش می کند از شش جہات — تابماند درمیانِ عاصفات[2]

بلکہ اس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے — تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

پس ز دفعِ خاطرِ اہلِ کمال — جانِ فرعوناں بماند اندر ضلال

اہل کمال کی طبیعت کے دفع کرنے کی وجہ سے — فرعونوں کی جان گمراہی میں پڑی رہی

پس ز دفعِ ایں جہان و آں جہاں — ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں

پس اس جہان اور اس جہان کے دفع کرنے کی وجہ سے — یہ گمراہ بغیر اس کے اور بغیر اس کے رہے

سرکشی از بندگانِ ذوالجلال — زانکہ دارند از وجودِ تو ملال

اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے — کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں

کہربا دارند و چوں پیدا کنند — کاہِ ہستیِ تُرا شیدا کنند

ان کے پاس کہربا ہے جب وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں — تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں

کہربائے خویش چوں پنہاں کنند — زود تسلیم تُرا طغیاں کنند

اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں — فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

---

1. حکیمک۔ فلسفی، کاف تصغیر کا ہے۔ زردہ۔ انڈے کی زردی۔ خاکداں۔ زمین۔ محیط۔ احاطہ کرنے والا۔ معلّق۔ لٹکا ہوا۔ اسفل۔ نیچے کی چیز۔ علا۔ بلندی۔ جذب۔ کشش۔ سما۔ آسمان۔ شش جہات۔ دایاں بایاں، اوپر نیچے، آگا پیچھا۔ مقناطیس۔ میم اور طاء کا کسرہ ہے، ایک پتھر ہے جو لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ قبہ۔ گنبد۔ ریختہ۔ ڈھلا ہوا۔ باصفا۔ صاف وشفاف۔ تیرہ۔ غبار آلود۔ دفع۔ دور کرنا۔ شش جہات۔ چھ طرفیں۔

2. عاصفات۔ عاصفہ کی جمع، تیز ہوا۔ خاطر۔ قلب۔ اہل کمال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ ضلال۔ گمراہی۔ ایں جہاں۔ دنیا۔ آں جہاں۔ آخرت۔ بیرہاں۔ گمراہان۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ ملال۔ رنج۔ کہربا۔ کاہ ربا، وہ پتھر جو تنکے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ کاہ۔ تنکا۔ تسلیم۔ مان لینا۔ طغیان۔ سرکشی، انکار۔

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست — کو اسیر[1] و سغبہ انسانی ست

جس طرح حیوانی مرتبہ ہے — کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے

مرتبہ انساں بدست اولیا — سُغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا

انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے — حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ، اے عقلمند!

بندۂ خود خواند احمدؐ در رشاد — جملہ عالم را بخواں قُلْ یَا عِبَادْ

قرآن میں احمد (ﷺ) نے اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے — تمام جہان کو "قُلْ یَا عِبَادْ" پڑھ لے

عقل تو ہمچوں شُترباں تو شُتر — می کشاند ہر طرف در حکم مُر

تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے — سخت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے

عقل عقلہا اولیاء و عقلہا — بر مثالِ اشتراں تا انتہا

اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں — آخر تک اونٹوں کی طرح ہیں

اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار — یک قلاوزست و جانِ صد ہزار

ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ — ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

چہ قلاوز و چہ اشترباں بیاب — دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب

رہنما کیا اور شتربان کیا، حاصل کر — وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے

نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز — منتظر[2] موقوفِ خورشیدست و روز

یہ دنیا تاریکی میں ہے، بیکار — منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے

اینت خورشیدے نہاں در ذرۂ — شیر نر در پوستین برۂ

حیرت، ذرہ میں سورج پوشیدہ ہے — بکری کے بچہ کی کھال میں شیر نر ہے

اینت دریائے نہاں در زیر کاہ — پا بر ایں کہ ہیں منہ با اشتباہ

حیرت، گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے — خبردار شبہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا

اشتباہے و گمانے در دروں — رحمت حق ست بہر رہنموں

باطن میں حسن ظن اور گمان — رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

ہر پیمبر فرد آمد در جہاں — فرد بود و صد جہانش در نہاں

ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آیا — تنہا تھا اور اس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے

---

[1] اسیر۔قیدی۔سغبہ۔سین کے فتح کے ساتھ، مطیع، مغلوب، فریفتہ۔قل یا عبادی۔کہہ دو اے میرے بندو، عام مفسرین یا عبادی کو اللہ کا مقولہ قرار دیتے ہیں لیکن مولانا نے یہاں جو تفسیر کی ہے اس کے اعتبار سے یا عبادی کو آنحضور کا مقولہ بتایا ہے۔مر۔کڑوا، سخت۔عقل۔عقلمند یعنی اولیاء لوگوں کی عقل کے لئے بمنزلہ عقل کے ہیں۔اعتبار۔عبرت اور سبق حاصل کرنا۔قلاوز۔رہبر۔صد ہزار۔لاکھ۔چہ۔یعنی اولیاء کو قلاوز اور شتربان جیسا سمجھنا غلط ہے بلکہ وہ آفتاب ہیں۔نک۔اینک کا مخفف ہے۔میخ دوز۔ساکن، بیکار۔

[2] منتظر۔یعنی اولیاء کے بغیر دنیا میں اندھیرا ہے دنیا اپنی روشنی کے لئے ان کے وجود کی منتظر ہے جس طرح رات اپنے منور ہونے میں سورج کی منتظر رہتی ہے۔اینت۔اینک، یہ خورشید، یعنی روح۔ذرہ۔یعنی جسم انسانی۔زیر کاہ۔جس دریا کی سطح پر گھاس ہو وہاں بڑی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے، انسان گھاس سمجھ کر قدم دھرتا ہے، نیچے گہرا پانی ہوتا ہے۔کہ۔کاہ۔اشتباہے۔فقراء کے ساتھ حسن ظن قائم رکھنے سے رہنما مل جاتا ہے۔ہر پیمبر۔یعنی پیغمبر دراصل پوری ایک امت ہوتا ہے۔

عالم کبریٰ[1] بقدرت سُخرہ کرد
قدرت سے عالم کبریٰ کو مسخر کر لیا

کرد خود را در کہیں نقشے نورد
معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا

ابلہانش فرد دیدند و ضعیف
بیوقوفوں نے اس کو اکیلا اور کمزور سمجھا

کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
وہ کمزور کب ہوگا جو شاہ کا مصاحب ہو

ابلہاں گفتند مردے بیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے

وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
اس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے

عاقبت دیدن بود از کاملی
کامل ہونا، انجام پر نظر رکھتا ہے

دور بودن ہر نفس از جاہلی
ہر وقت جہالت سے دور رہتا ہے

بشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں
اب (حضرت) صالح علیہ السلام کا مشہور قصہ سن

بگذر از صورت طلب معنے دراں
الفاظ سے گزر جا، ان میں معنی طلب کر

زانکہ صورت[2] بیں نہ بیند عاقبت
کیونکہ ظاہر میں انجام کو نہیں دیکھتا ہے

عاقبت بینی بیابی عافیت
تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پا لے گا

حقیر دیدن خصمانِ صالحؑ ناقہ را چوں حق تعالیٰ خواہد لشکرے
دشمنوں کا حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا۔ جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو

را ہلاک گرداند در نظر ایشاں خصماں را حقیر نماید وَ يُقَلِّلُكُمْ
ہلاک کرے، ان کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ تم کو ان

فِىٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا
کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقہ صالحؑ بصورت بد شتر
(حضرت) صالح علیہ السلام کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی

پے بریدندش بجہل آں قومِ مُر
اس سخت قوم نے جہالت سے اس کی کونچیں کاٹ دیں

از برائے آبِ جو خصمش شدند
وہ نہر کے پانی کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے

آب کور و نان کور ایشاں بدند
وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہو گئے

ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے میغ
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا

آبِ حق را داشتند از حق دریغ
انہوں نے اللہ کا پانی، اللہ سے روکا

---

1. عالم کبریٰ۔ جہان، عالم صغریٰ انسان کو کہا جاتا ہے۔ نقشے۔ یعنی پیغمبر انسان کی صورت میں رونما ہوتا ہے لیکن کائنات پر اس کا تصرف ہوتا ہے۔ ابلہاں۔ ابلہ کی جمع، بیوقوف۔ فرد۔ اکیلا، حریف، مقرب، مقابل۔ مردے بیش نیست۔ یعنی ایک انسان سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں ہے۔ عاقبت اندیش۔ انجام کو سوچنے والا۔ کاملی و جاہلی۔ میں یا، مصدری ہے۔ صالحؑ۔ قوم ثمود کے نبی تھے ان کے لئے بطور معجزہ ایک اونٹنی پتھر سے پیدا کر دی گئی جس کو قوم نے اس ضد میں مار ڈالا کہ وہ تالاب کا بیشتر پانی پی لیتی تھی، اس پر قوم ثمود پر زلزلہ کا عذاب آیا اور وہ تباہ ہو گئی۔ رواں۔ جاری، مشہور۔
2. صورت۔ ظاہری حیثیت، لفظی پہلو۔ عاقبت۔ انجام کار۔ خصماں۔ خصم کی جمع، مخالف۔ و یقللکم۔ یہ آیت جنگ بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ قدرت نے مشرکین کی نظروں میں مسلمانوں کو قلیل کر کے دکھایا تا کہ وہ جنگ پر آمادہ ہوں اور قدرت مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کا خاتمہ کرا دے۔ پے بریدن۔ ایڑی کے اوپر سے پیر کے رگ پٹھے کاٹ دینا تا کہ چلنے کے قابل نہ رہے۔ مُر۔ کڑوا۔ آب کور، نان کور۔ احسان فراموش۔ جوئے میغ۔ یعنی اس تالاب اور نہر میں قدرتی پانی تھا۔ میغ۔ ابر۔ آب حق۔ قدرتی پانی۔

ناقۂ[1] صالحؑ چوں جسم صالحاں
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی کی مثال نیکوں کے جسم کی سی ہے

شد کمینے در ہلاکِ طالحاں
(جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی

تا براں اُمت ز حکم مرگ و درد
دیکھ لو! کہ اس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ

نَاقَةُ اللّٰهِ وَ سُقْيَاهَا چہ کرد
اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے نے کیا کیا

شحنۂ قہر خدا زاںشاں بجست
خدا کے قہر کے داروغہ نے ان سے طلب کیا

خونبہائے اشترے شہرے درست
اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر

روحِ صالح بر مثالِ اشتریست
روح جو بمنزلہ (حضرت) صالحؑ کے ہے اونٹ جیسی چیز پر (سوار) ہے

نفس گمرہ مر وُرا چوں پے بریست
اور گمراہ نفس اس کی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے

روحِ ہم چو صالحؑ و تن ناقہ است
روح بمنزلہ (حضرت) صالحؑ ہے اور جسم اونٹنی ہے

روح اندر وصل و تن در فاقہ است
روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے

روحِ صالحؑ قابل آفات نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے مصائب کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

زخم بر ناقہ بود بر ذات نیست
زخم اونٹنی پر ہوگا، ذات پر نہیں ہے

روحِ صالحؑ قابل آزار نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے تکالیف کو قبول کرنیوالی نہیں ہے

نورِ یزداں سَغبۂ[2] کفار نیست
اللہ کا نور کافروں کا لقمہ تر نہیں ہے

حق ازاں پیوست با جسمے نہاں
اللہ تعالیٰ نے اسکو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے

تاش آزارند و بینند امتحاں
تاکہ وہ اس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

بے خبر کآزارِ ایں آزارِ اُوست
(وہ) اس سے بےخبر ہیں کہ اس (روح) کا ستانا اس (اللہ) کا ستانا ہے

آبِ ایں خم متصل با آبِ جوست
اس مٹکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے

زاں تعلق کرد با جسمش الٰہ
اس کو اللہ نے جسم سے اس لئے متعلق کیا

تاکہ گردد جملہ عالم را پناہ
تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
ان کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے

بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر، سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو

ناقۂ جسم ولی را بندہ باش
ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا

تاشوی با روحِ صالحؑ خواجہ تاش
تاکہ روحِ صالح کے ساتھ، تجھے ہم خواجگی حاصل ہو

ناقہ۔ یعنی نیک لوگوں کو ستانا ہلاکت کا باعث ہے حضرت صالح کی اونٹنی کو ستا کر قوم ثمود ہلاک ہوئی۔ ناقة الله سقياها۔ یہ سورۂ شمس کی آیت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے رسول نے ان سے کہا کہ اللہ کی اونٹنی کو نہ ستانا اور نہ اس کا پانی بند کرنا لیکن انہوں نے نہ مانا تو خدا نے ان کو ہلاک کر دیا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ خونبہا۔ خون کا عوض۔ روحِ صالح۔ یعنی انسان میں روح کو حضرت صالح کی طرح اور جسم کو بمنزلہ اونٹنی کے سمجھو اور نفس انسانی گویا قدار ہے جس نے اونٹنی کو ہلاک کر دیا تھا۔ وصل۔ یعنی وہ واصل بحق ہے اور مسرور ہے۔ تن۔ یعنی جسم پر مصائب آتے ہیں۔ ذات۔ یعنی روح۔

سغبہ۔ چکنی چیز۔ امتحان۔ یعنی شریر لوگ نیکوں کے جسم کو ستاتے ہیں تو عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ ایں۔ یعنی روح۔ او۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ آب۔ یعنی روح کی نسبت اللہ تعالیٰ سے وہی ہے جو مٹکے کے پانی کی نہر کے پانی سے ہے۔ زاں۔ انبیاء اور اولیاء کی روح کو جسموں سے اس لئے بھی متعلق کیا گیا ہے کہ وہ عالم کی پناہ بنیں۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ سیپ۔ گہر۔ موتی۔ جسم۔ یعنی جو بمنزلہ حضرت صالح کے ہے۔ خواجہ تاش۔ ایک آقا کے دو غلام

گفت صالحؑ چونکہ کردید ایں حسد[1]
(حضرت) صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا
بعد سہ روزِ دگر از جاں ستاں
اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کی جانب سے
رنگ روئے جملہ تاں گردد دگر
تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائے گا
روزِ اوّل روئے تاں چوں زعفراں
پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہوں گے
در سوم گردد ہمہ رُو ہا سیاہ
تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے
گر نشاں خواہید از من زیں وعید
اگر تم مجھ سے اس دھمکی کی علامت چاہتے ہو
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست
اگر اس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے
چوں شنیدند ایں از و جملہ بہ تگ
جب انہوں نے ان سے یہ سنا، سب دوڑ کر
کس نتانست اندراں کرّہ رسید
کوئی شخص اس بچہ تک نہ پہنچ سکا
ہمچو روحِ پاک کو از ننگ تن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے
گفت دیدید ایں قضا مبرم شدست
فرمایا، تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے
کرّۂ ناقہ چہ باشد، خاطرش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے، اس کے دل کی
گر بجا آید دلش رستید ازاں
اگر اس کا دل صاف ہو جائے، اس (عذاب) سے چھوٹ گئے

بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا
آتشے آید کہ دارد سہ نشاں
ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں
رنگ رنگ مختلف اندر نظر
جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے
در دوم رُو سرخ ہمچوں ارغواں
دوسرے دن چہرے ارغواں کی طرح سرخ ہوں گے
بعد ازاں اندر رسد قہر الٰہ
اس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا
کرّۂ ناقہ بسوئے کہ دوید
اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے
ورنہ خود مرغِ امید از دام جست
ورنہ امید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے
در پئے اشتر دویدندے چو سگ
اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کتے کی طرح بھاگے
رفت و در کہسارہا[2] شد ناپدید
وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہو گیا
میگریزد جانب رَبُّ الْمِنَنْ
خدا کی جانب بھاگتی ہے
صورتِ امید را گردن زدست
جس نے امید کی صورت معدوم کر دی ہے
کہ بجا آرید احسان و برش
کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجا لاؤ
ورنہ نومیدید و ساعدہا گزاں
ورنہ ناامید اور حسرت زدہ رہو گے

[1] حسد۔ یعنی ان کو اونٹنی کے پانی پینے سے جلن پیدا ہوئی۔ نقمت۔ عذاب۔ جاں ستاں۔ جان کو لینے والا یعنی اللہ تعالیٰ۔ نشاں۔ علامت۔ تاں۔ جمع مخاطب کی ضمیر ہے۔ ارغواں۔ گل بابونہ جو نہایت سرخ ہوتا ہے۔ وعید۔ بری بات کا وعدہ۔ کرہ۔ چوپائے کا بچہ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے، پہاڑ۔ چارہ ہست۔ یعنی عذاب سے بچنے کی تدبیر ہے۔ تگ۔ دوڑ۔ دویدندے۔ یا و زیادہ ہے، ماضی مطلق کا صیغہ ہے۔ نتانست۔ نتوانست۔

[2] کہسار۔ کوہستان۔ ننگ۔ عیب، ذلت۔ منن۔ منت کی جمع ہے، احسان۔ قضا۔ فیصلہ خداوندی۔ مبرم۔ محکم، قطعی۔ گردن زدن۔ مار ڈالنا۔ کرہ۔ یعنی حضرت صالحؑ کی اونٹنی کا بچہ ان سے راضی ہو جاتا تو عذاب الٰہی سے نجات پا جاتے، اسی طرح اگر ولی کے دل کو خوش رکھو گے نجات پا جاؤ گے ورنہ حسرت اور افسوس سے دوچار ہو گے۔ دل بجا آمدن۔ طبیعت کا بحال ہو جانا، مطمئن ہو جانا۔ ساعد۔ کلائی۔

چوں شنیدند آں وعید منکدر[1] — چشم بنہادند آں را منتظر

جب انہوں نے ہولناک دھمکی سنی — سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے

روزِ اول روئے خود دیدند زرد — میزدند از ناامیدی آہِ سرد

پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا — اور ناامیدی سے ٹھنڈی آہیں بھریں

سرخ شد روئے ہمہ روزِ دوم — نوبت امید و توبہ گشت کم

دوسرے دن سب کے چہرے سرخ ہو گئے — امید اور توبہ کا وقت ختم ہو گیا

شد سیہ روزِ سوم روئے ہمہ — حکم صالحؑ راست شد بے ملحمہ

تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہو گئے — (حضرتِ) صالحؑ کا حکم بلااختلاف صحیح ثابت ہوا

چوں ہمہ در ناامیدی سرزدند — ہمچو اشتر در دو زانو[2] آمدند

جب سب ناامیدی میں مبتلا ہو گئے — اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آئے

در نبے آورد جبریلؑ امیں — شرح ایں زانو زدن را جاثمیں

قرآن میں جبریل امین لائے ہیں — گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح "جاثمین"

زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند — وزچنیں زانو زدن بیمت کنند

تو دو زانو اس وقت بیٹھ، جب تجھے پڑھائیں — اور اس طرح دو زانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں

منتظر گشتند زخم قہر را — قہر آمد نیست کرد آں شہر را

قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے — قہر ٹوٹا (اور) اس شہر کو نیست و نابود کر دیا

صالحؑ از خلوت بسوئے شہر رفت — شہر دید اندر میانِ دود و تفت

(حضرت) صالحؑ خلوت سے شہر کی جانب گئے — شہر کو دھویں اور سوختگی میں دیکھا

نالہ از اجزائے ایشاں می شنید — نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید

ان کے اجزاء سے وہ نالہ سنتے تھے — رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے

زاستخوانہا شاں شنید اُو نالہا — اشک خوں از جانِ شاں چوں ژالہا

انہوں نے ان کی ہڈیوں سے رونا سنا — انکی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)

گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے — گریہ ہائے جانفزائے دلربائے

رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا — وہ رونا جو جانفزا اور دلربا تھا

صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد — نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد

(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا — رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

گفت اے قوم بباطل زیستہ — وزشما من پیشِ حق بگریستہ

فرمایا، اے باطل میں زندگی بسر کرنے والی قوم! — اور تم سے میں خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں

---

[1] منکدر۔ مکدر۔ چشم نہادن۔ انتظار کرنا۔ حکم۔ فیصلہ۔ ملحمہ۔ معرکہ، اختلاف۔ نبے۔ قرآن پاک۔ جاثمیں۔ قرآن پاک میں قومِ ثمود کے بارے میں فرمایا گیا ہے "فاصبحوا فی دارھم جاثمین" پس ہوگئے وہ اپنے گھروں میں اوندھے۔

[2] زانو۔ انسان کو تعلیم حاصل کرنے کیلئے استاد اور پیر کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ بیم۔ ناامیدی۔ خلوت۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ، تنہائی۔ دود۔ دھواں۔ تفت۔ گرمی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا چونکہ ان کا رونا باعث عبرت تھا جس کی وجہ سے روحانی ترقی ہوتی ہے، اس لئے اس کو جانفزا کہا ہے۔

حق بگفتہ صبر کن بر جورِ شاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ان کے ظلم پر صبر کر

من بگفتہ پند شد بند از جفا
میں نے عرض کیا نصیحت جور و جفا کی وجہ سے بند ہو گئی

بسکہ کردید از جفا بر جائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کیے

حق مرا گفتے ترا لطفے دہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفت) لطف عطا کرونگا

صاف کردہ حق دلم را چوں سما
اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا

در نصیحت من شدہ بارِ دگر
میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں

شِیر تازہ از شکر انگیختہ
شکر سے، تازہ دودھ نکالا

در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن
اس بات نے تم میں زہر کا کام کیا

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں[2]
میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہو گیا؟

ہیچ کس بر مرگِ غم نوحہ کند
غم کے ختم ہو جانے پر کوئی روتا ہے؟

رو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر
اپنی طرف رخ کیا اور کہا اے نوحہ گر!

کژ مخواں اے راست خوانندہ مبین
اے قرآنِ مبیں کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ

پندشاں دہ بس[1] نماند از دورِ شاں
ان کو نصیحت کر، ان کا دور زیادہ نہیں رہا ہے

شِیر پند از مہر جوشد وز صفا
نصیحت کا دودھ محبت اور صاف دلی سے جوش میں آتا ہے

شِیر پند افسردہ در رگہائے من
نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا

بر سرِ آں زخمہا مرہم نہم
ان زخموں پر مرہم رکھ دوں گا

روفتہ از خاطرم جورِ شما
تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا

گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں

شِیر و شہدے با شکر آمیختہ
دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا

زانکہ زہرستاں بدید از بیخ و بن
اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

غم شما بودید اے قومِ حروں
اے سرکش قوم! غم تو تم تھے

ریش سر چوں شد کسے مو بر کند
جب سر کا زخم اچھا ہو جائے کون بال اکھاڑتا ہے؟

نوحہ ات رامی نیرزند ایں نفر
یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں

کَیْفَ اٰسٰی خَلْفَ قَوْمٍ کَافِرِیْنَ
میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

---

[1] بس۔ بہت۔ دور۔ زمانہ۔ من بگفتہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا نصیحت کے جذبات تو محبت سے ابھرتے ہیں۔ بسکہ۔ ان لوگوں نے مجھ پر ظلم کیے تو نصیحت کا دودھ خشک ہو گیا ہے۔ لطفے دہم۔ خدا نے فرمایا ہم تجھ میں اپنی صفت لطف ودیعت کر دیں گے۔ آں زخمہا۔ ان کی ایذا رسانی کے زخم۔ سما۔ آسمان کی صفائی ضرب المثل ہے۔ روفتن۔ جھاڑ دینا، صاف کر دینا۔ شیر۔ دودھ یعنی نصیحت۔ شکر۔ یعنی میٹھی باتیں۔ زہرستان۔ زہر کی جگہ۔ بدید۔ بودید۔

[2] سرنگوں۔ اوندھا، مقلوب۔ حرون۔ سرکش۔ مرگ غم۔ زوال غم۔ ریش۔ زخم۔ مو بر کندن۔ بال نوچنا، اظہار غم کرنا۔ رو بخود کرد۔ نے اپنے آپ کو مخاطب کیا۔ نفر۔ جماعت۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ کیف اسیٰ۔ قرآن میں حضرت شعیب کا مقولہ منقول ہے کہ میں کافروں کی ہلاکت پر کیسے غم کروں، آیت میں علیٰ قوم ہے مولانا نے خلف قوم فرمایا ہے یعنی مجھے اب غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

باز[1] اندر چشم خود اُو گریہ یافت
پھر ان (صالح) نے اپنی آنکھ میں رونا محسوس کیا
رحمت بے علتے بروے بتافت
بے علت رحمت نے ان پر تجلی کی

قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود
قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالح) حیران تھے
قطرۂ بے علت از دریائے جود
وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آ رہے تھے

عقل اُو می گفت کہ ایں گریہ زچیست
ان کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟
بر چنیں افسوسیاں شاید گریست
ایسے ظالموں پر رونا چاہیے؟

بر چہ می گریی بگو بر فعل شاں
کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ ان کے کاموں پر
بر سپاہِ کینۂ بدنعل شاں
ان کی پُرکینہ شریر فوج پر

بر دلِ تاریک پُر زنگارِ شاں
ان کے زنگ آلود تاریک دل پر
بر زبانِ زہر ہمچوں مارِ شاں
ان کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر

بر دم و دندان سگسارانہ شاں
ان کے کتوں جیسے دانتوں اور سانس پر
بر دہان و چشم کژدم خانہ شاں
ان کے منہ اور آنکھوں پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

بر ستیز[2] و تسخر و افسوسِ شاں
ان کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر
شکر کن چوں کرد حق محبوسِ شاں
اللہ (تعالیٰ) کا شکر کرو جبکہ اللہ نے ان کو گرفتار کر لیا ہے

دست شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ
ان کے ہاتھ کج، ان کے پیر کج، آنکھیں کج
مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ
ان کی محبت کج، ان کی دوستی کج، غصہ کج

از پئے تقلید و از آیاتِ نقل
تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے
پانہادہ بر سرِ ایں پیر عقل
اس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا

پیر خرنے جملہ گشتہ پیر خر
پیر کے خریدار نہیں تھے، سب بوڑھے گدھے ہو گئے تھے
از زبان و چشم و گوشے ہمدگر
ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کی وجہ سے

از بہشت آورد یزداں بندگاں
اللہ (تعالیٰ) اپنے بندوں کو بہشت سے (اسلئے) باہر لایا
تا نماید شاں سقر پروردگاں
تاکہ انہیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

---

[1] باز۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنے آپ کو تسلی دی لیکن پھر بھی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رحمت بے علت۔ خدا کی رحمت بلا علت اور بغیر غرض کے ہوتی ہے۔ حیران۔ حضرت صالح حیران تھے کہ آنکھوں سے آنسو کیوں بہے جاتے ہیں۔ دریائے جود۔ یعنی رحمت خداوندی۔ افسوس۔ ظلم۔ افسوسیاں۔ ظلم کرنے والے۔ بر چہ۔ نیچے کے متعدد شعر عقل کا مقولہ ہیں۔ سپاہِ کینہ۔ یعنی قوم کا ہر فرد مجسم کینہ تھا اور پوری قوم کینہ کے سپاہی تھے۔ بدنعل۔ وہ گھوڑا جو نعل بندی کے وقت شرارت کرے۔ کژدم خانہ۔ بچھو کے سوراخ یعنی ان کی آنکھوں اور منہ سے زہر آلود نظریں اور باتیں نکلتی تھیں۔

[2] ستیز۔ جنگ وجدل۔ تسخر۔ تمسخر۔ محبوس۔ یعنی گرفتارِ عذاب۔ دست۔ یعنی ان کے جملہ اعضاء میں کجی تھی، کوئی عضو صحیح کام نہ کرتا تھا۔ تقلید۔ یعنی آباؤ اجداد کی تبلیغ۔ آیاتِ نقل۔ یعنی جو غلط باتیں اپنے بڑوں سے سنی تھیں۔ پیر عقل۔ حضرتِ صالح علیہ السلام۔ پیر خرنے۔ یعنی وہ پیر کے خریدار نہ تھے۔ پیر خر۔ بوڑھا گدھا جس کی بے عقلی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ از زبان۔ یعنی ایک نے دوسرے کو اپنی زبان اور آنکھ کے ذریعہ اور زیادہ حماقتوں میں مبتلا کر دیا تھا۔ سقر۔ دوزخ، انبیاء کی بعثت اس لئے بھی ہوئی ہے کہ وہ کافروں کا حسرتناک انجام دیکھیں۔

در معنی آیت مَرَجَ[1] الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ

(اس) آیت کے معنی کے بیان میں "چلائے دو دریا مل کر چلنے والے ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایکدوسرے پر زیادتی نہ کرے"

اہل نار و خلد را بیں ہمدکاں — درمیانِ شاں برزخ لا یبغیان
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ — انکے بیچ میں پردہ ہے ایکدوسرے سے خلط ملط نہیں ہیں

اہل نار و اہل نور آمیختہ — درمیانِ شاں کوہِ قاف انگیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں — ان کے درمیان کوہِ قاف کھڑا ہے

اہل نار و نور باہم درمیاں — درمیانِ شاں بحر ژرفِ بیکراں
ناری اور نوری آپس میں متحد ہیں — ان کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے

ہمچو در کاں خاک و زر کرد اختلاط — درمیانِ شاں صد بیابان و رباط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں — ان کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائے ہیں

ہمچنانکہ عقد در دُرّ و شبہ — مختلط چوں میہمانِ یکشبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ — ایک رات کے مہمان کی طرح ملے جلے ہوئے ہیں

صالح و طالح بصورت مشتبہ — دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
نیک اور بدصورت ملے جلے ہیں — آنکھ کھول، ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے

بحر را نیمیش شیریں چوں شکر — طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا — میٹھا مزا، رنگ چاند جیسا چمکدار

نیم دیگر تلخ ہمچوں زہر مار[2] — طعم تلخ و رنگ مظلم قیروار
دوسرا آدھا، سانپ کے زہر کی طرح کڑوا — مزا کڑوا اور رنگ روغن قیر کی طرح کالا

ہر دو برہم میزنند از تحت و اوج — بر مثالِ آبِ دریا موج موج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں — موج در موج دریا کے پانی کی طرح

صورتِ برہم زدن از چشم تنگ — اختلاطِ جانہا صلح و جنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا — صلح اور جنگ میں روح کا شامل ہونا ہے

موجہائے صلح برہم میزنند — کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
(نوری) صلح کی موجوں کو ابھارتے ہیں — سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں

موجہائے جنگ بر شکل دگر — مہرہا را می کند زیر و زبر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اس کے) برعکس — محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں

---

1. مرج۔ یعنی دو سمندروں کی طرح دوزخی اور بہشتی ملے جلے ہیں اور امتیاز اوصاف سے ہے۔ ہمدکاں۔ ہمنشیں، پڑوسی۔ برزخ۔ پردہ، حائل۔ بحر۔ سمندر۔ ژرف۔ گہرا۔ رباط۔ سرائے۔ عقد۔ ہار۔ عقد در۔ درعقد۔ شبہ۔ کانچ کا موتی، پوتھ۔ میہمانِ یکشبہ۔ جو صرف ایک رات کا مہمان ہے اور اہل خانہ سے ملا جلا ہوا ہے لیکن اگلے روز ہی جدا ہو جائے گا۔ طالح۔ بدبخت۔ بو۔ بود کا مخفف۔ منتبہ۔ آگاہ۔ نیم۔ آدھا۔
2. زہر مار۔ سانپ کا زہر۔ قیر۔ ایک کالا روغن ہے۔ ہر دو۔ یعنی ناری اور نوری لوگوں کا ٹکراؤ ہوتا رہتا ہے لیکن دونوں اپنی اپنی حالت پر رہتے ہیں چونکہ یہ کیفیت ازلی ہے۔ جسم۔ یعنی یہ جسموں کی کشمکش دراصل روحوں کی کشمکش ہے۔ موجہائے صلح۔ یعنی نوری یہ کوشش کرتے ہیں کہ حق کی طرف سے ناریوں میں کینہ نہ رہے محبت پیدا ہو جائے۔ موجہائے جنگ۔ ناری اس کے کوشاں رہتے ہیں کہ عداوت پہلے محبت کا غلبہ نہ ہو سکے۔

مہر تلخاں[1] را بشیریں می کشد — زانکہ اصل مہرہا باشد رَشد
محبت، کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے — اس لئے کہ محبتوں کی اصل، راہ روی ہے

قہر شیریں را بہ تلخی می بَرد — تلخ با شیریں کجا اندر خورد
عداوت، میٹھے کو تلخ بناتی ہے — کڑوا، میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے؟

تلخ و شیریں زیں نظر ناید پدید — از دریچہ عاقبت تانند دید
کڑوا اور میٹھا اس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے — انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں

چشم آخر بیں تواند دید راست — چشم اول بیں غرورست و خطاست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے — ابتداء کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود — لیک زہر اندر شکر مضمر بود
(اے) مخاطب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں — لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے

آنکہ زیرک تر بود بشناسدش — چونکہ دید از دورش اندر کشمکش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اس کو پہچانتا ہے — جبکہ دور سے اس کو کشمکش میں دیکھتا ہے

واں دگر درپیش رو بوئے برد — واں دگرچوں دست بنہد کرد رد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے — اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے، رد کر دیتا ہے

واں دگر بشناسدش تا بو کند — واں دگر چوں بر لب و دنداں[2] نہد
اور وہ (چوتھا) اس کو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے — اور وہ (پانچواں) جب وہ ہونٹ اور دانت پر رکھتا ہے (چباتا ہے)

پس لبش ردّش کند پیش از گلو — گرچہ نعرہ میزند شیطاں کلوا
تو حلق سے پہلے ہی اس کے ہونٹ اس کو رد کر دیتے ہیں — اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ

واں دگر را در گلو پیدا کند — واں دگر را در بدن رسوا کند
اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے — اور اس (ساتویں) کو بدن میں پہنچ کر شرمندہ کرتا ہے

واں دگر را در حدث سوزش کند — دمبدم زخم جگر دوزش دہد
اور اس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے — پے در پے اس میں جگردوز زخم پیدا کرتا ہے

واں دگر را بعد ایام و شہور — واں دگر را بعد مرگ اندر قبور
اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد — اور اس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں

تلخاں۔ یعنی ناری۔ اندر خوردن۔ موافقت کرنا۔ زیں نظر۔ یعنی ظاہر بیں نظر۔ پدید۔ ظاہر۔ دریچہ عاقبت یعنی انجام کی آنکھ کا دریچہ۔ غرور۔ دھوکا۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ آنکہ زیرک۔ یعنی سمجھدار آدمی فوراً ہی اس ملمع سازی کو سمجھ جاتا ہے، مدعی فقراء کو پہچاننے میں انسانوں کے مختلف مراتب ہیں جن کو مولانا نے ان اشعار میں سمجھایا ہے۔ بوئے برد۔ یعنی بعض لوگ مصنوعی پیر کو جب سمجھتے ہیں جب بالکل اس کے سامنے پہنچیں اور بعض جب سمجھتے ہیں جب ہاتھ میں ہاتھ پکڑا دیں۔ بو کند۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب ادنیٰ میل جول ہوتا ہے۔

لب و دنداں۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب برت لیتے ہیں۔ پیش از گلو۔ یعنی اس مصنوعی پیر کی تعلیمات کو حلق تک نہیں پہنچنے دیتے ہیں۔ در گلو۔ بعض جب سمجھتے ہیں جب وہ تعلیمات حلق تک پہنچ جاتی ہیں۔ در بدن۔ بعض کو جب احساس ہوتا ہے جب اس کی زہریلی تعلیمات کا بدن پر اثر پڑتا ہے۔ در حدث۔ خراب غذا کا اثر بسا اوقات پاخانہ پھرتے وقت ظاہر ہوتا ہے۔ ایام۔ یعنی زندگی میں بد اثرات کو محسوس کر لیتے ہیں۔

ور دهندش مهلت اندر قعر گور[1] — لابد آں پیدا شود یوم النشور
اور اگر اس کو قبر کے گڑھے میں مہلت دے دیتے ہیں — لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

ہر نبات و شکرے را در جہاں — مہلتے پیداست از دورِ زماں
ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں — رفتارِ زمانہ سے، ایک وقت درکار ہے

سالہا باید کہ تا از آفتاب — لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب
سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے — لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے

پنج سال و ہفت باید تا درخت — یابد از میوہ رسانی فر و بخت
پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت — پھل دینے کی وجہ سے شان وشوکت اور نصیبہ حاصل کرے

باز تره[2] در دو ماه اندر رسد — باز تا سالے گل احمر رسد
پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے — اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے

بہر ایں فرمودِ حق عز و جل — سورة الانعامِ در ذکر اجل
اسی لئے اللہ عز و جل نے ذکر فرمایا ہے — سورۂ انعام کو مدت کے بارے میں

ایں شنیدی موبمویت گوش باد — آبِ حیوانست خوردی نوش باد
تو نے یہ سنا، خدا کرے تیرا رواں رواں کان بن جائے — جو تو نے پیا آبِ حیات ہے، خدا کرے تریاق ثابت ہو

آبِ حیواں خواں مخواں ایں را سخن — روحِ نو بیں در تنِ حرفِ کہن
اس کو آبِ حیات کہہ، بات نہ کہہ — پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق — ہمچو جاں[3] او سخت پیدا و دقیق
اے دوست! تو ایک دوسرا نکتہ سن — جو روح کی طرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے

در مقامِ ہست ایں ہم زہر مار — از تصاریف خدائے خوشگوار
ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے — خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار (بنانے والا) ہے

---

1. قعر گور۔ قبر کا گڑھا، یعنی بعض اشخاص کو ان بری تعلیمات کا احساس قبر میں جا کر ہوتا ہے۔ یوم النشور۔ حشر کا دن، غرضیکہ بدعقیدہ پیروں کی تعلیمات کا مضر اثر محسوس کرنے میں انسانوں میں بہت تفاوت ہے اور ہر انسان کے لئے ان کو محسوس کرنے میں ایک وقت لگتا ہے، اللہ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، اس وقت سے پہلے اس کام کی تکمیل نہیں ہوتی ہے۔ ہر نبات۔ اللہ نے ہر چیز کی تکمیل کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے۔ لعل۔ آفتاب لعل کی ہزاروں برس تربیت کرتا ہے تب اس کا رنگ وروپ نکھرتا ہے۔ درخت۔ پھلدار درخت میں پھل پانچ سات سال میں آتا ہے۔
2. تره۔ سبزی۔ اجل۔ سورہ انعام میں ہے ہوالذی خلقکم من طین ثم قضی اجلا، وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر ایک میعاد ٹھہرا دی۔ ایں شنیدی۔ یعنی یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کی ایک میعاد مقرر فرما دی ہے اور یہ کہ اشرار اور ابرار بظاہر مشتبہ ہیں لیکن حقیقت بیں نظر میں ممتاز ہیں۔ موبمو۔ بال بال، مراد جسم کا ہر حصہ۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ ایں را سخن۔ یعنی یہ بات کہ ہر چیز کے لئے منجانب ایک میعاد مقرر ہے جس میں وہ کمال کو پہنچتی ہے کوئی معمولی بات نہیں اگر اس کو اچھی طرح سمجھ کر عمل پیرا ہو تو حیات ابدی مل جاتی ہے۔
3. ہمچو جان۔ جس طرح روح، ظاہر بھی ہے اور مخفی بھی، اسی طرح یہ نکتہ ہے یعنی اگرچہ منجانب اللہ ہر چیز کے لئے میعاد کا مقرر ہونا آبِ حیات ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مسئلہ کے متضاد پہلو اور اثرات ہیں جن کو مولانا نے نیچے کے تیرہ شعروں میں واضح کیا ہے۔ زہر مار۔ جو لوگ میعاد وقدر کے معاملہ میں اسباب کو مؤثر بالذات اور اللہ کا غیر سمجھتے ہیں، وہ ہلاک ہوتے ہیں۔ خوشگوار۔ یہ مسئلہ ان کے لئے خوشگوار ہے جو اسباب کی کثرت میں وحدت حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ زہر۔ ان لوگوں کے لئے ہے جو اسباب کی کثرت کو غیر حق سمجھ بیٹھتے ہیں۔

در مقامے زہر و در جائے دوا[1]
ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے

در مقامے کفر و در جائے روا
ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے

در مقامے خار و در جائے چو گل
ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے

در مقامے سرکہ و در جائے چو مل
ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ شراب جیسا ہے

در مقامے خوف و در جائے رَجا
ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے

در مقامے بُخل و در جائے سخا
ایک جگہ بخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے

در مقامے فقر و در جائے غنا
ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے

در مقامے قہر و در جائے رَضا
ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے

در مقامے جور[2] و در جائے وفا
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے

در مقامے منع و در جائے عطا
ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے

در مقامے دُرد و در جائے صفا
ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے

در مقامے خاک و جائے کیمیا
ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے

در مقامے عیب و در جائے ہنر
ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہنر ہے

در مقامے سنگ و در جائے گہر
ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے

در مقامے حنظل و جائے شکر
ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے

در مقامے خشک و در جائے مطر
ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے

در مقامے ظلم و جائے محض عدل
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے

در مقامے جہل و جائے عین عقل
ایک جگہ جہل ہے اور ایک جگہ پوری عقل ہے

گرچہ ایں جا اُو گزند جاں بود
اگرچہ اس جگہ وہ جان کا نقصان ہے

چوں بدانجا در رسد درماں بود
جب اس جگہ پہنچے تو علاج ہے

آب در غورہ ترش باشد و لیک
رس کچے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن

چوں بانگوری رسد شیرین و نیک
جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے

باز در خم اُو شود تلخ و حرام
پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے

در مقامے سر کگے نعم الادام
سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے

ایں چنیں باشد تفاوت در امور
اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے

مردِ کامل ایں شناسد در ظہور
کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

---

[1] دوا۔ ان لوگوں کے لئے ہیں جو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ خوف۔ یعنی یہی مسئلہ خوف کا سبب ہے اور اسی سے امید وابستہ ہے۔ نیز دل اس کے سمجھنے میں کبھی بخل سے کام لیتا ہے کبھی سخا سے کام لیتا ہے۔ فقر۔ یعنی دولت ایمان سے تہی دست بنا دیتا ہے کبھی ایمان سے مالا مال کر دیتا ہے کبھی قہر خداوندی کا سبب بنتا ہے کبھی رضائے الٰہی کا سبب بن جاتا ہے۔

[2] جور۔ جبکہ اس مسئلہ کو غلط طور پر انسان سمجھے تو یہی ظلم ہے، صحیح سمجھے تو اپنے ساتھ وفاداری ہے، حصول سعادت سے مانع بھی ہے اور سعادت عطا بھی کرتا ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ صفا۔ یعنی صاف شراب۔ حنظل۔ اندرائن۔ ایں جا۔ یعنی جبکہ اس کو صحیح طور پر نہ سمجھے۔ غورہ۔ کچا انگور یعنی محل کے بدلنے سے چیزوں کے خواص اور تاثیرات بدل جاتی ہیں۔ حرام۔ جب شیرۂ انگور خمر بن جائے تو حرام ہے، سرکہ بن جائے تو بہترین سالن ہے۔

در بیانِ آنکہ اُنچہ ولی کامل کند مریداں را نشاید گستاخی

اس بات کے بیان میں جو ولی کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور

کردن و ہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب را زیاں ندارد و

وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے اور

مریض رازیاں دارد و سرما و برف انگور رسیدہ رازیاں

مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا

ندارد اما غورہ رازیاں دارد کہ در راہ است و نارسیدہ

ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں

لِیَغۡفِرَ لَکَ[1] اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡبِکَ وَ مَا تَاَخَّرَ. صَدَقَ اللّٰہُ

ہیں تاکہ اللہ بخش دے تیرے اگلے پچھلے گناہ، اللہ نے سچ فرمایا

گر ولی زہرے خورد نوشے شود
اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے
ور خورد طالب سیہ ہوشے شود
اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے

رَبِّ هَبْ لِی از سلیماں آمدست
رَبِّ هَبْ لِی (حضرت) سلیمان سے منقول ہے
کہ مدہ غیر مرا ایں ملک و دست
کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور غلبہ نہ عطا کر

تو مکن با غیر من ایں لطف و جود
میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما
ایں حسد را ماند اما آں نبود
یہ حسد سے مشابہ ہے، لیکن حسد نہیں تھا

نکتۂ لَا یَنۡبَغِیۡ میخواں بجاں
لَا یَنۡبَغِیۡ کا نکتہ غور سے پڑھ
سِرِّ مِنۡ بَعۡدِیۡ ز بخل او مداں
مِنۡ بَعۡدِیۡ کا راز ان کے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ

بلکہ اندر ملک دید او صد خطر
بلکہ سلطنت میں انہوں نے سو خطرے محسوس کئے
موبمو[2] ملک جہاں بد بیم سر
پوری دنیا کی سلطنت، جان کا خطرہ تھی

بیم سَر یا بیم سِرّ یا بیم دیں
جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف
امتحانے نیست مارا مثل ایں
ہمارے لئے اس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے

پس سلیماں ہمتے باید کہ او
پس کوئی سلیمان علیہ السلام جیسی ہمت والا چاہئے کہ جو
بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو
ان لاکھوں رنگ و بو سے (بچ کر) نکل جائے

باچناں قوت کہ او را بود ہم
اس قوت کے ہوتے ہوئے جو ان کو حاصل تھی
موجِ آں ملکش فرومی بست دم
اس سلطنت کی موجیں ان کا سانس گھونٹتی تھیں

---

1. لیغفر لک۔ بعض مباحات کاملوں کے لئے مفید ہیں لیکن ناقصوں کے لئے مضر ہوتے ہیں، حضورﷺ کا وہ مقام تھا جس میں کسی مباح سے تلذذ اور نفع اندوزی نقصان کا سبب نہیں بن سکتی تھی۔ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی، یہ حضرت سلیمان کی دعا ہے جو قرآن میں منقول ہے یعنی اے خدا میرے جیسی سلطنت میرے بعد اور کسی کو نہ دینا۔ مولانا اس آیت کا مطلب یہ سمجھا رہے ہیں کہ یہ دعا حسد پر مبنی نہ تھی بلکہ حضرت سلیمان علیہ السلام یہ سمجھتے تھے کہ اس عظیم الشان سلطنت کا بار میں تو اٹھا سکتا ہوں، کوئی دوسرا نہیں اٹھا سکے گا، اس کے لئے اس قسم کی سلطنت مضر ہوگی تو یہ فرمانا دوسروں پر شفقت کی وجہ سے تھا نہ کہ حسد کی وجہ سے۔
2. موبمو۔ بال بال، یعنی مکمل۔ بیم سر۔ جان کا خوف۔ بیم سِر۔ یعنی روح کے لئے خطرہ۔ بیم دیں۔ یعنی دین کے لئے خطرہ۔ رنگ و بو۔ یعنی سلطنت کے گوناگوں مسائل۔ او را۔ یعنی حضرت سلیمان میں اس عظیم سلطنت کے بار کے تحمل کی قوت تھی لیکن پھر بھی وہ مخلل انداز ہوئی۔

خواں وَاَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ[1] — چوں بماند از تخت و ملک خود تہی
اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ پڑھ — کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئی

چوں بر و بنشست زیں اندوہ گرد — بر ہمہ شاہانِ عالم رحم کرد
جب ان پر اس غم کی گرد بیٹھی — دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا

شد شفیع و گفت ایں ملک و لوا[2] — با کمالے دِہ کہ دادی مَرمرا
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا — اس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تو نے مجھے دیا ہے

ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم — اُو سلیمان ست و آنکس ہم منم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے — وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں

اُو نباشد بعدی اُو باشد معی — خود معی چہ بود منم بے مدعی
وہ میرے بعد نہ ہوگا وہ میرے ساتھ ہوگا — میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے، وہ میں ہی ہوں بغیر کسی دعویدار کے

شرحِ ایں فرض ست گفتن لیک من — باز میگردم بقصہ مرد و زن
اس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں — پھر مرد اور عورت کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں

مخلص ماجراے عرب و جفت اُو در فقر و شکایت

اعرابی اور اس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مُخلَصے — باز می جوید روانِ مُخلِصے
مرد اور عورت کے قصہ کے خلاصے کو — ایک مخلص کی روح تلاش کر رہی ہے

ماجرائے مرد و زن افتاد نقل — ایں مثالِ نفس خود می داں و عقل
مرد اور عورت کا قصہ ایک مثال واقع ہوا ہے — اس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ

ایں زن و مردے کہ نفس ست و خرد — نیک بایست ست بہر نیک و بد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے — نیک اور بد کے لئے ضروری ہے

ویں دو پا بستہ دریں خاکی سرا — روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
یہ دونوں اس عالم سفلی کے پابند ہیں — دن رات، جنگ اور بحث میں ہیں

زن ہمی خواہد حویج خانقاہ — یعنی آبِ رُو و نان و خوان و جاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے — یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت

اَلْقَیْنَا عَلٰی کُرْسِیِّهٖ جَسَدًا۔ ہم نے ڈال دیا اس کی کرسی پر ایک جسم، یہ آیت حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے۔ جس کی تفسیر بعض مفسرین نے یہ کی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے لاعلمی میں ایک مشرکہ عورت سے نکاح کر لیا جس کی پاداش میں ان کی وہ انگوٹھی صخر نامی جن لے گیا جس میں ان کی سلطنت کا راز مضمر تھا اور آپ کے تخت سلطنت پر قابض ہو گیا چند روز بعد وہ انگوٹھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کے ہاتھ آئی تب تخت سلطنت پر دوبارہ قابض ہوئے۔

لوا۔ جھنڈا۔ کمالے۔ تاکہ وہ اس کمال کے ذریعہ غلطی کی تلافی کر سکے۔ بعدی۔ مولانا نے اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ وہ مجھ سے کم رتبہ نہ ہو۔ معی۔ میرے ساتھ، یعنی کمالات میں مجھ جیسا ہو۔ مخلص۔ میم اور لام کے فتحہ کے ساتھ، خلاصہ، میم کے ضمہ اور لام کے کسرہ کے ساتھ، خالص محبت والا دوست۔ ایں مثال۔ یعنی عورت سے مراد نفس اور مرد سے مراد عقل ہے۔ پابستہ۔ مقید۔ خاکی سرا۔ دنیا۔ ماجرا۔ جھگڑا۔ حویج۔ حوائج کا اختصار ہے۔ خانقاہ۔ گھر۔

نفس ہمچوں زن پئے چارہ گری — گاہ خاکی[1] گاہ جوید سروری

نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے — کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے

عقل خود زیں فکرہا آگاہ نیست — در دماغش جز غم اللہ نیست

عقل، ان افکار سے واقف نہیں ہے — اس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

گرچہ سرِّ قصہ ایں دانہ است و دام — صورتِ قصہ شنو اکنوں تمام

اگرچہ قصہ کا راز یہ دانہ ہے، اور جال — قصہ کا ظاہر ہے، اب پورا قصہ سن

گر بیانِ معنوی کامل شدے — خلق عالم عاطل و باطل بدے

اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے — عالم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے

گر محبت فکرت و معنے ستے — صورتِ صوم و نمازت نیستے

اگر محبت، فکر اور باطنی معاملہ ہوتا — تو تیری نماز اور روزے کی صورت معدوم ہو جاتی

ہدیہ[2] ہائے دوستاں باہم دگر — نیست اندر دوستی اِلّا صور

دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے — دوستی میں محض صورتیں ہیں

تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا — بر محبت ہائے مضمر در خفا

تا کہ تحفے گواہی دیں — اندر چھپی ہوئی محبتوں پر

زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند — بر محبت ہائے سرِّ اے ارجمند

کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں — اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ — مست گاہے از مے و گاہے ز دوغ

تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا — مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے

دوغ خوردہ مستئے پیدا کند — ہائے و ہوئے و سر گرانیہا کند

چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے — ہائے و ہو اور نشہ دکھاتا ہے

آں مُرائی در صلوٰۃ و در صیام — می نماید جدوجہدے بس تمام

ریاکار نماز اور روزے میں — پوری جدوجہد ظاہر کرتا ہے

تا گماں آید کہ اُو مست وِلاست — چوں حقیقت بنگری غرقِ ریاست

تا کہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے — جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

---

1. خاکی۔ عاجزی۔ سروری۔ سرداری۔ گرچہ۔ یعنی اس قصہ کی حقیقت بمنزلہ دانہ کے ہے اور قصہ کی صورت جال ہے۔ معنوی۔ باطنی۔ عاطل۔ بیکار، عبث۔ باطل۔ لغو۔ گر محبت۔ اگر محبت خداوندی محض ایک باطنی معاملہ ہوتا تو پھر نماز، روزہ کی فرضیت کی ضرورت نہ ہوتی حالانکہ یہ بھی شریعت میں ضروری ہیں۔

2. ہدیہ ہائے۔ دوستوں میں باہمی تحفوں کا لین دین قلبی محبت کے گواہ ہیں جو دل میں چھپی ہوئی ہے۔ مضمر۔ پوشیدہ۔ خفا۔ باطن۔ احسانہائے ظاہر۔ ظاہری احسانات چھپی ہوئی محبت کے گواہ ہوتے ہیں۔ ارجمند۔ بوزن نقشبند، صاحب مرتبہ، عزیز۔ شاہد۔ لیکن گواہ ہمیشہ سچا ہی نہیں ہوتا، جو ظاہری مستی دکھاتا ہے، کبھی وہ حقیقتاً مست ہوتا ہے، کبھی اس کی مستی بناوٹی ہوتی ہے۔ دوغ۔ مٹھا، چھاچھ۔ مرائی۔ ریاکار یعنی ریاکار کی نماز اور روزہ جھوٹے گواہ ہیں اس کا دل محبت خداوندی سے خالی ہوتا ہے۔ ولا۔ دوستی۔ ریا۔ دکھاوا۔

حاصل، افعالِ برونی[1] رہبرست　　تانشاں باشد بر آنچہ مضمرست
الحاصل، ظاہری افعال رہبر ہیں　　تاکہ اس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے

راہبر گہ حق بود گاہے غلط　　گہ گزیدہ باشد و گاہے سُقط
رہبر، کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے　　کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے

یا رب آں تمیز دہ ما را بخواست　　تا شناسیم آں نشانِ کژ ز راست
اے خدا! درخواست پر ہمیں وہ تمیز عطا کردے　　کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں

حِسّ را تمیز دانی چوں شود　　زانکہ حِسّ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہ بُود
تجھے معلوم ہے حس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟　　جبکہ حس ''وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' بن جائے

ور اثر نبود سبب ہم مظہرست[2]　　ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
اگر اثر نہ پایا جائے، سبب بھی ظاہر کرنے والا ہے　　جیسے رشتہ داری، جو محبت کی خبر دینے والی ہے

نبود آنکہ نورِ حقش شد امام　　مَر اثرہا یا سبب ہارا غلام
جس شخص کے لئے اللہ کا نور امام بن جائے وہ نہیں رہتا　　آثار اور سبب کا غلام

چونکہ نور اللہ در آید در مشام　　مر اثر را یا سبب را نبود غلام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے　　وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا

تا محبت در دروں شعلہ زند　　زفت گردد و ز اثر فارغ کند
جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے　　تو قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے

حاجتش نبود پئے اعلامِ مہر　　چوں محبت نورِ خود زد بر سپہر
محبت کے ظاہر کرنے کیلئے اسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے　　جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچا دیتی ہے

ہست تفصیلات تا گردد تمام　　ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو　　یہ بات، لیکن تو خود تلاش کر لے والسلام

گرچہ[3] شد معنی دریں صورت پدید　　صورت از معنی قریب ست و بعید
اگرچہ معنی اس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں　　(لیکن) صورت معنی سے قریب بھی ہے اور دور (بھی) ہے

در دلالت ہمچو آبند و درخت　　چوں بماہیت روی دور اندسخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کی طرح ہیں　　تو اگر حقیقت پر غور کرے گا (ایک دوسرے سے) بہت دور ہیں

---

[1] افعالِ برونی۔ ظاہری افعال۔ گزیدہ۔ برگزیدہ، یعنی سچا راہبر۔ سقط۔ بیکار، ناکارہ۔ بخواست۔ یعنی ہماری درخواست ہے۔ نشان۔ علامت، یعنی ظاہری اعمال۔ حس۔ یعنی عمل حقیقی اور ریاکاری میں انسان جب فرق کر سکتا ہے جب اس کو اللہ اپنا نور عطا فرمائے۔ ور اثر۔ یعنی ظاہری اعمال کے علاوہ اور اسباب بھی محبت کا پتہ دیتے ہیں مثلاً رشتہ داری ہے، اگر ظاہری لین دین نہ ہو تو بھی رشتہ داری یہ بتاتی ہے کہ باہمی محبت ہے۔

[2] مظہر۔ ظاہر کرنے والا۔ مخبر۔ خبر دینے والا۔ نبود۔ یعنی جب نورِ خداوندی دل میں سما جاتا ہے تو اعمالِ ظاہری بتقاضائے محبت صادر ہوتے ہیں، ثواب و عذاب یا اظہارِ عبودیت ان کا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ تا محبت جب کسی کے باطن میں محبت کی آگ لگی ہوتی ہے اور وہ محبت توانائی حاصل کر لیتی ہے تو بغیر علامتوں کے بھی پہچانی جاتی ہے۔ اعلام۔ بتانا۔ لیکن بجو تو۔ اس مضمون کی تفصیلات بہت ہیں تو خود تلاش کر لے۔

[3] گرچہ۔ یعنی محبت کا ظہور بصورتِ اعمال ہوتا ہے لیکن محبت اور علامت میں بہت مناسبت بھی ہے اور دونوں ایک دوسرے سے جدا بھی ہیں۔ در دلالت۔ درخت کی سبزی پانی کے وجود کو بتاتی ہے لیکن پانی اور درخت دو جداگانہ حقیقتیں ہیں۔

دانہ[1] بیں کز آب و خاک و آفتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کی وجہ سے
چوں درختے گشت در عالم شتاب
کیسے بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا

ور بماہیت بگردانی نظر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے
دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
ایک دوسرے سے بہت دور ہیں

ترکِ ماہیات و خاصیات گو
ماہیتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ
شرح کن اقوالِ آں دو رزق جو
ان دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی تفصیل بتا

باز گو از ماجرائے مرد و زن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سنا
زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

دل نہادنِ مردِ عرب بر التماسِ دلبر خویش و سوگند
اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ

خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست
اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذشتم از خلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا
حکم داری تیغ برکش از غلاف
تجھے حکم دینے کا حق ہے، تلوار نیام سے نکال لے

ہرچہ گوئی مر ترا فرماں برم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا
در بد و نیک آید آنرا ننگرم
اگر اچھائی برائی آئے گی اس کو نظرانداز کروں گا

در وجودِ تو شوم من منعدم
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا
چوں محبم[2] حُبُّ یُعمی و یُصم
جبکہ میں عاشق ہوں، محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

گفت زن آہنگ برّم می کنی
عورت نے کہا، تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے
یا بحیلت کشف سرّم می کنی
یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے

گفت وَاللّٰهُ عَالِمُ السِّرِّ الْخَفِیِّ
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا ہے
کافرید از خاک آدم را صفی
جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے

در سہ گز قالب کہ دادش وا نمود
تین گز کے جسم میں جو ان کو دیا، ظاہر فرما دیں
آنچہ در ارواح و در الواح بود
وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں

یاد دادش لوحِ محفوظِ وجود
ان کو وجود کی لوحِ محفوظ یاد کرا دی
تابدانست آنچہ در الواح بود
یہانتک کہ وہ ان تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں

---

[1] دانہ۔ درخت، بیج، مٹی، پانی اور سورج کی گرمی سے بنتا ہے لیکن ان کی حقیقتیں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ التماس۔ گزارش۔ دلبر۔ معشوق۔ سوگند۔ قسم۔ گذشتم از خلاف۔ میں نے اختلاف چھوڑ دیا۔ حکم داری۔ تجھے حکم دینے کا اختیار ہے۔ تیغ۔ یعنی تلوار چلائے تو گردن حاضر ہے۔ منعدم۔ محو، فنا۔

[2] محبم۔ محب ہستم۔ یعمی۔ اندھا کر دیتا ہے۔ یصم۔ بہرا کر دیتا ہے۔ بر۔ احسان، سلوک۔ حیلت۔ تدبیر۔ کشف سِر۔ راز کھولنا۔ آفریدن۔ پیدا کرنا۔ صفی۔ برگزیدہ، منتخب۔ قالب۔ یعنی جسم آدمؑ۔ الواح۔ لوح کی جمع ہے، تختی، الواح سے لوحِ محفوظ مراد ہے یا دیگر لوحیں مراد ہیں۔

تا ابد[1] ہرچہ کہ از پس بود و پیش
ابد تک جو ماضی اور مستقبل میں تھا

درس کرد از عَلَّمَ الْاَسْمَآءِ خویش
اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعے ان کو پڑھا دیا

تا ملک بے خود شد از تدریس او
اس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہو گئے

قدسِ دیگر یافت از تقدیس او
ان فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کر کے اور پاکیزگی حاصل کر لی

آں کشادِ شاں کز آدمؑ رو نمود
وہ انکشافات جو ان کو (حضرت) آدمؑ سے حاصل ہوئے

در کشادِ آسمانہا شاں نبود
وہ آسمانوں کے انکشافات میں ان کو حاصل نہ تھے

در فضائے عرصۂ آں پاک جاں
اس پاک جان کے میدان کی وسعت (کے مقابلہ) میں

تنگ آمد عرصۂ ہفت آسماں
ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہو گیا

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے

من نگنجم ہیچ در بالا و پست
میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں

در زمین و آسمان و عرش نیز
زمین اور آسمان اور عرش میں بھی

من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
میں نہیں سما سکتا ہوں، اے پیارے! یقین کر

در دلِ مومن بگنجم اے عجب
تعجب ہے، مومن کے دل میں سما جاتا ہوں

گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
اگر میری تلاش کرے ان دلوں میں تلاش کر

گفت[2] فَادْخُلْ فِیْ عِبَادِیْ تَلْتَقِیْ
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہو جا تو پا لے گا

جَنَّةً مِنْ رُؤْيَتِیْ یَا مُتَّقِیْ
میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!

عرش با آں نور و پہنائی خویش
عرش نے باوجود اپنے نور اور وسعت کے

چوں بدید اُو را برفت از جائے خویش
جب اس کو دیکھا، بے قرار ہو گیا

خود بزرگی عرش باشد بس پدید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے

لیک صورت کیست چوں معنی رسید
لیکن صورت کیا چیز ہے، جب معنی آ پہنچیں؟

ہر ملک می گفت ما را پیش ازیں
ہر فرشتہ کہتا تھا، ہمیں اس سے پہلے

اُلفتے می بود بَر روئے زمیں
روئے زمین سے محبت تھی

تخم خدمت در زمیں می کاشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے

زاں تعلق ما عجب می داشتیم
اس تعلق سے ہم متعجب تھے

---

[1] ابد۔ ختم نہ ہونے والا مستقبل زمانہ۔ تقدیس۔ یعنی فرشتوں نے کہا سُبْحَانَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ ”اے خدا تیری ذات پاک ہے ہمیں بجز اس کے کچھ معلوم نہیں جو تو نے ہمیں بتا دیا ہے۔ آں کشاد۔ جو معلومات فرشتوں کو آدم سے حاصل ہوئیں وہ آسمانوں سے حاصل نہ تھیں۔ در فضائے۔ اسماء کی تعلیم کے بعد، آدم علیہ السلام کی وسعتوں کی آسمانوں میں گنجائش نہ تھی۔ گفت پیغمبر۔ حدیث قدسی ہے ”لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب۔ عبدی المومن۔“ مجھے نہ میری زمین سما سکتی ہے نہ میرا آسمان، ہاں میرے مومن بندے کا دل سما سکتا ہے۔

[2] گفت۔ قرآن پاک میں ہے۔ ”فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔“ پس داخل ہو ہمارے بندوں میں اور داخل ہو جا ہماری جنت میں، مولانا نے اس آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مومن کے دل میں سما کر دیدار کی جنت میں پہنچ جا۔ یعنی قلب مومن میں اللہ کی رویت میسر آ سکتی ہے۔ با۔ باوجود۔ پہنا۔ وسعت۔ از جا رفتن۔ بیقرار ہونا۔ صورت۔ یعنی مادی چیز۔ معنی۔ یعنی روحانی چیز۔

کایں تعلق چیست با ایں خاکداں[1]
کہ اس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟
چوں سرشت ما بدست از آسماں
جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے

الفِ ایں انوار با ظلمات چیست
ان نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟
چوں تواند نور با ظلمات زیست
نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟

آدما آں الف از بوئے تو بود
اے آدمؑ! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی
زانکہ جسمت را زمیں بد تار و پود
کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی

جسمِ خاکت را ازیں جا یافتند
تیرے خاکی جسم کو اس جگہ سے حاصل کیا
نورِ پاکت را در آنجا تافتند
تیرے پاک نور کو اس جگہ چمکایا

ایں کہ جانِ ما زروحت یافت ست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے
پیش پیش از خاک آں می تافت ست
پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے

در زمیں بودیم و غافل از زمیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے
غافل از گنجے کہ دروے بد دفیں
اس خزانہ سے غافل تھے جو اس میں مدفون تھا

چوں سفر فرمود مارا زاں مقام
جب ہمیں اس جگہ سے سفر کرنے کا حکم فرمایا
تلخ شد مارا ازاں تحویل کام
اس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہو گیا

تاکہ حجتہا ہمی گفتیم ما
یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں
کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئے گا؟

نورِ ایں تسبیح و ایں تہلیل را
اس تسبیح اور تہلیل کے نور کو
می فروشی[2] بہر قال و قیل را
تو لڑائی، جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے

حلمِ حق گسترد بہر ما بساط
اللہ (تعالیٰ) کے حلم نے ہمیں موقع دیا
کہ بگوئید از طریق انبساط
کہ کھل کر کہو

ہر چہ آید بر زباں تاں بے حذر
بلاخوف، جو تمہاری زبان پر آئے
ہمچو طفلانِ یگانہ باپدر
جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے

ما ہمی دانیم خود رازِ شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں
لیک می خواہیم آوازِ شما
لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں

زانکہ ایں دَمہا چہ گر نالائق ست
اس لئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں
رحمتِ من بر غضب ہم سابق ست
(لیکن) میری رحمت، غصہ پر سبقت رکھتی ہے

---

[1] خاکداں۔ زمین۔ الف۔ الفت، محبت۔ انوار۔ یعنی ملائکہ۔ ظلمات۔ یعنی دنیا کی چیزیں۔ تار و پود۔ تانا، بانا۔ جسمِ خاکت۔ یعنی آدم علیہ السلام کا جسم تو خاکی ہے اس میں نورِ علم آسمانی ہے۔ ایں کہ۔ یعنی علم کا نور۔ چوں سفر۔ اللہ نے فرشتوں کو زمین سے منتقل ہونے کا حکم دیا تو فرشتوں پر یہ حکم بھاری پڑا۔ حجتہا۔ یعنی فرشتوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ تو زمین میں ہماری جگہ انسانوں کو بسانا چاہتا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد برپا کر دیں گے۔

[2] می فروشی۔ یعنی فرشتوں نے کہا کہ ہم تو روئے زمین پر تیری تسبیح و تہلیل کرتے ہیں تو انسانوں کو آباد کرے گا تو وہ تسبیح و تہلیل کے بجائے فتنہ و فساد کریں گے۔ حلم۔ بردباری۔ گستردن۔ بچھانا۔ بساط۔ بچھونا۔ بساط گستردن۔ موقع دینا۔ انبساط۔ خوشی، کشائشِ دل۔ بے حذر۔ بلاخوف۔ آوازِ شما۔ یعنی تمہاری زبان اور آواز سے ہم سننا چاہتے ہیں۔ دمہا چہ۔ چہ تصغیر کے لئے ہے یعنی ادنیٰ باتیں۔ رحمت۔ حدیث قدسی ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ سَبَقَتْ غَضَبِیْ میری رحمت میرے غصہ سے آگے ہے۔

از پئے اظہارِ ایں سبق[1] اے ملک
اے فرشتو! اس سبقت کے اظہار کے لئے
در تو بنہم داعیہ اشکال و شک
میں تم میں اشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں

تا بگوئی و نگیرم بر تو من
تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں
منکر حلمم نیارد دم زدن
میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے

صد پدر صد مادر اندر حلمِ ما
سو باپ اور سو مائیں ہمارے حلم میں
ہر نفس زاید در افتد در فنا
ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

حلم ایشاں کفِ بحر حلم ماست
ان کا حلم ہمارے حلم کے سمندر کا جھاگ ہے
کف رود، آید ولے دریا بجاست
جھاگ تو آتے جاتے رہتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے

خود چہ گویم پیشِ آں دُر ایں صدف
میں کیا بتاؤں، اس موتی کے سامنے یہ سیپ
نیست الّا کفِ کفِ کفِ کف
جھاگ کے جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

حقِ آں کف،[2] حقِ آں دریائے صاف
اس جھاگ کی قسم اور اس صاف دریا کی قسم
کامتحانی نیست ایں گفت و نہ لاف
یہ گفتگو نہ آزمائش ہے نہ بکواس

از سرِ مہر و صفا ہست و خضوع
محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے
حق آنکس کہ بدو دارم رجوع
اس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لوٹنا ہے

گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس
اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمائش کے لئے ہے
امتحاں را امتحاں کن یک نفس
تھوڑی دیر کے لئے آزمائش کو آزما لے

سِرّ مپوشاں تا پدید آید سرم
راز کو نہ چھپا، تاکہ میرا راز (بھی) ظاہر ہو جائے
امر کن تو ہرچہ بروے قادرم
جو میں کر سکتا ہوں اس کا حکم دے

دل مپوشاں تا پدید آید دلم
دل (کی بات) نہ چھپا، تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے
تا قبول آید ہر انچہ قابلم
تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اس کو قبول کروں

چہ کنم در دست من چہ چارہ است
کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟
در نگر تا جانِ من چہ کارہ است
غور کر لے، میں کس کام کا ہوں

تعیین کردنِ زن طریق طلب روزی شوئے خود را قبول کردنِ او

عورت کا اپنے شوہر کیلئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا اور اس کا قبول کر لینا

گفت زن تک آفتابے تافت ست
عورت نے کہا، یہ آفتاب چمکا ہے
عالمے زو روشنائی یافت ست
(اور) دنیا نے اس سے روشنی پائی ہے

---

[1] سبق۔ سبقت۔ داعیہ۔ جذبہ۔ تا بگوئی۔ یعنی تاکہ فرشتے اعتراض کریں اور میں گرفت نہ کروں اور میرے حلم کا ثبوت ہو جائے اور ان کے لئے انکار کا موقع نہ رہے۔ صد پدر۔ یعنی سینکڑوں ماں باپ کی بردباری اللہ کی بردباری کے سامنے ہیچ در ہیچ ہے۔ کف۔ جھاگ، سمندر کے مقابلہ میں جھاگ بے حقیقت چیز ہوتی ہے۔ دُر۔ یعنی حلم باری تعالیٰ۔ صدف۔ یعنی ماں باپ کی بردباری۔ گفت۔ گفتگو۔ لاف۔ گپ، بکواس۔

[2] حق آں کف۔ یہ مقولہ بدو کا شروع ہوا ہے، بیوی نے کہا تھا کہ تیرا اظہارِ محبت امتحان کے لئے ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اس کے جواب میں کہا ہے کہ میری باتیں محبت پر مبنی ہیں، امتحانی اور آزمائشی نہیں ہیں۔ رجوع۔ واپسی یعنی مرنے کے بعد۔ صفا۔ خلوص۔ خضوع۔ عاجزی، انکساری۔ ہوس۔ یعنی صلح کی خواہش۔ سِرّ۔ راز۔ قادر۔ قدرت والا۔ چہ کنم۔ اب جبکہ تو روزی کمانے کو کہتی ہے تو بتا کس طرح کماؤں۔ تک۔ ایک، اب۔ آفتاب۔ یعنی خلیفۂ وقت۔

نائب رحماں خلیفہ کردگار
خدا کا قائم مقام، اللہ کا خلیفہ

گر بہ پیوندی بداں شہ، شہ شوی
اگر تو اس بادشاہ سے وابستہ ہو جائے گا، بادشاہ بنجائے گا

ہمنشینی مُقبلاں چوں کیمیاست
نصیب ور لوگوں کی مصاحبت، کیمیا ہے

چشم احمدؐ بر ابوبکرؓ زدہ
احمد (ﷺ) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم
اس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟

نسبتے باید مرا یا حیلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہئے

ہمچو مجنونے[2] کہ بشنید از یکے
مجنوں کی طرح، کہ جب اس نے کسی سے سنا

گفت آوہ بے بہانہ چوں روم
بولا، افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟

لَیْتَنِیْ کُنْتُ طبیباً حَاذِقاً
کاش میں ماہر طبیب ہوتا

قُلْ تَعَالَوْا گفت حق مارا بداں
اللہ تعالیٰ نے قُلْ تَعَالَوْا ہمارے لئے اسی لئے فرمایا ہے

شب پراں را گر نظر و آلت بدے
چمگادڑوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا

گفت چوں شاہِ کرم میداں رود
بولی، جب شاہِ کرم میدان میں نکلتا ہے

زانکہ آلت دعویٰ ست و ہستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت کا ہے

شہر بغداد[1] ست ازوے چوں بہار
بغداد شہر اس کی وجہ سے (موسم) بہار جیسا ہے

سوئے ہر ادبار تاکے می روی
ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟

چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
ان کی نظر جیسی، کیمیا (بھی) کب ہے؟

اُو زیک تصدیق صدیقے شدہ
وہ ایک تصدیق سے صدیق ہو گئے

بے بہانہ سوئے اُو من چوں روم
ذریعہ کے بغیر میں اس کے پاس کیسے جاؤں؟

ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟

کہ مرض آمد بہ لیلیٰ اندکے
کہ لیلیٰ کسی قدر بیمار ہے

ور بمانم از عیادت چوں شوم
اگر مزاج پرسی سے رہ جاؤں گا تو میرا کیا حال ہوگا؟

کُنْتُ اَمْشِیْ نَحْوَ لَیْلیٰ شَائِقاً
لیلیٰ کے پاس شوق سے جاتا

تابود شرم اِشکنی مارا نشاں
تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے

روز شاں جولان و خوش حالت بدے
دن میں ان کی گردش اور اچھی حالت ہوتی

عین ہر بے آلتی آلت شود
ہر بے سروسامانی، ذریعہ بن جاتی ہے

کار در بے آلتی و پستی ست
(اصل) کام بے سروسامانی اور ذلت ہے

---

1. بغداد۔ عراق کا مشہور شہر ہے، اصل میں باغ داد تھا، اس باغ میں بیٹھ کر نوشیرواں انصاف کیا کرتا تھا۔ پیوندی۔ پیوستن کا فعل مضارع مخاطب ہے۔ شہ۔ یعنی خلیفہ۔ شہ۔ یعنی مالدار۔ ادبار۔ بدبختی۔ چوں۔ یعنی شاہوں کی نظر کیمیا سے بھی بڑھ کر ہے۔ یک تصدیق۔ یعنی معراج کے واقعہ کی تصدیق۔ صدیق۔ بہت سچ بولنے والا، بہت زیادہ تصدیق کرنے والا، یہ حضرت ابوبکرؓ کا لقب ہے۔ پذیرا۔ مقبول۔ بہانہ۔ حیلہ۔
2. مجنوں۔ قیس عامری کا لقب ہے۔ عیادت۔ بیمار کی مزاج پرسی کرنا۔ قُلْ تَعَالَوْا۔ قرآن پاک کی آیت ہے۔ "اے نبی کہہ دے چلے آؤ"۔ "شرم اشکنی۔ شرم کو توڑنا یعنی اللہ تعالیٰ نے چلے آؤ فرما کر بغیر حیلہ جانے میں جو شرم تھی اس کو توڑا ہے۔ شاہِ کرم۔ بخشش والا بادشاہ۔ عین بے آلتی۔ یعنی بے سروسامانی کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ زانکہ۔ ساز و سامان میں انانیت ہے جس سے محرومی ہوتی ہے، بے سروسامانی اور عاجزی سے سوال میں کامیابی ہوتی ہے۔

گفت کے بے آلتی[1] سودا کنم — تا نہ من بے آلتی پیدا کنم

(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کب خیال کر سکتا ہوں؟ — جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کر لوں

پس گواہے بایدم بر مفلسی — تا شہم رحمے کند در مفلسی

پس مفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہئے — تاکہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے

تو گواہی غیر گفت و گو و رنگ — وانما تا رحم آرد شاہِ شنگ

(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی — پیش کر تاکہ محبوب بادشاہ تجھ پر رحم کرے

کایں گواہی کش زگفت و رنگ بد — نزد آں قاضی القضاۃ آں جرح شد

اس لئے کہ گواہی جو گفتگو اور وضع کی تھی — احکم الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے

پس گواہے[2] زاندروں می بایدم — نے گواہی بروں می بایدم

مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے — ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے

صدق می باید گواہِ حالِ اُو — تابتابد نورِ اُو بے قالِ اُو

سچائی اس کے حال کی گواہ ہونی چاہئے — تاکہ اس کا نور اس کی گفتگو کے بغیر چمک جائے

ہدیہ بردن آں عرب سبوئے آبِ باراں از میانِ بادیہ

اس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا

سوئے بغداد بنزدِ خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحط آب ست

خلیفہ بغداد کے پاس اور اس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بود کز بودِ خویش — پاک بر خیزی تو از مجہودِ خویش

عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے — اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا

آبِ باران ست مارا در سبو — ملکت و سرمایہ و اسبابِ تو

ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے — جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے

ایں سبوئے آب را بردار و رو — ہدیہ سا و پیشِ شاہنشاہ شو

پانی کی یہ ٹھلیا اٹھا اور جا — تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا

گو کہ مارا غیر زیں اسباب نیست — در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست

کہنا، ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے — جنگل میں اس سے اچھا پانی نہیں ہے

گر خزانہ اش پُر ز دُرّ و گوہر ست — ایں چنیں آبش نباشد نادِرست

اگرچہ اس کا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے — اس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا (یہ) کمیاب ہے

---

1. بے آلتی۔ بے سروسامانی۔ سودا۔ خیال، شوق یعنی اتنا خلوص ہو جائے کہ تحفہ کی ضرورت نہ رہے۔ گواہے۔ صدق اور اخلاص کی کوئی علامت ہونی چاہئے۔ تو گواہی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کے سامنے جانے کے لئے بھی اخلاص کی گواہی کی ضرورت ہے۔ اگر دل میں اخلاص نہ ہوگا محض ظاہری گفتگو سے کام نہ چلے گا۔

2. پس گواہے۔ شوہر نے کہا باطنی گواہ کی ضرورت ہے۔ صدق آں بود۔ عورت نے شوہر سے کہا اپنی ہستی اور اپنی جدوجہد سے دستبردار ہو جانا ہی سچائی ہے۔ سبو۔ ٹھلیا۔ ملکت۔ مملوک تو۔ مفازہ۔ جنگل۔ فاخر۔ قیمتی، قابل فخر۔ نادر۔ کمیاب۔

چیست آں کوزہ[1] تن محصورِ ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے

اے خداوند ایں خم و کوزہ مرا
اے خدا! میرے اس مٹکے اور کوزے کو

کوزۂ با پنج لولہ پنج حس
پانچ ٹوٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں

تاشود زیں کوزہ منفذ سوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہو جائے

تاچو ہدیہ پیشِ سلطانش بَری
تاکہ ہدیہ میں جب تو اس کو بادشاہ کے سامنے لے جائے

بے نہایت گردد آبش بعد ازاں
اس کے بعد اس کا پانی لاانتہا ہو جائے گا

لولہا بربند و پُر دارش ز خم
اس کی ٹونٹیاں بند کر دے اور اس کو مٹکے سے بھرا رکھ

ریش اُو پُر باد کیں ہدیہ کراست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسر ہے؟

آن نمی دانست کانجا برگذر
اس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر

درمیانِ شہر چوں دریا رواں
شہر کے درمیان، سمندر کی طرح جاری ہے

رَو بر سلطان و کاروبار بیں
بادشاہ کے پاس جا اور کاروبار دیکھ

ایں چنیں حِسہا و اِدراکاتِ ما
اسی طرح ہماری معلومات اور احساسات

اندر اُو آب ایں حواسِ شوربا
اس میں پانی، ہمارے نمکین حواس ہیں

در پذیر از افضل اَللّٰہ اِشتریٰ
''اللہ اشتریٰ'' کی مہربانی سے قبول فرما لے

پاک دار ایں آب را از ہر نجس
اس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ

تاگیرد کوزۂ من خوئے بحر[2]
تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کر لے

پاک بیند باشدش شہ مشتری
اسکو وہ پاک دیکھے، ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اسکا خریدار بن جائے

پُر شود از کوزۂ من صد جہاں
میرے کوزے سے سو جہان بھر جائیں گے

گفت غُضُّوا عَنْ ھَوَیٰ اَبْصَارَکُمْ
فرمایا ہے، خواہش نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھ

لائق چوں تو شہے اینست راست
تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے، یہ درست ہے

ہست جاری دجلہ ہمچوں شکر
شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے

پر ز کشتیہا و شست ماہیاں
کشتیوں اور مچھلیوں کو پکڑنے کے کانٹوں سے پُر ہے

حسن تَجْرِی تَحْتَھَا الْاَنْھَارُ بیں
''تَجْرِی تَحْتَھَا الْاَنْھَارُ'' کا حسن دیکھ

قطرۂ باشد دراں بحر صفا
اس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں

---

[1] چیست آں کوزہ۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی جس طرح بدو اپنی ٹھلیا شاہ بغداد کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چلا، ہمیں بھی اپنے بدن کی ٹھلیا دربار خداوندی میں پیش کرنی ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ ''خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال خرید لیا ہے بعوض جنت کے۔'' لولہ۔ ٹونٹی، یعنی بدن کی ٹھلیا میں پانچ حواس بمنزلہ پانچ ٹونٹیوں کے ہیں ان حواس کے ذریعہ اندر گندگی نہ پہنچنی چاہئے۔ منفذ۔ سوراخ۔ بحر۔ یعنی وحدت کا سمندر۔

[2] خوئے بحر۔ حدیث شریف میں ہے اللہ کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ مشتری۔ خریدار۔ ریش اُو پر باد۔ بدو کو گھمنڈ تھا کہ ایسا تحفہ کسی کو میسر نہ آیا ہوگا اور یہ عجیب تحفہ یقیناً بادشاہ کے لائق ہے۔ گذر۔ گذرگاہ، راستہ۔ دجلہ۔ دال کے فتحہ کے ساتھ، عراق کا مشہور دریا ہے جس کے دونوں طرف شہر بغداد آباد ہے۔ شست۔ شین کے فتحہ سے، نشتر، مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ تجری تحتھا الانھار نہریں اس کے نیچے جاری ہیں، قرآن میں یہ جنت کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔ بحر صفا۔ علوم الٰہی کا سمندر۔

بازجوی[1] و باز بیں و بازیاب — از کہ از مَنْ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبْ
طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر — کس سے؟ اس ذات سے جس کے پاس لوحِ محفوظ ہے

در نمد دوختن زن سبوئے آب را و مُہر بروے نہادن
عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اس پر مہر لگانا

مرد گفت آرے سبوُ را سَر بِبند — ہیں کہ ایں ہدیہ است مارا سود مند
مرد نے کہا، ہاں، ٹھلیا کا منہ بند کردے — یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے

در نمد در دوز تو ایں کوزہ را — تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را
تو اس کوزہ کو نمدے میں سی دے — تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے

کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست — جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
اس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے — (یہ) عمدہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

زانکہ ایشاں زابہائے تلخ و شور — دائما پُر علّت اند و نیم کور
اس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے — ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں

مرغ کاب شور باشد مسکنش — اُو چہ داند جائے آبِ روشنش
جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو — وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے؟

ایکہ اندر چشمۂ شورست جات — تو چہ دانی شَطِّ جیحون و فرات
اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے! — تو جیحوں اور فرات (دریا) کے کنارے کو کیا جانے؟

اے تو نارُستہ ازیں فانی رَباط — تو چہ دانی صحو و سُکر و انبساط
اے وہ کہ تو اس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا! — تو صحو اور سُکر اور انبساط کو کیا جانے؟

ور بدانی نَقلت از اَب و جدست — پیشِ تو ایں نامہا چوں ابجدست[2]
اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باوا، دادا سے سنا سنایا ہے — تیرے سامنے یہ نام حروفِ تہجی کی طرح ہیں

ابجد و ہَوّز چہ فاش ست و پدید — برہمہ طفلان و معنی بس بعید
ابجد اور ہوز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں — تمام بچوں پر، اور معنی کس قدر دور ہیں

پس سَبُو برداشت آں مردِ عرب — درسفر شُد می کشیدش روز و شب
اس بدو مرد نے ٹھلیا اٹھائی — سفر میں (روانہ) ہو گیا، دن رات اس کو اٹھاتا تھا

---

[1] بازجو۔ علومِ الٰہی کا طالب بن وہ تجھے خدا سے حاصل ہوں گے۔ سر بہ بند۔ منہ بند کردے۔ ہیں۔ کلمہ تنبیہ ہے۔ دوز۔ سی دے۔ رحیق۔ شراب۔ اذواق۔ ذوق کی جمع ہے، مزہ، لطف۔ زانکہ۔ اعرابی (بدوی) کو یہ غلط فہمی اس لئے تھی کہ لوگ جنگل میں عموماً شور اور تلخ پانی پی کر بیمار رہتے ہیں اور کمزور ہوجاتے ہیں۔ آب شور۔ کھارا پانی۔ جات۔ جائے تو۔ شط۔ کنارہ۔ جیحوں۔ ایران کا مشہور دریا۔ فرات۔ عراق کا مشہور دریا جو کوفہ کے قریب سے گذرتا ہے۔ رباط۔ سرائے یعنی دنیا۔ صحو و سکر و انبساط۔ روحانی کیفیات جو سالک کو پیش آتی ہیں۔

[2] ابجد۔ بچوں کو حروفِ تہجی کے حقائق کا کوئی علم نہیں، وہ صرف رٹ لیتے ہیں، نہ ان کو یہ معلوم ہے کہ انہی ابجد ہوز کی ترتیب سے اعداد کے ذریعہ تاریخیں نکالی جاتی ہیں نہ یہ معلوم کہ یہی حروف تعویذات اور طلسمات میں کام آتے ہیں نہ یہ معلوم کہ انہی حروف سے اسماء باری بنے ہیں جن کی تاثیرات غیر متناہی ہیں، نہ یہ معلوم کہ ان حروفِ تہجی کو ملا کر جو آٹھ کلمات بنائے گئے ہیں ان میں حضرت آدمؑ کے واقعات کی پوری تاریخ ہے۔

برسبو لرزاں بد از آفاتِ دہر
زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا

زن مُصلّیٰ[1] باز کردہ از نیاز
عورت نے عاجزی سے مصلیٰ بچھایا

کہ نگہدار آبِ مارا از خساں
کہ ہمارے پانی کو کینوں سے محفوظ رکھ

گرچہ شُوہم آگہ است و پُرفن ست
اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحب تدبیر ہے

خود چہ باشد گوہر، آبِ کوثر ست
موتی کیا ہوگا (حوضِ) کوثر کا پانی ہے

از دعا ہائے زن و زاریِ اُو
عورت کی دعاؤں اور اس کی عاجزی سے

سالم از دُزداں و از آسیب سنگ
چوروں اور پتھر کے صدمہ سے، سالم

دید در گاہے[2] پُر از انعامہا
انعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا

دمبدم ہر سوئے صاحب حاجتے
لحہ بہ لحہ ہر جانب ضرورت مند

بہر گبر و مومن و زیبا و زشت
کافر اور مومن اور اچھے اور برے کے لئے (وہ دربار)

دید قومے در نظر آراستہ
ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی

خاص و عامہ از سلیماںؑ تا بمور
خاص اور عام (حضرت) سلیمانؑ سے لے کر چیونٹی تک

اہل صورت در جواہر تافتہ
اہل ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے

ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
اس کو جنگل سے شہر کی طرف لئے جاتا تھا

رَبِّ سَلِّمْ ورد کردہ در نماز
نماز میں "اے خدا اسکو سلامت رکھ" کی دعا شروع کر دی

یارب ایں گوہر بداں دریا رساں
اے خدا! یہ موتی اس دریا تک پہنچا دے

لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں

قطرۂ زاں آب کاصلِ گوہرست
اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے

وزِغم مَرد و گراں باریِ اُو
مرد کے غم اور اس کی جفاکشی سے

برد تا دارالخلافۃ بے درنگ
بلاتوقف دارالخلافہ تک لے گیا

اہلِ حاجت گستریدہ دامہا
ضرورت مندوں نے جال بچھا رکھے ہیں

یافتہ زاں در عطا و خلعتے
اس در سے عطا اور خلعت پا رہے ہیں

ہمچو خورشید و مطرِبل چوں بہشت
سورج اور بارش کی طرح بلکہ بہشت کی طرح تھا

قومِ دیگر منتظر برخاستہ
دوسری قوم منتظر کھڑی تھی

زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
جی اٹھے جیسے کہ دنیا صور پھونکنے سے

اہل معنیٰ بحرِ معنیٰ یافتہ
اہل باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا

---

1. مصلیٰ۔ جائے نماز۔ رب سلم۔ اے خدا اس ٹھلیا کو سلامت رکھنا۔ خساں۔ یعنی چور ڈاکو۔ گوہر۔ یعنی ٹھلیا۔ دریا۔ یعنی خلیفہ۔ کوثر۔ جنت کا چشمہ ہے۔ اصل گوہر۔ یعنی موتی اسی پانی کے قطرات سے بنتے ہیں۔ گراں باری۔ بوجھ اٹھانا، جفاکشی۔ آسیب۔ صدمہ۔ دارالخلافۃ۔ خلیفۃ المسلمین کے رہنے کا شہر۔ درنگ۔ تاخیر۔

2. درگاہ۔ دربار۔ دامہا۔ جال، یعنی انعام حاصل کرنے کے وسائل و ذرائع۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ گبر۔ آتش پرست، کافر۔ مطر۔ بارش، مینہ۔ در نظر۔ بادشاہ کے سامنے۔ سلیماں۔ یعنی امراء۔ مور۔ یعنی غرباء۔ نفخ صور۔ صور پھونکنا، جس سے تمام مردے زندہ ہو جائیں گے۔

آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ　　وانکہ باہمت چہ بانعمت شدہ
جو بے ہمت تھا کس قدر باہمت ہو گیا　　جو باہمت تھا کس قدر نعمت والا ہو گیا

بانگ می آمد کہ اے طالب بیا　　جود[1] محتاجِ گدایاں چوں گدا
آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آ جا　　سخاوت کو سائلوں کی ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

در بیانِ آنکہ چنانکہ گدا عاشق کریم ست کریم ہم عاشق گداست

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے، سخی بھی فقیر کا عاشق ہے

اگر گدارا صبر بیش بود کریم بر درِ اُو آید و اگر کریم را صبر بود گدا بر درِ اُو آید اما صبر کمالِ گدا و نقصانِ کریم ست

اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اس کے دروازے پر آ جاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اس کے دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جود محتاج ست و خواہد طالبے　　ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے
سخاوت ضرورتمند ہے، اور کوئی طلبگار چاہتی ہے　　جس طرح توبہ، توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے

جود می جوید گدایان و ضعاف　　ہمچو خوباں کائینہ جویند صاف
سخاوت، فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے　　جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں

روئے خوباں ز آئینہ زیبا[2] شود　　روئے احساں از گدا پیدا شود
حسینوں کا چہرہ، آئینہ سے حسین بنتا ہے　　احسان کا چہرہ فقیر سے رونما ہوتا ہے

چوں گدا آئینۂ جود ست ہاں　　دَم بود بر روئے آئینہ زیاں
جبکہ فقیر، سخاوت کا آئینہ ہے، خبردار　　پھونک مارنا، آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے

پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ　　بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا
اس لئے اللہ (تعالیٰ) نے (سورۂ) والضحیٰ میں فرمایا ہے　　اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

آں یکے جودش گدا آرد پدید　　ویں دِگر بخشد گدایاں را مزید
ایک وہ ہے جس کی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے　　اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے

پس گدایاں آئینہ جودِ حق اند　　وانکہ باحق اند جودِ مطلق اند
فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں　　اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں

---

[1] جود۔ یعنی اس کی سخاوت بھکاریوں کو اس طرح تلاش کرتی تھی جس طرح بھکاری بخشش اور عطا کو تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ در بیان۔ سخیوں کی سخاوت کا وجود اور ظہورِ فقراء کے وجود سے ہے لہٰذا سخی اپنی سخاوت کے لئے فقراء کے محتاج ہیں جیسا کہ توبہ کا وجود توبہ کرنے والے سے ہے۔ گدا۔ فقیر، بھکاری۔ ضعاف۔ ضعیف کی جمع ہے، کمزور، فقیر۔ خوباں۔ خوب کی جمع ہے، حسین، خوبصورت۔

[2] زیبا۔ خوبصورت۔ پیدا۔ ظہور۔ والضحیٰ۔ سورۂ والضحیٰ میں آنحضور کو کہا گیا ہے "وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ" اور سائل کو نہ جھڑک۔ آں یکے۔ ایک سخی کی سخاوت کو بھکاری رونما کرتا ہے، دوسری قسم سخی کی یہ ہے کہ سائل کو بغیر مانگے دوگنا دیتا ہے۔ پس گدایاں۔ فقیر کی ایک قسم تو وہ ہے جو صبر کرتی ہے اور کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتی وہ تو اللہ کی صفت جود کی مظہر ہے اور جو فقراء ایسے ہیں کہ اللہ نے ان کے دل غنی کر دیئے ہیں، وہ جودِ مطلق ہیں جو اللہ کی صفت جود اختیار کر چکے ہیں۔

وانکہ[1] جز ایں دو بود خود مُردہ است | اُو بریں در نیست نقش پردہ است
اور جو ان دونوں کے علاوہ ہے وہ مُردہ ہے | وہ اس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

فرق درمیانِ آنکہ دُرویش ست بخدا و تشنۂ خدا و آنکہ دَرویش ست از خدا و تشنہ است بغیر

فرق اس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اس کا پیاسا ہے اور اس شخص میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک دُرویشے کہ اُو تشنہ خداست | ہست دائم از خدایش کار راست
لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے | اس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے

لیک دَرویشے کہ تشنہ غیر شد | اُو حقیر و ابلہ و بے خیر شد
لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہوا | وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا

نقش دُرویش ست اُو نے اہل جاں | نقش سگ را تو مینِد از استخواں
وہ صرف فقیر کی تصویر ہے، جاندار نہیں ہے | کتے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال

فقر لقمہ دارد اُو نے فقر حق | پیش نقش مردۂ کم نہ طبق[2]
وہ لقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری | مردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ

ماہی خاکی بود دَرویش ناں | شکل ماہی لیک از دریا رَماں
روٹی کا فقیر، مٹی کی مچھلی ہوتا ہے | مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے

نقش ماہی کے بود درویش آب | آں زبے آبی نمیگردد خراب
مچھلی کی تصویر، پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟ | وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

مرغِ خانہ است اُو نہ سیمرغِ ہوا | لُوتِ نو شد اُو نوشد از خدا
وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ | لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

عاشقِ حق ست اُو بہر نوال | نیست جانش عاشق حسن و جمال
وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے | اس کی جان حسن و جمال کی عاشق نہیں ہے

گر توہّم می کند اُو عشقِ ذات | ذات نبود وہم اسماء و صفات
اگر وہ ذاتِ (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے | اسماء اور صفات کا خیال ذاتِ (خداوندی) نہیں ہوتا ہے

وہم مخلوق ست و مولود آمدست | حق نہ زائیدست اُو لَمْ یُولَدْ ست
خیال، مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے | حق (تعالیٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ "لم یولد" ہے

---

[1] وانکہ۔ تیسری قسم فقیر کی ہے جو دست سوال دراز کرتا ہے، وہ اللہ کے در پر نہیں ہے بلکہ دروازہ کے پردے کا نقش ہے جو دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ تشنہ۔ پیاسا۔ دائم۔ ہمیشہ۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ اہل جاں۔ جاندار۔ استخواں۔ یعنی ایسے فقیر کے سامنے معرفت خداوندی کے نکتے بیان کرنا بے سود ہے۔

[2] طبق۔ یعنی معرفت خداوندی کے علوم کا طبق۔ سیمرغ۔ ایک فرضی پرندہ ہے جس میں تیس رنگ کے پر فرض کئے گئے ہیں۔ لوت۔ لذیذ کھانے۔ نوال۔ عطیہ۔ توہّم۔ وہم کرنا۔ اسماء یعنی اسماءِ الٰہی۔ صفات۔ یعنی صفات خداوندی۔ مخلوق۔ پیدا کیا ہوا، مولود۔ جنا ہوا۔ لم یولد۔ وہ جنا نہیں گیا۔

عاشقِ تصویر و وہم[1] خویشتن — کے بود از عاشقانِ ذوالمنن

اپنے وہم کی تصویر کا عاشق — اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے

عاشقِ آں وہم گر صادق بود — آں مجازش تا حقیقت می کشد

اس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو — وہ مجاز اس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے

شرح میخواہد بیانِ ایں سخن — لیک می ترسم زافہامِ کہن

اس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے — لیکن میں پرانے خیالات سے ڈرتا ہوں

فہم ہائے کہنہء کوتہ نظر — صد خیالِ بد در آرد در فکر

کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں — تخیل میں سینکڑوں برے خیالات لائیں گی

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست — لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست

سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے — ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

خاصہ مرغِ مُردۂ بوسیدۂ — پُر خیالِ اعمیٔ بے دیدۂ

خاص طور پر مردہ، سڑا ہوا پرندہ — اندھا، اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

نقشِ ماہی را چہ دریا و چہ خاک — رنگِ ہندو[2] را چہ صابون و چہ زاک

مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی — ہندوستانی کے رنگ کے لئے کیا صابون اور کیا پھٹکری

نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق — اُو ندارد از غم و شادی سبق

اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے — اس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہوگا

صورتش غمگین و اُو فارغ ازاں — صورتش خندان و اُوزاں بے نشاں

اس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے — اسکی صورت ہنستی ہے اور وہ اس (ہنسی) سے خالی ہے

ویں غم و شادی کہ اندر دل خفی ست — پیشِ آں شادی و غم جز نقش نیست

یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے — اس خوشی اور غم کے سامنے سوائے نقش کے کچھ نہیں ہے

صورتِ خندانِ نقش از بہر تست — تا ازاں صورت شود معنی درست

تصویر کی ہنستی ہوئی صورت، تیرے لئے ہے — تاکہ اس صورت سے، باطن درست ہو جائے

صورتِ غمگین نقش از بہر ماست — تاکہ مارا یاد آید راہِ راست

غمگین تصویر کی صورت، ہمارے لئے ہے — تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آ جائے

---

[1] تصویر وہم۔ خیالی صورت۔ ذوالمنن۔ احسانات والا، حق تعالیٰ۔ صادق۔ سچا۔ مجاز۔ غیر اصلی۔ حقیقت۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا عشق۔ افہام۔ فہم کی جمع، سمجھ، عقل۔ کہن۔ پرانا۔ راست۔ سچی بات۔ چیر۔ غالب۔ طعمہ۔ خوراک۔ مرغک۔ حقیر پرندہ۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ اعمیٰ۔ اندھا۔ بے دیدہ۔ کورچشم۔ نقش ماہی۔ مچھلی کی تصویر کے لئے دریا اور خشکی یکساں ہے چونکہ وہ اصلی نہیں ہے لہٰذا وہ اپنی اصلی حیات کی جویاں نہیں ہے، مزدرین اور غلط مدعیانِ تصوف کا یہی حال ہے۔

[2] ہندو۔ ہندوستان کا رہنے والا جو عموماً کالے ہوتے ہیں ان کے لئے صابون اور پھٹکری یکساں ہے، ان کی سیاہی دور نہ ہوگی۔ زاک۔ پھٹکری۔ نقش۔ یعنی تصویر میں جو کیفیات ظاہر کی جاتی ہیں وہ حقیقت سے دور ہوتی ہیں۔ محض صورت رنج و غم کی ہوتی ہے، حقیقت غیر موجود ہوتی ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ نقش۔ تصویر، یعنی اولیاء اللہ پر جو قبض اور بسط کی کیفیت طاری ہوتی ہے اس کے بالمقابل عام انسانوں کا غم اور خوشی ہیچ ہے۔ صورت۔ یعنی یہ ظاہری غم اور خوشی اس لئے ہے کہ تو اہل اللہ کے غم اور خوشی کی طرف رہنمائی حاصل کرے۔ معنی۔ باطن۔

نقشہائے کاندریں حماماہا[1] ست — از برونِ جامہ کن چوں جامہاست

وہ تصویریں جو ان حماموں میں ہیں — جامہ کن (حمام کے درجے) سے باہر، کپڑوں جیسی ہیں

تابرونی جامہا بینی و بس — جامہ بیروں کن در آ اے ہم نفس

جب تک تو (جامہ کن سے) باہر ہے، کپڑے دیکھتا ہے — اے ساتھی! کپڑے اتار، اندر آ جا

زانکہ با جامہ درآنسو راہ نیست — تن زجان و جاں زتن آگاہ نیست

اسلئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اس جانب راستہ نہیں ہے — جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے

بازمی گردم سوئے قصۂ عرب — از بیانِ سرّ و رازِ بوالعجب

میں بدوی کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں — سرّ اور عجیب راز کے بیان سے

پیش آمدنِ نقیبان و دربانانِ خلیفہ از بہر اکرامِ اعرابی و پذیرفتن ہدیۂ اُو را

بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کر لینا

آں عرابی[2] از بیابانِ بعید — بر درِ دارُالخلافہ چوں رسید

وہ بدوی، دور کے جنگل سے — جب دارالحکومت کے دروازہ پر پہنچا

پس نقیباں پیشِ اَعرابی شدند — بس گلابِ لطف بر رویش زدند

تو نقیب، بدوی کے پاس آئے — (اور انہوں نے) مہربانی کا گلاب اسکے چہرے پر چھڑکا

حاجت اُو فہم شاں شد بے مقال — کارِ ایشاں بُد عطا پیش از سوال

بغیر گفتگو کے اس کی حاجت ان کی سمجھ میں آ گئی — ان کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا

پس بدو گفتند یا وَجہَ اَلعرب — از کجائی، چونی از رنج و تعب

انہوں نے اس سے کہا کہ اے عرب کے سردار! — تو کہاں سے آیا ہے، تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

گفت وَجہم گر مَرا وجہے دہید — بے وجوہم چوں پس پشتم نہید

اس نے کہا میں سردار ہوں، اگر مجھے ذریعہ معاش دے دو — (اور) اگر مجھے پس پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں

اے کہ در رُوتاں نشانِ مہتری — فرِّ تاں خوشترزِ زرِّ جعفری

اے (نقیبو)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے — تمہاری شان وشوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے

اے کہ یک دیدارِ تاں دیدار ہا — اے نثارِ دید تاں دینار ہا

اے (نقیبو)! تمہارا ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں — اے (نقیبو)! تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں

---

[1] حماماہا ے۔ غسل خانے یعنی دنیا جس میں محض نقوش ہیں جو حقیقت سے خالی ہیں۔ جامہ کن۔ حمام کا وہ درجہ کہلاتا ہے جہاں کپڑے اتارے جاتے ہیں۔ ان اشعار میں مولانا نے تنبیہ کی ہے کہ انسان ظاہر سے نکل کر ہی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے، کپڑوں سے مراد بدن کے آثار اور خصوصیات ہیں جب تک انسان ان کو ترک نہ کرے گا حقیقت تک نہ پہنچ سکے گا۔ جامہ بیروں کن۔ یعنی مقتضیات جسمانی سے معریٰ ہو کر حمام حقیقت میں داخل ہو۔

[2] عرابی۔ اعرابی۔ دارالخلافہ۔ خلیفۃ المسلمین کا شہر۔ نقیباں۔ نقیب کی جمع ہے، چوبدار۔ بے مقال۔ بلا گفتگو۔ وجہ العرب۔ عرب کا چہرہ، یعنی سردار۔ کجائی۔ از کجا ہستی۔ چونی۔ چوں ہستی۔ تعب۔ تھکن۔ روتاں۔ روئے شما۔ مہتری۔ سرداری۔ فر۔ جاہ و اقبال۔ جعفر۔ زرد رنگ کا ایک پھول ہے، ایک کیمیاگر کا نام ہے اور جعفر برمکی بنی عباس کا مشہور وزیر تھا۔

اے ہمہ یَنْظُرُ بِنُورِ اللهِ[1] شدہ　از بر حق بہر بخشش آمدہ

اے (نقیبو)! جو سب کے سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو　اللہ تعالیٰ کے پاس سے انعام دینے کے لئے آئے ہو

تا زنید آں کیمیا ہائے نظر　بر سرِ مِسہائے اشخاصِ بشر

تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو　انسانوں کے وجود کے تانبے پر

من غریبم از بیاباں آمدم　بر امید لطف سلطاں آمدم

میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں　بادشاہ کی مہربانی کی امید پر آیا ہوں

بوئے لطف اُو بیابانہا گرفت　ذرّہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت

اس کی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے　ریت کے ذروں میں بھی جانیں پڑ گئی ہیں

تا بدینجا بہر دینار آمدم　چوں رسیدم مست دیدار آمدم

میں یہاں دینار کے لئے آیا　جب پہنچا تو دیدار سے مست ہو گیا

بہر ناں شخصے سوئے نانبا دوید　داد جاں چوں حسن نانبارا بدید

ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا　جب نانبائی کا حسن دیکھا جان دے دی

بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں　فرجۂ اُو شد جمالِ باغباں

ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا　باغبان کا حسن اس کی تفریح کا سبب بن گیا

ہمچو اَعرابی کہ آب از چہ کشید　آبِ حیواں از رخِ یوسف چشید

اس بدوی کی طرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا　(حضرت) یوسف علیہ السلام کے رخ سے آبِ حیات پی لیا

رفت موسیٰؑ[2] کاتشے آرد بدست　آتشے دید اُو کہ از آتش برست

موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں　انہوں نے وہ آگ دیکھی جس کی وجہ سے آگ سے کنارہ کش ہو گئے

جست عیسیٰؑ تا رہد از دشمناں　بُردش آں جستن بچارم آسماں

(حضرت) عیسیٰ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں　وہ کودنا ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا

دامِ آدمؑ خوشۂ گندم شدہ　تا وجودش خوشۂ مَردُم شدہ

(حضرت) آدم علیہ السلام کا جال گیہوں کی بال بنی　یہاں تک کہ ان کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا

باز آمد سوئے دام از بہر خور　ساعد شہ یافت و اقبال و فر

باز، کھانے کے لئے جال کی جانب آیا　اس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شان و شوکت ملی

---

[1] ینظر بنور اللہ۔ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، حدیث میں ہے۔ اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ۔ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو وہ اللہ کے نور کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ مس۔ تانبا۔ اشخاص۔ وجود۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔ تاں بدینجا۔ مولانا نے اس شعر سے یہ بیان فرمایا ہے کہ بسا اوقات انسان ایک معمولی مقصد کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو ایک اعلیٰ مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ آئندہ بہت سے اشعار میں مختلف واقعات پیش فرما کر اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ ناں با۔ نانبائی۔ فرجہ۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، کشادگی، تفریح۔ اعرابی۔ وہ مسافر مراد ہے جس نے چاہِ کنعاں میں پانی کے لئے ڈول ڈالا اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ لیا۔

[2] رفت موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر آگ لینے گئے تھے، وہاں تجلی رب کا مشاہدہ ہو گیا۔ جست عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دشمنوں کے نرغے سے نکلنے کے لئے کودے اور وہاں سے چوتھے آسمان پر پہنچ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام کے خیال میں ہے، وہ دوسرے آسمان پر ہیں۔ آدمؑ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کھا لیا اور وہی اس کا سبب بنا کہ ان کی نسل سے سینکڑوں انبیاء اور رسول پیدا ہوئے۔ باز۔ باز دانہ خوری کے ارادہ سے جال میں پھنستا ہے اور وہی اس کے عروج کا سبب ہو جاتا ہے کہ اس کو بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہوتا ہے۔

طفل شد مکتب پئے کسب ہنر

بچہ، ہنر حاصل کرنے مکتب میں گیا

بر امید مرغ[1] یا لطف پدر

باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی امید پر

پس ز مکتب آں یکے صدرے شدہ

پھر مکتب سے وہ صدر ہو گیا

ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ

ماہواری (فیس) دی اور چاند ہو گیا

آمدہ عباسؓ حرب از بہر کیں

عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری سے جنگ کیلئے آئے

بہر قمع احمدؐ و استیز دیں

احمد (ﷺ) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کے لئے

گشت دیں را تا قیامت پشت و رُو

قیامت تک کے لئے دین کے پشت و پناہ بن گئے

در خلافت اُو و فرزندانِ اُو

خلافت کے معاملہ میں وہ اور ان کی اولاد

آمدہ عمرؓ بقصدِ مصطفیٰؐ

(حضرت) عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے

تیغ در کف بستہ بس مِیثَاقُہا

تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کر کے

گشتہ اندر شرع امیر المومنیں[2]

شریعت میں امیر المومنین بنے

پیشوا و مقتدائے اہل دیں

دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے

آں علف کش سوئے ویرانہا شدہ

وہ گھسیارا، جنگلوں کی جانب چلا

بے خبر بر گنج ناگہ پا زدہ

اچانک بے خبری میں اس کا پاؤں خزانہ پر پڑ گیا

تشنہ آمد سوئے جوئے آب در

پیاسا، نہر کی طرف آیا، پانی میں

دید اندر جوئے خود عکس قمر

نہر کے اندر اس نے چاند کا عکس دیکھ لیا

من بریں در طالب چیز آمدم

میں اس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بن کر آیا

صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم

جب دہلیز پر پہنچا، صدر بن گیا

آب آوردم تحفہ بہر ناں

روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا

بوئے نانم برد تا صدرِ جہاں

روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر کے پاس لے آئی

ناں بروں راند آدمی را از بہشت

روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا

ناں مَرا اندر بہشتے در سَرشت

مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا

رستم از آب و زِناں ہمچوں ملک

فرشتے کی طرح میں روٹی اور پانی سے نجات پا گیا ہوں

بے غرض گردم بریں در چوں فلک

میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں

---

1. برامید مرغ۔ باپ بچہ کو معمولی چڑیا کا لالچ دے کر مدرسہ بھیجتا ہے اور بچہ اسی کی وجہ سے مکتب سے صدر الصدور ہو کر نکلتا ہے۔ عباسؓ۔ آنحضورﷺ کے چچا مخالفت کے لئے میدان میں آئے، وہاں گرفتار ہو کر مسلمان ہوئے اور ان کی نسل کو خلافت ملی۔ پشت۔ یعنی مددگار۔ رُو۔ سردار۔ فرزندانِ اُو۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی اولاد سات آٹھ سو سال تک بغداد کی خلافت پر متمکن رہی۔ عمرؓ۔ میم پر تشدید ضرورت شعری کی وجہ سے ہے۔ میثاقہا۔ میثاق، عہد و پیمان۔ حضرت عمرؓ نے ابوجہل وغیرہ سے آنحضورﷺ کو قتل کرنے کا عہد کیا تھا۔
2. امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ پہلے خلیفۂ خلیفۃ الرسول اللہ کہلاتے تھے پھر امیر المومنین لقب پڑ گیا۔ مقتدا۔ وہ جس کی لوگ پیروی کریں۔ علف کش۔ گھسیارا۔ گنج۔ خزانہ۔ آب در۔ در آب۔ یہاں تک یہی مضمون ہے کہ انسان بسا اوقات معمولی چیز کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو اعلیٰ چیز حاصل ہو جاتی ہے۔ صدر جہاں۔ یعنی بادشاہ۔ ناں۔ یعنی گیہوں نے حضرت آدم کو جنت سے نکالا۔ سرشت۔ ملا دیا۔ در۔ زیادہ ہے۔

در بیانِ آنکہ عاشق دنیا بر مثالِ عاشق دیوار یست کہ بر وآفتاب تافتہ و

اس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر سورج چمکا ہو اور

جہد نکرد تا فہم کند کہ ایں تاب از دیوار نیست از آفتاب ہست

اس نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے، سورج کی ہے جو

در آسمانِ چہارم لا جرم کلی دل بر دیوار نہاد و چوں پرتو آفتاب

چوتھے آسمان میں ہے، لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہو گیا اور جب سورج کی روشنی

بآفتاب پیوست اُو محروم ماند وَحِیْلَ بَیْنَھُمْ وَ بَیْنَ مَا یَشْتَھُوْنَ

سورج سے جا ملی تو وہ محروم رہ گیا اور آڑ کر دی گئی ان میں اور ان کی مراد میں

بے غرض[1] نبود بگردش در جہاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے
غیر جسم و غیر جانِ عاشقاں
سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے

عاشقانِ کل نہ ایں عشاقِ جزو
کل کے عاشق، نہ کہ یہ جزو کے عشق
ماند از کل آنکہ شد مشتاقِ جزو
جو جزو کا عاشق ہو، وہ کل سے (دور) رہ گیا

چونکہ جزوے عاشق جزوے شود
جب کوئی جزو، کسی جزو کا عاشق ہو
زود معشوقش بکلِّ خود رود
اس کا معشوق بہت جلد اپنے کل کی طرف چلا جاتا ہے

ریش گاوَ و بندۂ غیر آمد اُو
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا
غرقہ شد کف در ضعیفے در زد اُو
وہ ڈوبا اس نے کمزور پر ہاتھ مارا

نیست حاکم تا کند تیمارِ اُو
وہ (معشوق) حاکم نہیں ہے تا کہ (اپنے اختیار سے) اس (عاشق) کی مزاج پرسی کرے
کارِ خواجہ خود کند یا کارِ اُو
وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اس (عاشق) کا!

فَازْنِ[2] بِالْحُرَّہ پئے ایں شد مثل
آزاد عورت سے زنا کر، یہ مثل اسی لئے بنی ہے
فَاسْرِقِ الدُّرَّۃَ بدیں شد منتقل
موتی کی چوری کر، اسی لئے منقول ہوا ہے

بندہ سوئے خواجہ شد اُو ماند زار
غلام اپنے آقا کی طرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا
بوئے گُل شد سوئے گُل اُو ماند خار
پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

ہمچوں آنِ اَبلہ کہ تابِ آفتاب
اس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی
دید بر دیوار و حیراں شد شتاب
دیوار پر دیکھی، اور فوراً حیران ہو گیا

---

[1] بے غرض۔ مخلصانہ۔ رستم۔ یعنی میں اس دربار میں دنیا طلبی کے لئے آیا تھا اور اب میں دنیا سے بے نیاز ہو گیا ہوں چونکہ میں روحانی دولت سے مالامال ہو گیا ہوں۔ عاشقاں۔ عاشق محبت کے تقاضے سے کام کرتا ہے اس کی کوئی غرض نہیں ہوتی ہے۔ کل۔ ذاتِ خداوندی۔ جزو۔ مخلوق۔ عشاق۔ عاشق کی جمع ہے۔ چونکہ۔ یعنی جب مخلوق کسی مخلوق پر عاشق ہو۔ بکل خود۔ یعنی ممکنات فنا ہو کر ذاتِ احدیت میں مل جاتے ہیں۔ ریش گاوَ۔ یعنی احمق۔ غرقہ شد۔ ڈوب گیا۔ کف۔ مثل مشہور ہے ڈوبتا ہوا تنکے کا سہارا پکڑنا چاہتا ہے۔

[2] اِزْنِ۔ امر کا صیغہ ہے، زنا کر۔ حرہ۔ آزاد عورت۔ اسرق۔ امر کا صیغہ ہے، چوری کر۔ درّہ۔ موتی۔ منتقل۔ منقول یعنی انسان جو بھی کرے بلند ہمتی سے کرے۔ ہر گنا ہے کہ کنی در شب آدینہ بکن۔ تا کہ از صدر نشینانِ جہنم باشی۔ بندہ۔ یعنی معشوق جب اپنے مالک سے جا ملے گا تو یہ عاشق عاجز اور محروم رہ جائے گا لہذا مخلوق سے عشق بیوقوفی ہے خالق سے عشق کرنا چاہئے۔ ابلہ۔ بیوقوف۔ تاب۔ روشنی، چمک۔ شتاب۔ جلد۔

عاشقِ دیوار شد کایں[1] با ضیاست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پُرنور ہے
بے خبر کاں عکس خورشید سماست
یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے

چوں باصلِ خویش پیوست آں ضیا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی
دید دیوارِ سیہ ماندہ بجا
دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

اُو بماندہ دور از مطلوبِ خویش
وہ اپنے مطلوب سے دور رہ گیا
سعی ضائع، رنج باطل، پائے ریش
محنت برباد، تکلیف اکارت، پیر زخمی

ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ
(مجاز کا عاشق) اس شکاری کی طرح ہے جو سایہ کو پکڑے
سایہ کے گردد وُرا سرمایۂ
سایہ اس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟

سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا
مرغ حیراں گشتہ بر شاخِ درخت
پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا

کایں مدمغ برکہ می خندد عجب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟
اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
عجب! باطل ہے، عجب! سبب پوشیدہ ہے

ور تو گوئی جزوِ پیوستہ کل ست
اگر تو کہے جزو کل سے وابستہ ہے
خار می خور خار پیوستہ گل ست
کانٹا کھا لے، کانٹا، پھول سے ملا ہوا ہے

جزو یک رُو نیست پیوستہ بکل
جزو پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے
ورنہ خود باطل بُدے بعثِ رسل
ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی

چوں رسولاں از پئے پیوستن اند
جبکہ رسول ملانے کے لئے ہیں
پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
وہ کس چیز کو ملائیں گے، جب ایک ہی ہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے غلام
اے لڑکے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
زانکہ جرے سخت دارد ایں کلام
اس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے

شرح کن حالِ عرب اے با نظام
اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا
روز بے گہ شد حکایت کن تمام
دن بے وقت ہو گیا، کہانی ختم کر

سپردنِ عرب ہدیۂ خود بغلامانِ خلیفہ و شرحِ آں
بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اس کی تفصیل

با نقیباں حالِ خود را آں عرب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے
چوں بگفت اُو دید ہنگامِ طلب
جب کہی، اور اس نے سوال کا موقع دیکھا

آں سبوئے آب را در پیش داشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کر دی
تخمِ خدمت را دراں حضرت بکاشت
(اور) اس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا

---

1. کایں۔ کہ ایں۔ ضیا۔ روشنی۔ سما۔ آسماں۔ سعی۔ کوشش۔ ریش۔ زخمی۔ مدمغ۔ بددماغ۔ اینت۔ اینک، دیکھ، حیرت، عجب۔ ور تو گوئی۔ یعنی جزو کل کا عین ہے تو جزو پر عاشق ہونا کل پر عاشق ہونا ہے۔ ورنہ۔ اگر جزو کا کل سے بالکلیہ اتصال ہوتا تو رسولوں کو بھیجنا بیکار ہوتا اس لئے کہ رسولوں کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہی ہے۔ غلام۔ لڑکا۔ جر۔ کشش، طوالت۔ بیگہ۔ بے گاہ۔ ہنگام۔ وقت۔ طلب۔ سوال۔ حضرت۔ دربار۔

گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید
بولا، یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ
سائل شہ را زحاجت[1] وا خرید
بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دلاؤ

آبِ شیریں و سبوئے سبز و نو
میٹھا پانی ہے، ٹھلیا سبز اور نئی ہے
ز آبِ بارانی کہ جمع آمد بہ گو
بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہو گیا تھا

خندہ می آمد نقیباں را ازاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آ رہی تھی
لیک پذرفتند آنرا ہمچو جاں
لیکن انہوں نے جان کی طرح اس کو قبول کر لیا

زانکہ لطف شاہِ خوبِ باخبر
اس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی
کردہ بود اندر ہمہ ارکاں اثر
سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی

خوئے شاہاں در رعیت جا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کر لیتی ہے
چرخِ اخضر خاک را خضرا کند
سبز آسمان زمین کو سرسبز کر دیتا ہے

شہ چوں حوضے داں حشم چوں لولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ
آب از لولہ رود در گولہا
پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے

چونکہ آبِ جملہ از حوضے ست پاک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے
ہر یکے آبے دہد خوش ذوق[2] ناک
ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

ور دراں حوض آبِ شورست و پلید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے
ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا

زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے
خوض کن در معنی ایں حرفِ خوض
ان حرفوں کے معنی میں خوب غور کر لے

لطف شاہنشاہِ جانِ بے وطن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے
چوں اثر کردست اندر کل تن
پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے!

لطف عقل خوش نہادِ خوش نسب
پاک طبیعت، پاک نسب، عقل کی لطافت
چوں ہمہ تن را در آرد در ادب
کس طرح تمام بدن کو مہذب کر دیتی ہے

عشق شنگ بے قرارِ بے سکوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق
چوں در آرد کل تن را در جنوں
کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کر دیتا ہے

لطف آبِ بحر کو چوں کوثرست
اس دریا کی لطافت (کو دیکھ) جو کوثر کی طرح ہے
سنگریزش جملہ دُرّ و گوہرست
اس کے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

---

[1] حاجت۔ ضرورت، محتاجی۔ واخریدن۔ چھڑانا، نجات دلانا۔ گو۔ زمین کا گڑھا۔ پذرفتند۔ پذیرفتند۔ زانکہ۔ مشہور ہے کہ رعایا بادشاہ کی عادت اختیار کرتی ہے۔ ارکان۔ رکن کی جمع ہے، کارکن۔ جا کردن۔ گھر کر لینا۔ اخضر۔ مذکر سبز۔ خضرا۔ مونث، سبز، آسمان کی سبزی سے زمین کا سبز ہونا شاعرانہ تخیل ہے۔ حشم۔ حاء اور شین کے فتحہ کے ساتھ، نوکر چاکر۔ لولہ۔ ٹونٹی، نل۔ گول۔ نالی، چہ بچہ۔

[2] ذوق۔ ذائقہ۔ آب شور۔ کھاری پانی، ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ الناس علی دین ملوکھم یعنی جیسا راجہ ویسی پرجا۔ جان۔ روح، چونکہ وہ تمام بدن پر حکمرانی کرتی ہے اس لئے اس کو شہنشاہ کہا ہے، اور چونکہ وہ اس عالم کی چیز نہیں ہے لہٰذا اس کو دنیا کے اعتبار سے بے وطن کہا ہے روح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو شاہ کی رعایا سے۔ تن۔ جسم۔

ہر ہنر کاستا[1] بداں معروف شد
جس ہنر میں استاد مشہور ہوتا ہے

جانِ شاگردش بداں موصوف شد
اس کے شاگرد کی جان انہی سے موصوف ہوتی ہے

پیش استادِ اصولی ہم اصول
اصولی استاد کے سامنے اصول

خواند آں شاگرد چست با وصول
پڑھتا ہے، مستعد اور کامیاب شاگرد

پیش استادِ فقیہ آں فقہ خواں
فقہ کا پڑھنے والا، فقیہ استاد کے سامنے

فقہ[2] خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ پڑھتا ہے نہ (علم) اصول اور نہ (علم) بیان

پیش استادے کہ او نحوی بود
اس استاد کے سامنے جو نحوی ہو

جانِ شاگردش از و نحوی شود
شاگرد کی جان اس سے نحوی بن جاتی ہے

باز استادے کہ آں محو رہ ست
پھر وہ استاد جو راہِ (خدا) میں محو ہے

جانِ شاگردش از و محو شہ ست
اس کے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہو جاتی ہے

زیں ہمہ انواعِ دانش روزِ مرگ
علم کی ان قسموں میں سے مرنے کے دن (آخرت کے)

دانش فقرست سازِ راہ و برگ
راستہ کا ساز و سامان، علم فقر ہی ہے

ماجرائے مردِ نحوی در کشتی با کشتی بان و جواب دادنِ او

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست
ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا

رو بکشتیباں نہاد آں خود پرست
اس متکبر نے ملاح کا رخ کیا

گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا
بولا، تو نے کچھ نحو پڑھی ہے، اس نے کہا نہیں

گفت نیم عمر تو شد در فنا
اس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی

دل شکستہ گشت کشتیباں زتاب
رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا

لیک آندم گشت خاموش از جواب
لیکن اس وقت جواب سے خاموش رہا

باد کشتی را بگردابے فگند
ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا

گفت کشتیباں بداں نحوی بلند
ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا

ہیچ دانی آشنا کردن بگو
تو کچھ تیرنا جانتا ہے، بتا

گفت نے از من تو سباحی مجو
اس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی امید نہ کر

گفت کل عمرت اے نحوی فناست
اس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے

زانکہ کشتی غرقِ ایں گردابہاست
اس لئے کہ کشتی ان بھنوروں میں ڈوب رہی ہے

---

[1] استا۔ استاد کا مخفف ہے۔ معروف۔ مشہور۔ موصوف۔ متصف۔ اصولی۔ علم اصول کا ماہر، علم اصول وہ کہلاتا ہے جس میں کسی علم کے قواعد کلی بیان کیے گئے ہوں جیسے علم اصول فقہ وغیرہ۔ چست۔ ہوشیار۔ باوصول۔ فارغ التحصیل، یعنی جس طرح رعایا بادشاہ کے اوصاف قبول کرتی ہے اور اعضاء روح کے اثرات سے متاثر ہوتے ہیں، اسی طرح شاگرد میں استاد کے اوصاف منتقل ہوتے ہیں۔ فقیہ۔ علم فقہ کا ماہر۔

[2] فقہ۔ دانائی، وہ علم جس میں شرع کے عملی احکام بیان کیے گئے ہیں۔ بیان۔ وہ علم ہے جس میں ایک معنی کو مختلف انداز سے بیان کرنا بتایا جاتا ہے۔ نحوی۔ جو علم نحو کا ماہر ہو۔ رہ۔ طریقت، سلوک۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ انواعِ دانش۔ علم کی قسمیں۔ دانش فقر۔ علم تصوف۔ ساز۔ سامان۔ برگ۔ توشہ۔ خود پرست۔ متکبر۔ لا۔ نہیں۔ گرداب۔ بھنور۔ آشنا کردن۔ تیرنا۔ سباحی۔ تیراکی۔ گرداب۔ بھنور۔

محوی باید نہ نحو ایں جابداں ‏ گر تو محوی[1] بے خطر در آب راں
اس جگہ محویت چاہئے نہ کہ نحو، سمجھ لے ‏ اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا

آبِ دریا مردہ را بر سَر نہد ‏ ور بود زندہ ز دریا کے رہد
دریا کا پانی مردے کو سر پر اٹھا لیتا ہے ‏ اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟

گر بمردی تو ز اوصافِ بشر ‏ بحر اسرارت نہد بر فرقِ سر
اگر تو بشری خصلتوں سے مردہ ہو جائے ‏ اسرار کا سمندر تجھے سر پر اٹھا لے گا

اے کہ خلقانزا تو خرمی خواندۂ ‏ ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ
اے (وہ) کہ مخلوق کو تو نے گدھا کہا ہے ‏ تو اب گدھے کی طرح اس برف میں پھنسا ہے

گر تو علامہ زمانی در جہاں ‏ نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں
اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے ‏ اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ

مردِ نحوی را ازاں در دوختیم ‏ تا شما را نحو محو آموختیم
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اس لئے منسلک کر دیا ہے ‏ تاکہ تمہیں فنا کا طریقہ سکھا دیں

فقہ فقہ و نحو نحو و صرفِ صرف ‏ در کم آمد یابی اے یارِ شگرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف ‏ اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا

آں سبوئے آب دانشہائے ماست ‏ واں خلیفہ دجلۂ علم خداست
وہ پانی کی ٹھلیا، ہمارے علوم ہیں ‏ اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے

ما[2] سبوہا پُر بدجلہ می بریم ‏ گر نہ خردانیم خود را ما خریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لے جا رہے ہیں ‏ اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو گدھے ہیں

بارے اعرابی، بداں معذور بود ‏ کوزِ دجلہ غافل و بس دور بود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں ‏ کیونکہ وہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا

گرزِ دجلہ باخبر بودے چو ما ‏ اُو نبردے آں سبو را جا بجا
اگر وہ ہماری طرح دجلہ سے باخبر ہوتا ‏ تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا

بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے ‏ آں سبو را بر سرِ سنگے زدے
بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا ‏ تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا

---

[1] محو۔ فنا، استغراق۔ ان اشعار سے مولانا کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح سمندر میں جان بچانے کے لئے تیراکی کی ضرورت ہے اور نحو بیکار ہے اسی طرح بحرِ طریقت میں صرف فنائیت کام دے گی۔ اپنے جسمانی خصائل کو فنا کر دو تب نجات ہوگی۔ محوی۔ محو ہستی۔ راں۔ چل۔ بر سر نہد۔ یعنی مردہ انسان پانی کے اوپر آ جاتا ہے۔ فرق۔ سر کے بالوں کی مانگ۔ اے۔ جو شخص رسمی علوم کی بنیاد پر دوسروں کو گدھا سمجھتا ہے خود بری حالت میں ہوگا۔ علامہ۔ بہت بڑا عالم۔ دوختم۔ یعنی میں نے یہاں نحوی کا قصہ ذکر کیا ہے۔ نحو۔ طریقہ۔ فقہ فقہ۔ علم فقہ کا مغز۔ کم آمد۔ فنا۔ شگرف۔ عمدہ، پسندیدہ۔

[2] ما۔ یعنی ہم اگر اپنے علوم رسمی پر نازاں ہوں تو ہماری حماقت ہے۔ ہمارے علوم کی علوم خداوندی کے مقابلہ میں وہی حیثیت ہے جو ٹھلیا کے پانی کی دجلہ کے اعتبار سے تھی۔ اعرابی۔ بدو دجلہ سے واقف نہ تھا اس لئے ایک گھڑا پانی لے کر بغداد کو چلا۔ اگر وہ دجلہ سے واقف ہوتا تو کبھی بادشاہ کی خدمت میں بغداد جا کر ایک گھڑا پانی پیش نہ کرتا۔ اسی طرح اگر ہم اللہ کے علوم کے دریا سے واقف ہو جائیں تو اپنے مختصر سے علم کا مشکیزہ پیش کرنے کی جرأت نہ کریں۔

آں سبوئے تنگ، پُر ناموس و ننگ[1] — شد حجابِ بحر بزن آں بسنگ

وہ مختصر ٹھلیا، شرم اور ذلت سے بھری ہوئی — وہ سمندر (علوم معرفت) کا حجاب بن گئی، اسکو پتھر پر پٹخ دے

قبول کردن خلیفہ ہدیہ را و عطا فرمودن با کمالِ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اس ہدیہ سے

بے نیازی ازاں ہدیہ

پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید — آں سبو را پُرزِ زر کرد و مزید

جب خلیفہ نے (اس کو) دیکھا اور اس کے حالات سنے — اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا

آں عرب را کرد از فاقہ خلاص — داد بخششہا و خلعتہائے خاص

اس بدوی کو فاقہ (کشی) سے نجات دی — (اس کو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے

پس نقیبے را بفرمود آں قباد — آں جہانِ بخشش و آں بحر داد

پھر اس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا — اس جہانِ بخشش اور عطا کے سمندر نے

کایں سبو پُر زر بدست اُو دہید — چونکہ وا گردد سوئے دجلش برید

کہ اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اس کو دے دو — جب واپس لوٹے تو اس کو دجلہ کی جانب لے جاؤ

ازرہِ خشک آمدست و آں سفر — ازرہِ دجلش بود نزدیک تر

وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر — دجلہ کے راستہ سے اس کے لئے زیادہ قریب ہوگا

چوں بکشتی در نشیند رنجِ راہ[2] — خود فراموشش شود آں جایگاہ

جب وہ کشتی میں بیٹھے گا، راستہ کی تکلیف — اس جگہ وہ بھول جائے گا

ہمچناں کردند و دادندش سبو — پُر زر و بُردند تا دجلہ دو تو

انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو ٹھلیا دے دی — اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اسکو دوہلا (لطف کیساتھ) دجلہ کی طرف لے گئے

چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید — سجدہ می کرد از حیا و می خمید

جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اس نے دجلہ دیکھا — شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا

کاے عجب لطف آں شہ وہاب را — واں عجب تر کوستد آں آب را

کہ تعجب ہے، اس لکھ بخش بادشاہ کی مہربانی پر — اور اسپر زیادہ تعجب ہے کہ وہ پانی (کا ہدیہ) قبول کرلیتا ہے

چوں پذیرفت از من آں دریائے جود — آنچناں نقدِ دغل را زود زود

اس دریائے سخا نے کیسے قبول کر لیا؟ — بہت جلد اس جیسے کھوٹے سکے کو

---

[1] ناموس وننگ۔ شرم وعار۔ زن۔ زدن بمعنی مارنا سے صیغۂ امر ہے۔ زر۔ سونا، اشرفیاں۔ مزید۔ یعنی مزید برآں۔ خلعت۔ وہ کپڑے جو بادشاہ اپنے اتار کر کسی کو دے دے، وہ کپڑے جو بادشاہ کسی کو عطا کرے۔ قباد۔ ایک مشہور بادشاہ کا نام ہے، ہر بادشاہ کو بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

[2] رنج راہ۔ راستہ کی مشقت۔ دوتو۔ یعنی دو گنے لطف کے ساتھ، دولت بھی ملی اور دجلہ کی سیر بھی ہوئی۔ سجدہ می کرد۔ یعنی حیا سے اوندھا ہوا جا رہا تھا۔ کاے۔ کہ اے۔ وہاب۔ بہت زیادہ عطا کرنے والا۔ پذیرفتن۔ قبول کرنا۔ جنس۔ مال۔ دغل۔ کھوٹا۔

کل عالم را سبوداں اے پسر — پُر شدہ از لطف و خوبی تا بسر[1]

اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیا سمجھ — جو لطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے

قطرۂ از دجلۂ خوبی اُوست — کاں نمی گنجد زپُری زیرِ پوست

(یہ ٹھلیا) اس کی خوبی کے دجلہ کی ایک بوند ہے — جو اپنے پُر ہونے پر پھولا نہیں ساتا ہے

گنجِ مخفی بد زپُری چاک کرد — خاک را تاباں ترا زافلاک کرد

چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کی وجہ سے پھٹ پڑا — جس نے خاک کو افلاک سے (بھی) زیادہ روشن کر دیا

گنجِ مخفی بُد زپُری جوش کرد — خاک را[2] سلطانِ اطلس پوش کرد

وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کی وجہ سے اس نے جوش مارا — مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا

ور بدیدے قطرہ از دجلہ خدا — آں سبو را او فنا کردے فنا

اگر (کوئی) خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا — اس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کر دیتا

آنکہ دیدندش ہمیشہ بے خودند — بیخودانہ بر سبو سنگے زدند

جنہوں نے اس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بے خود ہیں — انہوں نے بے خودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے

اے زغیرت بر سبو سنگے زدہ — آں سبو ز اشکست کامل تر شدہ

اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے — وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے

خم شکستہ آب ازو ناریختہ — صد درستی زیں شکست انگیختہ

ٹھلیا ٹوٹ گئی، اس کا پانی نہیں بہا — اس شکستگی سے سینکڑوں درستیاں پیدا ہو گئی ہیں

جزو جزوِ خم برقص ست و بحال — عقلِ جزوی را نمودہ ایں محال

ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے — ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے

نے سبو[3] پیدا دریں حالت نہ آب — خوش ببیں واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

اس حالت میں اس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی — اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

چوں درِ معنی زنی بازت کنند — پَرِّ فکرت زن کہ شہبازت کنند

تو جب معنی کا دروازہ کھٹکھٹائیگا، تیرے لئے کھولدیں گے — فکر کا پر پھڑپھڑا کر تجھے شہباز بنا دیں گے

---

[1] تابسر۔ لبریز۔ یہاں سے پھر اسی مضمون کا اعادہ ہے کہ ہمارے علوم ہیچ ہیں۔ پُری۔ راء پر تشدید ضرورت کی وجہ سے ہے۔ زیر پوست نگنجیدن۔ پھولا نہ سمانا۔ گنج مخفی۔ چھپا ہوا خزانہ، یہ ایک غیر صحیح حدیث کی طرف اشارہ ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں" یعنی کائنات کی پیدائش معرفت خداوندی کے لئے ہے۔

[2] خاک را۔ یعنی انسان کو اللہ نے اپنی صفات سے موصوف بنایا ہے۔ آں سبو۔ یعنی انسانی علوم کی ٹھلیا۔ آنکہ۔ جن لوگوں پر علم باری کی حقیقت منکشف ہوگئی ہے، انہوں نے اپنے حقیر علم کو خیر باد کہہ دیا ہے۔ اے زغیرت۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے۔ خم شکستہ۔ یعنی مقامِ فنا میں پہنچ کر رگ رگ میں محبت کا نور سرایت کر جاتا ہے اور جزو جزو رقص اور حال میں ہوتا ہے اور کمالِ ذاتی بھی فنا نہیں ہوتا ہے۔

[3] نے سبو۔ اس مقام پر پہنچ کر نہ اس کو اپنے بدن کا ہوش رہتا ہے نہ اپنے ذاتی کمالات کا۔ چوں درِ معنی۔ اگر تو علومِ الٰہی کا طالب ہے تو کوشش کر کہ خدا تیری مدد کرے گا۔ پرِ فکرت۔ چونکہ تو نے عالمِ عقلی کو اپنی خوراک بنالیا ہے لہٰذا تو علومِ عالیہ سے محروم ہوگیا ہے۔

پرِّ فکرت شد گل آلود و گراں
تیرے فکر کا پر مٹی میں سن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے
ناں گل ست و گوشت کمتر خور ازیں
روٹی اور گوشت مٹی ہے اس کو کم کھا
خاک می خوردیم عمرے در غذا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے
چوں گرسنہ می شوی سگ میشوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے، کتا بن جاتا ہے
چوں شدی تو سیر مُردارے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مردہ ہو جاتا ہے
پس دمے مردار دیگر دم سگی
پس ایک وقت تو مردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے
آلت اشکارِ خود جز سگ مداں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ
زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود
اسلئے کہ کتے کا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش ہو جاتا ہے
آں عرب را بے نوائی می کشید
اس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی
درحکایت گفتہ ام احسانِ شاہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے
ہر چہ گوید مردِ عاشق بوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے، عشق کی خوشبو
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے، سب فقر ہوتا ہے

زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں[1]
کیونکہ تو مٹی کھانے والا ہے، تیرے لئے مٹی روٹی کی طرح بن گئی ہے
تانمانی ہمچو گل اندر زمیں
تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے
خاکِ مارا خورد آخر در جزا
آخرکار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا
تند و بد پند و بدرگ می شوی
تو بدمزاج، بداخلاق، بدخصلت ہو جاتا ہے
بے خبر چوں نقش دیوارے شدی
دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے
چوں کنی در راہِ شیراں خوش تگی
تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے؟
کمترک اندازِ سگ را استخواں
کتے کو ہڈی کم ڈال
کے سوئے صید و شکارے خوش دود
پھر، صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے؟
تابداں درگاہ و آں دولت رسید[2]
یہاں تک کہ وہ اس درگاہ اور اس دولت تک پہنچ گیا
در حق آں بے نوائے بے پناہ
(جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)
از دہانش می جہد در کوئے عشق
عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے
بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے

---

[1] ناں۔ انسانی خوراک سب مٹی کی پیداوار ہے اس کی کثرت اس کو مٹی میں ملا دیتی ہے۔ چوں۔ انسان جب بھوکا ہوتا ہے تو اس میں درندگی آ جاتی ہے۔ چوں شدی سیر۔ بسیار خوری انسان میں مردنی پیدا کر دیتی ہے۔ پس۔ لہٰذا شکم سیری اور انتہائی بھوک دونوں مضر ہیں۔ راہِ شیراں۔ یعنی ایسی دو حالتوں میں راہِ سلوک کیسے طے کر سکتے ہو۔ آلت۔ ذریعہ۔ اشکار۔ الف زیادہ ہے۔ کمترک۔ کاف تصغیر کا ہے۔ سگ۔ یعنی قوائے حیوانی۔ بے نوائی۔ بے سروسامانی۔ درگاہ۔ یعنی خلیفہ کا دربار۔

[2] دولت رسید۔ تو بھی بے نوائی اختیار کرے گا تو دربار خداوندی میں جا پہنچے گا۔ بے پناہ۔ یعنی بدو۔ ہر چہ گوید۔ یعنی بدو اور خلیفہ کے قصہ سے ان احسانات الٰہیہ کی طرف اشارہ ہے جو ہر وقت بندوں پر مبذول ہوتے رہتے ہیں۔ ہر چہ۔ یعنی ہم تو عشق الٰہی میں مبتلا ہیں، ہمارے قصے اور کہانیوں سے بھی مضامین عشق کی بو آتی ہے۔ گر بگوید۔ عارف اگر فقہ کا مسئلہ بھی بیان کرتا ہے تو چونکہ مقصد رضائے الٰہی ہوتا ہے لہٰذا وہ علم فقر و تصوف بن جاتا ہے۔

ور بگوید[1] کفر آید بوئے دیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے، دین کی خوشبو آتی ہے
آید از گفت شکش بوئے یقیں
اس کے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے

ور بگوید کژ نماید راستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے
اے کژی کہ راست را آراستی
اے کجی (تو خوب ہے) کہ تو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے

کف کژ کز بحر صافی خاست ست
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے
اصل صاف آں فرع را آراست ست
صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے

آں کفش را صافی و محقوق داں
اس کے اس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ
ہمچو دشنامِ لب معشوق داں
معشوق کے منہ کی گالی کی طرح سمجھ

گشت ایں دشنامِ نامطلوبِ او
اس کی ناپسندیدہ گالی (بھی)
خوش ز بہر عارضِ محبوبِ او
اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

از شکر گر شکل نانے می پزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا
طعم قند آید نہ ناں چوں می مزی
جب تو چکھے گا، اس میں شکر کا مزا آئے گا نہ کہ روٹی کا

ور بت[2] زریں بیابد مومنے
اگر کوئی مومن سونے کا بت پا لے
کے ہلد اُو را پئے سجدہ کنے
اس کو سجدہ کرنے والے کے لئے کب چھوڑے گا

چوں بیابد مومنے زریں وثن
جب کوئی مومن، سونے کا بت پا لے گا
کے ہلد آں را برائے ہر شمن
اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا

بلکہ گیرد اندر آتش افگند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا
صورتِ عاریتش را بشکند
اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا

تا نماند بر ذہب نقشِ وثن
تاکہ سونے پر بت کی صورت نہ باقی رہے
زانکہ صورت مانع ست و راہزن
اس لئے کہ صورت مانع اور رہزن بنی ہے

ذاتِ زرّش دادِ ربانیت ست
اس کا اصل سونا خدا کی دین ہے
نقش بت برنقد زر عاریت ست
نقد سونے پر بت کی تصویر عارضی ہے

بہر کیکے تو گلیمے را مسوز
پسو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا
در صداعِ ہر مگس مگذار روز
ہر مکھی کی دردسری کی وجہ سے دن کو باہر نکلنا نہ چھوڑ

---

[1] ور بگوید۔ بظاہر اس کا نامناسب کلام بھی عین دین ہوتا ہے۔ کژ۔ وہ کلام جو عوام کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے۔ بحر صافی۔ صاف دریا۔ فرع۔ شاخ۔ محقوق۔ ٹھیک، درست۔ نامطلوب۔ ناپسندیدہ۔ عارض۔ رخسار، اولیاء اللہ کا کلام چونکہ عشق پر مبنی ہوتا ہے لہٰذا وہ صحیح ہوتا ہے۔ پزی۔ پختن بمعنی پکانا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔ مزی۔ مزیدن بمعنی چکھنا سے فعل مضارع مخاطب ہے۔

[2] گر بت۔ اوپر یہ بیان تھا کہ اہل عرفان کے بظاہر برے کلمات بھی بباطن مفید ہوتے ہیں اور اعتبار باطن کا ہے ظاہر کا نہیں ہے، شکر کی روٹی کا ظاہر روٹی ہے لیکن باطن شکر ہے، اسی طرح بت کا ظاہر برا ہے لیکن باطن سونا ہے لہٰذا مومن اس کو اٹھا لے گا۔ ہلد۔ ہلیدن بمعنی چھوڑنا سے فعل مضارع ہے۔ وثن۔ بت، مورتی۔ شمن۔ بت پرست۔ عاریت۔ مانگی ہوئی، عارضی۔ ذہب۔ سونا۔ دادِ ربانیت۔ خداداد۔ کیک۔ کاف کے فتحہ کے ساتھ، پسو۔ گلیم۔ گدڑی۔ صداع۔ دردسر۔ مگس۔ مکھی، لہٰذا اولیاء اللہ کی بات بظاہر اگر ناگوار بھی ہے تو اس کی وجہ سے حقیقت سے کنارہ کش نہ ہو جانا۔

بت پرستی[1] گر بمانی در صُور
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بت پرست ہے
مردِ حجی ہمرہی حاجی طلب
(اگر) تو حج کا جوانمرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا
منگر اندر نقش و اندر رنگ اُو
تصویر اور اس کے رنگ کو نہ دیکھ
گر سیاہست و ہم آہنگِ توست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے
ور سپیدست و ورا آہنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے
ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر
یہ قصہ بغیر ترتیب کے کہہ دیا گیا ہے
سر ندارد چوں ازلَ بودست پیش
(عاشق کے خیال کا) سرانہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے بھی پہلے کا ہے
بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اس کا ہر قطرہ
حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں
خدا بچائے، خبردار یہ کہانی نہیں ہے
پیشِ ہر صوفی کہ اُو با فر بُوَد
ہر اس صوفی کے لئے جو شان و شوکت والا ہے
چوں بُوَد فکرش ہمہ مشغولِ حال
جبکہ اس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے
ہم عرب ما ہم سبو ما ہم ملک
بدو بھی ہم ہیں اور ٹھلیا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی

صورتش بگذار و در معنی نگر
صورت سے گذر جا اور معنی کو دیکھ
خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
خواہ ہندوستانی ہو، خواہ ترکی یا عرب ہو
بنگر اندر عزم و در آہنگِ اُو
اس کے ارادے اور قصد کو دیکھ
تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ توبت
تو اس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہمرنگ ہے
زو ببُر کز دل مَر اُو را رنگ نیست
اس سے تعلق نہ رکھ کیونکہ وہ دل سے ہمرنگ نہیں ہے
ہمچو فکرِ عاشقاں بے پاوَ سَر
جیسا کہ عاشقوں کا خیال بے سروپا ہوتا ہے
پاندارد یا ابد بودست خویش
(وہ) انتہا نہیں رکھتا ہے (اسلئے کہ) ابد سے وابستہ ہے
ہم سرست و پا و ہم بے ہر دواں
سر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سر و پا بھی ہے
نقد حالِ[2] ماوَ تست ایں خوش بیبں
یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر
ہر چہ آں ماضی ست لا یُذکرُ بُوَد
جو گذر گیا ہے وہ ناقابل ذکر ہوتا ہے
ناید اندر ذہنِ اُو فکرِ مآل
اس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے
جملہ ما یُوفَکُ عَنہُ مَنْ اُفِکَ
سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو پھیرا گیا

1. بت پرستی۔ بت پرست ہستی۔ در معنی۔ لہٰذا بزرگوں کے ظاہر الفاظ سے درگذر کر کے معنی تک پہنچو۔ صور۔ صورت کی جمع ہے۔ مرد حجی۔ مرد حج ہستی۔ نقش۔ شکل و صورت۔ رنگ۔ کالا، گورا۔ آہنگ۔ قصد، لہٰذا اعتبار باطن کا ہے نہ کہ ظاہر کا۔ حکایت۔ بدو کا قصہ۔ زیر و زبر۔ غیر مرتب۔ سر۔ ابتداء۔ پا۔ انتہا۔ ازل۔ زمانہ ماضی کی ہمیشگی۔ ابد۔ زمانہ مستقبل کی جانب کی ہمیشگی، عاشق کا تعلق چونکہ ذات خداوندی سے ہے جو ازلی اور ابدی ہے لہٰذا اس کے معاملہ کی نہ ابتدا ہے نہ انتہا۔ قطرہ۔ اگر قطرے کو دریا سے علیحدہ کرلو تو اس کی انتہا اور ابتدا ہے اور اگر علیحدہ نہ کرو تو قطرہ کی نہ اپنی انتہا ہے نہ ابتدا یہی حال عاشق کے احوال کا ہے۔

2. نقد حال۔ یعنی بدو اور اس کی بیوی کا قصہ دراصل خود ہمارا قصہ ہے۔ فر۔ یعنی تصوف کی شان و شوکت۔ مشغول حال۔ چونکہ واردات میں مصروف ہوتا ہے۔ فکر مآل۔ عاشق رضا و تسلیم کی وجہ سے انجام سے بھی بے فکر ہوتا ہے۔ ہم عرب ما۔ یعنی بدو اور ٹھلیا اور بادشاہ کی عطا کا جو قصہ ہم نے نقل کیا ہے وہ ایک مثال ہمارے اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ کی ہے ہم وہ عبادتیں اور تحفے پیش کرتے ہیں جن کی اس کے یہاں کمی نہیں ہے وہ پھر بھی قبول فرماتا ہے۔ ان باتوں کا وہی انکار کرے گا جو راندہ درگاہ ہوگا۔

عقل را شو[1] داں و زن ایں نفس و طبع | ایں دو ظلمانی و منکر عقل شمع

عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت (سمجھ) | یہ دونوں تاریک اور منکر ہیں، عقل شمع ہے

بشنو اکنوں اصل انکار از چہ خاست | زانکہ کل را گونہ گونہ جزو ہاست

اب سن، انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟ | اس لئے کہ کل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں

جزو کل نے جزو ہا نسبت بکل | نے چو بوئے گل کہ باشد جزوِ گل

(حقیقی) جزو اور کل نہیں، جزو کی کل کیساتھ نسبت (تابع ہونے میں) | ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہوتی ہے

لطف سبزہ جزوِ لطف گل بود | بانگ قمری جزوِ آں بلبل بود

(بلکہ اسطرح سے ہے جیسے) سبزہ کا لطف پھول کے لطف کا جزو ہوتا ہے | (جیسے) قمری کی آواز بلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہے

گر شوم[2] مشغولِ اشکال و جواب | تشنگاں را کے توانم داد آب

اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہو جاؤں | (تو) پیاسوں کو کب سیراب کر سکوں گا؟

گر تو اشکالی بکلی و حرج | صبر کن کہ اَلصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج

اگر تو مجسم اشکال اور تنگی ہے | (تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

احتما کن احتما زاندیشہا | زانکہ شیرانند در ایں بیشہا

وسوسوں سے بہت پرہیز کر | اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں

احتماہا بر دواہا سَرورست | زانکہ خاریدن فزونی گرست[3]

پرہیز دواؤں سے بہتر ہے | اس لئے کہ کھجانا، خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے

احتما اصل دوا آمد یقیں | احتما کن قوتِ جانت ببیں

پرہیز یقیناً دوا کی جڑ ہے | پرہیز کر، (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ

احتماہا مَر دواہا را سَرست | ہضم دارو علت نو دیگرست

پرہیز، دوا کی اصل ہے | دوا کا ہضم ہو جانا، دوسری نئی بیماری ہے

قابل ایں گفتہا شوگوش دار | تاکہ از زر سازمت من گوشوار

ان باتوں کو قبول کرنے والا بن، توجہ سے سن | تاکہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں

---

[1] عقل را شو۔ عقل کو بمنزلہ شوہر کے سمجھو اور نفس اور طبیعت انسانی کو بمنزلہ عورت کے سمجھو اور دونوں کے مکالمہ کو عقل اور نفس کا مکالمہ سمجھو۔ بشنو۔ دولت باطنی ایک حقیقت ہے لیکن طبائع مختلف ہیں اس لئے کچھ انکار کرتی ہیں، کچھ اقرار کرتی ہیں۔ جزو کل۔ یعنی ہم بار بار رب العزت کو کل سے اور انسانوں کو جزو سے تعبیر کرتے آرہے ہیں لیکن اس سے مراد حقیقی جزئیت اور کلیت نہیں ہے۔ اللہ اجزاء سے منزہ ہے نیز وہ نسبت بھی مراد نہیں ہے جو خوشبو اور پھول میں ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ حادث صفات سے پاک ہے بلکہ جزو اور کل سے مراد یہاں تابع اور متبوع ہے۔

[2] گر شوم۔ جو نسبت میں نے بیان کی اس میں بھی اشکالات ہیں لیکن اگر اس طرح کے اشکال اور جواب کے درپے ہو جاؤں گا تو حقائق بیان نہ کر سکوں گا۔ صبر کن۔ صبر سے ذوق اور وجدان پیدا ہوگا جس سے سب اشکالات حل ہو جائیں گے۔ احتما کن۔ وساوس سے بچنا ضروری ہے، وساوس راہِ طریقت کے درندے ہیں۔ اصل دوا سے بھی زیادہ ضروری پرہیز کرنا ہے۔

[3] گر۔ بکاف فارسی مفتوح، کھاج، خارش۔ قوت۔ پھر روح میں ایسی طاقت پیدا ہو جائے گی جو تمام مشکلات کو رفع کر دے گی۔ ہضم۔ مثلاً اگر مسہل پیا جائے اور بد پرہیزی کی وجہ سے وہ ہضم ہو جائے تو اور نئے امراض پیدا ہوں گے۔ گفتہا۔ مسائل تصوف سمجھنے کی قابلیت پیدا کرو پھر تمہارا مرتبہ کائنات سے بلند ہو جائے گا۔

گوشوارہ چہ کہ کانِ زر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے، بلکہ تو سونے کی کان بن جائے گا

تا بماہ و تا ثریا بر شوی
یہاں تک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہو جائے گا

اولاً بشنو[1] کہ خلق مختلف
پہلے سن لے کہ مختلف مخلوق

مختلف جانند از یا تا الف
الف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں

در حروفِ مختلف شور و شکے ست
مختلف حروف (تہجی) میں (اختلاف کا) شور اور شک ہے

گرچہ از یک رُو ز سر تا پا یکے ست
اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں

از یکے رُو ضد و دیگر متحد
ایک پہلو سے (ایک دوسرے کے) مخالف، دوسرے (پہلو سے) متحد ہیں

از یکے رُو ہزل و از یکروئے جد
(جیسا کہ کوئی جملہ) ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے (پہلو) سے مقصود ہو

پس قیامت روزِ عرضِ اکبرست
قیامت (کا دن) بڑی پیشی کا دن ہے

عرضِ اُو خواہد کہ بازیب و فرست
پیشی وہ چاہے گا جو شان و شوکت سے ہے

ہر کہ[2] چوں ہندو بدو سودائی ست
جو کوئی ہندو کی طرح برا اور سودائی ہے

روزِ عرضش نوبت رسوائی ست
اس کے لئے پیشی کا دن رسوائی کا وقت ہے

چوں ندارد روئے ہمچوں آفتاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو

اُو نخواہد جز شب ہمچوں نقاب
وہ نقاب کی طرح، رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا

برگِ یک گل چوں ندارد خارِ اُو
جبکہ اس کا کانٹا پھول کی ایک پتی (بھی) نہ رکھتا ہو

شد بہاراں دشمنِ اسرارِ اُو
موسم بہار اس کے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہوگا

وانکہ سرتاپا گل ست و سوسن ست
جو شخص سر سے پیر تک گل اور سوسن ہے

پس بہار اُو را دو چشم روشن ست
موسم بہار اس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں

خارِ بے معنی خزاں خواہد خزاں
بے حقیقت کا نٹا، خزاں ہی خزاں چاہتا ہے

تازند پہلوئے خود با گلستاں
تاکہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے

تا بپوشد حسن آن و ننگ ایں
تاکہ وہ (خزاں) اس کا حسن اور اس کا عیب ڈھک دے

تا نہ بینی ننگ آن و رنگ ایں
تاکہ تو اس کا عیب اور اس کا رنگ نہ دیکھ سکے

پس خزاں اُو را بہارست و حیات
اس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے

یک نماید سنگ و یاقوتِ زکات
جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

---

[1] اولاً بشنو۔ چونکہ انسان باوجود انسان ہونے کے مختلف طبائع رکھتے ہیں، اس لئے بعض طبائع میں اشکالات پیدا ہوتے ہیں۔ در حروف۔ انسانوں کے طبائع کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حروف تہجی میں اختلاف ہے حالانکہ سب حروف تہجی ہی ہیں۔ از یکے رو۔ جیسا کہ بعض جملے ہوتے ہیں کہ جملہ ایک ہی ہے اور مذاق میں اس کے کچھ معنی ہیں اور جب حقیقت کے طور پر وہ بولا جائے تو دوسرے معنی ہوتے ہیں۔ پس قیامت۔ اختلاف کے اسباب کو سمجھنے سے زیادہ ضروری ہے کہ اس اختلاف کے نتائج پر غور کیا جائے جو قیامت میں ظاہر ہوں گے۔

[2] ہر کہ۔ جو لوگ شکوک و شبہات سے اپنے منہ کالے کئے ہوئے ہیں پیشی کے دن ان کی بہت رسوائی ہوگی۔ چوں ندارد۔ معارف الٰہیہ سے جن کے چہرے منور نہ ہوں گے وہ منہ چھپائیں گے۔ برگ۔ جس کانٹے میں پھول کی ایک پتی بھی نہ ہو وہ موسم بہار میں اور زیادہ رسوا ہوتا ہے جبکہ دوسرے کانٹے دار درخت پھولوں سے لد جاتے ہیں۔ وانکہ۔ جو شخص نیک اعمال سے مزین ہوگا، قیامت کے دن وہ نہایت مسرور ہوگا۔ خار۔ بداعمال دوسروں کو بھی بداعمال دیکھنے کا خواہشمند ہوگا۔ پس۔ بداعمال چاہے گا کہ پیشی کا وقت نہ آئے تاکہ اچھے اور برے کی تمیز نہ ہو سکے۔

باغباں[1] ہم داند آں را در خزاں — لیک دید یک بہ از دید جہاں
باغباں بھی اس کو موسم خزاں میں جانتا ہے — لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے

خود جہاں آں یک کس ست و آگہ است — ہر ستارہ برفلک جزوِ مہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے — آسمان پر ہر ستارہ چاند کا جزو ہے

خود جہاں آں یک کس ست و باقیاں — جملہ اتباع و طفیل اند اے فلاں
جہاں وہی ایک شخص ہے اور باقی — سب تابع اور طفیلی ہیں، اے فلاں!

اُو جہانِ کامل ست و مفرد ست — نسخۂ کلِّ وجود[2] اُو را بدست
وہ پورا جہان ہے اور اکیلا ہے — وجودِ کل کا نسخہ (جو حقیقت انسانیہ ہے) اسکے ہاتھ میں ہے

پس ہمی گویند ہر نقش و نگار — مُژدہ مُژدہ نک ہمی آید بہار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے — خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے

تابود تاباں شگوفہ چوں زرہ — تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ شگوفے زرہ کی طرح چمکیں — تاکہ میوے گچھے پیدا کریں

چوں شگوفہ[3] ریخت میوہ سر کند — چونکہ تن بشکست جاں سر برزند
جب شگوفہ جھڑا، میوہ نکلا — جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی

میوہ معنی و شگوفہ صورتش — آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
میوہ، معنی ہے اور شگوفہ اس کی صورت ہے — شگوفہ خوشخبری ہے، میوہ اس کی نعمت ہے

چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید — چوں کہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ جھڑا، میوہ رونما ہوا — جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا

تاکہ ناں نشکست قوت کے دہد — نا شکستہ خوشہا کے مے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے، طاقت کب دیتی ہے؟ — نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں

تا ہلیلہ نشکند با ادویہ — کے شود خود صحت افزا در ریہ
جب تک ہیڑ دواؤں میں نہ کٹے — پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے؟

---

[1] باغباں۔ یعنی شیخ کامل اس کی بداعمالی کو جانتا ہے۔ بداعمال کو چاہئے کہ اس شیخ کے سامنے اپنے مخفی احوال بیان کر کے اصلاح کرا لے تاکہ قیامت کے دن بے شمار مجمع اس کے عیوب کو نہ دیکھ سکے۔ خود۔ شیخ کامل خود ایک عالم ہے۔ ہر ستارہ۔ یعنی دوسرے نیک لوگ اس کے اجزاء ہیں۔ باقیاں۔ باقی کی جمع ہے۔ اتباع۔ تابع کی جمع ہے۔ اُو جہان۔ شیخ کامل اگرچہ ایک شخص ہے لیکن مکمل ایک جہان ہے، وہ چاند ہے، دوسرے ستارے ہیں۔

[2] نسخہ کل وجود۔ حقیقت انسانیہ کو تندرست رکھنے کا نسخہ اس کے پاس ہوتا ہے۔ پس۔ کائنات اپنے فانی ہونے کی وجہ سے قیامت کا پیغام دے رہی ہے۔ تابود۔ تاکہ جیسے زرہ کے حلقے چمکتے ہیں اسی طرح شگوفے چمک جائیں اور پھل آ جائیں۔ یہ پیغامِ بہار اسی لئے ہے۔ چوں شگوفہ۔ شگوفہ کی پتیاں جھڑ جانے پر اندر سے پھل نمودار ہوتا ہے۔

[3] چوں۔ روح کا جسم سے تعلق منقطع ہونے پر اس کے آثار اور قوی ہو جاتے ہیں تو قیامت میں یہ آثار خوب ظاہر ہوں گے۔ شگوفہ، پھل کی آمد کا پیغام دیتا ہے۔ آں۔ شگوفہ۔ ایں۔ پھل۔ تاکہ۔ روٹی کے ٹوٹ کر جب نوالے بنتے ہیں تو وہ بدن کو قوت پہنچاتی ہے، انگور ٹوٹنے کے بعد شراب بنتا ہے، اسی طرح ہیڑ کے فائدے جب ہیں جب اس کو کوٹ کر دواؤں میں ملا دیا جائے، اسی طرح ریاضت اور مجاہدہ سے جب تک بدن کو پامال نہ کرو گے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔ ریہ۔ پھیپھڑا۔

در صفت[1] پیر و مُطاوَعت کردن با اُو

پیر کی تعریف اور اس کی تابعداری کرنے کا بیان

اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے

یک دو کاغذ بر فزا در وصفِ پیر
پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھا لے

گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے

بر نمی آید جہاں را بے تو کار
(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے

گرچہ جسم نازکت را زور نیست
اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے

لیک بے خورشید مارا نور نیست
لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے

گرچہ مصباح[2] و زجاجہ گشتۂ
اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے

لیک سرخیلِ دل و سر رشتۂ
لیکن (اہل) دل کا پیشوا اور آغاز کار ہے

چوں سرِ رشتہ بدست و کامِ تست
جبکہ آغاز کار تیرے ہاتھ میں اور منشا کے مطابق ہے

دُرّ ہائے عقد دل ز انعامِ تست
دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

بر نویس احوالِ پیرِ راہ داں
واقف راہ پیر کے احوال تحریر کر

پیر را بگزیں و عین راہ داں
پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پا لے

پیر تابستاں و خلقاں تیرِ ماہ
پیر، موسم بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے

خلق مانند شب اند و پیر ماہ
مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے

کردہ ام بختِ جواں را نامِ پیر
میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے

کوزحق پیرست نہ از ایام پیر
کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے، عمر کی وجہ سے پیر نہیں ہے

اُو چناں پیرست کش آغاز نیست[3]
وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں ہے

با چناں دُرِ یتیم انباز نیست
اور ایسے یکتا موتی کا (کوئی) شریک نہیں

خود قوی تر می بود خمرِ کہن
پرانی شراب خود زیادہ طاقتور ہوتی ہے

خاصہ آں خمریکہ باشد مِنْ لَدُن
خصوصاً وہ شراب جو علم لدنی کی ہو

---

[1] درصفت۔ اس سے پہلے کہا تھا کہ ریاضت ضروری ہے۔ اب بتاتے ہیں کہ ریاضت پیر کی رہنمائی میں ہونی چاہیے۔ ضیاء الحق۔ مولانا کے مخصوص مرید ہیں جن کی فرمائش پر اس مثنوی کی تکمیل اس طور پر ہوئی کہ مولانا بولتے تھے اور وہ لکھتے تھے۔ بس۔ بہت۔ نزار۔ لاغر یعنی ریاضت کی وجہ سے۔ بر نمی آید۔ لیکن تمہارے بغیر کام بھی نہیں چلتا لہٰذا تمہیں تکلیف دینا پڑتی ہے۔ مارا نور نیست۔ ضیاء الحق مرید ہیں لیکن مولانا ان کی محبت میں ایسے الفاظ کا ذکر کر جاتے ہیں جو پیر کے لئے بولے جاتے ہیں۔

[2] مصباح۔ چراغ۔ زجاجہ۔ قندیل۔ سرخیل۔ افسر، پیشوا۔ سررشتہ۔ ڈور کا سرا، باعث۔ کام۔ مقصد۔ عقد۔ ہار یعنی مثنوی۔ راہ۔ سلوک۔ تابستان۔ موسم گرما جو موسم بہار ہوتا ہے۔ تیر ماہ۔ موسم خزاں۔ نام کرد۔ پیر بوڑھے کو کہتے ہیں اور بزرگی چونکہ اکثر بڑھاپے میں آتی ہے لہٰذا پیر اور شیخ بزرگ کے معنی میں بولا جانے لگا۔ مولانا نے فرمایا کہ ضیاء الحق عمر کے اعتبار سے پیر نہیں ہیں بلکہ جوان ہیں اور بزرگی کے اعتبار سے پیر ہیں۔

[3] آغاز نیست۔ پیری، پیغمبری کا پرتو ہے اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے میں اسی وقت پیغمبر تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کا صرف پتلا بنا تھا۔ دُرِّ یتیم۔ دُرِّ یکتا۔ انباز۔ شریک، نظیر۔ خود قوی تر۔ پیر کا بڑھاپا کمزوری کی دلیل نہیں ہے بلکہ کہنہ شراب کی طرح اس کی روحانی قوت اور تیز ہو جاتی ہے۔ من لدن۔ یعنی من عند اللہ، اللہ کی جانب سے، علم لدنی۔

خود قوی تر می شود خمر قدیم
پرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے
آں کہن تر بہتر اے شیخ علیم
اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پرانی ہو بہتر ہے

پیر را بگزیں[1] کہ بے پیر ایں سفر
پیر (کا توسل) اختیار کر، یہ سفر بغیر پیر کے
ہست بس پُر آفت و خوف و خطر
آفت اور خوف و خطر سے بہت پُر ہے

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ
جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے
بے قلاوُز اندر آں آشفتۂ
بغیر رہنما کے تو اس میں پریشان ہے

پس رہے را کہ ندیدتی تو ہیچ
پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے
ہیں مر و تنہا ز رہبر سر مپیچ
خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف نہ کر

ہر کہ اُو بے مرشدے در راہ شد
جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا
اُو زغولاں گمرہ و در چاہ شد
وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا

گر نباشد سایۂ پیر اے فضول
اے مہمل! اگر پیر کا سایہ نہ ہو
بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی

غولت از رہ افگند اندر گزند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دے گا
از تو داہی تر دریں رہ بس بدند
تجھ سے زیادہ چالاک، اس راستہ میں بہت سے (گمراہ) ہوئے ہیں

از نبے بشنو ضلالِ رہرواں
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سن
کہ چہ شاں کرد آں بلیس بد رواں
کہ ان کے ساتھ بدذات شیطان نے کیا کیا ہے؟

صد ہزاراں سالہ رہ از جادہ دور
سیدھے راستہ سے لاکھوں سال کی مسافت پر دور
بُرد شان و کرد شاں زادبار عور[2]
انہیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے اُن کو ننگا کر دیا

استخوانہا شاں ببیں و موئے شاں
ان کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے
عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
عبرت حاصل کر، اور ان کا راستہ اختیار نہ کر

گردنِ خر گیرو سوئے راہ کش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور (اسکو) راستہ کی طرف کھینچ
سوئے رہبانانِ و رہ دانانِ خوش
(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ کو خوب جاننے والوںکی طرف

ہیں مہل خر را و دست ازوے مدار
خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ اور اس کو آزاد نہ کر
زانکہ عشق اُوست سوئے سبزہ زار
اس لئے کہ اس کا عشق سبزہ زار سے ہے

---

1. گزیں۔ گزیدن بمعنی اختیار کرنا سے صیغہ امر ہے۔ خوف و خطر۔ یعنی وساوس شیطانی کے خطرے۔ قلاوُز۔ رہبر۔ آشفتن۔ پریشان ہونا۔ غول۔ چھلاوہ، شیطان۔ درچاہ شدن۔ ہلاک ہونا۔ بانگ۔ شیطانی وساوس کی آواز۔ داہی۔ چالاک، یعنی تجھ سے زیادہ عقلمند بغیر پیر کے گمراہ ہوئے ہیں۔ نبے۔ قرآنِ مجید، یعنی قرآنِ مجید میں بہت سی قوموں کے قصے مذکور ہیں جن کو شیطان نے گمراہ کر دیا۔ ادبار۔ بدبختی، نحوست۔

2. عور۔ ننگا، یعنی نیک اعمال سے خالی۔ خرسوئے کسے راندن: کسی کی طرف مائل ہونا، اس کے راستہ پر چلنا، یعنی ان ہلاک شدگان سے عبرت حاصل کرو، ان کا راستہ نہ اختیار کرو۔ خر۔ گدھا یعنی نفس۔ رہبانان۔ جمع ہے رہبان کی، بان علامت ہے اسم فاعل کی، جیسے فیل بان، راہگیر۔ راہ داں۔ راستہ سے واقف۔ مہل۔ نہ چھوڑ، ہلیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔

گر یکے دم تو بغفلت واہلیش[1] — اُو رود فرسنگہا سوئے حشیش
اگر تو غفلت سے اسکو تھوڑی دیر کیلئے بھی آزاد چھوڑ دیگا — وہ میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

دشمن راہ است خر مست علف — اے بسا خربندہ را کردہ تلف
گھاس کا عاشق گدھا، راستہ کا دشمن ہے — بہت سے اناڑیوں کو اس نے ہلاک کیا ہے

گر ندانی رہ ہرانچہ خر بخواست — عکس آں کن خود بود آں راہ راست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے، تو جو گدھا چاہے — اس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہوگا

شَاوِرُوْھُنَّ پس آنگہ خَالِفُوْا — اِنَّ مَنْ لَمْ یَعْصِھِنَّ تَالِفُ
ان (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو — جو شخص انکے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہو جانیوالا ہے

باہوا و آرزوکم باش دوست — چوں[2] یُضِلُّکَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اوست
خواہش نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر — کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ (تعالیٰ) کے راستہ سے گمراہ کرتی ہے

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں — ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
دنیا میں خواہش نفسانی کو پامال نہیں کرتی — کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

وصیت کردنِ رسولِ خدا مر علیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوعِ طاعتے تقرب بحق جوید

رسولِ خدا ﷺ کا (حضرت) علیؓ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے

تو تقرب جو بصحبت عاقل و بندۂ خاص تا از ایشاں ہمہ پیش قدم باشی

تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقریب چاہ تاکہ ان سب سے آگے بڑھ جائے

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اِذَا تَقَرَّبَ النَّاسُ اِلٰی خَالِقِھِمْ

آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جب لوگ اپنے خالق کا تقرب

بِاَنْوَاعِ الْبِرِّ فَتَقَرَّبْ اِلَی اللّٰہِ بِالْعَقْلِ وَ السِّرِّ تَسْبِقُھُمْ

مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو اللہ کا عقل، اور اسرارِ الٰہی کے ذریعہ تقرب چاہ،

بِالدَّرَجَاتِ وَ الزُّلْفٰی عِنْدَ النَّاسِ فِی الدُّنْیَا وَ عِنْدَاللّٰہِ فِی الْاٰخِرَۃِ

درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا، دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک

گفت پیغمبرؐ علیؓ را کاے علیؓ — شیرِ حقی پہلوانی، پُر دلی
(حضرت) علیؓ سے پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا اے علیؓ! — تو اللہ کا شیر ہے، بہادر ہے، دلیر ہے

---

1. واہلیش۔ شین مفعول کی ضمیر ہے۔ وا۔ بمعنی کشادہ۔ ہلی۔ ہلیدن کا فعل مضارع ہے۔ فرسنگ۔ فرسخ جو تین میل کا ہوتا ہے۔ حشیش۔ گھاس۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ خر بندہ۔ اناڑی سوار جو سواری کے تابع ہوتا ہے۔ خر۔ یعنی نفس انسانی۔ شاوروھن۔ ان عورتوں سے مشورہ کرو، یہ حدیث ثابت نہیں ہے البتہ طاعت النساء ندامۃ عورت کی اطاعت ندامت کا باعث ہے، حدیث صحیح ہے۔ تالف۔ اسم فاعل ہے، ہلاک ہونے والا۔

2. چوں۔ قرآن میں ہے ولا تتبع الھوی فیضلک و عن سبیل اللہ اور نہ اتباع کر خواہش نفسانی کا ورنہ وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گا۔ ہمرہاں۔ ساتھ چلنے والے، یعنی مرشد کامل جو مرید کا راہنما ہوتا ہے، پیر کی رہنمائی لامحالہ ضروری ہے بصورت مجبوری نفس کی خواہش کے خلاف عمل کرتے رہنا چاہئے۔ قال النبی۔ یہ حدیث ان الفاظ سے حدیث کے ذخیرے میں نہیں ہے، مضمون صحیح ہے۔ شیر حق۔ حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ پہلواں۔ بہادر، افسر۔ پُر دل۔ مضبوط دل والا۔

لیک بر شیری مکن ہم اعتمید[1] — اندر آدر سایۂ نخل امید
لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر — نخل امید کے سایہ میں آ جا

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند — بہر قربِ حضرتِ بیچون و چند
ہر شخص اگر عبادت پیش کرے — بے مثال اور بے نظیر دربار کی قربت کے لئے

تو تقرب جو بعقل و سرِّ خویش — نے چو ایشاں بر کمالِ برِّ خویش
تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعہ سے نزدیکی حاصل کر — نہ کہ اُن کی طرح اپنے کمال اور نیکی (کی بنیاد) پر

تو در آ در سایۂ آں عاقلے — کش نتاند بُرد از راہ ناقلے
تو اس عقلمند کے سایہ میں آ جا — جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے

پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ — سر مپیچ از طاعت اُو ہیچ گاہ
اس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر — کسی وقت (بھی) اس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑ

زانکہ اُو ہر خار را گلشن کند — دیدۂ ہر کور را روشن کند[2]
اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے — ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کردیتا ہے

ظلِ اُو اندر زمیں چوں کوہِ قاف — روحِ اُو سیمرغ بس عالی طواف
اس کا سایہ زمین پر کوہِ قاف کی طرح ہے — اس کی روح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے

دست گیرد بندۂ خاصِ الٰہ — طالباں را می برد تا پیشگاہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے — (وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لے جاتا ہے

گر بگویم تا قیامت نعت اُو — ہیچ آں را غایت و مقطع مجو
اگر میں قیامت تک اس کی تعریف کروں — اس کی انتہا اور خاتمہ کی امید نہ کر

آفتابِ روح نے آنِ فلک — کہ زنورش زندہ اند انس و ملک
(وہ) روح کا سورج ہے، آسمان کی طرف منسوب نہیں ہے — اس کے نور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں

در بشر رو پوش گشت ست آفتاب — فہم کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
سورج انسان (کے جسم) میں روپوش ہے — سمجھ لے، اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یا علیؓ از جملۂ طاعاتِ راہ — برگزیں تو سایۂ خاصِ الٰہ
اے علیؓ! راہِ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے — اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر

ہر کسے در طاعتے بگریختند — خویشتن را مخلصے انگیختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے — (اور) اپنے لئے نجات کی جگہ نکال رہا ہے

---

[1] اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ نخل امید۔ یعنی مرشد۔ تقرب۔ قریب ہونا۔ عقل۔ یعنی معرفت الٰہی۔ سرّ۔ یعنی محبت۔ برّ۔ نیک، عمل۔ عاقل۔ یعنی مردِ عارف۔ نتاند۔ نتواند کا مخفف ہے۔ ناقل۔ نقل کرنے والا۔ زانکہ۔ شیخ کامل، اس انسان کو جو اعمالِ حسنہ سے خالی ہے نیک عمل بنا دیتا ہے۔

[2] روشن کند۔ یعنی قلبی بصیرت عطا کردیتا ہے۔ کوہِ قاف۔ شاعرانہ تخیل کے اعتبار سے کوہِ قاف پوری دنیا کو گھیرے ہوئے ہے یعنی شیخ کامل کا سایہ پورے عالم پر ہوتا ہے۔ سیمرغ۔ فرضی پرندہ ہے جس کے پروں میں تیس خوشنما رنگ ہیں۔ دست گیرد۔ مردِ عارف دستگیری کرتا ہے۔ پیشگاہ۔ یعنی دربارِ خداوندی۔ غایت۔ انتہا۔ مقطع۔ خاتمہ۔ آن۔ ملکیت۔ آفتاب۔ یعنی شیخ کامل کی روح۔ خاصِ الٰہ۔ اللہ کا مخصوص بندہ۔ مخلص۔ نجات کی جگہ۔

تو برو در سایۂ عاقل گریز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے
تا رہی زاں دشمن پنہاں ستیز[1]
تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پا لے

از ہمہ طاعات اینت لائق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے
سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائے گا

چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو
جب پیر بنا لے خبردار! سرِ اطاعت رکھ دے
ہمچو موسیٰؑ زیرِ حکمِ خضرؑ رو
موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح (حضرت) خضر کے حکم کے ماتحت چل

صبر کن بر کارِ خضرؑ اے بے نفاق
اے مخلص! خضر کے کام پر صبر کر
تا نہ گوید خضرؑ رَو ہٰذا فراق
تاکہ خضر یہ نہ کہہ دے کہ جا یہ جدائی ہے

گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن
خواہ وہ (خضر) کشتی کو توڑ دے تو اعتراض نہ کر
گرچہ طفلے را کشد تو مو مکن
خواہ وہ بچے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر

دست اُو را حق چو دستِ خویش خواند
جب خدا نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے
تا یَدُ اللہِ[2] فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ براند
یہاں تک کہ "اللہ کا ہاتھ اسکے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے

دستِ حق میراندش زندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اس کو مارتا ہے تو اس کو زندہ کرتا ہے
زندہ چہ بود جانِ پایندش کند
زندہ کیا ہوتا ہے، اس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

یار بابید راہ را تنہا مرو
کوئی راستہ کا یار چاہئے تنہا نہ جا
از سرِ خود اندریں صحرا مشو
اس جنگل میں تنہا نہ جا

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو
ہم بعونِ ہمت مرداں رسید
وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے
دستِ اُو جز قبضۂ اللہ نیست
اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہاتھ ہے

غائباں را چوں چنیں خلعت دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں
حاضراں از غائباں لاشک بہند
تو لامحالہ حاضر لوگ، غیر حاضروں سے بہتر ہیں

غائباں را چوں نوالہ می دہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں
پیشِ مہماں تا چہ نعمتہا نہند
تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہوں گے؟

---

1. پنہاں ستیز۔ شیطان چھپا ہوا دشمن ہے۔ اینت۔ ایں برائے تو۔ ہمچو موسیٰ۔ حضرت موسیٰ جب خضر سے تعلیم حاصل کرنے لگے تو بالکلیہ ان کے حکم کے تابع بن گئے تھے۔ ہٰذا فراق۔ جب حضرت موسیٰ سے صبر نہ ہوا تو حضرت خضر نے ان سے کہہ دیا اب جدا ہو جاؤ۔ کشتی۔ حضرت خضر نے اس کشتی میں سوراخ کر دیا جس میں سوار ہوئے تھے۔ طفلے۔ حضرت خضر نے معصوم بچہ کو مار ڈالا تھا۔ مو کندن۔ بال نوچنا، رنجیدہ ہونا۔

2. ید اللہ۔ شجرۂ رضوان کے نیچے جب آنحضور ﷺ نے صحابہؓ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت لی تھی اس کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ نبی کا ہاتھ نہ تھا بلکہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔ میراندش۔ حضرت خضر نے جس بچہ کو مارا وہ اس کی موت نہ تھی بلکہ اس کی حیاتِ جاودانی تھی۔ ہر کہ تنہا۔ بغیر شیخ کامل کے کسی کو شاذ و نادر کوئی مرتبہ حاصل ہوا ہے تو وہ بھی دراصل کسی بزرگ کی روح کا تصرف ہے۔ دست پیر۔ شیخ کا ہاتھ دراصل اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ غائباں را۔ شیخ کا فیض اگرچہ غائبانہ بھی پہنچتا ہے لیکن جن کو قرب حاصل ہوتا ہے وہ یقیناً بہتر ہیں۔

کُو کسے[1] کُو پیشِ شہ بندد کمر　با کسے کُو ہست از بیرونِ در
کجا وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو　اس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو

فرق بسیارست ناید در حساب　آں ز اہلِ کشف و ایں ز اہلِ حجاب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے　وہ اہل کشف میں سے ہے اور یہ اہل حجاب میں سے ہے

جہد آں کن تا رہے یابی دروں　ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں
وہ کوشش کر تا کہ اندر کا راستہ پا لے　ورنہ زنجیر کی طرح دروازہ سے باہر رہ جائے گا

چوں گزیدی پیر نازک دل مباش　سست و ریزندہ چو آب و گِل مباش
جب تو نے پیر بنا لیا تو نازک دل نہ بن　گارے کی طرح سست اور بکھرنے والا نہ بن

نرم[2] گوید سخت گوید خوش بگیر　تا کند بر جملہ میرانت امیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر　تا کہ تجھے سرداروں کا سردار بنا دے

در بہر زخمے تو پُر کینہ شوی　پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
اگر ہر تکلیف پر تو غصہ سے بھرے گا　تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا؟

قصۂ کبودی زدن قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شدنِ اُو بزخم سوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گدوانا اور زخم سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

ایں حکایت بشنو از صاحب بیاں　در طریق و عادتِ قزوینیاں
بیان کرنے والے سے یہ قصہ سن　جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

برتن و دست و کتفہا بے درنگ　میزنند از صورتِ شیر و پلنگ
جسم، ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردد　شیر اور تیندوے کی صورت گدواتے ہیں

بر چناں صورت پیا پے بے گزند　از سرِ سوزن کبودیہا زنند
اس طرح کی تصویر پر پے در پے بلاتکلف　سوئی کی نوک سے گودتے ہیں

سوئے دلاّکے بشد قزوینئے　کہ کبودم زن ستاں شیرینئے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا　کہ میرے گود دے (اور) شیرینی لے لے

گفت چہ صورت زنم اے پہلواں　گفت برزن صورتِ شیرِ ژیاں
اس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بناؤں؟　کہا، غضب ناک شیر کی تصویر بنا دے

طالعم شیرست و نقش شیر زن　جہد کُن رنگِ کبودی سیر زن
میرا طالع اسد ہے، شیر کی تصویر بنا دے　کوشش کر، دل بھر کے گود دے

[1] کو کسے۔ جو لوگ شاہی دربار کے حاضر باش ہوتے ہیں وہ یقیناً ان سے افضل ہوتے ہیں جو دربار تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ اہل کشف۔ جن کو شیخ کی صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اہل کشف ہوتے ہیں۔ اہل حجاب۔ جو لوگ مجلس سے غیر حاضر ہیں ان کو علوم الٰہی کا کشف حاصل نہیں ہوتا ہے۔ حلقہ۔ زنجیر، زنجیر مکان سے باہر رہتی ہے۔ نازک دل۔ وہ شخص جو معمولی سی بات پر رنجیدہ ہو جائے۔

[2] نرم۔ شیخ کی ہر بات کو تسلیم کرنا ضروری ہے خواہ ناگوار ہو یا گوارا۔ زخم۔ یعنی مجاہدہ کی تکالیف برداشت کیے بغیر آئینہ دل پر صیقل نہیں چڑھتی ہے۔ کبودی زدن۔ بدن کو گودوانا۔ قزوینی۔ قزوین کا رہنے والا جو عراق کا ایک شہر ہے۔ دلاک۔ حجام، نائی۔ شیرینی۔ یعنی گودنے کی اجرت۔ پہلواں۔ جوانمرد، سپاہی۔ شیر ژیاں۔ غضب ناک شیر۔ برزن۔ بر زیادہ ہے۔ طالع۔ بچھتر، کسی کی پیدائش کے وقت بارہ برجوں میں سے جو برج مشرق سے نمودار ہو وہ پیدا ہونے والے کا طالع کہلاتا ہے۔ شیر۔ یعنی برج اسد۔ سیر زن۔ یعنی پوری طرح گود۔

گفت بر چہ موضعت[1] صورت زنم
اس نے کہا، تیرے کس جگہ تصویر بناؤں؟

تا شود پشتم قوی در رزم و بزم
تاکہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے

چونکہ اُو سوزن فرو بردن گرفت
اس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں

پہلواں در نالہ آمد کاے سنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بھلے مانس!

گفت آخر شیر فرمودی مرا
اس نے کہا، تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے

گفت از دُمگاہ آغازیدہ ام
اس نے کہا میں نے دم کی طرف سے شروع کیا ہے

از دُم و دُمگاہِ شیرم دم گرفت
دُم اور دم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا

شیرِ بے دُم باش گو اے شیر ساز
بے دم کا شیر سہی، اے شیر بنانے والے!

جانبِ دیگر گرفت آں شخص زخم
وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا

بانگ زد اُو کایں چہ اندام ست ازو
وہ چیخا، یہ اس کا کون سا عضو ہے؟

گفت تا گوشش نباشد اے ہمام
اس نے کہا، اے سردار! اس کا کان نہ ہو

جانبِ دیگر خلش آغاز کرد
اس نے دوسری جانب سے چبھانا شروع کیا

کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز
کہ یہ تیسری جانب کون سا عضو ہے؟

گفت تا اشکم نباشد شیر را
اس نے کہا، شیر کا پیٹ بھی نہ ہو

گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
کہا میرے کندھے پر نقش کر دے

با چنیں شیرِ ژیاں در عزم و حزم
ایسے خوفناک شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور پختہ ارادہ میں

دردِ آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

مرمرا کشتی چہ صورت می زنی
تو نے تو مجھے مار ڈالا، کیا تصویر بنا رہا ہے؟

گفت از چہ عضو کردی ابتدا
کہا، کس عضو سے تو نے شروع کیا ہے؟

گفت دم بگذار اے دو دیدہ ام
کہا، اے نورِ چشم! دم بنانی چھوڑ دے

دُم گہ اُو دَم گہم محکم گرفت
اس کی دم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا

کہ دلم سستی گرفت از زخمِ گاز
اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے

بے محابا و مواساتے و رحم
بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے

گفت اُو گوش ست اے مردِ نکو
اس نے کہا، اے نیک مرد! یہ کان ہے

گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
کان کو چھوڑ دے، اور قصہ مختصر کر

باز قزوینی فغاں را ساز کرد
پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا

گفت ایںست اشکمِ شیر اے عزیز
اس نے کہا، اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے

خود چہ اشکم می باید شیر را
شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟

---

1. موضع۔ مقام۔ شانہ۔ کندھا۔ رقم۔ نشان۔ رزم۔ جنگ۔ بزم۔ مجلس نشاط۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ حزم۔ ہوشیاری۔ فرو بردن۔ گاڑنا۔ مسکن۔ جگہ۔ سنی۔ اچھا، روشن۔ دمگاہ۔ دم کی جگہ۔ دم گرفت۔ سانس رک گیا۔ دم گہ۔ سانس کی جگہ۔ محکم۔ مضبوط/ گاز۔ قینچی، جراحی کا اوزار۔ محابا۔ مروت، لحاظ۔ مواسات۔ غمخواری، معاونت۔ اندام۔ عضو۔ ہمام۔ سردار، بزرگ۔ خلش۔ چبھن۔ فغاں۔ فریاد۔ اشکم۔ شکم، الف زائد ہے۔

گشت افزوں درد کم زن زخمہا
درد بہت بڑھ گیا، زخم کم کر

اشکمے چہ شیر را بہر خدا
شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے

خیرہ[1] شد دلاّک بس حیراں بماند
نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا

تا بدیر انگشت در دنداں بماند
دیر تک انگلی دانتوں میں دبائے رہا

بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد
اس وقت استاد نے سوئی زمین پر پھینک دی

گفت در عالم کسے را ایں فتاد
بولا، دنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہوگا؟

شیرِ بے دُمّ و سر و اشکم کہ دید
بے دم، سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے؟

ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید
ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے

چوں نداری طاقت سوزن زدن
جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

از چنیں شیرِ ژیاں بس دم مزن
ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر

اے برادر صبر کن بردردِ نیش
اے بھائی سوئی کے درد پر صبر کر

تا رہی از نیش نفس گبر خویش
تا کہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے

کاں گروہیکہ رہیدند از وجود
اس لئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں

چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
آسمان اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کرتا ہے

ہر کہ مُرد اندر تن اُو نفس گبر
جن کے بدن میں بے دین نفس مر گیا ہے

مَرورا فرماں بَرد خورشید و اَبر
سورج اور ابر ان کا حکم مانتا ہے

چوں دلش آموخت صبر افروختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے

آفتاب اُو را نیارد سوختن
سورج اس کو نہیں جلا سکتا

گفت حق در آفتابِ منتجم
روشن سورج کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے

ذکرِ تزّا ور[2] کَذٰا عَنۡ کَھۡفِھِمۡ
ان کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے

خفتگانے کز خدا بد کارِ شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا

میل کردے آفتاب از غارِ شاں
سورج ان کے غار سے کترا جاتا تھا

خار جملہ لطف چوں گل می شود
کانٹا پھول کی طرح پُرلطف ہو جاتا ہے

پیش جزوے کو سوئے کل می شود
اس جزو کے سامنے جو کل سے وابستہ ہوتا ہے

---

[1] خیرہ۔ حیران۔ سرگشتہ۔ پریشان۔ نافرید۔ نہ آفرید۔ سوزن زدن۔ یعنی گودنے کے سوئیں چبھانا۔ شیر ژیاں۔ غضبناک شیر۔ رہی۔ تو نجات پائے، رہیدن سے واحد مخاطب مضارع ہے۔ گبر۔ آتش پرست، یہاں مطلقاً کافر مراد ہے، یہ مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے یعنی انسان اگر مجاہدوں اور ریاضتوں کی تکلیف برداشت کر لیتا ہے تو پھر نفس امارہ سے بچ جاتا ہے، ورنہ اسی طرح محروم رہتا ہے جیسا کہ قزوینی محروم رہا۔ مرورا۔ قرآن پاک میں مذکور ہے سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض ''اللہ نے تمہارے تابع فرمان بنادیا ہے ان چیزوں کو جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں۔''

[2] تزاور۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے قصہ میں فرمایا گیا ہے ''جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچ کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے۔'' یعنی سورج کی تپش ان کو نہیں پہنچتی ہے۔ منتجم۔ روشن۔ کہف۔ غار۔ خفتگانے۔ یعنی اصحاب کہف جو غار میں سوئے ہوئے تھے۔ خار۔ یعنی جو لوگ ذاتِ واحد میں اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں، ان کے لئے کانٹے پھول بن جاتے ہیں۔

چیست[1] تعظیم خدا افراشتن — خویشتن را خوار و خاکی داشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟ — اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے
چیست توحید خدا آموختن — خویشتن را پیشِ واحد سوختن
اللہ (تعالیٰ) کی وحدانیت سیکھنا کیا ہے؟ — اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کر دینا ہے
گرہمی خواہی کہ بفروزی چو روز — ہستی ہم چوں شب خود را بسوز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منور ہو جائے — (تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال
ہستیت در ہست آں ہستی نواز — ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو — تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے
در من و ما سخت کر دستی تو دست — ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
"من و ما" کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے — دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بشکار

بھیڑیئے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

شیر و گرگ و روبہے بہر شکار — رفتہ بودند از طلب در کوہسار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے — جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے
ہر سہ باہم اندراں صحرائے ژرف — صیدہا گیرند بسیار و شگرف
(تاکہ) تینوں مل کر گھنے جنگل میں — بہت، اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں
تا بہ پشت ہمدگر بر صیدہا — سخت بربندند بار و قیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر — سخت دباؤ ڈالیں، اور گرفت میں لائیں
گرچہ زاںشاں شیرِ نر را ننگ[2] بود — لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے — لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہو گیا
ایں چنیں شہ راز لشکر زحمت ست — لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے — لیکن ساتھ ہو گیا، (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے
ایں چنیں مہ را زاختر ننگہاست — اُو میانِ اختراں بہر سخاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے — (لیکن) وہ ازراہ کرم ستاروں کے درمیان ہے

---

1. چیست۔ یعنی توحید یہی ہے کہ ذات احد میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ گر۔ اگر تو منور ہونا چاہتا ہے تو اپنی ذات کو فنا کر دے۔ ہستیت۔ اپنی ہستی کو خدا کی ہستی میں پگھلا دے۔ دو ہست۔ دو ہستیاں۔ رفتن گرگ۔ اس قصہ سے مقصود یہی ہے کہ بھیڑیئے نے شیر کے مقابلہ میں انانیت اختیار کی اور دوئی کو ختم نہ کیا تو خود فنا ہو گیا لہٰذا انسان کی بھی دوئی مٹانے میں ہی نجات ہے۔ ژرف۔ گہرا۔ شگرف۔ اچھا۔ پشت۔ مدد۔ بار و قید۔ دباؤ اور گرفت۔
2. ننگ۔ شرم و عار۔ اکرام۔ عزت کرنا۔ جماعت۔ ید اللہ الجماعۃ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے۔ ایں چنیں۔ ان مثالوں کا مقصد یہ ہے کہ کاملین اگر ناقصین کو ساتھ لگا لیتے ہیں تو اس سے ناقصین کو مغرور نہ ہونا چاہیے بلکہ ناقصین کو شکرگزار ہونا چاہیے کہ وہ اپنا نقصان کر کے ان کا بھلا کر رہے ہیں۔

امر[1] شَاوِرْهُمْ پیمبر را رسید
پیغمبر (ﷺ) کو "ان سے مشورہ کر" کا حکم ملا ہے

گرچہ رائے نیست رایش را مزید
اگرچہ کوئی رائے اس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے

در ترازو جو رفیقِ زر شدست
ترازو میں جو سونے کا ساتھی بن گیا ہے

نے ازانکہ جو چو زر جوہر شدست
اس لئے نہیں کہ جو سونے کی طرح جوہر بن گیا ہے

روح قالب را کنوں ہمرہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے

مدتے سگ حارسِ درگہ شدست
مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی

در رکابِ شیر با فرّ و شکوہ
شان و شوکت سے شیر کے ساتھ

گاوِ کوہی و بز و خرگوشِ زفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش

یافتند و کارِ ایشاں پیش رفت
انہوں نے پکڑ لیا اور ان کا کام چل گیا

ہر کہ باشد در پئے شیرِ حراب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو

کم نیاید روز و شب او را کباب
اس کے لئے دن و رات میں کباب کی کمی نہ ہوگی

چوں زکہ در بیشہ[2] آوردند شاں
جب پہاڑ سے انہیں جنگل میں لائے

کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
مردہ اور زخمی، خون میں لتھڑے ہوئے

گرگ و روبہ را طمع بود اندراں
ان میں بھیڑیئے اور لومڑی کی خواہش تھی

کہ رود قسمت بعدلِ خسرواں
کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو

عکسِ طمعِ ہر دو شاں بر شیر زد
شیر پر ان دونوں کے لالچ کا عکس پڑا

شیر دانست آں طمع ہا را سند
شیر ان لالچوں کے ثبوت کو جان گیا

ہر کہ باشد شیرِ اسرار و امیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو

او بداند ہرچہ اندیشہ ضمیر
وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

ہیں نگہدار اے دلِ اندیشہ خو
خبردار! اے وسوسوں کے عادی دل! محفوظ رکھ

دل ز اندیشہ بدی در پیشِ او
دل کو اس کے سامنے برے خیال سے

داند او خر راہمی راند خموش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے

در رُخت خندد برائے روئے پوش
پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مسکراتا ہے

---

[1] امر۔ قرآن پاک میں ہے اے پیغمبر جنگ کے بارے میں ان سے مشورہ لیجئے پھر جب آپ پختہ ارادہ کر لیں تو خدا پر بھروسہ کریں۔ در ترازو۔ جو کو یہ شرافت سونے کے ساتھ ہونے کی وجہ سے حاصل ہو گئی ہے۔ روح۔ جسم کو روح کے ساتھ رہنے سے یا جو کو سونے کے ساتھ تل جانے سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ جسم اور جو کو کوئی ذاتی فضیلت حاصل ہو گئی ہے، جسم کو روح کی معیت سے فائدہ پہنچا۔ حارس۔ نگہبان۔ گاوِ کوہی۔ نیل گائے۔ بز۔ بکری۔ زفت۔ موٹا، فربہ۔ ہر کہ۔ اسی طرح اولیاء کے ساتھ رہنے سے نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ حراب۔ جنگ۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے۔

[2] بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ خسرو۔ بادشاہ، خاء کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں، کسرہ اولیٰ ہے۔ سند۔ ثبوت۔ ضمیر۔ دل۔ لہٰذا مرید کو شیخ کے متعلق دل میں وسوسے نہ لانے چاہئیں ورنہ شیخ ان کو جان لے گا۔ ہیں۔ شیخ اپنے مرید کے چھپے ہوئے خیالات کو سمجھ جاتا ہے لہٰذا اس کی مجلس میں برے خیالات دل میں نہ لانے چاہئیں۔ داند او۔ یعنی وہ جانتا ہے لیکن ظاہر نہیں کرتا ہے۔ خر راندن خموش۔ سوار کا گدھے کی خواہش کے مطابق سفر کرنا، کام چلانا، دوسرے کی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا۔ در رخت۔ تیرے سامنے مسکراتا ہے تاکہ تو کچھ نہ سمجھ سکے۔

شیر چوں دانست آں وسواسِ شاں
شیر کو جب ان کے وسوسے معلوم ہو گئے
وانگفت و داشت آندم پاسِ شاں
کھل کر نہ بتایا اور ان سے رعایت برتی

لیک باخود گفت بنمایم سزا
لیکن اس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں
مر شمارا اے خسیسانِ[1] گدا
تمہیں اے کمینے فقیرو!

مر شمارا بس نیامد رائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی
ظن تاں اینست در اعطائے من
میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے

اے وجودِ رائے تاں از رائے من
خبردار! تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے
از عطا ہائے جہاں آرائے من
میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے ہے

نقش بانقاش چہ اسگالد دگر
نقش، نقاش کو کیا سوجھائے
چوں سگالش اُوش بخشید و نظر
جبکہ اس کی سوچ و نگاہ اسی کی بخشی ہوئی ہے

ایں چنیں ظن خسیسانہ بمن
مجھ پر ایسے کمینہ پن کا گمان
مر شما را بود ننگانِ زمن
تمہارا تھا، تم زمانے کے لئے (باعث) عار ہو

ظَانِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ را
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کا
گر نہ بُرّم سر بود عین خطا
اگر میں سر قلم نہ کروں تو غلطی ہے

وا رہانم چرخ را از ننگ تاں
تمہارے (وجود) کی ذلت سے آسمان کو نجات دلاؤں گا
تا بماند در جہاں ایں داستاں
تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

شیر با ایں فکر میزد خندہ[2] فاش
شیر اس خیال میں بظاہر ہنستا تھا
بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر کی مسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا

مالِ دنیا شد تبسم ہائے حق
دنیا کی دولت (اللہ تعالیٰ) کی مسکراہٹیں ہیں
کرد مارا مست و مغرور و خلق
جنہوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

فقر و رنجوری بہشت ست اے سند
اے سردارا! فقیری اور بیماری بہشت ہے
کاں تبسم دام خود را بر کند
کیونکہ اس کی وجہ سے مسکراہٹ اپنا جال اکھاڑ لیتی ہے

امتحان کردنِ شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صید ہارا قسمت کن

شیر کا بھیڑیے کو آزمانا اور کہنا کہ ان شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کن
شیر نے کہا، اے بھیڑیے! اس کو تقسیم کر دے
معدلت را نو کن اے گرگِ کہن
اے پرانے بھیڑیے! انصاف (کی رسم) تازہ کر

---

1. خسیس۔ کمینہ۔ رائے من۔ میری رائے پر تمہیں اعتماد نہیں ہے بلکہ تم اپنے آپ کو حصہ دار سمجھتے ہو۔ رائے من۔ تمہاری رائے اور تمہارا وجود میری رائے کے تابع ہے۔ نقش۔ نقش، نقاش کی دین ہے، نقش نقاش کو بتائے گا۔ ننگانِ زمن۔ تمہارا وجود دنیا کے لئے عار کا سبب ہے۔ تا بماند۔ تاکہ تمہاری سزا دوسروں کے لئے عبرت کا سبب بنے۔ خندہ۔ ہنسی۔ فاش۔ ظاہر، کھلا ہوا۔ ایمن۔ مطمئن۔ تبسم۔ مسکراہٹ۔
2. مالِ دنیا۔ یعنی دنیا کی دولت بظاہر تو نعمت ہے لیکن مصائب کا سبب ہے لہٰذا اس کو اللہ تعالیٰ کا زہرخند سمجھو۔ خلق۔ بوسیدہ۔ سند۔ سردار۔ دام۔ یعنی اگر فقر اختیار کر لو گے تو اس زہرخند سے بچ جاؤ گے۔ قسمت۔ تقسیم۔ بخش کن۔ تقسیم کر دے۔ معدلت۔ انصاف۔ گرگِ کہن۔ پرانا بھیڑیا، تجربہ کار۔

نائب[1] من باش در قسمت گری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا
گفت اے شہ گاوِ وحشی بخش تست
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصہ ہے
بُز مرا کہ بُز میانہ است و وسط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط (چیز) ہے
شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو
شیر نے کہا او بھیڑیئے! تو کیا بکتا ہے، بتا؟
گرگ خود چہ سگ بود کہ خویش دید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے
گفت پیش آ اے خرے کو خود خرید
اس نے کہا، او خود پسند گدھے! آگے آ
چوں ندیدش مغز و تدبیرش رشید
جب (شیر نے) اس میں مغز اور بھلی تدبیر نہ دیکھی
گفت چوں دید منت از خود نبرد
(شیر نے) کہا، جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا
چوں نکشتی فانی اندر پیشِ من
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا
گرچہ غالب دارم اندر بذلِ فضل
اگرچہ عنایت فرمائی کو میں غالب رکھتا ہوں
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ جز وجہِ او
سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے

تاپدید آید کہ توچہ گوہری
تاکہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟
آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چست
یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا، اور عظیم اور شہ زور ہے
روبہا! خرگوش بستاں بے غلط
او لومڑی! تو خرگوش لے لے، بلاغلطی کے
چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے؟
پیشِ چوں من شیر بے مثل و ندید
مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کے ہوتے ہوئے
پیشش آمد پنجہ زد او را درید
وہ آگے آیا، اس نے پنجہ مارا، اس کو پھاڑ ڈالا
در سیاست پوستش از سر کشید
سزا میں اس کی کھال کھینچ لی
ایں چنیں جاں را بباید زار مُرد[2]
ایسی جان کو ذلیل ہو کر مر جانا چاہیئے
فرض آمد مر ترا گردن زدن
تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا
گاہ گاہے ہم کنم از عدلِ فضل
(لیکن) کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دے دیتا ہوں
چوں نہ در وجہِ او ہستی مجو
جب تو اسکی ذات میں نہیں (سمایا) ہے، ہستی کی امید نہ رکھ
کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نبود جزا
اس کی سزا کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ نہیں ہوتی ہے

---

[1] نائب۔ قائم مقام۔ گوہر۔ اصل ونسل۔ وسط۔ درمیانہ۔ بستاں۔ ستادن بمعنی لینا کا صیغۂ امر ہے۔ ماوتو۔ تو تو، میں میں۔ خویش دید۔ خود بینی۔ ندید۔ جس کی مثال نہ دیکھی گئی ہو۔ خر۔ یعنی احمق۔ خودخرید۔ یعنی اپنی قدر و قیمت لگاتا ہے۔ مغز۔ قابلیت، جوہر۔ رشید۔ ٹھیک، درست۔ سیاست۔ سزا۔ پوست از سر کشیدن۔ کھال کھینچ لینا، مار ڈالنا۔ دیدمنت۔ یعنی دیدار من ترا۔ از خود بردن۔ بے خود کر دینا۔

[2] زار مردن۔ ذلیل موت مرنا۔ بذلِ فضل۔ یعنی رحم و کرم سے کام لیتا ہوں۔ گاہ۔ کبھی رحم و کرم پر انصاف کو ترجیح دیتا ہوں اور جو انصاف کا تقاضا ہوتا ہے، وہی کرتا ہوں۔ کل شیءٍ۔ قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے "اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے۔" در وجہ او۔ جو شخص اپنی ذات کو ذاتِ باری میں فنا کر دے گا، وہی بچے گا ورنہ ہلاک ہو جائے گا کیونکہ صرف اس کی ذات فنا سے بچے گی۔

زانکہ در اِلّاست[1] اُو ازلَا گذشت
اس لئے کہ وہ "اِلّا" میں ہے "لَا" سے گذر گیا
ہر کہ در اِلّاست اُو فانی نگشت
جو شخص "اِلّا" میں داخل ہے فانی نہ ہوا

ہر کہ بر در اُو من و ما می زند
جو دروازے پر "میں" اور "تو" کا اعلان کرے
ردِّ باب ست اُو و بر لا می تند
وہ دروازے سے مردود ہے اور "لا" (کلمہ درجہ) میں مقیم ہے

قصہٴ آں کس کہ دریا رے بکوفت اُو از دروں گفت تو کیستی
اس شخص کا قصہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اس نے اندر سے پوچھا کہ کون

گفت منم گفت چوں توئی در نمی کشایم کہ ہیچ کس را از
ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ "میں ہوں" اس نے جواب دیا کہ "تو ہے" تو میں دروازہ نہیں کھولونگا

یاراں نمی شناسم کہ اُو "من" گوید برو
کیونکہ میں اس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپ کو "میں" کہے، واپس ہو جا

آں یکے آمد درِ یارے بزد
ایک شخص آیا، دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا
گفت یارش کیستی کیں دَر مزد
اسکے دوست نے کہا، تو کون ہے، اس دروازہ کو نہ کھٹکھٹا

گفت من[2] گفتش برو ہنگام نیست
اسنے کہا "میں" اسنے کہا جاؤ (ملاقات کا) وقت نہیں ہے
بر چنیں خوانے مقامِ خام نیست
ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے

خام را جز آتش ہجر و فراق
کچے کو سوائے ہجر اور جدائی کی آگ کے
کہ پزد کہ وارہاند از نفاق
کون پختہ بنا سکتا ہے تا کہ اس کو نفاق سے نجات دے

چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ میں سے نہیں گئی ہے
سوختن باید ترا در نارِ تفت
تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہئے

پشیمان شدن آں گوئندہ کہ منم و غربت و ریاضت و
اس "میں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی

غرامت یک سال کشیدن و بازگشتن مستغفر بر
اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا

درِ خانہ و پرسیدنِ صاحب خانہ کہ کیست بر در و جواب
اور صاحب خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اس کا جواب

گفتن آں کہ توئی بردر و نفی منی خود
میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا انکار کرنا

---

1. دراِلّا۔ یعنی اس کی ذات ہلاکت سے مستثنیٰ رہنے والی چیز میں داخل ہے۔ ازلا۔ یعنی ہلاک ہونے والی چیز نہ رہی۔ فانی۔ یعنی وہ ذات احد میں داخل ہوگیا جس کے لئے فنا نہیں ہے۔ من و ما۔ یعنی اس کے دروازے پر دوئی ختم ہوجانی چاہئے ورنہ مردود بارگاہ ہوگا اور ہلاک ہوجائے گا۔ قصہ۔ جب تک دو دوستوں میں "میں" اور "تو" کا معاملہ ہے ان میں یکتائی نہیں ہے اور نہ حقیقی دوستی ہے۔
2. من۔ یعنی اس نے اپنے وجود کو دوست کے وجود سے جدا سمجھا۔ خام۔ یعنی جو دوئی کا قائل ہے اور دوستی میں کچا ہے۔ نفاق۔ یعنی دوئی۔ توئی تو۔ یعنی تیرا "تو" ہونا۔ تفت۔ تندوتیز۔ یعنی تاکہ دوستی میں پختہ ہوجائے۔ پشیمان۔ یعنی وہ دوست شرمندہ ہوا اور ریاضت اور مجاہدوں سے اس نے دوئی کو ختم کیا پھر دروازہ پر واپس آیا۔

رفت آں مسکین و سالے در سفر
وہ بے چارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں
در فراقِ دوست سوزید از شرر[1]
دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا

پختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت
وہ (آتش فراق سے) جلا ہوا پختہ ہوگیا، پھر لوٹا
باز گردِ خانۂ انباز گشت
دوبارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا
تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلب
تاکہ منہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے

بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں
اس کے دوست نے آواز دی، دروازہ پر کون ہے؟
گفت بر درہم توئی اے دلستاں
اس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے

گفت اکنوں چوں منی اے من در آ
اس نے کہا اب "تو" "میں" ہے تو اے "میں" اندر آ جا
نیست گنجائے دو من در یک سرا
ایک گھر میں دو "میں" کی گنجائش نہیں ہے

چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے
ہم منی برخیز و آنجاہم توئی
وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے

نیست سوزن را سرِ رشتہ دوتا
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے
چونکہ یکتائی دریں سوزن در آ
جب تو ایک بن گیا ہے، سوئی میں آ جا

رشتہ را باشد بسوزن ارتباط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے
نیست در خور با جمل سَمُّ الْخِیَاطْ
سوئی کا ناکہ، اونٹ کے مناسب نہیں ہے

کے شود[2] باریک ہستی جمل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے
جز بمقراضِ ریاضات و عمل
عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر

دست حق باید مر آں را اے فلاں
اے فلاں! اس کام کے لئے خدا کا ہاتھ چاہئے
کاں بود بر ہر محالے کن فکاں
کیونکہ وہ ناممکن پر "کن فکاں" ہوتا ہے

ہر محال از دست اُو ممکن شود
ہر ناممکن اس کے ہاتھ سے ممکن ہو جاتا ہے
ہر حروں از بیم اُو ساکن شود
اس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہو جاتا ہے

اَکْمَہَ و اَبْرَصْ چہ باشد مُردہ نیز
نابینا اور کوڑھی کیا ہوتا ہے، مردہ بھی
زندہ گردد از فسونِ آں عزیز
اس غالب کے منتر سے زندہ ہو جاتا ہے

---

[1] شرر۔ چنگاری یعنی جدائی کی آگ۔ انباز۔ شریک، دوست۔ ترس۔ خوف۔ ہم توئی۔ یعنی دروازہ پر تو ہی ہے میں اپنے وجود کو ختم کر چکا ہوں اور دوئی مٹا چکا ہوں۔ چوں منی۔ یعنی اب جبکہ "تو" "میں" بن گیا ہے اور دوئی ختم ہوگئی ہے۔ گنجا۔ گنجائش۔ دوتا۔ دوسروں کا دھاگا سوئی کے ناکے میں نہیں آتا ہے۔ یکتائی۔ جب دونوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے تو سوئی کے ناکے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ ارتباط۔ تعلق۔ درخور۔ لائق۔ جمل۔ اونٹ۔ سم الخیاط۔ سوئی کا سوراخ، قرآن پاک میں ہے کافر جنت میں نہ جائیں گے جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ داخل ہو جائے۔

[2] کے شود۔ موٹا نفس ریاضتوں کے ذریعہ ہی سے دبلا بنایا جا سکتا ہے تب ہی وہ سلوک کے تنگ مقامات سے گزر سکتا ہے۔ مقراض۔ قینچی۔ دست حق۔ یعنی نفس انسان کو کسی قابل بنانے کے لئے دست قدرت ہی کی ضرورت ہے جس کے لئے ہر ناممکن بھی ممکن ہے۔ کن فکان۔ یعنی حضرتِ حق کا "کن" کا حکم ہر محال اور ناممکن کو موجود کر دیتا ہے۔ اکمہ۔ پیدائشی اندھا۔ ابرص۔ کوڑھی۔ فسوں۔ منتر، یہاں کلمہ کن مراد ہے۔ عزیز۔ اللہ تعالیٰ۔

وال عدم[1] کز مردہ مردہ تر بود
وہ عدم جو مردے سے بھی زیادہ مردہ ہوتا ہے
در کفِ ایجادِ اُو مضطر بود
اس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار ہوتا ہے

کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ بخواں
"کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ" کو پڑھ
مَرُورا بے کار و بے فعلے مداں
اس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ

کمتریں کارِش ہر روزست آں
اس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے
کوسہ لشکر را کند ایں سو رواں
کہ وہ تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے

لشکرے زِاصلاب سوئے اُمہات
ایک لشکر (باپوں کی) پشت سے ماؤں کی جانب
بہر آں تا در رحم روید نبات
تاکہ وہ رحم میں اُگے

لشکرے ز اَرحام سوئے خاکداں
ایک لشکر ماؤں کے رحم کی طرف سے دنیا کی طرف
تاز نر و مادہ پُر گردد جہاں
تاکہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

لشکرے از خاکداں سوئے اجل
ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب
تابہ بیند ہر کسے حسن عمل
تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے

باز بیشک پیش ازانہا می رسد
پھر بے شک ان (تینوں لشکروں سے) پہلے پہنچتی ہے
انچہ از حق سوئے جانہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں میں آتی ہے

وانچہ از جانہا بدلہا می رسد
وہ چیز (شہوتِ جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے
وانچہ از دلہا بگلہا می رسد
اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے

اینت لشکر ہائے حق بیحد و مر
دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بے حد و حساب ہیں
از پئے گفت ذِکْرَىٰ لِلْبَشَرِ[2]
اسی لئے فرمایا ہے "ذِکْرَىٰ لِلْبَشَرِ"

ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز
ہاں، اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل
سوئے آں دو یار پاک و پاکباز
ان دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصہ کی جانب

خواندنِ آں یار یارِ خود را پس از تربیت یافتن

اس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بلانا

گفت یارش کاندرآ اے جملہ من
دوست نے اس سے کہا، اے میرے سب کچھ اندر آ جا
نے مخالف چوں گل و خارِ چمن
(اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کیطرح مخالف نہیں ہیں

رشتہ یکتا شد غلط گم شد کنوں
دھاگا اکہرا ہو گیا، اب (دوئی کی) غلطی ختم ہو گئی ہے
گر دو تا بینی حروفِ کاف و نوں
اگرچہ تو حرفِ کاف اور نون کو دو عدد دیکھتا ہے

---

[1] عدم۔ معدوم چیز مردے سے بھی زیادہ مردہ ہے لیکن کلمہ کن سے موجود ہو جاتی ہے۔ کل یوم هو فی شان۔ ہر دن وہ کسی کام میں ہے۔ اصلاب۔ صلب کی جمع ہے، کمر کی ہڈی۔ امہات۔ ام کی جمع ہے، ماں۔ رحم۔ بچہ دان۔ نبات۔ زمین سے اگنے والی چیزیں۔ خاکداں۔ زمین۔ اجل۔ موت۔ باز۔ یعنی ان تین لشکروں کے علاوہ ایک طاقت ہے جو اللہ کی جانب سے بدنِ انسانی میں پیدا کی جاتی ہے جس کی وجہ سے انسان جماع پر قادر ہو جاتا ہے۔

[2] ذکر للبشر۔ سورۂ مدثر میں ہے وما یعلم جنود ربک الا هو و ما هی الا ذکری للبشر یعنی پروردگار کے لشکروں کو سوائے پروردگار کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اور یہ انسان کے لئے عبرت ہیں۔ جملہ من۔ یعنی تو میرا مجموعہ ہے۔ غلط۔ یعنی دوئی۔ کاف ونون۔ یعنی کلمہ کن کے کاف اور نون۔

کاف و نوں ہمچوں کمند آمد جذوب[1]
کاف اور نون (مل کر) کمند کی طرح کھینچنے والے بن گئے ہیں
تا کشانند مَر عدم را در خطوب
تا کہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں

پس دو تا باید کمند اندر صور
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہئے
گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر
اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہو جائیں

گر دو پا گر چار پا رہ را برد
خواہ دو پایہ ہو یا چار پایہ جب راستہ چلتا ہے
ہمچو مقراضِ دو پا یک تا بُرد
دو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے

آں دو انبازانِ گازر[2] را ببیں
ان دو شریک دھوبیوں کو دیکھ
ہست در ظاہر خلافِ آن و ایں
بظاہر یہ اور یہ مخالف ہیں

آں یکے کرپاس در جو می زند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے
واں دگر انباز خشکش می کند
دوسرا شریک اس کو خشک کرتا ہے

باز اُو آں خشک را تر می کند
پھر وہ اس خشک کو تر کر دیتا ہے
گوئیا زاستیزہ ضد بر می تند
گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے

لیک آں در ضد استیزہ نما
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے
یکدل و یک کار باشد اے فتا
اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں

ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک (الگ) راستہ ہے
لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
لیکن اللہ (تعالیٰ) تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سبب ملالت مُستمعان

سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمع مستمع را خواب برد
چونکہ سننے والوں کے مجمع کو نیند آ گئی ہے
سنگہائے آسیا را آب برد
(اللہ تعالیٰ نے) چکی کے پاٹوں کو چلانے والا پانی بند کر دیا

رفتنِ ایں آب فوقِ آسیا ست
اس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے
رفتنش در آسیا بہر شماست
چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے

چوں شما را حاجت طاحوں نماند
جب تمہیں چکی (ہونٹوں) کے کلام کی ضرورت نہ رہی
آب را در جوئے اصلی باز راند
پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا

ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست
(قوتِ گویائی). منہ میں تمہاری تعلیم کے لئے ہے
ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
ورنہ اس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے

---

[1] جذوب۔ جذب کرنے والا۔ کشانند۔ کشاندن بمعنی کشیدن سے مضارع ہے۔ خطوب۔ خاء کے فتحہ کے ساتھ خطب بمعنی امر عظیم کی جمع ہے۔ پس دو تا۔ پہلے اشعار میں یکتائی کا بیان تھا، اب سمجھاتے ہیں کہ یکتائی سے دو وجودوں کا ایک ہونا مراد نہیں ہے بلکہ عمل کی یکسانیت مراد ہے۔ جانور کے پیر متعدد ہیں، کام ایک ہے۔ قینچی کے پر دو ہیں، عمل ایک ہے۔ دو دھوبی کام کرتے ہیں، کام ایک ہے۔ صور۔ صورت کی جمع ہے۔ اثر۔ نتیجہ۔ مقراض۔ قینچی۔

[2] گازر۔ دھوبی۔ انباز۔ شریک۔ کرپاس۔ سوتی کپڑا۔ جو۔ نہر۔ استیزہ۔ جنگ۔ دو ضد۔ دونوں دھوبی جو ایک دوسرے کے مخالف کام کرتے ہیں مسلک۔ مذہب، مشرب۔ ملالت۔ تنگدلی۔ مستمعان۔ سننے والے۔ مولانا کو مثنوی کا املاء کرانے میں کچھ انقباض ہوا جس کی وجہ سننے والوں کی غفلت تھی۔ آسیا۔ چکی۔ فوقِ آسیا۔ یعنی دل۔ آسیا۔ یعنی ہونٹ۔ طاحون۔ چکی۔ جوئے اصلی۔ یعنی دل۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی۔ ورنہ۔ یعنی اسرارِ خداوندی کی اصل جگہ قلب ہے۔

می رود بے بانگ[1] و بے تکرار ہا
وہ (پانی) جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهَارُ تا گلزار ہا
ان چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام
اے خدا! روح کو وہ مقام دکھا دے

کاندر و بے حرف می روید کلام
جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے

تاکہ سازد جانِ پاک از سر قدم
تاکہ پاک روح سر کے بل جائے

سوئے عرصہ دور پہنائے عدم
اس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے

عرصۂ بس باکشاد و با فضا
وہ میدان (عالم غیب) جو وسیع اور پُرفضا ہے

ویں خیال و ہست یابد زو نوا
یہ (عالم) مثال اور (عالم) شہود اس سے ساز و سامان پاتا ہے

تنگ تر آمد خیالات از عدم
(عالم) مثال عدم (عالم غیب) سے چھوٹا ہے

زاں سبب باشد خیال اسبابِ غم
اسی وجہ سے (عالم) مثال غم کا سبب بنتا ہے

باز ہستی تنگ تر بود از خیال
پھر (عالم) شہود (عالم) مثال سے چھوٹا ہے

زاں شود دروے قمر ہمچوں ہلال
اسی وجہ سے اس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے

باز ہستی[2] جہانِ حس و رنگ
پھر حس و رنگ کے جہاں کا وجود

تنگ تر آمد کہ زندانے ست تنگ
بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قید خانہ ہے

علت تنگی ست ترکیب و عدد
مرکب اور محدود ہونا تنگی کا سبب ہے

جانب ترکیب حس ہا می کشد
حواس مرکب کی جانب کشش کرتے ہیں

زانسوئے حس عالم توحید داں
عالم توحید حس سے پرے سمجھ

گر یکے خواہی بداں جانب براں
اگر تو (عالم) توحید کی خواہش رکھتا ہے اس جانب قدم بڑھا

امر کن یک فعل بود و نون و کاف
''کن'' کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف

در سخن افتاد و معنی بود و صاف
لفظوں میں آیا ورنہ مدلول اور (لفظوں سے) پاک تھا

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
اس بات کا آخر نہیں ہے، واپس لوٹ

تاچہ شد احوالِ گرگ اندر نبرد
معرکے میں بھیڑیے کا کیا حال ہوا؟

ادب کردنِ شیر گرگ را بجہت بے ادبی او
شیر کا بھیڑیے کو اس کی بے ادبی پر سزا دینا

---

1. بانگ۔ آواز۔ تکرار۔ بحث۔ انہار۔ نہر کی جمع ہے۔ اے خدا۔ یعنی وہ مقام عطا فرما دے جہاں الہام ہو۔ عرصہ۔ میدان۔ دور۔ وسیع۔ عدم۔ یعنی عالم غیب۔ خیال۔ یعنی عالم مثال۔ ہست۔ یعنی عالم شہادت۔ نوا۔ سامان۔ خیالات۔ یعنی عالم مثال۔ عدم۔ یعنی عالم غیب۔ غم۔ عموماً غم کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعہ کی پوری حکمت منکشف نہ ہو، عالم مثال میں عالم غیب کے اعتبار سے روح کو انکشاف تام حاصل نہیں ہوتا ہے، اس لئے اس کو رنج پہنچتا ہے۔

2. باز ہستی۔ یعنی عالم شہود، عالم مثال کے اعتبار سے تنگ ہے، اسی لئے غم میں چاند جیسے چہرے ہلال جیسے بن جاتے ہیں۔ علت تنگی۔ یعنی عالم ناسوت کی تنگی اس کے مادی ہونے کی وجہ سے ہے، مادی ہونے کی وجہ سے وہ محدود اور مرکب بن گیا ہے۔ حس۔ یعنی عالم مثال اور عالم شہادت۔ عالم توحید۔ عالم غیب جس میں پہنچ کر توحید کا پورا انکشاف ہو جاتا ہے۔ کن۔ یعنی لفظ کن پہلے کلام نفسی تھا جو حروف اور آواز سے منزہ تھا پھر کلام لفظی بن گیا۔ نبرد۔ جنگ۔

گرگ را بر کند سر آں سرفراز[1]
اس معزز (شیر) نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا
فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ست اے گرگِ پیر
اے بوڑھے بھیڑیئے! "ہم نے ان سے بدلہ لے لیا" ہے
بعد ازاں رُو شیر با رُوباہ کرد
اس کے بعد شیر نے لومڑی کا رخ کیا
سجدہ کرد و گفت کایں گاوِ سمین
(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی نیل گائے
واں بز از بہر میانہ روز را
اور وہ بکری دوپہر کے لئے
واں دگر خرگوش بہر شام ہم
اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے
گفت اے روبہ تو عدل افروختی
(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا
از کجا آموختی ایں اے بزرگ
اے بزرگ! تو نے یہ انصاف کہاں سے سیکھا ہے؟
گفت چوں در عشق ما گشتی گرو
(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں رہن ہے
روبہا چوں جملگی مارا شدی
اے لومڑی! جب تو مجسم ہمارے لئے ہو گئی ہے
ما ترا و جملہ اشکاراں ترا
ہم تیرے ہیں اور سب شکار تیرے ہیں
چوں گرفتی عبرت از گرگِ دنی
جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے
عاقل آں باشد کہ عبرت گیرد از
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کر لے

تانماند دو سری و امتیاز
تاکہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے
چوں نبودی مردہ در پیشِ امیر
جبکہ تو حاکم کے سامنے مردہ نہ بنا
گفت ایں را بخش کن از بہر خورد
بولا، اس کو کھانے کے لئے تقسیم کر دے
چاشت خوردت باشد اے شاہِ مہین
اے بڑے بادشاہ! یہ تیرا ناشتہ ہے
یخنیے باشد شہ فیروز را
فیروز مند بادشاہ کے لئے یخنی ہوگی
شب چرہ اے شاہ بالطف و کرم
نقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!
ایں چنیں قسمت ز کہ آموختی
اس طرح کی تقسیم تو نے کس سے سیکھی ہے؟
گفت اے شاہِ جہاں از حالِ گرگ
اسنے کہا، اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے
ہر سہ را بر گیر و بستان و برو
تینوں کو لے لے اور قبضہ کر اور چل دے
چونت آزاریم چوں تو ما شدی
جبکہ تو "ہم" ہوگئی ہے، تجھے ہم کیسے ستا سکتے ہیں؟
پائے بر گردونِ ہفتم نہ برآ[2]
ساتویں آسمان پر پیر رکھ، جلوہ گر ہو
پس تو روبہ نیستی شیرِ منی
تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے
مرگِ یاراں وز بلائے محترز
دوستوں کی موت اور قابل احتراز مصیبت سے

---

[1] سرفراز۔ سردار۔ دوسری۔ دوسرداروں کی رقابت۔ فانتقمنا منھم۔ پھر ہم نے ان سے بدلہ لے لیا، یہ قوم فرعون کے بارے میں قرآن میں فرمایا گیا ہے۔ مردہ۔ فانی۔ امیر۔ حاکم۔ سمین۔ موٹا۔ چاشت خورد۔ ناشتہ۔ مہین۔ بزرگ۔ میانہ روز۔ دوپہر۔ فیروز۔ فتحمند۔ شب چرہ۔ رات کا کھانا۔ افروختن۔ روشن کرنا، کسی کام کو عمدگی سے کرنا۔ حال گرگ۔ بھیڑیئے کا انجام۔ اشکار۔ شکار۔ پائے برگردن نہادن۔ عالی مرتبہ بن جانا۔

[2] برآمدن۔ جلوہ گر ہونا۔ عبرت۔ دوسرے کے انجام کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرنا۔ دنی۔ کمینہ۔ شیر منی۔ شیر من ہستی۔ عاقل آں باشد۔ اس قصہ کا منشایہ ہے کہ جو اپنے آپ کو ذات حق میں فنا کر دے گا نجات پا جائے گا اور انسان کو چاہئے کہ دوسروں سے عبرت حاصل کرے۔ محترز۔ بچنے کی چیز۔

روبہ[1] آندم بر زباں صد شکر راند — کہ مرا شیر از پس آں گرگ خواند
اس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کیے — کہ شیر نے مجھے بھیڑیے کے بعد بلایا

گر مرا اوّل بفرمودے کہ تو — بخش کن ایں را کہ جاں بردے ازو
اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو — اس کو تقسیم کر دے تو اس سے کون جان بچاتا؟

مقصودِ حکایت در فضیلت آخر زمانیاں

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اُو را کہ مارا در جہاں — کرد پیدا از پس پیشیاں
اس (خدا) کا شکر ہے کہ اس نے دنیا میں ہمیں — اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے

تا شنیدیم آں سیاستہائے حق — بر قرونِ ماضیہ اندر سبق
یہاں تک ہم نے اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں کو سن لیا — جو گذشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں

تا کہ ما از حالِ آں گرگانِ پیش — ہمچو روبہ پاسِ خودداریم بیش
تاکہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے — لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کر لیں

اُمت مرحومہ زیں رُو خواند ماں — آں رسولِ حق و صادق در بیاں
اسی وجہ سے ہمیں امت مرحومہ فرمایا ہے — احادیث میں سچے، برحق رسولؐ نے

استخواں[2] و پشم آں گرگاں عیاں — بنگرید و پند گیرید اے مہاں
ان بھیڑیوں کو اور ان کی ہڈیاں اور بال خوب — دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو

عاقل از سر بنہد مستی و باد — چوں شنید انجامِ فرعوناں و عاد
عقلمند انسان تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے — جب وہ فرعونوں اور قومِ عاد کا قصہ سنتا ہے

ورنہ بنہد دیگراں از حالِ اُو — عبرتے گیرند و از اضلالِ اُو
اور اگر (انانیت وغرور کو سر سے) نہ نکالے گا تو دوسرے لوگ اس کے حال سے — اور اس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

تہدید کردنِ نوح علیہ السلام مرقوم را کہ بامن مپیچید کہ

حضرت نوح علیہ السلام کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ الجھو میں تو خدا

من روئے پوشم خدارا پس با خدا می پیچید نہ با من

کا نقاب ہوں، تو تم خدا سے الجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

---

1. روبہ۔ لومڑی اس بات پر شکر گذار ہوئی کہ شیر نے اس کو پہلے نہ طلب کیا تھا ورنہ وہ بھیڑیے کے انجام سے عبرت حاصل نہ کر سکتی تھی۔ سپاس۔ شکر۔ پیشیاں۔ پہلے لوگ۔ سیاست۔ سزا۔ قرون۔ قرن کی جمع ہے، زمانہ کی صدی۔ سبق۔ درس یعنی قرآن کا درس۔ گرگان۔ یعنی بھیڑیا صفت انسان۔ امت مرحومہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایسی امت قرار دیا ہے جس پر خدا کی رحمت ہے اور اس نے ہمیں دوسری امتوں کے بعد پیدا کیا ہے تاکہ عبرت حاصل کریں۔
2. استخواں۔ قرآن نے بار بار فرمایا ہے کہ پہلی قوموں کے منکرین سے عبرت حاصل کرو۔ مہاں۔ مہ کی جمع ہے، سردار۔ فرعوناں۔ شاہانِ مصر۔ عاد۔ مشہور قوم ہے جو اللہ کے عذاب سے ہلاک ہوئی، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ان قوموں کے انجام سے سبق حاصل کرے۔ اضلال۔ بہکانا، گمراہ کرنا۔ تہدید کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ فنائیت کے بعد ذاتِ احد کے افعال میں اس قدر وحدت ہو جاتی ہے کہ انسانی فعل اللہ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را

(حضرت) نوح علیہ السلام نے نصیحت میں قوم سے کہا

بنگرید اے سرکشاں من من نیم

اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں

چوں ز جاں مردم بجاناں زندہ ام

جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں، محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں

چوں بمردم از حواساتِ بشر

چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مردہ ہوں

چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست

چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اس کی جانب سے ہے

ہست اندر نقش ایں روباہ شیر

لومڑی کی اس صورت (نوح) میں شیر (ذاتِ احد) ہے

گر ز روئے صورتش می نگروی

اگر تو اس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے

گر نبودے نوحؑ را از حق یدے

اگر (حضرت) نوح کی مدد اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے نہ ہوتی

صد ہزاراں شیر بود اندر تنے

(حضرت نوح کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے

اُو بروں رفتہ بد از ما و منے[2]

وہ ما اور من سے کنارہ کش ہو گئے تھے

چونکہ خرمن پاسِ عشر اُو نداشت

چونکہ کھلیان نے ان کے دسوانس کی رعایت نہ کی

ہر کہ اُو درپیشِ ایں شیرِ نہاں

جو شخص اس چھپے ہوئے شیر کے سامنے

ہمچو گرگ آں شیر بر درّاندش

وہ شیر بھیڑیئے کی طرح اس کو پھاڑ ڈالے گا

در پذیرید از خدا آخر.. عطا

خدا کی عطا کو قبول کر لو

من زجاں مُردم[1] بجاناں می زیم

میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں

نیست مَرگم تا ابد پایندہ ام

میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں

حق مرا شد سمع و اِدراک و بصر

اللہ (تعالیٰ) میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے

پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست

اس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کرے گا وہ کافر ہے

سوئے ایں رَوبہ نشاید شد دلیر

اس لومڑی (نوح) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہئے

غرشِ شیراں ازو می نشوی

تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اس سے نہیں سن رہا ہے؟

پس جہانے را چساں برہم زدے

تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کر دیتے؟

ہر دو عالم را ہمی دیدار اَز نے

دونوں عالم کو وہ چینا کا ایک دانہ سمجھتے تھے

اُو چو آتش بود عالم خرمنے

وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی

اُو چناں شعلہ براں خرمن گماشت

انہوں نے اس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کر دیا

بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں

بھیڑیئے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولے گا

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ برخواندش

''ہم نے ان سے بدلہ لے لیا'' اس پر پڑھ دے گا

---

1. زجاں مردم۔ یعنی میں فنا ہو چکا ہوں، اب میری بقا اللہ کے ذریعہ ہے۔ جاناں۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ تا ابد۔ اب مجھے ابدی زندگی مل گئی ہے۔ حواسات۔ حواس کی جمع ہے۔ دم۔ یعنی کلام۔ دم زدن۔ اعتراض کرنا۔ سمع۔ قوتِ سماعت۔ ادراک۔ معلوم کرنا۔ بصر۔ قوتِ بینائی۔ ھو۔ اللہ کا اسم ذات ہے۔ غرش۔ آواز کی گرج۔ ید۔ ہاتھ، طاقت۔ برہم زدن۔ تہ وبالا کر دینا۔ ارزن۔ ایک اناج ہے جس کا دانہ بہت چھوٹا ہوتا ہے جس کو چینا کہتے ہیں۔
2. ما و من۔ یعنی غرور اور خودی۔ خرمن۔ غلہ کا کھلیان۔ پاس۔ لحاظ، رعایت۔ عشر۔ دسواں حصہ، اناج کی پیداوار کا دسواں حصہ جو بطور زکوٰۃ ادا کیا جاتا ہے۔ دریدن و درانیدن۔ پھاڑ ڈالنا۔ فانتقمنا منھم۔ قرآن پاک میں ایک معذب قوم کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ جب انہوں نے نافرمانی کی تو ہم نے ان سے بدلہ لے لیا۔

زخم یابد ہمچو گرگ از دست شیر
وہ بھیڑیے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا
پیش شیر ابلہ[1] بود کو شد دلیر
احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا
تا دل و ایماں سلامت ماندے
تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے

قوتم بگسست چوں اینجا رسید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دے دیا
چوں توانم کردن ایں سرّ را پدید
میں اس راز کو کس طرح ظاہر کروں؟

لیک ہم رمزے بگویم با شما
لیکن تمہیں ایک اشارہ کرتا ہوں
بوکہ در یابید و گردید آشنا
شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ

ہمچوں آں روباہِ کم اشکم کنید
اس لومڑی کی طرح کم کھاؤ
پیشِ اُو روباہ بازی کم کنید
اس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو

جملہ ما و من بہ پیشِ اُو نہید
''ما'' اور ''من'' کو تمام تر اس کے سامنے چھوڑ دو
مالک ملک اوست ملک اُو را دہید
ملک کا مالک وہ ہے، سلطنت اس کے سپرد کر دو

چوں فقیر آئید اندر راہِ راست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آ جاؤ
شیر و صید شیر خود آنِ شماست
شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے

زانکہ اُو پاک ست و سبحاں[2] وصف اوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اس کی صفت ہے
بے نیازست اُو ز مغز نغز و پوست
وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے

ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے
از برائے بندگانِ آں شہ است
اس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے

گفت اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ
اس نے فرمایا ہے، کیا خدا اپنے بندہ کیلئے کافی نہیں ہے؟
تا نہ گردد بندہ ہر سو حیلہ جو
تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے

ہر کہ اُو بر حق توکل می کند
جو اللہ (تعالیٰ) پر بھروسہ کرتا ہے
اُو بجائے خود تفضّل می کند
وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے

نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت
اللہ (تعالیٰ) کو کوئی لالچ نہیں ہے، مخلوق کیلئے بنائی ہے
ایں ہمہ دولت خنک آں کو شناخت
یہ سب دولت، خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا

آنکہ دولت آفرید و دو سرا
جس نے دولت اور دونوں جہان پیدا کئے ہیں
ملک و دولت ہا چہ کار آید وُرا
ملک اور دولتیں اس کے کس کام آئیں گی؟

---

[1] ابلہ۔ بے وقوف۔ دلیر۔ بہادر، گستاخ۔ قوتم۔ یعنی ایک انسان کی مخالفت اللہ کی مخالفت ہے، اس کی وضاحت نازک مسئلہ ہے۔ رمزے۔ جبکہ ایک بندہ فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو وہ صفات رب کا حامل بن جاتا ہے۔ کم اشکم۔ فنائیت حاصل کرنے کا طریقہ ریاضت اور مجاہدہ ہے، جس میں قلت خوراک بھی داخل ہے۔ روباہ بازی۔ چالاکی، حیلہ بازی۔ ما و من۔ یعنی خودی۔ چوں۔ جب تم صفات نفسانیہ سے پاک ہو جاؤ گے تو تمہیں معیت حاصل ہو جائے گی۔

[2] سبحان۔ بے عیب۔ مغز۔ گودا۔ پوست۔ چھلکا۔ نغز۔ اچھا۔ شکار۔ یعنی ظاہری نعمت۔ کرامات۔ یعنی باطنی نعمت۔ می کند۔ چونکہ توکل کے ذریعہ نعمتوں کا مستحق بن جاتا ہے۔ شہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ ایں ہمہ۔ قرآن پاک میں ہے خلق لکم ما فی الارض جمیعا اے انسانوں تمہارے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ دو سرا۔ دونوں جہاں۔

پیشِ سبحاں[1] پس نگہدارید دل — تا نگردید از گمانِ بد خجل

(اللہ) پاک ذات کے سامنے، دل کی حفاظت رکھو — تاکہ بدگمانی کر کے شرمندہ نہ ہونا پڑے

کو بہ بیند سرّ و فکر و جستجو — ہمچو اندر شیرِ خالص تارِ مو

وہ راز اور فکر اور طلب کو اس طرح دیکھ لیتا ہے — جس طرح خالص دودھ میں بال

آنکہ او بے نقش و سادہ سینہ شد — نقشہائے غیب را آئینہ شد

جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہو جاتا ہے — وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہو جاتا ہے

سرِّ مارا بیگماں موقن شود — زانکہ مومن آئینۂ مومن شود

بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنے والا ہو جائے گا — اس لئے کہ مومن، مومن کا آئینہ بن جاتا ہے

مومنے او مومنی تو بیگماں — درمیانِ ہر دو فرقے بیکراں

بلاشبہ وہ بھی مومن ہے تو بھی مومن ہے — (لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے

چوں زند او نقد ما را بر محک[2] — پس یقیں را باز داند او زشک

جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے — تو وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے

چوں شود جانش محک نقدہا — پس بہ بیند نقد را و قلب را

جب اس کی جان نقدوں کی کسوٹی بن جاتی ہے — تو وہ کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیشِ روئے خود تا چشم شاں روشن شود

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تاکہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں

پادشاہاں را چنیں عادت بود — ایں شنیدہ باشی ار یادت بود

بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے — تو نے یہ سنا ہوگا، اگر تجھے یاد ہو

دست چپ شاں پہلواناں ایستند — زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند

ان کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں — کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے

مشرف و اہل قلم بر دست راست — زانکہ علم ثبت و خط آں دست راست

محاسب اور اہل قلم دائیں ہاتھ پر (ہوتے ہیں) — کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے

صوفیاں را پیشِ رُو موضع دہند — کآئینۂ جانند و زآئینہ بہند

صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں — کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور (ظاہری) آئینہ سے بہتر ہیں

حاجباں ایں صوفیانند اے پسر — سادۂ و آزادہ و افگندہ سر

اے بیٹا! یہ صوفی دربان ہیں — سادہ ہیں، آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں

سبحاں۔ یعنی شیخ کامل۔ خجل۔ شرمندہ۔ مو۔ بال۔ آنکہ۔ جو شخص ماسوا اللہ اور وساوس کے نقش سے دل کو صاف کر لیتا ہے اس کے دل پر اسرار غیبی کا نزول ہونے لگتا ہے لہٰذا وہ دوسرے کے دل کے وساوس کو جان لیتا ہے۔ زانکہ۔ حدیث شریف میں ہے المومن مراۃ المومن۔ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے یعنی مومن کامل کے قلب پر دوسرے مومن کے وسوسوں کا عکس پڑتا ہے۔ نقد۔ چاندی سونا یعنی دل کے وسوسے۔

محک۔ کسوٹی۔ پس۔ وہ اچھے اور برے خیالات میں فرق کر لیتا ہے۔ قلب۔ کھوٹا۔ پہلواناں۔ یعنی فوجی افسر۔ دل۔ انسان کا دل سینہ میں بائیں جانب ہے۔ مشرف۔ محاسب اعلیٰ۔ ثبت۔ درج کرنا، لکھنا۔ وزآئینہ۔ یعنی صوفیاء عام آئینوں سے بہت افضل ہیں، آئینہ سامنے رکھا جاتا ہے، اس لئے سوفیا کو سامنے بٹھایا جاتا ہے۔ حاجب۔ دربان یعنی صوفیاء اللہ کے دربار کے دربان ہیں۔ سادہ۔ یعنی ان کے دل علائق دنیوی سے آزاد ہیں۔

سینہ[1] ہا صیقل زدہ از ذکر و فکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر سے منجھے ہوئے ہیں
تا پذیرد آئینۂ دل نقش بکر
تاکہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کر لے

ہر کہ اُو از اصل فطرت خوب زاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوا ہے
آئینہ درپیش اُو باید نہاد
آئینہ اس کے سامنے رکھنا چاہئے

عاشق آئینہ باشد روئے خوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے
صیقل جاں آمد از تقوی القلوب
روح کی صیقل دلوں کی تقویت سے حاصل ہوتی ہے

ہر کہ دارد روئے خوبِ با نظام
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے
طالب آئینہ باشد والسلام
وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام

بشنو اکنوں یک مثالِ معنوی
اب ایک بامعنی مثال سن لے
تا تو دیگر قولِ صورت نشنوی
تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سنے

آمدن[2] آشنائے از سفر بدیدن حضرتِ یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں
ایک مہربان دوست دور سے آیا
یوسف ؑ صدیق را شد میہماں
(حضرت) یوسف علیہ السلام صدیق کا مہمان بنا۔

کآشنا بودند وقت کودکی
کیونکہ وہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے
بر وِسادہ آشنائی متکی
(اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے

یاد دادش جورِ اخوان و حسد
اسنے (حضرت) یوسف کو بھائیوں کا ظلم اور حسد یاد دلایا
گفت آں زنجیر بود و ما اسد
فرمایا وہ زنجیر تھی اور ہم شیر ہیں

عار نبود شیر را از سلسلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے
نیست مارا از قضائے حق گلہ
ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے

شیر را بر گردن ار زنجیر بود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی
بر ہمہ زنجیر ساراں میر بود
(لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا

گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ
اس نے کہا قید خانہ اور کنویں میں آپ کا کیا حال تھا؟
گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ
انہوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال اور گھٹاؤ میں

---

1. سینہ ہا۔ ابتدا میں چیز کو مانجھتے ہیں پھر عمدہ نقش ونگار بنائے جاتے ہیں۔ صوفیاء نے دل کو مانجھ لیا ہے، لہٰذا ان کے قلوب پر علوم الٰہی منکشف ہوتے ہیں۔ بکر۔ تازہ، غیر مستعمل۔ ہر کہ اُو۔ یعنی اولیاء اللہ کی صحبت سے پاک فطرت مستفید ہوتے ہیں۔ تقوی القلوب۔ جو دل سے متقی ہیں، ان کی روح صیقل ہو جاتی ہے۔ بانظام۔ یعنی جن کے چہرے موزوں خدوخال کے ہیں۔ معنوی۔ حقیقی۔ قول صورت۔ وہ بات جو حقیقت پر مبنی نہ ہو۔
2. آمدن۔ پہلے یہ بتا چکے ہیں کہ اولیاء اللہ کی مثال آئینہ کی ہے اور آئینہ وہی پسند کرتا ہے جو خوبصورت ہو اور اپنے حسن کو سنوارنا چاہتا ہو۔ اسی بات کو واضح کرنے کے لئے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام چونکہ حسین وجمیل تھے، اس لئے ان کے دوست نے ان کو آئینہ پیش کیا۔ وسادہ۔ تکیہ۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ یاد داش۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے رشک وحسد کی وجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا یہ بات اس نے ان کو یاد دلائی۔ اخوان۔ اخ کی جمع بمعنی بھائی۔ عار۔ ذلت، یعنی شیر بہرحال شیر رہتا ہے۔ زنجیر سار۔ زنجیر والا۔ میر۔ امیر، حاکم۔ محاق۔ چاند کے گھٹاؤ کا زمانہ۔ کاست۔ گھٹاؤ۔

در محاق ار ماہِ نو گردد دوتا[1] — نے در آخر بدر گردد بر سما

اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہو جاتا ہے — کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر (کامل) نہیں بن جاتا ہے؟

گرچہ دُر دانہ بہاوں کوفتند — نورِ چشم و دل از و افروختند

موتی کو اگرچہ ہاون میں کوٹا — (لیکن) اس سے آنکھوں اور دل کیلئے نور کا سامان کیا

گندمے را زیر خاک انداختند — پس زخاکش خوشہا برساختند

گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا — پھر اس زمین سے گیہوں کے خوشے چنے

بارِ دیگر کوفتندش زآسیا — قیمتش افزود و ناں شد جانفزا

پھر اس کو چکی میں پیسا — تو اسکی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانیوالی روٹی بن گئی

باز ناں را زیر دنداں کوفتند — گشت عقل و فہم و جانِ ہوشمند

پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا — تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی

باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت — یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ[2] آمد بعد کشت

پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی — تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرتمیں ڈالنے والی بنی

باز آں جاں چوں بحق اُو محو شد — باز ماند از سکر و سوئے صحو شد

پھر وہ جان جب اللہ (تعالیٰ) میں فنا ہوئی — تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آ گئی

عالمے را زاں صلاح آمد ثمر — قومِ دیگر را فلاحِ منتظر

ایک عالم کو اس سے نیکی کا پھل ملا — دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی

ایں سخن پایاں نہ دارد باز گرد — تا کہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد

اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ — کہ اس نیک انسان نے (حضرت) یوسف کیساتھ کیا کیا

طلب کردن یوسف علیہ السلام ارمغان ازاں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں — ہیں چہ آوردی تو ما را ارمغاں

اسکو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسفؑ نے) فرمایا اے فلاں! — ہاں، تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے

دیدنِ یاراں تہیدست اے کیا — ہست بے گندم شدن در آسیا

اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ — بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے

بر درِ یاراں تہیدست آمدن — ہست بے گندم سوئے طاحوں شدن

دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا — بغیر گیہوں کے چکی کی طرف جانا ہے

---

[1] دوتا۔ دوہرا، چاند شروع ماہ میں دوہری کمر کا ہوتا ہے۔ بدر۔ چودھویں کا چاند، یعنی بزرگوں کا ابتلاء، مزید بزرگی کا سبب بن جاتا ہے۔ سما۔ آسمان۔ دردانہ۔ موتی۔ ہاون۔ اوکھلی۔ گزند۔ نقصان۔ آسیا۔ چکی۔ جانفزا۔ جان کو بڑھانے والا۔ ہوشمند۔ عقلمند۔ محو۔ فنا۔ یعجب۔ تعجب میں ڈالتی ہے۔

[2] زراع۔ زارع کی جمع ہے، کاشتکار۔ کشت۔ کھیتی۔ سکر۔ نشہ، بے ہوشی۔ صحو۔ ہوش میں آنا۔ صلاح۔ بہتری۔ ثمر۔ پھل۔ فلاح۔ نجات، بہبودی۔ منتظر۔ متوقع۔ ارمغان۔ تحفہ، سوغات۔ طاحون۔ چکی۔

حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر[1]
اللہ تعالیٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا

جِئتُمُونَا وُ فُرَادٰیٰ بے نوا
تم ہمارے پاس تنہا بے ساز و سامان کے آئے

ہیں چہ آورد دید دستاویز را
خبردار! کیا سند لائے ہو

یا امید بازگشتن تاں نبود
یا تمہیں واپس لوٹنے کی امید نہ تھی

وعدۂ مہمانیش را منکری
اس کی مہمانی کے وعدہ کا تو منکر ہے

ورنۂ منکر چنیں دست تہی
اور اگر تو منکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ

اندکے صرفہ بکن از خواب و خور
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر

شو قَلِیْلُ النَّوْمِ مِمَّا یَهْجَعُوْن
سونے میں کم نیند والا بن جا

اندکے جنبش بکن ہمچو جنیں[2]
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر

چوں بیابی آں حواسِ دور بیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کر لے گا

وز جہاں چوں رحم بیروں می روی
جب دنیا سے جو (ماں کے) رحم کی طرح ہے تو باہر جائیگا

آنکہ ارض اللہ واسع گفتہ اند
وہ (میدان) جس کو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے

دل نگرد و تنگ زاں عرصہ فراخ
اس وسیع میدان سے دل کبھی نہیں گھبراتا ہے

ارمغاں کو از برائے روزِ نشر
نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟

ہم بدانساں کہ خَلَقْنَا کُمْ کَذَا
ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا

ارمغانِ روزِ رُستاخیز را
قیامت کے دن کے لئے تحفہ

وعدۂ امروز تاں باطل نمود
(اور) آج کا وعدہ تمہیں غلط نظر آیا تھا

پس ز مطبخ خاک و خاکستر خوری
(اسلئے اسکے) باورچی خانہ سے تو خاک اور راکھ کھائیگا

بر درِ آں دوست چوں پا می نہی
اس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟

ارمغاں بہر ملاقاتش ببر
اس ملاقات کے لئے سوغات لے جا

باش در اسحار از یَسْتَغْفِرُوْن
صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا

تا بہ بخشندت حواسِ نور بیں
تاکہ تجھے نور دیکھنے والے حواس عطا کر دیں

پا نہی بالائے چرخِ ہفتمیں
ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا

از زمیں در عرصۂ واسع شوی
(اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا

عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ، وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں

نخل تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
تر کھجور وہاں کبھی خشک شاخ نہیں بنی ہے

---

1. حشر نشر۔ قیامت۔ فرادیٰ۔ فردہ کی جمع ہے، اکیلا جانے والا۔ دستاویز۔ سند۔ رستاخیز۔ قیامت۔ وعدۂ امروز۔ یعنی قیامت۔ منکر۔ انکار کرنے والا۔ خاکستر۔ راکھ۔ تہی۔ خالی۔ صرفہ۔ کفایت شعاری، کمی۔ خواب و خور۔ سونا اور کھانا۔ مما یہجعون۔ قرآن پاک میں مومنین کی حالت بیان کی ہے کہ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے اور صبح کو استغفار کرتے ہیں۔ اندکے۔ اب اللہ کے دربار میں تحفہ لے جانے کی تدبیر بتاتے ہیں۔
2. جنیں۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو، بچہ ماں کے پیٹ کی حرکت کی وجہ سے باہر آتا ہے تو اس کو حواس عطا ہوتے ہیں۔ چوں۔ جب تو بھی ریاضت کرے گا تو تجھے باطنی حواس مل جائیں گے۔ وز جہاں۔ یہ دنیا ماں کے رحم کی طرح تنگ ہے اور عالم ارواح وسیع تر ہے۔ عرصۂ۔ یعنی عالم ارواح یا عالم مثال۔

حاملی[1] تو مر حواست را کنوں
اب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے
کند و ماندہ می شوی و سرنگوں
سست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہو جاتا ہے

چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب
نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری
ماندگی رفت و شدی بے پیچ و تاب
تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہو جاتا ہے

چاشنئ داں تو حالِ خواب را
نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ
پیشِ محمولی حالِ اولیاءؒ
اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

اولیاء اصحابِ کہف اند اے عنود
اے سرکش! اولیاء اصحاب کہف ہیں
در قیام و در تقلّب ھُم رقُوْد
جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں

می کشد[2] شاں بے تکلف در فعال
ان کو (اللہ تعالیٰ) افعال میں بلاتکلف کھینچتا ہے
بے خبر ذَاتَ الْیَمِیْنِ ذَاتَ الشِّمَال
دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں

چیست آں ذَاتُ الْیَمِیْن فعل حسن
ذات الیمین کیا ہے؟ اچھے کام
چیست آں ذَاتُ الشِّمَال اشغالِ تن
ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت

گر تو بینی[3] شاں بدشواری دروں
اگر تو ان کو کسی دشواری میں دیکھے
نیست شاں خوفے وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْن
تو ان کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو از مردم پدید
یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں
بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
جبکہ وہ ان سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں

می رود ایں ہر دو کار از انبیاء
یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاء سے ظاہر ہوتے ہیں
بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
وہ صدائے بازگشت کی طرح دونوں سے بے خبر ہوتے ہیں

گر صدایت بشنواند خیر و شر
اگر پہاڑ کی آواز بازگشت تجھے بری بھلی آواز سنائے
ذاتِ کہ باشد زہر دو بے خبر
پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

گفتن مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغان بہر تو آئینہ

مہمان کا یوسف علیہ السلام کو کہنا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ

[1] حاملی۔ بیداری میں انسان پر اس کے حواس مسلط ہوتے ہیں اور انسان ان کی سواری بنتا ہے، سواری تھکتی ہے، سوار آرام سے رہتا ہے۔ محمولی۔ جس وقت انسان سویا ہوا ہوتا ہے، حواس پر سوار ہوتا ہے اور حواس اس کو لئے پھرتے ہیں تو انسان کو تھکن نہیں ہوتی ہے۔ چاشنی۔ نمونہ، اولیاء اللہ بھی حواس کے محمول ہوتے ہیں، اختیار اور ارادہ کو ترک کر دیتے ہیں اور یہ حالت ان کی مستقل ہوتی ہے۔ اولیاء۔ اولیاء کی مثال بالکل اصحاب کہف کی سی ہے جو غار میں بے خود لیٹے تھے اور قدرت ان کو کروٹیں دلاتی تھی۔

[2] می کشد۔ اصحاب کہف کے ارادے کے بغیر اللہ تعالیٰ ان سے افعال صادر کراتا تھا۔ ذات الیمین۔ قرآن پاک میں اصحاب کہف کے بارے میں فرمایا گیا ہے ونقلبھم ذات الیمین و ذات الشمال ''ہم ان کو دائیں بائیں پلٹ رہے ہیں۔'' اس آیت میں ذات الیمین سے روحانی مشغولیت اور ذات الشمال سے جسمانی مشغولیت مراد ہے۔

[3] گر تو بینی۔ اولیاء پر تکالیف ظاہری ہوتی ہیں۔ نفس الامر میں ان پر نہ خوف طاری ہوتا ہے نہ غم۔ می رود۔ اولیاء سے افعال کا صدور بغیر ارادہ کے ہونے لگتا ہے۔ ہر دو کار۔ یعنی روحانی اور جسمانی مشغولیت۔ گر صدایت۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسا کہ صدائے بازگشت پہاڑ سے صادر ہوتی ہے اور اس میں پہاڑ کے کسی ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔

آوردہ ام تا چوں در آں نگری مرا یاد آری
لایا ہوں تاکہ جب آپ اس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں
(حضرت) یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہاں تحفہ لا
اُو ز شرمِ ایں تقاضا در فغاں
وہ اس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا

گفت من چند ارمغاں جستم ترا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے
ارمغانے در نظر نامد مرا
کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا

حبہ[1] را جانب کاں چوں برم
ایک حبہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں؟
قطرہ را سوئے عُمّاں چُوں برم
ایک قطرہ کو عمان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں؟

زِیرہ را من سوئے کرماں آورم
(گویا) میں زیرے کو کرمان لے جاؤں
گر بہ پیش تو دل و جاں آورم
اگر آپ کے دل و جان (بھی) رکھ دوں

نیست تخمے کاندریں انبار نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اس ڈھیر میں نہ ہو
غیر حسن تو کہ اُو را یار نیست
آپ کے حسن کے سوا کہ اس کا کوئی ثانی نہیں ہے

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ
پیشِ تو آرم چو نورِ سینۂ
آپ کو پیش کروں جو سینہ کے نور کی طرح ہو

تا بہ بینی روئے خوب خود دراں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اس میں دیکھیں
اے تو چوں خورشید و شمعِ آسماں
آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کی طرح ہیں

آئینہ آوردمت اے روشنی
اے نورا! میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں
تا چو بینی روئے خود یا دم کنی
تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کرلیا کریں

آئینہ بیروں کشید اُو از بغل
اس نے بغل سے آئینہ نکالا
خوب[2] را آئینہ باشد مشتغل
خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا
نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے

ہستی اندر نیستی بتواں نمود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے
مالداراں بر فقیر آرند جُود
مالدار، فقیر پر سخاوت کرتے ہیں

آئینہ صافی ناں خود گرسنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے
سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
سوختہ چقماق کا آئینہ ہے

---

1. حبہ۔ ایک رائی کے برابر وزن۔ عمان۔ یمن میں سمندر کے کنارے ایک شہر کا نام ہے، اس شہر کی نسبت سے اس سمندر کو عمان کہہ دیا جاتا ہے۔ زیرہ۔ گرم مصالحوں میں جو زیرہ پڑتا ہے وہ کرمان کا مشہور ہے جو کہ فارس کا ایک شہر ہے اس کو زیرۂ کرمانی کہا جاتا ہے۔ انبار۔ ڈھیر۔ یار۔ دوست، مثال۔ اے تو۔ حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے اسی لئے ان کو آسمان کی شمع اور سورج کہا ہے۔

2. خوب را۔ یعنی حسین چہرے والا آئینہ میں مشغول ہو جاتا ہے۔ آئینۂ ہستی۔ یعنی فنا فی اللہ ہونے سے بقا باللہ حاصل ہوتا ہے۔ ہستی۔ یعنی وجود، بقا باللہ۔ نیستی۔ فنا، یعنی ماسوا اللہ سے انقطاع۔ جود۔ سخاوت یعنی غیر اللہ سے تہی دست ہو جاؤ گے تو عطا ملے گی۔

نیستی و نقص ہر جائیکہ خاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا

آئینۂ[1] خوبی جملہ پیشہاست
تمام خوبیوں کے حسن کا مظہر ہے

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست
اس لئے کہ فنا، صفائی ہے

وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے

چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود
جبکہ کپڑا (پہلے سے) صحیح سلا ہوا ہو

مظہر فرہنگ درزی کے شود
وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟

نا تراشیدہ ہمی باید جذوع
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں

تا درو گر اصل سازد یا فروع
تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے

خواجۂ اشکستہ بند آنجا رود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اس جگہ جائے گا

کہ در آنجا پائے اشکستہ بود
جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہوگا

کے شود چوں نیست رنجور[2] و نزار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو، کب ہو سکتا ہے

آں جمال و صنعت طب آشکار
طب کی کاریگری اور حسن کا اظہار؟

خواری و دونی مسہا برملا
تانبے کی ذلت اور کم درجہ ہونا کھلا ہوا

گر نباشد کے نماید کیمیا
اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟

نقصہا آئینۂ وصف کمال
ہر قسم کا نقص، وصف کمال کا آئینہ ہے

واں حقارت آئینۂ عز و جلال
اور ذلت، عزت اور جلال کا آئینہ ہے

زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں
ضد، ضد کو خوب واضح کرتی ہے

زانکہ با سرکہ پدیدست انگبیں
سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہو جاتا ہے

ہر کہ نقصِ خویش را دید و شناخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا

اندر استکمالِ خود دو اسپہ تاخت
وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑا ہے

زاں نمی پرّد بسوئے ذوالجلال
اسی وجہ سے وہ شخص ذوالجلال کی طرف پرواز نہیں کرتا

کو گمانے می بُرد خود را کمال
جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

علتے بدتر زپندارِ کمال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری

نیست اندر جانت اے مغرورِ ضال
تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے، اے گمراہ مغرور!

---

[1] آئینہ۔ یعنی مظہر۔ سوختہ۔ وہ چیز جس کو سلگا کر لکڑیوں میں رکھتے ہیں تاکہ لکڑیاں آگ پکڑ لیں۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ آتش زنہ۔ چقماق جس کو رگڑ کر آگ نکالی جاتی ہے۔ نیستی و نقص۔ یعنی غیر اللہ کے تعلقات کی فنا اور کمی۔ پالودگی۔ صفائی۔ آلودگی۔ آلائش۔ جامہ چست۔ بدن کے مطابق کپڑا۔ فرہنگ۔ عقل، دانش۔ دوزیدہ۔ سلا ہوا۔ جذوع۔ جذع کی جمع ہے، تنۂ درخت۔ درودگر۔ درودگر، بڑھئی۔ اصل۔ جڑ، بڑی چیز۔ فروع۔ شاخ، چھوٹی چیز۔ اشکستہ بند۔ ٹوٹی ہڈی جوڑنے والا۔

[2] رنجور۔ بیمار۔ نزار۔ لاغر، کمزور۔ خواری۔ ذلت، ناچیز ہونا۔ دونی۔ ادنیٰ درجہ کا ہونا۔ نقصہائے۔ نقائص، کمال حاصل کرنے کا سبب بن جاتے ہیں یعنی نیستی اور فنا سے بقائے دوام حاصل ہو جاتا ہے۔ ضد۔ مشہور مقولہ ہے الاشیاء تعرف..... باضدادھا یعنی کسی چیز کی شناخت اس کی ضد کے ذریعہ ہوتی ہے۔ استکمال۔ پورا کرنا۔ دو اسپہ۔ بہت تیز۔ ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ۔ علت۔ بیماری۔ پندار۔ غرور، گھمنڈ۔ ضال۔ گمراہ۔

از دل و از دیدہ ات بس خوں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے
علت ابلیس انا خیر بدست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی
گرچہ خوذ رابس شکستہ بیند او
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے
جوں بشو رانی وُرا در امتحاں
جب تو اس کو بطورِ امتحان ہلائے گا
در تگ جو ہست سرگین اے فتیٰ
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے
ہست پیر راہ دانِ پُرفطن
سمجھدار راہِ (طریقت) سے واقف پیر
جوئے خود را کے تواند پاک کرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟
آبِ جو سرگیں نتاند[2] پاک کرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے
کے تراشد تیغ دستہ خویش را
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟
بر سرِ ہر ریش جمع آمد مگس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں
واں مگس اندیشہا و آمالِ تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور امیدیں ہیں
ورنہد مرہم برآں ریش تو پیر
اگر تیرے اس زخم پر پیر مرہم لگا دے
تا نہ پنداری کہ صحت یافت ست
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہو گئی ہے

تاز تو ایں معجبی[1] بیروں رود
تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے
ویں مرض در نفس ہر مخلوق ہست
یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے
آبِ صافی داں و سرگیں زیرِ جو
صاف پانی سمجھ اور نہر کی تہ میں گوبر ہے
آب سرگیں رنگ گردد در زماں
فوراً پانی، گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا
گرچہ جو صافی نماید مر ترا
اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آ رہی ہے
باغہائے نفس و تن را جوئے کن
جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے
نافع از علم خدا شد علم مرد
پیر کا علم خداوندی علم کی وجہ سے مفید بن گیا ہے
جہل نفسش را نزوبد علم مَرد
انسان کا علم اسکے نفس کے جہل کو صاف نہیں کر سکتا ہے
رَو بجراحے سپار ایں ریش را
جا، اس زخم کو جراح کے سپرد کر
تا نہ بیند قیح ریش خویش کس
تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی پیپ کو نہ دیکھ سکے
ریش تو آں ظلمت احوالِ تو
تیرے احوال کی تاریکی تیرا زخم ہے
آں زماں ساکن شود درد و نفیر
اس وقت تیرے درد اور آہوں کو سکون ہو جائے گا
پرتو مرہم درانجا تافت ست
(ابھی) مرہم کا سایہ اس پر پڑا ہے

---

[1] معجبی۔ غرور، تکبر، خود پسندی۔ انا خیرہ۔ میں بہتر ہوں۔ یہ دعویٰ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کیا تھا۔ شکستہ۔ متواضع۔ سرگیں۔ گوبر۔ جو۔ نہر۔ شورانیدن۔ ہلانا، حرکت دینا۔ تگ۔ کنوئیں کی گہرائی، ان اشعار کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے مصائب کا علاج خود نہیں کر سکتا ہے۔ کسی شیخ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ فتیٰ۔ جوان۔ فطن۔ فاء اور طاء کا فتحہ، دانائی۔ جوئے کن۔ نہر کھودنے والا۔

[2] نتاند۔ نتواند۔ نزوبد۔ پاک نہیں کرتا، روفتن کا فعل مضارع منفی ہے۔ اندیشہائے۔ خیالات۔ آمال۔ آمل کی جمع، امید۔ ورنہد۔ شیخ کامل کے معالجہ سے ہی مرض دور ہو سکے گا۔ تانہ پنداری۔ شیخ کی صحبت سے اگر کچھ سکون ملے تو اپنی صحت کی غلط فہمی کی بنا پر اس کی صحبت کو ترک نہ کرے۔

ہیں[1] زمرہم سرمکش اے پشت ریش
وال ز پرتو داں مداں از اصلِ خویش

اے زخمی کمر والے! خبردار مرہم سے منہ نہ موڑ
اس (آرام) کو (عارضی) اثر سمجھ، اصل (صحت) نہ جان

ایں سخن پایاں ندارد اے جواں
بشنو اکنوں قصۂ در ضمن آں

اے جوان! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
اس کے ضمن میں ایک قصہ سن لے

مُرتد شدن کاتب وحی بسبب آنکہ پرتو وحی بروے زد

وحی کے کاتب کا مرتد ہو جانا اس لئے کہ وحی کا پرتو اس پر پڑا

آں آیہ را پیشِ پیغمبرؐ خواند و گفت من مَحَلِّ وحیم

اس نے آیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے

پیش از عثمانؓ یکے نسّاخ بود
کو بہ نسخِ وحی جدے می نمود

حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتب وحی تھا
جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا

چوں نبی از وحی فرمودے سبق
اُو ہماں را وا نوشتے در ورق

جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کا سبق پڑھاتے
وہ اس کو ورق پر لکھ لیتا

پرتو آں وحی بروے تافتے
اُو درونِ خویش حکمت یافتے

وحی کا پرتو اس پر پڑا
(اور) اس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی

عین آں حکمت بفرمودے رسُول
زیں قدر گمراہ شد آں بُوالفضُول

بعینہ اس دانائی کا رسول (ﷺ) نے (لکھنے کا) حکم فرمایا
(لیکن) وہ نالائق اس کے باوجود گمراہ ہو گیا

کانچہ می گوید رسولِ مستنیر[2]
مَرمرا ہست آں حقیقت در ضمیر

کہ روشن (ضمیر) رسول (ﷺ) جو کچھ فرماتے ہیں
وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے

پرتوِ اندیشہ اش زد بر رسول
قہرِ حق آورد بر جانش نزول

اس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا
اللہ (تعالیٰ) کا قہر اس کی جان پر نازل ہوا

پرتو اُو ناگہش در دل بتافت
در درونِ خویشتن حرفے نیافت

اس کا عکس اس کے دل پر نمودار ہوا
اس نے اپنے دل میں (حکمت کا) ایک حرف بھی نہ پایا

ہم ز نسّاخی بر آمد ہم زدیں
شد عدُوّے مصطفیؐ و دیں بکیں

کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی
کینہ وری سے مصطفیٰ (ﷺ) اور دین کا دشمن بن گیا

---

[1] ہیں۔ عارضی سکون کو مرہم کا اثر سمجھو، زخم باقی ہے۔ کاتب وحی۔ یہ عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح کا قصہ ہے۔ اس قصہ سے یہ سمجھایا ہے کہ بغیر کمال، کمال کے دھوکے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ نساخ۔ لکھنے والا۔ جد۔ کوشش۔ گمراہ۔ سورۂ مومنون کی آیت ولقد خلقنا الانسان الخ کا نزول ہوا اس کے آخر میں فتبارک اللہ احسن الخالقین ہے۔ آنحضور ﷺ اس آیت کو لکھوا رہے تھے تو اس کی زبان پر آنحضور ﷺ کے بولنے سے پہلے ہی فتبارک اللہ احسن الخالقین جاری ہو گیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے، یہ لکھ لو، اس سے اس کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے، حالانکہ یہ حضور ﷺ کے پرتو کا اثر تھا۔

[2] مستنیر۔ روشن۔ ضمیر۔ دل۔ بوالفضول۔ بیکار اور لغو انسان۔ پرتو۔ آنحضور ﷺ کو جب اس کی حالت منکشف ہو گئی تو خدا کا قہر اس پر نازل ہو گیا۔ پرتو آں۔ یعنی قہر الٰہی کا عکس۔ حرفے نیافت۔ یعنی وحی کے آثار اس کے دل سے فنا ہو گئے۔ نساخی۔ کتابت۔ کیں۔ کینہ۔ عنود۔ جھگڑالو۔

مصطفیٰ فرمود کاے گبر عنود
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا اے سرکش گمراہ!
چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود
تو کیسے سیاہ (دل) ہو گیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا

گر تو ینبوعِ[۱] الٰہی بودہ
اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا
ایں چنیں آبِ سیہ نکشودہ
تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا

اندروں می سوختش ہم زیں سبب
اس وجہ سے اس کا دل جلتا تھا
او نیارد توبہ کردن اے عجب
(لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا

تا کہ ناموسش بہ پیشِ این و آں
تاکہ اِس کے اور اُس کے سامنے اس کی آبرو
نشکند بربست ایں اُو را دہاں
خراب نہ ہو اُس نے اِس کا منہ بند کر دیا

آہ می کرد و نبودش آہ سود
آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا
چوں درآمد تیغ سر را در ربود
جب (قضا کی) تلوار آئی اس نے سر قلم کر دیا

کردہ حق ناموس را صد من حدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو (کے خیال) کو مومن کا لوہا بنا دیا ہے
اے بسا بستہ بہ بند ناپدید
اے (مخاطب) بہت سے انسان اس چھپی ہوئی بیڑی سے بندھے ہوئے ہیں

کبر و کفر آنساں بہ بست آں راہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اس راستہ کو بند کر دیا ہے
کو نیارد کرد ظاہر آہ را
کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے

گفت اَغْلَالاً[۲] فَهُمْ بِهٖ مُقْمَحُوْن
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ انکی وجہ سے منہ کو اونچا کیے ہوئے ہیں
نیست آں اغلال ما را از بروں
ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

خَلْفَهُمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ
ان کے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے
می نہ بیند بند را پیش و پس اُو
وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اسکے آگے اور پیچھے ہے

رنگ صحرا دارد آں سدّیکہ خاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے
اُو نمیداند کہ آں سدّ قضاست
وہ نہیں جانتا کہ وہ قضاءِ (الٰہی) کی دیوار ہے

شاہدِ تو سدِ روئے شاہد ست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے
مرشدِ تو سد گفتِ مرشد ست
تیرا مرشد، مرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے

۱۔ ینبوع۔ چشمہ۔ نیارست۔ نتوانست۔ دہان بربستن۔ خاموش ہو جانا، اس شعر کی وجہ سے بعض شارحین کا خیال ہے کہ یہ کاتب وحی مرتد ہو گیا تھا وہ مسیلمہ کذاب ہے اس لئے عبداللہ ابن سعد ابن ابی سرح فتح مکہ میں مسلمان ہو گیا ہے اور مسیلمہ حالت کفر میں حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں مارا گیا ہے، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ مسیلمہ کسی زمانے میں کاتب وحی رہا ہو۔ کردہ حق۔ انسان بسا اوقات اپنے گناہ کے اعتراف اور توبہ سے اس لئے رکتا ہے کہ وہ اس کی بے آبروئی کا سبب بنتی ہے اور یہ ایک ایسی بیڑی اور بند ہے جو اس کو نظر بھی نہیں آتا ہے۔ آں راہ۔ یعنی توبہ کا راستہ۔

۲۔ اغلالاً۔ سورۂ یٰسین میں ہے اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ''بے شک ہم نے کر دیئے ہیں ان کی گردنوں میں طوق تو وہ منہ اٹھائے ہوئے ہیں اور کر دی ہے ہم نے ان کے سامنے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار پھر ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانپ دیا ہے، پس وہ نہیں دیکھتے ہیں۔'' رنگ۔ یعنی جس طرح صحرا میں کوئی ابھار نہیں ہوتا اور نہ وہاں کوئی آڑ ہوتی ہے وہ دیوار بھی ایسی ہی ہے۔ شاہد تو۔ دنیا کی محبوب چیزیں انسان کو محبوب حقیقی کے دیدار سے مانع آتی ہے۔ مرشد تو۔ یعنی تو نے جس باطل چیز کو رہنما سمجھ لیا ہے۔

اے بسا کفار را سودائے دیں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی لگن ہے

بند پنہاں[1] لیک از آہن بتر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے

بند آہن را تواں کردن جدا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے

مَرد را زنبور گر نیشے زند
اگر انسان کے بھڑ ڈنک مارتی ہے

زخم نیش اما چو از ہستی تست
لیکن اگر تیرے تکبر کا ڈنک کا زخم ہے

شرحِ ایں از سینہ بیروں می جہد
اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے

نے مشو نومید خود را شاد کن
نہیں ناامید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ

کاے محبّ عفو از ما عفو کن
اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرما دے

عکسِ حکمت[2] آں شقی را یاوہ کرد
حکمت کے عکس نے اس بدبخت کو گمراہ کر دیا

اے برادر بر تو حکمت جاریہ است
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے

گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست
گھر، اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے

شکر کن غرہ مشو بینی مکن
شکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر

صد دریغ و درد کایں عاریتے
افسوس، صد افسوس کہ اس عارضی چیز نے

بندشاں ناموس و کبر و آن و ایں
ان کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے

بند آہن را کند پارہ تبر
لوہے کے بند کو کدال توڑ دیتی ہے

بند غیبی را نداند کس دوا
غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے

طبع اُو آں لحظہ بر دفعے تند
اسکی طبیعت اسی وقت اسکو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے

غم قوی باشد نگردد درد سست
(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے

پیشِ آں فریاد رس فریاد کن
اس فریاد سننے والے کے سامنے فریاد کر

اے طبیب رنج ناسورِ کہن
اے پرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

خود مبیں تا بر نیارد از تو گرد
خودپسند نہ بن، تاکہ تو برباد نہ ہو

آں زابدال ست و بر تو عاریہ است
وہ ابدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے

آں ز ہمسایہ منور تافت ست
(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے

گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
سن، اور کبھی تکبر نہ کر

معجباں را دور کرد از اُمتے
متکبروں کو امت سے دور کر دیا

---

1. بند پنہاں۔ یعنی دیوار سے یہ مخفی دیوار مراد ہے جو لوہے کی دیوار سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرد را۔ یعنی نظر آنے والی چیز کی فوراً طبیعت مدافعت کرتی ہے۔ زخم۔ بیرونی دشمن کا مقابلہ آسان ہوتا ہے، اندرونی دشمن زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ شرح ایں۔ یعنی اس کی تفصیل کہ کبر اور ناموس غیبی بند ہیں جس کی علت قضائے الٰہی ہے، اس کی تفصیل مایوسی پیدا کر دے گی۔ محبّ۔ دوست۔ رنج۔ مرض۔

2. عکس حکمت۔ یعنی مرشد کے کمالات کا پرتو جو مرید پر پڑے۔ شقی۔ کوئی خاص شخص مراد نہیں ہے۔ جاریہ۔ رواں۔ ابدال۔ اولیاء اللہ کی ایک خاص جماعت ہے۔ غرہ۔ مغرور۔ بینی کردن۔ انکار کرنا۔ گوش داشتن۔ توجہ سے سننا۔ عاریۃ۔ عارضی علم وکمال۔ معجباں۔ معجب کی جمع ہے، متکبر۔ امت۔ یعنی امت محمدیہ۔

من[1] غلامِ آنکہ اُو در ہر رَباط
میں اس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں
بس رباطے کہ بباید ترک کرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہوگا
گرچہ آہن سرخ شد اُو سرخ نیست
اگرچہ لوہا سرخ ہوگیا (لیکن) وہ سرخ نہیں ہے
گر شود پُر نور روزن یا سرا
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے
در و دیوار گوید روشنم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں
پس بگوید آفتاب اے نارشید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!
سبزہا گویند ما سبز از خودیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خودبخود سبز ہیں
فصل تابستاں بگوید کاے امم
(تو) موسم بہار کہے گا اے مخلوق!
تن[2] ہمی نازد و بخوبی و جمال
حسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے
گویدش کاے مزبلہ تو کیستی
وہ (روح) اس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تو کیا ہے؟
غنج و نازت می نگنجد در جہاں
عالم میں تیرا کرشمہ اور ناز نہیں سماتا ہے
گرم دارانت تُرا گورے کنند
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھودیں گے

خویش را واصل نداند بر سماط
اپنے آپ کو دسترخوان پر پہنچ جانے والا نہ سمجھے
تا بمسکن در رسد یک روز مرد
پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا
پرتو عاریت آتش زنے ست
(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے
تو مداں روشن مگر خورشید را
تو صرف سورج کو روشن سمجھ
پر تو غیرے ندارم ایں منم
مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود (روشن) ہوں
چونکہ من غائب شوم آید پدید
جب میں غائب ہو جاؤں گا تو پتہ چلے گا
شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں
خویش را بینید چوں من بگذرم
اپنے آپ کو اس وقت دیکھنا جب میں گذر جاؤں
روح پنہاں کردہ فرّ و پرّ و بال
روح نے اپنی شان وشوکت اور بال و پر چھپا رکھے ہیں
یک دو روز از پرتو من زیستی
کچھ تو میرے عکس سے جی لیا ہے
باش تاکہ من شوم از تو جہاں
ٹھہر جا، یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں
کش کشانت در تگ گور افگند
کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے

1. مَن۔ میں اس شخص کا معتقد ہوں جو کسی مقام کو بھی مقام کمال نہ سمجھے۔ رباطؔ۔ سرائے، منزل۔ سماطؔ۔ دسترخوان۔ بس۔ سالک بہت سی منزلیں طے کر کے مقام قرب تک پہنچتا ہے۔ گرچہؔ۔ مقصد یہ ہے کہ بہت سی چیزوں کے اوصاف اپنے نہیں ہوتے ہیں بلکہ دوسرے کے عکس اور پرتو ہوتے ہیں، اس کی ایک مثال کرچہ درخانہ نور سے دی تھی، دوسری مثال یہ ہے کہ لوہے کی سرخی اپنی نہیں ہے بلکہ آگ کا پرتو ہے۔ گرشودؔ۔ یہ تیسری مثال ہے کہ گھر میں نور اپنا نہیں ہوتا ہے بلکہ سورج کا پرتو ہوتا ہے۔ سبزہاؔ۔ یہ چوتھی مثال ہے کہ سبزہ کی تری وتازگی اپنی نہیں ہے بلکہ موسم بہار کی عطا کردہ ہے۔
2. تنؔ۔ یہ پانچویں مثال ہے، بدن کی تمام خوبیاں روح کی وجہ سے ہیں۔ زیباؔ۔ خوبصورت۔ خدؔ۔ رخسارہ۔ فرؔ۔ شان وشوکت۔ پر و بالؔ۔ ساز و سامان۔ مزبلہ۔ کوڑی۔ غنجؔ۔ ناز وادا۔ جہانؔ۔ عالم۔ جہاںؔ۔ کودنے والا، جستن سے اسم فاعل ہے۔ گرم داراںؔ۔ محبت کی گرمجوشی دکھانے والے۔ ترا [illegible] تو۔ کنند۔ کھودیں گے، کندن کا فعل مضارع۔ کش کشاںؔ۔ کھینچتے کھینچتے۔ تگؔ۔ تہ، گہرائی۔

تا کہ چوں در گور یارانت کنند ‏ ‏ طعمۂ[1] موران و مارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کر دیں گے ‏ ‏ تجھے چیونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنا دیں گے

بینی ازگند تو گیرد آں کسے ‏ ‏ کہ بہ بیش تو ہمی مُردے بسے
تیری بدبو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا ‏ ‏ جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا

پرتو روح ست نطق و چشم و گوش ‏ ‏ پرتو آتش بود در آبِ جوش
گویائی اور آنکھ، کان، روح کا اثر ہے ‏ ‏ پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے

آں چنانکہ پرتو جاں برتن ست ‏ ‏ پرتو اَبدال بر جانِ من ست
جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے ‏ ‏ ابدال کا پرتو میری روح پر ہے

جانِ جاں چوں وا کشد پا را زجاں ‏ ‏ جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
جانِ جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹا لے ‏ ‏ تو سمجھ لے کہ جان، بے جان جسم کی طرح ہو جائے گی

سر ازاں رُو می نہم من بر زمیں ‏ ‏ تا گواہِ من بود در یومِ دیں
میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں ‏ ‏ تاکہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو

یومِ دیں کہ زُلْزِلَتْ زِلْزَالَهَا ‏ ‏ ایں زماں باشد گواہِ حالہا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آ جائے گا ‏ ‏ اس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہوگی

کو تُحَدِّثُ جہرتا اَخْبَارَهَا ‏ ‏ در سخن آید زمین و خارہا
کیونکہ وہ علی اعلان اپنی خبریں سنائے گی ‏ ‏ زمین اور اس کا خار و خس بولنے لگے گا

فلسفی[2] گوید زمعقولاتِ دُوں ‏ ‏ عقل از دہلیز می ماند بروں
فلسفی، کمتر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے ‏ ‏ (اس کی) عقل چوکھٹ سے باہر رہتی ہے

فلسفی منکر شود در فکر و ظن ‏ ‏ گو برو سَر را بداں دیوار زن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی منکر ہوتا ہے ‏ ‏ کہہ دے کہ جا، اس دیوار سے سر پھوڑ

نطق آب و نطق خاک و نطق گل ‏ ‏ ہست محسوسِ حواسِ اہلِ دل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا ‏ ‏ اہل دل کے حواس کا محسوس ہے

فلسفی کو منکر حنانہ است ‏ ‏ از حواسِ انبیاء بیگانہ است
فلسفی جو (اسطوانہ) حنانہ (کے رونے کا منکر) ہے ‏ ‏ وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے

---

1. طعمہ۔ خوراک۔ موراں۔ مور کی جمع ہے، چیونٹی۔ ماراں۔ مار کی جمع ہے، سانپ۔ بینی گرفتن۔ ناک بند کرنا۔ گند۔ بدبو۔ بر کسے مردن۔ کسی پر قربان ہونا۔ جانِ جاں۔ یعنی مرشد کامل۔ پا کشیدن۔ پیچھے ہٹنا۔ بداں۔ تو جان۔ دانستن سے امر کا صیغہ ہے۔ یومِ دیں۔ یوم قیامت۔ زلزلت۔ سورۂ الزلزال میں کہا گیا ہے ”جب زمین بڑے زور سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا کہ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اس دن تمام خبریں بتا دے گی۔“
2. فلسفی۔ فلاسفہ جمادات کے کلام کے منکر ہیں لہٰذا مولانا ان کی تردید کر رہے ہیں۔ نطق۔ جمادات اور نباتات کا کلام اہل دل سنتے ہیں۔ حنانہ۔ رونے والا، وہ ستون کہلاتا ہے جس کے سہارے آنحضور ﷺ منبر بننے سے پہلے خطبہ دیا کرتے تھے، منبر بن جانے پر جب آپ نے اس کا سہارا لینا چھوڑا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ بیگانہ۔ ناآشنا۔

گویدؔ[1] او کہ پرتو سودائے خلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کی سوداویت کا اثر

بلکہ عکس آں فساد و کفر او
اس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے

فلسفی مر دیو را منکر شود
فلسفی، شیطان کا منکر بنتا ہے

گر ندیدی دیو را خود را ببیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے، اپنے آپ کو دیکھ لے

ہر کرا در دل شک و پیچانی است
جس کے دل میں شک اور کجی ہے

می نماید اعتقاد او گاہ گاہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے

اَلحذر اے موماں کو در شماست
دوڑو، اے مومنو! کہ وہ تمہارے اندر ہے

جملہؔ[2] ہفتاد و دو ملت در توست
سب بہتر (۷۲) فرقے تجھ میں ہیں

ہر کہ او را برگِ ایں ایماں بود
جس شخص کے پاس ایمان کا ساز و سامان ہوگا

بر بلیس و دیو زاں خندیدہ
ابلیس اور شیطان پر تو اس لئے ہنستا ہے

چوں کند جاں باز گونہ پوستیں
جب چھپے ہوئے احوال ظاہر ہوں گے

بر دکاں ہر زرنما خنداں شدست
دکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے

بس خیالات آورد در رائے خلق
لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے

آں خیالِ منکرے را زد برو
جس نے یہ برا خیال اس پر مسلط کر دیا ہے

در ہماندم سخرۂ دیوے بود
(اور) اسی وقت شیطان کا محکوم ہو جاتا ہے

بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہے

در جہاں او فلسفی پنہانی ست
وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

آں رگِ فلسف کند رویش تباہ
فلسفہ کی وہ رگ اس کا رو سیاہ کرتی ہے

در شما بس عالم بے منتہاست
تم میں (فاسد خیالات کا) بے انتہا جہاں ہے

وہ کہ آں روزے بر آرد از تو دست
افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں

ہمچو برگ از بیم او لرزاں بود
وہ پتے کی طرح اس کے ڈر سے لرزاں رہے گا

کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
کہ تو نے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے

چند واویلا بر آید ز اہل دیں
دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست
اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے

---

1. گوید۔ فلسفی جمادات اور نباتات کے کلام کے اعتقاد کو مجنونانہ خیال سے تعبیر کرتا ہے۔ دیو را۔ فلسفی شیطان کا انکار کرتا ہے حالانکہ اسی شیطان کی اطاعت میں حقائق کا انکار کرتا ہے۔ گر ندیدی۔ فلسفی نے اگر شیطان کو نہیں دیکھا ہے تو خود اپنے آپ کو دیکھ لے، اس میں شیطان کے اثرات موجود ہیں، جنون کو بھی اس کے اثرات سے پہچانا جاتا ہے۔ ہر کرا۔ فلسفی کسی گروہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کج فہم فلسفی ہی ہوتا ہے۔ موماں۔ ایک شخص جو مومنین کے زمرے میں داخل ہے، وہ بھی فلسفی ہو سکتا ہے۔ ایک مومن کے دل میں فاسد خیالات آ سکتے ہیں لہٰذا بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔
2. جملہ۔ بہتر گمراہ فرقوں کے اعتقادات انسان کے دل میں چھپے ہوئے ہیں، مومن کا کام یہ ہے کہ ان کا نشو و نما نہ ہونے دے۔ ہر کہ او۔ ایماندار کا کام ہے کہ وہ بد خیالات کے خوف سے ہمیشہ لرزتا ہے۔ بر بلیس۔ شیطان کا مذاق وہ اڑاتا ہے جو اپنے آپ کو بڑا پارسا سمجھتا ہے۔ چوں کند۔ لیکن انسان کے جب مخفی احوال کھلتے ہیں تو اس کے معتقد واویلا کرنے لگتے ہیں۔ پوستین باز گونہ کردن۔ پوستین کو الٹ دینا یعنی مخفی احوال کا ظاہر ہو جانا اور ظاہری حالت کا مخفی ہو جانا۔ بر دکاں۔ جب تک کسوٹی پر نہیں کسا جاتا، کھرا کھوٹا یکساں معلوم ہوتا ہے۔

پَردہ[1] اے ستار از ما بَر مگیر
باش اندر امتحاں مارا مجیر

اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اٹھا
امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا

قلب پہلو می زند بازر بہ شب
انتظارِ روز می دارد ذہب

رات میں کھوٹا سونا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے
(کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے

با زبانِ حال زَر گوید کہ باش
اے مزوّر تا بر آید روزِ فاش

زبانِ حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے، ٹھہر
اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے

صد ہزاراں سال ابلیس لعیں
بود ز اَبدال و امیرالمومنیں

ابلیس لعین لاکھوں سال
ابدال میں سے، اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا

پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت
گشت رُسوا ہمچوں سرگیں وقت چاشت

تکبر کی وجہ سے حضرتِ آدمؑ کے مقابلہ میں آ گیا
اس طرح رسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر

پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس
برتر از سلطاں چہ می رانی فَرس

اے بوالہوس! مردانِ خدا کا مقابلہ نہ کر
بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

دعا کردنِ بلعم باعور[2] کہ موسیٰ علیہ السلام را و قومش را ازیں شہر

بلعم باعور کا دعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس شہر سے

کہ حصار دادہ اند بے مراد باز گرداں و مستجاب شدن دعائش

جس کا انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے، ناکام واپس کر دے اور اس کی دعا کا مقبول ہونا

بلعمِ باعور را خلقِ جہاں
سُغبہ شد مانند عیسیٰ زماں

بلعم باعور پر دنیا کی مخلوق
فریفتہ ہوگئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر انکے زمانہ میں

سجدہ ناوردند کس را دونِ اُو
صحت رنجور بود افسونِ اُو

وہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرتے
اس کا دم کرنا بیمار کی صحت تھی

پنجہ زد با موسیٰؑ از کبر و کمال
آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال

کمال اور غرور کی وجہ سے اس نے (حضرت) موسیٰؑ کا مقابلہ کیا
اس کا وہ حال ہوا جو تو نے سنا

صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں
ہم چنیں بودست پیدا و نہاں

لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں
ایسے ہی ہوئے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں

---

[1] پردہ۔ جبکہ یہ ثابت ہوگیا ہے کہ ہر انسان میں مخفی عیوب ہیں تو اب مولانا دعا کرتے ہیں۔ با کسے پہلو زدن۔ مقابلہ کرنا۔ صد ہزاراں۔ شیطان مردود ہونے سے قبل بڑا ولی اللہ اور فرشتوں کا سردار تھا۔ پنجہ زدن۔ مقابلہ کرنا، مخالف ہو جانا۔ برتر۔ بادشاہ کی سواری سے اپنی سواری آگے بڑھانا حد سے تجاوز کرنا ہے۔

[2] بلعم باعور۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ایک مشہور عبادت گذار تھا جو کنعان یا شہر جبارین کا رہنے والا تھا، حضرت موسیٰؑ نے جب کنعان پر چڑھائی کی تو اہل شہر نے اس سے اصرار کیا کہ وہ موسیٰؑ کی پسپائی کی دعا کرے، اصرار کے بعد وہ راضی ہوگیا اس پر اس کا دین و ایمان بھی گیا اور حضرت موسیٰؑ کا کچھ نہ بگڑا اب اس نے سازش کر کے موسیٰؑ کی قوم میں زنا کی رسم جاری کر دی، شمعون نامی سردار زنا کر بیٹھا جس سے طاعون کی وبا پھیلی اور ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے، اشعارِ بالا میں بزرگوں سے مقابلہ نہ کرنے کی نصیحت تھی۔ بلعم کے قصہ کے ذریعے اس کے انجام بد سے ڈرانا مقصود ہے۔ سغبہ۔ فریفتہ، گرویدہ۔ صحت۔ بلعم باعور کے دم کرنے سے بیمار اچھے ہو جاتے تھے۔ حال۔ بلعم کی زبان کتے کی طرح باہر نکلی رہتی تھی۔

این دو[1] را مشہور گردانید اِلٰہ
تاکہ باشند این دو بر باقی گواہ
ان دو کو خدا نے مشہور کر دیا
تاکہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں

رہزناں را در بیاباں چوں کشند
یکدو تن را سوئے دِہ زاں ایشاں کشند
ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں
انہیں سے ایک دو (کی نعش) کو گاؤں میں کھینچ کر لاتے ہیں

تا ببیند اہل دِہ گیرند پند
رویت ایشاں بود شاں ہمچو بند
تاکہ گاؤں والے دیکھیں، نصیحت پکڑیں
ان کا دیکھنا ان کے لئے بندش بنتا ہے

این دو دُزد آویخت بردارِ بلند
ورنہ اندر دہر بس دُزداں بدبد
ان دو چوروں کو (اللہ تعالیٰ نے) اونچی سولی پر لٹکا دیا
ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے

این دو را پرچم بسوئے شہر بُرد
کشتگانِ قہر را نتواں شمرد
ان دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے
(ورنہ) قہر (خدا) کے مارے ہوئے شمار نہیں کیے جا سکتے

نازنینی تو ولے در حد خویش
اللہ اللہ پا منہ از حد تو بیش
تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ)
خدا کے لئے حد سے آگے قدم نہ رکھ

گر زنی بر نازنیں تر از خودت
در تگ ہفتم زمیں زیر آردت
اگر تو اپنے سے زیادہ نازنین پر حملہ کرے گا
وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اتار دے گا

قصۂ عاد و ثمود از بہر چیست
تابدانی انبیاء را نازِ کیست
عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟
(اسلئے ہے) تاکہ تو جان لے انبیاء کا کس پر ناز ہے

این نشانِ خسف و قذف و صاعقہ[2]
شد بیانِ عز نفس ناطقہ
یہ دھنسنے اور سنگباری اور کڑک کی علامت
نفس ناطقہ کی عزت کے اظہار کے لئے ہے

جملہ حیواں را پئے انساں بکش
جملہ انساں را بکش از بہر ہش
تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جا سکتے ہیں
ہوشمند (انسانِ کامل) کیلئے سب انسان مارے جا سکتے ہیں

ہش چہ باشد عقل کل اے ہوشمند
عقل جزوی ہش بود اما نژند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؟ عقل کامل!
جزوی عقل رکھنے والا بھی صاحب ہوش ہوتا ہے لیکن افسردہ

جملہ حیواناتِ وحشی زِ آدمی
باشد از حیوانِ انسی در کمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان
مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں

خونِ آنہا خلق را باشد سبیل
زانکہ وحشی اند از عقل جلیل
ان کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے
کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں

---

1. این دو۔ یعنی شیطان اور بلعم باعور۔ گواہ۔ تاکہ لوگ ان کے حالات دیکھ کر اور سن کر عبرت حاصل کریں۔ ہمچو بند۔ گاؤں والے ڈاکوؤں کی نعشیں دیکھ کر جرائم سے باز رہتے ہیں۔ پرچم۔ بالوں کا گچھا جو جھنڈے کے سر پر باندھا جاتا تھا۔ گر زنی۔ اپنے سے بڑے سے مقابلہ ہلاکت کا باعث ہے۔ نازِ کیست۔ یعنی انبیاء کو خدا پر ناز ہوتا ہے۔ خسف۔ زمین میں دھنسنا، قارون زمین میں دھنسایا گیا۔ قذف۔ سنگباری، قوم لوط کو سنگسار کر دیا گیا تھا۔
2. صاعقہ۔ بجلی کی کڑک، قوم ثمود پر بجلی گری تھی۔ نفس ناطقہ۔ یعنی انبیاء کرام۔ جملہ حیواں۔ جس طرح حیوانات کو انسانوں کے لئے ذبح کیا جا سکتا ہے، اسی طرح انبیاء کی خاطر نافرمانوں کو قتل کرا دیا جاتا ہے۔ عقل کل۔ مکمل عقل، یعنی انبیاء۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل والا، عوام۔ نژند۔ ضعیف، کمزور۔ حیوانات وحشی۔ جنگلی جانور۔ حیوان انسی۔ پالتو جانور۔ سبیل۔ حلال یعنی شکاری ان کا شکار کر لیتے ہیں۔ عقل جلیل۔ بڑی عقل یعنی انسان۔

خونِ ایشاں خلق را باشد روا　زانکہ انساں را نیند ایشاں سزا[1]

ان کا خون لوگوں کے لئے روا ہے　کیونکہ انسان سے ان کو مناسبت نہیں ہے

عزتِ وحشی بداں ساقط شدست　کہ مرُانساں را مخالف آمدست

وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی　کہ وہ انسان کا مخالف ہے

پس چہ عزت باشدت اے نادرہ　چوں شدی تو حُمُرٌ مُستَنفِرَہ

اے احمق! تیری عزت کیا رہے گی؟　جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) بن گیا

خر نشاید کشت از بہر صلاح　چوں شود وحشی شود خونش مباح

مصلحت کی وجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے　جب وحشی (گورخر) ہو جاتا ہے تو اسکا خون حلال ہو جاتا ہے

گرچہ خر را دانش زاجر نبود　ہیچ معذورش نمیدارد وَدُود

اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے　پھر بھی خدا اس کو معذور نہیں رکھتا ہے

پس چو وحشی شد ازاں دم آدمی　کے بود معذور اے یارِ سمی

پھر جب انسان اس (انبیاء کی) گفتگو سے وحشی ہو جائے　اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور ہوگا؟

لا جرمَ کفار راشد خوں مباح　ہمچو وحشی پیشِ نشاب و رِماح

لامحالہ کفار کا خون مباح ہو گیا　وحشی (جانور) کی طرح تیروں اور نیزوں کے سامنے

جفت و فرزندانِ شاں جملہ سبیل[2]　زانکہ بے عقل اند و مردود و ذلیل

ان کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہو گئے　اسلئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں

باز عقلے کو رَمد از عقل عقل　گردد از عقلی بحیوانات نقل

پھر وہ عقل جو (انبیاء کی) عقل کل سے وحشت کرتی ہے　عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے

بشنو اکنوں در بیانِ ایں سخن　قصۂ از جان و نیکو گوش کن

اب اس سلسلہ میں ایک قصہ سن　دل و جان سے اور اچھی طرح سن

اعتماد کردنِ ہاروت و ماروت بر عصمت خویش و

ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی

امیریِ دنیا خواستن و در فتنہ افتادن

سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروتِ شہیر　از بطر خوردند زہر آلود تیر

مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے　تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے

---

1. سزا۔ مناسبت، لائق۔ نادرہ۔ احمق۔ حمر مستنفرہ۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے "وہ کفار حق سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح گورخر شیر سے۔" صلاح۔ گدھے کی باربرداری کا فائدہ ہے۔ مباح۔ جائز۔ زاجر۔ منع کرنے والا۔ ودود۔ دوست رکھنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ دم۔ سانس، انبیاء کا کلام۔ سمی۔ بلند، عالی قدر۔ نشاب۔ نشابہ کی جمع ہے، تیر۔ رماح۔ رُمح کی جمع ہے، نیزہ۔ جفت۔ بیوی، جوڑا۔

2. سبیل۔ سباح۔ عقل عقل۔ یعنی انبیاء۔ عقلی۔ عقلمندی۔ نقل۔ منتقل۔ ہاروت و ماروت۔ مشہور ہے کہ یہ دو فرشتے تھے جن کو اپنی عبادت پر بڑا گھمنڈ پیدا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے قہر خداوندی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ یہ قصہ محض ایک افسانہ ہے جس کو مولانا نے عبرت کے لئے نقل کر دیا ہے جس کا خلاصہ خود اعتمادی اور گھمنڈ کے انجام بد کو واضح کرتا ہے۔ شہیر۔ مشہور۔ بطر۔ تکبر و غرور۔

اعتمادے[1] بود شاں بر قدسِ خویش
ان کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا

چیست بر شیر اعتمادِ گاؤ میش
شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے

گرچہ اُو با شیر صد چارہ کند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے

شاخ شاخش شیر نر پارہ کند
نر شیر اس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

گرشود پُر شاخ ہمچو خار پُشت
خواہ وہ سینگوں سے ساہی کی طرح بھری ہو

شیر خواہد گاؤ را ناچار کشت
لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا

گرچہ صَرصَر بس درختاں می کند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے

با گیاہِ پست احساں می کند
(لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے

بر ضعیفی گیاہ آں بادِ تُند
گھاس کی کمزوری پر، تیز ہوا نے

رحم کرد اے دل تو از قوّت نملَند
رحم کیا اے دل! تو قوت کے بارے میں نہ غرا

تیشہ را زانبوہی شاخِ درخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا

کے ہراس آید ببرد لخت لخت[2]
کب ڈرتا ہے، اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

لیک بر برگے نکو بد خویش را
لیکن پتے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے

جز کہ بر نیشے نکو بدنیش را
سوائے تخت کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے

شعلہ را زانبوہی ہیزم چہ غم
سوختے کے گٹھڑ کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے؟

کے رمد قصاب زانبوہِ غنم
بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

پیشِ معنیٰ چیست صورت بس زبوں
معنیٰ (مؤثر) کے سامنے صورت (متاثر) کی کیا حقیقت ہے، بہت عاجز

چرخ را معنیش می دارد نگوں
آسمان کو اس کا معنیٰ (مؤثر) اوندھا رکھتا ہے

تو قیاس از چرخِ دولابی بگیر
تو (کنویں کی) گھرری پر قیاس کر لے

گردشش از چیست از عقلِ مُنیر
اس کی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے

گردشِ ایں قالب ہمچوں سپر
ڈھال جیسے اس جسم کی گردش

ہست از روحِ مستّر اے پسر
اے صاحبزادے! چھپی ہوئی روح کی وجہ سے ہے

گردشِ ایں باد از معنیٰ اُوست
اس ہوا کی گردش اس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے

ہمچوں چرخے کُو اسیر آبِ جوست
اس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے

جزر و مدّ و دخل و خرجِ ایں نفس
اس سانس کا اتار اور چڑھاؤ، اندر جانا اور باہر نکلنا

از کہ باشد جز زجانِ پُر ہوس
سوائے پُرہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟

---

[1] اعتماد۔ بھروسہ۔ قدس۔ پاکبازی۔ گاؤ میش۔ بھینس۔ شاخ شاخ۔ ایک ایک عضو۔ پارہ۔ ٹکڑا۔ شاخ۔ سینگ۔ خار پشت۔ بلی کے برابر ایک جنگلی جانور ہے جس کے تمام بدن پر تیروں جیسے کانٹے ہوتے ہیں جن کو وہ اپنی مدافعت میں کھڑا کر لیتا ہے۔ گاؤ۔ یعنی بھینس۔ گرچہ۔ قضا سے صرف زاری اور دعا کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔ صرصر۔ آندھی۔ ملند۔ نہی کا صیغہ ہے لندیدن بوزن جنبیدن، غرانا، بکارنا۔ تیشہ۔ کلہاڑا۔ ہراس۔ خوف۔

[2] لخت لخت۔ ریزہ ریزہ۔ نیش۔ تخت، دھار، ڈنک۔ انبوہی۔ کثرت۔ ہیزم۔ ایندھن۔ قصاب۔ قصائی۔ غنم۔ بکریاں۔ معنیٰ۔ یعنی مؤثر جو کائنات میں تصرف کر رہا ہے۔ صورت۔ یعنی کائنات۔ چرخ دولابی۔ گھرری جس پر رسی ڈال کر ڈول کھینچا جاتا ہے۔ عقل منیر۔ یعنی انسانی عقل۔ قالب۔ جسم۔ مستّر۔ مستور۔ چرخ۔ یعنی پن چکی۔ پُر ہوس۔ ہوسناک۔

گاہ[1] جیمش می کند گہ حاو دال — گاہ صلحش می کند گاہے جدال
وہ (روح) اس (سانس) کو کبھی جسم بناتی ہے کبھی حا اور دال — کبھی اسکو (باعث) صلح بنا دیتی ہے، کبھی لڑائی کا (سبب)

گہ یمینش می برد گاہے یسار — گہ گلستاں می کند گاہیش خار
کبھی اس کو دائیں طرف لے جاتی ہے، کبھی بائیں طرف — کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

ہمچناں ایں آب را یزدانِ پاک — کرد بر فرعون خونِ سہمناک
اسی طرح اللہ پاک نے پانی کو — فرعون پر خوفناک خون بنا دیا

ہم چنیں ایں باد را یزدانِ ما — کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا
اسی طرح ہمارے اللہ نے اس ہوا کو — قومِ عاد پر اژدہے کی طرح بنا دیا تھا

باز ہم ایں باد را بر مومناں — کردہ بد صلح و مراعات و اماں
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر — صلح اور رعایت اور امن بنا دیا تھا

گفت اَلْمَعْنٰی هُوَ اللّٰهُ[2] شیخ دیں — بحر معنیہاست رَبُّ الْعَالَمِیْن
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنی وہ اللہ ہی ہے — معانی کا سمندر رب العالمین ہے

جملہ اطباقِ زمین و آسماں — ہمچو خاشاکے دراں بحر رواں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے — اس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں

جملہا و رقص خاشاک اندراب — ہم ز آب آمد بوقت اضطراب
پانی کے اندر تنکے کے حملے اور رقص — پانی کے موجزن ہونیکے وقت پانی کیوجہ سے ہوتے ہیں

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا — سوئے ساحل افگند خاشاک را
چونکہ کشمکش سے اس کو سکون دینا چاہتا ہے — (اس لئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے

چوں کشد از ساحلش در موجگاہ — آں کند آں موج کاتش با گیاہ
پھر جب اس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائے گا — وہ موج اسکے ساتھ وہ کریگی جو آگ گھاس سے (کرتی ہے)

ایں حدیث آخر ندارد باز راں — جانب ہاروت و ماروت اے جواں
اس بات کا آخر نہیں ہے، پھر چل — اے جوان! ہاروت و ماروت (کے قصہ) کی جانب

بقیہ قصۂ ہاروت و ماروت و نکال و عقوبت ایشاں

ہاروت اور ماروت اور ان کی سزا اور عذاب کے قصہ کا بقیہ

---

[1] گاہ۔ روح، انسان کے سانس کو مختلف حرفوں کی آواز میں منہ سے خارج کرتی ہے۔ گاہ صلحش۔ کبھی ایسے اچھے الفاظ منہ سے نکلتی ہے جو باہمی دوستی اور صلح کا سبب بنتے ہیں اور کبھی ایسے الفاظ نکالتی ہے جن سے دشمنی پیدا ہوتی ہے۔ گلستاں۔ یعنی وہ کلام جو باغ کی طرح باعث تفریح ہو۔ خار۔ یعنی ایسا کلام جو کانٹے کی طرح چبھے۔ فرعون۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے لئے پانی کو ہلاکت کا سبب بنا دیا۔ عاد۔ قومِ عاد پر ہوا مسلط کردی جس نے اژدہوں کی طرح ان کو تباہ کردیا۔ بر مومناں۔ غزوۂ احزاب میں ہوا ہی مسلمانوں کی فتح مندی کا سبب بنی تھی۔ شیخ دین۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ۔

[2] المعنی ہو اللہ۔ یعنی موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تمام اسباب کا وہی مرجع ہے۔ جملہ۔ اس بحر رواں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے آسمانوں اور زمینوں کی حقیقت تنکے سے زیادہ نہیں ہے، جس طرح ایک سمندر تنکے پر اثر انداز ہے اسی طرح حضرت حق زمینوں اور آسمانوں پر اثر انداز ہے۔ اطباق۔ طبقات۔ آں کند۔ یعنی جب قیامت میں کائنات کو دوبارہ وجود میں لائے گا اس قدر جلد ان میں تاثیر کرے گا جیسا کہ آگ پھونس میں تاثیر کرتی ہے۔ نکال۔ عذاب۔ عقوبت۔ سزا۔

چوں گناہ و فسق خلقانِ جہاں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ
می شدے روشن بایشاں آں زماں
ان پر واضح ہوتا، اس وقت

دست خائیدن[1] گرفتندے زخشم
وہ غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کر دیتے
لیک عیب خود ندیدندے بچشم
لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے

خویش در آئینہ دید آں زشت مرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا
رُو بگردانید ازاں و خشم کرد
اس سے منہ پھیر لیا اور اس پر غصہ کیا

خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے
آتشے دروے ز دوزخ شد پدید
اس میں دوزخ کی آگ نمودار ہو جاتی ہے

حمیت دیں خواند اُو آں کبر را
اس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے
ننگرد در خویش نفس گبر را
اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے

حمیت دیں را نشانے دیگرست
دینی حمیت کی علامت تو دوسری ہے
کہ ازاں آتش جہانے اخضرست
کہ اس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے

گفت حق شاں گر شما روشنگرید
اللہ (تعالیٰ) نے ان (ہاروت و ماروت) سے فرمایا اگر تم نورانی ہو
در سیہ کاراں مغفّل منگرید
سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو

شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں
اے سپاہیو اور خادمو! شکر ادا کرو
رستہ اید از شہوت و از مثل آں[2]
کہ شہوت اور اس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو

گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھ دوں
مر شمارا پیش نپذیرد سما
تمہیں آسمان نہ قبول کرے

عصمتے کہ مر شما را در تن ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے
آں ز عکس عصمت و حفظ من ست
وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے

آں زمن بینید نز خود ہین و ہیں
اس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے خبردار، خبردار
تا نچربد بر شما دیو لعیں
تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آ جائے

آنچنانکہ کاتب وحی رسول
جیسا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کے کاتب نے
دید در خود حکمت و نورِ وصول
اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی

خویش راہم لحن مُرغانِ خدا
اپنے آپ کو طائرانِ قدس کا ہم نوا
می شمرد آں بد صفیرے چوں صدا
سمجھا، (حالانکہ) وہ صدائے بازگشت کی طرح کی آواز تھی

---

[1] دست خائیدن۔ ہاتھ چبانا یعنی افسوس کرنا۔ خشم۔ غصہ۔ زشت مرد۔ بدصورت آدمی۔ خویش بیں۔ خود پسند، متکبر۔ حمیت۔ بوزن خدمت، حفاظت کرنا، پرہیز کرنا اور اگر حاء کا فتحہ میم کا کسرہ اور یا کو مشدد پڑھا جائے تو غیرتمندی کے معنی میں ہوگا۔ گبر۔ بے دین، سرکش۔ اخضر۔ سرسبز یعنی دین کی غیرت سے جو غصہ آتا ہے وہ دنیا کی سرسبزی کا باعث ہوتا ہے۔ روشنگر۔ نورانی۔ سیہ کار۔ گنہگار۔ مغفّل۔ غافل۔ سپاہ و چاکراں۔ فرشتے اللہ کے سپاہی اور خدام دربار ہیں۔

[2] مثل آں۔ بعض نسخوں میں اس کی بجائے چاک راں ہے، ران کا شگاف یعنی عورت کی شرمگاہ۔ معنیٰ۔ یعنی شہوت۔ سما۔ آسمان۔ عصمت۔ پاکدامنی، بچاؤ۔ زمن۔ از من۔ چربد۔ چربیدن، غالب آ جانا۔ آنچنانکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے یعنی پرتو کو اپنی ذاتی صفت سمجھنا غلط ہے۔ کاتب۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ وصول۔ یعنی خدا رسیدہ۔ لحن۔ آواز۔ مرغان خدا۔ انبیاء جن کا طائر روح قدس باری کے قریب رہتا ہے۔ صفیر۔ سیٹی، پرندہ کی آواز۔ صدا۔ گونج۔

لحن مُرغاں را اگر واصف[1] شوی — بر ضمیر مُرغ کے واقف شوی

اگر تو پرندوں کی بولی بولے — پرندہ کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟

گر بیا موزی صفیرے بلبلے — تو چہ دانی کو چہ گوید با گلے

اگر تو بلبل کی چہچہاہٹ سیکھ لے — تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟

وَر بدانی از قیاس و از گماں — باشد آں برعکس آں اے ناتواں

اگر تو قیاس اور گمان سے سمجھ بھی لے — (تو) اے ناتواں! وہ اس کے برعکس ہوگا

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں — چوں زلب جنباں گمانہائے کراں

وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا — جیسا کہ بہرے کا گمان، ہونٹ ہلانے والوں کے بارے میں

بعیادت رفتن کر بخانۂ ہمسایۂ بیمار و رنجیدنِ بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

آں کرے را گفت افزوں[2] مایۂ — کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ

ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا — کہ تیرا پڑوسی بیمار ہو گیا ہے

گفت باخود کر کہ باگوشِ گراں — من چہ دریابم زگفت آں جواں

بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے — میں اس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا

خاصہ رنجور و ضعیف آواز شد — لیک باید رفت آنجا نیست بد

خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہو گیا ہے — لیکن وہاں جانا ہی چاہیے، کوئی چارہ نہیں ہے

چوں بہ بینم کاں لبش جنباں شود — من قیاسے گیرم آنرا ہم زخود

جب میں دیکھوں گا کہ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں — میں خودبخود اس سے قیاس کر لوں گا

چونکہ گویم چونی اے محنت کشم — اُو بخواہد گفت نیکم یا خوشم

جب میں کہونگا اے میرے مصیبت زدہ دوست! تو کیسا ہے؟ — وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

من بگویم شکر چہ خوردی ابا — اُو بگوید شربتے یا ماش با

میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے، بابا کیا کھایا ہے؟ — وہ یا شوربا کہے گا یا اڑد کا شوربا

من بگویم صح نوشت کیست آں — از طبیباں پیش تو گوید فلاں

من کہوں گا تیرا پینا مناسب ہوا، وہ کون ہے؟ — طبیبوں میں سے تیرا معالج، وہ کہے گا فلاں

من بگویم بس مبارک پاست اُو — چونکہ اُو آید شود کارت نکو

میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے — چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہو جائے گا

---

1. واصف۔ صاحب وصف۔ ضمیر۔ باطن، دل۔ وربدانی۔ اگر انکل سے کچھ سمجھو گے تو وہ حقیقت کے خلاف ہوگا۔ کراں۔ کر کی جمع، بہرا، بہرے دوسروں کے ہونٹوں کی حرکات سے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں جو عموماً صحیح نہیں ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس قصہ میں واضح کیا گیا ہے۔
2. افزوں مایہ۔ معزز آدمی، متمول۔ رنجور۔ بیمار۔ کر۔ بہرا۔ گوشِ گراں۔ اونچا سننے والا کان۔ خاصہ۔ خصوصاً۔ نیست بد۔ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ابا۔ ہم نے اب بمعنی باپ سمجھ کر ترجمہ کیا ہے۔ شربہ۔ شوربا۔ ماش با۔ اڑد کی دال کا شوربہ۔ صح نوشت۔ تیرا پینا درست ہوا۔ مبارک پا۔ مبارک قدم۔

پائے او را آزمودستیم ما
ہم نے اس کا قدم آزمایا ہے
ایں جواباتِ قیاسی راست کرد
ان قیاسی جوابوں کو اس نے ٹھیک کر لیا
گوئیا رنجور را خاطر زِ کَر
گویا، بیمار کا دل بہرے سے
کر درآمد پیشِ رنجور و نشست
بہرا، بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا
گفت چونی؟ گفت مُردم گفت شکر
اس نے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مر گیا، اس نے کہا شکر ہے
کایں چہ شکرست او عدوِ ما شدست
کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے
بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر
اسکے بعد اس نے کہا، تو نے کیا کھایا ہے، اس نے کہا زہر!
بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او
اس کے بعد اس نے کہا، طبیبوں میں سے کون ہے
گفت عزرائیل[2] می آید برو
(بیمار نے) کہا، ملک الموت آتا ہے، جا
ایں زماں از نزدِ او آیم برت
میں تیرے پاس ابھی اس کے پاس سے آیا ہوں
کر بروں آمد ازانجا شادماں
بہرا اس جگہ سے خوش خوش لوٹا
خود گمانش از کری معکوس بود
بہرے پن کی وجہ سے اس کا گمان الٹا تھا
رُو برہ می گفت با خود از عما
وہ راستہ میں اندھے پن سے، اپنے دل میں سوچ رہا تھا
گفت رنجور ایں عدوِ جانِ ماست
(لیکن) مریض نے کہا، یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے

ہر کجا شد می شود حاجت[1] روا
جہاں پہنچتا ہے، حاجت روا بن جاتا ہے
پیشِ آں رنجور شد آں نیک مرد
(پھر) وہ نیک انسان، بیمار کے پاس گیا
اندکے رنجیدہ بود اے پُرہنر
کچھ رنجیدہ تھا، اے ہنرمند!
برسرِ او خوش ہمی مالید دست
اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا
شد ازو رنجور پُر آزار و نکر
اس سے بیمار، تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا
کر قیاسے کرد و آں کژ آمدست
بہرے نے انکل لگائی اور وہ ٹیڑھی لگی
گفت نوشت باد افزوں گشت قہر
اس نے کہا مبارک ہو، اس کا غصہ اور بڑھا
کہ بیاید او بچارہ پیشِ تو
جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے؟
گفت پایش بس مبارک شاد شو
اس نے کہا، اس کے قدم بہت مبارک ہیں، خوش ہو جا
گفتمش او را تا کہ گردد غمخورت
میں نے اس کو کہا ہے کہ تیری خبر گیری کرے
شکر کش کردم مراعات ایں زماں
(اللہ کا) شکر ہے کہ میں نے اسوقت اسکا حق ادا کر دیا ہے
کہ زیانِ محض را پنداشت سود
کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا
شکر کہ کردم عیادت جار را
(خدا کا) شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کر لی
ماندانستیم کو کانِ جفاست
ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے

[1] حاجت روا۔ ضرورت کو پورا کرنے والا۔ راست کردن۔ صحیح کر لینا۔ خاطر۔ دل، مزاج۔ چونی۔ چساں ہستی۔ شکر۔ یعنی اللہ کا شکر ہے۔ نکر۔ ناگواری۔ بدست۔ بودہ است۔ کژ۔ کج، ٹیڑھا۔ نوشت باد۔ تجھے مبارک ہو۔ قہر۔ یعنی بیمار کا غصہ۔ چارہ۔ علاج، تدبیر۔

[2] عزرائیل۔ موت کے فرشتے کا نام ہے۔ برت۔ یعنی تیرے پاس۔ کش۔ کہ اش۔ مراعات۔ لحاظ، مروت۔ از کری۔ بہرے پن کی وجہ سے اس کے سب قیاس الٹے ہوئے اور مضر پڑے۔ رو برہ۔ روئے خود براہ آوردہ۔ عما۔ اندھاپن۔ کان۔ معدن۔ جفا۔ ظلم۔

خاطرِ رنجور جویاں صد سقط[1]
مریض کا دل سینکڑوں بری باتیں سوچ رہا تھا

تاکہ پیغامش کند از ہر نمط
تاکہ اس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے

چوں کسے کو خوردہ باشد آشِ بد
اس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو

می بشوراند دلش تا قے کند
اس کا دل متلا رہا ہو تاکہ قے کر ڈالے

کظم غیظ ایں است آنرا قے مکن
غصہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اس کو نہ اگل

تا بیابی در جزا شیریں سخن
تاکہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو

چوں نبودش صبر می پیچید او
چونکہ اس میں صبر (کا مادہ) نہ تھا، وہ بل کھا رہا تھا

کایں سگ ملعون کژ گفتار کو
کہ یہ ملعون کتا، بکواس کرنے والا کہاں ہے؟

تا بریزم بروے آنچہ گفتہ بود
تاکہ اس پر پلٹ دوں جو اس نے کہا ہے

کاں زماں شیرِ ضمیرم خفتہ بود
کیونکہ اس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا

چوں عیادت بہر دل آرامی ست
جبکہ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے

ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
یہ تو بیمار پرسی نہیں ہے، عداوت ہے

تا بہ بیند دشمن خود را نزار
تاکہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے

تا بگیرد خاطر زشتش قرار
تاکہ اس کی بری طبیعت کو سکون ہو

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند
بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں

دل برضوان[2] و ثوابِ آں نہند
اور (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی اور اسکے ثواب کی امید کرتے ہیں

خود حقیقت معصیت باشد خفی
(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے

بس کدر کانرا تو پنداری صفی
بہت سے مکدر پانی ہوتے ہیں جن کو تو صاف پانی سمجھتا ہے

ہمچوں آں کر کو ہمی پنداشت ست
اس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے

کو نکوئی کرد و آں خود بد بدست
کہ اس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ برائی تھی

او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے

حق ہمسایہ بجا آوردہ ام
(اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے

بہر خود او آتشے افروخت ست
اس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے

در دلِ رنجور و خود را سوخت ست
بیمار کے دل میں، اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے

فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ اَوْقَدْتُّمُوْ
اس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی

اِنَّکُمْ فِی الْمَعْصِیَۃِ اِزْدَدْتُّمُوْ
تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

---

[1] سقط۔ بری بھلی باتیں۔ نمط۔ طرز، طریقہ۔ آش۔ حریرہ۔ بد۔ بدبودار۔ شورانیدن۔ بے چین ہونا۔ کظم۔ غصہ کو پی جانا۔ غیظ۔ غصہ، غضب۔ کو۔ کہاں۔ دشمن کام۔ دشمن کے مقصد کے مطابق، یعنی تباہ و برباد۔ نزار۔ بدحال۔ خاطر زشت۔ بدباطنی۔ بس کساں۔ یہاں سے مولانا کا مقولہ شروع ہوا ہے جس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان اپنے بہت سے اعمال کو صحیح سمجھتا ہے حالانکہ وہ غلط ہوتے ہیں۔

[2] رضوان۔ رضامندی۔ دل بر چیزے نہادن۔ کسی چیز کا امیدوار ہونا۔ کر۔ بہرا۔ کو۔ کہ او۔ ہمسایہ۔ پڑوسی۔ فاتقوا۔ پس بچو۔ النار۔ آگ۔ الّتی۔ جس کو۔ اوقدتم۔ تم نے بھڑکایا۔ انکم۔ بے شک تم۔ فی المعصیۃ۔ گناہ میں۔ ازددتم۔ تم بڑھ گئے۔

گفت[1] پیغمبرؐ بیک صاحب ریا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا

صَلِّ اِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ یَا فَتیٰ
اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

از برائے چارۂ ایں خوفہا
ان ہی اندیشوں کے علاج کے لئے

آمد اندر ہر نمازے اِھْدِنَا
ہر نماز میں ''اے اللہ ہماری رہنمائی فرما'' آیا ہے

کیں نمازم رامیا میز اے خدا
کہ اے اللہ! میری اس نماز کو نہ ملا

با نمازِ ضالین[2] و اہل ریا
گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ

از قیاسے کہ بکرد آں کر چنیں
اس اٹکل کی وجہ سے جو اس بہرے نے کی

صحبت دہ سال باطل شد بدیں
دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی

خواجہ پندارد کہ طاعت می کند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں

بے خبر کز معصیت جاں می کند
اس سے بے خبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان کو ہلاک کر رہے ہیں

رو قیاسِ خویشتن را ترک کن
جا، اپنا قیاس چھوڑ

کز قیاست تو شود ریش کہن
کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخم پرانا بن جائے گا

خاصہ اے خواجہ قیاسِ حس دوں
اے صاحب! خصوصا وہ قیاس جو ناقص حس کے ذریعہ ہو

اندر آں وحی کہ ہست از حد فزوں
اس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے

گوشِ حس تو بحرف ار درخورست
تیرے حس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے (بھی)

داں کہ گوشِ غیب گیر تو کرست
(تو) سمجھ لے، کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

در بیاں آں کہ اوّل کسیکہ در مقابل نصِ صریح قیاس آورد ابلیس بود

اس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا

اوّل آں کس کیں قیاسکہا نمود
سب سے پہلا شخص، جس نے یہ بے ہودہ قیاس کئے

پیشِ انوارِ خدا ابلیس بود
خدائی انوار کے مقابلہ میں، وہ شیطان تھا

گفت نار از خاک بے شک بہترست
اس نے کہا کہ یقیناً، آگ مٹی سے بہتر ہے

من ز نار و اُو زخاکِ اکدرست
میں آگ سے اور وہ (آدم) تاریک مٹی سے بنا ہے

پس قیاسِ فرع بر اصلش کنیم
ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے

اُو ز ظلمت ما ز نورِ روشنیم
وہ تاریکی ہے، میں روشن نور سے (بنا) ہوں

---

1. گفت پیغمبر۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور اس نے رکوع سجدہ ٹھیک کئے بغیر نماز پڑھی اور پھر آنحضور ﷺ کو سلام کیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا جاؤ تم نے نماز نہیں پڑھی، دوبارہ پڑھو۔ تین بار ایسا ہی ہوا پھر آنحضور ﷺ نے اس کو صحیح نماز کا طریقہ بتایا۔ یہ روایت اس شخص کے بارے میں ہے جس نے تعدیل ارکان نہیں کی تھی، اس کو ریاکار فرمانا ثابت نہیں ہے۔ اھدنا۔ اے اللہ ہمیں سیدھا راستہ دکھا، سورۂ فاتحہ میں ہر نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

2. ضالین۔ ضال کی جمع ہے، گمراہ۔ اہل ریا۔ ریاکار۔ صحبت دہ سال۔ بہرے اور بیمار پڑوسی کی دس سالہ ملاقات۔ ریش کہن۔ پرانا زخم، ناسور۔ حس دوں۔ کمتر درجہ کے حواس۔ از حد فزوں۔ وحی الٰہی کا حقیقی ادراک ظاہری حواس سے نہیں ہو سکتا ہے۔ درخور۔ لائق۔ قیاسک۔ کاف تحقیر کے لئے ہے چونکہ یہ قیاس نص کے مقابلہ میں ہے۔ من زنار۔ شیطان کا مادہ ناری ہے اور آدم علیہ السلام کا خاکی ہے۔ اکدر۔ زیادہ میلا، تاریک۔ فرع۔ شاخ۔ کنیم۔ قیاس میں کسی جزوی مسئلہ کو کسی کلیہ سے مستنبط کیا جاتا ہے تو فرع سے مراد وہ جزوی مسئلہ ہے اور اصل سے کلیہ مراد ہے۔

گفت حق نے بلکہ لَا اَنسَابَ[1] شد
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا نہیں، بلکہ "نسبت کچھ نہیں" طے ہو گیا ہے

زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
پرہیز گاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بن گیا ہے

ایں نہ میراثِ جہانِ فانی ست
یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے

کہ بہ انسابش بیابی، جانی ست
جسکو تو نسبت کی بنیاد پر حاصل کرے (بلکہ) روحانی (وراثت) ہے

بلکہ ایں میراثہائے انبیاءؑ ست
بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے

وارثِ ایں جانہائے اتقیاء ست
اس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں

پورِ آں بوجہل شد مومن عیاں
ابوجہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا

پورِ آں نوحِ نبی از گمرہاں
نوح علیہ السلام نبی کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)

زادۂ خاکی منور شد چو ماہ
خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منور ہوا

زادۂ آتش توئی اے رُوسیاہ
اے روسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

ایں قیاسات و تحری روزِ ابر
یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن

یا بشب مَر قبلہ را کردست جبر
یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں

لیک با خورشید و کعبہ پیش رُو
لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے

ایں قیاس و ایں تحری را مجو
یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا

کعبہ نادیدہ[2] مکن رُو زو متاب
کعبہ کو ان دیکھا نہ بنا، اس سے منہ نہ موڑ

از قیاس اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
قیاس کر کے، (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

چون صفیرے بشنوی از مرغِ حق
جب تو طائر قدس کی آواز سن لیتا ہے

ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
اس کے ظاہر کو سبق کی طرح رٹ لیتا ہے

وانگہے از خود قیاساتے کنی
پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے

مَر خیالِ محض را ذاتے کنی
محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے

اصطلاحاتے ست مر ابدال را
ابدال کی خاص اصطلاحیں ہیں

کہ نباشد زاں خبر اقوال را
(صاحب) اقوال کو ان کا علم نہیں ہوتا ہے

منطق الطیری بصوت آموختی
تو نے پرندوں کی بولی، آواز سے سیکھ لی

صد قیاس و صد ہوس افروختی
(اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں روشن کر دیں

---

[1] لا انساب۔ انسانی نسب کا روحانی معاملوں میں اعتبار نہیں ہے۔ محراب۔ صدر مقام۔ پور۔ بیٹا، ابوجہل کا بیٹا حضرت عکرمہؓ آخر میں مسلمان ہوئے اور بڑے کارنامے کئے جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ پورِ نوح۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کنعان ایمان نہ لایا اور طوفان میں غرق ہوا۔ زادۂ خاکی۔ حضرت آدم علیہ السلام۔ زادۂ آتش۔ شیطان۔ تحری۔ اٹکل لگانا، ابر کے دن یا رات میں اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو جس طرف بھی قبلہ ہونے کا زیادہ گمان ہو، نماز پڑھ لی جاتی ہے اور وہ نماز درست ہوتی ہے خواہ قبلہ کی مخالف سمت کو پڑھی گئی ہو۔

[2] کعبہ نادیدہ۔ اگر کعبہ سامنے ہو تو اس کو ان دیکھا بنا کر تحری کرنا غلط ہوگا۔ مرغِ حق۔ انبیاء و اولیاء حظیرۂ قدس کے طائر کہلاتے ہیں۔ چوں سبق۔ یعنی صرف حروف رٹ لینا۔ خیال۔ یعنی غیر موجود چیز۔ ذات۔ یعنی حقیقت۔ اقوال۔ یعنی وہ لوگ جو الفاظ رٹے ہوئے ہیں اور معانی سے بہت دور ہیں، بعض نسخوں میں عقال ہے جو عاقل کی جمع ہے۔ منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی، یہاں سے مولانا نے اولیاء کے مقابلہ میں قیاس آرائی کی برائی ظاہر کی ہے۔

ہمچو آں رنجور[1] دلہا از تو خست
اس بیمار کی طرح، تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہو گئے

کر بہ پندارِ اصابت گشت مست
بہرا درستگی کے گھمنڈ سے مست ہو گیا

کاتب آں وحی زاں آوازِ مرغ
اس وحی کا کاتب طائر قدس کی آواز سے

بُردہ ظنّے کہ بود انبازِ مرغ
گمان کرنے لگا کہ وہ طائر قدس کا شریک ہے

مرغِ پَرّے زد مَر اُو را کور کرد
طائر قدس نے ایک پر مارا (اور) اس کو اندھا کر دیا

نک فرو بردش بقعرِ مرگ و درد
اس کو موت اور عذاب کے گڑھے میں اتار دیا

ہیں بعکسے یا بظنّے ہم شما
خبردار! تم بھی پرتو یا گمان کی وجہ سے

در میفتید از مقاماتِ سما
آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا

گرچہ ہاروتید و ماروت و فزوں
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر

از ہمہ بر بامِ نَحۡنُ الصَّافُّوۡن
سب سے، ''ہم صف بندی کرنے والے ہیں'' کے ایوان پر

بر بدیہائے بداں رحمت کنید
بروں کی برائی پر رحم کرو

بر منی و خویش بینی کم تنید[2]
خودی اور خودپسندی پر نہ اکڑو

ہیں مبادا غیرت آید از کمیں
خبردار! غیرتِ (خداوندی) گھات سے نہ نکل آئے

سرنگوں افتید در قعرِ زمیں
(اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تیرا ہی ہے

بے امانِ تو امانے خود کجاست
تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

ایں ہمی گفتند دل شاں می طپید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) ان کا دل بے چین تھا

بد کجا آید زما نِعۡمَ الۡعَبِیۡد
ہم بہترین غلاموں سے برائی کیسے سرزد ہو سکتی ہے؟

خارِ خارِ دو فرشتہ ہم نہشت
ان دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا

تا کہ تخمِ خویش بینی را نکشت
جب تک کہ خودبینی کا بیج نہ بو دیا

بس ہمی گفتند کاے ارکانیاں
وہ کہتے تھے، اے عناصر سے بنے ہوؤ!

بے خبر از پاکیِ روحانیاں
روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر

ما کہ بر گردوں تتقہا می تنیم
ہم جو کہ آسمان پر (عبادت کے) خیمے تانتے ہیں

بر زمیں آئیم و شادُرواں زنیم
ہم زمین پر آئینگے اور (کارنامو نکے) شامیانے لگائینگے

ہر دو شاں گفتند مارا باک نیست
ان دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے

کہ سرشتِ ما ز آب و خاک نیست
اس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے

---

[1] رنجور۔ جس طرح بہرے سے وہ مریض دل شکستہ ہوا، بزرگوں کے دل تجھ سے خستہ ہوں گے۔ آوازِ مرغ۔ یعنی آنحضورﷺ کی آیات کی تلاوت۔ مرغ۔ یعنی آنحضورﷺ کو۔ یعنی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ خیال ہو گیا کہ میں وحی میں شریک ہوں، مجھ پر بھی وحی آتی ہے۔ ہیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا مقولہ ہے اور خطاب ہاروت و ماروت کو ہے۔ نحن الصافون۔ ہم صف بستہ ہیں، یہ فرشتوں کا مقولہ ہے۔ منی۔ انانیت، خودی۔

[2] تنیدن۔ تننا، اکڑنا۔ غیرت۔ یعنی خدائی غیرت۔ کمیں۔ گھات۔ قعر۔ گہرائی۔ فرماں تراست۔ تجھے حکم دینے کا حق ہے۔ دل شاں می طپید۔ ان کے دل بے چین تھے، چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان سے بدی کا صدور ممکن نہیں ہے۔ نعم العبید۔ اچھے غلام۔ خار خار۔ وسوسے جو دل میں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ ارکانیاں۔ وہ جو ارکان اربعہ یعنی چار عنصروں سے بنے ہوئے ہیں۔ تتق۔ بڑا خیمہ۔ شادرواں۔ سائبان، بڑا فرش، کنگرہ۔

عدل ورزیم و عبادت آوریم ❊ باز ہر شب سوئے گردوں بر پریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائیں گے ❊ پھر ہر رات کو آسمان پر اڑ جائیں گے

تا شویم اعجوبہ[1] دورِ زماں ❊ تا نہیم اندر زمیں امن و اماں
یہاں تک کہ ہم دورِ زمانہ کے انوکھے بن جائیں گے ❊ (کیونکہ) ہم زمین پر امن و امان قائم کریں گے

آں قیاسِ حالِ گردوں بر زمیں ❊ راست ناید فرق دارد در کمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا ❊ درست نہ ہوگا، گہرا فرق ہے

در بیانِ آنکہ حالِ خود و مستی خود پنہاں باید داشت

اس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہیے

بشنو الفاظِ حکیم پردہٗ ❊ سرہم آنجا نہ کہ بادہ خوردہٗ
رازداں حکیم کے الفاظ سن ❊ جس جگہ تو نے شراب پی ہے وہیں سر رکھ دے

مستے از میخانہٗ چوں ضال شد ❊ تسخر و بازیچۂ اطفال شد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا ❊ وہ بچوں کے لئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا

می فتد اُو سوبسو بر ہر رہے ❊ در گل و می خندش ہر ابلہے
وہ ادھر ادھر ہر راستہ پر گرتا ہے ❊ کیچڑ میں، اور اس پر ہر احمق ہنستا ہے

اُو چنین و کودکاں اندر پیش ❊ بے خبر از مستی و ذوقِ میش
وہ اس حال میں اور بچے اس کے پیچھے ❊ بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے

خلق اطفال اند جز مست[2] خدا ❊ نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
مخلوق بچے ہیں، خدا کے مست کے علاوہ ❊ بالغ کوئی نہیں ہے اسکے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پائیں

گفت دنیا لعب و لہو ست و شما ❊ کودکید و راست فرماید خدا
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم ❊ بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے

از لعب بیروں نرفتی کودکی ❊ بے زکاتِ روح کے باشد زکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا، تو بچہ ہے ❊ روح کی پاکیزگی کے بغیر تو پاک کب ہو سکتا ہے؟

چوں جماعِ طفل داں ایں شہوتے ❊ کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
تو اس شہوت کو بچہ کے جماع کی طرح سمجھ ❊ جس کو وہ یہاں پورا کر رہے ہیں؟ اے نوجوان!

ایں جماعِ طفل چہ بود بازئے ❊ با جماعِ رستمے و غازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے؟ محض کھیل ❊ رستم اور غازی کے جماع کے سامنے

---

[1] اعجوبہ۔ تعجب کی چیز۔ دربیاں۔ ان اشعار کا مقصد یہ ہے کہ اہل باطن کو اسرار کا اظہار نہ کرنا چاہیے تا کہ عوام غلط قیاس آرائی کر کے تباہ نہ ہوں۔ حکیم۔ اس سے حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔ سرنہادن۔ پڑ رہنا۔ ضال۔ راستہ بھول جانے والا مسافر۔ تسخر۔ تمسخر۔ بازیچہ۔ کھلونا۔ پیش۔ پیچھے اُو۔

[2] مست خدا۔ عاشق خدا۔ رہیدہ۔ آزاد۔ گفت۔ قرآن پاک میں ہے وما هذه الحيوة الدنيا الا لهو و لعب ''دنیا کی زندگی تو محض جی کا بہلاوا اور کھیل ہے'' لہٰذا دنیادار بچے ہیں جو دنیا کے کھلونے سے کھیلتے ہیں۔ زکات۔ پاکیزگی۔ زکی۔ پاکیزہ۔ جماعِ طفل۔ نابالغ بچہ کے جماع کا کوئی نتیجہ نہیں ہے، اسی طرح اہل دنیا حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے ہیں۔ فتے۔ فتیٰ کا امالہ ہے، نوجوان۔ خلقاں۔ خلق کی جمع، مخلوق۔

جنگ خلقاں ہمچوں جنگ کودکاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے
جملہ بے معنی و بے مغز و مہاں
سب بے معنی اور بے مغز اور حقیر

جملہ باشمشیر چوبیں جنگ شاں
ان کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے
جملہ در لَا یَنبَغِی[1] آہنگ شاں
ان کا قصد و ارادہ سب ''غیر مناسب'' میں داخل ہے

جملہ شاں گشتہ سوارہ برنئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں
کایں براقِ ماست یا دُلدل پئے
کہ یہ ہمارا براق ہے یا دُلدل قدم ہے

حامل اند و خود زجہل افراشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپ کو بلند کیے ہوئے
راکب و محمولِ رہ پنداشتہ
راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں

باش تا روزے کہ محمولانِ حق
ٹھہر، جب تک حق کے سوار کسی دن
اسپ تازاں بگذرند از نہ طبق
گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گذر جائیں

یَعرُجُ الرُّوحُ اِلَیہِ وَ المَلَکُ
فرشتے اور روح اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف چڑھیں گے
مِن عُرُوجِ الرُّوحِ یَھتَزُّ الفَلَکُ
روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا

ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو
گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو

از حق اِنَّ الظَّنَّ[2] لَا یُغنِی رسید
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ''گمان فائدہ نہیں دیتا ہے'' وارد ہوا ہے
مرکب ظن بر فلکہا کے دَوید
گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے؟

اَغلَبُ الظَّنَّینِ فِی تَرجِیحِ ذَا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اس کی ترجیح کے لئے ہے
لَا تُمَارِ الشَّمسَ فِی تَوضِیحِھَا
سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ

آفتابِ حق چو گردد مستوی
حق کا سورج جب سر پر آ جائے گا
در قیامت بر رشید و بر غوی
قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر

آنگہے بینند مرکبہائے خویش
اس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے
مرکبے سازیدہ اند از پائے خویش
کہ انہوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے

وہم و حس و فکر و ادراکِ شما
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات
ہمچونے داں مرکب کودک ہلا
آگاہ! ان کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

---

[1] لاینبغی۔ غیر مناسب چیزیں۔ نَے۔ بانس، عموماً بچے بانس پر سوار ہو کر اس کو گھوڑا سمجھ کر کھیلتے ہیں، ایسے ہی اہل ظاہر غیر حقیقی دلائل پر سوار ہیں۔ براق۔ وہ سواری جو آنحضورﷺ کو معراج میں ملی تھی۔ دلدل۔ آنحضورﷺ کا وہ خچر جو حاکم اسکندریہ نے بطور تحفہ دیا تھا۔ حامل۔ اٹھانے والا، سواری۔ راکب۔ سوار۔ محمول۔ سوار۔ محمولان حق۔ خدائی سوار۔ نہ طبق۔ نو آسمان۔ یعرج۔ چڑھے گا۔ یہتز۔ جھولے گا۔ ہمچو۔ بچے یہ بھی کرتے ہیں کہ اپنے دامن کو ہی ٹانگوں کے درمیان کر کے اس کو گھوڑا تصور کر لیتے ہیں، یہی حال اہل ظاہر کا ہے جو غلط دلائل پر سوار ہیں۔

[2] ان الظن۔ قرآن پاک میں ہے ''وہ لوگ صرف گمان کا اتباع کرتے ہیں اور گمان حق بات کے مقابل کچھ مفید نہیں ہے، لہٰذا حقائق باطنہ کا محض ظن کی بنیاد پر انکار درست نہیں ہے۔ اغلب۔ یعنی ظن غالب پر تو جب عمل ہوتا ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں بھی ظن ہی ہو۔ یقین کے بالمقابل ظن بالکل باطل ہے، جب سورج سامنے ہو تو اس کے انکار کے ظنی دلائل بالکل بیکار ہیں۔ مستوی۔ یعنی نصف النہار میں۔ آنگہے۔ جو ظنی علوم پر عامل ہیں انہیں ان کے باطل ہو جانے کا یقین آ جائے گا۔ وہم۔ یعنی عقلی دلائل کی وہی حقیقت ہے جیسے بچوں کے بانس کی جس کو انہوں نے گھوڑا سمجھ رکھا تھا۔

علمہائے[1] اہل دل حمال شاں
اہل دل کے علوم ان کی سواری ہیں
علمہائے اہل تن اَحمالِ شاں
تن پروروں کے علم ان کا بوجھ ہیں

علم چوں بر دل زند یارے شود
علم جب دل پر اثر کرے گا، مددگار ہوگا
علم چوں برتن زند بارے شود
علم جب بدن پر اثر کرے، بوجھ ہوگا

گفت ایزد یَحمِلُ اَسفَارَہٗ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے
بار باشد علم کاں نبود ز ھُو[2]
وہ علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو

علم کاں نبود ز ھُو بے واسطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاواسطہ نہ ہو
آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے، مشاطہ کے (لگائے ہوئے) رنگ کی طرح

لیک چوں ایں بار را نیکو کشی
لیکن جب تو اس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا
بار برگیرند و بخشندت خوشی
بوجھ اتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے

ہیں بکش بہر خدا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو اللہ کے لئے اٹھا
تا بہ بینی در دروں انبارِ علم
یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے انبار دیکھے

ہیں مکش بہر ہوا ایں بارِ علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو (خواہش نفسانی کیلئے نہ اٹھا)
تا شوی راکب تو بر رہوارِ علم
تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے

چونکہ بر رہوارِ علم آئی سوار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا
بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
اس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہوگا

از ہواہا کے رہی بے جام ھُو
محبت الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹ سکتا ہے
اے ز ھُو قانع شدہ[3] با نام ھُو
اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے

از صفت وز نام چہ زاید خیال
(اللہ کی) صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ خیال (پیدا ہوتا ہے)
واں خیالش ہست دلالِ وصال
اور وہ اس کا خیال، وصال کا راہنما ہے

دیدۂ دلال بے مدلول ہیچ
کبھی تو نے کوئی راہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے
تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ
جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

---

[1] علمہائے۔ یعنی علوم راحت رساں ہیں، ظنی علوم وبال جان ہیں۔ حمال۔ بوجھ اٹھانے والا۔ احمال۔ حمل کی جمع ہے، بوجھ۔ بر دل۔ یعنی وہ علم جو بطریقہ الہام اور وحی حاصل ہو۔ برتن۔ یعنی وہ علم جو بدن کے حواس کے ذریعہ حاصل ہو۔ یحمل۔ قرآن پاک میں ہے ''جن لوگوں پر تورات پر عمل کرنے کا بار ڈالا گیا پھر وہ اس پر کاربند نہ ہوئے ان کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں'' اسفار۔ سفر کی جمع ہے، کتاب۔

[2] ھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ بے واسطہ۔ کسبی علوم کے بعد دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جو وہبی ہے، یہاں علم سے وہی کیفیت مراد ہے۔ ماشطہ۔ مشاطہ، نائن جو دلہن کو بناؤ سنگھار کراتی ہے۔ ایں بار۔ یعنی کسبی علوم بیکار نہیں ہیں ان کو اللہ کے لئے حاصل کیا جائے تو نور عطا ہو جاتا ہے۔ بار۔ یعنی کسبی علوم کی کثافت اور بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔

[3] زھو قانع شدہ۔ مومن کو اللہ کی ذات کا طالب بننا چاہئے محض اللہ کے ناموں پر اکتفا نہ کرنا چاہئے۔ از صفت۔ یعنی اللہ کے اسماء اور صفات کا ورد ذات تک پہنچنے میں رہنمائی کرتا ہے۔ دیدۂ۔ دلالت کرنے والے کا وجود اس چیز کے وجود کی علامت ہے جس پر وہ دلالت کرتا ہے، عوام کا خیال ہے کہ راستوں پر چھلاوے ہوتے ہیں جو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں اگر چھلاوہ ہے تو وہاں راستہ ضرور ہے۔

ہیچ نامے[1] بے حقیقت دیدۂ
تو نے کبھی کوئی نام بغیر مسمّیٰ کے دیکھا ہے؟
یا زگاف و لامِ گل گل چیدۂ
یا (لفظ) گل کے گاف اور لام سے تو نے پھول چنے ہیں

اسم خواندی رو مسمّیٰ رو بجو
تو نے نام پڑھ لیا، جا نام والے کو ڈھونڈ
مہ بہ بالا داں نہ اندر آبِ جو
چاند کو اوپر سمجھ، نہ کہ نہر کے پانی میں

گر زنام و حرف خواہی بگذری
تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے
پاک کن خود را زخود ہیں یکسری
تو خبردار! اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کر لے

ہمچو آہن زآہنی بیرنگ شو
لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا
در ریاضت آئینۂ بے زنگ شو
ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

خویش را صافی کن از اوصافِ خود
اپنے آپ کو اوصاف سے صاف کر لے
تا بہ بینی ذاتِ پاکِ صافِ خود
تا کہ تو اپنی پاک، صاف ذات کو (اس حالت میں) دیکھے

بینی اندر دل علومِ انبیاءؑ
(کہ) تو دل میں انبیاء کے علوم دیکھے
بے کتاب و بے مُعید[2] و اُوستا
بغیر کتاب اور بغیر دہرانے والے کے اور بغیر استاد کے

گفت پیغمبرؐ کہ ہست از اُمتم
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا کہ میرے امت میں ایک وہ ہے
کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا

مر مرا زاں نور بیند جانِ شاں
ان کی جان مجھے اس نور سے دیکھے گی
کہ من ایشاں راہمی بینم بداں
جس سے میں ان کو دیکھتا ہوں

بے صحیحین و احادیث و رُوات
(مجھے میرے نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے
بلکہ[3] اندر مَشربِ آبِ حیات
بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آب حیات ہے (دیکھے گا)

سرِّ اَمسَینا لکُردِیاً بداں
"ہم نے کردی ہو کر شام گذاری" کے راز کو سمجھ
رازِ اَصبَحنَا عَرَابِیاً بخواں
"ہم نے عربی ہو کر صبح کی" کے راز کو پڑھ

سرِّ اَمسَینا وَ اَصبَحنَا ترا
تجھے اَمسَینا اور اَصبَحنَا کا راز
می رساند جانبِ راہِ خدا
راہِ خدا کی جانب پہنچا دے گا

---

1. ہیچ نامے۔ ہر اسم کا مسمّیٰ ضروری ہے خواہ اس کا وجود خارج میں ہو یا ذہن میں، دراصل منفعت مسمّیٰ سے متعلق ہے، نام سے نہیں جیسا کہ گل اس کے گاف اور لام میں کوئی خوشبو نہیں۔ گر زنام۔ اسماء الٰہی سے ذات الٰہی تک اس وقت پہنچو گے جب خودی سے اپنے آپ کو پاک کر لو گے۔ ہمچو آہن۔ آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا، اس کو زنگ سے صاف کر کے صیقل کر دیا جاتا تھا جس میں عکس نظر آنے لگتا تھا، اگر لوہے میں اس کا اپنا زنگ رہے تو اس میں عکس نمودار نہ ہوگا۔ خویش را۔ دل کے زنگ کو دور کر دو گے تو اس میں انبیاء کے علوم کا عکس نظر آ سکے گا۔
2. معید۔ سبق دہرانے والا، تکرار کرانے والا۔ گفت پیغمبر۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے جوہر علم و ہمت میں میرے شریک ہوں گے، ایک روایت میں ہے۔ "میری امت میں وہ لوگ ہوں گے جن کو اللہ کی طرف سے الہام ہوگا۔" صحیحین۔ دو صحیح کتابیں یعنی امام بخاری کی صحیح اور امام مسلم کی صحیح۔
3. بلکہ۔ مشاہدہ کی یہ صورت مشرب عشق سے حاصل ہوتی ہے جو روح کے لئے آب حیات ہے۔ سر امسینا۔ حضرت ابوالوفاء کرد قوم میں سے تھے جو عربی سے ناواقف تھے، حضرت حق نے ان کو ایک شب میں علوم عربیہ عطا فرما دیئے، صبح کو جب انہوں نے وعظ فرمایا تو کہا شام کو میں کردی تھا اور عربی سے ناواقف تھا، اللہ کا کرم ہے کہ اس نے رات میں عربی علوم عطا فرما دیئے اور میں صبح کو عربی ہو گیا ہوں۔

در مثالے خواہی از علم نہاں — قصہ گو از رومیان و چینیاں

اگر تو علم لدنی کی مثال چاہتا ہے — تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دہرا

قصۂ مرے کردنِ رومیان و چینیاں در علم نقاشی و صورتگری[1]

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلہ کا قصہ

چینیاں گفتند ما نقاش تر — رومیاں گفتند مارا کرّ و فر

چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں — رومیوں نے کہا کہ ہم شان و شوکت والے ہیں

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں — کز شما خود کیست در دعویٰ گزیں

بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لوں گا — کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟

اہل چین و روم چوں حاضر شدند — رومیاں در علم واقف تر بدند

چینی اور رومی جب آئے — (تو) رومی باعتبارِ علم زیادہ ماہر تھے

چینیاں گفتند خدمتہا کنیم — رومیاں گفتند بر حکمت تنیم

چینیوں نے کہا ہم محنت کریں گے — رومیوں نے کہا ہم حکمت اور دانائی دکھائیں گے

چینیاں گفتند یک خانہ بما — خاص بسپارید و یک آنِ شما

چینیوں نے کہا کہ ایک گھر — خاص طور پر ہمارے سپرد کرو اور ایک تم لے لو

بود دو خانہ مقابل در بدر — زاں یکے رومی ستد چینی دگر

آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے — ان میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لے لیا

چینیاں صد رنگ از شہ خواستند — پس خزینہ باز کرد آں ارجمند

چینیوں نے بادشاہ سے سو قسم کے رنگ مانگے — اس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا

ہر صباحے از خزینہ رنگہا — چینیاں را راتبہ بود و عطا

ہر صبح کو خزانے کے رنگوں کے لئے — چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا

رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ — درخور آید کار را جز دفع زنگ

رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ — کام میں آئے گا، سوائے زنگ صاف کرنے کے

در فروبستند و صیقل می زدند — ہمچوں گردوں[2] سادہ و صافی شدند

ان (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور مانجھنے لگے — (در و دیوار) آسمان کی طرح سادہ اور صاف ہو گئے

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست — رنگ چوں ابرست و بیرنگی مہے ست

رنگارنگی (عالم کثرت) سے (بے رنگی) عالم وحدت کی طرف راستہ ہے — رنگ، ابر کی طرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے

---

1. صورتگری۔ مصوری، علم باطن کے حصول کی صورت اس قصہ سے سمجھائی ہے۔ کروفر۔ شان وشوکت۔ گزیں۔ پسندیدہ۔ خدمتہا۔ یعنی قوتِ عمل سے کام لیں گے۔ تنیم۔ مشغول ہوں گے۔ آن۔ ملکیت۔ دربدر۔ یعنی دونوں کے دروازے آمنے سامنے تھے۔ راتبہ۔ دونوں کا مقرر عطیہ۔ عطا۔ بخشش جو مقرر نہ ہو۔ دفع زنگ۔ یعنی ہمیں رنگ وروغن مفید نہ ہوگا بلکہ دیواروں کو صاف کرنا اور مانجھنا مفید ہوگا۔

2. ہمچوں گردوں۔ مکان کو آسمان کی طرح صاف ستھرا کر دیا۔ از دو صد۔ یعنی عالم کثرت، عالم وحدت کا راہنما ہے، یہاں سے مولانا کا ذہن چینیوں کی رنگارنگی اور رومیوں کی بے رنگی سے کثرت کی رنگارنگی اور وحدت کی بے رنگی کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔

هرچہ[1] اندر ابر ضو بینی و تاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے
آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے
از پئے شادی دُہلہا می زدند
انہوں نے خوشی میں ڈھول بجائے

شہ درآمد دید آنجا نقشہا
بادشاہ آیا اس نے اس جگہ نقش دیکھے
می ربود آں عقل را و فہم را
جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے

بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں
اس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا
پردہ را بالا کشیدند از میاں
انہوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا

عکس آں تصویر و آں کردار ہا
(تو) ان کی تصویروں کا عکس
زد بریں صافی شدہ دیوار ہا
ان صاف دیواروں پر پڑا

ہر چہ آنجا دید ایں جا بہ نمود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا، یہاں اس سے اچھا دیکھا
دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(اور یہ منظر) آنکھوں کو حلقہ چشم سے اچک رہا تھا

رومیاں آں صوفیانند اے پدر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں
بے ز تکرار و کتاب و بے ہنر
بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا
لیکن انہوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے
پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کرلیا ہے)

آں صفائے آئینہ وصف دل[2] ست
آئینہ کی صفائی ان کے دل کی صفت ہے
صورتِ بے منتہا را قابل ست
(جو) لاانتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے

صورتِ بے صورتے بے حد و عیب
صورت، بغیر صورت کے جو بے حد اور بے عیب تھی
زائینہ دل تافت بر موسیٰؑ زجیب
جو گریبان میں سے دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰؑ پر چمکی تھی

گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے
نے بعرش و فرش و دریا و سمک
نہ عرش میں اور نہ زمین اور دریا نہ دریا میں اور نہ مچھلی میں

زانکہ محدودست و معدودست آں
اس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنے والی ہیں
آئینہ دل را نباشد حد بداں
سمجھ لے دل کے آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے

---

[1] ہر چہ۔ ابر میں چمک اور روشنی ان ستاروں یا چاند اور سورج کی وجہ سے ہوتی ہے جو اس کے پیچھے ہوتے ہیں، اسی طرح عالم امکاں میں ہر کمال ذاتِ واحد سے آیا ہے۔ دہلہا۔ دہل کی جمع ہے، ڈھول۔ پردہ را۔ یعنی رومیوں نے اپنے مکان پر جو پردہ ڈال رکھا تھا۔ کردار ہا۔ صنعتیں۔ بہ۔ بہتر۔ دیدہ خانہ۔ آنکھوں کے حلقے۔ رومیاں آن صوفیاں۔ یعنی جس طرح رومیوں نے خود نقش و نگار نہیں بنائے بلکہ چینیوں کے نقش و نگار کو منعکس کرلیا، اسی طرح صوفیاء اپنی لوحِ دل پر علوم الٰہیہ کو منعکس کر لیتے ہیں۔

[2] دل۔ دل ایسا آئینہ ہے کہ جب وہ صاف ہو جاتا ہے تو لاانتہا صورتوں کو اپنے اندر منعکس کر لیتا ہے۔ بر موسیٰؑ۔ حضرت موسیٰؑ کو علم لدنی حاصل ہوا تھا جو لاانتہا تھا اور بےصورت تھا چونکہ وہ علم حصولی نہ تھا جو اشیاء کی صور ذہنیہ کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ گرچہ۔ وہ علم لدنی زمین آسمان اور دریا اور دریائی حیوانات میں نہیں سما سکتا چونکہ یہ سب چیزیں محدود ہیں اور وہ غیر محدود ہے لیکن آئینہ دل میں غیر محدود کو قبول کر لینے کی صلاحیت ہے۔

عقل اینجا[1] ساکت آید یا مضل
عقل اس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے

زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
اس لئے کہ دل اس سے ملا ہوا ہے یا خود ہی دل ہے

عکس ہر نقشے نتابد تا ابد
قیامت تک کے، ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے

جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
دل کے علاوہ (کسی اور چیز پر) خواہ وہ شمار میں آنے والے ہوں یا اَنگنت ہوں

تا ابد ہر نقش نو کاید برو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے

می نماید بے حجابے اندرو
کسی حجاب کے بغیر اس میں نظر آتا ہے

اہل صیقل رستہ اند از بو و رنگ
صیقل کرنے والے بو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں

ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
وہ اچھائی کو بلاتوقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں

نقش و قشرِ علم را بگذاشتند
انہوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے

رَایَتِ عَیْنُ الْیَقِیْن[2] افراشتند
عین الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے

ذوق و فکر و روشنائی یافتند
ان کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے

بحر بہر آشنائی یافتند
انہوں نے تیراکی کے لئے سمندر پا لیا ہے

مرگ کزوے جملہ اندر وحشت اند
موت، جس سے سب خوفزدہ ہیں

می کنند ایں قوم بروے ریشخند
یہ قوم اس کی ہنسی اڑاتی ہے

کس نیابد بر دلِ ایشاں ظفر
(کیونکہ) ان کے دل پر کوئی قابو نہیں پا سکتا ہے

بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ضرر سیپ کو پہنچتا ہے، نہ کہ موتی کو

گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند
اگرچہ انہوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے

لیک محو و فقر را برداشتند
لیکن فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں

تا نقوشِ ہشت جنت تافت ست
جب سے آٹھوں بہشتوں کے نقوش ابھرے ہیں

لوحِ دل شانرا پذیرا یافت ست
ان کی لوحِ دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے

برتر اند از عرش و کرسی و خلا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں

ساکنانِ مقعدِ صدقِ خدا
(وہ) خدا کی سچائی کی نشستگاہ کے ساکن ہیں

صد نشاں دارند و محو مطلق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں

چہ نشاں بل عین دیدارِ حق اند
نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا بعینہٖ دیدار ہیں

---

[1] اینجا۔ یعنی اس معاملہ میں کہ قلب میں علم لدنی سما سکتے ہیں۔ زانکہ۔ کیونکہ یہ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ قلب اور صورت میں اقتران ہے یا دونوں میں عینیت ہے۔ تا ابد۔ قیامت تک۔ جس قدر نقوش ہیں، خواہ محدود ہوں یا غیر محدود، دل کے سوا کسی آئینہ میں منعکس نہیں ہو سکتے ہیں۔ خوبی۔ علوم محمودہ۔

[2] عین الیقین۔ یقین کا آخری درجہ ہے۔ روشنائی۔ یعنی نورِ قلب۔ بحر۔ یعنی علومِ دہبیہ کا سمندر۔ آشنائی۔ تیراکی۔ وحشت۔ خوف۔ ریشخند۔ ہنسی اڑانا۔ ظفر۔ فتح۔ صدف۔ یعنی جسم۔ گہر۔ یعنی روح۔ محو۔ فنا۔ خلا۔ وہ فضا جو عرش سے اوپر ہے۔ مقعد صدق۔ قرآن پاک میں ہے، ”پرہیزگار سچائی کی نشستگاہ میں ہیں۔“ صد نشاں۔ جو بقاء باللہ کے ہیں۔ محو مطلق۔ یعنی فنا فی اللہ کی وجہ سے۔

پرسیدنِ پیغمبر ﷺ زید[1] را کہ امروز چونی و چوں بامداد کردی

پیغمبر ﷺ کا حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے کس حالت میں صبح کی

و برخاستی و جواب گفتن اُو کہ اَصْبَحْتُ مُوْمِنًا یَا رَسُوْلَ اللّٰہ ﷺ

اور (بستر سے) کس حال میں اٹھے ہو اور ان کا جواب دینا کہ رسول اللہ میں نے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

گفت پیغمبرؐ صباحے زید را — کَیْفَ اَصْبَحْتَ اے رفیق باصفا

ایک صبح کو پیغمبر (ﷺ) نے زیدؓ سے فرمایا — اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟

گفت عَبْداً مُوْمِنًا باز اوش[2] گفت — کونشاں از باغِ ایماں گر شگفت

انہوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں پھر اُن سے (حضور ﷺ نے فرمایا) — اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اس کی علامت بتاؤ

گفت تشنہ بودہ ام من روزہا — شب نہ خفتستم ز عشق و سوزہا

انہوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں — عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

تازروز و شب گذر کردم چناں — کہ زاسپر بگذرد نوکِ سناں

یہاں تک کہ روز و شب سے اس طرح گذر گیا — جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گذر جاتی ہے

کہ ازاں سو جملۂ ملت یکے ست — صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست

کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں — لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے

ہست ازل را و ابد را اتحاد — عقل را رہ نیست زاں سُوز افتقاد

(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے — گم ہو جانیکی وجہ سے وہاں عقل کیلئے کوئی راستہ نہیں ہے

گفت ازاں رہ کو رہ آوردی[3] بیار — در خورِ فہم و عقولِ ایں دیار

(آنحضور ﷺ نے) فرمایا اس راستہ کا تحفہ کہاں ہے، لا — جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو

گفت خلقاں چو بہ بینند آسماں — من بہ بینم عرش را با عرشیاں

(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں — میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں

ہشت جنت ہفت دوزخ پیشِ من — ہست پیدا ہمچو بت پیشِ شمن

آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے — اسطرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت

---

1. زید۔ یعنی ابن حارثہ رضی اللہ عنہ جن کو زید الخیر بھی کہا جاتا ہے، احادیث میں آنحضور ﷺ کا اس طرح کا مکالمہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں صرف اس قدر ملتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے ان سے دریافت کیا تھا کہ تم نے صبح کس حالت میں کی، اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ مجاہدہ سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔ کیف۔ کیسے۔ اصبحت۔ تو نے صبح کی۔ باصفا۔ مخلص۔
2. اوش۔ اُورا۔ گفت۔ دن میں روزے رکھتا تھا اور رات کو یادِ خدا میں مصروف رہتا تھا۔ تازروز۔ یعنی زمانی اشیاء سے مجھے تعلق نہ رہا اور معیت حق جو غیر زمانی ہے، وہ حاصل ہو گئی۔ کہ۔ ذاتِ حق وحدتِ تامہ ہے اور وہ غیر زمانی ہے۔ حضرت زیدؓ مقامِ وحدتِ ذات اور فنائے کثرتِ تعینات میں پہنچ گئے تھے۔ ازل وابد۔ چونکہ زمانی ہے لہٰذا غیر زمانی ذات کے لئے وہ یکساں ہے۔
3. رہ آورد۔ سوغات، تحفہ۔ درخور۔ چونکہ حضرت زیدؓ نے ایسے مقام کی باتیں شروع کر دی تھیں جو عوام کی عقلوں سے بالاتر تھیں لہٰذا آنحضور ﷺ نے ان کو تنبیہ کی اور پھر انہوں نے دوزخ اور جنت وغیرہ سے متعلق باتیں بیان کرنا شروع کر دیں۔ ہشت۔ یعنی جنت اور دوزخ کے تمام طبقے میرے لئے روشن ہو گئے ہیں۔

یک بیک وامی شناسم خلق را ہمچو گندم من ز جو در آسیا
میں لوگوں کو ایک ایک کر کے جدا جدا پہچانتا ہوں جس طرح میں چکی میں جو اور گندم کو (پہچانتا ہوں)

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست پیشِ من پیدا چو مار و ماہی ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟ میرے سامنے اسطرح نمایاں ہے جس طرح سانپ اور مچھلی

ایں زماں[1] پیدا شدہ بر ایں گروہ یَوْمَ تَبْیَضُّ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْہ
اس گروہ پر اسی وقت روشن ہے وہ دن جب چہرے منور اور کالے ہو جائیں گے

پیش ازیں[2] ہر چند جاں پُر عیب بود در رحم بود و زخلقاں غیب بود
اس (روزِ قیامت) سے پہلے ہی یقیناً روح عیبوں سے بھری تھی رحم مادہ میں (بچہ کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے غائب تھی

اَلشَّقِیُّ مَنْ شَقِیَ فِیْ بَطْنِ اُمّ مِنْ سِمَاتِ الْجِسْمِ یُعْرَفُ حَالُهُمْ
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا جسم کی علامتوں سے ان کا حال جانا جاتا ہے

تن[3] چوں مادر طفل جاں را حاملہ مرگ دردِ زادن ست و زلزلہ
بدن، ماں کی طرح، روح سے حاملہ ہے موت، جننے کا درد اور ہلچل ہے

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر تا چگونہ زاید آں طفل بطر
پہلی تمام روحیں منتظر ہیں کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے؟

زنگیاں گویند خود از ماست اُو رومیاں گویند بس زیباست اُو
کالے سمجھتے ہیں وہ ہم میں سے ہے گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت سرخرو ہے

چوں بزاید در جہاں جانِ وجود پس نماند اختلافِ بیض و سود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے

گر بود زنگی برندش زنگیاں روم را رومی برد ہم از میاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اس کو کالے لے جاتے ہیں گورے کو درمیان میں سے گورے لے جاتے ہیں

تا نزاد اُو مشکلاتِ عالم ست آنکہ اُو نا زادہ بشناسد کم ست
جب تک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات (کا سبب) ہے جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں، کم ہیں

---

1. ایں زماں۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ عوام تو جنتی اور جہنمی کو قیامت میں پہچانیں گے لیکن اولیاء اللہ ان کو اسی دنیا میں پہچان لیتے ہیں۔ یوم۔ قرآن پاک میں ہے یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ جس روز بعض چہرے نورانی ہوں گے اور بعض چہرے کالے۔ ایں زماں۔ یعنی جس طرح حضرت زیدؓ کو مشاہدہ حاصل تھا، اولیاء اللہ کو بھی مشاہدہ ہو جاتا ہے۔
2. پیش ازیں۔ یعنی قیامت سے پہلے روح نظروں سے چھپی ہوئی تھی اور اس کے عیب نظر نہیں آ رہے تھے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور اس کے اوصاف معلوم نہیں ہوتے ہیں۔ الشقی۔ بدبخت یعنی بچہ کا دوزخی یا جنتی ہونا ماں کے پیٹ میں رہتے ہوئے ہی طے ہو جاتا ہے البتہ عوام اس کے پیدا ہونے کے بعد اس کی جسمانی حرکات سے کسی فیصلہ پر پہنچتے ہیں۔ من شقی۔ جو بدبخت ہو۔ سمات۔ جمع سمۃ کی ہے، علامت۔
3. تن۔ جسم، روح کو اس طرح چھپائے ہوئے جیسے حاملہ عورت بچہ کو اور موت گویا جننے کا وقت ہے۔ جانہائے۔ گذشتہ، ان لوگوں کی روحیں جو مر چکے ہیں۔ بطر۔ خود پسندی اور شادمانی۔ زنگیاں۔ حبشہ کے رہنے والے، مراد جہنمی ہیں۔ چوں بزاید۔ اوپر کا قصہ تو عالم برزخ کا ہے کہ وہاں جہنمی کو جہنمی اور جنتی کو جنتی پہچانیں گے لیکن جب دنیا میں بچہ پیدا ہوتا ہے وہاں جہنمی اور جنتی کا فرق محسوس نہیں ہوتا ہے۔ بیض۔ ابیض کی جمع ہے، گورا۔ سود۔ اسود کی جمع ہے، کالا۔ تا نزاد او۔ یعنی جب تک عالم برزخ کی پیدائش نہیں ہوتی۔

اُو مگر یَنظُرْ بِنُوْرِ اللّٰه بود
اگر، وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو
کاندرونِ پوست اُو راہِ بود
کہ چھلکے کے اندر اس کے لئے راستہ ہوتا ہے

اصل[1] آبِ نطفہ اسپیدست و خوش
نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے
لیک عکس جانِ رومی و حبش
لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر

میدہد رنگ احسن التقویم را
بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے
تا بہ اسفل می برند ایں نیم را
یہاں تک کہ آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے

یَوْمَ تَبْیَضُّ وَ تَسْوَدُّ وُجُوْہ
جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہوں گے
ترک و ہند و شہرہ گردد زاں گروہ
اس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہو جائیں گے

فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ
واضح ہو جائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ
ہندوی یا ترک پیشِ ہر گروہ
تو کالا ہے یا گوارا ہر گروہ پر

در رحم پیدا نباشد ہند و ترک
رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے
چونکہ زاید بیندش خورد و بزرگ
جب پیدا ہوتا ہے اس کو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے

ایں سخن پایاں نہ دارد باز راں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، واپس لوٹ
تا نمانیم از قطارِ کارواں
تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

جواب زید بن حارثہؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم را کہ احوالِ خلق بر من پوشیدہ و پنہاں نیست

حضرت زید بن حارثہؓ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جملہ را چوں روزِ رستاخیز[2] من
میں سب کو قیامت کے دن کی طرح
فاش می بینم عیاں از مرد و زن
کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت

ہیں بگویم یا فروبندم نفس
ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں
لب گزیدش مصطفیؐ یعنی کہ بس
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

یا رسول اللہ بگویم سرِّ حشر
یا رسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں
در جہاں پیدا کنم امروز نشر
دنیا میں آج ہی قیامت برپا کر دوں

ہل مرا تا پردہ ہا را بردرم
مجھے اجازت دیجئے کہ پردے چاک کر دوں
تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے

تاکسوف آید زمن خورشید را
تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آ جائے
تا نمایم نخل را و بید را
تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کر کے) دکھا دوں

---

1. اصل۔ یعنی جہنمی اور جنتی جس نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جس سے جسم کی ساخت ہوتی ہے، اس میں یکسانیت ہے، فرق جو پیدا ہوتا ہے وہ روح کا عکس ہے۔ احسن التقویم۔ بہترین ساخت یعنی انسان۔ اسفل۔ نچلا حصہ، یعنی جہنم کا نچلا حصہ۔ یوم۔ یعنی قیامت کے روز جہنمی اور جنتی گروہ بالکل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں گے۔ فاش۔ واضح۔ کاہی۔ تو تنکا ہے۔ کوہ۔ پہاڑ، یعنی عمل کے اعتبار سے بھاری ہے یا ہلکا۔ ہندو ترک۔ یعنی جہنمی اور جنتی۔
2. رستاخیز۔ قیامت۔ لب گزیدن۔ ہونٹ دانتوں میں دبانا، یہ کام سے روکنے کا اشارہ ہوتا ہے۔ حشر و نشر۔ قیامت۔ ہل۔ ہلیدن سے امر کا صیغہ ہے، تو چھوڑ۔ گوہرم۔ میرا کمال۔ نخل۔ کھجور یعنی وہ لوگ جو اپنے اعمال کے ثمرات پائیں گے۔ بید۔ مشہور درخت ہے جس پر کوئی پھل نہیں آتا ہے یعنی وہ لوگ جو نیک اعمال کے پھلوں سے محروم ہوں گے۔

وا نمایم روزِ رستا خیز را — نقد را و نقد قلب[1] آمیز را
قیامت کے دن کو کھول کر دکھا دوں — کھرے اور کھوٹے کو (دکھا دوں)

دست ہا ببریدہ اصحابِ شمال — وانمایم رنگ کفر و رنگ آل
ہاتھ کٹے ہوئے، بائیں جانب والوں — تاریکی اور سرخ رنگ کو واضح کر دوں

وا کشایم ہفت سوراخِ نفاق — در ضیائے ماہ بے خسف و محاق
نفاق کے سات سوراخ واضح کر دوں — اس چاند کی روشنی میں جس کیلئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے

وانمایم من پلاسِ اشقیا — بشنوانم طبل و کوسِ انبیا
میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھول کر دکھا دوں — انبیاء کا نقارہ سنا دوں

دوزخ و جنات و برزخ درمیاں — پیش چشم کافراں آرم عیاں
دوزخ اور جنتیں اور درمیان میں برزخ — کافروں کی نظروں میں لے آؤں

وانمایم حوضِ کوثر را بجوش — کاب[2] بر روشاں زند بانگش بگوش
حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھا دوں — کہ وہ انکے چہروں پر پانی چھڑکے، کانوں میں آواز پہنچائے

وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند — یک بیک را وا نمایم تا کیند
وہ لوگ کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں؟ — ایک ایک کو دکھا دوں کہ وہ کون ہیں؟

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں — گشتہ اند ایندم نمایم من عیاں
وہ لوگ جو اس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے — پھر رہے ہیں، ان کو ابھی کھلم کھلا دکھا دوں

می بساید دوشِ شاں بر دوشِ من — نعرہاشاں می رسد در گوشِ من
ان کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے — ان کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں

اہل جنت پیش چشم ز اختیار — درکشیدہ یک دگر را در کنار
میری آنکھوں کے سامنے جنتی خوشی سے — ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں

دست یکدیگر زیارت می کنند — وزلباں ہم بوسہ غارت می کنند
ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں — اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں

کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ — از خساں و نعرۂ وا حسرتاہ
آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہو گئے — بدبختوں کی وجہ سے، اور واحسرتا کے نعروں سے

ایں اشارتہاست گویم از نغول — لیک می ترسم ز آزارِ رسول
یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں — لیکن رسول (ﷺ) کے ملال سے ڈرتا ہوں

---

[1] قلب۔ کھوٹا۔ اصحاب شمال۔ بائیں جانب والے، دوزخی۔ کفر۔ سیاہی۔ آل۔ سرخی ہفت۔ اس سے وہ سات کبیرہ گناہ مراد ہیں جن کو احادیث میں ''السبع الموبقات'' سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزیں کہا گیا ہے۔ خسف۔ چاند گرہن۔ محاق۔ چاند کا گھٹاؤ۔ پلاس۔ ٹاٹ کا لباس، ذات کا لباس۔ طبل و کوس۔ نقارہ۔ برزخ۔ جنت اور دوزخ کا درمیانی مقام۔

[2] آب۔ یعنی اس کا پانی ان کے چہروں پر پڑے اور اس کے پانی کے جاری ہونے کی آواز ان کے کانوں میں آئے۔ کہ تشنہ۔ کافروں کو حوضِ کوثر سے سیراب نہ کیا جائے گا۔ اہل جنت۔ جنتی باہم مصافحے کریں گے اور بغلگیر ہوں گے۔ ز بانگ آہ آہ۔ جہنمی ہائے افسوس کے نعرے لگائیں گے۔ ایں۔ یعنی قیامت کے واقعات کے بارے میں کچھ اشارے کر رہا ہوں، تفصیل بیان کرتے سے ڈرتا ہوں۔ نغول۔ گہری بات۔ آزار۔ ملال۔

ہم چنیں می گفت سَرمست و خراب — داد پیغمبرؐ گریبانش بتاب[1]

وہ (زیدؓ) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے — پیغمبر (ﷺ) نے ان کا گریبان اینٹھا

گفت دم در کش کہ اسپت گرم شد — عکسِ حق لَا یَستَحِیی زد شرم شد

آنحضور ﷺ نے فرمایا خاموش رہ کہ تیرا گھوڑا تیز ہو گیا ہے — تجھ پر "اللہ نہیں شرماتا ہے" کا عکس پڑ گیا ہے جھجک جاتی رہی ہے

آئینۂ تو جست بیروں از غلاف — آئینہ و میزاں کجا گوید خلاف

تیرا آئینہ غلاف سے باہر آ گیا ہے — آئینہ اور ترازو خلاف (واقعہ) کب بتاتے ہیں؟

آئینہ و میزاں کجا بندد نفس — بہرِ آزار و حیائے ہیچ کس

آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں — کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

آئینہ و میزاں محکہائے سَنی — گرد و صد سالش تو خدمتہا کنی

آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں — اگر تو دو سو سال خدمت کرے

کز برائے من بپوشاں راستی — بل فزوں بنما و منما کاستی

کہ میری وجہ سے سچائی کو چھپا لے — بلکہ زیادہ دکھا دے، کمی نہ دکھا

اوت گوید ریش و سَبلت بر مخند[2] — آئینہ و میزاں وانگہ ریو و بند

وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اڑا — آئینہ اور ترازو، اور پھر فریب اور حیلہ

چوں خدا مارا برائے آں فراخت — کہ بما بتواں حقیقت را شناخت

جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے — کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے

ایں نہ باشد ما چہ ارزیم اے جواں — کے شویم آئین روئے نیکواں

اے جوان! اگر یہ نہ ہوا تو، ہم کس لائق ہیں — ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہو سکتے ہیں؟

لیک در کش در بغل آئینہ را — کز تجلی کرد سینا سینہ را

لیکن آئینے کو بغل میں دبا لے — اس لئے کہ اس نے سینہ کو تجلی سے (کوہ) سینا بنا دیا ہے

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل — آفتابِ حق و خورشید ازل

(حضرت زیدؓ نے) کہا، بغل میں کبھی سمایا ہے — حق کا سورج اور ازل کا آفتاب؟

ہم دَغل راہم بغل را بر دَرَد — نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد

وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے — اس کے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل (ٹکتی ہے)

---

1. تابیدن۔ تافتن، اینٹھنا، بل دینا۔ اسپت۔ یعنی تیرے کلام کا گھوڑا۔ لا یستحی۔ قرآنِ پاک میں ہے۔ ان الله لا يستحي من الحق "خدا سچی بات کہنے سے دریغ نہیں کرتا ہے۔" آئینہ۔ یعنی صاف گوئی کا آئینہ۔ غلاف۔ یعنی اعتدال۔ آئینہ و میزان۔ یہ دونوں حقیقت واضح کر دیتے ہیں، خواہ کسی کو رنج ہو یا خوشی۔ محک۔ کسوٹی۔ سَنی۔ روشن۔ فزوں۔ زیادہ۔ کاستی۔ کمی۔

2. ریش وسبلت برمخند۔ بر ریش وسبلت خود مخند "اپنی داڑھی اور مونچھ کا مذاق نہ بنا۔" ریو۔ فریب۔ بند۔ حیلہ۔ فراخت۔ افراخت، بلند کیا، پیدا کیا۔ ارزیم۔ ارزیدن، قیمت پانا۔ آئین روئے نیکواں شویم۔ بھلے لوگوں کے چہرے کے لائق ہوں یعنی ان کے روبرو ہونے کی جرأت کر سکیں۔ تجلی۔ جلوہ گر ہونا۔ سینا۔ وہ پہاڑ ہے جس پر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی تجلی حاصل ہوئی تھی۔ دغل۔ کھوٹ۔ درد۔ فعل مضارع ہے، دریدن پھاڑنا۔

گفت یک اِصبع[1] چو بر چشمے نہی
(آنحضورﷺ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھ دے

بینی از خورشید عالم را تہی
دنیا کو سورج سے خالی پائے گا

یک سرِ انگشت پردہ ماہ شد
ایک سرِ انگشت چاند کا پردہ بن گیا

ویں نشانِ ساتریِ شاہ شد
یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی

تا بپوشاند جہاں را نقطۂ
ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے

مہر گردد منخسف از سُقطۂ
بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے

لب بہ بند و غور دریائے نگر
خاموش رہ، اور دریا کی گہرائی پر نظر کر

بحر را حق کرد محکومِ بشر
سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنا دیا ہے

ہمچو چشمہ زنجبیل[2] و سلسبیل
جیسا کہ زنجبیل و سلسبیل

ہست در حکم بہشتی جلیل
بزرگ بہشتی کے حکم میں ہیں

چار جوئے جنت اندر حکم ماست
جنت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں

ایں نہ زورِ ما بفرمانِ خدا ست
یہ ہماری طاقت نہیں ہے، خدا کے حکم کی وجہ سے ہے

ہر کجا خواہیم داریمش رواں
ہم جس طرف چاہتے ہیں، ان کو جاری کر دیتے ہیں

ہمچو سحر اندر مرادِ ساحراں
جیسا کہ جادو، جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے

ہمچو ایں دو چشمۂ چشم رواں
جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے

ہست در حکم دل و فرمانِ جاں
جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں

گر بخواہد رفت سوئے زہر مار
اگر وہ چاہے، سانپ کے زہر کی طرف (بصارت) چلی جائے

ور بخواہد رفت سوئے اعتبار
اگر وہ چاہے، عبرت پکڑنے کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے محسوسات رفت
اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے

ور بخواہد سوئے ملبوسات رفت
اگر وہ چاہے، چھپی ہوئی چیزوں کی طرف چلی جائے

گر بخواہد سوئے کلیات راند
اگر وہ چاہے (بصیرت) کلیات کی جانب چلی جائے

ور بخواہد حبس جزویات ماند
اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

ہم چنیں ہر پنج حس چوں نائزہ
اسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح

بر مرادِ امر دل شد جائزہ
دل کی مراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں

---

[1] اصبع۔ انگلی۔ ویں۔ کسی چیز کے پوشیدہ ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس چیز کو چھپا دیا جائے دوسرے یہ کہ اپنی آنکھ بند کر لی جائے، اللہ تعالیٰ کا پوشیدہ ہونا دوسری قسم کا ہے۔ نقطہ۔ یعنی پتلی میں سفید نقطہ۔ مہر۔ سورج۔ منخسف۔ محجوب۔ سقطہ۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، بادل کا ٹکڑا۔ محکوم۔ انسان نے دریا کو مسخر کر لیا ہے جس طرح چاہتا ہے، اس پر جہاز رانی کرتا ہے، تو جب دریا مسخر ہے تو خیالات کے دریا کو بھی قابو میں رکھنا چاہیے۔ لب بہ بند۔ یعنی دل پر قابو حاصل کر اور اس کے مکشوفات کو ظاہر نہ کر اور غور کر کہ جب اللہ نے سمندر کو انسان کا محکوم بنایا ہے تو دل بھی محکوم بن سکتا ہے۔

[2] زنجبیل و سلسبیل۔ جنت کی دو نہروں کے نام ہیں یعنی یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ چار جو۔ چار نہریں جو کہ پانی، دودھ، شہد اور شراب کی ہیں۔ ہر کجا۔ یہ نہریں ہر اس طرف کو جاری ہوں گی جس طرف جنتی چاہے گا، یہ بھی انسان کی محکوم ہیں۔ دو چشمہ۔ دونوں آنکھیں دل کی محکوم ہیں۔ زہر مار۔ سانپ کا زہر یعنی گناہ۔ محسوسات۔ وہ چیزیں جو حواس کے ذریعہ معلوم کی جائیں۔ ملبوسات۔ چھپی ہوئی چیزیں جن کا حواس کے ذریعہ ادراک نہ ہو سکے۔ کلیات۔ اور جزئیات کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے۔ پنج حس۔ حواسِ خمسہ بھی دل کے محکوم ہیں۔ نائزہ۔ ٹونٹی، نل۔ جائزہ۔ گذرنے والی۔

ہر طرف کہ دل اشارت کرد شاں
جس طرف دل نے ان کو اشارہ کیا

میرود ہر پنج حس دامن کشاں[1]
پانچوں حواس ناز و انداز سے روانہ ہو جاتے ہیں

دست و پا در امر دل اندر بلا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہوئے ہیں

ہمچو اندر دست موسیٰؑ آں عصا
جس طرح لاٹھی (حضرتِ) موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں

دل بخواہد پا در آید زو برقص
دل چاہے تو پاؤں اس کی وجہ سے رقص میں آ جائیں

یا گریزد سوئے افزونی ز نقص
یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں

دل بخواہد دست آید در حساب
دل اگر چاہے، ہاتھ کام میں لگ جائیں

با اصابع تا نویسد او کتاب
مع انگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے

دست در دست نہانی ماندہ است
ہاتھ، پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے

او دروں، تن را بروں بنشاندہ است
وہ (دل) اندر ہے، جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے

گر بخواہد بر عدو مارے شود
اگر وہ چاہے، (ہاتھ) دشمن کے لئے سانپ بن جائے

ور بخواہد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے، دوست کا یار بن جائے

گر بخواہد کفچۂ در خوردنی
اگر وہ چاہے، کھانے میں چمچہ بن جائے

ور بخواہد ہمچو گرزِ دہ منی
اگر وہ چاہے، دس من کا گرز بن جائے

دل چہ می گوید بدیشاں اے عجب
تعجب ہے، دل ان سے کیا کہہ دیتا ہے

طرفہ وصلت طرفہ پنہانی سبب
عجیب تعلق ہے، عجیب مخفی سبب ہے

دل مگر مہر سلیمانؑ یافتہ است
دل کو شاید مہر سلیمانی مل گئی ہے

کو مہارِ پنج حس بر تافتہ است
جس نے پانچوں حواس کی مہار موڑ رکھی ہے

پنج حسے از بروں میسورِ او
باہر کے پانچوں حواس اس کے تابع ہیں

پنج حسے از دروں[2] مامورِ او
اندر کے پانچوں حواس اس کے محکوم ہیں

دہ حس ست و ہفت اندامِ دگر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضاء ہیں

آنچہ اندر گفت ناید می شمر
جو ذکر میں نہیں آئے تو ان کو گن لے

چوں سلیمانی دلاور مہتری
جبکہ تو سلیمانؑ (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے

بر پری و دیو زن انگشتری
پری اور دیو پر حکومت کر

---

1. دامن کشیدن۔ ناز سے چلنا۔ عصا۔ حضرت موسیٰ کی لاٹھی ان کی محکوم تھی۔ افزونی۔ زیادتی۔ حساب۔ کام۔ اصابع۔ اصبع کی جمع ہے، انگلی۔ دست نہانی۔ خفیہ ہاتھ، دل یعنی ہاتھ بھی دل کا محکوم ہے۔ دل چہ می گوید۔ یہاں سے مولانا نے دل کی حاکمیت پر تعجب کا اظہار کیا ہے۔ مہر سلیماں۔ حضرت سلیمان کی انگوٹھی جس کی تاثیر سے وہ انسانوں اور جنوں پر حکومت کرتے تھے۔ پنج حسے از بروں۔ ظاہری پانچ حواس۔ باصرہ، دیکھنے کی طاقت۔ سامعہ، سننے کی طاقت۔ شامہ، سونگھنے کی طاقت۔ ذائقہ، چکھنے کی طاقت۔ لامسہ، چھونے کی طاقت۔

2. پنج حسے از دروں۔ پانچ باطنی حواس۔ حس مشترک، خیال، وہم، حافظہ، متصرفہ۔ ہفت اندام۔ سات اعضاء، سر، سینہ، پشت، دونوں ہاتھ، دونوں پاؤں ظاہری ہفت اندام ہیں، باطنی ہفت اندام یہ ہیں۔ دماغ، پھیپھڑا، دل، جگر، تلی، پتہ، گردہ۔ چوں سلیمانی۔ جبکہ انسان کو قوت سلیمانی حاصل ہے تو اس کو اپنے قویٰ پر حکمران ہونا چاہیے۔ دیو و پری۔ یعنی قوت نفسانیہ و روحانیہ۔

گر دریں مملکت بری باشی زریو[1]
اگر تو اپنی اس سلطنت میں فریب سے بچا رہے

خاتم از دست تو نستاند سدیو
تو سدیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے

بعد ازاں عالم بگیرد اسمِ تو
اس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی

دو جہاں محکومِ تو چوں جسمِ تو
تیرے جسم کی طرح دونوں جہان تیرے محکوم ہوں گے

ور زدستت دیو خاتم را ببرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اڑا

پادشاہی فوت شد بختت بمرد
تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہوگیا

بعد ازاں یَا حَسرَتَا شد لِلعِبَادْ
اس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہو گیا

بر شما مختوم تا یَومُ التَّنَادْ
وہ تمہارے لئے قیامت تک مہر بن گیا

ور تو دیو خویشتن را منکری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے

چوں روی آنجا تو روشن بنگری
جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لے گا

مکر خود را گر تو انکار آوری
اگر تو اپنے فریب (کھانے) کا منکر ہے

از ترازو و آئینہ[2] کے جاں بری
ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟

ایں سخن پایاں ندارد چوں کنم
کیا کروں، اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

بعد ازیں بر قصۂ لقمانؑ تنم
اسکے بعد میں (حضرتِ) لقمان کے قصہ میں لگتا ہوں

متہم کردنِ غلامان و خواجہ تاشاں مُر لقمانؑ را کہ آں
غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرتِ) لقمان کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور

میوہائے پروریدہ و گزیدہ آوردیم اُو خوردہ است
اچھے میوے لائے اور وہ اس نے کھا لئے ہیں

بود لقمانؑ پیشِ خواجہ خویشتن
(حضرتِ) لقمان اپنے آقا کے سامنے

درمیانِ بندگانش خوارتن
اس کے غلاموں میں حقیر تھے

می فرستاد اُو غلاماں را بباغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کے لئے باغ میں بھیجتا تھا

تاکہ میوہ آیدش بہر فراغ
تاکہ اس کے لئے بفراغت میوہ آئے

بود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل
غلاموں میں (حضرتِ) لقمان طفیل کی طرح تھے

پُرمعانی تیرہ صورت ہمچو لیل
حکمتوں سے پُر تھے، رات کی طرح کالی صورت تھے

---

[1] ریو۔ مکروفریب۔ سدیو۔ اس جن کا نام ہے جس نے حضرت سلیمان کی انگوٹھی چرالی تھی۔ یا حسرتا۔ قرآن پاک میں ہے۔ یا حَسرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ بندوں کے حال پر افسوس ہے کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو۔ مختوم۔ مہرزدہ۔ یوم التناد۔ قیامت کا دن۔ دیو خویشتن۔ یعنی نفس۔ آنجا۔ یعنی میدانِ حشر۔ ترازو۔ یعنی میزان العدل جس سے قیامت میں اعمال تولے جائیں گے۔

[2] آئینہ۔ یعنی صحیفۂ اعمال جو قیامت میں ہر شخص کو دیا جائے گا۔ لقمان۔ ایک بڑے دانشور اور صاحب حکمت شخص کا نام ہے ان کو بعض لوگ نبی بھی مانتے ہیں۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ خوارتن۔ حقیر، یعنی لقمان کی دوسرے غلاموں کے مقابلہ میں آقا کے یہاں کوئی عزت نہ تھی۔ طفیل۔ ایک شخص کا نام ہے جو بن بلائے دعوتوں میں شرکت کرتا تھا اور ذلیل ہوتا تھا۔ تیرہ صورت۔ سیاہ فام۔ لیل۔ رات۔

آں غلاماں میوہ ہائے جمع[1] را
ان غلاموں نے جمع شدہ میووں کو

خوش بخوردند از نہیب طمع را
لالچ کی لوٹ مار سے خوب کھالیا

خواجہ را گفتند لقماں خورد آں
انہوں نے آقا سے کہا وہ لقمانؑ نے کھائے ہیں

خواجہ بر لقماںؑ ترش گشت و گراں
آقا (حضرتِ) لقمانؑ پر بگڑا اور ناراض ہوا

چوں تفحص کرد از لقماںؑ سبب
جب اس نے (حضرتِ) لقمان سے وجہ دریافت کی

در عتابِ خواجہ اش بکشاد لب
اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں انہوں نے لب کشائی کی

گفت لقماں سیدا پیشِ خدا
(حضرتِ) لقمان نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے

بندۂ خائن نباشد مرتضیٰ
خیانت کرنے والا غلام پسندیدہ نہیں ہو سکتا

امتحاں را کار فرما اے کیا
اے سردار! امتحان لے لیجئے

شربت رانش بدہ بہر نما
(اصلیت) دکھانے کے لئے مسہل کا شربت پلا دیجئے

امتحاں کن جملہ مارا اے کریم
اے داتا! ہم سب کا امتحان لے لیجئے

سیر ماں دردہ تو از آبِ حمیم
ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے

بعد ازاں مارا بصحرائے براں
اس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے

تو سوار و ما پیادہ می دواں
آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں

آنگہاں بنگر تو بدکردار را[2]
تب تو بدکردار کو دیکھ لینا

صنعہائے کاشف الاسرار را
رازوں کو کھولنے والوں کی حکمتوں کی وجہ سے

گشت ساقی خواجہ از آبِ حمیم
آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا

مر غلاماں را، و خوردند آں زبیم
غلاموں کیلئے، اور انہوں نے خوف کی وجہ سے پی لیا

بعد ازاں میراند شاں در دشتہا
اس کے بعد ان کو جنگلوں میں نکال دیا

می دویدند آں نفر تحت و علا
وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

قے در افتادند ایشاں از عنا
مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہو گئے

آب می آورد زیشاں میوہا
پانی نے ان (کے پیٹ) میں سے میوے نکال ڈالے

چونکہ لقماںؑ را درآمد قے زناف
جب (حضرتِ) لقمان کی ناف سے قے آئی

می برآمد از درونش آبِ صاف
ان کے (پیٹ) میں سے صاف پانی نکلتا تھا

حکمت لقماں چو تاند ایں نمود
جب (حضرتِ) لقمان کی دانائی یہ (کرشمہ) دکھا سکتی ہے

پس چہ باشد حکمتِ ربُّ الوجود
تو رب الوجود کی حکمت کیا ہوگی؟

---

1. جمع۔ یعنی جمع شدہ۔ خوش۔ بہت، خوب۔ نہیب۔ لوٹ۔ آں۔ آں را۔ ترش۔ ناراض۔ گراں۔ خفا۔ تفحص۔ جستجو کرنا۔ لب کشادن۔ بولنا۔ سیدا۔ اے آقا۔ خائن۔ خیانت کرنے والا۔ مرتضیٰ۔ پسندیدہ۔ کارفرما۔ عمل میں لا۔ کیا۔ سردار۔ رانش۔ راندن سے بنا ہے، مسہل۔ کریم۔ بزرگ، سخی۔ آبِ حمیم۔ گرم پانی، صنعہائے۔ حکمتیں۔ کاشف الاسرار۔ رازوں کو کھولنے والا۔

2. را۔ پہلے مصرع میں علامت مفعول ہے، دوسرے مصرع میں سبب کے لئے ہے۔ ساقی۔ پانی پلانے والا۔ بیم۔ ڈر، خوف۔ دشت۔ جنگل۔ نفر۔ گروہ، جماعت۔ تحت۔ نیچا۔ علا۔ بلندی۔ عنا۔ محنت۔ زیشاں۔ یعنی غلام۔ تاند۔ تواند۔ رب الوجود۔ وجود کا پالنے والا، اللہ تعالیٰ۔

یَوْمَ[1] تُبْلَی السَّرَائِرُ کُلُّهَا — بَانَ مِنکُم کَامِنٌ لَا یُشْتَهٰی
جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائے گی — تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو ناپسندیدہ ہیں

چوں سُقُوْا مَاءً حَمِیْماً قُطِّعَتْ — جُمْلَةُ الْاَسْتَارِ مِمَّا اَفْضَحَتْ
جب ان کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کر دیے گئے — تمام پردے ان کارناموں سے جنہوں نے رسوا کیا

نار زاں آمد عذابِ کافراں — کہ حجر را نار باشد امتحاں
کافروں کی سزا، آگ اسی وجہ سے بنی ہے — کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے

ایں دلِ چوں سنگ را تاچند چند — پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی — ہم نے نصیحت کی اس نے نصیحت قبول نہ کی

ریش بد را داروئے بد یافت رگ — مر سر خر را سزد دندانِ سگ
خراب زخم کو خراب دوا ہی قابو میں لاتی ہے — گدھے کے سر کے لئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

لِلْخَبِیْثَاتِ الْخَبِیْثُوْن حکمت ست — زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے — برے کا برا ہی جوڑا اور لائق ہے

پس[2] تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر — محو اُو باش و صفاتش را پذیر
پس تو جو جوڑا چاہے بنا لے — اس میں فنا ہو جا اور صفات کو قبول کر لے

پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو — محو و ہمشکلِ صفاتِ دوست شو
پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے، چل — دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا

نور خواہی مستعد نور شو — دور خواہی خویش بین و دور شو
نور چاہتا ہے تو نور کے لئے مستعد بن — دور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دور ہو جا

ور رہے خواہی ازیں سجن خرب — سرمکش از دوست وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ
اگر اس برباد، قید خانے سے رہائی چاہتا ہے — دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہو جا

سر کشانرا بیں سراسر در عذاب — سر بنہ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ — سر (تسلیم) خم کر دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

ایں سخن پایاں ندارد خیز زیدؓ — بر براقِ ناطقہ بربند قید
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زیدؓ! اٹھ — گویائی کے براق کو باندھ دے

---

[1] یَوم۔ دن۔ تبلی۔ آزمائے جائیں گے۔ السرائر۔ سریرۃ کی جمع ہے، چھپی ہوئی چیز۔ بان۔ ظاہر ہوا۔ کامن۔ پوشیدہ۔ لا یشتہی۔ ناپسندیدہ۔ سُقُوْا۔ پلائے گئے۔ مَاءً حَمِیْمًا۔ گرم پانی۔ قُطِّعَتْ۔ پارہ پارہ کر دیے گئے۔ اَلْاَستار۔ ستر کی جمع ہے، پردہ۔ مِمَّا۔ وہ چیزیں۔ اَفْضَحَتْ۔ جس نے رسوا کیا۔ حجر۔ پتھر کو آتش گیر مادہ سے توڑا جاتا ہے۔ ایں دل۔ کافروں کے دل کو قرآن نے پتھر سے تعبیر کیا ہے۔ رگ یافتن۔ حقیقت کو پہنچ جانا۔ مر سر خر۔ مشہور ہے گوشت خر دندانِ سگ۔ زشت۔ بدصورت۔ جفت۔ شوہر، بیوی۔ بابت۔ لائق، سزاوار، مناسب۔

[2] پس۔ حدیث شریف میں ہے اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِهٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلُ انسان اپنے دوست کا مذہب اختیار کر لیتا ہے تو غور کر لے کس سے دوستی کر رہا ہے۔ سجن۔ قید خانہ۔ خرب۔ ویرانہ۔ اسجد۔ تو سجدہ کر۔ اقترب۔ قریب ہو جا۔ ایں سخن۔ یہ آنحضورﷺ کا مقولہ ہے۔ براق۔ وہ سواری جو حضورﷺ کو معراج میں ملی تھی۔ ناطقہ۔ قوتِ گویائی، یہاں سے مولانا نے اسرار کے اخفاء کی حکمتیں بتائی ہیں۔

بقیہ قصۂ زیدؓ در جواب حضرتِ رسالت علیہ الصلوٰۃ و السلام

آنحضور صلی اللہ علیہ و سلم کے جواب میں (حضرت) زیدؓ کا بقیہ قصہ

ناطقہ چوں فاضح[1] آمد عیب را
جبکہ بولنا عیب کی پردہ دری کرنے والا ہے
میدراند پردہائے غیب را
وہ غیب کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے

غیب مطلوبِ حق آمد چند گاہ
ہرچند کہ اللہ (تعالیٰ) کو غیب مطلوب ہے
ایں دُہل زن را براں بر بند راہ
اس ڈھول پیٹنے والے کو نکال دے، راستہ بند کر دے

تگ مراں در کش عناں مستور بہ
تیز نہ دوڑ باگ کھینچ (راز کا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے
ہر کس از پندارِ خود مسرور بہ
ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے

حق ہمی خواہد کہ نومیدانِ اُو
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ اس سے ناامید
زیں عبادت ہم نگر دانند رُو
بھی اس کی عبادت سے منہ نہ موڑیں

ہم مشرف در عبادتہائے[2] اُو
جو لوگ اس کی عبادتوں سے مشرف ہیں
مشتغل گشتہ بطاعتہائے اُو
اس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں

ہم بامیدے مشرف می شوند
وہ بھی امید سے مشرف ہوں
چند روزے در رکابش می دوند
(کیونکہ) چند روز وہ بھی ہمرکاب رہے ہیں

خواہد آں رحمت بتابد برہمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو
بربد و نیک از عموم مرحمہ
برے اور بھلے پر، رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم
با رجا و خوف باشند و حذیر
امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں

ایں رجا و خوف در پردہ بود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہو سکتی ہے
تاپس ایں پردہ پروردہ شود
تاکہ پس پردہ وہ پرورش پاتے رہیں

چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا
جب تو نے پردہ چاک کر دیا، امید و بیم کہاں رہی؟
غیب راشد کرّ و فر اندر ملا
غیب کی شان و شوکت برملا ہو گئی

حکایت

بَر لب جو بُرد ظنّے یک فتیٰ
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا
کہ سلیمانؑ ست ماہی گیر ما
کہ ہمارا مچھیرا، سلیمان (علیہ السلام) ہے

---

1. فاضح۔ رسوا کرنے والا۔ غیب۔ پردہ پوشی۔ دہل زن۔ ڈھول پیٹنے والا، اعلان کرنے والا۔ تگ۔ دوڑ۔ مراں۔ راندن سے نہی ہے، نہ چلا۔ عناں۔ باگ۔ مستور۔ چھپا ہوا۔ پندار۔ عقیدہ، خیال۔ نومیداں۔ وہ لوگ جو غلط عقیدہ کی وجہ سے نفس الامر سے مایوس ہیں، یعنی اخفاءِ اسرار میں یہ بھی حکمت ہے کہ یہ لوگ بھی مایوس نہ ہوں۔

2. عبادتہائے۔ یعنی ناقص عبادتیں۔ رکاب۔ سواری، جلو۔ میر۔ سردار۔ اسیر۔ یعنی محکوم۔ رجا۔ امید۔ حذیر۔ ڈرنے والا۔ ایں رجا۔ یعنی جب تک انسان کے اعمال پردے میں ہیں، امید و خوف ہے ورنہ یکسو ہو جائے گا۔ اندر ملا۔ برملا۔ حکایت۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انکشافِ حقیقت کے بعد خوف و رجا ختم ہو جاتا ہے۔

گر وی است[1] ایں از چہ فردست و خفیست — ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور چھپاؤ کیوں ہے؟ — ورنہ اس کا سلیمانؑ جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟

اندریں اندیشہ می بود اُو دو دل — تا سلیماں گشت شاہِ مستقل
اس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا — یہاں تک کہ (حضرتِ) سلیمانؑ مستقل بادشاہ بن گئے

دیو رفت از ملک و تخت اُو گریخت — تیغ بخشش خونِ آں شیطاں بریخت
دیو چلا گیا، ان کے ملک اور تخت سے بھاگ گیا — ان کے نصیبہ کی تلوار نے اس شیطان کا خون بہا دیا

کرد در انگشت خود انگشتری — جمع آمد لشکر دیو و پری
انہوں نے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنی — دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا

آمدند از بہر نظارہ رجال — درمیانِ شان آنکہ بد صاحب خیال
لوگ، دیدار کے لئے آئے — ان میں وہ گمان کرنے والا (بھی) تھا

چوں در انگشتش بدید انگشتری — رفت اندیشہ و گمانش یکسری
جب اس نے ان کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی — اس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

وہم[2] آنگاہ ہست کاں پوشیدہ است — ایں تحری از پئے نادیدہ است
وہم اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ پوشیدہ ہے — اٹکل بغیر دیکھی چیز کے لئے ہے

شد خیالِ غائب اندر سینہ زفت — چونکہ حاضر شد خیالِ اُو برفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا — جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

گر سمائے نور بے باریدنی ست — ہم زمین تار بے بالیدنی ست
اگر منور آسمان نہ برسنے والا ہے — تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیب می باید مرا — زاں بہ بستم روزنِ فانی سرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانیوالے درکار ہیں — اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دیے ہیں

گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال — می رہاند جانہا را از خیال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے — (کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دے دیتا ہے

لیک یک در صد بود ایماں بغیب — نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
لیکن سو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے — خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر

---

[1] گر ویست ۔ اگر مچھیرا واقعی سلیمانؑ ہیں تو تنہا اور اس حالت میں کیوں ۔ سیما ۔ علامت، چہرہ مہرہ ۔ دو دل ۔ متردد ۔ مستقل ۔ خودمختار ۔ دیو ۔ وہ جن جس نے انگوٹھی چرائی تھی ۔ جمع آمد ۔ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت دوبارہ جم گئی ۔ رجال ۔ رجل کی جمع ہے، مرد ۔ صاحب خیال ۔ یعنی وہ شخص جس نے حضرت سلیمانؑ کو مچھلیاں پکڑتے دیکھا تھا جبکہ وہ سلطنت سے محروم ہو کر ایک مچھیرے کے گھر میں روپوش ہو گئے تھے ۔ چوں ۔ ایک روز حضرت سلیمانؑ کے جال میں وہ مچھلی آ گئی جس نے وہ انگشتری نگل لی تھی جو دیو سے دریا میں گر پڑی تھی اور جس کے بل پر حضرت سلیمانؑ حکومت کرتے تھے اور اس مچھلی کے پیٹ سے وہ انگشتری نکال کر حضرتِ سلیمانؑ نے اپنی انگلی میں پہن لی۔

[2] وہم ۔ جو چیز پوشیدہ اور مخفی ہو، وہاں وہم کارفرما ہوتا ہے۔ گر سمائے نور ۔ عالم کی شادابی کے لئے بارش کا ہونا ضروری ہے جو کہ ابر کے حجاب کے ساتھ زمین پر نازل ہوتی ہے ورنہ زمین میں بالیدگی نہ ہو۔ اسی طرح اخفاءِ غیب میں بھی مصلحت ہے ۔ فانی سرا یعنی دنیا ۔ لیک در صد ۔ تمام عالم کا مومن ہو جانا مصلحت باری کے خلاف ہے۔

چوں[1] شگافم آسماں را در ظہور
اگر اظہار کے لئے آسمان میں شگاف لگا دوں

چوں بگویم ھَلْ تَرٰی فِیْھَا فُطُوْر
تو، کیا تم اس میں شگاف دیکھتے ہو، کیسے کہوں؟

تا دریں ظلمت تحری گسترند
تاکہ اس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں

ہر کسے رُو جانبے می آورند
ہر آدمی الگ الگ جانب کو رخ کرے

مدتے معکوس باشد کارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام الٹے رہیں

شحنہ را دُزد آورد بردار ہا
چور، کوتوال کو سولی پر چڑھا دے

تاکہ بس سلطانِ عالی ہمتے
تاکہ عالی ہمت بادشاہ

بندۂ بندہ خود آید مدتے
ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

بندگی[2] در غیب آمد خوب و گش
غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے

حفظ غیب آمد در استعباد خوش
عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے

کو کہ مدحِ شاہ گوید پیش او
کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے

باکہ در غیبت بود اُو شرم رُو
اس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

قلعہ دارے کز کنارِ مملکت
وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر

دور از سلطان و سایہ سلطنت
بادشاہ اور سلطنت کے پاس ہے

قلعہ نہ فروشد بمالِ بیکراں
لاتعداد مال کے لئے قلعہ کو فروخت نہ کرے

پاس دارد قلعہ را از دشمناں
دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے

غائب از شہ در کنارِ ثغرہا
سرحدوں کے کنارے پر بادشاہ سے غائب

ہمچو حاضر اُو نگہدارد وفا
حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے

پیشِ شہ اُو بہ بود از دیگراں
بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہوگا

کہ بخدمت حاضر اند و جانفشاں
جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کر رہے ہیں

پس بغیبت نیم ذرّہ حفظ کار
غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت

بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار
موجودگی کی لاکھ کارگزاری سے بہتر ہے

طاعت و ایماں کنوں محمود شد
فرمانبرداری اور ایمان اب قابل تعریف ہے

بعد مرگ اندر عیاں مردود شد
مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

چونکہ غیب و غائب و رُوپوش بہ
چونکہ غیب اور غائب چھپا ہوا بہتر ہے

پس دہاں بر بند و لب خاموش بہ
تو منہ کو بند کر لے، خاموش رہنا بہتر ہے

---

[1] چوں۔ اگر میں غیب کے مشاہدہ کے لئے آسمانوں کو شق کر دیتا تو ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر کی دعوت نہ دیتا۔ قرآن میں اللہ کی حکمت پر استدلال میں یہ آیت ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْر۔ "اے انسان تو اپنی نظر آسمان پر دوڑا، کیا اس میں تجھے کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ تا دریں۔ غیب میں یہ مصلحت بھی ہے کہ کچھ دن کام الٹ پلٹ چلتے رہیں۔ معکوس۔ الٹا۔ شحنہ۔ کوتوال۔ دار۔ سولی۔

[2] بندگی۔ یہاں سے بھی اخفاء احوال کی حکمت بیان کرنا شروع کی ہے۔ گش۔ خوب۔ حفظ۔ محفوظ۔ استعباد۔ عبادت کرانا۔ حفظ غیب۔ غائبانہ اطاعت کا بڑا درجہ ہے۔ کو۔ کہاں، یعنی دونوں میں بہت فرق ہے۔ ثغر۔ سرحد۔ طاعت و ایماں۔ آیات الٰہیہ کے مشاہدہ کے بعد ایمان معتبر نہ ہوگا۔

اے برادر دست وا دار از سخن
اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہو جا

خود خدا پیدا کند علم لدن[1]
وہ (اللہ تعالیٰ) علم وہبی خود پیدا کر دے گا

بس بود خورشید را رویش گواہ
سورج کے لئے اس کا چہرہ کافی گواہ ہے

اَیُّ شَیْءٍ اَعْظَمُ الشَّاھِدُ اِلٰہ
سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

نے بگویم چوں قریں شد در بیاں
نہیں میں تو شہادت دوں گا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں

ہم خدا و ہم ملک ہم عالماں
اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی

یَشْھَدُ اللّٰہُ وَ الْمَلَکُ وَ اَھْلُ الْعُلُوْم
اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء

اِنَّہٗ لَا رَبَّ اِلَّا مَنْ یَدُوْم
کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے

چوں گواہی[2] داد حق کہ بود ملک
جب اللہ (تعالیٰ) نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہوتے ہیں

تا شود اندر گواہی مشترک
کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں

زانکہ شعشاع و حضورِ آفتاب
یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجودگی کی

برنتابد چشم و دلہائے خراب
کمزور آنکھیں اور دل، طاقت نہیں رکھتے ہیں

چوں خفاشے کوتف خورشید را
جبکہ چمگادڑ جو سورج کی چمک کی

برنتابد بکسلد امید را
تاب نہیں لاتی ہے امید توڑ بیٹھتی ہے

پس ملائک را چو ماہاں بازداں
تو فرشتوں کو ان چاندوں کی طرح سمجھ

جلوہ گر خورشید را بر آسماں
جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں

کایں ضیا مازِ آفتابے یافتیم
(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل کی ہے

چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں

چوں مہ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر
نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی طرح

مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر
ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے

زاجنحہ نورِ ثلاثِ او رُباع
نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے

بر مراتب ہر ملک را آں شعاع
مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے

---

[1] علم لدن۔ خدا جس کو چاہے گا، خود علم وہبی عطا فرمادے گا اور وہ غیب پر مطلع ہوجائے گا، تو خاموش ہوجا۔ بس۔ جب مشاہدہ ہوجائے گا تو پھر کسی گواہ کی ضرورت نہ رہے گی۔ نے بگویم۔ اوپر کا مضمون تھا کہ صرف اللہ کی گواہی ہی کافی ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اب اس مضمون سے گریز ہے کہ ہاں اللہ کی گواہی کافی ضرور ہے لیکن چونکہ اللہ نے اپنی گواہی میں فرشتوں اور اہل علم کو شریک کیا ہے تو میں بھی گواہی دیتا ہوں۔ شہد۔ قرآن پاک میں ہے شَہِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ "اللہ اس پر گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم گواہی دیتے ہیں۔"

[2] چوں گواہی۔ اب یہ سمجھانا ہے کہ خدا کی گواہی کے بعد فرشتوں اور علماء کی گواہی کی کیا ضرورت تھی۔ شعشاع۔ شعاع۔ برنتابد۔ تاب نیارد۔ خفاش۔ چمگادڑ۔ تف۔ چمک، گرمی۔ پس ملائک۔ یعنی جس طرح سورج کے ہوتے ہوئے چاند اور ستاروں کے وجود میں مصلحت کارفرما ہے، اسی طرح اللہ کی گواہی کے بعد فرشتوں کی گواہی میں مصلحت کارفرما ہے۔ ماہاں۔ مختلف دنوں کے چاند۔ چوں۔ جس طرح مختلف تاریخوں کے چاند کے نور میں فرق ہے، اسی طرح فرشتوں کے مراتب میں فرق ہے۔ اجنحہ جناح کی جمع ہے، بازو۔ ثلاث۔ تین تین۔ رباع۔ چار چار۔

ہمچو پرہائے عقولِ[1] انسیاں — کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں

جیسے انسانوں کے عقلی بازو — کہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے

پس قرین ہر بشر در نیک و بد — آں ملک باشد کہ مانندش بود

ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے ساتھی — وہ فرشتہ ہوگا جو اس کے مناسب ہوگا

چشمِ اَعمش نورِ خور را بر نتافت — اختر اُو را شمع شد تا رہ بیافت

چندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے — ستارہ اس کی شمع بن گیا یہاں تک کہ اس کو راستہ مل گیا

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مر زید رضی اللہ عنہ را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ

کہ ایں سرّ را فاش تر زیں مگو و متابعت نگہدار

اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم — رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم

پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں — جو مسافروں کی شمع اور شیطان کے لئے گرز ہیں

ہر کسے را گر بدے آں چشم و زور — کو گرفتے ز آفتابِ چرخ نور

اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی — کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کر سکتا

کے ستارہ حاجتستے اے ذلیل — کے بدے بر نورِ خورشید آں دلیل

اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟ — وہ سورج کی روشنی کا راہنما کب ہوتا؟

ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود — کو بود بر آفتابِ حق شہود

(اس کو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی — جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

ماہ می گوید با بر و خاک و فے — من بشر مِثلکم یُوحیٰ[2] اِلَیَّ

چاند، ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے — میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے

چوں شما تاریک بودم در نہاد — وحی خورشیدم چنیں نورے بداد

دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا — وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے

ظلمتے دارم بہ نسبت با شموس — نور دارم بہر ظلماتِ نفوس

سورجوں کی بہ نسبت، میں تاریک ہوں — انسانوں کی تاریکیوں کے لئے میرے پاس نور ہے

---

1. عقولؔ۔ انسانوں کی عقلوں میں فرق ہے۔ اعمشؔ۔ چندھا، کمزور نگاہ والا۔ خورؔ۔ خورشید۔ اصحابؔی۔ حدیث شریف ہے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم ''میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں، تم جس کی بھی پیروی کر لو گے راہ یاب ہو جاؤ گے۔'' ستاروں کے دو فائدے ہیں۔ ایک راہنمائی دوسرے یہ کہ وہ شیطانوں کے لئے گرز بھی ہیں جو شیاطین آسمانی باتیں چرانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ اسی طرح صحابہ جو اہل العلوم ہیں، وہ منکروں کی ہلاکت کا سبب ہیں۔ چرخؔ۔ آسمان۔ دلیلؔ۔ رہنما۔ شہودؔ۔ شاہد، گواہ۔ فےؔ۔ سایہ۔ ماہؔ۔ یعنی نبی کریم ﷺ۔

2. یوحیٰؔ۔ وحی بھیجی جاتی ہے۔ الیؔ۔ میری جانب، قرآن میں ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی۔ ''اے نبی! تم لوگوں سے کہہ دو میں تم جیسا انسان ہوں، مجھ پر وحی آتی ہے۔'' چوں شماؔ۔ آنحضور ﷺ کو خطاب کر کے اللہ نے فرمایا ہے۔ ''اسی طرح سے ہم نے اپنے حکم سے دین کی جان یعنی قرآن تمہاری طرف وحی کے ذریعہ بھیجی ہے تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کس کو کہتے ہیں۔'' شموسؔ۔ یعنی شئون باری اور صفات الٰہی۔

زاں ضعیفم تا تو تابے آوری — کہ نہ مردِ[1] آفتابِ انوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے — کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مرد (میدان) نہیں ہے

ہمچو شہد و سرکہ درہم بافتم — تا بہ بیماری جگر رہ یافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں — یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

چوں ز علت وا رہیدی اے رہیں — سرکہ را بگذار می خور انگبیں
اے گرفتارِ (مرض) جب تو بیماری سے نجات پا جائے — سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ

تختِ دل معمور شد پاک از ہوا — بروے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہوکر (نور سے) بھر گیا — تو اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی کا مصداق ہو گیا

حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ — حق کند چوں یافت دل ایں رابطہ
اس کے بعد بلاواسطہ دل پر حکم — اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا

ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ کو — تا دہم بدنش کہ رسوائی[2] مجو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زیدؓ کہاں ہیں؟ — تاکہ میں ان کو روکوں کہ رسوائی نہ کر

نیست حکمت گفتن ایں اسرار را — چوں قیامت می رسد اظہار را
ان رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے — اظہار کے لئے قیامت آ رہی ہے

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

(حضرتِ) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی کو گریخت — جست از صف نعال و نعل ریخت
(اے مخاطب) اب تو زیدؓ کو نہ پائے گا کیونکہ اب وہ چل دیئے — (مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہو گئے اور تیزی سے روانہ ہوئے

تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت — ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیا ہے، زید خود اپنے آپ کو نہیں پا سکتے ہیں — اس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈال دے

نے ازو نقشے بیابی نے نشاں — نے کہے یابی براہِ کہکشاں
تو نہ اس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشاں — نہ کہکشاں کے راستہ میں تو تنکا پائے گا

---

1. کہ نہ مرد۔ براہ راست منجانب اللہ افاضہ عوام کے لئے مناسب نہیں، اس لئے رسول واسطہ بنے ہیں۔ شہد۔ یعنی فیض حق۔ سرکہ۔ یعنی قولی تعلیمات۔ جگر۔ یعنی مخلوقات۔ درہم بافتن۔ مل جل جانا۔ رہ یافتن۔ داخل ہو جانا، سرایت کرنا۔ علت۔ یعنی روحانی امراض۔ سرکہ را بگذار۔ اب قالی اور قولی تعلیمات کی ضرورت نہیں ہے اسرار الٰہی کی معرفت بذریعہ علم لدنی حاصل ہونے لگے گی۔ تخت دل۔ یعنی جب دل ہوا و ہوس سے پاک ہو جائے گا اللہ کی تجلیات اس پر ایسی ہی ہوں گی جیسی کہ عرش پر۔ حکم۔ جب اللہ سے رابطہ پیدا ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ دل پر براہ راست الہام فرماتا ہے اور اس کو علوم لدنیہ حاصل ہو جاتے ہیں۔
2. رسوائی۔ اسرار کا کھولنا رسوائی کا سبب ہے۔ قیامت۔ قیامت کے دن سب چھپے ہوئے راز کھل جائیں گے۔ نعل ریختن۔ تیز بھاگنا۔ تو کہ۔ زیدؓ اب فنا کے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں خود ان کو اپنی خبر نہیں ہے۔ کہکشاں۔ اصل میں کاہ کشاں ہے۔ یہ باریک ستاروں کا ایک لمبا مجموعہ ہے اور ایسا ہے جیسا کہ گھاس کا گٹھر زمین پر ڈال کر کھینچا جائے تو زمین پر نشانات ہو جاتے ہیں۔ یہ آسمان پر رات کی تاریکی میں جنوباً و شمالاً ایک سڑک کی صورت نظر آتا ہے، جب سورج نکلتا ہے نہ ستارے نظر آتے ہیں، نہ کہکشاں۔

شد[1] حواس و نطق بے پایانِ ما
ہمارے لامحدود حواس اور قوتِ گویائی

محو نورِ دانش سلطانِ ما
ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہو گئی

حسہا و عقلہا شاں در درون
ان (روحوں) کے حواس اور عقلیں اس عالم میں

موج در موج لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن
"لَدَیْنَا مُحْضَرُوْن" کے مقام میں موجزن تھے

چوں شب آمد باز وقت بار شد
جب رات آئی پھر کام کا وقت آ گیا

انجم پنہاں شدہ بر کار شد
چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے

خلق عالم[2] جملگی بیہش شوند
دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جاتی ہے

پرد ہا بر رو کشند و بغنوند
چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں

صبح چوں دم زد علم افراشت خور
صبح نے جب سانس لیا، سورج نے جھنڈا بلند کیا

ہر فتیٰ از خوابگہ برداشت سر
ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اٹھایا

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا
اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے

حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا
جماعت در جماعت تابع فرمان ہو جاتے ہیں

پائے کوباں دست افشاں در ثنا
تعریف میں ناچتے ہوئے، رقص کرتے ہوئے

ناز نازاں رَبَّنَا اَحْیَیْتَنَا
ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں زندہ کر دیا

آں جلود و آن عظامِ ریختہ
ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں

فارساں گشتہ غبار انگیختہ
شہسوار بنے ہوئے، غبار اڑاتے ہوئے

حملہ آرند از عدم سوئے وجود
عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے

در قیامت ہم شکور و ہم عنود
قیامت میں شکرگذار بھی اور سرکش بھی

سرچہ می پیچی چرا نا دیدہ
ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟

در عدم اوّل .نہ سَر پیچیدہَ
کیا پہلے عدم میں تو نے منہ نہ موڑا تھا؟

در عدم افشردہ بودی پائے خویش
تو نے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا

کہ مرا کہ بر کند از جائے خویش
کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟

می نہ بینی صنع ربانیت را
کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے

کہ کشد اُو موئے پیشانیت را
کہ اسی نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا

---

1. شد۔ عالم ارواح میں ہمارے تمام حواس خدائی نور میں اسی طرح محو تھے جیسے حضرت زیدؓ پر محویت طاری ہوئی۔ لدینا۔ سورۂ یٰسین میں مذکور ہے۔ اِنْ کَانَتْ اِلَّا صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً فَاِذَاھُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْن "قیامت بس ایک زور کی آواز ہو گی تو بس لوگ ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے۔" چوں شب آمد۔ جس طرح ستارے دن میں چھپ جاتے ہیں اور رات آتے ہی مصروف عمل ہو جاتے ہیں، اسی طرح جب انسان پر شب یعنی موت طاری ہوتی ہے اور روح عالم ارواح میں پہنچ جاتی ہے تو ملائکہ اس میں تصرف شروع کر دیتے ہیں۔
2. خلق عالم۔ یعنی سکرات الموت سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور عالم برزخ میں روحوں پر غنودگی طاری ہو جاتی ہے۔ صبحدم۔ صبح ہوتے ہی تمام انسان نیند سے بیدار ہو جاتے ہیں اسی طرح قیامت آئے گی تو سب ہوش میں آ جائیں گے۔ بیہشاں۔ قیامت کے میدان میں سب بے ہوش ہوش میں آ کر جناب باری تعالیٰ میں پہنچ جائیں گے۔ ربنا۔ حدیث میں سو کر اٹھنے کی دعا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر۔ سرچہ۔ روح نے حضرت آدمؑ کے جسم میں آنے سے پہلے بھی انکار کیا تھا۔ درعدم۔ ازل میں روح جسم میں آنے کو آمادہ نہ تھی۔

تا کشیدت[1] اندریں انواعِ حال
یہاں تک کہ تجھے ان احوال میں مبتلا کر دیا
کہ نبودت در گمان و در خیال
جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے

آں عدم اُو را ہمارہ بندہ است
عدم ہمیشہ اس کے فرمان کے تابع ہے
کارکن دیوا! سلیماں زندہ است
اے دیو! کام میں لگ جا، سلیمان زندہ ہے

دیو می سازد جفانِ کالجواب
دیو، تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے
زَہرہ نے تا دفع گوید یا جواب
طاقت نہیں ہے کہ انکار کرے یا جواب دے

خویش را بیں چوں ہمی لرزی زبیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے
مر عدم را نیز لرزاں داں مقیم
عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ

ور تو دست اندر مناصب میزنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کر رہا ہے
ہم زترس ست آنکہ جانے میکنی
یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

ہرچہ جز عشق خدائے احسن ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے
گر شکر خائیست آں جاں کندن ست
اگر شکرخوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے

چیست جاں کندن[2] سوئے مرگ آمدن
جان کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے
دست را آبِ حیاتے ناز دن
آب حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

خلق را دو دیدہ در خاکِ ممات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں
صد گماں دارند در آبِ حیات
آب حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں

جہد کن تا صد گماں گردد نود
کوشش کر کہ سو گمان نوے بن جائیں
شب برو ور تو بخسپی شب رود
رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی

در شب تاریک جو آں روز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کر لے
پیش کن آں عقل ظلمت سوز زا
تاریکی کو ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا

در شب بد رنگ بس نیکی بود
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں
آبِ حیواں جفت تاریکی بود
آب حیات اندھیرے میں ہوتا ہے

سر زخفتن کے تواں برداشتن
سونے سے سر کب اٹھایا جا سکتا ہے؟
با چنیں صد تخم غفلت کاشتن
غفلت کے ایسے سو بیج بو کر

تاکشیدت۔ مجبوراً روح کو جسد عنصری اختیار کرنا پڑا اور احوالِ دنیا میں مبتلا ہونا پڑا۔ ہمارہ۔ ہموارہ، ہمیشہ۔ دیوا۔ اے دیو۔ جفان۔ جفن کی جمع ہے لگن۔ جواب۔ اصل میں جوابی ہے جو جابیہ کی جمع ہے، بڑا حوض۔ زہرہ۔ پتہ، حوصلہ۔ مناصب۔ منصب کی جمع، بڑا عہدہ۔ بڑے عہدوں کی کاوش انسان مال حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے جس کی وجہ افلاس کا خوف ہوتا ہے جو بقدر اللہ ہے تو گویا انسان کا عہدے حاصل کرنا اللہ سے لرزنا ہے۔

جان کندن۔ مصیبت برداشت کرنا۔ مرگ۔ یعنی دنیا۔ آبِ حیات۔ یعنی عشق الٰہی، دیدارِ الٰہی۔ نود۔ نوے۔ شب رفتن۔ رات کو چلنا، یعنی رات کو عبادت کرنا۔ آں روز۔ یعنی نورِ الٰہی۔ آبِ حیواں۔ مشہور ہے کہ آبِ حیات تک پہنچنے کے لئے بہت سی تاریکیوں سے گزرنا پڑتا ہے، یعنی رات کے اندھیرے میں آبِ حیات تلاش کر۔

خوابِ مُردہ لقمہ مردہ[1] یار شد
مردے کی سی نیند، حرام لقمے، پیارے بن گئے
تو نمیدانی کہ خصمانت کیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟
نار خصم آب و فرزندانِ اوست
آگ، پانی اور اس کی پیداوار کی دشمن ہے
آب آتش را کشد زیرا کہ اُو
پانی، آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)
بعد ازاں ایں نار نارِ شہوت ست
اس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے
نارِ بیرونی بآبے بفسرد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے
نارِ شہوت می نیارامد بآب
شہوت کی آگ، پانی سے نہیں بجھتی ہے
نارِ شہوت را چہ چارہ نورِ دیں
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے، دین کا نور (علاج ہے)
چہ کشد ایں نار را نورِ خدا
اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھا سکتا ہے)
تازِ نارِ نفس چوں نمرودِ تو
تا کہ تیرے نمرود جیسے نفس کی آگ سے
شہوتِ نارے براندن کم نشد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے
تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟

خواجہ خفت و دزدِ شب بر کارشد
جناب سو گئے، اور رات کا چور کام میں لگ گیا
ناریاں خصم وجودِ خاکیند
ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں
ہمچنانکہ آب خصم جانِ اوست
جس طرح پانی اس کی جان کا دشمن ہے
خصم فرزندانِ آبست و عدو
پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے
کاندر و اصل گناہ و زلت ست
جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے
نارِ شہوت تا بدوزخ می برد
شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے
زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے
نُورُکُمْ اِطْفَاءُ نَارِ الْکَافِرِیْن
(جسطرح) تمہارا نور (ایمان) کافروںکی آگ کا بجھا دینا ہے
نورِ ابراہیمؑ را ساز اُوستا[2]
(حضرت) ابراہیم علیہ السلام کے نور کو استاد بنا لے
وَا رہد ایں جسم ہمچوں عودِ تو
تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا جائے
اُو بماندن کم شود بے ہیچ بد
وہ روکنے سے کم ہو جاتی ہے بغیر کسی چیز کے
کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
ایندھن ڈالنے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟

---

1. لقمہ مردہ۔ حرام غذا۔ دزدِ شب۔ یعنی شیطان۔ خصم۔ دشمن، مخالف۔ ناریاں۔ شیاطین۔ فرزندانِ آب۔ یعنی انسان جو نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ بعد ازاں۔ یعنی ناری مخلوق کے علاوہ شہوت کی آگ بھی آدمی کی دشمن ہے۔ نار بیرونی۔ یعنی یہ عنصری آگ۔ نارِ شہوت۔ جس طرح دوزخ کی آگ پانی سے نہ بجھے گی اسی طرح شہوت کی آگ پانی سے نہیں بجھ سکتی ہے بلکہ دین کے نور کے ذریعہ بجھے گی۔ چارہ۔ علاج۔ اطفاء۔ بجھا دینا۔
2. اوستا۔ استاد۔ نمرود۔ اس بادشاہ کا نام ہے جس نے حضرت ابراہیمؑ کو دہکتی ہوئی آگ میں پھنکوا دیا تھا اور آگ ان پر گلزار بن گئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ کا نور آگ کے بجھ جانے کا باعث بنا تھا۔ شہوت راندن۔ خواہش نفسانی کو پورا کرنا۔ بماندن۔ یعنی شہوت کو روکو گے تو رکے گی۔ تا کہ۔ شہوت اور اس کے تقاضے پورا کرنے کی مثال آگ اور ایندھن کی ہے، جس قدر شہوت کا تقاضہ پورا کرو گے، شہوت میں اضافہ ہوگا۔

چونکہ ہیزم باز گیری نار مُرد — زانکہ تقویٰ[1] آب سوئے نار برد

جب تو ایندھن ہٹا لے گا آگ مردہ ہو جائے گی — اس لئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈال دیا ہے

کے سیہ گردد ز آتش روئے خوب — کو نہد گلگونہ از تقویٰ القلوب

خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟ — اسلئے کہ اس نے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگا لیا ہے

نار پاکاں را ندارد خود زیاں — کے زخاشاکے شود دریا نہاں

آگ، پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے — کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟

ہر کہ تریاکِ خدائے را بخورد — گر خورد زہرے مگویش کو بمرد

جس نے خدائی تریاق کھا لیا — اگر وہ زہر بھی کھا لے تو اس کو مردہ نہ کہہ

گر طبیب[2] گوید اے رنجورِ زار — از عسل پرہیز کن ہیں ہوش دار

اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض! — شہد سے پرہیز کر، خبردار اے ہوشیار!

گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم — کہ چرا تو میخوری بے ترس و بیم

اے بیمار! اگر تو اس نادانی سے اس کو جواب دے — کہ تو بلاخوف و خطر کیوں کھا رہا ہے؟

گویدت در دل حکیم مہرباں — کژ قیاسے کردۂ چوں ابلہاں

مہربان طبیب، دل دل میں تجھے کہے گا — تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے

آبِ چشمہ بیں ز ریزش شد فزوں — آبِ خم بیں خود ز خوردن شد نگوں

چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا — مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (مٹکا) اوندھا ہو گیا

خور کند رنجور را رنجور تر — وانکہ معمورست خود معمور تر

کھانا، بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے — جو صحت مند ہے اس کو زیادہ صحتمند بنا دیتا ہے

در تو علت می فروزد ہمچو نار — ہیں مکن با نار ہیزم را تو یار

(کھانا) تجھ میں آگ کی طرح بیماری بڑھا دے گا — خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا

زیں دو آتش خانہ ات ویراں شود — قالب زندۂ ازو بے جاں شود

ان دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہو جائے گا — زندہ جسم ان سے مردہ ہو جائے گا

در من ار ناریست ہست آں ہمچو نور — نارِ صحت در تن افزاید سرور

مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی ہے — صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے

نارِ صحت چوں فزاید در وجود — بے زیانِ تن شود صد گونہ سود

صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے — جسم میں نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

---

[1] تقویٰ۔ یعنی خواہشات نفسانی سے بچنا۔ گلگونہ۔ غازہ۔ تقویٰ القلوب۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ نار پاکاں را۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ نہیں جلا سکی، اسی طرح آتش نفس سے پاک لوگ محفوظ رہتے ہیں۔ ہر کہ۔ جو کامل ہو گئے ہیں ان کو جائز لذتیں مضر نہیں ہوتی ہیں۔ ابتدائی مجاہدوں میں ان کا ترک مناسب ہے۔

[2] گر طبیب۔ مریض کو شہد مضر ہو سکتا ہے، طبیب کو مضر نہیں ہے، اسی طرح شیخ کامل لذائذ دنیوی کا استعمال کر سکتا ہے، مبتدی کے لئے مناسب نہیں ہے۔ آبِ چشمہ۔ شیخ کامل کی مثال جاری چشمہ کی سی ہے اور مبتدی خم جیسا ہے۔ خور۔ اگر بیمار غذا کھائے گا بیماری میں اضافہ ہوگا صحتمند کھائے گا تو قوت بڑھے گی۔ دو آتش۔ عنصری آگ اور بیماری کی آگ۔ نارِ صحت۔ حرارت عزیزی۔

آتش افتادن در شہر در زمانِ امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

آتشے افتاد در عہد[1] عمرؓ
(حضرتِ) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی
ہمچو چوبِ خشک میخورد اُو حجر
جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کی طرح جلا رہی تھی

در فتاد اندر بناؤ خانہا
تعمیرات اور گھروں میں آگ لگ گئی
تا زد اندر پرِ مرغ و لانہا
یہاں تک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی

نیم شہر از شعلہا آتش گرفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لے لیا
آب می ترسید ازان و می شگفت
پانی اس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا

مشکہائے آب و سرکہ می زدند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے
بر سرِ آتش کسانِ ہوشمند
پر آگ انسان ہوشمند

آتش از استیزہ افزودے لہب
آگ، دشمنی سے، لپٹیں بڑھاتی تھی
می رسد او را مدد از صُنعِ رب
اس کو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی

آتش از استیزہ افزوں می شدے
آگ جوش سے بڑھ رہی تھی
می رسید اُو را مدد از بے حدے
اس کو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی

خلق آمد جانب عمرؓ شتاب
لوگ جلدی سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے
کآتشِ ماخود نمی میرد ز آب
کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے

گفت آں آتش زآیاتِ[2] خداست
انہوں نے فرمایا یہ آگ خدا (کے قہر) کی نشانیوں میں سے ہے
شعلۂ از آتشِ بخل شماست
تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے

آب بگذارید و ناں قسمت کنید
پانی کو چھوڑو، اور روٹیاں تقسیم کرو
بخل بگذارید اگر آنِ منید
بخل سے توبہ کرو، اگر تم میرے ہو

خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں
ما سخی و اہل فُتُوّت بودہ ایم
ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید
انہوں نے فرمایا تم نے روٹی رواج اور عادت کی وجہ سے دی ہے
دست از بہر خدا نکشادہ اید
خدا کے لئے ہاتھ نہیں کھولا ہے

بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کے لئے (دیا ہے)
نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
نہ کہ خوف (خدا) اور پرہیزگاری اور نیازمندی کی وجہ سے

---

[1] عہد۔ زمانہ۔ حجر۔ پہاڑوں کے پتھر کو لکڑی کی طرح جلا رہی تھی۔ لانہ۔ گھونسلہ، بھڑوں کا چھتہ۔ آب۔ پانی خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اس سے آگ کیوں نہیں بجھ رہی ہے۔ آب و سرکہ۔ عرب میں گھروں میں پانی اور سرکہ کے مٹکے ہوتے تھے۔ استیزہ۔ جھگڑا، خصومت۔ لہب۔ شعلہ۔ بے حدے۔ یعنی قدرت الٰہی جو لامحدود ہے۔ عمر۔ میم پر تشدید ضرورتِ شعری کی وجہ سے ہے۔

[2] آیات۔ آیۃ کی جمع ہے، عذاب، علامت یعنی یہ تمہارے بخل کے گناہ کی سزا ہے۔ در بکشودہ ایم۔ غریبوں اور مسافروں کے لئے ہمارے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ فتوت۔ جوانمردی، مروت۔ عادت۔ یعنی تمہاری مہمان نوازی بطور عادت ہے بطور عبادت نہیں ہے۔ بوش۔ باء کے فتحہ اور شین معجمہ کے ساتھ۔ کروفر۔ نز۔ نہ از۔

مال تخم ست و بہر شورہ منہ
مال، بیج ہے، ہر شور زمین میں نہ ڈال

تیغ را در دست ہر رہزن مدہ
تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے

اہل دیں را باز داں از اہل کیں[1]
دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر

ہمنشینِ حق بجو با اُو نشیں
اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر، اس کا ہمنشین بن

ہر کسے بر قومِ خود ایثار کرد
ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے

خواجہ پندارد کہ اُو خود کار کرد
جناب سمجھتے ہیں کہ آپ نے (بڑا) کام کیا ہے

قصہ خیو انداختن خصم در روئے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے

وانداختن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شمشیر از دست

کا قصہ اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا

از علیؓ آموزِ اخلاصِ عمل
(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ

شیرِ حق را داں مطہر از دغل
اسد اللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ

در غزا بر پہلوانے دست یافت
جہاد میں (حضرتِ علی نے) ایک پہلوان پر قابو پا لیا

زود شمشیرے بر آورد و شتافت
جلد تلوار نکالی اور لپکے

اُو خیو انداخت بر روئے علیؓ
اس نے (حضرتِ) علیؓ کے منہ پر تھوک دیا

افتخارِ ہر نبیؑ و ہر ولیؒ
جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعث فخر ہیں

اُو خیو زد بر رُخے کہ روئے ماہ[2]
اس نے اس چہرے پر تھوکا کہ چاند

سجدہ آرد پیشِ اُو در سجدہ گاہ
اس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے

افتخارِ ہر ولی و ہر صفی
ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعث فخر (علیؓ) نے

کرد نارِ غیظ بر خود منطفی
اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ
(حضرتِ) علیؓ نے فوراً تلوار ڈال دی

کرد اُو اندر غزایش کاہلی
(اور) اس سے لڑنے میں سستی برتی

گشت حیراں آں مبارز زیں عمل
وہ جنگجو اس عمل سے حیران ہو گیا

وزنمودن عفو و رحمت بے محل
اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے (حیران ہو گیا)

گفت برمن تیغ تیز افراشتی
اس نے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اٹھائی

از چہ افگندی مرا بگذاشتی
(پھر) کس وجہ سے آپ نے پھینک دی، مجھے چھوڑ دیا؟

اہل کیں۔ یعنی خدا کے دشمن، بدکار۔ ایثار۔ اپنی ضرورت پر دوسرے کو ترجیح دے دینا۔ خیو۔ بفتح اول وضم تحتانی و واؤ معروف، تھوک۔ شیر حق۔ اسد اللہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ مطہر۔ پاک۔ دغل۔ کھوٹ، فساد۔ غزا۔ جہاد، مذہبی جنگ۔ افتخار۔ اچھے، چھوٹے بڑوں کے لئے باعث فخر ہوتے ہیں۔

روئے ماہ۔ حضرت علیؓ کا چہرہ چاند کے لئے بھی باعث تعظیم ہے لیکن اس نے یہ گستاخی کی۔ منطفی۔ بجھ جانے والا۔ کاہلی۔ سستی۔ مبارز۔ میدانِ جنگ میں مقابلہ کرنے والا، جنگجو۔ بے محل۔ لڑائی میں شفقت بے محل ہے۔

آنچہ دیدی بہتر از پیکارِ من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟
آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اس طرح آپ کا غصہ فرو ہو گیا؟
آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اسکے دیکھنے کے عکس سے میرے؟
آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں
آپ نے وہ کیا دیکھا؟ جو کون و مکاں سے برتر تھا
در شجاعت شیرِ ربّانیستی
بہادری میں آپ شیر خدا ہیں
در مروّت ابرِ موسائی بہ تیہ
مروت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان) تیہ میں
ابرہا گندم دہد کانرا بجہد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے
ابرِ موسیٰؑ پرِّ رحمت بر کشاد
(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کے ابر نے رحمت کا پر کھولا
از برائے پختہ خوارانِ[2] کرم
کرم (خداوندی) سے پختہ (کھانا) کھانے والوں کیلئے
تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا
تاہم ایشاں از خسیسی خاستند
پھر وہ بھی کمینہ پن سے، اٹھ کھڑے ہوئے
جملگی گفتند با موسیٰ ز آز
حرص کی وجہ سے سب نے (حضرت) موسیٰ سے کہا
زیں گدا روئی و حرص و آزِ شاں
ان کی اس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے

تا شدی تو ست در اشکارِ من
یہاں تک کہ آپ میرا شکار کرنے میں ست ہو گئے
تا چنیں برقے[1] نمود و باز جست
یہاں تک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہو گئی
در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
دل اور جان میں شعلہ نمودار ہو گیا
کو بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں
جو جان سے بھی پیارا تھا اور آپ نے میری جان بخشی کر دی
در مروّت خود کہ داند کیستی
مروت میں، کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟
کامد ازوے خوانِ نانِ بے شبیہ
جس کی وجہ سے بے نظیر روٹی کا خوان آیا
پختہ و شیریں کند مردم چو شہد
لوگ پکاتے ہیں اور شہد کی طرح میٹھا کر لیتے ہیں
پختہ و شیریں و بے زحمت بداد
پکا پکایا اور میٹھا (کھانا) بغیر محنت کے عطا کیا
رحمتش افراخت در عالم علم
اس کی رحمت نے عالم میں جھنڈا بلند کر دیا
کم نشد یک روز زاں اہلِ رجا
امیدواروں میں سے ایک روز (بھی) کم نہ ہوا
گندنا و ترّہ و خس خواستند
گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے
بقل و قثّا و عدس سیر و پیاز
سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہئے)
منقطع شد منّ و سلویٰ ز آسماں
آسمان سے من اور سلویٰ بند ہو گیا

---

1. برقے۔ یعنی غصہ کی بجلی۔ زاں عکس دید۔ اس چیز کے اثر سے میرے دل میں بجلی کوند گئی ہے۔ شیر ربانی۔ خدائی شیر، حضرت علیؓ کا لقب اسد اللہ ہے۔ تیہ۔ وہ جنگل بیابان تھا جس میں حضرت موسیٰؑ کی قوم بنی اسرائیل پر آسمان سے ابر بھی آیا اور من و سلویٰ بھی اترا تھا۔ ابرہا۔ یعنی معمولی ابر تو بارش برسا کر گیہوں پیدا کر دیتا ہے جس سے محنت اور مشقت کر کے انسان نفع اندوز ہوتا ہے، موسیٰؑ کے ابر کے ساتھ بغیر محنت کے من و سلویٰ اترا تھا۔
2. پختہ خواراں۔ یعنی جو پکا ہوا کھانا کھانے کے عادی تھے۔ آں عطا۔ یعنی من و سلویٰ۔ رجا۔ امید۔ خسیسی۔ کمینہ پن۔ گندنا۔ ایک سبزی ہے جو پکا کر کھائی جاتی ہے، اس میں لہسن کی سی بو ہوتی ہے۔ ترّہ۔ ساگ۔ خس۔ کاہو۔ آز۔ لالچ۔ بقل۔ سبزی۔ قثّا۔ ککڑی۔ عدس۔ مسور۔ سیر۔ لہسن۔ گدا روئی۔ گداگری۔

اُمت احمد کہ ہستند از کرام[1]
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت جو شرفاء میں سے ہے

چوں اَبِیتُ عِندَ رَبِّی فاش شد
جبکہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں، صاف آیا ہے

ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر
اس کو بغیر تاویل کے مان لے

زانکہ تاویل ست وا دادِ عطا
اس لئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے

آں خطا دیدن زضعف عقل اوست
وہ غلط سمجھنا اس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے

خویش را تاویل کن نہ اخبار[2] را
اپنی تاویل کر، حدیثوں کی تاویل نہ کر

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ
اے علیؓ! جو تم کہ مجسم عقل و نظر ہو

تیغ حلمت جانِ ما را چاک کرد
آپ کی بردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا

باز گو دانم کہ ایں اسرارِ ہوست
بتایئے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے

صانع بے آلت و بے جارحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے، صانع ہے

صد ہزاراں روح بخشد ہوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روحیں عطا کر دیتا ہے

صد ہزاراں مے چشاند روح را
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے

باز گو اے بازِ عرش و خوش شکار
اے عرش کے باز، بہترین شکار کرنے والے! بتایئے

ہست باقی تاقیامت آں طعام
(اس کے لئے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے

یُطعِمُ وَ یُسقِی کنایت زاں شد
وہ کھلاتا اور پلاتا ہے، حریہ سے کنایہ ہے

تا درآید در گلو چوں شہد و شیر
تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے

چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے

عقل کل مغزست و عقل جزو پوست
عقل کل مغز ہے اور عقل جزو چھلکا ہے

مغز را بد گوئی نے گلزار را
دماغ کو برا کہہ نہ کہ باغ کو

شمۂ وا گو از انچہ دیدۂ
جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو

آبِ علمت خاکِ ما را پاک کرد
آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا

زانکہ بے شمشیر کشتن کارِ اوست
اس لئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اسی کا کام ہے

واہب ایں ہدیہ ہائے رائحہ
وہ ان قیمتی تحفوں کا عطا کرنے والا ہے

کہ خبر نبود دو چشم و گوش را
(اس طرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

کہ خبر نبود دہاں را اے فتی
(اس طور پر) کہ اے نوجوان! منہ کو خبر نہیں ہوتی ہے

تاچہ دیدی ایں زماں از کردگار
آپ نے اس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا؟

[1] کرام۔ کریم کی جمع ہے، شریف، سخی۔ ابیت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی "میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے۔" آش۔ ہر رقیق غذا جو پی جائے۔ تاویل۔ کسی کلام کے ظاہری معنی چھوڑ کر کوئی دوسرے معنی مراد لینا۔ واداد۔ واپس لینا۔ عقل کل۔ یعنی وہ عقل جو آخرت کی باتیں سمجھے۔ عقل جزو۔ دنیاوی معاملات کی عقل۔

[2] اخبار۔ خبر کی جمع ہے، حدیث۔ اے علی۔ یہ اسی پہلوان کا قول ہے۔ شمہ۔ پارہ۔ حلم۔ بردباری۔ ہو۔ اللہ تعالیٰ۔ صانع۔ کام کرنے والا، بنانے والا، کاریگر۔ آلت۔ اوزار۔ جارحہ۔ ہاتھ۔ رائحہ۔ خوشبودار، قیمتی۔ خوش شکار۔ اچھا شکاری۔ کردگار۔ اللہ تعالیٰ۔

چشم تو اِدراکِ[1] غیب آموختہ
آپ کی نگاہ غیب کا ادراک سیکھے ہوئے ہے
آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں
ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم
ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے
چشم ہر سہ باز و گوشِ ہر سہ تیز
تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں
سحرِ غیب ست ایں عجب لطف خفی ست
یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے
عالم ار ہجدہ ہزارست و فزوں
عالم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ
راز بکشا اے علی مرتضیٰؓ[2]
اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے
یا تو وَاگو آنچہ عقلت یافت ست
یا تو آپ بتائیے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے
از تو برمن تافت چوں داری نہاں
آپ کی ذات سے مجھ پر منکشف ہوگیا ہے، چھپاتے کیوں ہیں؟
از تو برمن تافت پنہاں چوں کنی
آپ چھپاتے کیوں ہیں، آپ ہی سے مجھ پر واضح ہوگیا ہے
لیک اگر در گفت آید قرصِ ماہ
لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے
از غلط ایمن شوند و از ذہول
غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہو جائیں

چشمہائے حاضراں بر دوختہ
حاضرین (مجلس) کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں
واں یکے تاریک می بیند جہاں
ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے
ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بہم
یہ تینوں شخص ایک جگہ مستغرق ہوئے بیٹھے ہیں
در تو آویزان و از من در گریز
تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں
بر تو نقش گرگ و برمن یوسفی ست
تیرے لئے بھیڑیئے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی (نقش) ہے
ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابو میں نہیں ہیں
اے پس سُوْءُ الْقَضَا حُسْنُ الْقَضَا
اے وہ (ذات) جو بدقسمتی کے بعد خوش نصیبی بن گئی ہے
یا بگویم آنچہ برمن تافت ست
یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے
میفشانی نور چوں مہ بے زباں
آپ تو بغیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں
بے زباں چوں ماہ پرتو می زنی
آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کہے روشنی پھیلاتے ہیں
شبرواں را زود تر آرد براہ
تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے
بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آ جائے

---

[1] ادراک۔ پالینا، حاصل کرلینا۔ ماہے۔ چاند یعنی ذاتِ حق، سائل نے یہاں مشاہدۂ حق کے مختلف مرتبوں کا ذکر کیا ہے۔ سہ ماہ۔ ایک مشاہدۂ حق جس کو جمع بھی کہتے ہیں، دوسرے مشاہدۂ خلق جس کو فرق کہتے ہیں، تیسرے حق اور خلق کے مجموعہ کا مشاہدہ جس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ بہم۔ یعنی متفکرہ خیال میں مستغرق۔ در تو آویزاں۔ یعنی مشاہدۂ حق کرنے والا۔ صاحب جمع الجمع سے قریب اور صاحب فرق سے متنفر ہے۔ بر تو۔ یعنی خلق کا مشاہدہ صاحب فرق کے لئے مہلک اور صاحب جمع الجمع کے لئے عین ایمان ہے۔ عالم۔ یعنی عوالم کی کثرت کا ہر شخص مشاہدہ نہیں کرسکتا ہے۔

[2] مرتضیٰ۔ پسندیدہ، یہ حضرت علیؓ کا لقب ہے۔ سوء القضاء۔ بدقسمتی یعنی قتل کرنے کا ارادہ۔ حسن القضاء۔ خوش قسمتی یعنی معاف کرنے کا معاملہ اور ایمان کا سبب۔ تافت ست۔ یعنی وہ نور جو آپ منکشف ہوا ہے، اس کا عکس مجھ پر بھی پڑا ہے۔ بے زباں۔ یعنی بغیر کہے۔ پرتو می زنی۔ تم مظہر حقیقت ہو۔ شب رواں۔ رات کا مسافر جو چاند سے رہنمائی حاصل کرتا ہے۔ غول۔ چھلاوہ، مشہور ہے کہ وہ راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

ماہ[1] بے گفتن چو باشد رہنما — چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا

جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے — اگر بولے تو نور علی نور بن جائے

چوں تو بابی آں مدینہ علم را — چوں شعاعی آفتاب حلم را

جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں — جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں

باز باش اے باب بر جویائے باب — تا رسد از تو قشور اندر لباب

اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنے والے کیلئے کھلا رہ — تاکہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ کو پہنچ جائیں

باز باش اے بابِ رحمت تا ابد — بارگاہِ مَالَهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ — اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے

ہر ہواؔ ذرّہؔ خود منظرے ست — ناکشودہ کے بود کانجا درے ست[2]

ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے — جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے؟

تا نہ بکشاید درے را دید باں — در دروں ہرگز نہ گنجد ایں گماں

نگراں، جب تک دروازہ نہ کھول دے — یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے

چوں کشادہ شد درے حیراں شود — مرغِ امید و طمع پرّاں شود

جب دروازہ کھلتا ہے، حیران ہو جاتا ہے — امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے

غافلے ناگہ بویراں گنج یافت — سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت

ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا — اس کے بعد وہ ہر ویرانے کی طرف دوڑتا ہے

تا ز دُرویشے نیابی تو گہر — کے گہر جوئی ز دُرویش دگر

جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ مل جائے — تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈے گا؟

سالہا گر ظن دَوَد با پائے خویش — نگذرد زا شگافِ بینیہائے خویش

(تیرا) خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑے گا — تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا

تا نہ بینی بایدت از غیب بو — غیر بینی ہیچ می بینی بگو

جب تک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے — بتا، ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

سوال کردن از امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چوں بود کہ بر خون

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرتا کہ یہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے

---

[1] ماہ۔ چاند بغیر بولے رہنمائی کرتا ہے اگر بولنے لگے تو مزید رہنمائی کرنے لگے۔ بابی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے انا مدینۃ العلم و علی بابھا۔ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔'' قشور۔ قشر کی جمع ہے، چھلکا، یعنی بے علم۔ لباب۔ مغز، یعنی علم۔ کفو۔ ہمسر، شریک۔ احد۔ کوئی۔ ہر ہوا۔ یعنی مشاہدۂ حق کے لئے دروازہ کا کھلنا ہی ضروری نہیں ہے، کائنات کے ہر ہر ذرہ میں اس کا مشاہدہ ہو سکتا ہے لیکن پھر بھی دیدبان کی ضرورت ہے جیسا کہ اگلے شعر میں فرمایا ہے۔

[2] درے ست۔ یعنی جو دروازہ اسی لئے بنایا گیا ہے کہ آنے والے اس سے داخل ہوں، وہ بند نہیں کیا جاتا ہے۔ دیدباں۔ محافظ، یعنی شیخ کامل کے ذریعہ اطمینان حاصل ہوگا کہ ہر ذرہ کے ذریعہ مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ چوں کشادہ شد۔ مشاہد کو کیفیت حیرت لاحق ہوتی ہے اور وہ مزید انکشاف کے لئے کوشش کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ کسی کو ایک خزانہ مل جائے تو وہ شوق میں جنگلوں میں مزید خزانوں کی تلاش کرتا ہے۔ سالہا۔ شیخ کامل کے بغیر محض ذاتی جدوجہد سے کمال حاصل نہیں ہوتا ہے۔ تا بہ بینی۔ غیب سے مناسبت شیخ کامل کے ذریعہ ہو سکتی ہے۔

ہمچومنی مظفر شدی و شمشیر از دست انداختی و مرا نکشتی

کے قتل پر آپ قابو پا گئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی اور مجھے قتل نہ کیا

پس بگفت آں نو مسلمانِ[1] ولی
اس نو مسلم، ولی نے کہا

از سرِ مستی و لذت یا علیؓ
حضرت علیؓ سے لذت اور سرمستی کی حالت میں

کہ بفرما یا امیر المومنین
کہ اے امیر المومنین! فرمایئے

تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
تا کہ روح جسم میں وجد کرے، پیٹ کے بچہ کی طرح

ہفت اختر مر جنیں را مدتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی

میکنند اے جاں بنوبت خدمتے
باری باری خدمت کرتے ہیں، اے جان!

چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آ جائے

آفتابش آں زماں گردد معیں
اس وقت سورج اس کا مددگار بنتا ہے

چوں جنیں را نوبت تدبیر و رُو
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آ جاتا ہے

از ستارہ سوئے خورشید آید اُو
تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آ جاتا ہے

ایں جنیں در جنبش آید زآفتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے

کآفتابش جاں ہمی بخشد شتاب
چونکہ آفتاب جلد اس کو روح بخشتا ہے

از دگر انجم بجز نقشے نیافت
(اس پیٹ کے بچہ نے) دوسرے ستاروں سے صورت کے علاوہ کچھ نہ پایا

ایں جنیں تا آفتابش بر نتافت
اس طرح جب تک کہ اس پر سورج نہیں چمکا

از کدامیں رہِ تعلق یافت اُو
کس راستہ سے اس کو تعلق پیدا ہوا؟

در رحم با آفتابِ خوبرو
رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے

از رہِ پنہاں کہ دور از حس ماست
اس مخفی راستہ سے جو ہمارے ادراک سے دور ہے

آفتابِ چرخ را بس راہہاست[2]
آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں

آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو
وہ راستہ ہے کہ سونا اس سے غذا حاصل کرتا ہے

واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو
وہ راستہ ہے کہ اس سے پتھر یاقوت بن جاتا ہے

آں رہے کہ سرخ سازد لعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سرخ بناتا ہے

واں رہے کہ برق بخشد نعل را
وہ راستہ ہے کہ جو نعل کو برق عطا کرتا ہے

---

1. نو مسلم۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہوا ہو اور پھر مسلمان ہوا ہو۔ جنیں۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہے ہفت اختر۔ ماں کے پیٹ میں بچہ کی تدبیر اور نشو و نما میں مختلف ستاروں کا دخل ہوتا رہتا ہے، روح پڑنے کے وقت سورج مدبر بنتا ہے۔ جس کی وجہ سے بچہ میں روحِ حیوانی آ جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سورج قرار دے کر جنین ایمانی میں روح پیدا کر دینے کی تمنا کا اظہار ہے۔ نوبت۔ باری۔ معین۔ مددگار۔ شتاب۔ جلد۔ بجز۔ نقشے، سورج کے علاوہ دوسرے ستارے صرف جسمانی نشو و نما کی تدبیر کرتے ہیں۔ او۔ یعنی ماں کے پیٹ کا بچہ، جنین۔
2. راہہا۔ سورج کائنات میں بہت سی راہوں سے اثر انداز ہے، یہ مخفی راہ جس سے وہ ماں کے پیٹ کے بچہ پر اثر انداز ہے ہم حواس کے ذریعہ اس کا ادراک نہیں کر سکتے، یہی وہ راہ ہے کہ سورج کان میں سونے کی پرورش کرتا ہے، اسی راہ سے اس کے ذریعہ پتھر یاقوت بن جاتا ہے، لعل میں سرخی اسی راہ سے آتی ہے، گھوڑے کے نعل میں رگڑ کے وقت اسی راہ سے سورج کی تاثیر ہوتی ہے جس سے آگ پیدا ہو جاتی ہے۔ میوہ را۔ میووں کی پختگی سورج کی تاثیر سے ہے۔

آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را — واں رہے کہ دل دہد[1] کالیوہ را

وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے — وہ راستہ ہے کہ حیران کو، دل عطا کرتا ہے

باز گو اے بازِ پر افروختہ — با شہ و با ساعدش آموختہ

بتایئے، اے پر کھولے ہوئے باز! — جو بادشاہ اور اس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے

باز گو اے بازِ عنقا گیر شاہ — اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ

بتایئے، اے عنقاء کو شکار کرنے والے شاہی باز! — اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!

امت وحدی یکے و صد ہزار — باز گو اے بندہ بازت را شکار

آپ تنہا ایک امت ہیں، ایک ہیں اور لاکھوں ہیں — بتایئے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے!

در محل قہر ایں رحمت زچیست — اژدہا را راہ دادن راہِ کیست

قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟ — اژدہے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

جواب دادنِ امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سبب

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو

افگندنِ شمشیر از دست چہ بود در آنحالت

ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من از تیغ پے حق میزنم — بندۂ حقم نہ مامورِ تنم

فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں — میں خدا کا بندہ ہوں، اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں

شیرِ حقم، نیستم شیر ہوا — فعل من بر دین من باشد گوا

میں اسد اللہ ہوں، خواہش نفسانی کا شیر نہیں ہوں — میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا

مَارَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب — من چو تیغم واں زنندہ آفتاب[2]

جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں — میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے

رخت خود را من زرہ برداشتم — غیر حق را من عدم انگاشتم

راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹا لیا — خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے

سایہ ام من کے جدا ام ز آفتاب — حاجبم من نیستم او را حجاب

میں سایہ ہوں، سورج سے کب جدا ہوں؟ — میں (دربار کا) دربان ہوں، اسکے لئے پردہ نہیں ہوں

---

1. دل دہد۔ حوصلہ بڑھاتا ہے۔ کالیوہ۔ حیران، احمق۔ باشہ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قرب الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ امت وحدی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے کہ ابراہیم تنہا ایک قوم تھے۔ اژدہا۔ سانپ کو تو مار ڈالنا چاہئے، اس کو بھاگنے کا راستہ نہ دینا چاہئے، تو آپ کو چاہئے تھا کہ مجھ جیسے دشمن کو قتل کر ڈالتے۔ پے حق۔ یعنی میرا جہاد صرف اللہ کے لئے ہے۔ مَارَمَیْتَ۔ آنحضورﷺ نے غزوہ بدر میں کفار کی طرف ایک مٹھی کنکریاں پھینکیں جس سے کفار سراسیمہ ہو گئے، قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا ہمارا کام تھا جس کی یہ تاثیر ہوئی۔

2. آفتاب۔ یعنی اللہ تعالیٰ، جب بندہ کوئی کام اللہ کی عین مرضی کے مطابق کرتا ہے تو اس کام کو اللہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ رخت۔ اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں میری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ سایہ ام۔ خدا کی مرضیات میں بالکل خدا کے تابع ہوں جس طرح سایہ سورج کے تابع ہے۔ حاجب۔ دربان، جس کا کام دربار تک پہنچانا ہے۔

من چو تیغم پُر گہر ہائے وصال[1]
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں

زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں، قتل نہیں کرتا ہوں

خوں نپوشد گوہر تیغ مرا
میری تلوار کے جوہر کو، خون نہیں چھپا سکتا ہے

باد از جا کے برد میغ مرا
میرے ابر (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے

کہ نیَم کوہم زصبر و حلم و داد
میں تنکا نہیں ہوں، صبر اور حلم اور انصاف کا پہاڑ ہوں

کوہ را کے در رباید تند باد
تیز ہوا، پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

آنکہ از بادے رود از جا خسے ست
جو ہوا سے جگہ سے ہل جائے، وہ تنکا ہے

زانکہ بادِ ناموافق خود بسے ست
اس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں

بادِ خشم و بادِ شہوت بادِ آز
غصہ کی ہوا، اور شہوت کی ہوا، حرص کی ہوا

بُرد اُو را کو نبود اہل نماز
اس شخص کو جنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو

بادِ حرص و بادِ کینہ بادِ آز
حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا، ہوس کی ہوا

بُرد اُو را کو نبود اہل نیاز
اس کو اڑا لے گئی جو نیازمند نہ تھا

بادِ کبر و بادِ عجب و بادِ خلم
تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبک سری کی ہوا

بُرد اُو را کو نبود از اہل علم
اس کو اڑا لے گئی اس لئے کہ وہ اہل علم میں سے نہ تھا

کوہم و ہستی من بنیادِ اُوست
میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اس کی بنیاد ہے

وَر شوم چوں کاہ بادم بادِ اوست
اگر میں تنکا بنوں تو میرے لئے ہوا اسکی جانب سے ہے

جز ببادِ او نجنبد میل من
اس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے

نیست جز عشق احد سرخیل من
عشق الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے

خشم بر شاہاں شہ و مارا غلام
غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے

خشم را من بستہ ام زین و لگام
میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے

تیغ حلمم گردنِ خشمم زدست
میری بردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے

خشم حق بر من ہمہ رحمت شدست
مجھ پر اللہ کا غصہ مجسم رحمت بن گیا ہے

غرقِ نورم گرچہ سقفم[2] شد خراب
میں نور میں غرق ہوں اگرچہ میرا جسم تباہ ہے

روضہ گشتم گرچہ ہستم بو تراب
میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابوتراب ہوں

---

1. وصال۔ بادشاہوں کی تلواروں میں موتی جڑے ہوئے ہوتے ہیں، میری تلوار کا زیور خدا کا وصال ہے۔ زندہ گردانم۔ میرے جہاد کا مقصد اصلی قتل کرنا نہیں ہے بلکہ راہ حق دکھا کر جاوید زندگی دینا ہے۔ کہ نیَم۔ میں گھاس کا تنکا نہیں ہوں۔ زانکہ۔ تنکا ہر ناموافق ہوا کے ساتھ اڑ جاتا ہے۔ آنکہ۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ خلم۔ بجائے تجمہ، سبک سری، آپ بتی۔ بنیاد اوست۔ یعنی میں حلم اور بردباری کا پہاڑ ہوں اور میرا وجود اس علم کی جڑ اور بنیاد ہے۔ باد اوست۔ یعنی اللہ کی ہوا کے لئے میں بمنزلہ تنکے کے ہوں۔ خشم۔ غصہ، بادشاہوں پر حکمراں ہے میں نے اس کو قابو میں کرلیا ہے۔
2. سقف۔ چھت، اس جگہ بدن مراد ہے۔ بوتراب۔ مٹی والا، ایکبار حضرت علیؓ حضرت فاطمہؓ سے رنجیدہ ہو کر مسجد نبوی کے کچے فرش پر جالیٹے، پسینہ آیا تو زمین کی مٹی آپ کے بدن پر لگ گئی۔ آنحضور ﷺ کو معلوم ہوا تو آنحضور ﷺ نے مسجد میں پہنچ کر آپ کی کمر سے مٹی صاف کرنی شروع کی اور محبت سے فرمایا قم یا ابا تراب" اے مٹی میں سنے ہوئے کھڑا ہو جا" اس روز سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا لقب ابوتراب پڑ گیا۔

چوں درآمد علتے اندر غزا
جہاد میں جب ایک علت پیدا ہو گئی

تیغ را دیدم میاں کردن سزا
میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کر لوں

تا احبَّ[1] لِلّٰہِ آید نامِ من
تاکہ میرا نام احب للہ میں ہو جائے

تاکہ ابغض لِلّٰہ آید کامِ من
تاکہ میرا مقصد ابغض للہ ہو جائے

تاکہ اعطیٰ لِلّٰہ آید جودِ من
تاکہ میری بخشش اعطیٰ للہ ہو جائے

تاکہ امسک لِلّٰہ آید بودِ من
تاکہ میرا وجود امسک للہ بن جائے

بخل من للہ عطا للہ و بس
میرا بخل کرنا اللہ کیلئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے

جملہ للہ ام نیم من آنِ کس
میں مجسم اللہ کے لئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

للہ انچہ می کنم تقلید نیست
میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لئے ہے تقلید نہیں ہے

نیست تخییل و گماں، جز دید نیست
خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے

زاجتہاد و از تحری رستہ ام
میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں

آستیں بر دامنِ حق بستہ ام
میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کر دی ہے

گر ہمی پرم ہمی بینم مطار
اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے

ورہمی گردم ہمی بینم مدار
اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے

ورکشم بارے بدانم تا کجا
اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہاں تک (اٹھانا ہے)

ماہم و خورشید پیشم پیشوا
میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج راہنما ہے

بیش ازیں[2] با خلق گفتن روئے نیست
مخلوق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے

بحر را گنجائے اندر جوئے نیست
نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے

پست می گویم باندازہ عقول
عقلوں کے اندازہ سے گرکر میں بات کہتا ہوں

عیب نبود ایں بود کارِ رسول
عیب نہیں، یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے

از غرض حرم گواہی حر شنو
میں غرض سے آزاد ہوں، آزاد کی گواہی سنو

کہ گواہی بندگاں نرزد بجو
اس لئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جو کے بھی برابر نہیں

---

[1] اَحب۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَ اَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَ مَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِ اسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ "جس شخص نے کسی سے محض اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے بغض کیا اور کسی کو محض اللہ کے لئے دیا اور محض اللہ کے لئے نہ دیا، اس نے اپنے ایمان کو مکمل کرلیا یعنی ان کاموں میں اس کی ذاتی غرض شامل نہ ہو تو وہ خاصانِ خدا میں سے ہے۔ تقلید نیست۔ یعنی عمل کا یہ اخلاص لوگوں کی دیکھا دیکھی نہیں ہے بلکہ یہ میرا عین الیقین ہے۔ گرہمی پرم۔ قرب الٰہی کے نور کی وجہ سے میرا ہر کام علی وجہ البصیرت ہے۔ ماہم۔ میں ہر وقت اللہ تعالیٰ سے نور کا کسب کرتا رہتا ہوں۔

[2] بیش ازیں۔ یعنی جس میں اپنے بارے میں کہہ چکا ہوں اس سے زیادہ کہنے کا موقع نہیں ہے۔ بخاری شریف میں حضرت علیؓ کا قول منقول ہے حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ و رسولہ "لوگوں سے وہی باتیں کہو جو وہ سمجھ سکیں کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلا دیا جائے، یعنی عوام کے لئے ناقابل فہم باتیں کرو گے تو وہ ان باتوں کی تکذیب کر دیں گے۔ از غرض۔ یعنی میں اپنی ان باتوں پر دلائل تو قائم نہیں کرتا ہوں کیونکہ یہ ذوقی باتیں خود گواہی دیتا ہوں اور چونکہ میں آزاد ہوں، آزاد شخص کی گواہی شریعت میں معتبر ہوتی ہے جو خود اپنی جگہ دلیل ہوتی ہے۔

در شریعت مر گواہی بندہ را　　نیست قدرے وقت دعویٰ و قضا
غلام کی گواہی کی شریعت میں　　دعویٰ اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے
گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ　　بر نسنجد شرع ایشانرا بکاہ
اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں　　شریعت ان کو تنکے کا (بھی) ہموزن نہیں سمجھتی
بندۂ شہوت بتر نزدیک حق　　از غلام و بندگانِ مسترق[1]
اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے　　رقیق بنائے ہوئے غلاموں سے
کایں بیک لفظے شود از خواجہ حر　　واں زید شیریں و میرد سخت مُر
اسلئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد ہو جاتا ہے　　اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر تلخی سے مرتا ہے
بندۂ شہوت ندارد خود خلاص　　جز بفضل ایزد و انعامِ خاص
شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے　　بجز اللہ تعالٰی کے فضل اور خاص انعام کے
در چہے افتاد کو را غور نیست　　واں گناہِ اُوست جبر و جور نیست
وہ ایسے کنویں میں گرا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے　　وہ اس کی خطا ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے
در چہے انداخت اُو خود را کہ من　　در خورِ قعرش نمی یابم رسن
اس نے اپنے آپ کو ایسے کنویں میں گرا دیا ہے کہ مجھے　　اس کی گہرائی کے بقدر رسی نہیں ملتی ہے
چوں گناہِ اُوست اے جاں چوں کنم　　کہ ورا از قعر چہ بیروں کنم
جب اس کی خطا ہے اے پیارے! میں کیا کروں؟　　کہ اس کو کنویں کی گہرائی سے باہر نکالوں
بس کنم گر ایں سخن افزوں شود　　خود جگر چہ بود کہ خارا[2] خوں شود
بس کرتا ہوں، اگر یہ بات بڑھی　　تو جگر کیا ہوتا ہے، سنگ خارا بھی خون بن جائے گا
ایں جگرہا خوں نشد از سختی ست　　غفلت و مشغولی و بدبختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اس کی وجہ سختی ہے　　غفلت اور مصروفیت کی بدبختی ہے
خوں شود روزیکہ خونش سود نیست　　خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
اس دن خون بنے گا جبکہ خون بننا مفید نہیں ہے　　اب اس وقت خون بن جبکہ خون بننا نامقبول نہیں ہے
چوں گواہی بندگاں مقبول نیست　　عدل آں باشد کہ بندہ غول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے　　عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے

1. مسترق۔ رقیق یعنی غلام بنایا ہوا۔ کایں۔ یعنی غلام اور رقیق کو اگر اس کا آقا انت حر کہہ دے تو فوراً آزاد ہو جاتا ہے لیکن شہوت کا غلام موت تک غلام رہتا ہے۔ چہ۔ یعنی گمراہی کا کنواں۔ رسن۔ کنویں کی رسی۔ چوں کنم۔ میں کیا کروں۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ قعر چہ۔ کنویں کی گہرائی۔ ایں سخن۔ یعنی گناہوں کی بنا پر قساوتِ قلبی کا بیان۔
2. خارا۔ پتھر کی ایک سخت قسم ہے۔ ایں جگرہا۔ قرآن نے قساوتِ قلبی کا بیان کیا اور کفار کے دل خون نہ ہوئے اس کی وجہ ان کی قساوتِ قلبی کی انتہا تھی۔ خوں شود۔ ان قسی القلب لوگوں کے جگر بھی خون ہوں گے لیکن وہ قیامت میں ہوں گے جبکہ ندامت اور خونِ جگر بہانے سے کوئی نفع نہ ہوگا۔ عدل۔ گواہی کے لئے عدالت شرط ہے جس کے لئے حریت ضروری ہے، تو شیطان کا غلام عدل نہ کہلائے گا اور اس کی گواہی معتبر نہ ہوگی۔

گفت[1] اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا در نُذُر
قرآن میں اَرْسَلْنَاکَ شَاهِدًا فرمایا ہے
چونکہ حُرّم خشم کے بندد مرا
جبکہ میں حر ہوں تو غصہ مجھے کب قیدی بنا سکتا ہے؟
اندر آ کازاد کردت فضل حق
اندر آجا، اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کر دیا ہے
اندر آ اکنوں کہ رَستی از خطر
اندر آجا، اب تو خطرے سے نجات پا گیا ہے
رستۂ از کفر و خارستانِ او
تو کفر اور اس کے خارستان سے نجات پا گیا ہے
تو منی و من توام اے محتشم
تو میں ہے اور میں تو ہے اے معزز
معصیت کردی بہ از ہر طاعتے
تو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے
بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی
نے عمر را قصدِ آزارِ رسول
کیا عمرؓ کو رسول (ﷺ) کے ستانے کے ارادہ نے
نے بسحرِ ساحراں فرعونِ شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو ان کے جادو کی وجہ سے
گر نبودے سحرِ شان و آں جحود
اگر ان کا جادو اور ان کی سرکشی نہ ہوتی
کے بدیدندے عصا و معجزات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے؟

زانکہ بود از کونِ او حُرّ ابن حُرّ
کیونکہ وہ (آنحضور ﷺ) پیدائش سے حر ابن حر تھے
نیست اینجا جز صفاتِ حق درآ
یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے، اندر آ
زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
کیونکہ اس کی رحمت اس کے غصہ پر سبقت لے گئی ہے
سنگ بودی کیمیا کردت گہر
تو پتھر تھا، تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے
چوں گلے بشگفتہ در بستانِ او
اس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے
تو علیؓ بودی علیؓ را چوں کشم
تو علیؓ تھا، علیؓ کو میں کیسے قتل کردوں؟
آسماں[2] پیمودۂ در ساعتے
تو نے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا
نے زخارے بَردمد اوراقِ ورد
کیا گلاب کی پتیاں کانٹے سے نہیں نکلتی ہیں؟
می کشیدش تا بدرگاہِ قبول
قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا
می کشید و گشت دولت عونِ شاں
نہیں بلایا، اور خوش نصیبی ان کی مددگار بنی
کے کشیدے شاں بفرعونِ عنود
عنادی فرعون انہیں کب بلاتا؟
معصیت طاعت شُد اے قومِ عصات
اے نافرمانو! معصیت، طاعت بن گئی

[1] گفت۔ قرآن پاک میں انا ارسلناک شاهدًا اے رسول! ہم نے تمہیں گواہ بنا کر بھیجا ہے۔ حر بن حر۔ آزاد، آزاد کا بیٹا۔ جز صفات حق۔ یعنی اب میں خدائی اخلاق اور صفات کا حامل ہوں۔ سبق۔ سبقت، حدیث قدسی ہے ان رحمتی سبقت غضبی بے شک میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ خطر یعنی کفر اور قتل کے خطرات۔ کیمیا۔ یعنی فضل خداوندی۔ بستان۔ باغ یعنی بندگانِ خاص۔ تو منی۔ یعنی اب تو اور میں ہم مشرب اور ہم مذہب ہوگئے ہیں۔ معصیت۔ قتل کا ارادہ جو مسلمان ہونے کا سبب بن گیا۔

[2] آسمان۔ یعنی انتہائی عروج حاصل ہوگیا۔ خجستہ۔ بابرکت۔ اوراق ورد۔ گلاب کے پھول کی پتیاں۔ نے۔ وہ مثالیں بیان کی گئی ہیں جن میں گناہ نجات کا سبب بنا ہے۔ عمر۔ حضرت عمرؓ آنحضور ﷺ کو ایذا پہنچانے چلے تھے اور مسلمان ہوگئے، فرعون کے جادوگر حضرت موسیٰ کے مقابلے کے لئے آئے اور مسلمان ہوگئے۔ عون۔ مددگار۔ جحود۔ انکار، کفر۔ عنود۔ سرکش۔ عصا۔ حضرت موسیٰ کا عصا۔ عصات۔ عاصی کی جمع ہے بمعنی گنہگار۔

نا اُمیدی را خدا گردن زدست
نا امیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے

چوں گناہ[1] و معصیت طاعت شدست
جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے

چوں مُبَدّل می کند اُو سیّئات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دینا چاہتا ہے

عین طاعت می کند رغم وُشات
تو (انکو) چغل خوروں کے علی الرغم عین اطاعت بنا دیتا ہے

زیں شود مرجوم شیطانِ رجیم
اس سے شیطان رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے

وزحسد اُو بطرقد گردد دو نیم
اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے، دو ٹکڑے بن جاتا ہے

اُو بکوشد تا گناہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرا دے

زاں گنہ مارا بچاہے آورد
اس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنویں میں گرا دے

چوں بہ بیند کاں گنہ شد طاعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا

گردد اُو را نامبارک ساعتے
اس کے لئے بڑا نحوس وقت ہوتا ہے

اندر آ من در کشادم مَر ترا
اندر آجا، میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے

تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
تو نے تھوکا، میں نے تجھے تحفہ دیا

من جفا گر را چنیں ہا می دہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں

پیش پائے حُب چساں سَر می نہم
(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکوں گا

پس[2] وفا کر راچہا بخشم بداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا، سمجھ لو

گنجہا و ملکہائے جاوداں
خزانے اور لازوال ملک (دوں گا)

جاودانہ بادشاہی بخشمش
اس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا

آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اس کو وہ دوں گا

من چُناں مَردم کہ بر خونی خویش
میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی

نوشِ لُطف من نشد در قہر نیش
میری مہربانی کا شہد، قہر کا ڈنک نہیں بنا

گفتن حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم بگوشِ رکابدارِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور ﷺ کا کان میں کہنا کہ

کہ کشتن علی رضی اللہ عنہ بردست تو خواہد بود خبرت کردم
علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی، میں نے تجھے بتا دیا ہے

گفت پیغمبرؐ بگوشِ چاکرم
میرے خادم کے کان میں پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا

کو بُرد روزے ز گردن ایں سَرم
کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر قلم کرے گا

---

1. چوں گناہ۔ جب اللہ کے کرم سے سیئات بھی حسنات بن جاتے ہیں تو گنہگاروں کو مایوس نہ ہونا چاہئے۔ سیئات۔ سیئہ کی جمع ہے، گناہ۔ وشات۔ واشی کی جمع ہے، چغلخور یعنی مخالف۔ رغم۔ خاک آلود ہونا یعنی کسی کی منشاء کے خلاف کام کا ہونا۔ زیں شود۔ شیطان کا مقصد گناہ کرا کر تباہ کرنا ہے جب گناہ طاعت بن جاتا ہے تو اس کو انتہائی صدمہ ہوتا ہے۔ تف۔ تھوک۔
2. پس۔ یعنی جب مخالفوں سے یہ برتاؤ ہے تو دوستوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کروں گا۔ خونی۔ قاتل۔ نوش۔ شہد، تریاق۔ نیش۔ کچلی، ڈنک۔ رکابدار۔ خادم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ابن ملجم خارجی کے ہاتھوں ہوئی ہے جو کہ صحابی نہ تھا اس صورت میں اس قصہ کی تصدیق صحیح روایات سے نہیں ہوتی ہے۔ چاکر۔ خادم۔

کرد آگہ آں رسول از وحی دوست[1]
رسول اللہ (ﷺ) نے وحی کے ذریعہ آگاہ کر دیا
کہ ہلاکم عاقبت بردستِ اُوست
کہ میری ہلاکت انجام کار اس کے ہاتھ سے ہو گی

اوہمی گوید بکش پیشیں مرا
وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالئے
تانیاید از من ایں منکر خطا
تا کہ ایسی بری خطا مجھ سے نہ ہو

من ہمی گویم چو مرگِ من ز تست
میں (اس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے
با قضا من چوں توانم حیلہ جست
قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں، میں کیا تدبیر کر سکتا ہوں؟

اوہمی اُفتد بہ پیشم کاے کریم
وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا!
مَر مراکُن از برائے حق دو نیم
خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے

تا نیاید برمن ایں انجامِ بد
تا کہ میرا یہ برا انجام نہ ہو
تانسوزد جانِ من بر جانِ خود
تا کہ میں اپنے اوپر نہ جلوں

من ہمی گویم برو جفّ القلم
میں کہتا ہوں، جا، قلم خشک ہو چکا ہے
زاں قلم بس سرنگوں گردد علم
اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہوئے ہیں

ہیچ بُغضے نیست در جانم ز تو
میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے
زانکہ ایں رامن نمیدانم ز تو
اسلئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں

آلتِ حقی تو، فاعل دستِ حق
تو اللہ تعالیٰ کا آلۂ کار ہے، اور کرنے والا خدا ہے
چوں زنم بر آلت حق طعن و دق
میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گرز رانی کیسے کروں؟

گفت اُو پس آں قصاص از بہر چیست
اس نے کہا، تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟
گفت ہم از حق و آں سرِّ خفیست[2]
کہا وہ بھی اللہ (تعالیٰ) کیجانب سے ہے اور وہ مخفی راز ہے

گر کُند بر فعلِ خود حق اعتراض
اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہے
زِاعتراضِ خود برو یاند ریاض
اپنے اعتراض سے وہ باغ اگا دیتا ہے

اعتراض اُو را رسد بر فعلِ خود
اس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے
زانکہ در قہرست و در لطف اُو احد
کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے

اندریں شہر حوادث میر اُوست
حوادث کی اس دنیا میں وہی حکمران ہے
در ممالک مالک تدبیر اُوست
ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے

---

[1] دوست۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ اوست۔ یعنی وہی خادم۔ منکر خطا۔ بری خطا، یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قتل۔ حیلہ۔ تدبیر۔ جف القلم۔ حدیث شریف میں ہے جف القلم بما انت لاق "جو تیرے ساتھ ہونے والا ہے اس کو لکھ کر قلم قدر خشک ہو چکا ہے" یعنی تقدیر کا لکھا اب نہیں مٹ سکتا ہے۔ سرنگوں۔ یعنی اقبال مند، ادبار میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ علم۔ جھنڈا۔ آلت۔ اوزار، آلۂ کار۔ قصاص۔ خون کا بدلہ، یعنی جبکہ قاتل خود نہیں قتل کرتا ہے تو قاتل سے بدلہ کیوں لیا جاتا ہے۔

[2] وآں۔ قاتل کو صدورِ قتل سے قبل قتل کرنا اضطرارِ محض پر قتل کر دینا ہے اور جب اس سے قتل صادر ہو چکا ہو تو اس کا اختیار بھی کارفرما ہوا لہٰذا اب اس کا قتل عین حکمت ہے، رہی یہ بات کہ ہے بہر حال وہ بھی آلہ صدورِ قتل سے قبل بھی اور بعد میں بھی اور اللہ نے اب قصاصاً اس کو قتل کرنے کا حکم فرما دیا تو اللہ کو اختیار ہے کہ اپنے ایک آلہ کو خود توڑ ڈالے۔ اعتراض۔ یعنی اپنے کسی کو اب خلاف مصلحت قرار دے دے اور اس کی بجائے دوسرا حکم دے دے تو وہ اس دوسرے حکم پر مصلحتوں کے باغ کھلا دیتا ہے۔

آلت خود را اگر خود بشکند
اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے
آں شکستہ گشتہ را نیکو کند
اس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے

رمز نَنْسَخْ آیَةً اَوْ نُنْسِهَا[1]
ما ننسخ آیۃ او ننسھا کے اشارے
نَاتِ خَیْراً در عقب می داں مہا
کے بعد نَاتِ بِخَیْرٍ مِنْهَا کو سمجھ لے۔ اے بزرگ!

ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد
جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے
او گیا برد و عوض آورد ورد
(تو) اسنے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گلاب لایا ہے

شب کند منسوخ نورِ روز را
رات، دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے
چوں جمادے داں خرد افروز را
عقلمند کو، پتھر کی طرح سمجھ

باز شب منسوخ شد از نورِ روز
پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی
تا جمادی سوخت زاں آتش فروز
یہانتک کہ اس حرارت پیدا کرنیوالے کیوجہ سے پتھریلا پن ختم ہو گیا

گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات
اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے
نے دورنِ ظلمت ست آبِ حیات
(تو) کیا آبِ حیات تاریکی میں نہیں ہے؟

نے دراں ظلمت خرد ہا تازہ شد
کیا اس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہو گئیں
سکتۂ[2] سرمایۂ آوازہ شد
کیا خاموشی، شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

کہ زضدہا ضدہا آید پدید
کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں
در سویدا روشنائی آفرید
دل کے کالے نقطہ میں نور پیدا فرمایا ہے

جنگ پیغمبر مدارِ صلح شد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ صلح کا دارومدار ہوئی
صلح ایں آخر زماں زاں جنگ بد
اس اخیر زمانہ کی صلح، اسی جنگ کی وجہ سے تھی

صد ہزاراں سر برید آں دلستاں
اس محبوب نے لاکھوں سر قلم کر دیئے
تا اماں یابد سرِ اہلِ جہاں
تاکہ دنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو

باغباں زاں می برد شاخِ خضر
باغباں، سبز شاخ اس لئے کاٹ دیتا ہے
تا بیابد نخل قامتہا و بر
تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے

می کند از باغ آں دانا حشیش
وہ سمجھدار، باغ میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے
تا نماید باغ و میوہ خرمیش
تاکہ باغ اور پھل اپنی تر و تازگی نمایاں کر سکے

---

1. ننسخ۔ تشریع میں جو تبدیلی ہوتی ہے وہ مصلحتوں سے پُر ہوتی ہے، خود فرمادیا ہے۔ ما ننسخ من ایۃ او ننسھا نات بخیر منھا "ہم جب کیا آیت کو منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں تو اس سے بہتر لے آتے ہیں۔" شب کند۔ تکوینیات میں بھی جب اللہ کوئی تغیر فرماتا ہے تو اس میں مصلحت ہوتی ہے۔ چوں۔ عقل انسانی بیکار پتھر جیسی ہو جاتی ہے۔ گرچہ ظلمت۔ بظاہر نور کی تبدیلی کے بعد ظلمت کی آمد کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتی لیکن جانداروں کو حقیقتاً اسی سے آبِ حیات حاصل ہوتا ہے اور تمام قوی از سر نو تر و تازہ ہو جاتے ہیں۔

2. سکتہ۔ رات میں انسان خاموش رہا، عقل و خرد تازہ ہوئی جو اس کی شہرت کا سبب بنی ہے۔ زضدہا۔ یہاں سے مولانا نے دیگر تغیرات کا ذکر فرمایا ہے جو چیزیں باہمی مقابل ہیں، ایک چیز جاتی ہے تو اس کے مقابلہ کی دوسری چیز نمودار ہو جاتی ہے۔ سویدا دکالا نقطہ، اس سے قلب کا کالا نقطہ اور نور سے نورِ عقل مراد ہے یا سیاہ پتلی اور نور سے نورِ نظر مراد ہے۔ جنگ پیغمبر۔ آنحضور ﷺ کے جس قدر غزوات ہیں ان میں بظاہر تخریب ہے لیکن دراصل تعمیر ہے۔ باغباں۔ مالی شاخیں تراشتا ہے اور گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے، اس کی وجہ سے باغ میں پھل اور پھول کی کثرت ہوتی ہے۔

می کند دندانِ بد را آں طبیب
مریض کے دانت کو ڈاکٹر اکھاڑ دیتا ہے
تا رہد از درد و بیماری حبیب
تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پا جائے

پس زیادتہا درونِ نقصہاست
پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں
مر شہیداں را حیات اندر فناست
شہیدوں کی زندگی، فنا ہو جانے میں ہیں

چوں بُریدہ گشت حلق رزق خوار
جب رزق کھانے والا حلق کٹ گیا
یُرزَقُوْنَ یَفْرَحُوْنَ آید گوار
تو یُرزقون یفرحون خوشگوار ہو کر آ جاتا ہے

حلق حیواں چوں بُریدہ شد بعدل
جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا
حلق انساں رُست و افزائید فضل
انسان کے حلق نے نشو ونما پائی اور اسکی فضیلت بڑھ گئی

حلق انسان چوں بُریدہ شد ببیں
جب انسان کا گلا کٹا، غور کر
تاچہ زاید کن قیاس آں را بدیں
وہ کیا اضافہ کرے گا، اس کو اس پر قیاس کر لے

حلق ثالث زاید و تیمارِ او
تیسرا حلقوم پیدا کرے گا اور اس کی تیمارداری
شربت حق باشد و انوارِ او
اللہ (تعالیٰ) کے شربت اور اس کے انوار سے ہوگی

حلق ببریدہ خورد شربت و لے
کٹا ہوا حلقوم شربت پیتا ہے، لیکن
حلق از لا رُستہ مُردہ در بلے
وہ حلق جو لا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو

بس کن اے دوں ہمت کوتہ بنان
اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر
تاکیت باشد حیاتِ جاں بنان
روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہے گی؟

زاں نداری میوہ مانند بید
بید کی طرح تو بے ثمر اسی وجہ سے ہے
کآ برو بردی پئے نانِ سپید
کہ تو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

گر ندارد صبر زیں ناں جانِ حس
اگر حس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے
کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس
کیمیا حاصل کر، اور تو تانبے کو سونا بنا دے

جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے
رُو مگرداں از محلہ گازراں
تو دھوبیوں کے محلے سے روگردانی نہ کر

می کند۔ طبیب دانت اکھاڑتا ہے لیکن مصلحت یہ ہوتی ہے کہ بیمار کو آرام ملے۔ حبیب۔ یعنی محبوب بیمار۔ پس۔ بہت سی چیزوں میں جو نقصان نظر آتے ہیں، وہی اضافوں کا سبب ہیں، انسان شہید ہو کر بقاء دوام حاصل کر لیتا ہے۔ گوار۔ شہیدوں کے بارے میں آیت یرزقون فرحین نازل ہوئی ہے یعنی ان شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں۔ حلق حیواں۔ اللہ تعالیٰ کے نام پر جانور ذبح ہوتا ہے اور انسان اس کو کھاتا ہے تو اس کو یہ فضیلت حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ اشرف المخلوقات کے بدن کا جزو بن جاتا ہے، انسان کا حلق اگر اللہ کے نام پر کٹے تو اس پر قیاس کر لو کہ اس کو کیا فضیلتیں حاصل ہوں گی۔

ببیں۔ یا بیں۔ حلق ثالث۔ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کا حلقوم اللہ کے نام پر کٹے گا تو انسان کو ایک ایسا حلقوم عنایت ہو جائے گا جو اللہ کے انوار اور شربت پیے گا۔ لا۔ یعنی غیر اللہ کی نفی۔ بلے۔ یعنی اس نے اللہ کی ربوبیت کا پورا اقرار کیا ہو۔ بنان۔ سرانگشت یعنی ہاتھ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ کیمیا۔ یعنی اگر تو خود ترک دنیا نہیں کر سکتا تو کسی شیخ کا ہاتھ پکڑ لے، وہ تیرے تانبے کو سونا بنا دے گا۔ جامہ شوئی۔ یعنی گناہوں سے اپنا دامن پاک کر لے۔ گازراں۔ گازر کی جمع ہے، دھوبی یعنی وہ شیخ کامل جو تجھے گناہوں سے پاک کر دے۔

گرچہ ناں[1] بشکست مر روزہ ترا
اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے
در شکستہ بند پیچ و برتر آ
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنیوالے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ

چوں شکستہ بند آمد دست او
جب اس کا ہاتھ، ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے
پس رفو آید یقیں زا شکست او
تو اس کا توڑنا یقیناً، جوڑنا ہوگا

گر تو آں را بشکنی گوید بیا
اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے گا، آ جا
تو درستش کن نداری دست و پا
تو اس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے

پس شکستن حق او باشد کہ او
توڑنا اس کے لئے مناسب ہے جو
مر شکستہ گشتہ را داند رفو
ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا

آنکہ داند دوخت او داند درید
جو سینا جانتا ہے، وہ کاٹنا بھی جانتا ہے
ہرچہ او بفروخت نیکو تر خرید
جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے

خانہ را کند و چو جنت ساخت او
گھر کو اجاڑا اور اس کو جنت بنا دیا
پست کرد و بر فلک افراخت او
اس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا

خانہ را ویراں کند زیر و زبر
گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے
پس بیک ساعت کند معمور تر
پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے

گر یکے را سر ببرد از بدن
اگر کسی کے جسم سے سر کاٹتا ہے
صد ہزاراں سر بر آرد در زمن
فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

گر نفرمودے قصاصے بر جنات
اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا
خود نگفتے[2] فی القصاص آمد حیات
(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے

خود کرا زہرہ بدے تا او زخود
کس کی طاقت ہوگی کہ وہ ازخود
بر اسیر حکم حق تیغے زند
اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے

زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود
اس لئے کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے
کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

ہر کرا آں حکم بر سر آمدے
جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا
بر سر فرزند خود تیغے زدے
(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا

---

[1] ناں۔روٹی یعنی دنیاوی لذتیں۔روزہ۔یعنی پرہیزگاری۔شکستہ بند۔ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا یعنی شیخ کامل۔گر تو۔اگر تو خود تقویٰ حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو کوئی نہ کوئی شیخ کامل تجھے اپنی طرف کھینچ لے گا۔پس شکستن۔اصلاح باطن کرنا شیخ کامل ہی کا کام ہے۔رفو۔سینا یعنی جوڑنا۔خانہ۔ایک ماہر کاریگر گھر کھودڈالتا ہے تو پھر اس کو جنت نشان بنا دیتا ہے۔برآرد۔پیدا کند یعنی ایک بری عادت چھڑا کر لاکھوں بھلی عادتیں پیدا کر دیتا ہے۔در زمن۔فوراً۔جنات۔جانی کی جمع ہے، مجرم۔

[2] خود نگفتے۔قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولکم فی القصاص حیوۃ تمہارے لئے قصاص میں زندگانی ہے۔اس شعر سے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ شروع ہوا ہے۔خود کرا۔حضرت علیؓ نے فرمایا قاتل جو تقدیر کا اسیر ہے اس کو بغیر حکم خداوندی کون مار سکتا تھا۔زہرہ۔ہمت، حوصلہ۔چشم کشودن۔غور کرنا۔کشندہ۔قاتل۔سخرہ۔مسخر، مجبور، حکم۔یعنی تقدیر الٰہی کا حکم، یعنی اگر بیٹے کا قتل باپ کے ہاتھ سے مقدر ہو چکا ہے تو شفقت پدری اس کو نہیں روک سکتی ہے۔

رَو بترس و طعنہ کم زن بَر بداں
جا، ڈرتا رہ اور بُروں پر طعنہ زنی نہ کر

پیش دام حکم[1] عجز خود بداں
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ

پیش حکم حق بنہ گردن زجاں
دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکا دے

تسخر و طعنہ مزن بر دیگراں
دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

تعجب کردنِ آدم علیہ الصلوٰۃ و السلام از ضلالت ابلیس

ابلیس لعین کی گمراہی پر حضرتِ آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا

لعین و عجب آوردنِ اُو

اور اس کا غرور کرنا

روزے آدم بر بلیسے کو شقی ست
ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو جو بدبخت ہے

از حقارت وز زیافت بنگریست
حقارت اور کھوٹے پن کی نگاہ سے دیکھا

خویش بینی کرد و آمد خود گزیں
(انہوں نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے

خندہ زد بر کارِ ابلیس لعیں
ابلیس لعین کے کام کی ہنسی اڑائی

بانگ بر زد غیرتِ حق کاے صفی
غیرتِ حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ!

تو نمیدانی ز اسرارِ خفی
تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے

پوستیں[2] را باژ گونہ گر کنم
اگر میں پوستین کو الٹ دوں

کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
(تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ ڈالوں

پردۂ صد آدم آندم بَر درم
فوراً سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کر دوں

صد بلیس نو مسلماں آورم
سینکڑوں شیطانوں کو نومسلم کردوں

گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر
(حضرتِ) آدم نے کہا میں نے اس نظر سے توبہ کی

ایں چنیں گستاخ تندیشم دگر
پھر کبھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا

یارب ایں جرأت زبندہ عفو کن
اے خدا! بندہ کی اس جرأت کو معاف کر دے

توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
میں نے توبہ کی، میری اس بات پر گرفت نہ کر

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیثِینَ اِھْدِنَا
اے فریادیوں کے فریاد رس! ہم کو ہدایت دے

لَا افْتِخَارَ بِالْعُلُوْمِ وَ الْغِنَا
علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے

لَا تُزِغْ قَلْباً ھَدَیْتَ بِالْکَرَمْ
کرم کرکے جس دل کو تو نے ہدایت دیدی ہے اسکو کج نہ کر

وَاصْرِفِ السُّوْءَ الَّذِیْ خَطَّ الْقَلَمْ
اور اس برائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھ دی ہے

---

[1] دامِ حکم۔ یعنی تقدیرِ خداوندی کا جال، یعنی بروں کا مذاق اڑانا بڑا خطرناک ہے۔ تعجب کردن۔ اس قصہ کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی کے گناہ پر مذاق نہ اڑانا چاہئے اور اپنے اوپر گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ بلیس۔ ابلیس، شیطان۔ شقی۔ بدبخت۔ زیافت۔ کھوٹا پن۔ خویش بینی۔ غرور، تکبر۔ خودگزیں۔ خود پسند۔ صفی۔ منتخب، صفی اللہ حضرت آدم کا لقب ہے۔ خفی۔ پوشیدہ۔ باژ گونہ۔ الٹا۔

[2] پوستیں باژ گونہ کردن، حالات کو الٹ دینا، باطن کو ظاہر کر دینا۔ بن۔ جڑ۔ نو مسلماں۔ وہ شخص جو کافر کے گھر میں پیدا ہونے کے بعد اسلام لایا ہو۔ نظر۔ یعنی خود بینی۔ غیاث۔ فریاد رس۔ مستغیثین۔ مستغیث کی جمع ہے، فریادی۔ افتخار۔ فخر کرنا۔ غنا۔ مالداری۔ لاتزغ۔ کج نہ کر۔ سوء۔ برائی۔ قلم۔ یعنی قلم تقدیر۔

بگذراں[1] از جانِ ما سُوءَ القَضَا
بری تقدیر کو ہماری جان سے ٹال دی
وَا مبر ما را ز اِخوانِ الصفا
ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کر

تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست
تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے
بے پناہت غیر پیچاپیچ نیست
تیری پناہ کے بغیر سوائے الجھن کے کچھ نہیں ہے

رَخت ماہم رَخت مارا راہزن
ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے
جسم ما مَر جانِ مارا جامہ کن
ہمارا جسم ہی ہماری جان کے لئے نقصان رساں ہے

دست ما چوں پائے ما را می خورد
جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے پاؤں کو کھاتا ہے
بے امانِ تو کسے چوں جاں بَرد
تیری اماں کے بغیر کوئی کس طرح جان بچا سکتا ہے؟

ور بَرد جاں زیں خطر ہائے عظیم
اگر ان بڑے خطروں سے جان (بھی) بچا لی
بُردہ باشد مایۂ اِدبار و بیم
تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا

زانکہ جاں چوں واصل جاناں نبود
اس لئے کہ جان کا جب تک محبوب سے وصال نہ ہو
تا ابد باخویش کورست و کبود
قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نور ہے

چوں تو ندہی راہِ[2] جاں خود بردہ گیر
جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے
جاں کہ بے تو زندہ باشد مردہ گیر
وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو، اس کو مردہ سمجھنا چاہئے

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں
اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے
مَر ترا آں می رَسد اے کامراں
اے مختار! یہ تیرا حق ہے

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا
اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے
ور تو قدِ سرو را گوئی دوتا
اگر تو سرو کے قد کو جھکا ہوا کہے

ور تو چرخ و عرش را خوانی حقیر
اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے
ور تو کان و بحر را گوئی فقیر
اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے

آں بہ نسبت با کمالِ تو رواست
یہ بات تیرے کمال کے پیش نظر درست ہے
ملک اِکمال و فنا ہا مَر تُراست
مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے

کہ تو پاکی از خطر وز نیستی
کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے
نیستاں را موجد و مفنیستی
معدوم کو موجود کرنے والا ہے اور فنا کرنے والا ہے

آنکہ رویانید داند سوختن
جس نے اگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے
وانکہ بدرید دست داند دوختن
جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے

---

1. بگذراں۔ ٹال دے۔ وامبر۔ جدا نہ کر۔ اخوان الصفاء۔ صاف دل لوگ، اہل اللہ۔ رخت۔ سامان، یعنی دنیاوی لذتیں۔ جامہ کن۔ کپڑے اتارنے والا۔ دست ما۔ یعنی ہماری مصروفیت راہِ سلوک میں نہیں چلنے دیتی۔ ادبار۔ نحوست۔ بیم۔ خوف، یعنی وہ جان جو محبت الٰہی سے خالی ہے، اگر بچا بھی لی تو کچھ فائدہ نہیں ہے۔ ایسی جان تو ادبار اور خوف کا سرمایہ ہے۔ کور و کبود۔ بے نور و تاریک۔

2. راہ۔ راہِ نجات، یعنی جب اللہ تعالیٰ نجات کا راستہ نہ دے تو جان کا بچنا فرضی اور غیر واقعی ہے کیونکہ ایسی جان تو خود مردہ ہے۔ ترا می رسد۔ تجھے حق حاصل ہے۔ کامراں۔ کامیاب۔ خفا۔ مخفی، پوشیدہ۔ دوتا۔ دہرا، کبڑا۔ پاکی۔ تو پاک ہے۔ خطر۔ احتمال عدم۔ نیستاں۔ نیست ہا۔ مفنی۔ فنا کرنے والا۔ رویانیدن۔ اگانا۔

نی بسوزد ہر خزاں مر باغ را — باز رویاند گل صباغ[1] را
ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے — پھر رنگ آمیز پھول اگا دیتا ہے

کاے بسوزیدہ بروں آ تازہ شو — بارِ دیگر خوب و خوش آوازہ شو
کہ اے جلے ہوئے باہر آ، تر و تازہ ہو جا — دوبارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا

چشم نرگس کور شد بازش بساخت — حلق نے ببرید و بازش خود نواخت
نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی، اس کو پھر بنا دیا — بانسری کا حلق پھاڑ دیا پھر اس کو بجا دیا

ماچو مصنوعیم و صانع نیستیم — جز زبون و جز کہ قانع نیستیم
ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانے والے نہیں ہیں — سوائے ناچیز اور سوائے (ادنیٰ درجہ پر) قانع ہونے کے کچھ نہیں ہیں

ماہمہ نفسی و نفسی می زنیم — گر نخواہی ماہمہ آہرمنیم
ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں — اگر تو نہ چاہے، ہم سب شیطان ہیں

زاں ز آہرمن رہیدستیم ما — کہ خریدی جانِ ما را از عمیٰ
ہم نے شیطان سے رہائی اس لئے پائی ہے — کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچا لیا ہے

تو عصاکش[2] ہر کرا کہ زندگیست — بے عصا و بے عصا کش کور چیست
جس کی زندگی ہے تو اس کے لئے لاٹھی پکڑنے والا ہے — لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے؟

غیر تو ہر چہ خوش ست و ناخوش ست — آدمی سوز ست و عین آتش ست
تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے — آدمی کو جلانے والا ہے اور مجسم آگ ہے

ہر کرا آتش پناہ و پشت شد — ہم مجوسی گشت و ہم زردشت شد
جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی — وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ — اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ غَيْمٌ هَاطِلُ
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے — بے شک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی

و مسامحت کردنِ اُو با خونی و رکابدارِ خویش

اور ان کا اپنے قاتل اور اپنے خادم سے چشم پوشی برتنا

باز رو سوئے علیؓ و خونیش — واں کرم با خونی و افزونیش
(حضرتِ) علیؓ اور انکے قاتل کے (قصہ کی) طرف پھر چل — اور قاتل پر انکے کرم اور کرم میں اضافہ کی طرف (چل)

---

[1] صباغ: رنگریز۔ گل صباغ: وہ پھول جو اپنی خوش رنگی کی وجہ سے باغ کی زینت ہو۔ آوازہ: شہرت۔ بازش: اس کی جگہ دوسرا پھول کھلا دیا۔ مصنوع: بنایا ہوا، مخلوق۔ صانع: بنانے والا، خالق۔ زبون: کمزور، ناچیز۔ نفسی نفسی زدن: حاجت کا اظہار کرنا۔ اہرمن: اہرمن، شیطان۔ عمیٰ: اندھا پن۔

[2] عصاکش: اندھے کی لاٹھی پکڑ کر چلنے والا۔ کور چیست: اندھا بالکل بیکار ہے، چل پھر نہیں سکتا ہے۔ ما خلا: علاوہ۔ غیم: ابر۔ ہاطل: برسنے والا۔ مسامحت: چشم پوشی۔ رکابدار: خادم۔

گفت[1] دشمن را همی بینم بچشم
کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں

روز و شب بروے ندارم ہیچ خشم
شب و روز، اس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں

زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست
کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے

مرگِ من در بعث چنگ اندر زدست
میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

مرگِ بے مرگی بود مارا حلال
بغیر موت کے موت، ہمارے لئے حلال ہے

برگِ بے برگی بود مارا نوال
بے نوائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد
بے نوائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بن گیا

جانِ باقی یافتی و مرگ شد
تو تو نے حیاتِ جاودانی پا لی اور موت ختم ہو گئی

آنچہ خوفِ دیگراں آں امن تست
جو دوسروں کیلئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن بن گیا

بط قوی در بحر و مرغِ خانہ ست
دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور پالتو مرغ ست ہوتا ہے

ظاہرش مرگ و بباطن زندگی
اس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے

ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
بظاہر وہ تباہی ہے، بباطن وہ بقا ہے

از رحم[2] زادن جنیں را رفتن ست
بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اس کا) سفر ہے

در جہاں اُو را زنو بشگفتن ست
اس کا دنیا میں ازسرنو کھلنا ہے

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست
چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے

نہیِ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُم مراست
اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے

آنکہ[3] مُردن پیشِ جانش تہلکہ است
جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے

امر لَا تُلْقُوْا نگیرد اُو بدست
وہ لَا تُلْقُوْا کے حکم پر عامل نہیں ہے

آنکہ مُردن پیشِ اُو شد فتح باب
جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے

سَارِعُوْا آمد مر اُو را در خطاب
اس کے لئے "جلدی کرو" کا خطاب آیا ہے

---

[1] گفت۔ یعنی حضرت علیؓ نے اپنے مقابل سے کہا۔ ختم۔ یعنی اپنے ذاتی معاملہ میں۔ مرگ بے مرگی۔ حدیث شریف میں ہے موتو قبل ان تموتو "مر جاؤ قبل اس کے کہ مرو۔" بے برگی۔ بے نوائی، بے سروسامانی، یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ آنچہ۔ موت کافروں کے لئے باعث خوف اور مومن کے لئے باعث امن ہے جیسا کہ دریا بطخ کے لئے قوت کا سبب اور پالتو مرغ کے لئے کمزوری کا سبب ہے۔

[2] از رحم۔ بچہ کا ماں کے پیٹ سے باہر آنا اس کا انتقال ہے اور اسی سے اس کا نشوونما ہوتا ہے۔ نہی۔ قرآن پاک میں ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ "تم اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" مولانا نے ہلاکت کے معنی موت کے لئے ہیں جبکہ ایک حدیث صحیح میں اس کے معنی ترک جہاد کے بتائے گئے ہیں۔ یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ نہی ان چیزوں کے لئے ہوتی ہے جن کی طرف انسان کو رغبت ہو، ناپسندیدہ چیز سے روکنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔ اب دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ موت چونکہ میرے لئے مرغوب ہو چکی ہے، اس لئے لاتلقوا کا خطاب میرے اور مجھ جیسوں کے لئے ہے جو لوگ موت کو خود ہی پسند نہیں کرتے۔ وہ دراصل اس نہی کے مخاطب نہیں بن سکتے اور نہ وہ اس نہی پر عامل سمجھے جائیں گے۔

[3] آنکہ۔ جو عشق الٰہی میں مبتلا ہیں اور وصال کے جویاں ہیں ان کے لئے موت ہی ذریعہ وصال ہے، وہ سارعوا کا اپنے آپ کو مخاطب سمجھتے ہیں اور اسی پر عمل کرتے ہیں اور لا تلقوا کی نہی پر عمل کرنے میں معذور ہیں۔ سارعوا۔ جلدی کرو یعنی موت کے طالب ہو۔

زانکہ[1] نہی از دانۂ شیریں بود — تلخ را خود نہی حاجت کے شود
اس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانہ سے ہوتی ہے — کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے؟

دانۂ کش تلخ باشد مغز و پوست — تلخی و مکر و ہیش خود نہی اوست
جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو — اس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

دانۂ مُردن مرا شیریں شدست — بَلْ هُمْ اَحْيَاءٌ پَے من آمدست
موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے — "بلکہ وہ زندہ ہیں" میرے لئے وارد ہوا ہے

اُقْتُلُوْنِیْ یَا ثِقَاتِیْ لَائِماً[2] — اِنَّ فِیْ قَتْلِیْ حَیَاتِیْ دَائِماً
اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو — بے شک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

اِنَّ فِیْ مَوْتِیْ حَیَاتِیْ یَافَتیٰ — کَمْ اُفَارِقُ مَوْطِنِیْ حَتّٰی مَتیٰ
اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے — میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں؟

فُرْقَتِیْ لَوْ لَمْ یَکُنْ فِیْ ذَا السُّکُوْنْ — لَمْ یَقُلْ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنْ
اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی — تو (اللہ تعالیٰ) نہ فرماتا ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

راجع آں باشد کہ باز آید بشہر — سوئے وحدت آید از تفریق دہر
لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے — زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آئے

ایں سخن پایاں ندارد چاکرم — چوں شنید ایں سرّ زسید گشت خم
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے خادم نے — آنحضورﷺ سے جب یہ راز سنا (شرم سے) جھک گیا

افتادن رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ کہ اے
ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے
امیر المومنین مرا بکش و ازیں قضا باز رہاں
امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالئے اور اس قضائے خداوندی سے چھڑا دیجئے

آمد و در خاک پیشم او فتاد — دمبدم در پائے من سر می نہاد
وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا — اس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا

باز آمد کاے علیؓ زودم بکش — تا نہ بینم آں دَم و وقت تُرش
پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے — تاکہ وہ برا وقت نہ دیکھوں

---

[1] زانکہ۔ یہ اوپر کے دوسرے اور تیسرے شعر کی دلیل اور وضاحت ہے یعنی مرغوب چیز سے ممانعت ہوا کرتی ہے مکروہ کے لئے ممانعت کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ دانہ مردن۔ یہ حضرت علیؓ کا مقولہ ہے۔ بل۔ شہداء کے بارے میں قرآن میں کہا گیا ہے "لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلِ الَّذِيْنَ اَحْيَاءٌ" نہ گمان کرو تم ان لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل کئے گئے ہیں مردہ، بلکہ وہ زندہ ہیں۔ ثقات۔ ثقہ کی جمع ہے، معتمد علیہ۔

[2] لائم۔ ملامت کرنے والا۔ اقتلونی۔ یہ شعر حضرت منصور حلاج کے شعر سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے فرمایا تھا اقتلونی یا ثقاتی (میرے معتمدو مجھے قتل کر دو) ان فی قتل حیاتی (بے شک قتل میں میری زندگی ہے) موطن۔ وطن۔ السکون۔ یعنی دنیاوی زندگی۔ وحدت۔ دوست کے ساتھ اتحاد، وحدت۔ تفریق۔ جدا کرنا۔ دہر۔ زمانہ۔ سید۔ آنحضورﷺ۔ گشت خم۔ ندامت سے جھک گیا۔ دم بدم۔ لحہ بہ لحہ، ہر آن۔ ترش۔ کھٹا، ناگوار۔

من حلالت[1] می کنم خونم بریز
میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے

تا نہ بیند چشم من آں رست خیز
تا کہ میری آنکھ وہ قیامت نہ دیکھے

گفت ار ہر ذرّہ خونی شود
(حضرت علیؓ نے) فرمایا گر ہر ذرہ قاتل بن جائے

خنجر اندر کف بقصدِ تو بود
تیرے لئے اس کے ہاتھ میں خنجر ہو

یک سر مو از تو نتواند برید
تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے

چوں قلم بر تو چناں خطے کشید
جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے

لیک بے غم شو شفیع تو منم
لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں

خواجۂ روحم نہ مملوکِ تنم
میں روح کا مالک ہوں، جسم کا غلام نہیں ہوں

پیشِ من ایں تن ندارد قیمتے
میرے نزدیک اس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے

بے تن خویشم فتے ابن الفتے
بغیر جسم (کے واسطہ) کے میں جوانمرد، جوانمرد کا بیٹا ہوں

خنجر و شمشیر شد ریحانِ من
خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبودار پھول بن گئے ہیں

مرگِ تن شد بزم و نرگستانِ من
جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

آنکہ او تن را بدینساں پے کند
جو جسم کو اس طرح مغلوب کرے

حرصِ میری و خلافت کے کند
وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟

زاں بظاہر کوشد اندر جاہ[2] و حکم
بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کے لئے کوشاں ہے

تا امیراں را نماید راہِ حکم
(تو اسلئے ہوا) تاکہ حاکموں کیلئے حکومت کرنیکی رہنمائی کریں

تا بیاراید بہر تن جامۂ
تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کے لئے جامہ تیار کر دیں

تا نویسد او بہر کس نامۂ
تاکہ ہر شخص (حاکم) کے لئے قانون نامہ تحریر کریں

تا امیری را دہد جانِ دگر
تاکہ امارت میں نئی روح ڈال دیں

تا دہد نخلِ خلافت را ثمر
تاکہ نخل خلافت کو پھل عطا کر دیں

میریٔ او بینی اندر آں جہاں
اس عالم (آخرت) میں تو ان کی سرداری دیکھے گا

فکرتِ پنہانیت گردد عیاں
تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائیں گے

ہیں گمانِ بد مبر اے ذو لباب
اے عقلمند! خبردار بُرا گمان نہ کر

با خود آ واللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب
ہوش میں آ، اور اللہ بہتر جانتا ہے

بیانِ آنکہ فتح طلبیدنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مکہ و غیر
اس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا

---

[1] حلالت۔ حلال برائے تو۔ خون ریختن۔ مار ڈالنا۔ رستخیز۔ قیامت، ہولناک واقعہ۔ قلم۔ قلم تقدیر۔ شفیع۔ سفارشی۔ خواجہ روح۔ صاحب دل۔ مملوک تن۔ جسم کا غلام۔ قیمت۔ قدر۔ فتی۔ جوانمرد۔ ابن۔ بیٹا۔ ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ نرگستان۔ باغ۔ پے کردن۔ کاٹ ڈالنا۔ میری۔ سرداری۔

[2] جاہ۔ رتبہ۔ حکم۔ حکومت۔ راہ حکم۔ حکومت کا قاعدہ۔ تن۔ جسم یعنی حکومت۔ جامہ۔ کپڑا یعنی طرز عمل۔ نامہ۔ یعنی قانون نامہ۔ امیری۔ حکومت۔ جاں دادن۔ تازہ کر دینا، مضبوط کر دینا۔ نخل۔ کھجور کا درخت۔ ثمر۔ پھل۔ لباب۔ لب، عقل۔ با خود آ۔ ہوش میں آ جا۔

مکہ را جہت دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود اَلدُّنیَا

ملکِ دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے

جِیفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلَابٌ بلکہ بامر بود

اور اس کے طلبگار کتے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہد پیغمبر بفتح مکہ ہم ۰ کے بود در حب دنیا مُتّہم

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکہ کی کوشش دنیا کی محبت سے مُتّہم کب ہو سکتی ہے؟

آنکہ او از مخزنِ ہفت آسمان چشم دل بر بست روزِ امتحان

جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے دل کی آنکھ بند کر لی، آزمائش کے دن

از پئے نظارۂ او حور و جان پُرشدہ آفاق ہر ہفت آسمان

جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں ساتون آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

قدسیان افتادہ بر خاکِ رہش صد چو یوسفؑ اوفتادہ در چہش

مقدس فرشتے ان کے راستہ کی خاک پر گرے پڑتے تھے یوسف (علیہ السلام) جیسے سینکڑوں ان کے مشتاق تھے

خویشتن آراستہ از بہر او خود ورا پروائے غیر دوست کو

ان کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا خود ان کو دوست کے علاوہ کسی کی پروا کب تھی؟

آنچناں پُرگشتہ از اِجلالِ حق کاندر و ہم رہ نیابد آلِ حق

اللہ کے جلال سے آپ اس قدر بھرے ہوئے تھے کہ اس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا

لَا یَسَعُ فِینَا نَبِیٌّ مُرسَلٌ وَالمَلَکُ وَ الرُّوحُ اَیضاً فَاعقِلُوا

ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کہ کوئی مرسل نبی اور فرشتے اور روح پس سمجھ لو

گفت ما زاغیم[2] و ہمچوں زاغ نے مست صباغیم و مست باغ نے

فرمایا، ہم مازاغ ہیں، (کوے) کی طرح نہیں ہیں ہم صباغ کے متوالے ہیں، باغ کے شیدائی نہیں ہیں

چونکہ مخزنہائے افلاک و عقول چوں خسے آمد بر چشم رسولؐ

جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے

پس چہ باشد مکہ و شام و عراق کہ نماید او نبرد و اشتیاق

تو مکہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے

---

1. جہد۔ طاقت، کوشش۔ حب۔ محبت۔ متہم۔ تہمت زدہ۔ روز امتحاں۔ معراج کے وقت۔ آفاق۔ افق کی جمع ہے، آسمان کا کنارہ۔ قدسیاں۔ عالم قدس کے فرشتے۔ در چہ افتادن۔ مشتاق ہونا۔ دوست۔ اللہ تعالیٰ۔ اجلال۔ جلال، بزرگی۔ آل حق۔ اہل اللہ، انبیاء۔ لا یسع۔ گنجائش نہیں پاتا ہے۔ نبی مرسل۔ رسول پیغمبر۔ روح۔ حضرت جبرائیل۔ فاعقلوا۔ سمجھ لو۔ لا یسعنی۔ حدیث شریف ہے لی وقت لا یسعنی فیہ غیر ربی میرے لئے ایک ایسا وقت آتا ہے اس میں میرے اندر سوائے رب کے کسی کی گنجائش نہیں ہے۔

2. مازاغیم۔ مازاغ ایم۔ ہم مازاغ کے مصداق ہیں۔ سورۂ نجم میں ہے مازاغ البصر و ما طغی یعنی دیدار الٰہی کے وقت آنحضورﷺ کی نظر ادھر ادھر ہوئی نہ اچٹی۔ زاغ۔ کوا یعنی دنیا کا دلدادہ۔ صباغ۔ رنگنے والا، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے صبغۃ اللہ و من احسن من اللہ خدا کا رنگ اور خدا سے بہتر رنگنے والا کون ہے۔ مخزن۔ خزانہ، جائے اجتماع۔ عقول۔ عقل کی جمع، فرشتہ۔ نبرد۔ جنگ۔

آں گمان و ظن منافق را بود
یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے
کو قیاس از جہل و حرصِ خود کند
کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

آبگینہ[1] زرد چوں سازی نقاب
تو جب زرد آئینہ کا نقاب بنائے گا
زرد بینی جملہ نورِ آفتاب
سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا

بشکن آں شیشہ کبود و زرد را
اس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال
تا شناسی گرد را و مَرد را
تاکہ تو گرد اور مرد کی شناخت کر سکے

گردِ فارس گردِ سر افراشتہ
شہسوار کے چاروں طرف غبار اڑ رہا ہے
گرد را تو مردِ حق پنداشتہ
تو نے غبار کو مردِ حق سمجھ لیا ہے

گرد دید ابلیس و گفت ایں فرعِ طیں
شیطان نے (آدم کی) گرد دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے
چوں فزاید برمن آتش جبیں
مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟

تا تو می بینی عزیزاں را بشر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے
داں کہ میراثِ بلیس ست آں نظر[2]
سمجھ لے یہ نگاہ، شیطان کی میراث ہے

گرنہ فرزند بلیسی اے عنید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے
پس بتو میراثِ آں سگ چوں رسید
تو تجھے اس کتے کی میراث کیسے ملی ہے؟

من نیم سگ شیرِ حقم حق پرست
میں کتا نہیں ہوں، حق پرست اسد اللہ ہوں
شیرِ حق آنست کز صورت برست
اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ جائے

شیرِ دنیا جوید اشکارے و برگ
دنیا کا شیر، شکار اور سامان تلاش کرتا ہے
شیرِ مولیٰ جوید آزادی و مَرگ
اللہ کا شیر، آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

چونکہ اندر مَرگ بیند صد وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے
ہمچو پروانہ بسوزاند وجود
پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

شد ہوائے مَرگ طوقِ صادقاں
موت کی تمنا، سچوں کے گلے کا طوق ہے
کہ جہوداں را بداں بد امتحاں
اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا

در نبے فرمود کاے قومِ یہود
(اللہ تعالیٰ نے) قرآن پاک میں فرمایا کہ اے یہودیو!
صادقاں را مَرگ باشد فتح و سود
سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے

ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے
آرزوئے مَرگ بُردن زاں بہ است
موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے

1. زرد آبگینہ۔ اگر کوئی زرد چشمہ لگا لے تو ہر چیز زرد نظر آئے گی، یہی حال اچھوں کے ساتھ بدگمانی کرنے کا ہے۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ مردِ حق۔ اہل اللہ۔ گرد۔ یعنی مٹی۔ فرع۔ شاخ۔ طین۔ مٹی۔ فرعِ طیں۔ مٹی سے بنے ہوئے آدم علیہ السلام۔ آتش۔ شیطان آگ سے بنا ہے۔ عزیزاں۔ اہل اللہ۔ بشر۔ یعنی صرف صفات بشری سے متصف جیسا کہ قرآن میں کفار کا مقولہ منقول ہے، ان انتم الا بشر مثلنا یعنی تم صرف ہم جیسے انسان ہو۔
2. آں نظر۔ یعنی محض ظاہر کو دیکھنا اور باطنی فضائل پر نظر نہ کرنا۔ فرزند بلیسی۔ یعنی تو فرزند ابلیس۔ عنید۔ سرکش۔ اشکار۔ شکار۔ برگ۔ ساز و سامان۔ شیر مولیٰ۔ اسد اللہ۔ ہوائے مرگ۔ موت کا شوق۔ صادق۔ سچی محبت والا۔ جہوداں۔ یہود۔ امتحان۔ آزمائش۔ نبے۔ قرآن پاک۔ سود۔ نفع۔

اے جہوداں[1] بہر ناموسِ کساں
بگذرانید ایں تمنا بر زباں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر
اس تمنا کو زبان پر لے آؤ
یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت
چوں محمدؐ ایں علم را بَر فراشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جھنڈا بلند کیا
گفت اگر گویند ایں را بَر زباں
یک جہودے خود نماند در جہاں
(آنحضورﷺ نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہہ لیں
تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے
پس یہوداں مال بردند و خراج
کہ مکن رسوا تو مارا اے سراج[2]
یہودی مال اور خراج آنحضورﷺ کے پاس لے گئے
کہ اے چراغ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر
جزیہ پذرفتند می بودند شاد
ہمچناں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالرَّشَادِ
انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے
اسی حالت میں اور خدا انکی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے
ایں سخن را نیست پایانے پدید
دست با من دہ چو چشمت دوست دید
اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا
(اپنا) ہاتھ مجھے پکڑا جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کرلیا ہے
اندر آ در گلستاں از مزبلہ
چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
کوڑی سے باغ کے اندر آ جا
جبکہ تو نے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے
بے توقف زود تَر در نہ قدم
زیں چہ بے بن سوئے باغِ ارم
بلاتاخیر بہت جلد قدم رکھ
اس اتھاہ کنویں سے، بہشت میں
ہم نبردش گفت از بہر خدا
شرح کن ایں را و بپذیرم ہلا
ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا، خدا کے لئے
انکی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے ضرور (غلامی) میں قبول کر لیجئے

گفتن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ باقرین خود کہ چوں

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب

تو خیو انداختی بر روئے من خشم من بجنبید و اخلاصِ عمل
تو نے میرے منہ پر تھوکا، میرا غصہ بھڑکا اور عمل کا اخلاص
نماند مانعِ کشتنِ تو آں بود و مسلماں شدنِ او
نہ رہا، تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

---

[1] اے جہوداں۔ قرآن میں ہے یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ "اے یہودیو! اگر تم خیال کرتے ہو کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگوں کے علاوہ تو موت کی تمنا کرو، اگر تم سچے ہو۔" کساں۔ لوگ۔ زہرہ۔ پتہ، طاقت۔ مال۔ یعنی جزیہ جو غیر مسلموں کو فوجی خدمات کے عوض بصورتِ مال ادا کرنا پڑتا تھا۔ خراج۔ غیر مسلم مالکانِ زمین سے جو ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔

[2] سراج۔ چراغ، یعنی آنحضورﷺ۔ پایان۔ آخر، خاتمہ۔ دست با من دہ۔ یعنی مسلمان ہونے کے لئے۔ گلستاں۔ یعنی باغِ اسلام۔ مزبلہ۔ کوڑی یعنی کفر کی نجاست۔ چہ۔ چاہ کا مخفف ہے۔ بے بن۔ بے تھاہ۔ باغِ ارم۔ بہشت۔ ہم نبرد۔ شریک جنگ۔ خیو۔ خاء کو فتح یا پر ضمہ واؤ معروف، لعابِ دہن، تھوک۔

گفت امیر المومنینؓ با آں جواں[1] | کہ بہنگامِ نبرد اے پہلواں
امیر المومنینؓ نے اس جوان سے فرمایا | کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت

چوں تو خیو انداختی بر روئے من | نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
جب تو نے میرے منہ پر تھوکا | نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی

نیم بہرِ حق شد و نیمے ہوا | شرکت اندر کارِ حق نبود روا
آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کیلئے ہو گیا | اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے

تو نگاریدہ کفِ مولیستی | آنِ حقی کردۂ من نیستی
تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے | تو اللہ کا مملوک ہے، میرا مخلوق نہیں ہے

نقشِ حق راہم بامرِ حق شکن | بر زُجاجۂ دوست سنگِ دوست زن
اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ | دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

گبر ایں بشنید و نورے شد پدید | در دلِ او تا کہ زُنّارش بُرید
اس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا | اسکے دل میں، یہانتک کہ اس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا

گفت من تخمِ جفا می کاشتم | من ترا نوعے دِگر پنداشتم
اس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا | میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا

تو ترازوئے[2] اَحد خو بودۂ | بل زبانہ ہر ترازو بودۂ
آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے | بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے

تو تبار و اصل و خویشم بودۂ | تو فروغِ شمعِ کیشم بودۂ
آپ تو میری اصل اور خاندان تھے | آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے

من غلامِ آں چراغِ شمع خو | کہ چراغت روشنی پذرفت ازو
میں اس شمع خو چراغ کا غلام ہوں | کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا ہے

من غلامِ موجِ آں دریائے نور | کو چنیں گوہر بر آرد در ظہور
میں اس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں | جو ایسے موتی نکالتی ہے

عرض کن بر من شہادت را کہ من | مر ترا دیدم سرافرازِ زمن
مجھ پر (کلمہ) شہادت پیش کیجئے کیونکہ میں | آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں

---

1. آں جواں۔ یعنی مقابل۔ ہنگام۔ وقت۔ نبرد۔ جنگ۔ نفس جنبیدن۔ نفس کا جوش میں آنا۔ خوئے۔ عادت۔ نیم۔ آدھا۔ روا۔ درست۔ نگاریدہ۔ منقش کیا ہوا، آفریدہ۔ کف مولیٰ۔ دستِ قدرت۔ آنِ۔ مملوک۔ کردہ۔ مخلوق۔ نقشِ حق۔ یعنی مخلوقِ خدا۔ شکستن۔ یعنی کشتن۔ زجاجہ۔ کانچ کی بنی ہوئی چیز، بوتل۔ نور۔ یعنی نورِ ایمان۔ زنار بریدن۔ مسلمان ہو جانا، کفر سے توبہ کرنا۔ احدخو۔ خدائی اخلاق والا۔ زبانہ۔ ترازو کا کانٹا۔

2. تو ترازو۔ یعنی آپ تو بزرگی کا معیار اور انصاف کا حامل نکلے۔ تو تبار۔ یعنی میں اب اپنے خاندان اور مذہب سے نکل کر آپ کی غلامی اور مذہب اختیار کرتا ہوں۔ آں چراغ۔ آنحضور ﷺ جن سے حضرت علیؓ نے نور حاصل کیا۔ شمع خو۔ شمع کی روشنی چاروں طرف یکساں ہوتی ہے، آنحضور ﷺ کا فیض بھی عام ہے۔ چنیں گوہر۔ یعنی حضرت علیؓ جیسے گوہر نایاب۔ عرض کردن۔ پیش کرنا، تلقین کرنا۔ شہادت۔ کلمہ شہادت۔ سرافراز۔ معظم ومکرم۔

قُربِ[1] پنجہ کس ز خویش و قومِ اُو
اسکے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے
عاشقانہ سوئے دیں کردند رُو
والہانہ (طور پر) دین کا رخ کیا

اُو بہ تیغ حلم چندیں خلق را
ان (علیؓ) نے بردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کو
وا خرید از تیغ چندیں حلق را
تلوار سے بچا دیا، اس قدر حلقوم کو

تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر
بردباری کی تلوار لوہے سے زیادہ تیز ہے
بل زصد لشکر ظفر انگیز تر
بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنے والی ہے

خاتمہ

اے دریغا لقمۂ دو[2] خوردہ شد
ہائے افسوس! دو چار لقمے کھا لئے گئے
جوششِ فکرت ازاں افسردہ شد
فکر کا جوش اس سے ٹھنڈا پڑ گیا

گندمے خورشید آدمؑ را کسوف
گیہوں کا ایک دانہ آدم کے سورج کے لئے گرہن بنا
چوں ذَنب شعشاعِ بدرے را خسوف
جیسا کہ (نقطہ) ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے

اینت[3] لطف دل کہ از یکمشت گل
دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مٹھی خاک سے
ماہِ اُو چوں می شود پرویں گسل
اس کا چاند، ثریا کی طرح پراگندہ ہو جاتا ہے

ناں چو معنی بود خوردش سود بود
روٹی جب تک معنی تھی اس کا کھانا مفید تھا
چونکہ صورت گشت انگیزد جحُود
چونکہ وہ صورت بن گئی (اسلئے) انکار کا باعث بن گئی

ہمچو خارِ سبز کاشتر می خورد
سبز کانٹوں کی طرح جو کہ اونٹ کھاتا ہے
زاں خورش صد نفع و لذت می برد
اس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے

چونکہ آں سبزیش رفت و خشک گشت
جب ان کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہو جائیں
چوں ہمانرا می خورد اشتر بدشت
پھر اونٹ ان کو جنگل میں چرے

می درانَد کام و لُنجش اے دریغ
اس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دیں گے، ہائے افسوس
کانچناں وَردِ مُربا گشت تیغ
کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا

---

1. قُربِ۔ تقریباً۔ پنجہ۔ پنجاہ، پچاس۔ وا خرید۔ آزاد کر دیا۔ خاتمہ۔ مولانا نے دفتر اول ختم کرنے کے بعد کافی دن بعد دفتر دوم شروع کیا تھا۔ دفتر اول کو ختم کر دینے کی دو وجہیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک تو سامعین کا قصص اور حکایات میں لگ جانا اور ان کے بیان سے جو اصلی مقصد، عبرت اور نصیحت ہے اس کی طرف توجہ کا کم کر دینا ہے، دوسرے کلام کی طوالت جو سامعین میں ملال پیدا کر دیتی ہے اور کام زیادہ مفید نہیں رہتا ہے۔

2. لقمۂ دو۔ یعنی حکایتوں اور قصوں کو لوگوں نے جسمانی خوراک بنا لیا۔ جوشش۔ سامعین کی غفلت، مقرر کا جوش ختم کر دیتی ہے۔ گندمے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے گیہوں کھا لیا تو جنت سے نکلنا پڑا۔ ذنب۔ مدارِ شمس اور مدارِ قمر کے باہمی تقاطع سے دو نقطے پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک کا نام راس اور دوسرے کا ذنب ہے۔ جس وقت سورج نقطہ راس پر ہو اور چاند نقطہ ذنب پر تو دونوں کے درمیان زمین حائل ہو جاتی ہے اور چاند گرہن میں آ جاتا ہے۔

3. اینت۔ ہمزہ پر کسرہ یائے معروف نون ساکن غنہ، کلمہ تحسین و تعجب ہے، بمعنی زہے۔ یکمشت گل۔ یعنی سامعین کی بے توجہی۔ پرویں۔ ستاروں کا مجموعہ ہے جو جاڑوں میں شروع رات سے نمودار ہو جاتا ہے۔ ناں۔ یعنی جب تک قصوں اور حکایتوں سے اسرار اور حکمتیں اخذ کی جائیں تو مفید ہوں گے لیکن جب وہ محض قصہ گوئی ہو جائے تو قابل سماعت نہیں ہیں۔ ہمچو خار۔ کانٹے جب تک سبز ہیں، اونٹ کے لئے مفید ہیں، خشک ہو جانے کے بعد انتہائی مضر ہیں۔ کام۔ تالو۔ لُنج۔ ہونٹ، لام کے ضمہ کے ساتھ خرام ناز۔ وردِ مربا۔ گلقند۔

ناں چو معنی بود بود آں خارِ سبز
روٹی جب تک معنی تھی وہ سبز کانٹا تھی

تو بداں عادت کہ اُو را پیش ازیں
تو اسی عادت سے کہ اس سے پہلے اس کو

برہماں بوی خوری ایں خشک را
اسی بو پر تو اس خشک کو کھاتا ہے

گشت خاک آمیز و خشک و گوشت بُر
جو مٹی میں مل گئی اور خشک ہوگئی اور گوشت کو کاٹنے والی ہے

سخت خاک آلودہ می آید سخن
بات بہت خاک آلود نکلتی ہے

تا خدایش باز صاف و خوش کند
جب تک خدا اس کو پھر اچھا اور صاف کرے

صبر آرد آرزو رانے شتاب
صبر، آرزو پوری کرتا ہے، نہ کہ جلدبازی

چونکہ صورت شد کنوں خشک ست و گبز[1]
جب صورت بن گئی، خشک اور سخت ہے

خوردہ بودی اے وجودِ نازنیں
تو نے کھایا، اے نازنیں وجود والے!

بعد ازاں کامیخت معنی باثری
اس کے بعد جبکہ معنی مٹی میں مل گئے ہیں

زاں گیاہ اکنوں پرہیز اے شتر
اے اونٹ! اب اس گھاس سے پرہیز کر

آب تیرہ شد سرِ چہ بند کن
پانی گدلا ہو گیا، کنویں کا منہ بند کردے

اُو کہ تیرہ کردہم صافش کند
جس نے اس کو گدلا کیا ہے اس کو صاف بھی کردے گا

صبر کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ
صبر کر، اور خدا بہتر جانتا ہے

---

[1] گبز۔ سخت، قوی۔ تو بداں عادت۔ یعنی پہلے حکایات کو نتیجہ خیز بنا کر سن رہا تھا اب جبکہ وہ بے نتیجہ ہوگئی ہیں تو پرانی عادت کے مطابق ان کو سنے جا رہا ہے اب جبکہ وہ بے معنی ہوگئی ہیں تو ان سے پرہیز ضروری ہے۔ گوشت بُر۔ گوشت کو کاٹنے والا۔ سخت۔ خاک آلود۔ یہاں سے مولانا نے اپنے آپ کو مخاطب بنایا ہے۔ تیرہ۔ گدلا۔ سر چہ۔ کنویں کا منہ۔ صبر آرد۔ یعنی تمنائیں صبر سے پوری ہوتی ہیں، جلد بازی بے فائدہ ہے۔

مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہست قرآں در زبانِ پہلوی

دفتر دوم

مُصنّف

مولانا جلال الدّین رومیؒ

مُترجم

قاضی سجّاد حسین

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اُردو بازار لاہور

فہرست

مقدمہ

دفتر اوّل کی اشاعت

جس وقت میں نے مثنوی کی اشاعت کا ارادہ کیا تھا خود بھی مذبذب تھا اور احباب بھی مختلف الرائے تھے۔ کچھ احباب ہمت بندھاتے تھے تو کچھ احباب مخلصانہ طور پر اس اقدام کی مخالفت کرتے تھے لیکن میں نے خدا پر بھروسہ کر کے عواقب وانجام سے قطع نظر کی اور اشاعت کے کاموں میں لگ گیا۔ جب دفتر اوّل مکمل ہوا تو سوچا کہ اس کا اجراء کسی جلسہ میں کرایا جائے۔ میں اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ بعض احباب نے توجہ دلائی کہ اس سال جبکہ مولانائے رومؒ کی سات سو سالہ یادگار منائی جارہی ہے اور دیگر ممالک میں اس سلسلہ میں بہت سے اجتماعات ہورہے ہیں، ہندوستان میں بھی اس طرح کی تقریب منانی چاہئے اور اسی میں دفتر اوّل کے اجراء کی رسم ادا کی جائے۔ میں نے یہ خیال جناب پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم حکومت ہند کے سامنے ظاہر کیا تو موصوف نے اس کو پسند فرمایا اور اپنے ہاتھوں دفتر اوّل کا اجراء کرنا منظور کرلیا چنانچہ ۲۸ مارچ ۱۹۷۵ء کو غالب اکیڈمی بستی نظام الدین میں جناب حکیم عبدالحمید صاحب صدر غالب اکیڈمی کی زیر صدارت جشن ۷۰۰ سالہ مولانائے رومؒ کے عنوان سے ایک کامیاب اجتماع ہوا جس میں جناب کوکب دری زادلطفہ کا مجھے بھرپور تعاون حاصل رہا اور جناب مسعود حسن خان صاحب وائس چانسلر جامعہ ملیہ نے ایک علمی مقالہ پڑھا۔ جناب فتح اللہ صاحب مجتبائی کلچرل کونسلر ایرانی ایمبیسی دہلی نے مولانا رومؒ اور مثنوی پر ایک فاضلانہ تقریر کی اور جناب محمد اعظم کامران نے اپنے دلنواز نغمہ سے مولانا رومؒ کی ایک غزل سنائی۔ دہلی کے اکثر علم دوست احباب اس میں شریک ہوئے۔ بقول بعض احباب کے یہ اجتماع دہلی کے دانشوروں اور اہل علم کا ایک قابل ذکر اجتماع تھا۔ دہلی کے انگریزی ہندی اور اردو اخبارات نیز آل انڈیا ریڈیو دہلی اور ٹیلی ویژن نے اس اجتماع اور مثنوی کے دفتر اوّل کے اجراء اور اس کی پسندیدگی پر خوب خوب خبریں شائع کیں۔ محکمہ ٹیلی ویژن نے تو صرف اسی اجتماع کو رونما کرنے پر بس نہ کی بلکہ میری اور مثنوی کی مستقل فلم تیار کر کے اس کو مختلف اسٹیشنوں سے مختلف اوقات میں دکھایا۔ اس کے بعد سے آج تک شاید ہی کوئی اردو کا کوئی مؤقر اخبار یا رسالہ ایسا ہوگا جس نے دفتر اوّل پر سیر حاصل تبصرہ نہ کیا ہو اور مثنوی شریف کے پورے دفتروں کی تکمیل پر اصرار نہ کیا ہو۔ میں منعم وہاب کا کس طرح شکریہ ادا کروں کہ اس کی رحمت بے پایاں سے اس کی قبولیت وہم وگمان سے بھی زیادہ ہوئی۔ ملک کے اہل علم نے بذریعہ خطوط اس کی تعریف وتوصیف کی اور ملک کے ہر ہر گوشہ سے اس کی مانگ شروع ہوگئی۔ میں نے اس کی اشاعت کے بعد فوراً ہی دفتر دوم پر کام شروع کردیا، آج جبکہ میں یہ مقدمہ سپردِ قلم کررہا ہوں، یہ دفتر

دوم اس قابل ہو گیا ہے کہ اس کی طباعت شروع کرا سکوں اور قریبی عرصہ میں اہل علم کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ دفتر اوّل کی اشاعت کے بعد سے بقیہ دفتروں کی اشاعت و تکمیل کے لئے جو سہولتیں میسر آ رہی ہیں ان کا تفصیلی ذکر تو طویل ہے البتہ اس سلسلہ میں اگر میں پروفیسر سید نورالحسن صاحب وزیر تعلیم اور وزارتِ تعلیم ہند کا ذکر نہ کروں تو بڑی ناسپاس گذاری ہوگی۔ میں موصوف اور ان کی وزارت کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ موصوف نے دفتر اوّل کی بڑی تعداد میں خریداری کرا کر دیگر دفاتر کی اشاعت کو آسان بنا دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کے لئے ایک گراں قدر مالی اعانت کرنا بھی منظور کر لیا ہے۔ خدا کے فضل و کرم سے دفتر دوم تو عنقریب ہی سامنے آ جائے گا۔ اب میں نے تیسرے دفتر پر کام شروع کر دیا ہے اور بفضلہٖ تعالیٰ اس کو نصف کے قریب لکھ چکا ہوں۔ اب جبکہ بقیہ دفتروں کی اشاعت کی مالی مشکلات سے میں بے نیاز ہو چکا ہوں، ناظرین سے استدعا ہے، وہ دعا فرمائیں رب العزت مجھے وہ طاقت بھی عطا فرما دے کہ میں قلمی اعتبار سے اس خدمت کی جلد از جلد تکمیل کر سکوں گو سن قالہ میں پہنچ گیا ہوں اور اپنی عمر کی ۶۵ ویں منزل طے کر رہا ہوں، قوائے جسمانی بھی انحطاط پذیر ہیں، لیکن مولائے کریم سے پُر امید ہوں کہ وہ اس ناکارہ کو وہ طاقت عطا فرما دے گا جس سے میں اپنی اس تمنا کو پورا کر سکوں گا۔ وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ۔

مولانائے رومؒ اور مثنوی

دفتر اوّل کے مقدمہ میں مولانا کے حالات اور مثنوی کے بارے میں کچھ معروضات کی گئی ہیں، اس کی اشاعت کے بعد ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۷۵ء کے رسالہ ''جامعہ'' کے شماروں میں اسی موضوع پر مسز انیماریا شمیل پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی کے مقالہ کا ترجمہ از سید ضیاء الحسن صاحب ندوی نظروں سے گزرا۔ اس میں بعض جدید معلومات تھیں۔ موصوفہ وہ مستشرق خاتون ہیں جو مولانائے رومؒ پر ایک سند تسلیم کی جاتی ہیں۔ وہ امسال ماہِ ستمبر میں ہندوستان بھی آئیں اور مجھے بھی ان سے ملنے اور اس موضوع پر معلومات حاصل کرنے کا موقع ملا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کی تلخیص و اقتباس دفتر دوم کے اس مقدمہ میں بشکریہ رسالہ جامعہ ہدیۂ ناظرین کروں۔ اب مطالعہ کرنے والوں سے گذارش ہے کہ اس تلخیص و غیر مرتب اقتباس کو دفتر اوّل کے مقدمہ کے مضمون کے ساتھ ملا کر مطالعہ کریں تاکہ پوری افادیت حاصل ہو سکے۔

☆

مولانا جلال الدین رومیؒ ۱۲۰۷ء میں بلخ میں پیدا ہوئے جو آج کل مملکت افغانستان کے زیرنگین ہے۔ اس تاریخ ولادت پر مؤرخین کا اتفاق ہے لیکن مولانا کی کتاب ''فیہ مافیہ'' کی ایک عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ مولانا خوارزم شاہ کے سمرقند کے محاصرہ کے جو کہ ۱۲۰۷ء میں ہوا تھا، چشم دید واقعات بیان کر رہے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی پیدائش یقیناً اس سے کم از کم دس بارہ سال قبل ہو چکی تھی۔ بلخ اس دور میں علمی و دینی مرکز تھا، قدیم زمانے میں یہ شہر بودھ مذہب کا بھی مرکز رہ چکا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ تصوف کے قدیم رجحانات

میں جھلکنے والے بعض بودھ افکار اسی شہر کی دین ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادھم اسی شہر کی پیداوار ہیں۔ دنیا سے ان کی بیزاری گوتم بدھ کے زہد اور ترکِ دنیا سے بہت ملتی جلتی ہے۔ مولانائے رومؒ نے بچپن میں فلسفی مفکر امام فخر الدین رازی کا زمانہ بھی پایا تھا۔ امام رازی کو سلطان خوارزم کے دربار میں بہت رسوخ تھا اور سلطان کو صوفیوں کے خلاف کر دینے میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ ۱۲۰۹ء میں صوفی مجد الدین بغدادی کے نہر جیحون میں ڈوب کر جان دے دینے کا سبب بھی یہی بنے تھے۔ مولانائے رومؒ کے والد شیخ بہاؤ الدین ولد سے بھی امام کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ مولانائے رومؒ بھی دینی معاملات میں عقل و فلسفہ کی مداخلت کو ناپسند کرتے تھے۔ ان کے دوست اور شیخ شمس الدین تبریزی تو امام فخر الدین رازی کو ''الکافر الاحمر'' سرخ کافر کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ مولانائے رومی کا یہ شعر

گر باستدلال کارِ دیں بدے فخر رازی رازدارِ دیں بدے
اگر دین کا معاملہ دلیل بازی پر موقوف ہوتا تو فخر الدین رازی دین کے رازدار ہوتے

بھی ان حالات کی غمازی کرتا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ولد کے بلخ چھوڑنے کی بنیاد امام رازی کی عداوت کو قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ امام رازی کی وفات ۱۲۱۰ء میں ہوگئی تھی جبکہ شیخ بہاؤ الدین نے بلخ ۱۹۔۱۲۱۸ء میں چھوڑا ہے۔

شیخ بہاؤ الدین ۱۲۲۰ء کے وسط میں روم میں پہنچے۔ یہاں سے مولانا جلال الدینؒ کے نام کے ساتھ رومی کی نسبت شروع ہوئی۔ ایک عرصہ تک شیخ بہاؤ الدین ''لارندا'' میں مقیم رہے۔ مولانائے رومؒ کی والدہ کی یہاں ہی وفات ہوئی۔ لوگ آج بھی اس قبر اور مسجد کی زیارت کو جاتے ہیں جو مولاناؒ نے ان کی یادگار میں بنائی تھی۔ مولانائے رومؒ نے یہاں ہی جوہر نامی ایک سمرقندی دوشیزہ سے شادی کی جس سے ان کے عزیز ترین بیٹے سلطان ولد پیدا ہوئے جو آگے چل کر مولانائے رومؒ کے خلیفہ دوم اور مولاناؒ کے بہترین سوانح نگار اور ان کی کتابوں کے شارح بنے۔ سلطان علاؤ الدین کیقباد نے شیخ بہاؤ الدین ولد کو قرمان (لارندا) میں بلوا لیا تھا۔ قرمان، قونیہ سے سو کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے۔ سلطان علاؤ الدین نے قلعہ کے قریب ایک ٹیلہ پر ایک عالیشان مسجد تعمیر کرائی، قونیہ اس دور میں پُر رونق مدرسوں اور مسجدوں سے آباد تھا۔ شیخ بہاؤ الدین ولد اور ان کے خاندان کے آ جانے سے اس کی رونق دوبالا ہوگئی۔ ۲۲ جنوری ۱۲۳۱ء کو شیخ بہاؤ الدین اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

شیخ بہاؤ الدین کی وفات کے چند سال بعد ان کے شاگردِ رشید برہان الدین محقق ترمذی بھی قونیہ پہنچ گئے۔ مولانا رومؒ نے انہی سے علوم لدنی، حکمت الہامی اور صوفیانہ زندگی کے رموز و اسرار کی معرفت حاصل کی اور پھر انہی کے حکم کی تعمیل میں آپ شام تشریف لے گئے اور وہاں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ اوحد الدین کرمانی کے حلقے کے بڑے بڑے صوفیوں سے آپ نے ملاقاتیں کیں۔ ہو سکتا ہے کہ ممتاز

صوفی شمس الدین تبریزی سے پہلی ملاقات آپ کی یہاں ہی ہوئی ہو۔

برہان الدین محقق ۱۲۴۰ء میں قونیہ چھوڑ کر قیصریہ چلے گئے اور وہاں ہی ان کی وفات ہوئی اور آج بھی ان کی قبر کی زیارت کے لئے لوگ دور دراز علاقوں سے آتے ہیں۔

منگول نے ۱۲۴۲ء میں روم کے علاقہ پر قبضہ کرلیا، اناطولیہ بھی ان کے قبضہ میں آ گیا۔ قیصریہ بھی جلد ہی منگول کی لوٹ مار کی نذر ہو گیا۔ انہی حالات میں قونیہ پر منگول کا تسلط ہو چکا تھا، اس سیاسی تاریکی کے باوجود مولانائے رومؒ نے شمس دوام کو اپنے سامنے درخشاں دیکھ لیا تھا۔ جنوری ۱۲۴۴ء کے اواخر میں مولاناؒ کی شمس الدین تبریزی سے ملاقات قونیہ میں ہوئی۔ مولانائے رومؒ اور شمس الدین تبریزی کی پہلی ملاقات کے بارے میں بہت سی روایتیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قرین قیاس وہی روایت ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بایزید بسطامی کے فرقِ مراتب کے سلسلہ میں باہمی گفتگو کی ہے، اس ملاقات کے بعد دونوں بزرگ ایک دوسرے سے ایسے وابستہ ہوئے کہ چھ ماہ تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے۔ صلاح الدین زرکوب کی دکان تھی اور اس پر ان دونوں کی مجلس اس طور پر ہوتی تھی کہ نہ کھانے پینے کی فکر ہوتی نہ ضروریاتِ زندگی کی خبر۔ پورے چھ ماہ اسی عالم میں گزر گئے۔ یہ شمس الدین تبریزی کون تھے جو مولانائے رومؒ کی زندگی میں اس قدر انقلاب کا سبب بنے۔ ان کے صحیح واقعات تو پردۂ اخفا میں ہیں لیکن اس قدر ضرور معلوم ہے کہ ان کی سخت تنقید سے اس دور کے صوفیاء میں سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ شام و عراق کے بڑے بڑے مشائخ سے شمس الدین نے ملاقاتیں کیں۔ ان کی ملاقاتوں کا سب سے زیادہ دلچسپ قصہ وہ ہے جو اوحد الدین کرمانی کی ملاقات کے دوران پیش آیا۔ اوحد الدین کرمانی ان صوفیوں میں سے تھے جو مخلوق کی صورتوں میں خالق کا جمال دیکھتے اور اس کی پرستش کرتے تھے۔ انسانی شباب میں انہیں جمالِ خداوندی نظر آتا تھا۔ ایک مرتبہ اوحد الدین نے شمس الدین سے کہا کہ میں چاند کو اس وقت دیکھتا ہوں جبکہ وہ پانی کے پیالے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ شمس الدینؒ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ اگر تمہاری گردن میں کجی نہیں ہے تو تم اس کو آسمان پر ہی کیوں نہیں دیکھتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شمس الدین کی ملاقات محی الدین عربی سے بھی ہوئی ہے۔ شیخ اکبر کے تصنیفی اور علمی شہ پارے اور ان کے خیالات و افکار بھی شمس الدین کی نگاہِ تنقید سے نہیں بچ سکے ہیں۔ شمس الدین، ابن عربی کو نوآموز و خام کار سمجھتے تھے۔ وہ مولانائے رومؒ کو موتی سے تشبیہ دیتے تھے تو شیخ محی الدین ابن عربیؒ کو کنکریوں سے۔ شمس الدین صوفیاء کے کس سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے، یہ ابھی تک واضح نہیں ہو سکا ہے۔ ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ انہیں خواب میں براہِ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خرقۂ تصوف حاصل کرنے کا شرف حاصل ہے۔ ہمیں ترک عالم عبدالباقی کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ وہ عملاً قلندر اور ایک جہاں گشت درویش تھے۔ شمس الدین کے بعض جملے اور عبارتیں بھی اس کی تصدیق کرتی ہیں جن میں وہ قلندریت کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ ان کا اپنے بارے میں دعویٰ تھا کہ وہ عاشقیت ہی سے نہیں بلکہ معشوقیت کے مقام سے بھی آگے نکل گئے تھے۔ وہ تمام مراحل طے

کر کے قطب المعشوقین کے مقام پر سرفراز تھے۔

سخت حیرت ہے کہ شمس الدین کی چند ماہ کی صحبت سے مولانائے رومؒ نے تمام سماجی ذمہ داریوں بلکہ فرائض اور واجبات کو بھی بالائے طاق رکھ دیا تھا۔ اسی بنیاد پر مولاناؒ کے متعلقین میں غیض وغضب کی وہ آگ بھڑکی کہ شمس الدین کو قونیہ چھوڑنا پڑا۔ اس جدائی کا مولانائے روم پر یہ اثر پڑا کہ ان کو اپنا غم ہلکا کرنے کے لئے رقص و سرود اور نغمۂ موسیقی میں پناہ لینی پڑی۔ ایک عرصہ کے بعد مولاناؒ کو پتہ چلا کہ شمس الدین شام کے مرغزاروں میں فروکش ہیں تو مولاناؒ نے اپنے بیٹے سلطان ولد کو ان کو واپس لانے کے لئے روانہ کیا۔ شمس الدین واپس آئے تو مولاناؒ پر سرور و انبساط کا عالم طاری ہوا، دونوں کی ملاقات ہوئی تو یہ تمیز کرنا مشکل تھا کہ ان میں طالب کون ہے اور مطلوب کون ہے۔ مولاناؒ نے ان کو قونیہ کا پابند کرنے کے لئے کیمیا نامی ایک دوشیزہ سے ان کی شادی کرادی اور پھر دونوں میں ہفتوں بلکہ کئی کئی ماہ مسلسل روحانی اور وجدانی گفتگو میں گزرنے لگے۔ یہ بات پھر مولاناؒ کے عقیدتمندوں پر گراں گذرنے لگی جس سے ان کے اندر پھر شمس الدین کے خلاف غم وغصہ کے جذبات بھڑک اٹھے۔ اسی دوران ۱۲۴۸ء میں ''کیمیا'' کا انتقال ہوگیا تو پھر شمس الدین قونیہ سے ایسے غائب ہوئے کہ ڈھونڈنے سے بھی کبھی نہ ملے۔ شمس الدین کی اس روپوشی کے بارے میں متضاد کہانیاں ملتی ہیں۔ بعض روایات بتاتی ہیں کہ شمس الدین قونیہ سے نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہوئے۔ ''افلاکی'' صراحت کرتے ہیں کہ ان کو مولاناؒ کے صاحبزادے فخر العلماء علاؤ الدین ولد کی دشمنی کی وجہ سے قتل کر دیا گیا۔ لیکن یہ بات بھی بعید از قیاس ہے کہ ایسے محترم خانوادے کا کوئی فرد قتل عمد جیسے معیوب اور ذلیل جرم کا ارتکاب کرے یا کرائے۔

بہر حال کہا جاتا ہے کہ ۵ دسمبر ۱۲۴۸ء کی رات تھی۔ دونوں بزرگ شب کے آخری حصہ تک باہمی گفتگو میں محو تھے کہ کوئی شخص شمس الدین کو باہر بلا کر ان پر پے در پے قاتلانہ حملے کرنے لگا اور ان کو قتل کر کے قریب ایک اندھے کنوئیں میں ڈال دیا۔ یہ کنواں آج تک موجود ہے جس کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ صبح کو مولاناؒ کے بڑے صاحبزادے سلطان ولد کو خبر ملی تو انہوں نے ان کی نعش کو کنوئیں سے نکال کر ایک قبر میں دفن کر دیا۔ اب یہی شمس الدین کی آخری آرامگاہ ہے جس پر ایک یادگاری تختی لگادی گئی ہے۔ حال ہی میں جو کھدائی کی گئی ہے، اس سے ایک بڑی قبر کا سراغ ملتا ہے جس کا تعلق عہد سلجوقی سے معلوم ہوتا ہے۔ مولانا میوزیم کے ڈائریکٹر سید محمد اورند، افلاکی کے اس بیان کی تائید کرتے ہیں۔ مولانائے رومؒ سے اس جانگسل واقعہ کو پوشیدہ رکھا گیا لیکن پھر بھی مولاناؒ کے بعض اشعار بتاتے ہیں کہ ان کو اس سانحہ کا علم ہوگیا تھا۔ بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ شمس الدین دیارِ شام میں مقیم ہیں تو مولانا وہاں پہنچ گئے اور کہتے تھے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس نے شمس الدین کو دیکھا ہے تو اس سے پوچھو کہ اس فردوسِ بریں کا راستہ کدھر ہے؟ اس کے بعد مولاناؒ کے اشعار میں شمس الدین کی ایسی چھاپ نظر آتی ہے کہ ان کو ہر طرف شمس الدین ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ایک غزل میں کہتے ہیں۔

تنہا میں ہی شمس الدین شمس الدین نہیں گاتا رہتا ہوں بلکہ ادھر بطخیں اور سارس تالابوں میں اور ٹیلوں پر

بلبلیں چمن زاروں میں وارفتگی کے عالم میں نغمہ سرا ہیں، ادھر میں سرِ شام گنگناتا ہوں۔

شمس الدین کانِ جواہر، شمس الدین روز و شب، شمس الدین شام و سحر، شمس الدین جامِ جم، شمس الدین بحرِ بیکراں، شمس الدین دمِ عیسیٰ، شمس الدین یدِ بیضا، شمس الدین جمالِ یوسف۔

مولانا کو اگرچہ جلد ہی شمس الدین کی وفات کا علم ہو گیا تھا لیکن اس کا اعتراف و اقرار ان پر سخت گراں تھا۔

اس کے بعد بھی شمس الدین تبریزی کی شخصیت کے بارے میں بہت سے حالات معرضِ خفاء میں ہیں حتیٰ کہ بعض محققین ان کے بارے میں اس درجہ مشکوک ہیں کہ وہ سرے سے اس جیسی شخصیت کے وجود کا ہی انکار کرتے ہیں، لیکن وہ عظیم کلاہِ درویشی جو قونیہ میوزیم میں آج بھی موجود ہے اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ اس جیسی شخصیت ایک زمانہ میں موجود تھی۔ آنکھوں نے اس کو دیکھا ہے اور اس کے نقوش آج بھی تازہ ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانائے رومؒ اور شمس تبریزی کی باہمی انوکھی ملاقاتیں، باہمی شیفتگی اور یہ ربط صوفیائے اسلام میں کسی دوسری جگہ نظر نہیں آتا ہے۔

بعض لوگ شمس الدین تبریزی کو سقراط سے تشبیہ دیتے ہیں جس نے اپنے پیچھے تحریری شکل میں کچھ نہ چھوڑا لیکن افلاطون جیسا شاگرد چھوڑا جو اس کی عظمت کا سبب بنا۔ اسی طرح مولاناؒ ایک چراغ کے مانند تھے لیکن شمس الدین وہ چنگاری تھے جو اس چراغ کو روشن کر گئی۔

شمس الدین تبریزی کی جدائی کے بعد مولاناؒ کی روح الہام و کشف کے ایک نئے سرچشمہ سے مانوس ہونے لگی۔ وہ ایک روز قونیہ میں صرافہ کے بازار سے گزر رہے تھے وہاں صلاح الدین زرکوب کی دکان پر زرکوبی کی کھٹ کھٹ کی آواز ایک دلکش نغمہ کی طرح مولانا کے کان میں پڑی اور مولاناؒ بے اختیار رقص کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد صلاح الدین زرکوب بھی اس رقصِ مستانہ میں شریک ہو گئے۔ اس طرح کچھ دیر دونوں سرِ بازار رقص کرتے رہے۔ پھر صلاح الدین تو اپنی دکان کے کاموں میں لگ گئے اور مولانا گھنٹوں اسی عالم میں رقصاں رہے۔ صلاح الدین زرکوب مولانا برہان الدین محقق کے فیض یافتہ تھے، زہد و تقشف میں شیخ و مرشد کی بولتی تصویر تھے۔ اسی بناء پر شیخ محقق نے باوجود ان کی ناخواندگی کے ان کو اپنا روحانی وارث اور اکلوتا خلیفہ قرار دیا تھا۔ شمس الدین تبریزی کے بعد مولاناؒ کو پھر صلاح الدین زرکوب کی صحبتوں میں وہی پرانا کیف و سرور حاصل ہونے لگا، صحبتوں کا سلسلہ طویل ہونے لگا۔ بالآخر اس اتحاد و شیفتگی کا یہ نتیجہ ہوا کہ مولاناؒ نے اپنے صاحبزادے سلطان ولد کی شادی صلاح الدین زرکوب کی بیٹی فاطمہ سے کر دی۔ ایک وقت آیا کہ صلاح الدین بیمار ہوئے۔ مولاناؒ ان کی تیمارداری میں اس قدر منہمک اور مصروف ہو گئے کہ اپنے معمولات سے بھی غافل رہے اور بہت ہی کم صلاح الدین سے جدا ہوتے تھے۔ جب وہ وقت آیا کہ صلاح الدین زرکوب اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ان کی روح عالمِ ارواح کے تصرفات سے لطف اندوز ہونے لگی تو مولاناؒ تدفین سے فارغ ہو

کر گھر واپس آئے۔ مولاناؒ نے ان کا جو مرثیہ لکھا، اس میں تحریر فرمایا:۔

اے وہ شخص جو زمین و آسمان کو چھوڑ جانے والے پر بھی روتا تھا تیرے عہد زریں کی یاد میں ہوش و حواس اشکبار ہیں اور روح کرب زدہ اور غمگسار ہے، اب کوئی نہیں جو تیری جگہ لے سکے، مکان ولا مکان تیرا ماتم کر رہے ہیں، جبرئیل امین کے پر تیرے غم میں پیلے پڑ گئے ہیں، اولیاء او انبیاء سب کی آنکھیں نم ہیں۔ اے صلاح الدین تم ایک بلند پرواز برق رفتار طائر تھے، تم کیا اڑے کہ وہ شاخ بھی اڑ گئی جس سے کبھی تم تیر کی مانند اڑتے تھے۔

یہ بتا دینا بھی مناسب ہے کہ مولاناؒ صوفیانہ جذب و کیف اور رقص و سرود میں منہمک رہنے کے باوجود عین اسی وجدانی کیفیت کے دوران بھی صحیح شرعی رائے یا فتویٰ دینے سے کبھی قاصر نہ رہے۔ سپہ سالار نے جنہیں برسوں مولاناؒ کی خدمت کا موقع ملا ہے، نماز اور اس کے آداب سے ان کے شغف اور ان کی طویل روزہ کشی کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

مولاناؒ کا حسن سلوک، حسن معاشرت اور شریعت کی غیر معمولی پابندی ہی لوگوں کو ان کے در تک کھینچتی تھی۔ مولاناؒ کے دروازے خواص اور مالداروں سے زیادہ عوام اور غریبوں کے لئے کھلے رہتے تھے۔ مولاناؒ کے معتقدین میں جہاں مردوں کے انبوہ در انبوہ نظر آتے ہیں، وہاں معتقد عورتوں کی بھی ایک بڑی تعداد ہے۔ سلطان غیاث الدین کی بیگم جو قونیہ سے قیصریہ چلی گئی تھیں، جب مولانا کی جدائی برداشت نہ کر سکیں تو انہوں نے ایک بازنطینی آرٹسٹ سے مولانا کی تصویر بنوائی جس کو وہ اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔ خود مولاناؒ کی پوتی سلطان ولد کی صاحبزادی ایک عرصہ تک کامیابی کے ساتھ طریق مولویت کی نشر و اشاعت کرتی رہیں۔ مولانا کی دوسری بیوی کرا خاتون کو بھی وہ روحانی مقام حاصل تھا کہ مولانا ان کو "سارہ ثانی" اور "مریم زمانہ" کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔

تیسری شخصیت جو مولاناؒ کے جذب و کشش کا محور بنی، وہ حسام الدین چلپی کی شخصیت ہے۔ حسام الدین بن حسن اخی ترک، قونیہ کی سوسائٹی میں درمیانہ طبقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حسام الدین مولاناؒ کی زندگی میں اچانک نمایاں نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ برسوں پہلے سے ان کی صحبت میں رہتے آئے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ شمس الدین تبریزی نے ان کو ہونہاری کی حالت میں دیکھا تھا تو ان پر اپنی پوری توجہ مبذول کی تھی۔ حسام الدین اس قدر روشن ضمیر تھے کہ وہ دوستوں اور محبت کرنے والوں کی تکلیف کو خود بخود اس طرح محسوس کر لیا کرتے تھے جیسے کہ وہ تکلیفیں خود ان کے روح اور جسم میں پائی جاتی ہوں۔ وہ تصوف اور سلوک کے اعلیٰ مدارج پر فائز تھے۔ مولاناؒ نے ان کو اپنے بعض خطوط میں "جنید عصر" سے تعبیر فرمایا ہے اور کہتے تھے کہ وہ مجھ سے باپ اور بیٹے کی مانند قریب ہیں اور مجھے وہ نورِ عین کی طرح عزیز ہیں۔ مولاناؒ کے الہامی افکار اور ان کی حکمت و تعلیمات کی تشریح اور تفسیر کا سہرا حسام الدین ہی کے سر پر ہے جنہوں نے مولاناؒ کے صوفیانہ فلسفہ اور حکمت کو اصل صورت

میں محفوظ کر دیا اور مولانا کی تحریروں کو ان کے عقیدتمندوں اور مریدوں نے یکجا کر دیا۔ مولاناؒ نے انہی کی فرمائش پر اپنا وہ روحانی سرمایہ جس کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے، ان کو املاء کرایا۔ چند برس تک حسام الدین مولانا کے ساتھ رہے۔ مولانا کی زبان سے جو شعر نکلتا وہ اس کو قلمبند کر لیتے۔ سڑک ہو یا گھر، حمام ہو یا بازار، محفل سماع ہو یا خلوتِ خانہ، سایہ کی طرح مولاناؒ کے ساتھ رہتے تھے۔

مثنوی کی ابتداء کی تاریخ متعین کرنا تو دشوار ہے لیکن بقول عبدالباقی کے دفتر اوّل کی بعض حکایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک بغداد میں عباسی حکومت قائم تھی۔ ۱۲۵۸ء میں جب تاتاریوں نے معتصم باللہ عباسی خلیفہ کو قتل کیا اس وقت دفتر اوّل کا املا مکمل ہوا تھا۔ دفتر اوّل کی تکمیل کے بعد حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو مولاناؒ کے اشعار کا الہامی سلسلہ جاری نہ رہ سکا اور کافی تاخیر سے دفتر دوم شروع کیا۔ مولاناؒ جب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے تب ہی مثنوی کے املاء کا سلسلہ ختم ہوا۔

۱۲۷۳ء کے موسم خزاں میں مولانا کی نقاہت بڑھ گئی۔ طبیب مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے۔ طبیبوں نے بہر حال یہ محسوس کر لیا کہ مولاناؒ کے پھیپھڑے میں پانی اتر آیا ہے۔ ۱۷ دسمبر ۱۲۷۳ء کی شام ایک پُر ملال شام تھی جس میں مولاناؒ ہمیشہ کے لئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو کر اپنے حقیقی محبوب سے جا ملے۔ ان کی وفات سے صرف انسان ہی نہیں بلکہ حیوانات بھی متاثر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کی بلی نے بھی ان کی وفات کے بعد کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنی زندگی کی بساط لپیٹ کر چل دی جس کو مولاناؒ کی اہلیہ نے مولاناؒ کے پہلو میں دفن کرا دیا۔

مولانائے رومؒ کی احادیث وتفسیر اور سیرِ صحابہ

اس موضوع پر میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ باتیں لکھ چکا ہوں۔ اس سلسلہ میں آیات کی تفسیر سے متعلق حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ ''غایۃ القال'' میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرات صوفیہ بعض آیات کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جس پر کوئی نقل شاہد نہیں ہوتی ہے۔ اس پر بعض جہلاء ان کو کفر کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں لیکن یہ درست نہیں ہے کیونکہ ان کی مراد حقیقی تفسیر نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''التفرقۃ بین الاسلام والزندقۃ'' میں تحریر فرمایا ہے کہ بعض اصحاب غلبۂ ظن سے بلا دلیل کسی آیت کی تاویل کرنے لگتے ہیں۔ ان پر کفر کا فتویٰ صادر کرنے میں عجلت سے کام نہ لینا چاہئے بلکہ غور کرنا چاہئے۔ اگر ان کی یہ تفسیر و تاویل اصولی عقائد سے متعلق نہیں ہے تو ان کی کسی طرح سے تکفیر جائز نہ ہوگی اور ایسی تاویل کے قائل کو مبتدع اور کافر نہیں کہا جا سکتا ہے۔ جہاں تک احادیث اور سیر انبیاء وصحابہ کی بحث ہے اس کے متعلق بھی میں دفتر اوّل کے مقدمہ میں کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مولاناؒ نے دفتر دوم میں ''سجدہ کردن یحییٰ و مسیح در شکم مادر یک دگر زا'' کے ماتحت جو کلام فرمایا ہے، اس میں حضرت مسیح اور حضرت یحییٰ کے ماؤں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے پر معترضین کے اعتراضات نقل کئے ہیں اور پھر

فرمایا ہے:-

این بداند آنکہ اہل خاطر ست | غائب از آفاق اُو را حاضرست
اس بات کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہے | آفاق سے غائب (چیز) اس کے لئے حاضر ہے
پیشِ مریمؑ حاضر آمد در نظر | مادرِ یحییٰؑ کہ دورست از بصر
حضرت مریم علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے آ گئی | حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں جو نگاہ سے دور تھی

اور پھر فرمایا:-

ور ندیدش نز بروں و نز دروں | از حکایت گیر معنی اے زبوں
اور اگر مریمؑ نے انکو ظاہری اور باطنی طور پر نہ بھی دیکھا ہو | اے ناقص! اس حکایت سے معنی اخذ کر لے
نے چناں افسانہا بشنیدۂ | ہمچو شیں بر نقش آں چسپیدۂ
کیا تو نے ایسے افسانے نہیں سنے ہیں | تو ان کے نقش پر شین کی طرح چپکا ہوا ہے

اور پھر فرمایا کہ کلیلہ و دمنہ اور گل و بلبل کے افسانے تم سنتے ہو اور ایسے نتائج اخذ کرتے ہو اسی طرح مثنوی کے قصص اور حکایات کو سمجھ لو اور ان سے صحیح نتائج اخذ کرلو۔

مولانا کا یہ فرمانا بالکل صحیح ہے کہ بعض بزرگوں نے افسانوی قصوں سے بہترین نتائج نکالے ہیں۔ شیخ فرید الدین عطارؒ نے ''منطق الطیر'' لکھی اور پرندوں کی زبانی مسائل کو سمجھایا، کلیلہ و دمنہ بھی حکمت و دانائی سے لبریز بہترین کتاب سمجھی گئی ہے، لیکن اس فرق کو بہر حال نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ افسانوں کو حدیث اور سیر صحابہ کر کے پیش کرنے کی جو مضرتیں ہیں، وہ ان کی افادیت سے زیادہ ہیں۔ اس سلسلہ میں، میں نے دفتر اوّل کے مقدمہ میں جو معروضات پیش کی ہیں وہ بہر حال مثنوی شریف کے مطالعہ میں پیش نظر رہنی چاہئیں۔

دفتر دوم کی تصوف کی چند اصطلاحیں

فتوح۔ عبادات و مکاشفات اور علم و معارف کا دروازہ کھل جانا۔ فتح۔ بندہ پر ذاتِ احدیت کی تجلیات کا نزول شروع ہو جانا۔ اذا جآء نصر اللہ و الفتح میں اس مقام کی طرف بھی اشارہ ہے۔ حسِ خفاش۔ انسان کے مادی حواسِ ظاہرہ اور حواسِ باطنہ۔ حسِ دریاش۔ روحانی حواس۔ مراقبہ۔ غیر اللہ سے توجہ ہٹا کر حضورِ دل کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہونا۔ حضورِ یار۔ معیت حق تعالیٰ۔ ظاہر۔ صوفیہ کی اصطلاح میں حقیقت کو کہتے ہیں۔ مظہر۔ صورت اور مراۃ کو کہتے ہیں مثلاً کوئی شخص آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو وہ شخص ظاہر ہے اور صورت و آئینہ مظہر ہے۔ روح۔ صوفیہ کی اصطلاح میں صورتِ نوعیہ کو کہتے ہیں۔ روحِ اعظم۔ انواع کی صورِ نوعیہ کے علاوہ جن کو ارواح کہا جاتا ہے، صوفیہ ایک اور روح مانتے ہیں جو ذاتِ باری سے سب سے پہلے صدور میں آئی ہے اور وہ تمام ارواح کی مربی ہے اس کو روحِ اعظم کہا جاتا ہے اور یہی روحِ اعظم روحِ محمدی ہے جیسا کہ حدیث اوّل ما خلق اللہ نوری (سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا فرمایا

ہے) میں مذکور ہے۔ لاہوت ۔ ذاتِ باری بلالحاظِ اسماء وصفات۔ جبروت ۔ مرتبۂ صفاتِ باری تعالیٰ۔ ملکوت ۔ مرتبۂ اسمائے باری تعالیٰ۔ حظیرۂ قدس ۔ وہ مقام ہے جس میں ملاءِ اعلیٰ اور روحِ اعظم کے انوار کا باہمی تداخل ہوتا ہے۔ ملاء اعلیٰ ۔ افضل ملائکہ کی جماعت۔ علم الیقین ۔ وہ علم ہے جو کسی سچے خبر دینے والے کی خبر سے حاصل ہو جیسے کسی سچے انسان کے کہنے سے آگ کے جلانے کا علم۔ عین الیقین ۔ وہ علم ہے جو خود اپنی آنکھ کے دیکھنے سے حاصل ہو۔ مثلاً آگ کے جلانے کا علم جبکہ آگ سے کسی چیز کو جلتے ہوئے اپنی آنکھ سے دیکھا۔ حق الیقین ۔ وہ علم ہے جو اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے حاصل ہو جیسا کہ آگ کے جلانے کا علم جبکہ خود آگ نے اس کو جلایا ہو۔ قطب الاقطاب غوثِ اعظم ۔ وہ ولی ہوتا ہے جو تمام عوالم پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقائے عالم کا سلسلہ اس کی بقاء سے قائم رہتا ہے اور دوسرے تمام اولیاء اس کے تابع ہوتے ہیں۔ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحاتِ مکیہ میں فرمایا ہے کہ ان قطبوں میں سے بعض کو خلافت باطنہ کے ساتھ خلافت ظاہری بھی حاصل ہوتی ہے جیسے کہ خلفائے اربعہ ، امام حسن ، حضرت امیر معاویہؓ، حضرت عمر بن عبدالعزیز۔ اور بعض کو محض خلافت باطنی حاصل ہوتی ہے جیسے شیخ احمد سبتی ، حضرت بایزید بسطامی وغیرہ۔ مولانا بحرالعلوم نے فرمایا ہے، قطب حقیقی اور غوثِ ازلی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک ہے۔ دنیا کے دیگر اقطاب اس روحِ پاک کے خلیفہ ہیں اور ان اقطاب میں سے بعض کو تحکم عظیم حاصل ہے اور یہ مقام شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھا۔

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کلید مثنوی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سالک پر ابتداً حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور ہوتا ہے اس کو تجلی افعال کہتے ہیں پھر صفات کا ظہور ہوتا ہے، اس کو تجلی صفات کہتے ہیں پھر ذاتِ بحت کا، اس کو تجلی ذات کہا جاتا ہے۔

شخصیتیں

واصل بن عطا ۔ یہ معتزلہ کے فرقہ کا بانی ہے۔ بہت ذہین شخص تھا لیکن اس کے عقائد فلسفۂ یونان سے متاثر تھے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں اس نے بحث شروع کی اور دعویٰ کیا کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب نہ مومن ہے نہ کافر بلکہ بین بین ہے۔ اس پر حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا یعنی وہ ہم (اہل سنت والجماعت) سے کنارہ کش ہو گیا۔ اس وقت سے اس کو اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں کو معتزلی کہا جانے لگا۔
سکندر ذوالقرنین ۔ یہ ایک خدا پرست اور برگزیدہ بادشاہ تھا جس کا قصہ قرآنِ پاک میں مذکور ہے۔ آبِ حیات کی جستجو اور اس سے محرومی کا قصہ بھی اسی کی طرف منسوب ہے۔ یہ سکندرِ اعظم (جس کو سکندر رومی بھی کہتے ہیں) کے علاوہ شخصیت ہے۔ سکندر رومی شاہِ یونان تھا جس نے دارا شاہِ ایران کو شکست دی تھی۔ یہ سکندر

ذوالقرنین سے صدیوں بعد گزرا ہے۔

نمرود۔ یہ کافر بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی بنا تھا جس کی سزا میں قدرت نے ایک مچھر اس پر مسلط کر دیا تھا جو اس کے دماغ میں گھس گیا تھا جس کی کلبلاہٹ اور اذیت رسانی اس وقت تک ختم نہ ہوتی تھی جب تک کہ نمرود کے سر پر جوتے کی دس پندرہ ضربیں نہ پڑیں۔

خضرؑ۔ حضرت خضرؑ کے نسب اور خاندان اور حالات سے متعلق مستند روایات ہمیں کم ملتی ہیں، بہر حال اس قدر ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے ملاقات کی تھی اور وہ علم لدنی اور تکوینیات کے بہت بڑے عالم تھے۔ تفسیر خازن میں مذکور ہے کہ اکثر علماء اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ جاوید شخصیت ہیں اور اہل معرفت اور صوفیاء اس عقیدہ پر متفق ہیں۔

جرجیسؑ ۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک حواری کے شاگرد تھے۔ فلسطین میں رہتے تھے۔ اس دور میں موصل کا بادشاہ بہت بڑا ظالم تھا جو لوگوں کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا۔ انہوں نے اس کو نصیحت کی تو اس نے ان کے قتل کے احکام جاری کر دیئے۔ یہ متعدد بار قتل کئے گئے لیکن قدرتِ الٰہی ہر بار ان کو زندہ کر دیتی تھی۔ اس معجزے سے بہت سے لوگ ان کے پیرو ہو گئے لیکن سرکشوں کی سرکشی ختم نہیں ہوئی اور بالآخر وہ انہی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سامری۔ بنی اسرائیل میں ایک شخص گذرا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جس وقت کوہِ طور پر گئے تو اس نے قوم میں شرارت پیدا کر دی۔ ایک گئوسالہ بنا کر قوم کو اس کی پرستش پر لگا دیا۔ جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت برہم ہوئے اور اس کو بددعائیں دیں جس سے وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

برصیصا۔ بنی اسرائیل میں ایک عیسائی راہب کا نام ہے جو بہت بڑا عبادتگذار تھا۔ ستر سال تک عبادتِ الٰہی میں مصروف رہا لیکن شیطان نے اس پر غلبہ حاصل کیا اس کو ابتداً عملیات سکھائے جس سے اس کی بہت شہرت ہوئی۔ شاہِ وقت کی ایک لڑکی اس کے پاس دعا کرانے آئی تو اس سے زنا کر بیٹھا، شہزادی حاملہ ہو گئی تو اس کو قتل کر ڈالا۔ اس کی پاداش میں وہ کفر کی حالت میں قتل کیا گیا۔

امام محمد بن عسکری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور یہ اثناء عشری شیعہ صاحبان کے بارہویں امام ہیں اور ان کے عقیدے کے مطابق ان کو حضرت خضر کی طرح عمر جاوید دی گئی ہے اور وہ اس وقت سُر مَنْ رَایٰ مقام کے ایک غار میں روپوش ہیں۔ قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا اور ان صاحبان کے نزدیک وہی مہدی موعود ہیں جو قیامت کے قریب ظاہر ہو کر دنیا سے ظلم و فساد کو مٹائیں گے۔ اہل سنت ان کی وفات کے قائل ہیں اور مہدی موعود بھی ان کو نہیں کہتے ہیں۔ بلکہ مہدی موعود محمد بن عبداللہ کو مانتے ہیں جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے اور قیامت کے قریب ان کا ظہور ہوگا۔

بلعم بن باعور ۔ بنی اسرائیل یا قومِ عمالقہ میں ایک بہت بڑا زاہد و عابد اور مستجاب الدعوات شخص تھا۔ شیطان نے اس کا اغوا کیا تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہو گیا جس کی پاداش میں اس کی تمام برکتیں مسلوب ہو گئیں اور کفر کی حالت میں اس کی موت ہوئی۔

عوج بن عنق ۔ قومِ عمالقہ میں سے ایک کافر شخص کا نام ہے جس کے قد اور عمر کے بارے میں مبالغہ آمیز قصے منقول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے تفسیر مظہری میں اس کے حالات نقل کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ اس کے حالات بغوی نے بہت مبالغہ آمیز لکھے ہیں جن کو کسی طرح عقل قبول نہیں کرتی ہے اور محدثین بھی ان کا انکار کرتے ہیں۔ ہاں وہ قومِ جبابرہ میں سے ایک بڑے قد اور بڑی طاقت کا آدمی تھا اور یہ قوم بہت قد آور اور ہیبت ناک تھی۔

ابو عامر راہب ۔ یہ مدینہ کا رہنے والا تھا۔ اس نے آنحضورﷺ کی ہجرت سے قبل مسیحیت اختیار کر لی تھی اور توریت و انجیل کا کافی مطالعہ کر لیا تھا۔ آنحضورﷺ کی ہجرت سے قبل نبی آخر الزماں کی بشارتیں لوگوں کو سناتا تھا لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد اس کو حسد و رشک پیدا ہو گیا اور آنحضورﷺ کی مخالفت کرنے لگا۔ آنحضورﷺ نے اس کو فہمائش کی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ جنگ بدر کی فتح کے بعد یہ مدینہ طیبہ سے بھاگ کر مکہ معظمہ میں جا بسا اور قریش کو آنحضورﷺ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔ جنگ احد میں قریش مکہ کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوا اور اسی نے مسلمانوں پر سب سے پہلا تیر چلایا۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ بھاگ کر ہرقل شہنشاہِ روم کے دربار میں پہنچ گیا اور وہاں بیٹھ کر مسلمانوں اور آنحضورﷺ کے خلاف سازشیں کرنے لگا۔ منافقوں نے قبا میں مسجد ضرار اسی کے مشورے سے بنائی تھی اور ان کا ارادہ تھا کہ اس کو بلا کر مسجد میں بٹھائیں اور مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیں۔ آنحضورﷺ نے اس سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا اور یہ منافقانہ حالت میں مدینہ نہ پہنچ سکا اور اسی حالت میں روم میں مرا۔

جعفر طرار ۔ یہ ایک بہت بڑا حیلہ ساز اور چالاک شخص تھا۔ جیب تراشی میں بھی ماہر تھا۔ اس نے دو مصنوعی پر بھی بنوائے تھے جن کے ذریعہ یہ ٹڈوں کی طرح اچھل کود کر لیتا تھا۔

مذہبی فرقے

مُشَبِّہ ۔ وہ فرقہ ہے جو خدا کو مخلوقات اور ممکنات سے تشبیہ دیتا ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے ''کلید مثنوی'' میں فرمایا ہے کہ بعض کامل مشبہ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ممکنات کی مخصوص صفات کو بھی حضرت حق تعالیٰ کے لئے ثابت کرتے ہیں جیسے شکل وصورت اور مکان اور جسم وغیرہ۔ پھر ان کامل مشبہ میں باہمی اختلاف ہے۔ حق تعالیٰ کے لئے کوئی ایک شکل ثابت کرتا ہے تو دوسرا کوئی دوسری شکل ثابت کرتا

ہے۔

منزھہ ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کو ممکنات کی صفات سے پاک و خالی مانتا ہے۔ اس میں بھی ایک کامل منزہ ہیں۔ یہ لوگ وہ ہیں جو ممکنات کے ساتھ مختص اور غیر مختص جملہ صفات سے حضرتِ حق کو پاک مانتے ہیں حتیٰ کہ صفت علم سے بھی۔

جامعۃ بین التشبیہ والتنزیہ ۔ یہ وہ جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ سے ان صفات کی تو نفی کرتی ہے جو ممکن کے لئے مخصوص ہیں لیکن وہ صفات جو ممکن کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں ان کو اللہ کے لئے ثابت کرتی ہے پھر ان میں بھی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جو نفس صفات کی نفی کرتا ہے مگر صفات کے آثار اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کرتا ہے اور ان آثار کا منشاء ذاتِ باری تعالیٰ کو بتاتا ہے۔ مثلاً وہ کہتا ہے کہ خدا علیم ہے لیکن صفت علم اس کے لئے ثابت نہیں ہے بلکہ انکشاف کا منشا اس کی ذات ہے۔ اسی طرح وہ قدیر ہے لیکن صفت قدرت اس کے لئے ثابت نہیں ہے۔ قدرت کے جو آثار ہیں ان کا منشا بھی اس کی ذات ہے۔ یہ گروہ معتزلہ کا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو صفات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ پھر اس دوسرے گروہ میں بھی دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک تو وہ گروہ ہے جو ان نصوص کی تاویل کرتا ہے جن میں اللہ کے لئے صفت استواء، صفت بطش، صفت ضحک، ید، وجہ وغیرہ آیا ہے۔ یہ گروہ متکلمین کا ہے۔ دوسرا وہ گروہ ہے جو ان آیتوں کی کوئی تاویل نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہتا ہے کہ ان صفات کے وہ معنی نہیں ہیں جن معنی کے اعتبار سے یہ ممکنات کے لئے بولی جاتی ہیں اور ان صفات کی حقیقت کو اللہ کے علم کی طرف مفوض کرتا ہے۔ یہ گروہ محدثین کا ہے۔

معتزلہ ۔ یہ فرقہ واصل ابن عطا کا پیرو ہے۔ اس کی بہت سی شاخیں ہیں جن کے عقائد یہ ہیں۔ قرآن مخلوق ہے۔ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ تقدیر کا عقیدہ غلط ہے۔ کبیرہ گناہ کرنے والا مومن نہیں ہے۔ خدا کی صفات نہیں ہیں۔

دہریہ ۔ یہ وہ فرقہ ہے جو خدا کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ عالم کا کاروبار بغیر کسی متصرف کے خود چل رہا ہے اور اسی طرح قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ چونکہ یہ خود دہر اور زمانے کو متصرف مانتا ہے، اس لئے ان کو دہریہ کہا گیا ہے۔

ثنویہ ۔ یہ فرقہ دو خداؤں کا قائل ہے۔ ایک کو یزداں کہتا ہے جو خالق خیر ہے، دوسرے کو اہرمن کہتا ہے جو خالق شر ہے۔

فرقہ اباحیہ ۔ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ اگر انسانی قلب کا تصفیہ ہو جائے تو پھر اس کے لئے ہر کام جائز ہے۔ پھر اس کے لئے شریعت کے اوامر اور نواہی یکساں ہیں۔ اس سے کسی کبیرہ گناہ کا بھی مواخذہ نہ ہوگا۔

جبریہ ۔ اس فرقے کے عقائد ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں مجبورِ محض ہے۔ اس فرقہ کے انتہا پسند، بندے کی طرف افعال کی نسبت کرنے کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ جمادات کی طرف کسی فعل کی نسبت کی جائے۔

قدریہ ۔ یہ فرقہ تقدیر کا منکر ہے اور بندہ کو اپنے افعال پر قادرِ مطلق مانتا ہے۔

سوفسطائیہ ۔ یہ فرقہ توہم پرست فلاسفہ کے ایک گروہ کا پیرو ہے۔ یہ فلاسفہ اشیاء کی حقیقت کے منکر ہیں ۔ ان کی کئی شاخیں ہیں۔

عنادیہ ۔ یہ فرقہ اشیاء کی حقیقت کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جن کو حقیقتیں سمجھا جاتا ہے، وہ محض اوہام اور خیالات ہیں۔

عندیہ ۔ یہ فرقہ بھی اشیاء کی حقیقت واقعیہ کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ جس چیز کی جو حقیقت فرض کر لی جائے وہی اس کی حقیقت ہے۔ جوہر کو اگر جوہر فرض کر لیا جائے تو وہ جوہر ہے اگر اس کو عرض فرض کر لیا جائے تو وہ عرض ہے۔

لاادریہ ۔ اس فرقہ کا عقیدہ ہے کہ نہ کسی چیز کے وجود کا علم ممکن ہے نہ عدم کا۔ بلکہ ہر چیز کا عدم و وجود مشکوک ہے اور یہ شکوک بھی مشکوک ہی ہے۔

سجاد حسین
۲۹ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ
یکم فروری ۱۹۷۶ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدتے[1] ایں مثنوی تاخیر شد — مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی — مہلت درکار ہے تاکہ خون، دودھ بنے

تانزاید بخت تو فرزند نو — خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب، نیا بچہ نہ جنے — خون، شیریں دودھ نہیں بنتا، خوب سن لے

چوں ضیاء الحق حسام الدیں عناں[2] — باز گردانید ز اوجِ آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ — آسمان کی بلندی سے موڑی

چوں بمعراجِ حقائق رفتہ بود — بے بہارش غنچہا نشگفتہ بود
چونکہ وہ حقائق کی معراج میں پہنچے ہوئے تھے — ان کی بہار کے بغیر غنچے نہ کھلے تھے

چوں ز دریا سوئے ساحل بازگشت — چنگ شعرِ مثنوی با سازگشت
جب وہ دریا سے کنارے کی طرف واپس آئے — مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی

مثنوی کہ صیقل ارواح بود — بازگشتش روزِ استفتاح بود
وہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی — ان کی واپسی (مثنوی کے لئے) روزِ استفتاح ہوئی

مطلع تاریخ[3] ایں سودا و سود — سالِ ہجرت ششصد و شصت و دو بود
اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع — چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا

بلبلے زینجا برفت و بازگشت — بہر صید ایں معانی بازگشت
بلبل اس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی — ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

۱۔ مدتے۔ مثنوی کا دوسرا دفتر تاخیر سے شروع ہوا، اس کی کئی وجہیں ہوئیں۔ (۱) مولانا حسام الدین جو مثنوی کی تحریر کا باعث تھے ان کو اپنی اہلیہ کے انتقال سے پریشانیاں لاحق ہوئیں۔ (۲) سامعین کی بے التفاتی کو شوق سے بدلنا تھا۔ (۳) مولانا نے دفتر دوم کے مضامین کو ذہن میں جمع کیا۔ بخت۔ نصیبہ۔ خوں۔ بچہ پیدا ہونے پر خون دودھ بن کر پستان میں آتا ہے۔

۲۔ عناں۔ باگ۔ اوج۔ بلندی۔ معراج۔ سیڑھی، آسمانوں وغیرہ کی سیر جو آنحضور ﷺ کو کرائی گئی تھی۔ بہار۔ یعنی روحانی فیض۔ غنچہا۔ یعنی وہ مضامین عالیہ جن کا دوسرے دفتر میں بیان ہے۔ دریا۔ یعنی عالم ملکوت۔ ساحل۔ دریا کا کنارا یعنی عالم ناسوت۔ چنگ۔ سارنگی۔ باساز۔ باسامان۔ صیقل۔ قلعی۔ استفتاح۔ کھولنا، یعنی علوم و معارف کا جو دروازہ بند ہو گیا تھا، اس کا کھولنا۔ رجب کی پندرہ تاریخ جس میں رحمت خداوندی کے دروازے کھلتے ہیں اور خانہ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھول دیا جاتا ہے۔

۳۔ مطلع تاریخ۔ وہ شعر یا عبارت جس کے حروف سے ابجدی حساب سے تاریخ نکلتی ہے۔ سودا۔ سامانِ تجارت۔ سود۔ نفع۔ بلبلے۔ یعنی مولانا حسام الدین چونکہ وہ مضامین عالیہ کا شکار نہیں کرتے تھے۔ زینجا۔ یعنی عالم ناسوت۔ برفت۔ یعنی عالم ملکوت میں گئے۔ بازگشت۔ واپس ہوئے۔

ساعدِ شہ مسکنِ ایں باز[1] باد
(خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو

آفتِ ایں در ہوا و شہوت ست
اس دروازہ کی آفت خواہش نفسانی اور شہوت ہے

ایں دہاں بربند تا بینی عیاں
اس منہ کو بند رکھ تا کہ تو (اسرار و معارف) کو آنکھ سے دیکھ لے

اے دہاں تو خود دہانہ دوزخی
اے منہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے

نورِ باقی[2] پہلوئے دنیائی دوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے

چوں درو گامے زنی بے احتیاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا

یک قدم زد آدم اندر ذوقِ نفس
نفس کی خوشی میں آدمؑ نے ایک قدم رکھا

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت
فرشتہ ان سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود
اگرچہ وہ گناہ جو انہوں نے کیا بال برابر تھا

بود آدمؑ دیدۂ نورِ قدیم
آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے

گردراں دم اُو بکر دے مشورت
اگر وہ اُس وقت مشورہ کر لیتے

تا ابد بر خلق ایں در باز باد
قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

چشم بند آں جہاں حلق و دہاں
اس جہان (معرفت) کیلئے منہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

وے جہاں تو بر مثالِ برزخی
اور اے دنیا! تو برزخ جیسی ہے

شیر صافی پہلوئے جوہائے خوں
خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

شیرِ تو خوں می شود از اختلاط
خلط، ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائے گا

شد فراقِ صدرِ جنت طوقِ نفس
(تو) جنت کے صدر (مقام) کی جدائی گلے کا ہار بن گئی

بہرِ نانِ چند آبِ چشم ریخت
چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

لیک آں مو در دو دیدہ رُستہ بود
لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اُگا تھا

موئے در دیدہ بود کوہِ عظیم
(لیکن) آنکھ میں بال، بڑا پہاڑ ہوتا ہے

در پشیمانی نگفتے معذرت
(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

---

1. بازؔ۔ شاہین یعنی مولانا حسام الدین مضامین عالیہ کا شکار کرنے کے قابل ہو گئے۔ ایں درؔ۔ یعنی مضامین عالیہ کے فیضان کا دروازہ جو مثنوی کے ذریعہ کھلا ہے۔ آفتؔ۔ اس فیض سے وہ بہرہ مند ہوگا جو خواہش اور شہوتِ نفس سے بچے گا۔ ایں دہاںؔ۔ یعنی حلق اور زبان کی لذتوں سے دست کش ہو جا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔ اندروں از طعام خالی دار۔ تا دروں نور معرفت بینی۔ عیاںؔ۔ کھلا ہوا۔ چشم بندؔ۔ آنکھوں کی پٹی یعنی حلقوم اور منہ کی لذتیں اسرارِ معرفت سے مانع ہیں۔ اے دہاںؔ۔ اگر انسان حرام لقمہ کھاتا ہے تو دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ برزخؔ۔ دو متضاد چیزوں کے درمیان آڑ۔ دنیاوی زندگی، جنتی اور دوزخی زندگی کے درمیان ہے، اس میں جنت اور جہنم دونوں کے آثار ہیں۔

2. نورِ باقیؔ۔ ابدی روشنی، ہدایت۔ شیر صافیؔ۔ یعنی اعمال صالحہ۔ جوہائے خوںؔ۔ یعنی معاصی۔ گامؔ۔ قدم۔ احتیاطؔ۔ بچاؤ۔ شیر توؔ۔ یعنی نیکی برائی سے بدل جائے گی۔ ذوقِ نفسؔ۔ خلود کے شوق میں ممنوعہ درخت سے کھا لیا۔ فراقؔ۔ یعنی جنت سے جدائی ہو گئی۔ دیوؔ۔ آدم علیہ السلام سے شیطان متنفر تھا، اب فرشتے بھاگنے لگے۔ بہرِ نانؔ۔ یعنی گیہوں کے لئے۔ گرچہؔ۔ اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کی خطا معمولی تھا لیکن "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کی رو سے ان پر عتاب ہو گیا۔ بود آدمؔ۔ معمولی خطا حضرت آدم علیہ السلام کے اعتبار سے بڑی سمجھی گئی جیسا کہ آنکھ جیسی شفاف چیز میں معمولی بال بھی بڑا پہاڑ بن جاتا ہے۔ گر دراںؔ۔ گناہ سے بچ جانے کی ترکیب یہ ہے کہ اہل علم سے مشورہ کر لیا جائے۔

زانکہ باعقلے[1] چو عقلے جفت شد ۔۔۔ مانع بدفعلی و بدگفت شد

اس لئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کو شریک بنی ۔۔۔ (تو) برے کام اور بری بات سے مانع ہوئی

نفس با نفس دگر چوں یار شد ۔۔۔ عقل جزوی عاطل و بیکار شد

ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا ۔۔۔ ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

گرزِ تنہائی چو ناہیدے شوی ۔۔۔ زیر ظل یار خورشیدے شوی

اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا ۔۔۔ یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

رَو بجو یارِ خدائے را تو زُود ۔۔۔ چوں چناں کر دی خدا یارِ تو بود

جا، خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے ۔۔۔ جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

آنکہ در خلوت نظر بر دوخت ست ۔۔۔ آخر آں را ہم ز یار آموخت ست

جس نے خلوت کو مطمح نظر بنا لیا ہے ۔۔۔ آخر اُس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے

خلوت از اغیار باید نے ز یار ۔۔۔ پوستیں[2] بہر دَے آمد نے بہار

گوشہ نشینی غیروں سے چاہئے نہ کہ یار سے ۔۔۔ پوستین ماگھ کے مہینہ کے لئے ہے، نہ کہ موسم بہار کے لئے

عقل با عقل دگر دو تا شود ۔۔۔ نور افزوں گشت و رَہ پیدا شود

عقل، دوسری عقل کے ساتھ مل کر دوگنی ہوجاتی ہے ۔۔۔ روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

نفس با نفس دگر دو تا شود ۔۔۔ ظلمت افزوں گشت و رَہ پنہاں شود

نفس نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے ۔۔۔ اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یار چشم تست اے مردِ شکار ۔۔۔ از خس و خاشاک اُورا پاک دار

اے شکاری! یار، تیری آنکھ ہے ۔۔۔ کوڑے کرکٹ سے اس کو محفوظ رکھ

ہیں[3] بجاروبِ زباں گرد ے مکن ۔۔۔ چشم را از خس رہ آوردے مکن

خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اُڑا ۔۔۔ آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

چونکہ مومن آئینہ مومن بود ۔۔۔ روئے اُو ز آلودگی ایمن بود

جب کہ مومن، مومن کا آئینہ ہوتا ہے ۔۔۔ اُس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہئے

---

[1] عقلے۔ یعنی مشورہ کرنے والے کی عقل اور صاحب معرفت کی عقل۔ نفس۔ یعنی امارہ نفس۔ عقل جزوی۔ ناقص عقل لہٰذا بری صحبت سے بچنا ضروری ہے۔ ناہید۔ زہرہ ستارہ۔ یار۔ پیر کی صحبت، تنہائی کی عبادت سے زیادہ فیض رساں ہے۔ رو۔ اہل اللہ کی صحبت اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ خلوت۔ تنہائی۔ نظر بر دوختن۔ کسی کو مطمح نظر بنالینا۔ یار۔ یعنی خلوت پسندی کے فوائد کسی شیخ کی صحبت میں ہی سیکھے ہیں لہٰذا صحبت مفید ہوئی۔ اغیار۔ بیگانے۔

[2] پوستین۔ بال دار کھال کا لباس۔ دے۔ ماگھ کا مہینہ جس میں سخت سردی پڑتی ہے۔ بہار۔ یعنی پھاگن کا مہینہ، ہر خلوت میں فضیلت نہیں ہے۔ اغیار سے خلوت مفید ہے یار کے ساتھ صحبت مفید ہے۔ دوتا۔ دوگنی۔ نور افزوں گشت۔ شیخ کی صحبت نور افزا ہے اس سے خلوت اختیار کرنا مفید نہیں ہے۔ نفس۔ برے ساتھی سے خلوت مفید ہے۔ یار۔ جبکہ صحبت شیخ ضروری ہے تو اس کے آداب کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے۔ مردِ شکار۔ شکاری۔

[3] ہیں۔ شیخ کی شان میں بدگوئی نہ ہونی چاہئے۔ پاک دار۔ شیخ راہِ ہدایت دکھاتا ہے لہٰذا وہ آنکھ کا کام دیتا ہے۔ مومن۔ حدیث شریف میں ہے، المومن مراۃ المومن یعنی جس طرح آئینہ عیب دکھا دیتا ہے اور اس کو مشہور کرتا نہیں پھرتا ہے، اسی طرح ایک مومن کو دوسرے مومن کے ساتھ معاملہ کرنا چاہئے۔ ایمن۔ محفوظ۔

یار آئینہ ست جاں را در حزن[1] — در رُخِ آئینہ اے جاں دم مزن
غم میں یار جان کا آئینہ ہے — اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار

تا نپوشد رُوئے خود را از دَمت — دم فرو بردن بباید ہر دَمت
تاکہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپا لے — ہر وقت تجھے سانس روکے رہنا چاہئے

کم زخاکی! چونکہ خاکے یار یافت — از بہارے صد ہزار انوار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پا لیا — ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کر لیں

آں درختے کو شود با یار جفت — از ہوائی خوش زسَر تا پا شگفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا — عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

درخزاں چوں دید اُو یارِ خلاف — درکشید اُو زود سَر زیرِ لحاف
خزاں کے موسم میں جب اُس نے مخالف ساتھی دیکھا — اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کر لیا

گفت یارِ بد بلا آشفتن ست — چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
اُس نے کہا، برا ساتھی مصیبت ہے — جب وہ آگیا تو میرا شیوہ سو جانا ہے

پس بخسپم باشم از اصحابِ کہف[2] — بہ ز دقیانوس باشد خوابِ کہف
پس میں سو جاتا ہوں اصحابِ کہف میں سے ہو جاتا ہوں — غار میں سونا، دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

یقظ شاں مصروفِ دقیانوس بود — خوابِ شاں سرمایۂ ناموس بود
ان کی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی — ان کا سو جانا عزت کا سرمایہ تھا

خواب بیداریست چون باد انش ست — وائے بیدارے کہ باناداں نشست
جو نیند، عقلمندی سے ہے، وہ بیداری ہے — اُس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

چونکہ زاغاں خیمہ برگلشن زدند — بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
چونکہ کوؤں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے — بلبلیں چھپ گئیں اور چپ ہوگئیں

زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست — غیبت خورشید بیداری کش ست
جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چپ ہے — سورج کا غروب بیداری ختم کر دینے والا ہے

---

1. حزَن۔غم یعنی حالت انقباض۔دم زدن۔ پھونک مارنا، پھونک سے آئینہ دھندلا ہو جاتا ہے۔ ہردمت۔یعنی کسی وقت بھی شیخ کے سامنے لاف زنی نہ کرنی چاہئے۔ خاک۔ جب زمین اپنے یار (موسم بہار) سے ہم صحبت ہوتی ہے تو طرح طرح کے پھول اگا دیتی ہے، مرید کو بھی شیخ کی صحبت سے اسی طرح استفادہ کرنا چاہئے۔ انوار۔جمع نور بمعنی غنچہ وکلی۔آں۔موسم بہار، درخت کے لئے یار موافق ہے، اس کی صحبت سے درخت شگفتہ ہو جاتا ہے، اسی طرح پیر کی صحبت باعث شگفتگی ہوتی ہے۔ درخزاں۔موسم خزاں درختوں کے لئے یارنا موافق ہے، درخت اس کی صحبت پسند نہیں کرتے ہیں لہٰذا سو جاتے ہیں یعنی بدصحبت سے خلوت میں سو جانا بہتر ہے۔
2. اصحاب کہف۔ان کا پورا قصہ دفتر اول میں گزر چکا ہے ان کے دور میں دقیانوس ظالم بادشاہ تھا، یہ بزرگ لوگ اس سے جدا ہو کر غار کی تنہائی میں جا کر سو گئے تھے۔یقظ۔ بیداری۔مصروف۔زیر استعمال۔ناموس۔عزت۔خواب۔وہ سونا جو بہتر مقصد کے پیش نظر ہو، اس بیداری سے بہتر ہے جس میں بروں کی صحبت ملے۔ دانش۔عقل۔وائے۔کلمہ افسوس ہے۔ناداں۔عرفان حق سے خالی۔زاغاں۔زاغ کی جمع ہے، کوا یعنی نااہل لوگ۔خیمہ زدن۔مقیم ہو جانا۔ بلبلاں۔یعنی اہل حق۔تن زدن۔ خاموش ہو جانا۔گلزار۔گلشن یعنی حق کے طالب لوگ۔غیبت خورشید۔سورج کے غروب کر جانے سے بیداری کے کچھے ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح طالبین کے غائب ہو جانے سے شیخ پر خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔

آفتاب[1] ار ترکِ ایں گلشن کند
سورج اگر اس چمن کو چھوڑتا ہے

تا کہ تحت الارض را روشن کند
تو اس لئے کہ زمین کے نچلے حصہ کو روشن کرے

آفتابِ معرفت را نقل نیست
حضرت (خداوندی) کے سورج (پیر) کیلئے منتقل ہونا نہیں ہے

مشرقِ اُو غیر جان و عقل نیست
اُس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

خاصہ خورشید کمالِ کاں سریست
خصوصاً وہ آفتاب کمال جو اُس جانب کا ہے

روز و شب کردارِ اُو رو شنگریست
اُس کا کام دن رات روشنی کرنا ہے

مطلع شمس آئی گر اسکندری
اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ

بعد ازاں ہر جا رَوی نیکو فری
اس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

بعد ازاں ہرجا رَوی مشرق بود
اس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہوگی

شرقہا بر مغربت[2] عاشق شود
مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

حسِّ خُفاشت سوئے مغرب دواں
تیری چمگادڑ والی حس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے

حسِّ دُر پاشت سوئے مشرق رواں
تیری موتی برسانے والی حس مشرق کی جانب رواں ہے

راہِ حس راہِ خران ست اے سوار
اے سوار! حس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے

اے خراں راتو مزاحم شرم دار
تو گدھوں سے بھڑتا ہے، شرم کر

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس
ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حس اور ہیں

آں چو زرِ سرخ و ایں حسہا چومس
وہ سرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

اندراں بازار کاہل محشر اند
جس بازار میں اہل محشر ہیں

حسِ مس را چوں حسِ زر کے خرند
تانبے کے حس کو سونے کے حس کی طرح کب خریدتے ہیں؟

حس ابداں قوت ظلمت می خورد
بدنوں کی حس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے

حس جاں از آفتابے می چرد
روح کی حس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے

اے ببردہ رخت حسہا سوئی غیب
اے (وہ ذات) جو حس کے سامان کو غیب کی طرف لے گئی ہے

دست چوں موسیٰ بروں آور زِجیب
موسیٰ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

---

1. آفتاب۔ سورج کو فیض رسانی کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا پڑتا ہے۔ زمین کی فوقانی سطح سے منتقل ہو کر زمین کی تحتانی سطح کے باشندوں کو نور پہنچاتا ہے لیکن شیخ اپنی جگہ رہتا ہے اور زمین کے ہر حصہ کے باشندوں کو فیض پہنچاتا ہے۔ آفتابِ معرفت۔ شیخ کامل۔ مشرق۔ سورج کے طلوع کرنے کی جگہ۔ جان۔ شیخ کی توجہ سے روح اور عقل روشنی حاصل کرتی ہے۔ خورشید کمال۔ اللہ تعالیٰ۔ آں سر۔ اس جانب یعنی ذاتِ باری عالم امکان سے وراء ہے۔ روشنگری۔ روشنی پہنچانا۔ اسکندری۔ سکندر ذوالقرنین کا واقعہ قرآن پاک میں مذکور ہے، یہ نیک بادشاہ تھا اور اس نے مشرق سے مغرب تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا تھا۔ مطلع شمس۔ اہل اللہ۔ نیکو فر۔ بااقبال۔ مشرق۔ یعنی مطلع انوار۔
2. مغربت۔ یعنی تیرے وہ حالات جن میں انوار کی کمی ہوگی اس پر مشرقیں قربان ہوں گی۔ حس خفاشت۔ حواس خمسہ ظاہرہ، مادی چیزوں کا ادراک کرتے ہیں اور وہ ظلمت کے طالب ہیں۔ حس در پاش۔ انسان کے لطائف ستہ، قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفی، مراد ہیں جن کے انکشافات پر معرفت حق مبنی ہے۔ آں چو زر۔ مادی حواس لطائف کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ بازار۔ آخرت کے بازار میں لطائف ستہ کی قیمت اٹھے گی۔ قوت۔ روزی۔ حس جاں۔ لطائف۔ آفتاب۔ یعنی ذاتِ باری۔ اے۔ یہاں سے مولانا نے مناجات شروع کر دی ہے۔ دست چوں موسیٰ۔ حضرت موسیٰ کا ید بیضا تاریکی کو دور کر دیتا تھا۔ بروں آور۔ تا کہ تیری تجلی نور ہمارے جہل کی تاریکی کو دور کر دے۔

اے صفاتت[1] آفتابِ معرفت — و آفتابِ چرخ بندیک صفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں — اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

گاہ خورشید و گہے دریا شوی — گاہ کوہِ قاف و گہ عنقا شوی
تو کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے — کبھی کوہِ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کیطرح بے نشان) ہو جاتا ہے

تو نہ ایں باشی نہ آں در ذاتِ خویش — اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے — اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

روح با علم ست و با عقل ست یار — روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے — روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ؟

از تو اے بے نقش باچندیں صور — ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے — اہل تشبیہ بھی اور اہل توحید بھی حیران ہیں

گہ مشبہ را موحد می کنی — گہ موحد را بصورت رہزنی
تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے — کبھی اہل توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گر ترا گوید زمستی بوالحسن[2] — یا صغیر السن یا رطب البدن
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے — اے کم عمر! اے نازک بدن!

گاہ نقش خویش ویراں می کند — از پئے تنزیہ جاناں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے — تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

چشم حس راہست مذہب اعتزال — دیدۂ عقل ست سنی در وصال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے — وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سنی ہے

سخرۂ حس اند اہل اعتزال — خویش را سنی نمایند از ضلال
حس کے پابند معتزلی ہیں — غلطی سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے ہیں

ہر کہ در حس ماند اُو معتزلی ست — گرچہ گوید سنیم از جاہلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے — اگرچہ وہ کہے "میں سنی ہوں" نادانی ہے

---

1. صفاتت۔ صفات خداوندی ذات کی معرفت کا ذریعہ ہیں۔ آفتاب چرخ۔ سورج بھی صفت باری کا مظہر ہے۔ گاہ خورشید۔ یہ تمام چیزیں مظاہر قدرت ہیں۔ تو نہ۔ مظاہر قدرت عین ذات باری نہیں ہیں اس کی ذات، وہم سے بھی وراء الوراء ہے۔ روح۔ روح اگرچہ مادی بدن میں متصرف ہے لیکن مادی اثر سے منزہ ہے۔ مشبہ۔ وہ لوگ جو خدا کو مخلوقات سے تشبیہ دیتے ہیں۔ موحد۔ وہ لوگ جو خدا کو ذات وصفات میں یکتا مانتے ہیں۔ خیرہ سر۔ حیران یعنی دونوں گروہوں میں سے اس کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ گہ مشبہ۔ مشبہ حیران ہو کر تنزیہ کا قائل ہو جاتا ہے اور موحد بن جاتا ہے کبھی موحد حیران ہو کر تشبیہ کا قائل ہو جاتا ہے۔
2. ابوالحسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کنیت ہے، مراد عارف کامل ہے جو کسی بچہ میں جلوہ دیکھ کر مشبہ کے الفاظ بول جاتا ہے۔ صغیر السن۔ کم عمر۔ رطب البدن۔ نازک بدن۔ گاہ۔ موحد غلبہ تنزیہ میں اپنے وجود کو ہی معدوم سمجھنے لگتا ہے اور صرف ذات واحد کو موجود مانتا ہے۔ چشم حس۔ ظاہری آنکھ۔ مذہب اعتزال۔ معتزلہ کا عقیدہ کہ حشر میں بھی دیدار خدا ناممکن ہے۔ دیدۂ عقل۔ باطنی بصیرت کا تقاضا ہے کہ دیدار حق ہوگا، یہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ سخرۂ حس۔ جو محض حس ظاہری رکھتے ہیں، وہ بھی حقیقتاً معتزلی ہیں، ان کو بھی دیدار حق میسر نہ آئے گا، سنی تو حقیقتاً وہ ہے جو باطنی بصیرت پیدا کرے اور دیدار حق کر سکے۔

ہرکہ از حسِ خدا دید آیتے
جس نے حس خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی
ہرکہ بیروں شد زحسِ سنی ویست
جو شخص حس سے بالا تر ہوگیا وہ سنی ہے
گر بدیدے حسِ حیواں شاہ را
اگر حیوانی حس، شاہ کو دیکھ سکتی
گر نبودے حسِ دیگر مر ترا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی
پس بنی آدمؑ مکرّم کے بدے
تو بنی آدمؑ مکرم کب ہوتے؟
نامصوّر یا مُصوّر گفتنت
تیرا (خدا کو) با صورت یا بے صورت کہنا
نا مُصوّر یا مُصوّر پیش اوست
با صورت یا بے صورت تو اُس کے سامنے ہے
گر تو کوری نیست برا عمیٰ حرج
اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں
پردہائے دیدہ را داروئے صبر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر
آئینۂ دل چوں شود صافی و پاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی

در برِ حق ہست بہر طاعتے
وہ اطاعت کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے
اہل بینش چشم عقل خویش بست
اہل نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے
پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے
جز حسِ حیوان بیروں از ہوا
حیوانی حس کے علاوہ، خواہش نفسانی سے بالا تر
کے بہ حسِ مشترک[1] محرم شدے
مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟
باطل آمد بے زصورت رفتنت
بے کار ہے، جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے
کو ہمہ مغز ست بیروں شدز پوست
جو مجسم مغز ہے چھلکے سے بالا ہے
ورنہ رَو کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"
ہم بسوزد[2] ہم بسازد شرحِ صدر
جلا بھی دیتی ہے اور شرح صدر بھی کر دیتی ہے
نقشہا بینی بروں از آب و خاک
تو آب و خاک سے بالا تر نقش دیکھے گا
فرشِ دولت را وہم فراش را
دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

حسِ خدا۔حسِ باطن۔آیت۔نشانی۔بر۔پیش، جناب۔بہر طاعتے۔اللہ کی کسی نشانی میں اللہ کے جمال کا مشاہدہ کرنا، مستقل عبادت ہے۔ اہل بینش۔صاحب نظر عقل وحواس سے کام نہیں لیتا ہے، وہ بصیرتِ قلبی سے کام لیتا ہے۔حس حیواں۔ظاہری حس۔شاہ۔اللہ تعالیٰ۔حس دیگر۔حس باطنی۔بیروں از ہوا۔ہوا و ہوس سے بالاتر۔مکرم۔قرآن میں ہے لَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِی آدَمَ "اور البتہ ہم نے بنی آدم کو عزت دی۔"

حسِ مشترک۔یعنی وہ حواس جو حیوان اور انسان میں مشترک ہیں۔محرم۔رازداں۔نامصوّر۔یعنی خدا کا باصورت ہونا یا صورت سے منزہ ہونا اس شخص کے لئے محقق ہے جو مجاہدے کر کے سراپا مغز بن گیا ہو۔کوری۔کورہستی۔اعمیٰ۔نابینا۔حرج۔تنگی، گناہ۔ورنہ۔اگر استعداد ہی مفقود ہے تو مجبوری ہے ورنہ صبر سے مجاہدات کرو گے تو یہ مقام حاصل ہو جائے گا۔

سوزد۔یعنی صبر آنکھوں کے پردے ہٹادے گا۔آئینۂ دل۔بغیر اضافت کے پڑھا جائے۔آب و خاک۔عالم ناسوت۔نقش۔یعنی مخلوق۔ نقاش۔یعنی خالق۔فرشِ دولت۔دربار۔فراش۔یعنی اللہ تعالیٰ۔

چوں خلیل[1] آمد خیالِ یارِ من
وہ میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا

صورتش بت معنی اُو بُت شکن
اس کا ظاہر بت اور اس کی حقیقت بت شکن ہے

شکر یزداں راکہ چوں اُو شد پدید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا

در خیالِ اُو خیالِ حق رسید
اُس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا

شکر مُعطی راکہ چوں اُو در رسید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا

در خیالش جاں خیالِ خود بدید
اُس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

خاکِ درگاہت دلم را می فریفت[2]
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کردیا

خاک بروے کوز خاکت می شکیفت
اُس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی برتی

گفتم از خوبم پذیرد ایں ازو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اس (خوبی) کو اس (دل یعنی مجھ) سے قبول کریگا

ورنہ خود خندید برمن زشت رُو
ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں

درخورِ آنیم و یا نادر خوریم
ہم اُس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

اُو جمیل ست ویُحِبُّ لِلْجَمَال
وہ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے

کے جوانِ نوگزیند پیرہ زال
بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے

طَیِّبَاتْ از بہرِ کہ لِلطَّیِّبِیْن
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے

خوب خوبی راکند جذب ایں یقیں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، یہ یقینی بات ہے

خوب خوبی راکند جذب ایں بداں
اچھا، اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے

طیبات و طیبین بروے بخواں
طیبات اور طیبین اُس پر پڑھ دے

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا

می کند باجنس سَیر اے معنوی
اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کے ساتھ چلتی ہے

درجہاں ہر چیز چیزے جذب کرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے

گرم گرمی راکشید و سَرد سَرد
گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

قسم باطل باطلاں را می کشند
باطل قسم باطلوں کو کھینچتی ہے

باقیاں از باقیاں ہم سر خوشند
باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

---

1. خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ۔ خیال یار۔ تصور شیخ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستارے کو دیکھ کر ھذا ربی "یہ میرا رب ہے" کہا یہ ایک مدعا تھا جو بظاہر بت پرستی تھی لیکن دراصل اس کا اثبات اس کے ابطال کے لئے تھا جو بت شکنی تھی، اسی طرح تصور شیخ بظاہر بت پرستی ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تک پہنچاتا ہے، اس لئے حقیقتاً وہ بت شکنی ہے۔ شکر یزداں۔ تصور شیخ نے اللہ تعالیٰ کے تصور تک پہنچادیا۔ چوں او۔ تصور شیخ، یعنی شیخ کے تصور کے ذریعہ ہمیں اپنے نفس کی حقیقت معلوم ہوگئی اور اس کے ذریعہ معرفت خداوندی حاصل ہوئی۔ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ "جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا، اس نے خدا کو پہچان لیا۔"

2. فریفتن۔ عاشق بنانا۔ شکیفتن۔ بے نیاز ہونا۔ ازو۔ از دل۔ زشت رو۔ بدصورت۔ چارہ۔ تدبیر۔ درخور۔ لائق۔ پیرہ زال۔ بوڑھی عورت۔ ایں یقیں۔ یہ یقینی بات ہے۔ جذب۔ کشش۔ طیبات۔ قرآن پاک میں ہے الطیبات للطیبین "پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے ہیں۔" ناظر۔ دیکھنے والا۔ اے معنوی۔ اے حقیقت بیں۔ قسم۔ فرقہ، گروہ۔ باقیاں۔ اہل ہدایت۔

ناریاں[1] مر ناریاں را جاذِب اند — نوریاں مر نوریاں را طالب اند

جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں — نوری نوریوں کے طالب ہیں

صاف را ہم صافیاں راغب شوند — دُرد را ہم تیرگاں جاذِب بوند

صاف لوگ، صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں — بد باطن، تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار — روم را با رومیاں افتاد کار

حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں — رومی کا، رومیوں سے واسطہ ہے

چشم چوں بستی تُرا جاں کند نیست — چشم را از نورِ روزن صبر نیست

تو نے جب آنکھ بند کی، تجھے بے قراری ہے — آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کرسکتی ہے

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت — نورِ چشم از نورِ روزن می شگفت

جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا — آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

تاسہ تو جذبِ نورِ چشم بود — تا بہ پیوندد بہ نورِ روز زُود

تیری بے قراری آنکھ کے نور کا جذبہ تھی — تا کہ جلد، دن کی روشنی سے وابستہ ہوجائے

چشم باز اَر تاسہ گیرد مر ترا — دانکہ چشمِ دل بہ بستی بَرکشا

کھلی ہوئی آنکھ، اگر تجھے بے قرار کرے — سمجھ لے کہ تو نے دل کی آنکھ بند کی ہے، کھول لے

آں تقاضائے دو چشمِ دل شناس — کوہمی جوید ضیائے بیقیاس

سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضا تھا — کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

چوں فراق آں دو نورِ بے ثبات — تاسہ آوردت کشادی چشمہات

جب کہ دو ناپائدار نوروں کی جدائی نے — تجھے بے قرار کردیا، تو نے اپنی آنکھیں کھول دیں

چوں فراقِ آں دو نورِ پائدار — تاسہ چوں آرد مرآں را پاس دار

تو دو پائیدار نوروں کی جدائی — کیسی بے قراری پیدا کرے گی، اس کا خیال رکھ

اُو چو می خواند مرا من بنگرم — لائق جذبم و یا بد پیکرم[2]

وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں — میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

گر لطیفے زشت را درپے کند — تسخرے باشد کہ اُو بر وے کند

اگر کوئی خوبصورت، بد صورت کا پیچھا کرے — یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اُس سے کرتا ہے

کے بہینم رُوئے خود را اے عجب — تاچہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب

تعجب ہے، میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں؟ — جو یہ کہوں کہ میں کس رنگ کا ہوں، میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

---

[1] ناریاں۔ جہنمی۔ نوریاں۔ جنتی۔ صافیاں۔ صاف باطن۔ تیرگاں۔ سیاہ باطن۔ زنگ۔ حبشی۔ روم۔ رومی۔ جاں کندی۔ گھبراہٹ۔ روزن۔ روشندان۔ تاسہ۔ بیقراری۔ نورِ چشم۔ آنکھ کا نور بیرونی نور کا طالب ہے ورنہ گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے۔ چشم باز۔ آنکھ کھلی ہونے پر اگر گھبراہٹ طاری ہو تو سمجھ لے کہ یہ اضطراب دل کی آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہے۔ آں تقاضائے۔ دل کی گھبراہٹ، دل کی آنکھیں بند ہونے کی وجہ سے ہوئی جو لا انتہا نور کا مشاہدہ چاہتی ہیں۔ دو نور۔ یعنی دل کی آنکھ کا نور اور لامحدود نور۔

[2] بد پیکر۔ بدصورت۔ گر لطیفے۔ جب یہ طے ہے کہ ہم جنس ہم جنس کا طالب ہوتا ہے تو اگر حسین کسی بدصورت کا طالب ہوتا ہے تو وہ محض مذاق کے لئے ہوتا ہے۔ اے عجب۔ اس کا تعلق اگلے شعر کے دوسرے مصرع سے ہے۔ ہمچو روز۔ یعنی منور۔ چو شب۔ یعنی سیاہ باطن۔

نقش جان[1] خویش می جستم بسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا
ہیچ می نمود نقشم از کسے
(لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

گفتم آخر آئینہ ازبہر چیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے
تا بداند ہر کسے کہ جنس کیست
(اس لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

آئینہ آہن برائے پوستہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے
آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ جاں نیست الّا روئے یار
جان کا آئینہ، یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے
روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
اُس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالم ملکوت) کا ہو

گفتم اے دل آئینہ کلی[2] بجو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر
رَو بدریا کار برناید ز جو
دریا پر جا، نہر سے کام نہ چلے گا

زیں طلب بندہ بکوئے تو رسید
اس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا
درد مریم را بخرما بُن کشید
مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا

دیدۂ توچوں دلم را دیدہ شد
تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا
صد دلِ نادیدہ غرقِ دیدہ شد
سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے

آئینہ کلی بر آوردم زِ دود
میں نے دھویں سے مکمل آئینہ نکالا
دیدم اندر آئینہ نقش تو بود
میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا

آئینہ کلی ترا دیدم ابد[3]
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا
دیدم اندر چشم تومن نقش خود
میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا

گفتم آخر خویش را من یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پا لیا
در دو چشمش راہ روشن یافتم
اُس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پا لیا

گفت وہم کاں خیالِ تست ہاں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار!
ذاتِ خود را از خیالِ خود بداں
اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

نقش من از چشم تو آواز داد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی
کہ منم تو تو منی در اتحاد
کہ میں تو ہوں، تو میں ہے، یگانگت میں

---

1. نقش جان۔ شیخ کے ذریعہ مرید کی حقیقی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ یعنی میں نے ایسا شیخ تلاش کیا جس کی وجہ سے مجھ پر اپنی حقیقت واضح ہوجائے۔ گفتم۔ آئینہ میں دیکھ کر اپنی خوبصورتی و بدصورتی پہچان لی جاتی ہے۔ آئینہ سیمائے جاں۔ جس آئینہ میں باطن کی خوبصورتی و بدصورتی نظر آتی ہے وہ مرشد و شیخ ہے جو بہت قیمتی چیز ہے۔ روئے یار۔ شیخ کی صحبت میں اپنے نقائص نظر آجاتے ہیں۔ آں دیار۔ یعنی وہ شیخ جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہو۔
2. آئینہ کلی۔ یعنی شیخ کامل۔ دریا۔ یعنی شیخ کامل۔ جو۔ نہر، یعنی ناقص پیر۔ مریم۔ حضرت عیسیٰؑ کی والدہ۔ خرما بن۔ کھجور کا درخت، حضرت مریم کے درد زہ کا اضطراب کھجور کے سائے، پھل اور ٹھنڈے پانی اور بچہ کے دیدار سے رفع ہوا تھا۔ صد دل نادیدہ۔ میرا دل جو بے معرفت ہونے میں سو دلوں کے برابر تھا۔ بر آوردم زدود۔ یعنی میں نے نور مطلق کو تعینات کے دھوئیں سے جدا کیا تو اس میں تیرا نقش محسوس کیا۔ آئینہ کلی۔ مکمل آئینہ۔
3. ابد۔ ہمیشہ۔ چشم تو۔ دل کا دیدۂ بصیرت۔ گفتم۔ شیخ کے آئینۂ دل میں اپنی صورت دیکھ کر اطمینان ہوگیا اور اس کی وجہ سے مجھے راہِ ہدایت حاصل ہوئی۔ خیال۔ خیالی بات۔ ہاں۔ تنبیہ کا کلمہ ہے۔ ذات۔ نفس الامری صورت۔ نقش۔ میری صورت نے یہ بتایا کہ یہ صورت واقعی ہے محض خیالی نہیں ہے۔

کاندریں چشم[1] منیر بے زوال
اس روشن، حقائق سے بے زوال آنکھ میں
از حقائق، راہ کے یابد خیال
خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

در دو چشم غیر من تو نقش خود
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش
گر بہ بینی آں خیالے دان، وردّ
اگر تو دیکھے تو اُس کو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

زانکہ سُرمہ نیستی درمی کشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سرمہ لگاتا ہے
بادہ از تصویرِ شیطاں می چشد
(اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

چشم او خانہ خیالست و عدم
اُس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے
نیستہا را ہست بیند لا جرم
لا محالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

چشم من چوں سرمہ دید از ذوالجلال[2]
میری آنکھ نے جب کہ جلال والے (اللہ) کا سرمہ دیکھا ہے
خانۂ ہستی ست نے خانہ خیال
وہ موجود کا خانہ ہے، نہ کہ خیال کا

تا یکے مو باشد از ہستی تو
جب تک تیری ہستی کا ایک بال بھی رہے گا
درخیالت گم شود مستی تو
تیری مستی تیرے خیال میں گم ہوجائے گی

تا یکے مو باشد از تو پیشِ چشم
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہو گا
درخیالت گوہرے باشد چویشم
تیرے خیال میں موتی، سنگ یشم ہو گا

یشم را آنگہ شناسی از گہر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اُس وقت تمیز کر سکے گا
کز خیالِ خود کنی کلی گذر
جب اپنے خیال سے بالکلیہ گذر جائے گا

یک حکایت بشنو اے گوہر شناس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے
تابدانی تو عیاں را از قیاس
تاکہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

ہلال پنداشتن آں شخص خیال را در عہد امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہِ روزہ گشت در عہد عمرؓ
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا
بر سرِ کوہے دویدند آں نفر
سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

تا ہلالِ روزہ را گیرند فال
تاکہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں
آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
ایک شخص بولا، اے عمرؓ! چاند یہ ہے

چوں عمرؓ برآسماں مہ را ندید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا
گفت کایں مہ از خیالِ تو دمید
فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

---

[1] کاندریں چشم۔ یعنی میرے نفس نے یہ بھی کہا کہ شیخ کی چشم دل میں جو کہ ہمیشہ حقائق سے وابستہ ہے کوئی غیر واقعی خیالی چیز نہیں سما سکتی۔ در دو چشم غیر۔ ناقص کی چشم دل میں غیر حقیقی چیز نمودار ہو سکتی ہے۔ نیستی۔ عالم فانی۔ بادہ۔ شراب۔ تصویر۔ تخیل۔ می چشد۔ چونکہ وہ ناقص ہے اور اس کی چشم بصیرت عالم سفلی میں پھنسی ہوئی ہے، وہاں شیطانی تصور پہنچ جاتا ہے۔ خانہ خیال۔ یعنی اس کی آنکھ میں غیر حقیقی چیزیں گھر کیے ہوئے ہیں۔

[2] ذوالجلال۔ اللہ تعالیٰ کے تصور کے ساتھ باطل جمع نہیں ہوسکتا۔ تا یکے سو۔ یعنی جب تک عالم ناسوت سے ادنیٰ تعلق رہے گا۔ مستی تو۔ عالم وجد۔ یشم۔ ایک کم قیمت پتھر ہے۔ کلی گذر۔ فنا کے بعد حقائق منکشف ہوں گے۔ عیاں۔ مشاہدہ۔ قیاس۔ تخمینی بات۔ ماہِ روزہ۔ رمضان شریف۔ نفر۔ جماعت۔ فال۔ نیک شگون۔ از خیالِ تو۔ یعنی تیرا چاند محض خیالی ہے۔

ورنہ من بینا ترم[1] افلاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں

گفت تر کن دست و بر ابرو بمال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل

چونکہ اُو تر کرد ابرو مہ ندید
جب اس نے ابرو تر کرلی چاند کو نہ دیکھا

گفت آرے موئے ابر و شد کماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا

چوں یکے مو کژ شد از ابروئے اُو
جب اُس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا

چوں یکے مو کژ شد او را راہ زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اُس نے اس کو گمراہ کر دیا

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا

راست کن اَجزات را از راستاں
بچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کرلے

ہم ترازو را ترازو راست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے

ہرکہ با ناراستاں ہم سنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تلا

رَو اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار باش
جا، کفار پر بھاری پڑ

برسرِ اغیار چوں شمشیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن

تا ز غیرت از تو یاراں نگسلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں

چوں نمی بینم ہلالِ پاک را
پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

آنگہاں تو بر نگر سوئے ہلال
پھر تو چاند کی طرف دیکھ

گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
بولا، اے شاہ! چاند نہیں ہے، وہ غائب ہوگیا

سوئے تو افگند تیرے از گماں
اُس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

شکل ماہے نو نمود آں موئے اُو
اُس کے بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

تا بدعویٰ لافِ دید ماہ زد
یہاں تک کہ دعوے کے ساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

چوں ہمہ اَجزات کژ شد چوں بود
جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟

سَر مکش اے راست رَوزاں آستاں
اے سیدھا چلنے والے اُس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

در کمی اُفتاد و عقلش دنگ[2] شد
کمی میں مبتلا ہوا اور اُس کی عقل ماری گئی

خاک بر دلداریِ اغیار پاش
بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

ہیں مکن رو باہ بازی شیر باش
خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

زانکہ آں خاراں عدوئے ایں گلند
اسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اس گلستاں (وحدت) کے دشمن ہیں

---

1. بیناتر۔ حضرت عمرؓ کی نگاہ اس سے زیادہ تیز تھی یا حضرت عمرؓ کا اپنے کشف کی طرف اشارہ تھا۔ راہ زد۔ گمراہ کر دیا۔ لاف۔ بے ہودہ دعویٰ۔ اجزات۔ اجزائے تو۔ راستاں۔ عارفین۔ سرمکش۔ روگردانی نہ کر۔ ترازو۔ یعنی ترازو کا باٹ۔ کاست۔ کم۔ ہم سنگ شدن۔ برابر تلنا۔
2. دنگ شدن۔ حیران ہونا۔ اشداء۔ شدید کی جمع ہے، سخت۔ اغیار۔ غیر کی جمع ہے۔ پاش۔ چھڑک۔ روباہ بازی۔ مکاری۔ تاز غیرت۔ غیروں سے جڑنا، اپنوں سے ٹوٹنا ہے۔ خاراں۔ یعنی اللہ سے بیگانے۔ گل۔ ذات خداوندی۔

آتش[1] اندر زن بگرگاں چوں سپند — زانکہ ایں گرگاں عدوے یوسف اند

کالے دانہ کی طرح اُن بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگا دے — کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف (محبوب حقیقی) کے دشمن ہیں

جانِ بابا گویدت ابلیس ہیں — تا بہ دم بفریبدت دیو لعیں

خبردار! شیطان تجھے جان پدر کہے گا — تاکہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

ایں چنیں تلبیس بابا بات کرد — آدمے را ایں سیہ رُخ مات کرد

(شیطان نے) تیرے ابا (حضرت آدمؑ) سے ایسی ہی مکاری کی — (حضرت) آدمؑ کو اُس سیاہ رُو نے ہرا دیا

برسرِ شطرنج چست ست ایں غراب — تو مبیں بازی بچشمِ نیم خواب

یہ کوا شطرنج پر چست (ہوکر بیٹھا) ہے — تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

زانکہ فرزیں[2] بندہا داند بسے — کہ بگیرد در گلویت چوں خسے

اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھیراؤ جانتا ہے — تاکہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

در گلو ماند خس او سالہا — چیست آں خس مہر جاہ و مالہا

اُس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے — وہ تنکا کیا ہے؟ رُتبہ اور مال کی محبت

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات — در گلویت مانع آبِ حیات

مال چونکہ فانی ہے، وہ تنکا ہے — تیری گلے میں وہ آبِ حیات سے مانع ہے

گر بَرد مالت عدوّے پُرفنے — رہزنے را بُردہ باشد رہزنے

اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے — ایک ڈاکو، دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

دُزدیدن مار گیرے مارے را از مار گیرے دیگر

ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چرانا

دُزدکے ازمار گیرے مار بُرد — زابلہی آں را غنیمت می شمرد

ایک چور ایک سپیرے کا سانپ لے گیا — بیوقوفی سے اُس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

وا رہید آں مار گیر از زخم مار — مار کشت آں دُزد را بس زار زار

وہ سپیرا، سانپ کے زخم سے بچ گیا — سانپ نے اُس چور کو بری طرح مار ڈالا

مارگیرش دید پس بشناختش — گفت از جاں مارِ من پرداختش

سپیرے نے اُس کو دیکھا تو پہچان گیا — بولا، اس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

---

[1] آتش زدن۔ برباد کرنا۔ گرگاں۔ یعنی اللہ کے دشمن۔ سپند۔ کالا دانہ جو بہت جلد آگ پکڑلیتا ہے اور نظر بد کے دفع کرنے کے لئے اس کو جلایا جاتا ہے۔ یوسف۔ یعنی محبوب حقیقی، حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوبؑ سے کہا تھا کہ یوسف کو بھیڑیے نے کھالیا، اگرچہ یہ غلط تھا۔ مولانا نے ان کے قول کے مطابق بھیڑیے اور حضرت یوسفؑ کی دشمنی کو ذکر کر دیا ہے۔ جانِ بابا۔ نور نظر، لاڈلا بیٹا۔ دم۔ فریب۔ بابابات۔ بابائے تو۔ مات۔ شاہ شطرنج کو مقید کر دینا، جس شطرنجی کا شاہ مقید ہو جائے وہ ہار جاتا ہے لہٰذا "مات کردن" مطلقاً ہرا دینے کے معنی میں مستعمل ہو جاتا ہے۔

[2] فرزیں۔ شطرنج کے مہروں میں بمنزلہ وزیر کے ہوتا ہے جو دورخی چال چل سکتا ہے، اس کے گھر جانے سے مات دے دینا آسان ہو جاتا ہے، فرزیں بند ایسی چال کو کہا جاتا ہے جس میں فرزین گھر جائے۔ خس۔ گھاس کا تنکا۔ مہر۔ محبت۔ جاہ۔ مرتبہ۔ بے ثبات۔ ناپائیدار۔ آبِ حیات۔ وہ پانی جس سے ابدی زندگی حاصل ہو جاتی ہے۔ پُرفن۔ مکار۔ رہزنے۔ مال بھی راہزن ہے، گمراہ کر دیتا ہے۔ دزدک۔ کمینہ چور۔ مار گیر۔ سپیرا۔ وارہید۔ نجات پا گیا۔ زخم مار۔ سانپ کا ڈسنا۔ زار۔ بری حالت۔ پرداخت۔ خالی کر دیا۔

در دعا[1] می خواستے جانم ازو — کش بیابم، مارِ بستانم ازو

دعا میں میری جان اُس کو طلب کرتی تھی — کہ میں اس کو پکڑ لوں، سانپ اُس سے لے لوں

شکر حق راکاں دعا مردود شد — من زیاں پنداشتم آں سود شد

اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی — میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

بس دعاہا کاں زیانست و ہلاک — از کرم می نشنود یزدانِ پاک

بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں — اللہ پاک اُن کو کرم کی وجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

مصلح ست او مصلحت را داند او — کاں دعا را باز می گرداند او

وہ مصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے — کہ اُس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

واں دعا گوینده شاکی می شود — مے بَرد ظن بدوآں بد بود

دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے — برا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بری ہوتی ہے

می نداند کہ بلائے خویش خواست — وزکرم حق آں بدو ناوردِ راست

وہ نہیں سمجھتا کہ اُس نے اپنی مصیبت کی دعا کی ہے — اور خدا نے کرم کرکے اُس کو قبول نہیں کیا

التماس کردن[2] ہمراہ عیسیٰ علیہ السلام بزندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کا اُن سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰ یکے ابلہ رفیق — استخوانہا دید در گورے عمیق

ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰ کا سفر کا ساتھی بن گیا — اُس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

گفت اے ہمراہ نامِ آں سَنی — کہ بداں تو مُردہ زندہ می کنی

کہنے لگا اے ساتھی! اُس بلند ذات کا نام — جس کے ذریعہ تم مُردے کو زندہ کرتے ہو

مَر مرا آموز تا احساں کنم — استخوانہا را بداں با جاں کنم

مجھے سکھا دو، تاکہ میں اچھا کام کروں — اُس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامش کن کہ آں کارِ تو نیست — لائق انفاس و گفتارِ تو نیست

فرمایا چپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے — تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

کاں نَفَس خواہد زباراں پاک تر — وز فرشتہ در رَوِش چالاک تر

وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ پاک ہو — اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

عمر ہا بایست تادم پاک شد — تا امین مخزنِ افلاک شد

عمریں چاہئیں تاکہ سانس پاک ہو — اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے

---

[1] در دعا۔ یعنی سانپ کے مل جانے کی دعا کرتا تھا۔ کش۔ کہ اش۔ مردود۔ نامقبول۔ زیاں۔ نقصان۔ سود۔ فائدہ۔ مصلح۔ بہتری کرنے والا۔ باز گردانیدن۔ لوٹا دینا۔ شاکی۔ شکوہ کرنے والا۔ بدبود۔ یعنی بدگمانی بری ہوتی ہے۔ بدو۔ باو۔ ناورد۔ نیاورد۔ راست۔ مقبول۔ لہٰذا راضی برضاء الٰہی رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول بھی نہ کرے تو یہی سمجھنا چاہئے کہ بھلائی اسی میں تھی۔

[2] التماس کردن۔ اس حکایت کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان ایک بات کی خواہش کرتا ہے لیکن اس کی بھلائی اس میں نہیں ہوتی ہے۔ ابلہ۔ بے وقوف۔ گور۔ قبر۔ بعض نسخوں میں گورے ہے جو گڑھے کے معنی میں ہے۔ سَنی۔ بلند۔ احساں۔ اچھا کام کرنا۔ باجاں۔ جاندار۔ خامش کن۔ چپ ہو جا۔ انفاس۔ نفس کی جمع، سانس۔

خود گرفتی ایں عصا[1] در دست راست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑی ہے
دست را دستانِ موسیٰ از کجاست
ہاتھ میں، موسوی اعجاز کہاں ہے؟

گفت گر من نیستم اسرار خواں
وہ بولا، اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں
ہم تو برخواں نام را بر استخواں
(تو) آپ ہی ان ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت عیسیٰؑ یا رب ایں اسرار چیست
(حضرت) عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟
میل ایں ابلہ دریں گفتار چیست
اس بیوقوف کا میلان اس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

چوں غم خود نیست ایں بیمار را
اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟
چوں غم جاں نیست ایں مردار را
اس مردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟

مردۂ خود را رہا کر دست او
اُس نے اپنے مردے کو چھوڑا ہے
مردۂ بیگانہ را جوید رفو
غیر کے مردے کی بھلائی چاہتا ہے

گفت حق اِدبار اگر ادبار جوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے
خار روئیدن جزائے کشت اوست
اُس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اُگنا ہے

آنکہ تخم خار را کارد در جہاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا
ہاں و ہاں او را مجو در گلستاں
خبردار، خبردار! اُس کو گلستاں میں نہ تلاش کر

گر گلے گیرد بکف خارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بن جائے گا
ور سوئے یارے رود مارے شود
اگر دوست کی طرف جائے گا تو سانپ بن جائے گا

کیمیائے زہر مارست آں شقی[2]
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے
برخلافِ کیمیائے متقی
متقی کی کیمیا کے برخلاف

ہیں مکن برقول و فعلش اعتمید
خبردار! اُس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر
کو ندارد میوۂ مانند بید
وہ بید (کے درخت) کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

اندرز کردنِ صوفی خادم را در تیمارداشت بہیمہ و لاحول گفتن آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اُس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفیئے می گشت در دورِ افق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا
تاشبے در خانقاہے شد تُتُق
ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا

یک بہیمہ داشت در آخر بہ بست
اُس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھ دیا
اُو بصدرِ صفہ با یاراں نشست
وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

---

[1] عصا۔ لاٹھی۔ راست۔ دایاں۔ دستاں۔ فسوں، اعجاز۔ اسرار۔ راز۔ نام۔ اسم اعظم۔ چوں۔ دوسرے کے لئے اسم اعظم کا خواہاں ہے۔ مردۂ خود۔ یعنی اپنی مردہ روح۔ رفو۔ سلائی، اصلاح۔ ادبار۔ بدبختی، مبالغۃً بدبخت کے معنی میں بولا گیا ہے۔ کشت۔ کھیتی۔ کارد۔ کاشتن بمعنی بونا کا مضارع ہے۔ مارے شود۔ دوست کی صحبت ہلاکت کا سبب بن جائے گی۔ کیمیا۔ وہ فن ہے جس کے ذریعے چیزوں کی ماہیت بدلتے ہیں، تانبے کو سونا بنا دیتے ہیں۔

[2] شقی۔ یعنی شقی سانپ کے زہر کی طرح کی کیمیا ہے جو زندہ کو مردہ کر دیتا ہے۔ متقی۔ یعنی متقی شخص بُروں کی ماہیت تبدیل کر کے ان کو بھلا بنا دیتا ہے۔ اعتمید۔ اعتماد کا امالہ ہے، بھروسہ۔ بید۔ بے ثمر درخت ہے۔ اندرز۔ نصیحت۔ بہیمہ۔ چوپایہ، یعنی سواری کا جانور۔ دورِ افق۔ اطراف عالم۔ تُتُق۔ ترکی لفظ ہے بمعنی مہمان۔ آخر۔ اصطبل۔ صدر۔ صدر مقام۔ صفہ۔ چبوترہ۔

پس مُراقب[1] گشت با یارانِ خویش — دفترے باشد حضورِ یار بیش

پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا — یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

دفترِ صوفی سواد و حرف نیست — جز دلِ اسپید ہمچوں برف نیست

صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے — برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

زادِ دانشمند آثارِ قلم — زادِ صوفی چیست انوارِ قدم

عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں — صوفی کا توشہ کیا ہے، اللہ (تعالیٰ) کے انوار

ہمچو صیادے سوئے اِشکار شد — گامِ آہو دید و بر آثار شد

اُس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا — ہرن کے قدم دیکھے اور نشانِ قدم پر چل پڑا

چند گاہش گامِ آہو در خورست — بعد ازاں خود نافِ آہو رہبرست

اُس کو کچھ دیر [illegible] کے قدموں کی ضرورت ہے — اُس کے بعد خود ہرن کا نافہ اُس کا رہنما ہے

چونکہ شکر گام کردو رَہ بُرید — لاجرم زاں گام در کامے رسید

چونکہ اُس نے نشانِ قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا — لا محالہ اُس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

رفتن یک منزلے بربوئے ناف[2] — بہتر از صد منزلِ گام و طواف

نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا — چکر کی سو منزلوں سے بہتر ہے

آں دلے کو مَطلعِ مہتا بہاست — بہرِ عارف فُتّحت ابوابہاست

وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے — عارف کے لئے فتحت ابو ابہا (کا مصداق) ہے

با تو دیوارست و با ایشاں دَرست — باتو سنگ و با عزیزاں گوہرست

(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور اُن کے لئے دروازہ ہے — تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

آنچہ تو در آئینہ بینی عیاں — پیر اندر خشت بیند پیش ازاں

تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے — پیرؔ لوہے کے ٹکڑے میں اُس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

پیر ایشانند کایں عالم نبود — جانِ ایشاں بود در دریائے جود

وہ اُس وقت سے پیر ہیں جب کہ یہ جہان نہ تھا — اُن کی روحیں دریائے حق میں تھیں

---

[1] مراقب۔ مراقبہ کرنے والا یعنی ماسوا اللہ سے توجہ ہٹا کر خدا کی طرف متوجہ ہونے والا۔ حضورِ یار۔ معیت حق۔ بیش۔ اکثر و بیشتر۔ سواد۔ سیاہی۔ اسپید۔ سفید۔ زاد۔ توشہ۔ آثارِ قلم۔ یعنی نوشتۂ قلم۔ انوارِ قدم۔ انوارِ الٰہی۔ صیاد۔ شکاری۔ اشکار۔ شکار۔ گام۔ یعنی نشانِ قدم۔ چند گاہ۔ کچھ دیر، سالک ابتدا تجلیات افعال کا مشاہدہ کرتا ہے پھر فرطِ شوق میں مطلوبِ حقیقی کے منازل قرب طے کرنے لگتا ہے پھر منجانب اللہ جذب و کشش ہوتی ہے تو منازل کی دشواریاں کم ہونے لگتی ہیں اور تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی ہو جاتی ہے، سلوک کا تعلق سالک کی ذاتی محنت اور کوشش سے ہے اور اس میں غلطی کا امکان ہے، جذب منجانب اللہ ہے لہٰذا اس میں شیطانی مداخلت ممکن نہیں ہے اسی وجہ سے مجرد سالک سے مجذوب سالک بدرجہا افضل ہے۔

[2] بوئے ناف۔ نافہ ہرن کی خوشبو یعنی منجانب اللہ جذب۔ بہتر۔ کسی بزرگ نے کہا ہے جَذْبَةٌ مِّنْ جَذَبَاتِ الرَّحْمٰنِ تُوَازِي عَمَلَ الثَّقَلَيْنِ اللہ کی جانب سے ایک کشش جن و انس کی عبادت سے بڑھ کر ہے۔ آں دلے۔ پہلے کہا تھا صوفی کے لئے اس کا دل دفتر ہے۔ اب کہتے ہیں کہ اس دل کے ذریعہ معارف کے دروازے کھلتے ہیں۔ فتحت ابوابہا۔ قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ جنتیوں کے لئے جنت کے دروازے پہلے سے کھول دیئے جائیں گے، شعر میں ضرورت کی وجہ سے فتحت کی پہلی تا کو مشدد اور ابوابہا کی دوسری با کو ساکن پڑھنا پڑے گا۔ باتو۔ عامی انسان دفتر دل سے کچھ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا اس کے لئے بمنزلہ دیوار کے ہے۔ عزیزاں۔ گرامی قدر لوگ۔ خشت۔ مراد وہ لوہے کا ٹکڑا ہے جس کو صیقل کر کے آئینہ بنایا جاتا تھا۔ ایں عالم۔ عالم ناسوت، اولیاء کی روحیں عالم ارواح میں وہ سب کچھ حاصل کرتی ہے جو عوام کو عالم ناسوت میں آنے کے بعد حاصل ہوگا۔

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند ‌ ‌ ‌ پیشتر از کشت[1] بر برداشتند

اس جسم سے پہلے اُنہوں نے عمریں گزاری ہیں ‌ ‌ ‌ اُنہوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چنے ہیں

پیشتر از نقش جاں پذرفتہ اند ‌ ‌ ‌ پیشتر از بحر دُرہا سُفتہ اند

وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں ‌ ‌ ‌ دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

مشورت کردن خدائے تعالیٰ بافرشتگان در ایجادِ خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

مشورت می رفت در ایجادِ خلق ‌ ‌ ‌ جانِ شاں در بحر قدرت تا بحلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا ‌ ‌ ‌ اُن کی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی

چوں ملائک مانع آں می شدند ‌ ‌ ‌ برملائک خفیہ خنبک می زدند

جب فرشتے اُس کے لئے مانع بنے ‌ ‌ ‌ اُنہوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

مطلع برنفس ہرچہ ہست شد ‌ ‌ ‌ پیش ازاں گیں نقش گل پابست شد

وہ ہر اُس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی ‌ ‌ ‌ اُس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

پیشتر[2] زافلاک کیواں دیدہ اند ‌ ‌ ‌ پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند

اُنہوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے ‌ ‌ ‌ اُنہوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

بے دماغ و دل پُراز فکرت بدند ‌ ‌ ‌ بے سپاہ و جنگ برنصرت زدند

وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پُر تھے ‌ ‌ ‌ اُنہوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل کرلی تھی

آں عیاں نسبت بایشاں فکرت ست ‌ ‌ ‌ ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست

وہ مشاہدہ اُن کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے ‌ ‌ ‌ ورنہ دوروالوں کے اعتبار سے (جو وجود کے بعد مشاہدہ ہوگا) رویت ہے

فکرت[3] از ماضی و مستقبل بود ‌ ‌ ‌ چوں ازیں دو رست مشکل حل شود

فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے ‌ ‌ ‌ جبکہ اُنکا فکر اس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں، مسئلہ حل ہوگیا

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را ‌ ‌ ‌ دیدہ پیش ازکاں صحیح و زیف را

چونکہ اُنہوں نے ہر باکیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے ‌ ‌ ‌ اُنہوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے کو دیکھ لیا ہے

---

[1] کشت۔ عالم ناسوت کے اعمالِ صالحہ۔ بر۔ پھل یعنی اجر۔ نقش۔ یعنی جسم عنصری۔ بحر۔ یعنی عالم ناسوت۔ در۔ یعنی اعمالِ صالحہ کے نتائج۔ می رفت۔ می آمد۔ ایجاد۔ آفرینش۔ تا بحلق۔ یعنی غریق۔ مانع۔ فرشتوں نے ایجادِ انسان اور اس کی خلافت کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ خنبک زدن۔ تالی بجانا چونکہ اولیاء کی ارواح کو مصالح کا علم تھا لہٰذا فرشتوں کی رائے پر ازراہِ بے تکلفی ہنسی اڑائی۔ نقش۔ جسم عنصری۔ کیواں۔ زحل ستارہ بلندی میں مشہور ہے۔

[2] پیشتر۔ یعنی اعمال کے نتائج کا ان کو علم تھا۔ بے دماغ۔ ان کو ازل میں قوتِ علمیہ حاصل تھی۔ بے سپاہ۔ ان کو ازل میں نصرت حاصل تھی۔ آں عیاں۔ عالم ناسوت کی خلق سے قبل جو کچھ اس کی چیزوں کا مشاہدہ اولیاء کو ہوا وہ ان کے علوم میں بمنزلہ فکر کے ہے جس کے ذریعہ ادنیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے، عوام کو یہی مشاہدہ اگر حاصل ہوگا تو بمنزلہ رویت کہلاتا ہے جس کے ذریعہ اعلیٰ درجہ کا علم حاصل ہوتا ہے، اس لئے کہ عوام کے علوم میں اس سے زیادہ کوئی علم نہیں ہے۔ دوراں۔ وہ لوگ جو تجلی حق سے دور ہیں۔

[3] فکرت۔ فکر کا تعلق ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے۔ حل شود۔ چونکہ اولیاء کے سامنے سب حاضر ہے لہٰذا ان کا فکر، فکر نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔ بے کیف۔ وہ حقائق جو مادی نہیں ہیں، ذات باری۔ زیف۔ کھوٹا۔

پیشتر[1] از خلقتِ انگورہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی
در تموزِ گرم می بینند دے
وہ ساون میں، ماگھ کو دیکھتے ہیں
در دلِ انگورے را دیدہ اند
انہوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے
رُوح از انگورے رادیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے
آسماں در دورِ ایشاں جُرعہ نوش
آسمان ان کے دَور (جام) میں شراب نوش ہے
چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار
جب تو اُن میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے
بر مثالِ موجہا[2] اعدادِ شاں
اُن کی شمار موجوں جیسی ہے
مفترق شد آفتابِ جانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہوگیا ہے
چوں نظر در قرص داری خود یکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے
تفرقہ در رُوحِ حیوانی بود
تعدد، حیوانی روح میں ہوتا ہے
روحِ انسانی کنفسِ وَاحدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے
گفت حق رَشَّ عَلَیْهِمْ نُوْرَهٗ
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اُن پر اپنا نور چھڑک دیا ہے
عقلِ جزو از رمز ایں آگاہ نیست
ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے

خوردہ میہا و نمودہ شورہا
اُنہوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں دکھائی ہیں
در شعاعِ شمس می بینند فے
وہ سورج کی شعاع میں، سایہ دیکھتے ہیں
درفنائے محض شیئی را دیدہ اند
اُنہوں نے عدمِ محض میں وجود کو دیکھا ہے
رُوح ازمعدوم شیئی را دیدہ است
رُوح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے
آفتاب از جودِ شاں زربفت پوش
سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے
ہم یکے باشند و ہم شش صد ہزار
وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)
در عدد آوردہ باشد بادِ شاں
جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے
در درونِ روزنِ ابدانہا
جسموں کے سوراخوں میں
آنکہ شد محجوب ابداں در شکیست
جو بدنوں کے حجاب میں ہے وہ شک میں ہے
نفس واحد روحِ انسانی بود
انسانی روح ایک جان ہوتی ہے
روحِ حیوانی سفالِ جامدست
حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے
مُفترق ہرگز نہ گردد نورِ اُو
اُس کا نور متعدد نہیں ہوسکتا ہے
واقف ایں سِرّ بجز اللہ نیست
اس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

1. پیشتر۔ ممکنات کے وجود سے پہلے ہی وہ ان کی کیفیات حاصل کر چکے تھے۔ تموز۔ ماگھ، ساون کے بعد آتا ہے۔ شعاع۔ سورج ڈھلے سایہ نمودار ہوتا ہے۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ زربفت۔ ایک قسم کا ریشمیں سنہرا کپڑا۔ چوں از ایشاں۔ روحِ اعظم میں سب کا اشتراک ہے لہٰذا تمام اولیا حقیقت میں متحد اور ایک ہیں۔ ہم ششصد ہزار، تشخص کے اعتبار سے ان میں دوئی ہے اور باطنی قوت کے اعتبار سے وہ دو قائم مقام چھ لاکھ کے ہیں۔
2. بر مثال موج۔ موجوں کا تعدد ہوا کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں سب سمندر ہیں۔ مفترق۔ سورج کا تعدد مختلف روزنوں کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت میں وہ ایک ہے۔ روحِ حیوانی۔ اس کا خاصہ درندگی اور شہوت ہے جو تفرقہ کا سبب ہے۔ روحِ انسانی۔ تعدد کے باوجود حقیقت میں متحد ہے۔ نورِ او۔ خدا کے نور میں تفرقہ ممکن نہیں ہے۔ عقلِ جزو۔ ناقص عقل، عام انسانی عقل۔ رمز۔ اشارہ، بھید کی بات۔

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار
اس معاملے میں عقل کا کیا کام؟
گر[1] مادر زاد را سرنا چہ کار
پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

یک زماں بگذار اے ہمرہ ملال
اے ساتھی تھوڑی دیر کے لئے ملال کو چھوڑ دے
تا بگویم وصف خالے زاں جمال
تاکہ میں تجھ سے اُس حسن کے ایک تل کی تعریف کروں

در بیاں ناید جمالِ حالِ اُو
اُس کی خوبی کا حسن بیان نہیں کیا جا سکتا
ہر دو عالم چیست عکسِ خالِ اُو
دونوں جہان کیا ہیں؟ اُس کے تل کا عکس

چونکہ من از خالِ خویش دم زنم
جب میں اُس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں
نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے

چون کنم لب را کشادن نیست راہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے
فکر تے کُن تا نماید راہ اِلٰہ
تدبیر کر، تاکہ خدا رہنمائی کر دے

ہمچو مورے اندریں خرمن خوشم
اس ڈھیر میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں
تا فزوں از خویش بارے میکشم
اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا رہا ہوں

بستہ شدنِ تقریرِ معنیٔ حکایت بسبب میل مستمع باستماع صورت ظاہر حکایت وغیرآں

حکایت کے معنیٰ کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گذارد آنکہ رشکِ روشنی ست
(اسرارکی) وضاحت پر رشک (کرنے والی ذات) کب موقع دیتی ہے؟
تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

بحر[2] کف پیش آرد وسَدّے کند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے
جُرّ کُند و زبعد جرمَدّے کند
کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دے دیتا ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد، مگر
اب سن کہ مانع کیا پیش آیا، شاید
مستمع را رفت دل جائے دگر
سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

خاطرش شد سوئے صوفی قُنق
اُس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا
اندراں سودا فرو شد تا عُنُق
اس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

لازم آمد باز رفتن زیں مقال
اس گفتگو سے پلٹنا ضروری ہوگیا
سوئے آں افسانہ بہر وصف حال
اُس افسانہ کی طرف، حال بیان کرنے کے لئے

صوفی صورت مپندار اے عزیز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا
ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مُویز
بچوں کی طرح اخروٹ اور منقیٰ سے کب تک دلچسپی؟

جسم ماجوز و مویزست اے پسر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقیٰ ہے
گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اگر تو مرد ہے تو ان دونوں چیزوں سے گزر جا

کر۔ بہرا۔ مادرزاد۔ پیدائشی۔ سرنا۔ شہنائی۔ خال۔ تل، مراد روحِ اعظم ہے۔ بشگافد تنم۔ جوش کے اظہار کے لئے صرف زبان کافی نہیں ہوتی، بدن پھٹ پڑنا چاہتا ہے۔ مور۔ چیونٹی۔ خرمن۔ انبار۔ فزوں۔ زیادہ۔ بار۔ بوجھ۔ رشک روشنی۔ اللہ تعالیٰ جو اسرار کے افشاء سے روکتا ہے۔

بحر۔ سمندر۔ کف۔ جھاگ۔ سد۔ روک۔ جر۔ کھینچنا۔ مد۔ پھیلانا۔ مستمع۔ سننے والا۔ خاطر۔ طبیعت، دل۔ قنق۔ ترکی لفظ ہے، مہمان۔ عنق۔ گردن۔ مقال۔ بات چیت۔ صوفی صورت۔ ظاہری صوفی۔ جوز۔ اخروٹ۔ مویز۔ منقیٰ۔ جسم۔ مادی جسم کی مشغولیت طفلانہ حرکت ہے۔

ور تو[1] اندر نگذری اکرامِ حق ... بگذراند مر ترا از نہ طبق
اگر تو (خود) نہ گذر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم ... تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

بشنو اکنوں صورتِ افسانہ را ... لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را
اب افسانہ کی صورت سن لے ... لیکن خبردار! بھس سے غلہ کو جدا کرلینا

التزام کردنِ خادم تعہد بہیمہ را و تخلّف نمودن

خادم کو چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیانِ مستفید ... چونکہ در وجد و طرب آخر رسید
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ ... جب وجد اور طرب میں ختم ہوا

خواں بیاوردند بہرِ میہماں ... از بہیمہ یاد آورد داں زماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے ... تب اُس نے چوپائے کو یاد کیا

گفت خادم را کہ در آخر برو ... راست کن بہر بہیمہ کاہ و جو
خادم سے کہا اصطبل میں جا ... چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت لا حول ایں چہ افزوں گفتن ست ... از قدیم ایں کارہا کارِ من ست
اُس نے کہا لا حول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے ... یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں

گفت تر کن آں جوش را از نخست ... کاں خرک[2] پیرست و دندانہاش سست
اُس نے کہا اُس کے جَو کو پہلے بھگو لینا ... کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اُس کے دانت کمزور ہیں

گفت لا حول ایں چہ می گوئی مہا ... از من آموزند ایں ترتیب ہا
اُس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟ ... یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت پالانش فرونہ پیش پیش ... داروے منبل بنہ بر پشتِ ریش
اُس نے کہا اُس کا فوراً پالان اُتار دے ... زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت لا حول آخر ایں حکمت گذار ... جنسِ تو مہمانم آمد صد ہزار
اُس نے کہا لاحول اِس حکمت کو رہنے دے ... تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

جملہ راضی رفتہ انداز پیشِ ما ... ہست مہمان جانِ ما و خویشِ ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں ... مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

گفت آبش دِہ و لیکن شیر گرم ... گفت لا حول از توام بگرفت شرم
اُس نے کہا اُس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم ... اُس نے کہا لا حول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

---

1. ورتو۔ اگر انسان ذاتی کوشش سے روح کے منازل طے نہیں کر پاتا ہے تو خدا کی مدد شامل حال ہو جاتی ہے۔ نُہ طبق۔ نو آسمان، یعنی ملاءِ اعلیٰ۔ دانہ رک یعنی قصہ کی روح کو سمجھ لے۔ مستفید۔ فائدہ حاصل کرنے والا۔ وجد۔ کیفیت وجدیہ جو صوفیوں پر طاری ہوتی ہے۔ خوان۔ کھانے کی سینی۔ بہیمہ۔ چوپایہ۔ یعنی صوفی کا گدھا۔ آخر۔ اصطبل، چراگاہ۔ کاہ۔ گھاس۔ افزوں گفتن۔ زیادہ کہنا۔ نخست۔ ابتداء۔
2. خرک۔ معمولی گدھا۔ مہا۔ بزرگ، بڑا۔ پالان۔ گدھے کا چار جامہ۔ منبل۔ ایک دوا کا نام ہے جو زخموں پر لگائی جاتی ہے۔ ریش۔ زخم، زخمی۔ صد ہزار۔ لاکھ۔ راضی۔ چونکہ میں نے اچھی خدمات انجام دی ہیں۔ شیر گرم۔ نیم گرم۔ شرم۔ آپ کی غیر ضروری باتوں سے شرمندہ ہو رہا ہوں۔

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن — گفت لا حول ایں سخن کوتاہ کن
اُس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا — اُس نے کہا لا حول، بات مختصر کر

گفت جایش را بروب از سنگ و پشک[1] — ور بود تر ریز بروے خاک خشک
اُس نے کہا اُس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کر دینا — اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

گفت لا حول اے پدر لا حول کن — با رسولِ اہل کمتر کن سخن
اُس نے کہا لاحول، اے باوا! لاحول پڑھ — لائق قاصد سے بات کم کر

گفت بستاں شانہ پشت خر بخار — گفت لا حول اے پدر شرمے بدار
اُس نے کہا کھریرا لے، گدھے کی کمر پر پھیر دے — اُس نے کہا لا حول اے باوا! شرم کر

گفت دُم افسار را کوتہ بہ بند — تا نِزِ غلطیدن نیفتد اُو بہ بند
اُس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کر کے باندھ — تا کہ لوٹنے میں اُس میں نہ پھنس جائے

گفت لا حول اے پدر چندیں منال — بہر خر چندیں مرو اندر جوال
اُس نے کہا لا حول، اے باوا! اس قدر نہ رو — گدھے کے لئے اِس قدر پریشان نہ ہو

گفت بر پشتش فگن جل زود تر — زانکہ شب سرماست اے کانِ ہنر
اُس نے کہا کہ اُس کی کمر پر جلد جھول ڈال دے — اے ہنر مندا! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت لا حول اے پدر چندیں مگو — استخواں[2] در شیر چوں نبود مجو
اُس نے کہا لا حول، اے باوا! اس قدر باتیں نہ کر — دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے، تلاش نہ کر

من زِتو اُستاترم درفنِ خود — میہماں آید مرا از نیک و بد
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ اُستاد ہوں — میرے پاس اچھے اور برے مہمان آتے رہتے ہیں

لائق ہر میہماں خدمت کنم — من زخدمت چوں گل وچوں سوسنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں — میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں

خادم ایں گفت و میاں رابست چست — گفت رفتم کاہ وجو آرم نخست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی — بولا، جاتا ہوں پہلے گھاس اور جو لاؤں

رفت وز آخر نکرد اُو ہیچ یاد — خوابِ خرگوشے بداں صوفی فتاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی — اُس صوفی کو غفلت کی نیند آ گئی

رفت خادم جانب اوباش چند — کرد بر اندرزِ صوفی رِیشخند
خادم چند آواروں کے پاس پہنچا — صوفی کی نصیحت کی مذاق اُڑائی

---

[1] پشک۔ مینگنی، لید۔ رسولِ اہل۔ سمجھدار قاصد۔ شانہ۔ یعنی کھریرا۔ دم افسار۔ پچھاڑی۔ غلطیدن۔ لوٹنا۔ منال۔ نہ رو۔ جوال۔ صاحب غیاث نے بمعنی بورا جس میں غلہ یا گھاس بھر کر گھوڑے گدھے پر لادا جاتا ہے نیز بمعنی جسم لکھا ہے، بعض شارحین نے در جوال فتن کے معنی دھوکا کھانا اور پریشان ہونا لکھا ہے ہم نے اسی اعتبار سے ترجمہ کر دیا ہے۔ جل۔ جھول۔

[2] استخواں۔ دودھ میں ہڈی ڈھونڈنا فضول کام ہے۔ استا۔ استاد۔ سوسن۔ آسمانی رنگ کا ایک خوشبودار پھول ہے۔ خوابِ خرگوش۔ کچھوے اور خرگوش کی دوڑ کی بازی کے مشہور قصہ کی طرف اشارہ ہے، یعنی خوابِ غفلت۔ اوباش۔ فارسی میں مفرد سمجھا جاتا ہے، کمینہ، آوارہ۔ ریشخند۔ مذاق، دل لگی۔

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز[1] — خوابہا می دید با چشم فراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا، لیٹ گیا — بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

کاں خرش درچنگ گرگے ماندہ بود — پارہا از پشت و رانش می ربود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیے کے پنجے میں ہے — وہ اُس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اُڑا رہا ہے

گفت لا حول ایں چہ مالیخولیاست — اے عجب آں خادمِ مشفق کجاست
بولا، لا حول، یہ کیا دیوانگی ہے — ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

بازمیدید آں خرش در راہرو — گہ بچاہے می فتادو گہ بہ گو
پھر اُس نے دیکھا کہ اُس کا وہ گدھا راستہ چلتے میں — کبھی کنویں میں گرتا تھا، کبھی گڑھے میں

گونا گوں می دید ناخوش واقعہ — فاتحہ می خواند با القارعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا — سورۃ الحمد مع سورۃ القارعہ کے پڑھتا تھا

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند — رفتہ اندو جملہا دربستہ اند
اُس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں — سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

بازمی گفت[2] اے عجب آں خادمک — نے کہ باما گشت ہم نان و نمک
پھر کہتا ہائے تعجب، وہ نالائق نوکر — کیا ہمارا ہم پیالہ وہم نوالہ نہیں بنا ہے

من نکردم باوے الّا لطف و لیں — او چرا با من کند برعکس کیں
میں نے تو اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی — وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

مر عداوت را سبب باید سند — ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
دشمنی کی بناء کے لئے کوئی سبب ہونا چاہئے — ورنہ ہم جنس ہونا وفاداری سکھاتا ہے

بازمی گفت آدمؑ بالطف وُجود — کے براں ابلیس جورے کردہ بود
پھر کہتا مہربانی اور کرم کرنے والے آدمؑ نے — کب اُس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

آدمی مرمارو کژدم راچہ کرد — کو ہمیخواہند او را مرگ و دَرد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟ — کہ وہ اُس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

گرگ را خود خاصیت بدریدنست — ایں حسد در خلق آخر روشن ست
بھیڑیے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے — مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے

باز میگفت ایں گمانِ بدخطاست — بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر کہتا یہ بدگمانی بری ہے — بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

---

1. شد دراز۔ لمبے پیر کر کے سو گیا۔ بعض نسخوں میں شب دراز بود ہے یعنی شب دراز بود۔ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ گو۔ گڑھا۔ گونا گوں۔ قسم قسم۔ فاتحہ۔ سورۂ الحمد، القارعہ۔ یہ دونوں سورتیں مصیبت کے دفع کرنے کے لئے پڑھی جاتی ہیں۔ خستہ۔ تھکا ماندہ۔ خادمک۔ کاف تحقیر کا ہے۔ لطف۔ مہربانی۔ لین۔ نرمی۔ کین۔ کینہ وری۔ سند۔ ٹیک، بنیاد۔ جنسیت۔ ہم جنس ہونا۔ تلقین۔ پڑھانا، سکھانا۔

2. بازمی گفت۔ پہلے سوچا کہ بدی کرنے کا کوئی سبب ہوتا ہے، پھر خیال آیا کہ برائی کرنے والے بلاوجہ بھی برائی کرتے ہیں۔ جور۔ ظلم۔ کژدم۔ بچھو۔ شعر۔ نیش عقرب نہ از پے کیاست۔ مقتضائے طبیعتش ایں است۔ حسد۔ اپنے ذاتی حسد کی وجہ سے انسان دوسرے کے ساتھ بلاوجہ برائی کرتا ہے۔ برادر۔ یعنی خادم۔

باز گفتے حزم سواء الظن[1] تست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے
ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچتا ہے؟

صوفی اندر وسوسہ وآں خرچناں
صوفی وسوسوں میں اور وہ گدھا اس حال میں
کہ چناں بادا جزائے دشمناں
کہ دشمنوں کی یہ سزا ہے

آں خر مسکیں میانِ خاک و سنگ
وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں
کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ
پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

خستہ از رہ جملہ شب بے علف
راستہ کا تھکا ماندہ، تمام رات بغیر گھاس کے
گاہ درجاں کندن و گہ در تلف
کبھی جاں کنی میں، اور کبھی ہلاکت میں

خرہمہ شب ذکر می کرد اے الٰہ
گدھا تمام رات کہتا تھا، اے خدا!
جو رہا کردم کم از یکمشت کاہ
میں نے جو چھوڑے، ایک مٹھی گھاس (ہی مل جائے)

با زبانِ حال می گفت اے شیوخ
زبان حال سے کہتا تھا، اے بزرگو!
رحمتے کن سوختم زیں خام شوخ
رحم کرو اِس ناتجربہ کار، بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

آنچہ آں خر دید از رنج و عذاب
جو رنج اور عذاب اُس گدھے نے دیکھا
مُرغِ خاکی بیند اندر سیل[2] آب
خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

پس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا
آں خر بیچارہ از جوع البقر
وہ بیچارہ گدھا، بھوک کی شدت سے

نالہ می کرد از فراقِ کاہ و جو
گھاس اور جو کی جدائی میں روتا تھا
مستمند از اشتیاقِ کاہ و جو
گھاس اور جو کے شوق میں غمزدہ تھا

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح
نالہا می کرد آں شب تا بروز
اُس رات (میں) دن تک روتا رہا

روز شد خادم بیامد با مداد
دن ہوا، خادم صبح کو آیا
زود پالاں چست بر پشتش نہاد
بہت جلد اُس کی کمر پر پالان کس دیا

خر فروشانہ دوسہ زخمش بزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں
کردبا خر آنچہ زاں سگ می سزد
گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خر جہندہ گشت از تیزیِ نیش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا
کو زباں تاخر بگوید حالِ خویش
زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

---

1. سوء الظن۔ بدگمانی۔ حزم۔ پختہ کاری، احتیاط۔ کہ چناں۔ گدھا ایسی مصیبت میں مبتلا تھا کہ دشمن کو نصیب ہو۔ پالہنگ۔ باگ ڈور۔ علف۔ گھاس، چارہ۔ جاں کندن۔ نزع، جان نکلنا۔ تلف۔ ہلاکت۔ ذکر۔ یعنی گدھا دعا کرتا تھا کہ جو نہ سہی ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔ خام۔ یعنی ناتجربہ کار مالک جس نے خادم پر بھروسہ کرلیا تھا۔ شوخ۔ شریر۔ مرغ خاکی۔ خشکی کا پرندہ۔
2. سیل۔ بہاؤ۔ جوع البقر۔ بیل کی سی بھوک، ایک مرض ہے جب انسان اس میں مبتلا ہوجاتا ہے تو ہر وقت کھاتا ہے، کسی وقت بھوک بند نہیں ہوتی۔ مستمند۔ رنجیدہ۔ بامداد۔ صبح۔ زخم۔ چوٹ۔ بزد۔ تاکہ وہ تیز چلنے لگے۔ انچہ۔ یعنی مارنا، ڈانٹنا۔ جہندہ۔ کودنے والا۔ نیش۔ یعنی ڈنڈے کی چوٹ۔

گمان بردنِ کاروانیاں کہ بہیمہ[1] صوفی رنجورست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی برنشست و شد رواں — خر بروُ افتادن آمد در زماں
جب صوفی بیٹھا، اور روانہ ہوا — اُس وقت گدھا منہ کے بل گرنے لگا

ہر زمانش خلق می برداشتند — جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
ہر موقع پر لوگ اُس کو اُٹھا دیتے — سب ہی نے اُس کو بیمار سمجھا

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت — واں دگر در زیرِ گامش جست لخت
کوئی اُس کا کان، سخت مروڑتا — کوئی دوسرا اُس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

واں دگر در نعلِ اومی جست سنگ — واں دگر در چشمِ اُو می دید رنگ
کوئی اُس کے کھر میں پتھر ڈھونڈتا — کوئی اُس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

بازمی گفتند اے شیخ ایں زچیست — دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قویست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟ — کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

گفت آں خرکو بشب لا حول خورد — جز بدیں شیوہ نداند راہ برد
اُس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہو — اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کرسکتا ہے

چونکہ قوتِ خر بشب لاحول بود — شب مسبح بود و روز اندر سجود[2]
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی — رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چوں ندارد کس غمِ تو ممتحن — خویش کارِ خویش باید ساختن
اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو — اپنا کام خود کر لینا چاہئے

آدمی خوارند اغلب مردماں — از سلام علیک شاں کم جواماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں — اُن کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

خانۂ دیوست دلہائے ہمہ — کم پذیر از دیوِ مردم دمدمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں — انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

ازدم دیو آنکہ اُو لاحول خورد — ہمچوآں خر در سر آید در نبرد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا — معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

ہر کہ در دنیا خور و تلبیس دیو — وز عدوے دوست رو تعظیم و ریو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے — اور دوست نما دشمن سے تعظیم (پر پھولتا) اور فریب کھاتا ہے

---

1. بہیمہ۔ یعنی گدھا۔ رنجور۔ بیمار۔ بروافتادن۔ منہ کے بل گرنا۔ خلق۔ لوگ۔ پنداشتند۔ اس کے گرنے سے اس کو بیمار سمجھنے لگے۔ گام۔ قدم۔ لخت۔ یعنی کوئی سخت ٹکڑا۔ درچشم او۔ جانور کی آنکھوں کے رنگ سے بیماری کی شناخت کی جاتی ہے۔ زچیست۔ گرنے کا کیا سبب ہے۔ دی۔ کل گذشتہ۔ کو۔ کہ او۔ لاحول خورد۔ یعنی اس گدھے نے چارے کے بجائے خادم کی لاحول کھائی ہے۔ شیوہ۔ طریقہ۔ راہ بردن۔ چلنا۔ مسبح۔ تسبیح پڑھنے والا۔
2. سجود۔ منہ کے بل گرنے کو سجدہ سے تعبیر کیا ہے۔ ممتحن۔ مبتلائے آزمائش۔ آدمی خوار۔ مردم خور۔ اغلب۔ اکثر۔ کم نفی کے معنی میں ہے۔ دیو۔ شیطان۔ دیو مردم۔ شیطان سیرت انسان۔ دمدمہ۔ فریب۔ لاحول خوردن۔ دھوکے میں آجانا۔ درسر آمدن۔ سر کے بل گرنا۔ تلبیس۔ فریب۔ ریو۔ مکر۔

درِ رہ اسلام بر پولِ[1] صراط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر
در سَر آید ہمچوآں خَر از خباط
حماقت کی وجہ سے اس گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

عشوہائے یارِ بد منیوش ہیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ
دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
جال کو دیکھ، زمین پر بے پروا ہوکر نہ چل

صد ہزار ابلیس لا حول آربیں
لاَ حول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدنظر رکھ
آدما ابلیس را در مار بیں
اے آدمؑ! شیطان کو سانپ میں دیکھ

دم دہد گوید ترا اے جانِ دوست
دھوکا دے گا، تجھے اے جانِ دوست کہے گا
تاچو قصابے کشداز گوشت پوست
تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ دے

دم دہد تا پوستت بیروں کشد
وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے
وائے آں کز دشمناں افیوں چشد
اُس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

سر نہد برپائے تو قصاب دار
قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے
دم دہد تا ریزدت خوں زار زار
فریب دیتا ہے تاکہ خوب ذلت سے تیرا خون بہا دے

ہمچو شیراں صید خود را خویش کن
شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر
ترکِ عشوہ[2] اجنبی و خویش کن
اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو خادم داں مراعاتِ خساں
کمینوں کی رو رعایت خادم جیسی سمجھ
بے کسی بہتر زعشوہ ناکساں
نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بے کسی بہتر ہے

در زمینِ مُردماں خانہ مکن
دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا
کارِ خود کُن کارِ بیگانہ مکن
اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

کیست بیگانہ تنِ خاکی تو
بیگانہ کون ہے؟ تیرا خاکی جسم ہے
کز برائے اوست غمناکی تو
جس کے لئے تو فکر مند ہے

تاتوتن را چرب و شیریں می دہی
جبتک تو جسم کو تر اور میٹھے (کھانے) دیتا ہے
جوہرِ جاں را نہ بینی فربہی
روح کے جوہر میں تو مٹاپا نہ پائے گا

گر میانِ مُشک تن را جا شود
اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہوگی
روزِ مُردن گند اُو پیدا شود
موت کے دن اُس میں بدبو پیدا ہو جائے گی

---

[1] پوَل۔ پل۔ خباط۔ دیوانگی، بے وقوفی۔ عشوہ۔ ناز و انداز، فریب۔ مینوش۔ نہ سن۔ دام۔ جال۔ ایمن۔ مطمئن۔ لاحول آر۔ یعنی لاحول پڑھنے والے۔ آدما۔ اے آدم۔ ابلیس در مار۔ مشہور ہے کہ جنت میں حضرت آدمؑ کو دھوکا دینے کے لئے شیطان سانپ کے پیٹ میں چھپ کر گیا تھا۔ جانِ دوست۔ دھوکا دینے کے لئے جانِ من کہتا ہے اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ دم دہد۔ دھوکا دیتا ہے۔ افیوں چشیدن۔ کسی کی باتوں سے دھوکا کھا جانا۔ زارزار۔ بری طرح۔

[2] عشوہ۔ ناز و انداز۔ خادم۔ یعنی خانقاہ والا خادم۔ مُراعات۔ رعایتیں۔ خساں۔ کمینے لوگ۔ ناکس۔ نالائق۔ کارِ خود۔ "تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔" کیست۔ لوگ بیگانہ صرف غیر آدمی کو سمجھتے ہیں لیکن جسم خاکی بھی بیگانہ ہے جو ساتھ نہ دے گا۔ تاتوتن۔ تن پروری بھی بیگانے کے کام میں لگنا ہے۔ جوہر جاں۔ تن پروری سے روح کمزور ہوتی ہے۔ گر میان۔ گل سڑ جانے والی چیز کی نگہداشت زیادہ مناسب نہیں ہے۔

مشک[1] را بر تن مزن بر دل بمال
مشک کو جسم پر نہ مل، دل پر مل
مشک چہ بود نام پاکِ ذوالجلال
مشک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے

آں منافق مشک برتن می نہد
منافق جسم پر مشک ملتا ہے
روح را در قعرِ گلخن می نہد
روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

برزباں نام حق و درجانِ او
بزبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اُس کی روح میں
گندہا از کفر بے ایمانِ او
بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن ست
اُس کا ذکر (و فکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح
بر سرِ مبرز گلست و سوسن ست
پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

آں نبات آنجا یقین عاریت ست
وہ سبزہ اُس جگہ پر یقینا عارضی ہے
جائے آں گل مجلس ست و عشرت ست
اُس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے

طیبات آمد برائے طیبین
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں
لِلْخَبِيثَاتِ الْخَبِيثِيْنَ ست ہیں
ہاں، برائیاں بُروں کے لئے ہیں

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند
کینہ وری نہ کر، وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں
گورشاں پہلوئے کیں داراں نہند
اُن کی قبر کینہ وروں کے پہلو ہیں بنائیں گے

اصل کینہ دوزخست[2] و کین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ
جزوآں کلست و خصم دین تو
اُس کل کا جز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

چوں تو جزوِ دوزخی پس ہوش دار
چونکہ تو دوزخ کا جز ہے، لہٰذا سمجھ لے
جزو سوئے کل خود گیر و قرار
جز اپنے کل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

در تو جزوِ جنتی اے نامدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جز ہے
عیش تو باشد زجنت پائدار
تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود
یقینا کڑوا، کڑووں کے ساتھ مل جاتا ہے
کے دمِ باطل قرین حق شود
باطل بات، حق (بات) کے ساتھ کب مل سکتی ہے؟

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہے
ما بقی تو استخواں و ریشۂ
باقی تو ہڈیاں اور رگیں ہیں

گر گل ست اندیشہ تو گلشنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے
ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

---

1. مشک۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روح معطر ہوتی ہے۔ قعر۔ گہرائی۔ گلخن۔ بھٹی، دوزخ۔ برزبان۔ منافق بظاہر خدا کا نام لیتا ہے۔ اس کے دل میں گندگی ہے۔ ذکر۔ ذکر خداوندی کا مقام منافق نہیں ہے۔ گلخن۔ یعنی کوڑی۔ مبرز۔ بیت الخلاء۔ سوسن۔ مشہور خوشبودار پھول ہے۔ نبات۔ اگنے والی چیز۔ عاریت۔ مانگی ہوئی چیز۔ عشرت۔ عیش و راحت۔ کیں مدار۔ کینہ وری نہ کر، یہ پاکیزہ بننے کی ترکیب ہے۔
2. دوزخ۔ شمر۔ کینہ، دل کا اک بڑا آزار ہے۔ کینہ کیا ہے اک عذاب النار ہے۔ خصم۔ دشمن، حدیث شریف میں ہے کینہ ور جنت میں نہ جائے گا۔ جزو دوزخی۔ جبکہ کینہ کی اصل دوزخ ہے تو کینہ ور دوزخ کا جزو ہے۔ اے برادر۔ جنتی اور دوزخی ہونے کا مدار خیالات اور اعتقادات پر ہے اور یہی انسان کی خصوصیت ہے ورنہ گوشت و پوست تو دیگر حیوانات میں بھی ہے۔ گل۔ اعمال صالحہ۔ خار۔ یعنی برے اعمال۔

گر گلابیؔ[1] بر سر و جیبت زنند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملیں گے
ورتو چوں بولی برونت افگند
اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دیں گے

طبلہا در پیش عطاراں بہ بیں
عطار کے سامنے ڈبیوں کو دیکھ
جنس را با جنس خود کردہ قریں
جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

جنسہا با جنسہا آمیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے
زیں تجانس زینتے انگیختہ
اِس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

تو رہائی جو ز ناجنساں بجد
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے
صحبت ناجنس گورست و لحد
ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

گر در آمیزند عود و شکرش
اگر اُس کی شکر اور عود گڑ بڑ ہو جائیں
برگزیند یک بیک از دیگرش
ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

طبلہا بشکست و جانہا ریختند
ڈبیاں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں
نیک و بد در ہمدگر آمیختند
اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

حق فرستاد انبیاء را با ورق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دے کر بھیجا
تا گزید ایں دانہا را برطبقؔ[2]
یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد انبیاء را بہر دیں
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اس لئے بھیجا ہے
تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
تاکہ اُن کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

مومن و کافر مسلمان و جہود
مومن اور کافر، مسلمان اور یہودی
پیش از ایشاں جملہ یکساں می نمود
اُن سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

پیش از ایشاں ماہمہ یکساں بدیم
اُن سے پہلے ہم سب یکساں تھے
کس ندانستہ کہ مانیک و بدیم
کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

قلب و نیکو در جہاں بودے رواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا
چوں جہاں شب بود و ماچوں شبرواں
چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

تابر آمد آفتاب انبیاء
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا
گفت اے غش دور شو صافی بیا
اُس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو (اور اے) صاف تو آ

چشم داند فرق کردن رنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے
چشم داند لعل را وسنگ را
آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے

---

1. گلابیؔ۔ نیک کاموں کی وجہ سے اگر تو بمنزلہ گلاب کے ہے۔ بولؔ۔ پیشاب۔ طبلہؔ۔ دنبہ، ڈبیہ۔ عطارؔ۔ عطر فروش۔ قرینؔ۔ ساتھی۔ تجانسؔ۔ دو چیزوں کا ہم جنس ہونا۔ جدؔ۔ کوشش۔ صحبت ناجنسؔ۔ شعر۔ پارسا را بس ایں قدر زنداں۔ کہ بود ہم طویلۂ رنداں۔ عودؔ۔ اگر۔ طبلہاؔ۔ یعنی عالم ارواح میں نیک و بد روحیں جداگانہ تھیں عالم ناسوت میں نیک و بد مل جل گئے۔ ورقؔ۔ یعنی آسمانی صحیفے۔
2. طبقؔ۔ بعض شارحین نے بمعنی مطابقت لکھا ہے بعض نے طباق کے معنی میں لیا ہے۔ ایشاںؔ۔ انبیاء۔ مومنؔ۔ یہ تقسیمیں انبیاء کی بعثت کے بعد ہوتی ہیں۔ قلبؔ۔ کھوٹا سکہ۔ رواںؔ۔ رائج۔ شب رواںؔ۔ رات کے مسافروں میں باہمی امتیاز نہیں ہوتا۔ غشؔ۔ کھوٹ۔ صافیؔ۔ خالص۔ چشم داندؔ۔ انبیاء بمنزلہ آنکھ کے ہیں جو اچھے برے کو پہچان لیتے ہیں۔

چشم داند گوہر و خاشاک را
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے

چشم رازاں می خلد[1] خاشاکہا
اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

دشمن روزند ایں قلابگاں
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے، دن کے دشمن ہیں

عاشق روزندآں زرہائے کاں
کان کے سونے، دن کے عاشق ہیں

زانکہ روزست آئینہ تعریف را
اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے

تا بہ بیند اشرفے تشریف را
تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

حق قیامت را لقب زاں روز کرد
اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ

روز بنماید جمالِ سرخ و زرد
دن سرخ اور زرد کا حسن دکھا دیتا ہے

پس حقیقت روز سرِّ اولیاست
پس (اُس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے

روز پیش مہرشاں چوں سایہاست
اُن کے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

عکس رازِ مردِ حق[2] دانید روز
دن کو مردِ حق کے باطن کا عکس سمجھو

عکس ستاریش شام چشم دوز
آنکھ کو بند کر دینے والی شام اُس کی ستاری کا عکس ہے

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ
اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا ہے

والضحیٰ نورِ ضمیر مصطفیٰؐ
اور ضحیٰ مصطفیٰؐ کے دل کا نور ہے

قولِ دیگر کایں ضحیٰ را خواست دوست
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے چاہا ہے

ہم برائے آنکہ ایں ہم عکس اوست
وہ بھی اس لئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اُس کے (دل کے نور) کا عکس ہے

ورنہ برفانی قسم گفتن خطاست
ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے

خود فنا چہ لائق گفت خدا ست
کیا فنا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

از خلیلے لا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

پس فنا چوں خواست رَبُّ الْعَالَمِیْن
تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

لَا اُحِبُّ الْاٰفِلِیں گفت آں خلیل
میں غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا

کے فنا خواہد ازیں ربِّ جلیل
رب جلیل فنا کو کب پسند کرے گا؟

---

1. می خلد۔ آنکھ کو تنکا اسی لئے ستاتا ہے کہ وہ اس کی قدر گھٹا دیتی ہے۔ قلابگاں۔ کھوٹا سکہ بنانے والے، یہ لوگ اندھیرے سے اپنا کام چلاتے ہیں۔ زرہائے۔ چونکہ وہ خالص ہے اور دن میں اس کی قدر بڑھتی ہے۔ اشرفے۔ زیادہ شریف، بعض نسخوں میں "اشرفی" ہے جو کہ ایک سونے کا سکہ ہے۔ تشریف۔ اعلیٰ منزلت، بلند مرتبہ۔ قیامت۔ قرآن میں قیامت کو دن بتایا گیا ہے۔ حقیقت۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ظاہر کو حقیقت اور مظاہر کو صورت کہا جاتا ہے، تمام کائنات اسماء الٰہی کا مظہر ہے اور اسماء الٰہی ظاہر و حقیقت ہیں اور تمام کائنات میں انسان مظہر اتم ہے، قیامت کے دن کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے چونکہ وہ اسم مقسط کا مظہر ہے تو کھوٹے کھرے کو جدا کرنے کا مظہر قیامت کا دن ہے اور اس کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے۔
2. مردِ حق۔ اولیاء کے قلوب میں کھرے کھوٹے کو جدا کرنے کی صلاحیت ہے اور پردہ پوشی کی بھی، لہٰذا دن اور رات ان کے قلوب کا عکس ہیں۔ والضحیٰ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے آنحضورﷺ کے قلب مبارک کا نور مراد ہے جس کی قسم خدا نے کھائی ہے۔ اگر دوسرے مفسرین کے قول کے مطابق ضحیٰ کے معنی چاشت کے وقت کے لئے جائیں تب بھی اس کی قسم اسی بنیاد پر ہے کہ وہ نور مصطفوی کا مظہر ہے ورنہ محض چاشت کا وقت ایک فانی چیز ہے جو خدا کی قسم کی لائق نہیں ہے۔

باز واللیل[1] ست ستاریّ او
واں تن خاکی زنگاریّ او

پھر "واللیل" آنحضور کی ستاری ہے
اور آپ کا زنگاری، خاکی جسم ہے

آفتابش چوں برآمد زاں فلک
باشب تن گفت ہیں ما ودّعک

اُن (آنحضورؐ) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک (الوہیت) سے برآمد ہوا
جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اس نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

وصل پیدا گشت از عین بلا
زاں حلاوت شد عبارت ما قلیٰ

خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا
"اُس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیرینی ہوئی

ہر عبارت[2] خود نشانِ حالیست
حال چوں دست وعبارت آلیست

ہر عبادت ایک حالت کی علامت ہے
حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے

آلت زرگر بدست کفش گر
ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در

سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں
ایسا ہی ہے جیسے ریت میں بویا ہوا دانہ

وآلت اِسکاف پیشِ برزگر
پیشِ سگ کہ استخواں درپیشِ خر

اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے
کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے

بود اَنَا الْحَقّ در لبِ منصور[3] نور
بود اَنَا للّٰہ در لب فرعون زُور

اَنَا الْحَقّ منصور کے لب پر نور تھا
"میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا

شد عصا اندر کفِ موسیٰ گوا
شُد عَصا اندر کف ساحر ہبا

لاٹھی موسیٰ کے ہاتھ میں گواہ بنی
جادو گر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

زیں سبب عیسیٰ بداں ہمراہِ خود
در نیا موزید آں اسم احد

اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ نے اپنے ساتھی کو
اللہ کا نام (اسم اعظم) نہ سکھایا

کو نداند نقص برآلت نہد
سنگ برگِل زن توآتش کے جہد

کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا
تو چقماق کو مٹی پر رگڑ، شعلہ کب دے گا؟

واللیل۔ خدا نے جو رات کی قسم کھائی ہے، اس سے آنحضورﷺ کی ستاری اور جسد عنصری مراد ہے جس میں نور پنہاں ہے۔ آفتاب۔ ذاتِ خداوندی۔ ش۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فلک۔ یعنی آسمانِ الوہیت۔ شب تن۔ رات کی طرح جسم بھی نور کے لئے ساتر ہے۔ ماودّعک۔ اس خدا نے تجھے چھوڑا نہیں ہے۔ عین بلا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہود نے روح کی حقیقت کا سوال کیا، آنحضورﷺ نے بتانے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اس پر بطور تنبیہ کچھ دن کے لئے وحی منقطع ہوگئی اور پھر سورہ والضحیٰ نازل ہوئی جس میں فرمایا گیا کہ خدا نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے یعنی تمہیں وصل حاصل ہے لہٰذا انہیں ابتلاء سے وصل کی بشارت ملی۔

ہر عبارت۔ عبارت کے ذریعہ کسی حالت کو بیان کیا جاتا ہے اور ان دونوں کی وہی نسبت ہے جو ہاتھ اور کاریگر کے اوزار کی ہے۔ اگر ہاتھ اور اوزار کی مناسبت ہے تو کام ٹھیک ہوگا ورنہ غلط۔ اسی طرح عبارت اگر حال کے مطابق ہوگی تو صحیح ہے ورنہ غلط ہے۔ آلت زرگر۔ ہر آلہ ہر ہاتھ میں کام نہیں کرتا ہے، ہاتھ اور آلہ میں تناسب ضروری ہے۔ پیش سگ۔ کتا گھاس نہیں کھا سکتا نہ گدھا ہڈی چبا سکتا ہے۔ خر۔ گدھا گھاس کھا سکتا ہے نہ کہ ہڈی۔ منصور۔ حلاج نے اپنے آپ کو فنا کر کے انا الحق کہا تھا، عبارت اور حال میں مطابقت تھی۔ فرعون۔ فرعون نے خدائی کی نفی کے لئے کہا جو جھوٹ تھا۔ عبارت اور حال میں مطابقت نہ تھی۔ عصا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ کی لکڑی اژدہا بنی جو معجزہ ہونے کی وجہ سے رسالت کی گواہ بنی، آلہ اور ہاتھ میں مناسبت تھی۔ ساحر۔ ہار گئے اور ان کی لاٹھیاں بیکار ہوگئیں۔ زیں سبب۔ جب ہاتھ کام کا نہ ہو تو اوزار کام نہ کرے گا۔ کو۔ اپنا قصور نہ سمجھے گا، اسم اعظم کو غلط کہے گا۔ سنگ۔ یعنی چقماق۔

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست
ہاتھ اور آلہ، چقماق اور لوہے کی طرح ہے
آنکہ بے جُفتست و بے آلت یکیست
جو (ذاتِ خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہی ہے
آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں
جنہوں نے (اُسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا
اَحولی چوں دفع شد یکساں شوند
بھینگا پن جب جاتا رہا، یکساں ہو جائیں گے
گر یکے گوئی تو درمیدانِ او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اُس کے میدان میں
گوی[2] آنکہ راست و بے نقصاں شود
گیند، اس وقت صحیح اور بے عیب ہوتی ہے
گوش دار اے احول اینہا را بہوش
اے بھینگے! اس کو ہوش سے سُن لے
بس کلامِ پاک در دلہائے کور
بہت سے پاک کلام ہیں جو اندھے دلوں میں
واں فسونِ دیو در دلہائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں
گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے
ورچہ بنویسی نشانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے، اُس کی پہچان بنا لے
اُوز تو رُو در کشد اے پُرستیز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیر لیں گی

جفت[1] باید جفت شرطِ زادن ست
جوڑا چاہئے جننے کے لئے جوڑا شرط ہے
دَر عدد شک ست وآں یک بے شکیب
(اُسکے) چند ہونے میں شک ہے اور اُسکا ایک ہونا بیشک ہے
متفق باشند در واحد یقیں
یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں
آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے
گرد برمیگرد از چوگانِ او
اُس کے بلے پر چکر کاٹ
کوز زخم دست شہ رقصاں شود
جب کہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے
داروئے دیدہ بکش از راہِ گوش
کان کے راستہ سے آنکھ کی دوا لگا لے
می نپاید می رود تا اصل نور
نہیں ٹھہرتے ہیں، اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں
می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پیر میں
چوں تو نا اہلی شود از تو بَری
جب کہ تو نا اہل ہے، وہ تجھ سے علیحدہ رہے گی
ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو ڈینگیں مارے اُس کو بیان کرے
بندہا را بگسلد بہر گریز
بھاگنے کے لئے پھندے توڑیں گی

[1] جفت۔ جوڑے سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ آنکہ۔ صحیح نتیجہ کے لئے جوڑا اور صحیح آلہ ہونا ضروری ہے لیکن یہ انسانوں کے لئے ہے۔ خدا جوڑے اور آلہ سے پاک ہے۔ در عدد۔ چند خدا ہونا ثابت نہیں ہیں۔ دو گفت۔ چند خداؤں کے ماننے والے بھی ایک خدا کے تو لامحالہ قائل ہوئے۔ احولی۔ بھینگا پن جس کی وجہ سے ایک کے چند نظر آتے ہیں۔ گر یکے۔ موحد کے لئے ضروری ہے کہ اس کا تابع فرمان بنے۔

[2] گوی۔ صحیح گیند وہی ہے جو بلے کی مار کے مطابق حرکت کرے۔ موحد کو بھی چوگانِ قضا کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ راہ گوش۔ نصیحت سن کر صحیح عقیدہ قائم کر لے۔ بس۔ نصیحت اسی پر اثر کرتی ہے جو دل کا اندھا نہ ہو۔ فسون۔ شیطانی باتوں کو بھی دل قبول کرتا ہے چونکہ وہ باتیں بھی ٹیڑھی ہیں۔ گرچہ حکمت۔ علم سیکھنے کے لئے مناسبت شرط ہے۔ ورچہ۔ علم حاصل کرنے کی سب تدبیریں کرے۔ لافی۔ لافیدن، شیخی بگھارنا۔ رو کشیدن۔ منہ موڑنا۔

ورنہ خوانی[1] و بیند سوزِ تو | علم باشد مُرغِ دست آموزِ تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھتا ہے | علم، تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرند ہوگا

او نپاید پیشِ ہرنا اوستا | ہمچو بازِ شہ بخانہ رُوستا
وہ بے اُستادے کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے | جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

یافتن بادشاہ باز گم کردہ را بخانۂ پیرزن

بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پا لینا

علم آں بازیست کوازشہ گریخت | گندہ پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا | بوڑھی نے نادانی سے اُس کے سامنے گھاس ڈالی

علم بازے داں کہ اُو از شہ گریخت | سوئے آں کمپیر کومی آرد بیخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا | اُس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی

تاکہ تتماجے پزد اولاد را | دید آں بازِ خوشِ خوش زاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے | اُس نے اُس خوبصورت، اچھی نسل کے باز کو دیکھا

پایکش بست و پرش کوتاہ کرد | ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اُس کے نازک پیر باندھے اور اُس کے پر کاٹے | اُس کے ناخن چھانٹے اور اُس کو گھاس کا چارہ دیا

گفت نا اہلاں نکردندت بساز | پر فزود از حد و ناخن شد دراز
بولی، نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا | پر، حد سے بڑھ گئے، اور ناخن لمبے ہو گئے

دست[2] ہر نااہل بیمارت کند | سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ہر نا اہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا | ماں کے پاس آ، تاکہ تیری خبر گیری کرے

مہر جاہل راچنیں داں اے رفیق | کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ | جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

جاہل اَر با تو نماید ہمدلی | عاقبت زخمت زند از جاہلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے | نادانی سے آخر کار تجھے زخمی کر دے گا

روزِ شہ در جستجو بیگاہ شد | سوئے آں کمپیر و آں خرگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا | (بالآخر) اُس بڑھیا اور اُس کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

دید ناگہ باز را در دود و گرد | شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
اچانک باز کو دھوئیں اور غبار میں دیکھا | بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

---

1. ورنہ خوانی۔ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، معارف کا سرچشمہ ہے۔ نپاید۔ پائیدار نہیں ہوتا۔ روستا۔ دیہاتی۔ گندہ پیر۔ بوڑھی۔ جہل۔ یعنی باز کی خوراک سے ناواقفیت۔ کمپیر۔ بوڑھی۔ می آرد بیخت۔ آٹا چھانتی تھی۔ تتماج۔ حریرہ۔ خوش۔ خوبصورت۔ خوش زاد۔ اعلیٰ نسل والا۔ پایکش۔ پایک اش کاف تصغیر کے لئے ہے۔ کوتاہ کرد۔ کاٹ کر چھوٹے کر دیئے۔ قوت۔ خوراک۔ کاہ۔ گھاس۔ ساز۔ ساخت، پرداخت۔
2. دست۔ نااہل کے ہاتھوں بری گت بنتی ہے۔ مادر۔ بڑھیا نے محبت میں اپنے آپ کو باز کی ماں کہا ہے۔ مہر۔ شعر۔ بود محبت ناداں بلا کہ یوسف را۔ طرب سرائے زلیخا تمام زنداں ست۔ در جستجو۔ باز کے ڈھونڈنے میں۔ بیگاہ۔ ضائع، بیکار۔ خرگاہ۔ خیمہ۔ دود۔ بڑھیا کے چولہے کا دھواں۔

گفت ہرچند ایں جزائے کارِ[1] تست
بولا، درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانہ کیوں کرتا ہے؟

ایں سزائے آنکہ از شاہِ خبیر
یہی اُس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے

گندہ پیر جاہل ایں دنیا دنی ست
جاہل، بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے

ہرکہ باجاہل بود ہمراز باز
جو جاہل کا ہمراز ہو گا بالآخر

بازِ ما لید پَر بردست شاہ
بازؔ بادشاہ کے ہاتھ پر بازو ملتا تھا

پس کجا زارد کجا نالد لئیم
کمینہ کہاں زاری کرے، کہاں روئے؟

سَر کجا بنہد ظلومِ شرمسار
ظالم، شرمندہ سر کہاں جھکائے؟

لطف شہ جاں را جنایت جو کند
شاہ کی مہربانی، جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے

رُو مکن زشتی کہ نیکیہائے ما
گناہ کا رخ نہ کر، کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی)

خدمت خود را سَزا پنداشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا

چوں ترا ذکر و دُعا دستور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہوگئی ہے

کہ نباشی در وفائے ما درست
کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

غافل از لاَ یَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ نَارْ
اے لاَ یَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ سے غافل

خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

ہرکہ مائل شد بد و خوار و غبی ست
جو اُس کی طرف جھکا، ذلیل اور بیوقوف ہے

عاقل آں باشد کزیں جاہل برست
عقلمند وہ ہے جو اُس جاہل سے نجات پا لے

آں رسد با او کہ با آں شاہ باز
اُس کو وہ ملے گا جو اُس شاہباز کو

بیزباں می گفت من کردم گناہ
بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی

گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم
اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے

جز بدرگاہِ تو اے آمرزگار
تیری درگاہ کے سوا، اے بخشنے والے!

زانکہ شہ ہرزشت را نیکو کند[2]
کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے

زشت آید پیشِ آں زیبائے ما
اُس ہمارے محبوب کے سامنے بُری (نظر) آتی ہیں

تو لوائے جرم ازاں افراشتی
اس لئے تو نے خطا کاری کا جھنڈا بلند کردیا

زاں دعا کردن دلت مغرور شد
اس لئے دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

---

1. کارؔ۔ یعنی بے وفائی۔ لا یستوی۔ قرآن پاک میں ہے "دوزخی اور بہشتی برابر نہیں ہو سکتے ہیں، بہشتی نجات پانے والے ہیں۔" خبیرؔ۔ باخبر، حق شناس۔ گندہ پیرؔ۔ بوڑھی عورت۔ دنیؔ۔ کمینہ۔ بدوؔ۔ باوؔ۔ غبیؔ۔ کند ذہن۔ جاہل پرستؔ۔ دنیا جاہلوں کی زیادہ قدرداں ہے۔ بازؔ۔ پھر، بالآخر۔ بے زباںؔ۔ یعنی زبانِ حال۔ زاردؔ۔ زاریدن کا فعل ماضی ہے۔ لئیمؔ۔ کمینہ، گنہگار۔ ظلومؔ۔ بہت ظلم کرنے والا۔ جنایت جوؔ۔ خطا کار۔

2. نیکو کند۔ برائیوں کو بھلائیوں میں بدل دیتا ہے۔ رومکنؔ۔ خدا کی رحمت کے بھروسے پر گناہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ نیکیہائے ماؔ۔ ہماری نیکیاں بھی اس کے شایانِ شان نہیں ہیں۔ خدمتؔ۔ یعنی عبادت۔ سزاؔ۔ یعنی خدا تعالیٰ کے لائق۔ لواؔ۔ جھنڈا۔ جرمؔ۔ گناہ۔ مغرور شدؔ۔ ہماری دعا قبولیت کے لائق کہاں ہے۔

هم سخن دیدی تو خود را با خدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا
اے بسا کو زیں[1] گمان اُفتد جدا
بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

گرچہ باتو شہ نشیند بر زمیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے
خویشتن بشناس و نیکو ترنشیں
اپنے آپ کو پہچان، اور سلیقے سے بیٹھ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم
باز نے کہا، اے شاہ! میں شرمندہ ہوں
توبہ کردم نو مسلماں می شوم
میں نے توبہ کی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے
گرز مستی کژ رود عذرش پذیر
اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے، تو اُس کا عذر قبول فرما

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا
گرچہ ناخن جاتے رہے، (لیکن) جب تو میرا ہو گا
برکنم من پرچم خورشید را
میں سورج کا جھنڈا اُکھاڑ دوں گا

ورچہ پرّم رفت چوں بنوازیم
اگرچہ میرے پر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نواز دے
چرخ بازی کم کند در بازیم
آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں بد سکتا

گر کمر بخشیم کہ را برکنم
اگر تو میرے پٹکا باندھ دے، پہاڑ کو اکھاڑ دوں
گر دہی کلکم علمہا بشکنم
اگر تو مجھے (قلم کا) پورا دے دے میں جھنڈے گرا دوں

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم
آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہو گا
ملک نمرودی بپر برہم زنم
نمرودی سلطنت کو پَر سے زیر و زبر کر دوں

در ضعیفی تو مرا بابیل[2] گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ
ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر
میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

قدر فندق افگنم بندق خریق
فندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا
بندقم در فعل صد چوں منجنیق
میرا غلہ کام میں سو گوپھنوں کی طرح ہو گا

گرچہ سنگم ہست مقدارِ نخود
اگرچہ میرا پتھر چنے کی بقدر ہے
لیک در ہیجانہ سَر ماند نہ خود
لیکن جنگ میں نہ سَر بچے گا نہ خود

رفت موسیٰ در وغا با یک عصاش
موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے
زد بران فرعون و برشمشیر ہاش
اُس کو فرعون اور اُس کی تلواروں پر چلایا

---

1. زیں۔ گمان، عبادت کا گھمنڈ، ہلاکت کا سبب ہے۔ گرچہ۔ بڑے کی بے تکلفی سے انسان کو گستاخ نہ ہونا چاہیے۔ باز۔ یہاں سے پھر باز کی گفتگو ہے۔ نو مسلماں۔ از سر نو فرمانبردار۔ شیر گیر۔ وہ مست جو اپنی گفتار و رفتار پر قابو رکھتا ہو۔ کژ۔ کج۔ ناخن رفت۔ بوڑھی نے ناخون تراش دیئے تھے۔ کمر۔ پٹکا۔ بخشیم۔ بخشی مرا۔ کلک۔ قلم کا پورا۔ علم۔ جھنڈا۔ پشہ۔ مچھر۔ نمرود۔ ایک ظالم بادشاہ تھا جو خدائی کا مدعی تھا، ایک مچھر اس کی ناک میں گھس گیا جو اس کی ہلاکت کا سبب بنا۔
2. بابیل۔ ابرہہ نے خانہ کعبہ کو ڈھانے کے لئے ہاتھیوں کے لشکر سے حملہ کیا، چھوٹے چھوٹے پرندوں کے جھرمٹ نے اس لشکر پر حملہ کیا اور معمولی کنکریاں اپنے پنجوں کے ذریعے ان پر گرا کر ان کو ہلاک کر دیا۔ خصم۔ مقابل، دشمن۔ پیل۔ ہاتھی۔ فندق۔ عناب کی وضع کا ایک پھل ہے، چھوٹی گیند۔ بندق۔ غلہ۔ خریق۔ پھاڑنے والا۔ نخود۔ چنا۔ ہیجا۔ جنگ۔ خود۔ لوہے کی ٹوپی جو جنگ میں اوڑھی جاتی ہے۔ موسیٰ۔ ساحروں کے مقابلہ میں حضرت موسیٰ عصا لے کر گئے تھے۔ وغا۔ جنگ۔

ہر رسولے یک تنہ[1] کاں درز دست
ہر پیغمبر تنہا جو اُس جنگ میں داخل ہوا ہے
بر ہمہ آفاق تنہا برزدست
تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

نوحؑ چوں شمشیر در خواہید ازو
نوحؑ نے جب اُس (اللہ) سے تلوار چاہی
موجِ طوفاں کرد حق شمشیر او
اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو اُن کی تلوار بنا دیا

احمدا خود کیست اسپاہِ زمیں
اے احمدؐ! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟
ماہ بیں بر چرخ وبشگافش جبیں
آسمان پر چاند کو دیکھ اور اُس کی پیشانی چیر دے

تا بداند سعد و نحس بے خبر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے
دور دورِ تست نے دورِ قمر
یہ تیرا دَور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

دورِ تست ایرا کہ موسیٰ کلیم
یہ تیرا دور ہے اس لئے موسیٰ کلیم (اللہ)
آرزومی بُرد زیں دورت مقیم
تیرے اس دَور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

چونکہ موسیٰ رونق دورِ تو دید
چونکہ موسیٰ نے تیرے دَور کی رونق دیکھی
کاندر و صبح تجلی می دمید
کہ اُس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے

گفت یا رب ایں چہ دورِ رحمت
کہا، اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟
آں گذشت از رحمت اینجا رویت ست
وہ تو رحمت سے (بھی بڑھ گیا) اِس جگہ تو دیدار ہے

غوطہ خور موسیا اندر بحار
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا
درمیان دورِ احمد سر برآر
اور احمدؐ کے دَور کے درمیان سر اُبھار دے

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ اِسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے
راہِ آں خلوت بداں بکشودمت
اِس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے

گرتو[2] زاں دوری دریں دور اے کلیم
اے کلیم! اگرچہ تو اس دَور سے دُور ہے (لیکن) اِسی میں ہے
پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
پیر پھیلا دے، اس لئے کہ یہ کمبلی دراز ہے

من کریمم ناں نمایم بندہ را
میں کریم ہوں، بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں
تا بگریاند طمع آں زندہ را
تاکہ اُس زندہ کو لالچ رُلا دے

بینی طفلے بمالد مادرے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے
تا شود بیدار وا جوید خورے
تاکہ جاگ جائے، اور کھانا مانگے

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے
واں دو پستاں می چکد از مہر در
اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

---

1. یک تنہ۔ تنہا۔ در۔ دروازہ۔ زد۔ داخل ہوا، تاراج کیا۔ نوحؑ۔ حضرت نوحؑ کے طوفان کی موجوں نے وہ کام کیا جو تلواریں کرتی ہیں۔ احمدا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ اسپاہ۔ سپاہ۔ ماہ۔ آنحضورﷺ سے شق القمر کا معجزہ ظاہر ہوا۔ نے دورِ قمر۔ ستاروں اور چاند کی پرستش کا زمانہ ختم ہو گیا ہے۔ مقیم۔ ابونعیمؒ نے کتاب حلیہ میں ایک حدیث نقل کی ہے جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس تمنا کا اظہار ہے کہ مجھے آنحضورﷺ کا زمانہ مل جائے۔
2. گرتو۔ اگرچہ تیرا زمانہ دورِ احمدی سے دور ہے لیکن تو اس سے متمتع اور نفع اندوز ہے۔ گلیم۔ چادر، یعنی آنحضورﷺ کا زمانہ۔ من کریم۔ میں دینا چاہتا ہوں اور بندوں کو اپنی نعمتوں کی جھلک دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ ان کی خواہش میں گریہ وزاری کریں اور میرا دریائے رحمت جوش میں آ جائے، حضرت موسیٰ کو دورِ احمدی کی جھلک اسی لئے دکھائی گئی۔ مادرے۔ ماں سوئے ہوئے بچہ کو بیدار کرتی ہے تاکہ وہ روئے اور پستان سے دودھ جوش مار کر نکلے اور وہ اس کو پلائے۔

كُنْتُ[1] كَنْزًا رَحْمَةً مَّخْفِيَّةً — فَانْبَعَثْتُ اُمَّةً مَّهْدِيَّةً

میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا — تو میں نے ایک ہدایت یافتہ اُمت پیدا کی

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں — اُونمودت تا طمع کر دی دراں

جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے — اُس نے وہ تجھے دکھا دیں تا کہ تو اُن کا لالچ کرے

چند بت بشکست احمدؐ در جہاں — تا کہ یا رب گوی گشتند اُمتاں

احمدؐ نے دنیا میں چند بت توڑے — تو اُمتیں، یارب، کہنے والی بن گئیں

گرنبودے کوشش احمدؐ تو ہم — می پرستیدی چو اجداداتِ صنم

احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی، تو تو بھی (اے مخاطب) — اپنے باوا دادا کی طرح بت پوجتا

ایں سَرت وارست از سجدہ صنم — تا بدانی حق اُو را بر اُمم

تیرا یہ سر بت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا — خبردار، امتوں پر اُن کے حق کو سمجھ لے

گر بگوئی شکر ایں رستن بگو — کز بت باطن ہمت برہاند اُو

اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر — تا کہ اندرونی بت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

مر سَرت را چوں رہانید از بتاں — ہم بداں قوت[2] تو دل را وار ہاں

جس طرح اُس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا — اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بت پرستی سے) آزاد کر

سَر زشکر دیں ازاں بر تافتی — کز پدر میراث ارزاں یافتی

دین کے شکریہ سے تو نے اس لئے منہ موڑا ہے — کہ تو نے باپ کی سستی میراث پائی ہے

مرد میراثی چہ داند قدرِ مال — رُستمے جاں کند مجاں یافت زال

وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟ — رستم نے جان کھپائی، بوڑھی نے مفت حاصل کر لیا

چوں[3] بگریانم بجوشد رحمتم — آں خروشندہ نیوشد نعمتم

جب میں رُلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے — وہ رونے والا سن لیتا ہے ”میں نعمت ہوں“

گر نخواہم داد خود ننمایمش — چونکش کردوم بستہ دل بکشایمش

اگر میں دینا نہ چاہوں تو اُس کو نہ دکھاؤں — جب میں اُسکو تنگ دل بناتا ہوں تو اُس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

رحمتم موقوفِ آں خوش گریہ ہاست — بعدازاں از بحرِ رحمت موج خاست

میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے — اُس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

---

[1] کنت۔ حدیث شریف میں ہے کنت کنزا و خفت فاحبت ان اعرف الخلقت الخلق ”میں چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔“ امۃ مھدیۃ۔ ہدایت یافتہ امت یعنی امت محمدی جس کو معرفت ذات وصفات کا پورا علم عطا کیا گیا ہے۔ احمد۔ آنحضورﷺ کی بعثت بھی انہی عطیات میں سے ہے جس کی نمائش کی وجہ سے اشرف المخلوقات نے اپنا مقام پالیا ورنہ اپنے سے ادنیٰ کے سامنے سربسجود تھا۔ وارست۔ چھوٹ گیا۔ بگو۔ اس کا شکریہ مزید نعمت کا سبب بنے گا اور انسان باطنی بت سے بھی نجات پالے گا۔

[2] قوت۔ یعنی آنحضورﷺ کے اتباع کی قوت۔ سر۔ نسلی مسلمان کو نعمت اسلام کی قدر نہیں ہے۔ انسان جس قدر ذاتی کمائی کی قدر کرتا ہے، میراثِ پدر کی اتنی قدر نہیں کرتا۔ میراثی۔ جس کو ورثہ میں مال مل گیا ہو۔ رستم۔ یعنی کمانے والا بہادری اور محنت سے مال کماتا ہے اور وارث اس کو اڑا لیتے ہیں۔ زال۔ یعنی وارث۔

[3] چوں۔ یہاں سے پھر پہلے مضمون کو شروع کیا ہے کہ گریہ وزاری سے میری رحمت کو جوش آتا ہے۔ نعمتم۔ یعنی نعمت خداوندی پکارتی ہے کہ میں موجود ہوں۔ گرنخواہم۔ جس کو دینا مقصود نہیں ہوتا ہے اس کو نعمت کی جھلک بھی نہیں دکھاتا ہوں۔ چونکش۔ جب وہ شوق کی وجہ سے دل گرفتہ ہوتا ہے تو اس کو دے کر خوش کر دیتا ہوں۔

تانگرید[1] طفل کے جوشد لبن — تانگرید ابر کے خندد چمن

جب تک بچہ نہ روئے، دودھ کب جوش مارتا ہے؟ — جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جہت غریماں بالہام حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے اِلہام سے شیخ احمد خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخے دائماً اُو وام دار — از جوانمردیکہ بود اُونامدار

ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے — اُس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

دَہ ہزاراں وام کر دے از مہاں — خرج کر دے بر فقیرانِ جہاں

وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے — دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

ہم بوام او خانقاہے ساختہ — جان و مال و خانقہ در باختہ

اُنہوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی — گھر بار اور خانقاہ (قرض) میں) کھو چکے تھے

احمد خضرویہؒ بودے نامِ اُو — خدمت عشاق بودے کامِ اُو

اُن کا نام احمد خضرویہؒ تھا — (خدا کے) عاشقوں کی خدمت اُن کا کام تھا

وامِ اوراحق زہر جای گذارد — کرد حق بہر خلیلؑ از ریگ آرد

اللہ (تعالیٰ) اُن کے قرض کہیں نہ کہیں سے اتار دیتا تھا — خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیمؑ کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

گفت پیغمبرؐ کہ در بازارہا — دو فرشتہ می کند از دل دُعا[2]

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں — دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

کائے خدا تو مُنفقاں را دہ خلف — وے خدا تو مُمسکاں را دہ تلف

کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دے دے — اے پیغمبر تو بخیلوں کو ہلاکت دے دے

خاصہ آں منفق کہ جاں اِنفاق کرد — حلق خود قربانی خلاق کرد

خصوصاً وہ خرچ کرنے والا جس نے جان خرچ کی — اپنے گلے کو اللہ (تعالیٰ) کی قربانی بنایا

حلق پیش آورد اسماعیلؑ وار — کارد بر حلقش نیارد کردگار

(حضرت) اسماعیلؑ کی طرح اُس نے گلا پیش کر دیا — خدا اُس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش — تو بداں قالب بمنگر گبروش

پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں — تو اُن کے (خاکی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

---

1. تانگرید۔ اس سنت اللہ کا مشاہدہ کائنات میں کرلو۔ بچہ کے رونے سے ماں کے پستان میں دودھ جوش مارتا ہے، ابر کے رونے اور پانی برسانے سے باغ شگفتہ ہوتا ہے۔ حلوا خریدن۔ اس قصہ کا مقصد بھی گریہ کی فضیلت اور اس پر نعمتوں کے نزول کا بیان ہے۔ خضرویہ۔ فاری دالے یاء پر زبر ہاء کو ساکن کر کے پڑھتے ہیں۔ دام۔ قرض۔ جوانمردی۔ سخاوت۔ ریگ آرد۔ مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خادم کو مہمانوں کی خاطر گیہوں قرض لینے بھیجا، وہاں اس کو قرض نہ ملا تو واپسی پر شرمندگی سے بچنے کے لئے اس نے اونٹ پر ریت لادلیا۔ جب گھر واپس آیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا گیہوں کے بجائے آٹا لائے ہو۔ اب اس خادم نے دیکھا تو وہ ریت نہ تھا بلکہ آٹا تھا۔
2. دعا۔ یعنی فرشتے ندا دیتے ہیں۔ منفق۔ یعنی اللہ کے لئے خرچ کرنے والے۔ خلف۔ یعنی خرچ کا بدلہ۔ مسک۔ بخیل۔ تلف۔ ہلاکت۔ حلق۔ حلقوم۔ خلاق۔ اللہ تعالیٰ۔ اسماعیل۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب کے مطابق حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے آپ کو ذبح کرانے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قالب۔ شہداء کو اخروی حیات ابدی ملی ہے۔ ان کے جسم خاکی کو دیکھ کر کافر اس کا منکر بنا ہے۔

چوں خلف دا دست شاں جانِ بقا[1] جانِ ایمن ازغم و رنج و شقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنے والی جان عوض میں دے دی ہے وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

شیخ وامی سالہا ایں کارکرد می ستدی داد ہمچوں پائمرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

تخمہا می کاشت تا روزِ اجل تا بود روزِ اَجل میر اَجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

چونکہ عمر شیخ در آخر رسید در وجودِ خود نشانِ مرگ دید
جب شیخ کی آخری عمر آگئی انہوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

وام خواہاں گردِ او بنشستہ جمع شیخ برخود خوش گدازاں ہمچو شمع
قرض خواہ اُن کے گرد جمع ہوکر بیٹھ گئے شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش دردِ دلہا یا رشد یا درد شش
قرض خواہ نا امید اور ناراض تھے دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہوگیا تھا

شیخ گفت ایں بدگماناں رانگر نیست حق را چار صد دینارِ[2] زر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ (کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں

کود کے حلواز بیروں بانگ زد لاف حلوا بر امید دانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

شیخ اشارت کرد خادم را بسر کہ بروآں جملہ حلوارا بخر
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا کہ جا تمام حلوا خرید لے

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند یک زمانے تلخ درمن ننگرند
کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے تھوڑی دیر ترچھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

در زماں خادم بُروں آمد ز در تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا تاکہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

گفت اُورا جملہ حلوا بچند گفت کودک نیم دینار ست و اَند
(خادم نے) اُس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟ لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو نیم دینارت دہم افزوں مگو
اُس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

---

[1] جانِ بقا۔ باقی رہنے والی جان۔ وامی۔ قرض لینے کا عادی۔ پائمرد۔ مستقل مزاج۔ اجل۔ موت کا وقت۔ اجل۔ بزرگ۔ نشان۔ علامت۔ شمع۔ شیخ شمع کی طرح پگھل رہے تھے۔ ترش۔ بدمزاج۔ شش۔ پھیپھڑا یعنی دل کے درد کے ساتھ پھیپھڑے کے درد کا بھی اضافہ ہوگیا۔ بدگماناں۔ قرض خواہ جو قرض کی ادائیگی میں بدگمان تھے۔ چار صد۔ شیخ کے ذمہ چار سو اشرفیوں کا قرض تھا۔

[2] دینار۔ سونے کا ایک سکہ ہے جس کا وزن مثقال کی برابر یعنی ساڑھے چار ماشے ہوتا ہے۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ دانگ۔ چھوٹی کا ہوتا ہے۔ بسر۔ سر سے اشارہ کیا، بولنے کی طاقت نہ رہی تھی۔ غریماں۔ غریم کی جمع ہے، قرضخواہ۔ تلخ۔ یعنی غصہ۔ درزماں۔ فوراً۔ بچند۔ کس قیمت کا ہے۔ اَند۔ مبہم عدد کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے۔ افزوں مگو۔ زیادہ نہ بول۔

اُو طبق بنہاد اندر پیشِ شیخ
اُس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا
کرد اشارت باغریماں کیں نوال
(شیخ نے) قرضخواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا (ہے)
بہر فرماں جملگی حلقہ زدند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا
چوں طبق خالی شد آں کودک ستد
جب طباق خالی ہوگیا اُس لڑکے نے اٹھا لیا
شیخ گفتا از کجا آرم درم
شیخ نے فرمایا، درہم کہاں سے لاؤں؟
کودک از غم زد طبق را بر زمیں
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا
بانگ می کرد و فغان و ہائے ہائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا
کاشکے من گردِ گلخن گشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا
صوفیانِ طبل خوارِ لقمہ جو
پیٹو صوفی، لقمہ ڈھونڈنے والے
از غریوِ کودک آنجا خیر و شر
لڑکے کے شور وغل سے اُس جگہ بھلے اور بُرے
پیشِ شیخ آمد کہ اے شیخِ درشت
شیخ کے سامنے آیا، کہ اے سنگدل شیخ!
گر روم من پیشِ اُو دست تہی
اگر میں اُس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں
واں غریماں ہم بانکار و جحود
قرض خواہ بھی تردید اور انکار کے ساتھ

تو ببیں اسرارِ[1] سِرّ اندیش شیخ
(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ
نک تبرک خوش خورید ایں را حلال
یہ تبرک ہے اس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ
خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
قند جیسے حلوے کو خوب کھایا
گفت دینارم بدہ اے پُر خرد
بولا، اے دانشمند میرا دینار دے
وام دارم میروم سوئے عدم
میں مقروض ہوں۔ (ملک) عدم کی طرف جا رہا ہوں
نالہ وگریہ بر آورد و حنین
رونا اور چیخنا شروع کر دیا
کاے مَرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے
بر درِ ایں خانقاہ نگذشتمے
اِس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا
سگ دلانِ ہمچو گربہ[2] روئے شو
کتوں کا دل رکھنے والے، بلی کی طرح منہ دھونے والے
گرد آمد گشت بر کودک حشر
جمع ہوگئے، لڑکے پر بھیڑ لگ گئی
تو یقیں داں کہ مرا اُستاد کشت
تو یقین کر لے کہ اُستاد نے مجھے مار ہی ڈالا
او مَرا بکشد اجازت میدہی
وہ مجھے مار ڈالے گا، تو روا رکھتا ہے؟
رو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا!

---

[1] اسرار۔ سِرّ کی جمع ہے، رازند سِرّ اندیش۔ راز کو سوچنے والا۔ نوال۔ عطیہ۔ نک۔ اینک کی تخفیف ہے بمعنی اینست واکنوں۔ درم۔ درہم، ایک سکہ ہے جس کا وزن ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے۔ حنین۔ رونا چلانا۔ گلخن۔ بھٹی، یعنی حلوا پکانے کی بھٹی۔ طبل خوار۔ طبل، ڈھول یعنی کھا کر ڈھول سا پیٹ پھلانے والے۔

[2] گربہ۔ بلی اپنا زہد دکھانے کے لئے اپنا منہ اپنے لعاب سے صاف کرتی رہتی ہے۔ غریو۔ شور وغل۔ خیر وشر۔ بھلے برے لوگ۔ حشر۔ مجمع۔ درشت۔ یعنی سنگدل۔ استا۔ استاد۔ کشت۔ مارتے مارتے مار ڈالے گا۔ دست تہی۔ خالی ہاتھ۔ جحود۔ دیدہ ودانستہ انکار۔ بازی۔ تماشہ۔

مالِ ماخوردی مظالم[1] می بَری
ہمارا مال مارا، حقوق لے جا رہا ہے

تا نمازِ دیگر آں کودک گریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا

شیخ فارغ از جفاوَ از خلاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (البال) تھے

با ازل خوش با اَبد خوش شاد کام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش اور مسرور

آنکہ جاں در روئے اُوخندد چو قند
جسکی جان اُسکے سامنے قند کی طرح (میٹھی) مسکرا رہی ہو

آنکہ جاں بوسہ دہد برچشم اُو
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے

درشب مہتاب مہ رابر سماک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر

سگ وظیفہ خود بجا می آورد
کتا اپنا کام کررہا ہے

کارک[2] خود می گذارد ہر کسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے

خس خسانہ می رود بر روئے آب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب
(حضرت) مصطفیٰؐ، آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں

آں مسیحا مُردہ زندہ می کند
(حضرت) عیسیٰؑ مردے کو زندہ کررہے ہیں

بانگ سگ ہرگز رسد در گوشِ ماہ
کتوں کی آواز کبھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟

از چہ بود ایں ظلم دیگر برسَری
علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
شیخ نے آنکھیں بند کرلیں اور اُسکی طرف دیکھا (بھی) نہیں

درکشیدہ روی چوں مہ در لحاف
چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

فارغ از تشنیع و طعن خاص و عام
خاص و عام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

از ترشروئی خلقش چہ گزند
اُس کو مخلوق کی بدمزاجی سے کیا نقصان؟

کے خورد غم از فلک و زخشم اُو
وہ آسمان اور اُس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

ازسگاں و عوعو ایشاں چہ باک
کتوں اور اُن کے بھونکنے سے کیا خوف ہے؟

مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
چاند اپنا کام (روشنی) رُخ پر ڈال رہا ہے

آب نگذارد صفا بہر خَسے
تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

آبِ صافی می رود بے اضطراب
صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

ژاژمی خاید زکینہ بولہب
کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

واں جہود از خشم سُبلت می کند
یہود غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

خاصہ ماہے کو بود خاصِ اِلٰہ
خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

---

1. مظالم۔ حقوق، مطالبات۔ برسری۔ علاوہ۔ نمازِ دیگر۔ نماز اول ظہر، دوسری نماز عصر۔ دیدہ۔ آنکھ۔ فارغ۔ خالی۔ جفا۔ ظلم۔ خلاف۔ لڑائی جھگڑا۔ ازل۔ یعنی مقدر۔ ابد۔ یعنی انجام۔ تشنیع۔ لعنت ملامت کرنا۔ آنکہ۔ جس کی روح اس کے سامنے مسکرائے، کسی کا منہ بنانا اس کے لئے مضر نہیں ہے۔ شب مہتاب۔ چاندنی رات۔ سماک۔ قمر کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے۔ عوعو۔ کتوں کے بھونکنے کی آواز۔ وظیفہ۔ معمول۔
2. کارک۔ معمولی کام۔ خس۔ تنکا۔ خسانہ۔ کمینہ پن۔ اضطراب۔ پریشانی، دریا کا جوش۔ مصطفیٰ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ ژاژ خائیدن۔ بکواس کرنا۔ ابولہب۔ آنحضورﷺ کا چچا جو آپ کی دشمنی میں مشہور ہے۔ مسیحا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جن کا معجزہ مردے کو زندہ کرنا تھا۔ جہود۔ یہودی لوگ۔ سُبلت۔ مونچھ۔

مے خورد[1] شہ برلب جو تا سحر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے

ہم شدے توزیع کودک دانگ چند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز
تاکہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے

شد نمازِ دیگر آمد خادمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا

صاحب مالے و حالے پیش پیر
ایک صاحب مال و حال نے پیر کی خدمت میں

چار صد دینار برگوشہ طبق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار

خادم آمد شیخ را اکرام کرد
خادم آیا، شیخ کی تعظیم کی

چوں طبق را از عطا بکشود زود
جب فوراً عطیہ کے طباق کو کھولا

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زود
فوراً سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی

ایں چہ سرّ ست اینچہ سلطانیست باد
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟

ما ندانستیم مارا عفو کن
ہم نہ سمجھے، ہمیں معاف کر دیجئے

ما کہ کورانہ عصا ہائی زنیم
ہم جو اندھا دھند لاٹھی گھماتے ہیں

در سماع از بانگ چغزاں بیخبر
گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

ہمت شیخ آں سخارا کرد بند
شیخ کی باطنی توجہ نے اُس سخاوت کو روک دیا

قوتِ پیراں ازیں بیش ست نیز
بزرگوں کی قوت اِس سے بھی بڑھ کر ہے

یک طبق برکف زپیش حاتمے[2]
ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

ہدیہ بفرستاد کزوے بد خبیر
ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اُس کی حالت سے باخبر تھا

نیم دینارِ دگر اندر ورق
آدھا دینار اور، کاغذ میں

واں طبق بنہاد پیش شیخ فرد
اور اُس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

خلق دیدند آں کرامت بے جحود
لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

کاے سرِ شیخاں و شاہاں ایں چہ بود
کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار! یہ کیا تھا؟

اے خداوند خداوندانِ راز
اے راز داروں کے آقا!

بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
وہ بہت بیہودہ باتیں جو ہم سے ہوئیں

لاجرم قندیلہا را بشکنیم
یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

---

1. مے خورد۔ شراب می نوشد۔ برلب جو۔ دریا کے کنارے شراب نوشی مزید لطف کا سبب ہوتی ہے۔ توزیع۔ تقسیم، چندہ مراد ہے۔ آں سخا۔ لوگوں کے چندہ دینے میں شیخ کی باطنی توجہ مانع بنی۔ کودک۔ یعنی حلوہ بیچنے والا لڑکا۔ قوت۔ باوجود دوسرے قرض خواہوں کے لڑکے کے قرض کی ادائیگی دوسروں سے پسند نہ کی، اس لئے کہ بزرگوں کی قوت باطنی کے مقابلہ میں یہ سب قرض ہیچ تھا۔ نماز دیگر۔ عصر کی نماز، اول نماز ظہر کی کہلاتی ہے چونکہ فرضیت نماز کے بعد امامت جبرئیل میں پہلی نماز ظہر کی ادا ہوئی ہے۔

2. حاتم۔ یعنی سخی۔ بدخبیر۔ وہ سخی شیخ کے مقروض ہونے سے واقف تھا۔ نیم دینار۔ جس کا حلوہ خریدا تھا۔ فرد۔ یکتائے زمانہ۔ کرامت۔ بزرگوں سے جو بات غیبی نظام کے ماتحت عام سنت اللہ کے خلاف ظاہر ہو، وہ کرامت کہلاتی ہے۔ سر۔ سردار۔ سرّ۔ راز۔ خداوند۔ آقا۔ قندیلہا۔ یعنی بزرگوں کے روشن دل۔

ما چوکراں[1] ناشنیدہ یک خطاب — ہرزہ گویاں از قیاسِ خود جواب

ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سنے بغیر — اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ما ز موسیٰ پند نگرفتیم کو — گشت از انکار خضرؑ زرد رو

ہم نے (حضرت) موسیٰؑ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی جو — (حضرت) خضرؑ پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

باچناں چشمے کہ بالامی شتافت — نورِ چشمش آسماں رامی شگافت

ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالم (بالا) کی طرف جاتی تھیں — اُن کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

کردہ با چشمت تعصب موسیا — از حماقت چشم موشِ آسیا

اے موسیٰ! (شیخ خضرویہ) تیری آنکھوں کیساتھ تعصب برتا — حماقت کیوجہ سے ہماری چکی کے چوہے (جیسی) آنکھ نے

شیخ فرمود آں ہمہ انکار وقال — من بحل کردم[2] شمارا آں جدال

شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو — وہ لڑائی جھگڑا، میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

سرّ آں ایں بود کز حق خواستم — لا جرم بنمود راہِ راستم

اُس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی — لا محالہ اُس نے سیدھا راستہ مجھے دکھایا

گفت ایں دینار اگرچہ اندک است — لیک موقوفِ غریوِ کودک است

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہ یہ اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں — لیکن بچے کے رونے پر موقوف ہیں

تا نگرید کودکِ حلوا فروش — بحر بخشش در نمی آید بجوش

جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے — بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

اے برادر طفل طفل چشم تُست — کامِ خود موقوف زاری داں نخست

اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے — پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

کامِ خود موقوفِ زاریِ دل ست — بے تضرّع کامیابی مشکل ست

اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے — گڑگڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

گرہمی خواہی کہ مشکل حل شود — خارِ محرومی بگل مبدل شود

اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے — محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے

گرہمی خواہی کہ آں خلعت رسد — پس بگریاں طفل دیدہ برجسد

اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے — تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رُلا

ترسانیدن شخصے زاہدے را کہ کم گریی تا کور نہ شوی

ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر، تاکہ تو اندھا نہ ہو جائے

[1] ماچوکراں۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ عوام بزرگوں کی بات کی تہ تک نہیں پہنچتے اور اپنے قیاس سے الکل پچو باتیں بناتے ہیں۔ موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ حضرت خضرؑ کے کاموں کی تہ تک نہ پہنچے تھے اور اعتراضات کر کے شرمندہ ہوئے تھے۔ باچناں چشمے۔ اولیاء کی چشم بصیرت آسمانوں کو پار کر جاتی ہے۔ تعصب۔ بے جا حمایت۔ موسیا۔ یعنی شیخ خضرویہ۔ موش۔ چوہا۔ آسیا۔ چکی۔ انکار۔ یعنی وہ تمام بے ہودہ باتیں جو ان لوگوں نے کی تھیں۔

[2] بحل کردم۔ میں نے معاف کر دیں۔ جدال۔ لڑائی جھگڑا۔ گفت۔ یعنی میری دعا پر اللہ نے فرمایا۔ غریو۔ شور و غل۔ اے برادر۔ مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ جس طرح بخشش کا دروازہ حلوا فروش بچے کے رونے سے کھلا، اسی طرح تو بھی اپنے معاملے کو سمجھ۔ تضرع۔ عاجزی، گڑگڑانا۔ خارِ محرومی۔ یعنی مصیبتیں، نعمتوں میں تبدیل ہو جائیں۔ خلعت۔ شاہی لباس۔ یارے در عمل۔ یار طریقت، ہم مشرب۔ گریی۔ گریستن سے صیغہ امر ہے۔

زاہدے را گفت یارے در عمل — کم گری تا چشم را ناید خلل[1]

عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا — کم رویا کر تا کہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال — چشم بیند یا نہ بیند آں جمال

زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے — اُس حسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گر بہ بیند نورِ حق خود چہ غم ست — در وصالِ حق دو دیدہ کے کم ست

اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟ — اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

ورنہ خواہد دید از حق نور و ضو — ایں چنیں چشم شقی گو کور شو

اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی — تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰؑ تراست — چپ مرو تا بخشدت او چشم راست

آنکھوں کی فکر نہ کر، عیسیٰ (خدا) تیرا ہے — ٹیڑھا نہ چل تا کہ وہ تجھے صحیح آنکھ بخش دے

عیسیٰ روحِ[2] تو با تو حاضرست — نصرت ازوے خواہ کو خوش ناصرست

تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے — مدد اُس سے مانگ، وہ بہترین مددگار ہے

لیک بیگارِ تن پُر استخواں — بر دلِ عیسیٰ منہ تو ہر زماں

لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار — کسی وقت (بھی عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

ہمچو آں ابلہ کہ اندر داستاں — ذکر او کردیم بہر راستاں

اُس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں — اہل حق کے لئے ہم نے اُس کا ذکر کیا ہے

زندگی تن مجو از عیسیت — کامِ فرعونی مخواہ از موسیت

اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن — اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

بردلِ خودکم نہ اندیشہ معاش — عیش کم ناید تو بر درگاہ باش

اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر — معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

ایں بدن خرگاہ آمد رُوح را — یا مثالِ کشتیِ نوحؑ را

یہ جسم روح کا خیمہ ہے — یا کشتی جیسا ہے، نوحؑ کے لئے

ترک چوں باشد بیابد خرگہے — خاصہ چوں باشد عزیز در گہے

سپاہی: ب (ملازم) ہوتا ہے اُس کو خیمہ مل جاتا ہے — خصوصاً جب کہ وہ دربار میں باعزت ہو

---

1. خلل۔ نقصان۔ گفت۔ یعنی زاہد نے جواب میں کہا میں اللہ کی یاد میں رو کر آنکھیں خراب کر رہا ہوں تو اب دو صورتیں ہیں یا تو اس رونے کے نتیجہ میں میری آنکھیں برباد ہوں گی اور مجھے دیدارِ حق میسر آ جائے گا۔ تو پھر مجھے ان جسمانی آنکھوں کی بربادی کی کوئی پروا نہیں اور اگر دیدارِ حق میسر نہ آئے تو پھر ایسی آنکھوں کا برباد ہو جانا ہی بہتر ہے جو دیدارِ حق سے محروم ہوں۔ چہ غم۔ یعنی جسمانی آنکھوں کی بربادی کا کوئی رنج نہیں ہے۔ دو دیدہ۔ جو آنکھیں دیدارِ حق کے لئے ملیں گی۔ عیسیٰ۔ یعنی وہ خدا جو مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ چپ مرو۔ کجروی نہ اختیار کر۔ راست۔ درست۔

2. عیسیٰ روح۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو روحوں کو زندہ کر دیتا ہے۔ نصرت۔ مدد۔ بےگار۔ بے مزدوری کا کام۔ بردل عیسیٰ یعنی اللہ تعالیٰ سے روح کی زندگی چاہو۔ ابلہ۔ حضرت عیسیٰ کا وہ بیوقوف ساتھی جس نے ہڈیوں کو زندہ کرنے پر اصرار کیا۔ کام فرعونی۔ یعنی تن پروری، لذات جسمانی۔ موسیٰ۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ معاش۔ یعنی جسمانی زندگی کا گزارا۔ درگاہ۔ یعنی بارگاہِ خداوندی۔ خرگاہ۔ خیمہ یعنی اصل روح ہے اور جسم محض اس کی قیامگاہ ہے۔ کشتی۔ اصل حضرت نوح کی ذات تھی اور کشتی محض ان کی نشست گاہ تھی۔ ترک۔ یعنی اگر تم اللہ کے وفادار سپاہی بنو گے تو وہ خود تمہارا بندوبست فرما دے گا۔ عزیز۔ باعزت۔

تمامی قصہ زندہ شدن استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہو جانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰؑ دید آں ابلہ رفیق　جز کہ استیزہ[1] نمیداند طریق

جب (حضرت) عیسیٰؑ نے اُس بیوقوف ساتھی کو دیکھا　کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

می نگیرد پند را از ابلہی　بخل می پندارد او از گمرہی

بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے　نادانی کی وجہ سے (اسم اعظم نہ پڑھنے کو) بخل سمجھتا ہے

خواند عیسیٰؑ نامِ حق براستخواں　از برائے التماسِ آں جواں

(حضرت) عیسیٰؑ نے ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ دیا　اُس جوان کے اصرار کی وجہ سے

حکم یزداں از پئے انجامِ مرد　صورتِ آں استخواں را زندہ کرد

اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اُس) انسان کے انجام کے لئے　اُن ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

از میاں بر جست یک شیرِ سیاہ　پنجۂ زد کرد نقشش را تباہ

درمیان سے ایک کالا شیر کودا　اُس (شیر) نے پنجہ مارا اور اُس کے نقش کو مٹا دیا

کلہ اش برکند و مغزش ریخت زود　ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود

اُس کی کھوپڑی اُکھاڑ دی اور جلد اُس کا بھیجا بکھیر دیا　اُس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

گر ورا مغزے بدے اشکستنس　خود نبودے نقص الّا برتنش

اگر اُس میں گودا ہوتا، اُس کے ٹوٹنے سے　محض اُس کے جسم کو نقصان پہنچتا

گفت عیسیٰؑ چوں شتابش کوفتی　گفت زاں رُو کہ توزو آشوفتی[2]

(حضرت) عیسیٰؑ نے اُس (شیر) سے فرمایا تو نے اسقدر اسکی جلد سرکوبی کیوں کی؟　اُس نے کہا اِس لئے کہ تم اُس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰؑ چوں نخوردی خونِ مرد　گفت در قسمت نبودم رزقِ خود

(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا تو نے اُسکا خون کیوں نہ پیا؟　اُس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

اے بساکس ہمچو آں شیرِ ژیاں　صید خود ناخوردہ رفتہ از جہاں

اے (مخاطب) بہت سے لوگ اُس غضبناک شیر کی طرح　دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ　جستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ

اسکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اسکی حرص پہاڑ جیسی ہے　ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنیوں کا جویاں ہے

جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور　دشمناں در ماتمِ او کردہ سور

مال کو جمع کیا اور قبر میں چلا گیا　دشمنوں نے اس کے ماتم میں جشن منایا

---

[1] استیزہ۔ لڑائی جھگڑا۔ طریق۔ راستہ۔ پند۔ یعنی حضرت عیسیٰ کی نصیحت۔ بخل۔ حضرت عیسیٰ کے اسم اعظم نہ پڑھنے کو اُن کے بخل پر محمول کر رہا تھا۔ نام حق۔ یعنی اسم اعظم۔ جواں۔ یعنی حضرت عیسیٰ کا بیوقوف ساتھی۔ از میاں۔ یعنی گڑھے کے اندر سے یا فوراً۔ شیر سیاہ۔ کالا شیر، خوفناک شیر۔ نقش۔ یعنی ہستی۔ ہمچو۔ یعنی کھوپڑی خالی اخروٹ کی طرح رہ گئی۔ مغزے بدے۔ یعنی عقل ہوتی۔ گفت عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ نے شیر سے کہا۔

[2] آشوفتی۔ اس نے بے جا سوال کر کے حضرت عیسیٰ کو پریشان کیا تھا۔ در قسمت۔ شیر اپنی مقدر روزی کھا کر طبعی موت مرا تھا۔ اے بساکس۔ یہاں سے مولانا نے نصیحت شروع کی ہے۔ کاہے۔ کاہ، تنکا، معمولی مال۔ کوہ۔ پہاڑ، بڑی چیز۔ بے وجہ۔ ناموزوں۔ وجوہ۔ آمدنیاں۔ ماتم۔ سوگ۔ سور۔ محفل نشاط، جشن مسرت۔

اے میسر کردہ بر ما در جہاں
اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے
سخرہ[1] و بیگار ما را وا رہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے

طعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں چارہ نظر آیا اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا
آنچناں بنما بما آں را کہ ہست
ہمیں اسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار
اُس شیر نے کہا، اے مسیحا! یہ شکار
بود خالص از برائے اعتبار
محض عبرت کے لئے تھا

گر مرا روزی بدے اندر جہاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا
خود چہ کارستے مرا با مُردگاں
میرا مردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

ایں سزائے آنکہ یابد آبِ صاف
یہ اُس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے
ہمچو خر در جو بمیزد از گزاف
بیہودگی سے گدھے کی طرح اس میں پیشاب کر دے

گر بداند قیمت آں جوئے خر
اگر گدھا اُس نہر کی (قدرو) قیمت جانتا
او بجائے پا نہد در جوئے سَر
وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

او بیابد آنچناں پیغمبرے
وہ ایسا پیغمبر پائے
میرِ آبِ زندگانی پرورے
جو زندگی کے پرورش کرنیوالے پانی (آبِ حیات) کا سردار ہے

چوں نمیرد پیشِ اُو از امرِ کن[2]
(لفظ) کن کے حکم سے اُسکے سامنے جان کیوں نہ دیدے
اے امیر آبِ ما را زندہ کن
اے آبِ حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے

ہیں سگِ ہیں نفس را زندہ مخواہ
خبردار! اپنے نفس کتے کی زندگی نہ چاہ
کو عدوِ جانِ تست از دیرگاہ
کیونکہ وہ مدت سے تیری جان کا دشمن ہے

خاک بر سَر استخوانے را کہ آں
اُن ہڈیوں پر خاک، جو کہ
مانع ایں سگ بود از صید جاں
اِس کتے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

سگ نۂ بر استخواں چوں عاشقی
تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟
دیوچہ وار از چہ برخوں عاشقی
جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

آں چہ چشمست آنکہ بینائیش نیست
وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے
زامتحانہا جز کہ رسوائیش نیست
امتحانوں میں رسوائی کے سوا اُس کے لئے کچھ نہیں ہے

---

1. سخرہ۔ بیگار، بغیر اجرت کی مزدوری۔ طعمہ۔ خوراک۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ خالص۔ محض۔ اعتبار۔ عبرت پکڑنا یعنی تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بزرگوں کو لاحاصل سوال کر کے پریشان کرتے ہیں۔ مردگاں۔ یعنی میں مر کر مُردوں میں شامل نہ ہوتا۔ بمیزد۔ میزیدن بمعنی پیشاب کرنا، یہ فعل مضارع ہے۔ گزاف۔ بیہودگی، اس بیوقوف کو حضرت عیسٰی کی ذات گرامی میسر آئی جو بمنزلہ صاف پانی کے تھے، ان کے ذریعہ اس کو اپنی روح کی پاکیزگی کرنی چاہیے تھی لیکن اس نے گدھے کی طرح ان کا غلط استعمال کیا۔
2. امرکن۔ یعنی خدائی حکم۔ امیر آب۔ یعنی آبِ حیات کے سردار۔ عدو۔ حدیث میں آیا ہے کہ تیرا سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دونوں پہلوؤں کے درمیان میں ہے۔ استخواں۔ یعنی جسم انسانی۔ جاں یعنی روحانی کمالات۔ سگ نۂ۔ انسانی جسم ہڈیوں اور خون کا مجموعہ ہے۔ ہڈی کتے کی خوراک ہے اور خون جونک کی خوراک ہے۔ دیوچہ۔ جونک، دیمک۔ آں چہ۔ اگر تمہاری نگاہ میں چھلکے اور مغز میں کوئی فرق نہیں تو تمہاری آنکھیں بیکار ہیں، امتحان کے وقت رسوا ہوں گی۔

سہو[1] باشد ظنہا را گاہ گاہ ۔۔۔ اینچہ ظنّ ست اینکہ کور آمد براہ

گمانوں میں، کبھی کبھی بھول ہوتی ہے ۔۔۔ یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہوا

کردهٔ بردیگراں نوحہ گری ۔۔۔ مدتے بنشیں و برخودمی گری

تو دوسروں پر رویا ہے ۔۔۔ کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

ز ابر گریاں شاخ سبز و تر شود ۔۔۔ زانکہ شمع ازگریہ روشن ترشود

رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے ۔۔۔ جیسا کہ شمع، رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

ہرکجا نوحہ کنند آنجا نشیں ۔۔۔ زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں

جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ ۔۔۔ کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

زانکہ ایشاں در فراقِ فانی[2] اند ۔۔۔ غافل از لعل بقائے کانی اند

کیونکہ وہ فنا ہونیوالے (مردے) کے فراق میں (مبتلا) ہیں ۔۔۔ بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ بردل نقش تقلیدست بند ۔۔۔ رَو بآبِ چشم بندش را برند

کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رُکاوٹ ہے ۔۔۔ جا آنسوؤں سے اُس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ تقلید آفت ہرنیکویست ۔۔۔ کہ بود[3] تقلید گرہ کوہِ قوی ست

کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے ۔۔۔ تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

گر ضریرے لمتر ست و تیزخشم ۔۔۔ گوشت پارہ اش داں کہ اُو رانیست چشم

اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے ۔۔۔ اُس کو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اُس کے آنکھ نہیں ہے

گر سخن گوید زمو باریک تر ۔۔۔ آں سَرش رازاں سخن نبود خبر

اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے ۔۔۔ اُس کے دماغ کو اُس بات کا پتہ نہیں ہے

مستی دارد زگفت خود ولیک ۔۔۔ از بروئے تابئے راہست نیک

اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن ۔۔۔ اُس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

ہمچو جویست اُو نہ آبے میخورد ۔۔۔ آب ازو برآب خواراں بگذرد

اس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی ۔۔۔ اُس کا پانی، پینے والوں تک چلا جاتا ہے

آب در جوزاں نمی گیرد قرار ۔۔۔ زانکہ جونیست تشنہ و آب خوار

پانی اس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا ۔۔۔ کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

---

[1] سہو۔ اگر انسان لذائذ جسمانی اور اخروی نعمتوں میں فرق نہیں کر سکتا ہے تو قابل معافی بھول نہیں ہے یہ تو اندھاپن ہے۔ بر دیگراں۔ یعنی دوسروں کے عیب۔ برخود۔ یعنی اپنے معائب پر رونا چاہئے۔ زابر گریاں۔ جس طرح بارش سے نباتات کا فروغ ہے، اسی طرح اپنے معائب پر رونے سے روح کا فروغ ہوتا ہے۔ ازگریہ۔ موم پگھل کر آنسوؤں کی صورت میں ٹپکتا ہے۔ نوحہ۔ مردے پر رونا۔ حنیں۔ چلانا۔ ایشاں۔ مردے پر رونے والے۔

[2] فانی۔ یعنی مرنے والے انسان۔ لعل کانی۔ معدنی لعل، یعنی ابدی زندگی۔ زانکہ۔ نوحہ اس لئے ممنوع ہے کہ وہ دیکھا دیکھی کا رونا ہے، اس ممانعت کو پُرخلوص رونے سے ختم کر دو۔ برند۔ صاف کر دے، بُریدن بمعنی ستردن سے امر کا صیغہ ہے۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند کسی کی پیروی کرنا۔

[3] کہ بود۔ تقلیدی کام خواہ بڑا ہو اس کی کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ ضریر۔ ناقص، اندھا۔ لمتر۔ فربہ، موٹا۔ تیزخشم۔ غضبناک۔ سخن۔ یعنی باریک نکتے۔ سرش۔ جب تک حال نہ ہو قال بیکار ہے۔ ازبروئے۔ میں نے لفظ برو کو زیادہ مان کر ترجمہ کیا ہے۔ تے۔ یعنی عشق خداوندی کا نشہ۔ ہمچو۔ یعنی واعظ بےعمل اور مقلد بےبصر کی مثال نہر اور بانسری کی سی ہے، نہر خود نفع نہیں اٹھاتی، بانسری کے دل میں سوز نہیں ہے۔

ہمچو نائے نالہ و زاری کند
جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے
نوحہ گر[1] باشد مقلد در حدیث
نوحہ گر بات میں مقلد ہوتا ہے
نوحہ گر گوید حدیث سوز ناک
نوحہ گر درد ناک بات کہتا ہے
از مقلد تا محقق فرقہاست
مقلد اور محقق میں بہت فرق ہے
منبع گفتار ایں سوزے بود
اس کی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے
ہیں مشو غرہ بداں گفت حزیں
اس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا
ہم مقلد نیست محروم از ثواب
مقلد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے
کافر و مومن خدا گویند ولیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں، لیکن
آں گدا گوید خدا از بہرناں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے
اللہ اللہ می زنی از بہرناں
تو روٹی کے لئے (اللہ) اللہ کی ضربیں لگاتا ہے
گر بدانستے گدا از گفت خویش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا
سالہا گوید خدا آں نان خواہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے
گر بدل در تافتے گفت لبش
اگر اس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی

لیک بیگارِ خریدارے کند
لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے
جز طمع نبود مرادِ آں خبیث
اس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے
لیک کو سوزِ دل و دامانِ چاک
لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟
کیں چوداوٗد دست واں دیگر صداست
یہ داوٗدؑ کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے
واں مقلد کہنہ آموزے بود
اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے
یار برگاوست برگردوں حنیں
بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے
نوحہ گر را مزد[2] باشد در حساب
نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے
درمیان ہر دو فرقے ہست نیک
دونوں میں بہت فرق ہے
متقی گوید خدا از عین جاں
متقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے
بے طمع پیش آ واللہ رابخواں
لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ کہہ
پیش چشم او نہ کم ماند نہ بیش
اس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا
ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے
ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش
تو اس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

1. نوحہ گر۔ وہ عورت یا مرد جو اجرت پر رونے کا پیشہ کرے۔ مقلد۔ نوحہ گروں میں سے ایک کچھ کہتا ہے، دوسرے اسی کو دہراتے ہیں۔ خبیث۔ یعنی نوحہ گر۔ محقق۔ وہ شخص جو اپنی تحقیق سے بات کی تہ تک پہنچے۔ داوٗد۔ مشہور نبی ہیں جن کا لحن ولہجہ بڑا پُر اثر تھا۔ انسانوں کے علاوہ حیوانات تک وجد کرنے لگتے تھے۔ صدا۔ آواز بازگشت۔ غرہ۔ مغرور، دھوکے میں پڑا ہوا۔ حزیں۔ غمناک۔ گردوں۔ گاڑی، چھکڑا۔ مقلد۔ اچھے کام کی تقلید بھی باعث ثواب ہے۔

2. مزد۔ مزدوری۔ در حساب۔ طے شدہ۔ خدا گویند۔ خدا کا نام لیتے ہیں یا خدا کے قائل ہیں۔ بہرناں۔ روٹی کمانے کے لئے۔ عین جاں۔ یعنی تہ دل۔ گفت خویش۔ یعنی اللہ کا نام۔ نان خواہ۔ روٹی کا بھکاری۔ ہمچو خر۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے ان لوگوں کی مثال جو تورات کے حامل بنائے گئے اور پھر انہوں نے اس پر عمل نہ کیا، اس گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں۔ قالبش۔ اس کا جسم اللہ کے نام کی تجلی سے پارہ پارہ ہو جاتا۔

نام دیوے[1] رہ بُرد در ساحری　　تو بنامِ حق پشیزے می بری

جادو گری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے　　تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر بہ بست　　شیر گاوش خورد و برجایش نشست

ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا　　شیر نے اُس کی گائے کھا لی اور اُس کی جگہ بیٹھ گیا

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ　　گاؤ رامی جست شب آں کنجکاؤ

دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا　　وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

دست می مالید بر اعضائے شیر　　پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر

شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا　　کمر اور کروٹ پر، کبھی اوپر، کبھی نیچے

گفت شیر ار روشنی افزوں بدے　　بر دریدے زہرہ اش دل خوں شدے

شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی　　اُس کا پتا پھاڑ دیتی، اُس کا دل خون بن جاتا

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم　　کو دریں شب گاؤ می پندار دم

اس طرح نڈر ہوکر مجھے سہلا رہا ہے　　کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور　　نے زنامم پارہ پارہ گشت طور

اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے!　　کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا

کہ[2] لَوْ اَنْزَلْنَا کِتَابًا لِلْجَبَلْ　　لَانْصَدَعَ ثُمَّ انْقَطَعَ ثُمَّ ارْتَحَلْ

کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اُتارتے　　تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا پھر جگہ سے ٹل جاتا

از من ار کوہِ اُحد واقف بدے　　پارہ گشتے و دلش پُرخوں شدے

اگر اُحد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا　　ٹکڑے ہوجاتا اور اس کا دل پُرخون ہو جاتا

از پدر و ز مادر ایں بشنیدہٗ　　لاجرم غافل ازیں پیچیدہٗ

تو نے ماں باپ سے یہ سنا ہے　　لا محالہ تو غفلت سے اِس میں لگا ہوا ہے

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی　　بے نشاں از لطف چون ہاتف شوی

اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے　　ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

---

1. نام دیو۔ سفلیات میں جادوگر شیطان کے نام سے کام لیتے ہیں۔ پشیز۔ دمڑی۔ روستائی۔ دیہاتی۔ آخر۔ جانوروں کے باندھنے کی جگہ۔ کنج کاؤ۔ کونے کونے کو کھودنے والا، کنج گوشہ، کاؤ، کاویدن سے بنا ہے، کھودنے والا۔ افزوں۔ رات کی تاریکی کی وجہ سے وہ شیر کو گائے سمجھ کر اس پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ زہرہ۔ پتا۔ گستاخ۔ نڈر۔ حق ہمی گوید۔ جس طرح سے ناواقفیت کی وجہ سے شیر پر ہاتھ پھیرنے کے باوجود اس دیہاتی کا دل شق نہ ہوا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کماحقہ معرفت نہ ہونے سے اس کے نام کا تحمل ہو جاتا ہے ورنہ کوہ طور کی طرح جسم انسانی پارہ پارہ ہو جائے۔
2. کہ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو ایک پہاڑ پر نازل کرتے تو تم اس کو دیکھتے کہ وہ خدا کے خوف سے جھک جاتا اور پھٹ جاتا۔ احد۔ مدینہ منورہ کا مشہور پہاڑ ہے۔ از پدر۔ ماں باپ سے جو ملتا ہے انسان اس کی زیادہ قدر نہیں کرتا ہے۔ لاجرم۔ لامحالہ۔ ہاتف۔ وہ فرشتہ جس کی آواز سنائی دے اور نظر نہ آئے۔

بشنو ایں قصہ پئے تہدید[1] را　　تا بدانی آفت تقلید را

تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے　　تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

فروختن صوفیاں بہیمہ صوفی مسافر راجہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفی در خانقاہ از رہ رسید　　مرکب خود بُرد و در آخر کشید

ایک صوفی (سفر کے) راستہ سے ایک خانقاہ میں پہنچا　　اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

آبکش داد و علف از دست خویش　　نے چواں صوفی کہ ما گفتیم پیش

اپنے ہاتھ سے اُس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا　　اُس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

احتیاطش کرد از سہو و خباط　　چوں قضا آید چہ سو دست احتیاط

اُس (صوفی) نے اُس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی سے احتیاط کی　　جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

صوفیاں درویش بودند و فقیر　　کَادَ فَقْرٌ اَنْ یَّکُنْ کُفْرًا کَبِیْر

صوفی درویش اور فقیر تھے　　قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

اے تونگر تو کہ سیری ہیں مخند　　برکژیِ آں فقیر درد مند

اے مالدار تو کہ تو پیٹ بھرا ہے، نہ ہنس　　اس دکھی فقیر کی کج روی پر

ازسر تقصیر آں صوفی رمہ　　خر فروشی[2] درگر فتند آں ہمہ

اُس صوفی گروہ نے غلط کاری سے　　سب نے خرفروشی شروع کر دی

کز ضرورت ہست مُردارے مباح　　بس فسادے کز ضرورت شد صلاح

کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے　　بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں

ہمدراں دم آں خرک بفروختند　　لوت آوردند شمع افروختند

فوراً ہی انہوں نے وہ گدھیا بیچ دی　　مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ولولہ افتاد اندر خانقہ　　کامشباں لوت و سماع ست وولہ

خانقاہ میں غل مچ گیا　　کہ آج رات لذیذ کھانا ہے، سماع ہے مستی ہے

چند ازیں صبر و ازیں سہ روزہ چند　　چند ازیں زنبیل و زیں دریوزہ چند

کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ!　　کہاں تک یہ کشکول! اور کہاں تک بھیک

---

[1] تہدید۔ دھمکی، تنبیہ۔ فروختن۔ اس قصہ کا مقصد یہ ہے کہ سنی سنائی بات کو رٹ لینا اور حقیقت پر غور نہ کرنا بہت مضر ہوتا ہے۔ مرکب۔ یعنی گدھا۔ آبک۔ تھوڑا پانی۔ نے۔ پہلے جس صوفی کا ذکر گذرا ہے اس نے خود اپنے گدھے کو چارہ پانی نہ دیا تھا۔ خادم پر بھروسہ کرلیا تھا۔ سہو۔ بھول۔ خباط۔ خبط، دیوانگی۔ کاد فقر۔ حدیث میں ہے، قریب ہے کہ افلاس کفر بن جائے یعنی مفلس کا ایمان ڈگمگا جاتا ہے۔ سیر۔ پیٹ بھرا۔ کژی۔ کجروی۔ رمہ۔ بکریوں کا ریوڑ، یہاں صوفیوں کا گروہ مراد ہے۔

[2] خرفروشی۔ یعنی انہوں نے اس مسافر کے گدھے کے بیچنے کا معاملہ کر ڈالا۔ کز ضرورت۔ شرعی اصول ہے، مجبوریاں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔ بس۔ ضرورت کے وقت مردار کھانا جائز ہے۔ خرک۔ معمولی گدھا۔ لوت۔ لذیذ کھانا۔ سماع۔ سننا یعنی قوالی سننا۔ ولہ۔ مستی۔ جوش عشق۔ سہ روزہ۔ اس میں ہا نسبت کی ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے یعنی فاقہ۔ زنبیل۔ چمڑے کا تھیلا جس میں فقراء اپنے کھانے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ دریوزہ۔ بھیک مانگنا۔

ماہم از خلقیم جاں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں
دولت امشب میہماں داریم ما
آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخم باطل[1] را ازاں می کاشتند
باطل کا بیج انہوں نے اس لئے بویا
کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
کہ جو جان نہیں ہے اُس کو انہوں نے جان سمجھا

واں مسافرنیز از راہِ دراز
وہ (صوفی) مسافر، طویل راستہ کی وجہ سے
خستہ بود و دیدآں اقبال و ناز
تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش یک بیک بنواختند
ایک ایک صوفی نے اُس کو نوازا
نَرد خدمتہاش وخوش می باختند
اُس کی خدمت گذاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے پایش ہمی مالید و دست
ایک اُس کے ہاتھ. پیر دبا رہا تھا
واں یکے پرسیدش ازجائے نشست
ایک اُس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

واں یکے افشاند گرد از رَخت اُو
ایک اُس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا
واں یکے بوسید دستش را و رُو
دوسرا اُس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں می دید میلان شاں بوے
جب اُس نے انُ کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا
گر طرب امشب نخواہم کرد کے
اگر آج (عیش و) طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟

لوت خوردند و سماع آغاز کرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا
خانقہ تاسقف شد پر دود و گرد[2]
خانقاہ، چھت تک دھویں اور گرد سے بھر گئی

دودِ مطبخ، گرد آں پاکوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی
زا شتیاق و وجد جاں آشوفتن
شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند
کبھی بھاؤ دکھاتے ہوئے رقص کرتے تھے
گہ بسجدہ صفہ رامی رَو فتند
کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

دیر یابد صوفی آزاز روز گار
صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے
زاں سبب صوفی بود بسیار خوار
اسی لئے صوفی پُر خور ہوتا ہے

جز مگرآں صوفی کز نورِ حق
مگر سوائے اُس صوفی کے جو اللہ کے نور سے
سیر خورد و فارغ ست ازننگ و دَق
پیٹ بھرا ہوا اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز ہو

---

[1] تخم باطل۔ یعنی برے اعمال۔ کانکہ۔ انہوں نے نفس امارہ کو روح سمجھ کر اس کی پرورش شروع کردی۔ اقبال۔ متوجہ ہونا۔ ناز۔ مہربانی۔ یک بیک۔ بااتصال کے لئے ہے جیسے دربدر۔ نواختن۔ نوازنا۔ نرد باختن۔ چال چلنا، دھوکا دینا۔ پرسید۔ یعنی کھانے کے لئے جائے نشست کے بارے میں پوچھتا تھا یا قیامگاہ کو پوچھتا تھا۔ رخت۔ سامان۔ گفت۔ یعنی مسافر صوفی نے دل میں کہا۔ میلان۔ توجہ۔ طرب۔ مستی، وجد میں رقص کرنا۔ دود۔ دھواں یعنی مطبخ کا دھواں۔

[2] گرد۔ یعنی رقص کی۔ پاکوفتن۔ رقص کرنا۔ دست افشاندن۔ ہاتھ نچاتے ہوئے یعنی بھاؤ دکھاتے ہوئے۔ گہ بسجدہ۔ کبھی سجدہ ردہ ہو کر چبوترے پر پیشانی گھستے تھے گویا کہ پیشانیوں سے چبوترے پر جھاڑو دے رہے ہیں۔ آز۔ حرص، مقصد۔ زاں سبب۔ بھوکا زیادہ کھاتا ہے۔ جز۔ یعنی حقیقی صوفی کسی حالت میں بھی بسیار خور نہیں ہوتا ہے۔ ننگ۔ یعنی بھیک مانگنے کی ذلت۔ دق۔ کوٹنا۔ یعنی دروازہ کھٹکھٹانا۔

از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند
ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں

باقیاں در دولت[1] آں می زیند
باقی ان کی بدولت جیتے ہیں

چوں سماع آمد ز اوّل تاکراں
جب سماع (کا سامان) اول تا آخر ہوگیا

مطرب آغازید یک ضربِ گراں
گویّے نے ایک موثر گت شروع کی

خر برفت و خر برفت آغاز کرد
گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن) کو شروع کیا

زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
اس گری نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے

کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
تالیاں بجاتے ہوئے، اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (گاتے رہے)

از رہِ تقلید آں صوفی ہمیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی

خر برفت آغاز کرد اندر حنین
روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع
جب وہ (کھانا) پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا

روز گشت و جملہ گفتند الوداع[2]
دن نکل آیا اور سب رخصت ہوگئے

خانقہ خالی شد و صوفی بماند
خانقاہ خالی ہوگئی اور (مسافر) صوفی رہ گیا

گرد از رخت آں مسافر می فشاند
وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

رخت از حجرہ بروں آورد او
اُس نے حجرے سے سامان باہر نکالا

تابخر بندند آں ہمراہ جو
تاکہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر لاد دیں

تا رسد در ہمرہاں خوش می شتافت
بہت جلدی کر رہا تھا تاکہ ساتھیوں سے جا ملے

رفت در آخر خر خود را نیافت
اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

گفت آں خادم بآبش بردہ است
(دل میں) کہا کہ خادم اُس کو پانی پلانے لے گیا ہے

زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا

خادم آمد گفت صوفی خر کجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟

گفت خادم ریش بیں، جنگے بخاست
خادم نے کہا اپنی ڈاڑھی کا خیال کر، (اس پر دونوں میں) جھگڑا شروع ہوگیا

گفت من خر را بتو بسپردہ ام
(صوفی نے) کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے

من ترا بر خر موکل کردہ ام
میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

بحث با توجیہ کن حجت میار
مدلل بات کر، حجت بازی نہ کر

وانچہ من بسپردمت واپس سپار
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس دے

---

1. دردولت۔ بناوٹی صوفی بھی حقیقی صوفیوں کے بدولت کھا کما لیتے ہیں۔ کراں۔ کنارہ، آخری حد۔ مطرب۔ گویا قوال۔ ضرب گراں۔ بھاری چوٹ، ایسی گت جو بے چین کر دے۔ حرارت۔ گری۔ انباز۔ شریک کار۔ پاکوبیدن۔ رقص کرنا۔ کف زناں۔ تالیاں بجاتے ہوئے۔ تقلید۔ دیکھا دیکھی۔ حنین۔ آہ و بکا۔

2. الوداع۔ رخصت کرنا۔ ہمرہاں۔ یعنی سفر کے وہ ساتھی جو پہلے روانہ ہو گئے تھے۔ دوش۔ گذشتہ رات، گذشتہ دن کے معنی صحیح نہیں ہیں۔ ریش بیں۔ یعنی اپنی داڑھی کا خیال کر اور مجھ سے غلط سوال نہ کر۔ موکل۔ وکیل، محافظ۔ بحث۔ گفتگو۔ توجیہ۔ دلیل پیش کرنا۔ حجت۔ دلیل۔

از تو خواہم انچہ من دادم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں
گفت[1] پیغمبرؐ کہ دستت ہرچہ بُرد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ لے
ورنہ از سَر کشی راضی بدیں
اور اگر سرکشی سے تو اِس پر راضی نہیں ہے
گفت من مغلوب بودم صوفیاں
(خادم نے) کہا، میں مجبور تھا، صوفیوں نے
تو جگر بندے میانِ گربگاں
تو کلیجہ کو بلیوں میں
درمیانِ صد گُرسنہ گردہَ
سو بھوکوں میں ایک روٹی
گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے
تو نیائی و نگوئی مَر مرا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے
تا خر از ہرکہ بردمن وا خرم[2]
تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لے لیتا
صد تدارک بود چوں حاضر بدند
جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے
من وکرا گیرم کرا قاضی برم
میں کس کو پکڑوں؟ کس کو قاضی کے پاس لے جاؤں؟
چوں نیائی و نگوئی کاے غریب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!
گفت واللہ آمدم من بارہا
(خادم نے) کہا، خدا کی قسم میں کئی بار آیا

باز دہ اُنچہ کہ بسپرِ دم بہ تو
جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے، واپس کر
بایدش در عاقبت واپس سپرد
اُس کو آخر میں واپس کرنا چاہئے
تک من و تو خانۂ قاضی دیں
ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے
حملہ آوردند و بودم بیم جاں
حملہ کر دیا، اور مجھے جان کا خوف تھا
اندر اندازی وجوئی زاں نشاں
پھینکتا ہے اور اُس کا نشان ڈھونڈتا ہے
پیشِ صدسگ گُربہ پژمردہَ
مری بلی سو کتوں کے سامنے
قاصد خونِ من مسکیں شدند
مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے
کاں خرت را می برند اے بینوا
کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں
ورنہ تو زلیے کنند ایشاں زرم
ورنہ وہ چندہ کرکے میری قیمت دے دیتے
ایں زماں ہریک با قلیمے شدند
اب تو ہر ایک، ایک ملک کو روانہ ہوگیا
ایں قضا خود از تو برآمد سَرم
یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے، سر پر آئی ہے
پیش آمد ایں چنیں ظلم مہیب
ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے
تاتُرا واقف کنم زیں کارہا
تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

[1] گفت۔ حدیث میں ہے۔ علی الید ما اخذت" ہاتھ جو کچھ لے، اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔" ورنہ۔ یعنی ورنہ راضی۔ مغلوب۔ عاجز۔ بیم جاں۔ جان کا خوف۔ جگر بند۔ جگر، پھیپھڑے اور دل کا مجموعہ۔ گربگاں۔ گربہ کی جمع یعنی بھوکے صوفی۔ گرسنہ۔ بھوکا۔ گردہ۔ روٹی، پھلکی، خیمہ۔ گیرم۔ میں مانتا ہوں۔

[2] واخرم۔ میں لوٹا لیتا۔ تو زلیے۔ تقسیم، چندہ۔ زر۔ یعنی گدھے کی قیمت۔ تدارک۔ فوت شدہ چیز کو حاصل کر لینا۔ اقلیم۔ فلک، ولایت۔ قضا۔ مصیبت یعنی گدھے کا بک جانا۔ غریب۔ مسافر، بے وطن۔ مہیب۔ خوفناک۔ کارہا۔ یعنی صوفیوں کے کارنامے۔

تُو ہمی گفتی کہ خررفت اے پسر
تو کہتا تھا، اے بیٹا! گدھا چلا گیا
از ہمہ گویندگاں باذوقِ تر[1]
سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

بازمی گشتم کہ اَو خود واقف ست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے
زیں قضا راضیست مردِ عارفست
اس مصیبت پر راضی ہے، عارف انسان ہے

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش
(صوفی نے) کہا وہ سب اُس کو ذوق سے گا رہے تھے
مر مراہم ذوق آمد گفتنش
اُن کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہوگیا

مُرمرا تقلید شاں بَرباد داد
مجھے اُن کی تقلید نے برباد کیا
کہ دو صد لعنت برآں تقلید باد
ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

خاصہ تقلید چنیں بے حاصلاں
خصوصاً ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید
کابرو را ریختند از بہرناں
جنہوں نے روٹی کی خاطر آبرو لٹا دی

عکس ذوقِ آں جماعت میزدے
اُس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا
ویں دلم از عکس ذوقیں می شدے
میرا دل عکس سے صاحب ذوق بن رہا تھا

عکس چنداں باید از یارانِ خوش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے
کہ شوی از بحر بے عکس آب کش
کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس کاوّل[2] زد تو آں تقلید دان
شروع میں جو عکس پڑے تو اُس کو تقلید سمجھ
چوں پیاپے شد بود تحقیق آں
جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہوگی

تانشد تحقیق ازیاراں مبر
جب تک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ
از صدف مگسل نگشتہ قطرہ دُر
جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جدا نہ ہو

صاف خواہی چشم عقل و سمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے
بَردرآں تو پردہائے طمع را
تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

زانکہ آں تقلید صوفی از طمع
اس لئے کہ لالچ کی وجہ سے اس صوفی کی تقلید نے
عقل اوبَر بست از نور و لمع
اُس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ صوفی راطمع بُردش زِراہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا
ماند در خسران و شد کارش تباہ
ٹوٹے میں پڑا اور اُس کا کام برباد ہو گیا

طمع لوت و طمع آں ذوقِ سماع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ
مانع آمد عقل اُو را زِاطلاع
اُس کی عقل کے لئے، خبر ہونے سے مانع بن گیا

---

1. باذوقِ تر۔ یعنی دوسرے صوفیوں سے بھی زیادہ ذوق سے کہتا تھا۔ مرد عارف۔ باخدا انسان۔ تقلید۔ یعنی اندھا دھند بغیر سوچے سمجھے پیروی کرنا۔ بہرناں۔ یعنی شکم پُری کے لئے ان صوفیوں نے خیانت کی۔ عکس۔ یعنی ان لوگوں کے ذوق نے میرے اندر بھی ذوق پیدا کر دیا۔ یارانِ خوش۔ اچھے دوست یعنی مرشدین کاملین، یہ اچھی تقلید کا بیان ہے۔ بحر بے عکس۔ ذات ہستا، اللہ تعالیٰ۔
2. عکس کاوّل۔ سالک ابتداً مرشد کامل کی تقلید کرتا ہے اور کمال حاصل ہو جانے پر مقلد، محقق بن جاتا ہے۔ مبر۔ منقطع نہ ہوتا کہ وہ شیخ کامل تربیت کرتا رہے۔ صدف۔ سیپ، یعنی شیخ۔ دُر۔ موتی۔ صاف خواہی۔ شیخ سے مستفیض ہونے کے لئے برے اخلاق کا ترک ضروری ہے۔ زانکہ۔ اس لئے کہ۔ طمع۔ لالچ۔ زاطلاع۔ یعنی صوفیوں کی سازش کی خبر۔

گر طمع در آئینہ[1] برخاستے ۔۔۔ در نفاق آں آئینہ چوں ماستے

لالچ، اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے ۔۔۔ نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

گر ترازو را طمع بودے بمال ۔۔۔ راست کے گفتے ترازو وصف حال

اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا ۔۔۔ (تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گفت گیرم از طمع قاروں شوی ۔۔۔ آخرالامر اندریں ہاموں شوی

(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائے گا ۔۔۔ انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا

ہر نبی می گفت با قوم از صفا ۔۔۔ من نخواہم مزد پیغام از شما

ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا ۔۔۔ میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من دلیلم حق شمارا مشتری ۔۔۔ داد حق دلالیم ہر دو سری

میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دے دی ہے

ہست مزدِ کار مر دلال را ۔۔۔ مزد باید داد تا گوید سزا

ہر دلال کی اُجرت ہوتی ہے ۔۔۔ اُجرت دے دینی چاہئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

چیست مزدِ کارِ من دیدارِ یار ۔۔۔ گرچہ خود بوبکر[2] بخشد چل ہزار

میرے کام کی اُجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار ۔۔۔ اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چل ہزارِ اُو نباشد مزدِ من ۔۔۔ کے بود شبہ شبہ دُرِّ عدن

اُن کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہوسکتے ۔۔۔ پوتھ، عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

یک حکایت گویمت بشنو بہوش ۔۔۔ تا بدانی کیں طمع شد بند گوش

میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے ۔۔۔ تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

ہر کرا باشد طمع الکن شود ۔۔۔ باطمع کے چشم دل روشن شود

جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے ۔۔۔ لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ روشن ہوتی ہے

پیش چشم اُو خیالِ جاہ و زر ۔۔۔ ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر

اُس کی آنکھ کے سامنے رُتبے اور مال کا خیال ہے ۔۔۔ ایسا ہوتا ہے جیسا کہ آنکھ میں بال

جز مگر مستے کہ از حق پُر بود ۔۔۔ گرچہ بدہی گنجہا اُو حر بود

ہاں سوائے اُس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو ۔۔۔ اگرچہ تو اُس کو خزانے بخش دے وہ آزاد ہوتا ہے

---

[1] آئینہ۔ آئینہ حقیقت حال کو صحیح طور پر واضح کر دیتا ہے لہٰذا وہ صاف گوئی میں ضرب المثل ہے۔ ترازو۔ ترازو بھی کم وبیش کو صحیح صحیح بتا دیتی ہے۔ قارون۔ حضرت موسیٰ کے زمانہ کا مشہور مالدار بخیل ہے۔ ہاموں۔ جنگل یعنی قبرستان جہاں مالدار اور فقیر یکساں ہیں۔ ہر نبی۔ حضرت نوح حضرت ہود علیہ السلام وغیرہ سب نے قوم سے یہی کہا تھا۔ دلیل۔ راستہ بتانے والا، دلال۔ مشتری۔ خریدار۔ ہر دو سری۔ دونوں جانب سے، دلال دونوں جانب سے دلالی وصول کرتا ہے۔ سزا۔ مناسب، دلال کو دلالی مل جاتی ہے تو ٹھکانے کی بات کرتا ہے۔ من۔ یعنی یہ آنحضورﷺ نے فرمایا۔

[2] بوبکرؓ۔ حضرت ابوبکرؓ نے آنحضورﷺ پر اپنی تمام دولت صرف کر ڈالی۔ بعض روایات میں ہے کہ جس وقت وہ مسلمان ہوئے ان کی ملکیت میں چالیس ہزار دینار تھے۔ شبہ۔ شین کے زبر کے ساتھ بمعنی مثل اور شین کے زیر کے ساتھ بمعنی پوتھ۔ بند گوش۔ یعنی لالچ میں پڑ کر انسان کسی کی نصیحت کو قبول نہیں کرتا ہے۔ الکن۔ ہکلا، یعنی لالچی آدمی صحیح بات کہنے پر قادر نہیں رہتا۔ پیش چشم۔ مال وجاہ کا لالچ انسان کو بے بصیرت بنا دیتا ہے۔ حر بود۔ جو مے حق کا مست ہے، وہ آزاد ہوتا ہے کسی کا بے جا دباؤ قبول نہیں کرتا ہے۔

ہر کہ از دیدار بر خوردار شد — ایں جہاں[1] در چشمِ اُو مُردار شد

جو دیدار (خداوندی) سے بہرہ ور ہوگیا — یہ دنیا اُس کی نظر میں مردار ہوگئی

لیک آں صوفی زمستی دور بود — لا جرم از حرصِ خود بے نور بود

لیکن وہ صوفی مستی سے دُور تھا — لا محالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

صد حکایت بشنود مدہوشِ حرص — در نیابد نکتۂ در گوشِ حرص

حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے — لیکن حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا

تعریف کردنِ منادیانِ قاضی مفلس را گردِ شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مُفلسے بے خان و ماں — ماند در زندان و بند بے اماں

ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا — جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف — بردلِ خلق از طمع چوں کوہِ قاف

خواہ مخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا — لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہ قاف کی طرح بھاری تھا

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد — زانکہ آں لقمہ رُبا چابک بَرد

کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے — کیونکہ وہ لقمہ اُچک لینے والا فوراً (اڑا) لے جائے گا

ہر کہ دور از رحمت رحماں بود — اوگدا چشم ست گر سلطاں بود

جو رحمان کی رحمت سے دور ہو — اگرچہ وہ بادشاہ ہو اُس کی آنکھ بھکاری کی ہے

مر مروّت را نہادہ زیرِ پا — گشت زنداں دوزخے زاں ناں رُبا

اُس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا — اُس روٹی اُچکے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

گر گریزی بر اُمید راحتے — زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے

اگر تو راحت کے تمنا میں بھاگے گا — اُس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آ گئی

ہیچ کنجے بے دد و بے دام نیست — جز بخلوت گاہِ حق آرام نیست

کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے — حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے

کنجِ زندانِ جہانِ[2] ناگزیر — نیست بے پا مزد و بے دق الحصیر

دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ — محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

واللہ ار سوراخ موشے در روی — مبتلائے گربہ چنگالے شوی

خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائے گا — کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

---

[1] ایں جہاں۔ دنیا۔ مردار۔ حدیث شریف میں ہے دنیا مردار ہے۔ اس کے طلبگار کتے ہیں۔ صوفی۔ وہ بے نور صوفی کھانے اور سماع کے لالچ میں گدھا کھو بیٹھا۔ تعریف کردن۔ تشہیر کرنا۔ خان ومان۔ خان، خانہ، مان، گھر سامان، یعنی بے گھر و بے در۔ گزاف۔ بے ہودہ۔ کوہ قاف۔ ایران کا مشہور پہاڑ ہے۔ زہرہ۔ پتہ۔ چابک۔ تیزی، جلدی۔ گدا چشم۔ فقیر کی آنکھ والا، لالچی۔ دد۔ درندہ۔ دام۔ چرندہ۔

[2] زندان جہاں۔ پہلے رکی قید خانہ کے مصائب کا ذکر تھا اب دنیا جو ایک مومن کا قید خانہ ہے اس کے مصائب کا ذکر ہے۔ ناگزیر۔ دنیوی زندگی میں اس جہان سے چھٹکارا نہیں ہے۔ پامزد۔ محنت، مزدوری۔ دق الحصیر۔ دق، کوٹنا، حصیر، بوریا، جم کر بیٹھنے اور مشقت کا کام کرنے سے نیچے کا بوریا جلد ٹوٹ جاتا ہے لہٰذا اس کے معنی محنت و مشقت کے آتے ہیں۔

آدمی[1] را فربہی ہست از خیال　　گر خیالاتش بود صاحب جمال

خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے　　اگر اس کے تصورات حسین ہوں

ور خیالاتش نماید ناخوشے　　می گدازد ہمچو موم آتشے

اگر اُس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں　　آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

درمیانِ مار و کژدم گر ترا　　با خیالاتِ خوشاں دارد خدا

اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان　　عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

مار و کژدم مر ترا مونس شود　　کاں خیالت کیمیائے مس[2] شود

سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے　　کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کیلئے کیمیا ہو جائیں گے

صبر شیریں از خیالِ خوش شدست　　کاں خیالاتِ فرح پیش آمدست

اچھے خیال سے صبر، شیریں بنا ہے　　کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

آں فرح آید زایماں در ضمیر　　ضعف ایماں ناامیدی وزحیر

دل میں خوشی، ایمان سے آتی ہے　　ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

صبر از ایماں بیابد سر کلہ　　حَیْثُ لَا صَبْرَ فَلَا اِیْمَانَ لَہٗ

صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے　　جس کو صبر (نصیب) نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

گفت پیغمبرؐ خداش ایماں نداد　　ہر کرا صبرے نباشد در نہاد

پیغمبرؐ نے فرمایا خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں کیا ہے　　جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

آں یکے در چشم تو باشد چومار　　ہم وے اندر چشم آں دیگر نگار

ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے　　وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

زانکہ[3] در چشمت خیالِ کفر اوست　　واں خیالِ مومنی در چشم دوست

اس لئے کہ تیری نظر میں اُس کے کفر کا خیال ہے　　دوست کی نگاہ میں (اُسکے) مومن ہونے کا خیال ہے

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست　　گاہ ماہی باشد او گاہست شست

ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں　　کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی (پکڑنے) کا کانٹا

---

1. آدمی۔ پہلے اشعار میں انسان کے خارجی مصائب میں مبتلا ہونے کا بیان تھا۔ اب ان اشعار میں ان مصائب کا ذکر ہے جن کے اسباب خود انسان کے اندر ہیں۔ صاحب جمال۔ اچھے خیالات انسان کی تر و تازگی کا سبب ہیں۔ ناخوشے۔ اگر انسانی خیالات کوئی ناخوشگوار تصور بندھا دیتے ہیں تو انسان موم کی طرح پگھل جاتا ہے۔ درمیانِ مار۔ انسان اچھے خیالات کی بناء پر دشمنوں میں بھی راحت سے زندگی گزار لیتا ہے۔
2. مس۔ یعنی اچھے خیالات دشمنوں کو دوست بنا دیتے ہیں۔ خیالِ خوش۔ یعنی صبر کے ثواب کا خیال۔ فرح۔ خوشی۔ زایماں۔ مومن کا ایمان ہوتا ہے کہ صبر کا ثواب ملے گا۔ سر کلہ۔ کلاہ سر۔ نداد۔ حدیث شریف میں ہے صبر ایمان کا ایک حصہ ہے۔ ضمیر۔ دل۔ زحیر۔ پیچش، ناخوشی۔ آں یکے۔ خیالات جس طرح اثرات کے اعتبار سے مختلف ہیں، اسی طرح اپنی ذات کے اعتبار سے بھی مختلف ہیں۔ ایک ہی انسان کے بارے میں ایک انسان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ ڈسنے والا سانپ ہے، دوسرا اس کو اپنا دوست خیال کرتا ہے۔
3. زانکہ۔ سانپ سمجھنے والے کی نظر میں اس کی برائیاں ہیں۔ دوست سمجھنے والے کے خیال میں اس کی بھلائیاں ہیں۔ کاندریں۔ ہر شخص میں نفس الامر میں برے اور بھلے اخلاق ہوتے ہیں۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

نیم اُو[1] مومن بود نیمیش گبر
اُس کا نصف مومن ہوتا ہے، نصف کافر

نیم اُو حرص آوری نیمیش صبر
اُس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

گفت یزدانت فَمِنكُم مُّؤْمِنٌ
تیرے خدا نے فرمایا ہے پس تم میں سے مومن ہیں

باز مِنكُم كَافِرٌ گبر کہن
پھر (فرمایا) تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ
اُس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے

نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اُس کو لوٹا دیتا ہے

ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند
جو اُس آدھے کو دیکھتا ہے (خریداری کی) کوشش کرتا ہے

از جمالِ یوسف اخواں بس نفور
یوسف علیہ السلام کے حسن سے بھائی سخت متنفر

لیک اندر دیدۂ یعقوب نور
لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نور چشم تھے

از خیالِ بدمر اُو را زشت دید
(بھائیوں نے) برے خیال کی وجہ سے اُنکو بدشکل دیکھا

چشم فرع و چشم اصلی نا پدید
(اُن کی) فروعی آنکھ تھی اور دراصل آنکھ ناپید تھی

چشم ظاہر سایۂ آں چشم داں
ظاہری آنکھ کو اُس آنکھ کا پر تو سمجھ

ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں
جو وہ (دل کی آنکھ دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائے گی

سایۂ اصل[2] ست فرع اما کجا
فرع، اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں

سایہ با خورشید دارد پا بجا
ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

تو مکانی اصل تو در لا مکاں
تو مکانی ہے، تیری اصل لا مکان میں ہے

ایں دُکان بر بند و بکشا آں دُکاں
یہ دکان بند کر دے وہ دکان کھول لے

شش جہت مگریز زیرا در جہات
چاروں طرف نہ بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں

ششدرست و ششدرہ مات ست مات
پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کے لئے ہاری ہار ہے

ایں سخن را نیست حد زندانیاں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، قیدی

مضطر انداز دست آں خرقلتباں
اُس دیوث، گدھے سے پریشان ہیں

شکایت کردن اہل زنداں پیشِ وکیل قاضی از دست آں مفلس
قیدیوں کا اُس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

---

[1] نیم او۔ ہر انسان میں کافرانہ صفات بھی ہوتی ہیں، مومنانہ صفات بھی۔ ہمچو گاوے۔ انسان کی مثال چتکبرے بیل کی طرح سمجھو۔ ایں نیمہ۔ یعنی کالا حصہ۔ آں نیمہ۔ یعنی سفید حصہ۔ یوسف۔ اپنے باپ حضرت یعقوب کے نور نظر تھے اور ان کو ان کے بھائی برا سمجھتے تھے۔ از خیال۔ چونکہ ان کے بھائیوں کے خیالات برے تھے، ان کو یوسف برے نظر آئے۔ چشم اصلی۔ دل کی آنکھ۔ چشم ظاہر۔ جسم کی آنکھ۔ آں چشم۔ دل کی آنکھ۔ ہر کہ۔ جسمانی آنکھ، دل کی آنکھ کے تابع ہے۔

[2] اصل۔ یعنی دل کی آنکھ۔ فرع۔ یعنی جسمانی آنکھ۔ تو مکانی۔ انسان میں اصل روح ہے اور اس کا مسکن عالم بالا ہے لہٰذا انسان کو عالم ارواح کے کاروبار میں لگنا چاہئے۔ شش جہت۔ چھ جانبیں، دائیں، بائیں، آگے، پیچھے، اوپر، نیچے۔ ششدر۔ وہ جگہ جس سے رہائی مشکل ہو، وہ چھ خانے جس میں نرد کا مہرہ پھنس کر مشکل سے چھٹتا ہے۔ ششدرہ۔ نرد کا وہ مہرہ جو ششدر میں پھنس جائے۔ مات۔ شاہ شطرنج کا گرفتار ہو جانا جس کی وجہ سے بازی میں ہار ہو جاتی ہے۔

با وکیل قاضی ادراک مند
عقل مند، قاضی کے وکیل سے

کہ سلام ما بقاضی بر[1] کنوں
کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا

کاندریں زنداں بماند او مستمر
وہ ہمیشہ اس قید خانہ میں رہتا ہے

مردِ زندانی نیابد لقمہٗ
قیدی کو (اول تو) روٹی ملتی نہیں ہے

در زماں پیش آید آں دوزخ گلو
وہ جہنم (جیسے) حلق والا فوراً آجاتا ہے

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے

پیش او ہیچست لوتِ شصت کس
اُس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے

زیں چنیں قحط سہ سالہ[2] داد داد
اس تین سالہ قحط سے فریاد ہے فریاد ہے

گوزِ زنداں تا رَوَد ایں گاوَ میش
حکم دے (دیجئے) کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے

اے زتو خوش ہم ذکور و ہم اناث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں!

سوئے قاضی شد وکیلِ بانمک
خوش مزاج وکیل، قاضی کے پاس گیا

خواند از زنداں وُرا قاضی بہ پیش
قاضی نے اُس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا

گشت ثابت پیشِ قاضی آن ہمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہوگیا

اہل زنداں در شکایت آمدند
قیدی شکایت کرنے لگے

باز گو آزارِ مازیں مردِ دوں
پھر اُس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ بیان کرنا

یاوہ تاز و طبل خورست و مضر
فضول گشت کرنے والا پر خور اور تکلیف دہ ہے

ور بصد حیلت کشاید طعمہٗ
اگر سو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو
اُس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

از وقاحت بے صلاح و بے سلام
بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

کر کند خود را اگر گوئیش بس
اگر اُس کو "بس" کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا لیتا ہے

ظلِّ مولانا ابد پابندہ باد
جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

یا وظیفہ کن زِ وقفے لُقمہ ایش
یا اُس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

داد کن المستغاث المُستغاث
انصاف کیجئے المدد المدد

گفت با قاضی شکایت یک بیک
ایک ایک کرکے قاضی سے شکایتیں کر دیں

پس تفحص کرد از اعیانِ خویش
اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

کہ نمودند از شکایت آں رمہ
جو شکایت میں اُس جماعت نے ظاہر کیا تھا

---

[1] بر۔ بردن سے امر کا صیغہ ہے۔ آزار۔ تکلیف۔ دوں۔ کمینہ۔ مستمر۔ ہمیشہ۔ یاوہ تاز۔ بیکار پھرنے والا، آوارہ گرد۔ طبل خوار۔ کھا کر پیٹ کو ڈھول کی طرح بنا لینے والا۔ طعمہ۔ خوراک۔ دوزخ گلو۔ وہ شخص جس کا گلا ہر وقت کھانا مانگے۔ کلوا۔ تم کھاؤ، یہ کئی جگہ قرآن میں آیا ہے۔ وقاحت۔ بے شرمی۔ صلاح۔ نیکی، کھانے کے لئے بلانا۔ کر کند۔ یعنی اگر اسے کھانا کھانے سے روکو تو بہرا بن جاتا ہے۔

[2] قحط سہ سالہ۔ وہ پیٹو شاید تین سال سے جیل خانہ میں تھا۔ گاؤ میش۔ بھینس۔ ذکور۔ ذکر کی جمع، مرد۔ اناث۔ انثیٰ کی جمع، عورت۔ المستغاث۔ وہ شخص جس سے مدد مانگی جائے۔ بانمک۔ خوش مزاج، باذاق۔ یک بیک۔ ایک ایک۔ تفحص۔ جستجو۔ اعیان۔ سردار۔ رمہ۔ جماعت، گروہ۔

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو
قاضی نے کہا (اس قید خانہ سے چلا جا
سوئے خانہ مُردہ ریگ[1] خویش شو
اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت خان و مانِ من احسانِ تست
اُس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے
ہمچو کافر جنّتم زندانِ تست
کافر کی طرح، میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گر زِ زندانم برانی تو برو
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دے گا
خود بمیرم من ز درویشی و کد
میں مفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا!
رَبِّ اَنْظِرْنِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَام
مجھے قیامت تک مہلت دے دے

کاندریں زندانِ دنیا من خوشم
کہ اس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں
تا کہ دشمن زادگاں را می کشم
تاکہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

ہر کہ اُو را قوتِ ایمانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو
وز برائے زادِ رہ نانے بود
اور توشہ کے لئے روٹی ہو

می ستانم گہ بمکرو گہ بریو
(اُس سے) کبھی مکر سے کبھی دھوکے سے چھین لوں گا
تا بر آرند از پشیمانی غریو
تاکہ شرمندگی سے چیخنے لگے

گہ بدرویشی[2] کنم تہدید شاں
کبھی ان کو افلاس سے ڈراؤں
گہ بزلف و خال بندم دید شاں
کبھی اُن کی نگاہ کو زلف اور تل میں پھنساؤں

قوت ایمانی دریں زنداں کم ست
اس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے
وانکہ ہست از قصد ایں سگ درخم ست
جو ہے وہ اس کتے کی وجہ سے (پیچ و) خم میں ہے

از نماز و صوم و صد بیچارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے
قوتِ ذوق آید برد یکبارگی
ذوق میسر آتا ہے، جس کو وہ ایک دم لے بھاگتا ہے

اَسْتَعِیْذُ اللّٰہَ مِنْ شَیْطَانِہٖ
میں اللہ سے اُس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں
قَدْ ہَلَکْنَا آہ مِنْ طُغْیَانِہٖ
آہ ہم اس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

یک سگ ست و در ہزاراں می رود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے
ہر کہ در وے رفت اُو آں می شود
جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

---

1. مردہ ریگ۔ موروثی چیز۔ ہمچو۔ حدیث میں ہے "دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے"۔ کد۔ محنت، مشقت۔ رب۔ قرآن پاک میں شیطان کا مقولہ مذکور ہے "اے میرے پروردگار مجھے روزِ قیامت تک مہلت دے دے۔" دشمن زادگاں۔ بنی آدم، حضرت آدم علیہ السلام سے شیطان کی دشمنی ہے۔ قوت۔ خوراک۔ راہ۔ یعنی راہِ آخرت۔ نانے۔ یعنی کوئی نیک عمل۔ می ستانم۔ یعنی میں اس کی زادِ راہ چھین لیتا ہوں۔ ریو۔ مکر و فریب۔ غریو۔ شور و غل۔
2. کہ بدرویشی۔ قرآن پاک میں ہے "شیطان تمہیں افلاس کے احتمال میں مبتلا کر دیتا ہے اور تم کو بے حیائی کی ترغیب دیتا ہے۔" قوت۔ اس دنیا کے قید خانہ میں مومن اور شیطان کی وہی صورت ہے جو دوسرے قیدیوں کی تھی اور اس پیٹو مفلس کی تھی۔ از نماز۔ عبادات سے جو روزی حاصل ہوتی ہے اس کو شیطان اڑا دیتا ہے۔ یک سگ۔ ابلیس ایک ہے اس کی ذریت بہت سے شیطان ہیں، شیطانی اثر سے انسان بھی شیطان بن جاتا ہے۔

ہر کہ[1] سردت کرد میداں کو دروست　دیو پنہاں گشت اندر زیر پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) ست بنائے سمجھ لے وہ اس میں گھسا ہے　کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

چوں نیاید صورت آید در خیال　تا کشاند آں خیالت در وبال
جب (اپنی صورت میں نہ آئے تو تصویر میں آجائے گا　تا کہ وہ تصور، تجھے وبال میں ڈال دے

از خیالاتِ تومی آید بلا　چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے　چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

گہ خیالِ فرجہ و گاہے دکاں　گہ خیالِ علم و گاہے خان و ماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکاں (کا خیال)　کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیالِ مکسب و سوداگری　گہ خیالِ تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال　کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیالِ نقرہ و فرزند و زن　گہ خیالِ بوالفضول و بوالحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال　کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

گہ خیالِ آسیا[2] و باغ و راغ　گہ خیالِ میغ و ماغ و لیغ و لاغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال　کبھی ابر اور کہر اور بدلی اور شوخی کا خیال

گہ خیالِ آشتی و جنگہا　گہ خیالِ نامہا و ننگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال　کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیالِ کالہ و گاہے قماش　گہ خیالِ مفرش و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا　کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

ہیں بروں کن از سر ایں تخییلہا　ہیں بروب از دل چنیں بدحیلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے　خبردار! ان بری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہاں بگو لاحولہا در ہر زماں　از زباں تنہا نہ بل از عین جاں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ　صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

تتمۂ قصۂ آں مفلس

اُس مفلس کے قصہ کا بقیہ

گفت قاضی مفلسی را وانما　گفت اینک اہل زندانت گواہ
قاضی نے کہا، مفلسی کو ثابت کر　اُس نے کہا یہ قیدی آپ کے (سامنے) گواہ ہیں

---

[1] ہر کہ۔ ہر وہ چیز جو انسان کی عبادات کی سرگرمیوں کو سرد کردے، اس میں شیطانی اثر سمجھو۔ چوں۔ شیطان کی تباہ کاری کے لئے اس کا مجسم ہوکر سامنے آنا ضروری نہیں، وہ انسانی خیالات میں شیطنت ملا دیتا ہے جو تباہی کا سبب بن جاتے ہیں۔ از خیالات۔ انسان کی تباہی اس کے فاسد خیالات سے ہوتی ہے۔ گہ خیال۔ ان تمام چیزوں میں فاسد خیالات کی آمیزش ہلاکت کا سبب ہے۔ بوالفضول۔ بیہودہ انسان۔ بوالحزن۔ غمگین۔

[2] آسیا۔ چکی۔ راغ۔ جنگل۔ میغ۔ بادل۔ ماغ۔ کہر، غبار۔ لیغ۔ بدول۔ لاغ۔ شوخی۔ کالہ۔ سامان۔ قماش۔ ریشمین کپڑا، گھر کا ساز و سامان۔ مفرش۔ فرش بچھانے کی جگہ۔ ہاں۔ ان فاسد خیالات کے دفعیہ کی یہی صورت ہے کہ انسان دل و جان سے لاحول پڑھتا رہے۔ وانما۔ اگر مفلس کا افلاس ثابت ہو جاتا ہے تو اس کو قید نہیں رکھا جا سکتا۔ گواہ۔ یعنی قیدی افلاس ثابت کر دیں گے۔

گفت ایشاں مُتّہم[1] باشند چوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ

وز تو می خواہند تا ہم وارہند
وہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کر لیں

جملہ اہل محکمہ گفتند ما
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم

ہر کرا پُرسید قاضی حالِ اُو
قاضی نے جس سے بھی اُس کا حال پوچھا

گفت قاضی کش بگردانید فاش
قاضی نے کہا اُس کو علی الاعلان گھماؤ

کو بکو او را منادیہا کنید
کوچہ کوچہ اُس کے بارے میں اعلانات کر دو

تا کسے نسیہ نبفروشد بدو
تاکہ کوئی اُس کے ہاتھ اُدھار نہ بیچے

ہر کہ دعویٰ آردش اینجا بفن
جو کوئی اُس پر اس جگہ چالاکی سے دعویٰ کرے گا

پیشِ من افلاسِ اُو ثابت شدست
میرے روبرو اُس کا افلاس ثابت ہو گیا ہے

آدمی در حبس دنیا زاں بود
انسان دنیا کے قید خانہ میں اسی وجہ سے ہوتا ہے

مفلسی دیورا یزدانِ ما
ہمارے خدانے شیطان کی مفلسی کا

کودغا و مفلس ست و بد سخن
کہ وہ (مجسم) دغا اور مفلس اور بد کلام ہے

ورکنی او را بہانہ آوری
اگر تو کرے گا تو اُس کے لئے بہانہ مہیا کرے گا

می گریزند از تو می گریند خوں
وہ تجھ سے گریزاں ہیں، تیری وجہ سے خون کے آنسو بہار ہے ہیں

زیں غرض باطل گواہی می دہند
اِس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

ہم بر اِدبار و بر افلاسش گوا
بھی اس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

گفت مولا دست زیں مفلس بشو
اُس نے کہا جناب! اِس سے دستبردار ہو جائیں

گرد شہر ایں مفلس ست وہم قلاش
شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

طبل افلاسش عیاں ہر جا زنید
علی الاعلان اُس کے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو

قرض ندہد ہیچ کس او را تسو
کوئی اُس کو آدھا جَو (بھی) قرض نہ دے

پیشِ زندانش نخواہم کردمن
اُس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

نقد و کالا[2] نیستش چیزے بدست
نقد اور جنس کچھ اُس کے پاس نہیں ہے

تابود کافلاسِ اُو ثابت شود
تاکہ اُس کا افلاس ثابت ہو جائے

ہم منادی کرد در قرآنِ ما
بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے

ہیچ با اُو شرکت و سودا مکن
تو کبھی اُس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

مفلس ست اُو صرفہ از وے کم بری
(وہ) مفلس ہے اُس سے ڈگری وصول نہ کر سکے گا

---

1. متّہم۔ اگر گواہی میں گواہ کی غرض ثابت ہو جاتی ہے تو اس کی گواہی معتبر نہیں رہتی ہے۔ غرض۔ صاحب غرض کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کش۔ کہ اش۔ قلاش۔ مفلس، کنگال۔ نسیہ۔ ادھار۔ تسو۔ چار جو کا وزن۔ ہر کہ۔ نادہند کی سزا قید ہے لیکن جبکہ اس کا افلاس ثابت ہو جائے تو پھر قید نہیں کیا جا سکتا۔
2. کالا۔ سامان۔ آدمی۔ انسان کو دنیا کی قید میں قدرت نے اسی لئے مقید کیا ہے تاکہ عمل صالح سے اس کا افلاس یا مالداری ثابت ہو سکے۔ مفلسی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کی مفلسی کا اسی لئے اعلان کیا ہے تاکہ کوئی اس سے کسی قسم کا معاملہ نہ کرے جیسا کہ قاضی نے اس مفلس کے بارے میں کرادیا تھا۔ صرفہ۔ یعنی زرِ ڈگری۔

حاضر آوردند[1] چوں فتنہ فروخت
جب فتنہ روشن ہوگیا (لوگ) لائے
اُشترے کردی کہ ہیزم می فروخت
ایک کردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

گرد بے چارہ بسے فریاد کرد
بیچارے کردی نے بہت فریاد کی
ہم موکّل را بدانگے شاد کرد
سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

اُشترش بُردند از ہنگامِ چاشت
چاشت کے وقت سے اُس کا اونٹ لے گئے
تا شب و افغان اُو سودے نداشت
رات تک کے لئے، اور اُس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا

برشُتر بنشست آں قحطِ گراں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا
صاحب اُشتر پئے اُشتر دَواں
اونٹ والا، اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

سو بسو و کو بکو می تاختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے
تاہمہ شہرش عیاں بشناختند
یہاں تک کہ تمام شہر نے اُس کو نمایاں طور پر پہچان لیا

پیشِ ہر حمام و ہر بازارگہ
ہر حمام اور ہر بازار کے سامنے
کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
سب لوگوں نے اُس کی صورت پر نگاہ ڈال لی

دہ منا دیگر بلند آوازیاں
دس بلند آواز، منادی کرنے والے
تُرک و کُرد و رُومیان و تازیاں
ترک، اور کرد، اور رومی، اور عرب

جُملگاں آوازہا برداشتہ
سب چیختے تھے
کایں ہمہ تخمِ جفاہا کاشتہ
کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

مفلس ست وایں ندارد ہیچ چیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے
تاکس اُو را قرض ندہد یک پشیز[2]
ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

ظاہر و باطن ندارد حبۂ
کھلا ڈھپا اُس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے
مفلسے قلبے دغائے دِبۂ
مفلس ہے کھوٹا ہے دغا باز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

بینوائے بد ادائے بے وفا
مفلس ہے، ناد ہند ہے، بے وفا ہے
ناں ربائے نرگدائے بے حیا
روٹی کا اُچکا ہے، پکا بھکاری ہے، بے شرم ہے

ہاں وہاں با اُو حریفی کم کنید
خبردار! خبردار! اُس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا
چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
چونکہ قینچی رکھتا ہے اِس لئے مضبوط گرہ لگا لو

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے
من نخواہم کرد زندان مُردہ را
میں مردے کو قید نہ کروں گا

---

[1] حاضر آوردند۔ چونکہ اس مفلس کا اعلان اور تشہیر کرنی تھی اور مفلس کو سارے شہر میں گھماتا تھا۔ کرد۔ ایک صحرا نورد قوم ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ موکل۔ کارندہ۔ دانگ۔ چہ رتی کے وزن کا سکہ ہے۔ شاد کرد۔ یعنی سپاہی کو ایک دانگ دے کر خوش کرنا چاہا تا کہ اس کا اونٹ چھوڑ دے۔ قحط گراں۔ یعنی وہ مفلس قیدی چونکہ وہ سب کو بھوکا مارتا تھا۔ نگہ۔ اس کو شناخت کرنے کے لئے سب نے اس کو دیکھا۔ دہ۔ دس آدمی مختلف زبانوں میں منادی کر رہے تھے۔

[2] پشیز۔ تانبے کا سکہ، پیسہ، دھیلا۔ حبہ۔ دانہ، رتی بھر چاندی کا سکہ۔ قلب۔ کھوٹا۔ دِبہ۔ دال کے زیر کے ساتھ، مٹی کا ڈھیر دال کے ضمہ کے ساتھ ریچھنی۔ بد ادا۔ نادہند، بد معاملہ۔ نر۔ بڑی حریفی۔ معاملہ۔ چونکہ۔ یہ گرہ کٹ ہے، جیب کی حفاظت رکھو۔ حکم۔ یعنی محکمہ قضا۔

خوش دم[1] ست وآں گلویش بس فراخ
بت بنا (باتونی) ہے اور اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے
گر بپوشد بہر مکر آں جامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے
حرفِ حکمت بر زبانِ ناحکیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات
گرچہ دُزدے حلۂ پوشیدہ است
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے
چوں شبانگہ[2] از شتر آمد بزیر
رات کو جب وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا
بر نشستی اُشترم را از پگاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے
گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس
(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟
چرخ افلاسم شنید اے پُر طمع
اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سن لی
طبل افلاسم بچرخِ سابعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک
گوش تو پُر بودہ است از طمع خام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پُر ہے
تا کلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سن لیا
تابشب گفتند و در صاحب شتر
وہ (منادی کرنے والے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے پر
ہست بر سمع و بصر مہر خدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مہر ہے

باشعارِ نو دثارِ شاخ شاخ
اوپر کا لباس نیا ہے اور اندرونی تاز تار ہے
عاریہ است آں تافریبد عامہ را
وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے
حُلّہائے عاریت داں اے سلیم
اے عزیز مانگی ہوئی پوشاک سمجھ
دست توچوں گیرد آں بریدہ دست
(مصافحہ میں) تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اسکا ہاتھ کٹا ہوا ہے
کرد گفتش منزلم دورست و دیر
کردی نے اُس سے کہا میرا مکان دور ہے اور (دیر ہوگئی ہے)
جو رہا کردم کم از اخراجِ کاہ
جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)
ہوشِ تو کونیست اندر خانہ کس
تیری ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!
تو نہ بشنیدی بگوشِ بے لمع
پھوٹے کان سے تو نے نہ سنی
رفت و تو نشنیدۂ ایں واقعہ
پہنچ گیا اور تو نے یہ واقعہ نہ سنا
پس طمع کری کند گوش اے غلام
اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے
مفلس ست و مفلس ست ایں قلتباں
(کہ) یہ دیوث مفلس ہے، مفلس ہے
بر نزد کو از طمع پُر بود و پر
اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا
در حجب بس صورت ست و بس صدا
بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

1. خوش دم۔ چرب زبان، باتونی۔ شعار۔ اوپری لباس۔ دثار۔ اندرونی لباس، یعنی بظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے لیکن بباطن برا شخص ہے۔ گر بپوشد۔ مانگ کر اچھا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے۔ حرف حکمت۔ بے وقوف شخص دانائی کی بات کہتا ہے تو وہ بھی کسی اور کی کہی ہوئی ہوتی ہے۔ گرچہ۔ چور کا عموماً ہاتھ کٹا ہوا ہوتا ہے، اگر وہ چھپانے کے لئے دراز آستین قمیص بھی پہن لے تو مصافحہ کے وقت راز کھل جاتا ہے، یہی بیوقوف کا حال ہے۔
2. شبانگہ۔ رات کے وقت۔ آمد۔ یعنی وہ مفلس اترا۔ پگاہ۔ صبح۔ رہا کردم۔ میں نے جو معاف کئے۔ کو۔ کہا۔ نیست۔ اندر خانہ کس۔ گھر میں کوئی لائق آدمی نہیں ہے، یہ محاورہ اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس پر کوئی نصیحت اثر نہ کرے۔ چرخ۔ آسمان۔ لمع۔ نور، روشنی، قوت سامعت مراد ہے۔ طبل۔ ڈھول۔ سابعہ۔ ساتواں۔ طمع خام۔ بیہودہ لالچ۔ کر۔ بہرا۔ قلتباں۔ دیوث، بھڑوا۔ حجب۔ حجاب کی جمع ہے۔ پردہ۔ بس۔ بہت۔

اُنچہ[1] او خواہد رساند آں بہ چشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے
از جمال و از کمال و از کرشم
(یعنی) حسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

وانچہ او خواہد رساند آں بگوش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے
از سماع و از بشارت وز خروش
(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں
اگرچہ تو اب اُن سے غافل ہے
وقت حاجت حق کند آنرا عیاں
ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ اُن کو ظاہر کر دے گا

گفت پیغمبرؐ کہ یزدانِ مجید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
از پئے ہر درد درماں آفرید
ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

گرچہ درمان جوئی و گوئی بجاں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے
کاے خدا درمان کارمن رساں
کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ و بو
لیکن تو اُس علاج کا رنگ بو نہیں دیکھے گا
بہر دردِ خویش بے فرمانِ او
اُس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے

چشم را اے چارہ جو در لا مکاں
اے علاج کی جستجو کرنے والے۔ آنکھ کو لا مکان میں
ہیں بنہ چوں چشم کشتہ[2] سوئے جاں
لگائے رکھ جسطرح مقتول کی آنکھ جان کیطرف (لگی رہتی ہے)

کون پُر چارہ است و ہیچت چارہ نے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے
تا کہ نگشاید خدایت روزنے
جبتک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست
یہ جہان، بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے
کہ زبے جائے جہاں راجا شدست
لامکاں (خدا کی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں) جگہ ملی ہے

باز گرد از ہست سوئے نیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ
گر تو از جاں طالب مولیستی
اگر تو (دل و) جاں سے مولا کا طالب ہے

جائے دخل ست ایں عدم ازوے مرم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر
جائے خرج ست ایں وجودِ بیش و کم
یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

کارگاہِ صنع حق چوں نیستی ست
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے
جز معطل درجہانِ ہست کیست
عالم ہستی میں بیکاری کے علاوہ کچھ نہیں ہے

---

1. انچہ۔ تمام تاثیرات اللہ تعالیٰ کی اجازت پر موقوف ہیں۔ کرشم۔ ناز و انداز۔ بگوش۔ آنکھ، کان وغیرہ اپنا کام جب کرتے ہیں جب خدا چاہتا ہے۔ وقت۔ قیامت کے روز یہ سب باتیں عیاں ہو جائیں گی۔ درماں آفرید۔ حدیث شریف میں ہے "خدا نے جو بیماری پیدا کی ہے، اس کی دوا بھی پیدا کی ہے۔" لہٰذا حق و باطل میں امتیاز نہ کر سکنے کے مرض کی بھی دوا ضرور ہے۔ لیک۔ اس مرض کی دوا بھی بتائید خداوندی حاصل ہو سکے گی۔ لامکاں۔ عالم ملکوت۔
2. چوں چشم کشتہ۔ مقتول کی آنکھیں عموماً پھیلی رہ جاتی ہیں تو گویا وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہے، تو بھی درد کے علاج کے لئے عالم ملکوت پر نظر رکھ۔ ایں جہاں۔ اس عالم کون و مکان کو ذات بے جہت اور لامکان نے پیدا کیا ہے، تو اسی کی طرف نظر رکھ اور جہت و مکان سے نگاہ ہٹا لے۔ قدم۔ یعنی لامکان عالم ملکوت۔ مرم۔ رمیدن سے نہی کا صیغہ ہے۔ کارگاہ۔ اللہ تعالیٰ نیست سے ہست کرتا ہے تو اس کی ایجاد کا تعلق نیستی سے ہے لہٰذا اپنے آپ کو نیست بنا لے۔

فی المناجات

اے خدائے پاک بے انباز[1] و یار　دست گیر و جرم مارا در گذار
اے خدائے پاک جو لاشریک و روزگار سے مستغنی ہے　دست گیری فرما اور ہماری خطا سے در گذر فرما

یاد دہ مارا سخنہائے رقیق　کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے　اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

ہم دعا از تو اجابت ہم زِتو　ایمنی از تو مہابت ہم زِتو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی　اطمینان تیری طرف سے ہے، ڈر بھی تجھی سے ہے

گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن　مصلحی تو اے تو سلطانِ سخن
اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے　اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنے والا ہے

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی　گرچہ جوئے خوں بود نیلش کنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اُس کو تبدیل کر سکتا ہے　اگر خون کی نہر ہو تو اُس کو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

ایں چنیں مینا گریہا کارِ تست　ایں چنیں اکسیر ہا اسرارِ تست
ایسی مینا کاری تیرا کام ہے　ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

آب[2] را و خاک را برہم زدی　زآب و گل نقش تن آدمؑ زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا　پانی اور مٹی سے آدمؑ کے جسم کی صورت بنا دی

نسبتش دادی بجفت و خال و عم　با ہزار اندیشۂ شادی و غم
(پھر) تو نے اُسکے ساتھ شوہر اور ماموں اور چچا (ہونیکی) نسبت قائم کر دی　مع ہزاروں شادی اور غم کے خیالات کے

باز بعضے را رہائی دادۂ　زیں غم و شادی جدائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا　اس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

بردۂ از خویش و پیوند و سرشت　کردۂ در چشم او ہر خوب زشت
(اُس کو) اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا　اُس کی نظر میں ہر لبھانے والی چیز کو برا بنا دیا

ہرچہ محسوس ست اُو ردمی کند　وانچہ ناپیداست مسند می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے　جو غیر محسوس ہے اُس کو سہارا بناتا ہے

عشق اُو پیدا و معشوقش نہاں　یار بیروں فتنۂ اُو در جہاں
اُس کا عشق ظاہر ہے اور اُس کا معشوق پوشیدہ ہے　یار (کائنات سے) باہر ہے، جہان میں اُس کا فتنہ ہے

---

[1] انباز۔ شریک، ساتھی۔ یار۔ مددگار۔ ہم دعا۔ خدا ہی ایسی دعا کی توفیق عطا فرماتا ہے جس کو وہ قبول کرلے۔ ایمنی۔ خدا کی غفاریت سے اطمینان ہے اور اس کی قہاریت سے ڈر ہے۔ گر خطا۔ دعا میں اگر کوئی غلط بات نکلے تو اس کی اصلاح فرما دے۔ کیمیا۔ جس طرح کیمیا تانبے کو سونا بنا دیتی ہے، اللہ تعالیٰ بھی سیئات کو حسنات میں تبدیل فرما دیتا ہے۔ مینا گری۔ کسی چیز میں آبگینے جڑنا یعنی خطا کو صواب بنا دینا۔ اکسیر ہا۔ یعنی گناہوں کو نیکیاں بنا دینا۔

[2] آب۔ جب اللہ تعالیٰ پانی اور مٹی سے اشرف المخلوقات بنا دیتا ہے تو برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کرنا معمولی بات ہے۔ نسبتش۔ معمولی آب و گل میں یہ نسبتیں بھی پیدا فرما دیں اور اس کو ایسا ذی حس بنا دیا کہ اس میں غم و شادی کے جذبات ہیں۔ باز۔ پھر انہی انسانوں میں سے بعض کو تمام دنیا سے بے نیاز کر کے اپنا بنا لیا۔ پیوند۔ تعلقات۔ سرشت۔ بناوٹ، خمیر۔ ہر خوب۔ یعنی وہ چیزیں جو خدا سے غافل بنائیں۔ محسوس۔ یعنی دنیاوی چیزیں۔ ناپیدا۔ یعنی حواس ظاہرہ سے غیر محسوس، اللہ تعالیٰ۔ مسند۔ بھروسہ کی چیز، معتمد علیہ۔ بیروں۔ یعنی دنیا و مافیہا سے باہر۔ فتنۂ۔ یعنی اس کے عشق میں جہان میں مبتلا ہے۔

هین[1] رہا کن عشقہائے صورتی — نیست برصورت نہ بروئے ستی

خبردار! صورت کے، عشقوں کو چھوڑو — وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

آنچہ معشوقست صورت نیست آں — خواہ عشق ایں جہاں خواہ آں جہاں

جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے — خواہ اس جہان (عالم ناسوت) کا عشق ہو یا اس جہان (عالم ملکوت) کا

آنچہ برصورت تو عاشق گشتۂ — چوں بروں شد جاں چرائش ہشتۂ

جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے — جب (اُس کی) جان نکل گئی تو اُس کو کیوں چھوڑا ہے

صورتش برجاست ایں سیری زچیست — عاشقا وا جوکہ معشوقِ تو کیست

اُس کی صورت موجود ہے یہ دل بھرنا کیوں ہے؟ — اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

آنچہ محسوس ست گر معشوقہ است — عاشققے ہرکہ اُورا حس ہست

اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے — تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

چوں وفا[2] آں عشق افزوں می کند — کے وفا صورت دگرگوں می کند

جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے — (تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

پرتو خورشید بر دیوار تافت — تابش عاریتے دیوار یافت

آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا — (تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کر لی

برکلوخے دل چہ بندی اے سلیم — واطلب اصلی کہ اُو تابد مقیم

اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے — اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

اے کہ[3] تو ہم عاشقی بر اصل خویش — خویش برصورت پرستاں دیدہ بیش

اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق ہے — اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ افضل سمجھتا ہے

پرتو عقل ست آں بر حس تو — عاریت میداں ذہب برمس تو

تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے — اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

چوں زراندود ست خوبی در بشر — ورنہ چوں شد شاہدِ تو پیر خر

انسان کا حسن ملمع کی طرح کا ہے — ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

---

[1] ہیں۔ پہلے اشعار میں عشق حقیقی کا ذکر تھا، اب عشق مجازی سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہے۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم ناسوت کا عشق۔ آنجہاں۔ یعنی عالم ملکوت کا عشق۔ آنچہ۔ اگر معشوق دراصل صورت ہے تو مرجانے کے بعد بھی تو وہ صورت باقی ہے، اب اس سے عشق کیوں نہیں ہے، یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی پہلی دلیل ہے۔ محسوس۔ صورت کے معشوق نہ ہونے کی دوسری دلیل ہے یعنی صورت جس کا حواس سے ادراک ہوتا ہے اگر وہی معشوق ہے تو جانوروں کو بھی اس سے عشق ہونا چاہئے تھا کیونکہ صورت کو تو وہ بھی دیکھتے ہیں۔

[2] چوں وفا۔ یہ صورت کے معشوق نہ ہونے کی تیسری دلیل ہے، معشوق کی وفا سے عشق میں اضافہ ہوتا ہے حالانکہ صورت وہی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ عشق کا تعلق صورت سے نہیں ہے۔ خورشید۔ یعنی اللہ تعالیٰ، اصل جمال، جمال حق ہے اور ممکنات پر اس کا پرتو ہے لہٰذا اس سے عشق کا تعلق ہے، جب یہ حال ہے تو پھر عشق اصل سے ہی کرنا چاہئے۔ کلوخ۔ یعنی جس پر اصل جمال کا پرتو پڑا ہے۔

[3] اے کہ تو۔ بعض لوگ مجازی معشوق کو معشوق حقیقی کا مظہر قرار دے کر اس سے عشق کرتے ہیں اور اپنے آپ کو صورت پرستوں سے افضل سمجھتے ہیں، یہ محض ان کے عقلی ڈھکوسلے ہیں اور یہ ان کی ملمع سازی ہے، عقلی دلائل کے زور سے حقیقت نہیں بدلتی ہے۔ زراندود۔ ملمع کیا ہوا۔ شاہد۔ معشوق یعنی حسین معشوق بھی بڑھاپے میں بوڑھے گدھے جیسا نظر آنے لگتا ہے۔

چوں فرشتہ بود ہمچوں دیو شد
فرشتہ جیسا تھا، بھوت جیسا بن گیا

اندک اندک[1] می ستاند آں جمال
(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے

رَو نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ بخواں
جا نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ کو پڑھ

کاں جمالِ دل جمالِ باقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے

خود ہم اُو[2] آب ست وہم ساقی و مست
خود ہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے

آں یکے را تو ندانی از قیاس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا

معنی تو[3] صورت ست و عاریہ
تیری اصل (بھی) صورت ہے اور عارضی ہے

آں بود معنی کہ بستاند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کر دے

نبود آں معنی کہ کور و کر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے

کور را قسمت خیال غم فزاست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں

حرفِ قرآں را ضریراں معدنند
اندھے قرآن کے حروف کی کان ہیں

کاں ملاحت اندر و عاریہ بد
کیونکہ اُس میں حسن عارضی تھا

اندک اندک خشک می گردد نہال
آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہو جاتا ہے

دل طلب کن دل منہ بر استخواں
دل کی طلب کر، ہڈی سے دل نہ لگا

دو لبش از آبِ حیواں ساقی ست
اُس کے دونوں ہونٹ آبحیات کے ساقی ہیں

ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست
جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

بندگی کن ژاژ کم خاناشاس
اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

بر مناسب شادی و بر قافیہ
مناسب (اعضا) اور موزونیت پر تو خوش ہے

بے نیاز از نقش گرداند ترا
تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

بر ترا بر نقش عاشق تر کند
تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے

بہرۂ چشم ایں خیالاتِ فناست
(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

خر نہ بینند و بپالاں برزنند
گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

---

[1] اندک اندک۔ اللہ تعالیٰ اپنے جمال کو انسان سے واپس لے لیتا ہے اور سرسبز وشاداب چیز جھاڑ بن جاتی ہے۔ نعمرہ۔ قرآن پاک میں ہے ومن نعمرہ ننکسہ فی الخلق ''اور جس کو ہم بڑی عمر دیتے ہیں، اس کو بناوٹ میں الٹا گھٹاتے ہیں۔'' دل۔ یعنی اللہ تعالیٰ۔ استخواں۔ یعنی ممکنات۔ جمال دل۔ اللہ تعالیٰ کا حسن۔ دولبش۔ اس کے دونوں ہونٹ، بعض نسخوں میں دولعلش ہے یعنی اس کا عشق۔

[2] خود ہم او۔ جب انسان کی خودی مٹ جاتی ہے تو تمام ممکنات میں اس کو وجود واحد ہی نظر آتا ہے۔ یکے۔ یعنی ذات احد۔ قیاس۔ یعنی عقلی دلائل۔ بندگی۔ یعنی ذات خداوندی کو مجاہدات کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے۔ ژاژ۔ ایک کڑوی اور خاردار گھاس ہے جس کو اونٹ بھی نہیں کھا سکتا ہے، اسی سے ژاژ خائیدن بمعنی بکواس کرنا ہے۔

[3] معنی تو۔ یعنی جس کو تو حقیقت سمجھ کر عاشق ہوا ہے، وہ بھی محض صورت ہے اور تیرا عشق محض معشوق پر مناسب اور موزوں اعضاء کی وجہ سے ہے۔ عاریہ۔ عارضی۔ قافیہ۔ موزونیت۔ آں بود۔ حقیقت کا عشق انسان کی خودی مٹاتا ہے اور صورت پرستی سے بے نیاز بنا دیتا ہے۔ کور و کر۔ یعنی حقیقت سے۔ کور را۔ یعنی حقیقت بینی سے محروم شخص۔ ضریر۔ اندھا۔ معدن۔ کان۔ خر نہ بینند۔ چشم بصیرت کے اندھے حقیقت کو چھوڑ کر مجاز پر فریفتہ ہیں۔

چوں تو بینائی[1] پے خررو کہ جست
اگر تو بینا ہے، گدھے کا پیچھا کر جو کہ کود گیا

چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا

کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب تک تیری جان ہے رزق ناپید نہ ہوگا

خرچو باشد کم نیاید اے عمو
اے چچا! جب گدھا ہوگا (پالان کی) کمی نہ ہوگی

خود بہ پشتش رُو نہد پالان او
خود بخود اُس کی کمر پر اُس کا پالان آجائے گا

پشت خر دُکانِ مال و مکسب ست
گدھے کی کمر، اور مال کی کمائی کی جگہ ہے

جانِ تو سرمایۂ صد قالب ست
تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے

خر برہنہ[2] برنشین اے بوالفضول
اے ہوا اسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا

خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسولؐ سوار نہیں ہوئے؟

اَلنَّبِیُّ قَدْ رَکِبَ مَعْرُوْرِیًا
نبیؐ ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے

وَالنَّبِیُّ قِیْلَ سَافَرَ مَا شِیًا
کہا گیا ہے نبیؐ نے پیدل سفر کیا

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است
بلکہ وہ شاہِ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں

بارِ این وآں بسے بِذ رفتہ است
اِس کا اور اُس کا بوجھ بہت اُٹھایا ہے

شد خر نفس تو برمیخش بہ بند
تیرا خرنفس (قبضہ سے) نکل گیا اُس کو کھونٹے سے باندھ

چند بگریزد ز کاروبارِ چند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟

بارِ صبر و شکر اورا برد نیست
صبر اور شکر کا بوجھ اُس کو اٹھانا ہے

خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

ہیچ وازِر وزِر غیرے برنداشت
کسی بوجھ اُٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھایا

ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

طمع خام ست آں مخور خام اے پسر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا

خام خوردن علت آرد در بشر
کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پالیا

من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دکان کی جستجو کیوں کروں؟

---

1. چوں تو بینائی۔ صاحب بصیرت کو اصلی مقصود کے درپے ہونا چاہئے، فروعات میں نہ پھنسنا چاہئے۔ خر چو ہست۔ جب مقصود حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے لوازم بھی مہیا ہو جاتے ہیں۔ پشت خر۔ ایک چیز جو ایک چیز کے اعتبار سے مقصود بالذات ہوتی ہے اور دوسری چیز کے اعتبار سے وہ اصلی مقصد نہیں ہوتی ہے، گدھا، پالان کے اعتبار سے مقصود ہے لیکن کمائی کے اعتبار سے اصل مقصد نہیں ہے بلکہ گدھے سے کما کر کھانا اصلی مقصد ہے۔
2. خر برہنہ۔ اصل مقصد سے سروکار رکھنا چاہئے خواہ فروع نہ حاصل ہوں، اگر پالان نہ بھی ہو تو گدھے پر سوار ہو جانا چاہئے اور اگر گدھا بھی نہ ہو تو منزل تک پیدل ہی چلنا چاہئے۔ شد خر نفس۔ نفس امارہ کو قابو میں رکھنا چاہئے اور اس کی حیلہ جوئی کی وجہ سے مجاہدات سے باز نہ رہنا چاہئے۔ بارِ صبر۔ انسان کو لامحالہ اپنے فرائض انجام دینے ہیں۔ وازِر۔ بوجھ اٹھانے والا۔ وزر۔ بوجھ۔ ہیچ کس۔ بغیر عمل کے کوئی پھل نہیں ملتا ہے۔ طمع خام۔ بے بنیاد لالچ۔ خام۔ کچا۔ علت۔ بیماری۔ کاں فلانے۔ یہ بے بنیاد لالچ ہے۔

کار بخت ست آن و آنہم نادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے
کسب باید[1] کرد تا تن قادرست
جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہئے

کسب کردن گنج را مانع کے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟
پا مکش از کارِ آں خود در پے ست
کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

تا نگردی تو گرفتارِ اگر
تو اگر مگر میں ہرگز نہ پھنس
کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

کز اگر گفتن رسولِ باوفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اگر کہنے سے
منع کرد[2] و گفت ہست آں از نفاق
منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کاں منافق در اگر گفتن بمرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا
وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

اے بساکس مردہ در بوک و مگر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے
از نہالِ عاقبت ناخوردہ بر
آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

در نمی یابی تو نقصانِ اگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا
ایں مثل بشنو کہ در یابی مگر
تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

حکایت در معنی ایں بیت "اگر را با مگر" ہم جفت کردند از ایشاں بچہ آمد کاشکے نام

اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انہوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کر دی اُن سے "کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا
دوستے بُردش سوئے خانہ خراب
ایک دوست اُس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

گفت اُو ایں را اگر سقفے بدے
اُس (دوست) نے کہا کہ اگر (اُس گھر پر) چھت ہوتی
پہلوئے من مر تُرا مسکن شدے
میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ (ہوتی)

ہم عیالِ تو بیا سودے اگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا، اگر
درمیانہ داشتے حجرہ دگر
دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ور رسیدے میہماں روزے ترا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا
ہم بیا سودے اگر بودیت جا
وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

کاشکے معمور بودے ایں سرا
کاش یہ مکان آباد ہوتا
خانۂ تو بودے ایں بوریا
تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

---

1. کسب باید۔ شیخ چلی کی باتوں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ہے جب تک انسان میں طاقت ہے کام کرنا چاہئے۔ کسب کردن۔ انسان جس غیبی خزانے کے لالچ میں پڑا ہے، کما کر کھانا اس کے لئے کب مانع ہے، اگر ملنا ہے تو وہ بھی خود مل جائے گا۔ تا نگردی۔ اگر مگر میں پھنسنا کسب اور عمل سے مانع بنتا ہے اور اس سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کز۔ اگر مگر میں پھنسنا۔ یقین کے منافی ہے اور یقین عین ایمان ہے لہٰذا اگر مگر میں پھنسا ہوا انسان مومن نہیں ہو سکتا۔

2. منع کرد۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ان لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّیْطَانِ اگر مگر کا خیال شیطانی کام کا دروازہ کھولتا ہے۔ بوک۔ یہ "بود کہ" کا مخفف ہے یعنی شاید کہ، یہ جملہ بھی شکی انسان بولتا ہے۔ اگر۔ یعنی لفظ اگر کہنے کا نقصان۔ اگر را با مگر۔ "اگر" اور "مگر" کا نکاح کیا، اس سے "کاشکے" بچہ پیدا ہوا۔ خانہ خراب۔ ڈھیا ہوا گھر۔ عیال۔ بال بچے۔ معمور۔ آباد۔

گفت آرے[1] پہلوئے یاراں خوش است
(مسافر نے) کہا بے شک دوستوں کا پڑوس اچھا ہے
ایں ہمہ عالم طلبگارِ خوش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے
طالب زر گشتہ جملہ پیر و خام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں
پرتوے برقلب زد خالص ببیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے
گر محک داری گزیں کن ورنہ رو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا
پس محک[2] باید میانِ جانِ خویش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہئے
بانگ غولاں ہست بانگ آشنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے
بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے کہ خبردار اے قافلے!
نامِ ہریک می برد غول اے فلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!
چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ و شیر
وہ جب اُس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے
چہ بود آں بانگ غول اے نیک خو
اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟
از درونِ خویش ایں آواز ہا
اپنے اندر سے اِن آوازوں کو

لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
لیکن اے جان (من) "اگر" میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے
وز خوشِ تزویر اندر آتش اند
لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں
لیک قلب از زر نداند چشم عام
لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے
بے محک زر را مکن از ظن گزیں
بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے
نزدِ دانا خویشتن را کن گرو
اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے
ور نداری رہ مرو تنہا بہ پیش
اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ
آشنائے کو کشد سوئے فنا
(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کی طرف کھینچتا ہے
سوئے من آئید نک راہ و نشاں
میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے
تا کند آں خواجہ را از آفلاں
تاکہ اُن صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کر دے
عمر ضائع راہ دور و روز دیر
عمر برباد (ہوئی) راستہ دور رہ گیا، اور دن بے وقت (ہو گیا)
مال خواہم جاہ خواہم آبرو
مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)
منع کن تا کشف گردد راز ہا
روک دے تاکہ راز کھلیں

[1] آرے۔ ہاں۔ در اگر۔ اگر مگر کا جو خیالی مکان ہے اس میں رہائش نہیں ہو سکتی ہے۔ ایں ہمہ عالم۔ سب یہ چاہتے ہیں کہ آخرت کی کامیابی حاصل ہو لیکن شیطان ان کو گمراہ کر دیتا ہے اور وہ آتش حسرت میں جلتے ہیں جیسا کہ اس مسافر کے ساتھ اس دوست نے کیا۔ طالب زر۔ ہر انسان نیک عمل چاہتا ہے لیکن شیطان نے جو ملمع سازی کی ہے وہ نہیں پہچان سکتا ہے۔ پرتوے۔ شیطان برے اعمال کو مزین کر کے دکھا دیتا ہے اگر کوئی ایسا صاحب باطن ہو کہ خود اس فریب کو سمجھ سکے تو امتیاز کر کے عمل کرے ورنہ اپنے آپ کو کسی شیخ کامل کے سپرد کر دے تاکہ وہ شیطانی اور رحمانی عمل میں امتیاز کر دے۔

[2] محک۔ کسوٹی یعنی برے بھلے میں تمیز کرنے کا نورِ فراست۔ غولاں۔ چھلاوے جو مسافر کو راستہ سے بھٹکا دیتے ہیں۔ آشنا۔ دوست۔ نک۔ اینک، اینست۔ نشاں۔ یعنی نشانِ منزل۔ آفلاں۔ آفل کی جمع ہے، غائب ہونے والا۔ چہ بود۔ چھلاوے کی آواز انسان کے اپنے اندرونی جذبات ہیں جو مال اور جاہ اور آبرو سے متعلق ہیں۔ راز ہا۔ یعنی حقیقت کے اسرار۔

ذکر حق کن بانگ غولاں را بسوز
اللہ کا ذکر کر، چھلاووں کی آواز کو پھونک دے

چشم چوں نرگس[1] ازیں کرگس بدوز
نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کر لے

صبح کاذب را زصادق وا شناس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان

رنگ مے را باز داں از رنگ کاس
شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

تا بود کز دیدگانِ ہفت رنگ[2]
ہوسکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے

دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
صبر اور استقلال، ایک آنکھ پیدا کر دے

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے

گوہراں بینی بجائے سنگہا
سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے

آفتابِ چرخ پیمائی شوی
آسمان کو طے کرنے والا، سورج بن جائے

کارکن در کارگاہ باشد نہاں
کاریگر، کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے

تو برو در کارگہ بینش عیاں
تو جا، کارخانہ میں اُس کا مشاہدہ کر لے

کار[3] چوں برکارکن پردہ تنید
کام نے جب کہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے

کارکن بر کارگہ باشد پدید
کاریگر کارخانہ میں رونما ہو گا

خارجِ ایں کار نتوانیش دید
کام سے علیحدہ تو اُس کو نہ دیکھ سکے گا

منتظر در کارگہ آید پدید
جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہو گا

کارگہ چوں جائے باشِ عامل ست
جب کہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے

آں کہ بیرون ست ازوے غافل ست
جو اُس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اُس کے غافل ہے

پس در آدر کارگہ یعنی عدم
لہٰذا کارخانہ یعنی عدم میں آ

تابہ بینی صنع و صانع را بہم
تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چوں جائے روشن دید گیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے

پس برونِ کارگہ پوشید گیست
پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے

---

1. چشم چوں نرگس۔ نرگس کی آنکھ بے نور اور حسین ہونے میں ضرب المثل ہے یہاں دونوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ کرگس۔ گدھ، مردہ خوری میں مشہور ہے۔ صبح۔ آسمان کے مشرقی کنارے پر پہلے سفیدی آتی ہے وہ صبح کاذب کہلاتی ہے، اس لئے کہ اس کے بعد پھر تاریکی آجاتی ہے، اس تاریکی کے بعد کی سفیدی کو صبح صادق کہا جاتا ہے جو در اصل صبح ہے یعنی اصل کو عارضی چیز سے جدا کر لینے کی استعداد پیدا کر۔
2. دیدگانِ ہفت رنگ۔ انسان کی آنکھ میں سات پردے ہیں جن کو ہفت رنگ کہا ہے۔ دیدہ۔ یعنی صبر و استقلال دل کی آنکھ کھول دے گا۔ رنگہا۔ جب قلب کی آنکھ کھل جائے گی تو اصل حقیقت واضح ہو جائے گی۔ گوہرے۔ یعنی صرف گوہر کو دیکھنا ہی نہیں بلکہ تو ایسا سمندر بن جائے گا جس میں موتی پیدا ہوتے ہیں اور عالم بالا کی سیر کرنے لگے گا۔ کارکن۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی مصنوعات و مخلوقات میں دیکھا جا سکتا ہے، مصنوع سے صانع کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے۔
3. کار۔ اللہ کی صنعت اس کے لئے پردہ پوش ہے تو اب اس کو کارگاہِ عالم ہی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کارگہ۔ کاریگر کارخانہ میں ہوتا ہے، اس کو باہر تلاش کرنا بے وقوفی ہے۔ یعنی عدم۔ اپنے وجود اور ہستی کو فنا کرنے کے بعد ہی وجودِ واحد کا مشاہدہ ہو سکتا ہے۔ کارگہ۔ کارخانۂ عالم۔ ہستی کو ختم کر کے مشاہدۂ حق کرنے کا مقام ہے، جب تک انسان اپنی ہستی کا قائل ہے وہ مشاہدہ سے محروم ہے۔

روبہ ہستی داشت فرعونِ[1] عنود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا
لا جرم از کارگاہش کور بود
لا محالہ اُس کے کارخانہ سے اندھا تھا

لا جرم میخواست تبدیل قدر
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا
تا قضا را باز گرداند ز دَر
تا کہ (اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے واپس لوٹا دے

خود قضا بر سُبلتِ آں حیلہ مند
فیصلہ (خداوندی) اُس حیلہ گر کی مونچھوں پر
زیرِ لب می کرد ہر دم ریشخند
ہر وقت زیرِ لب مسکرا رہا تھا

صد ہزاراں طفل کشت اُو بے گناہ
اُس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے
تا بگردد حکم و تقدیرِ اِلٰہ
تا کہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

تاکہ موسیٰؑ نبی ناید بروں
تاکہ موسیٰؑ نبی ظاہر نہ ہوں
کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
اُسنے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰؑ زادہ شد
اُس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰؑ پیدا ہو گئے
وز برائے قہرِ اُو آمادہ شد
اور اُس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

گر بدیدے کارگاہِ لا یزال
اگر وہ (خدائے) لا یزال کا کارخانہ دیکھ لیتا
دست و پایش خشک گشتے زاحتیال
حیلہ گری سے اُس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

اندرونِ خانہ[2] اش موسیٰؑ معاف
اُس کے گھر میں موسیٰؑ آرام سے تھے
وز بروں می کشت طفلاں را گزاف
وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

ہمچو صاحب نفس کو تن پَرورد
اُس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے
بر دِگر کس ظنِ حقدے می بَرد
دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

کایں عدو وآں حسود و دشمن ست
کہ یہ دشمن، اور وہ حاسد، اور مخالف ہے
خود حسود و دشمن اُو آں تن ست
(حالانکہ) اُس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

اُو چو موسیٰؑ و تنش فرعونِ اُو
وہ موسیٰؑ کی طرح ہے اور اُس کا جسم اُس کا فرعون ہے
اُو بہ بروں می دَوَد کہ کو عدو؟
وہ باہر بھاگا پھرتا ہے، کہ دشمن کہاں ہے؟

نفس اندر خانۂ تن نازنین
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے
بر دگر کس دست می خاید بکیں
وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

---

[1] فرعون۔ فرعون اپنی ہستی کی طرف متوجہ تھا لہٰذا وہ کارگاہِ عدم سے اندھا تھا۔ تبدیل قدر۔ مقدر یہ ہو چکا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام اس کی سلطنت کو زیر و زبر کر دیں گے۔ سبلت۔ مونچھ، بر سبلت کسے خندیدن کے معنی یہ ہیں کسی کو بنظر حقارت دیکھنا۔ ریش خند۔ مذاق اڑانا۔ طفل۔ بنی اسرائیل کے نومولود لڑکوں کو قتل کرا دیتا تھا۔ تاکہ موسیٰ علیہ السلام فرعون کو اس کی ایک خواب کی تعبیر میں بتایا گیا تھا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لڑکا اس کی سلطنت کے زوال کا سبب بنے گا۔ کارگاہِ لا یزال۔ اللہ تعالیٰ کا کارخانہ قدرت۔ احتیال۔ قضاءِ الٰہی سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل۔

[2] اندرونِ خانہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے گھر میں ہو رہی تھی اور باہر اس نے قتل عام کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ ہمچو صاحب نفس۔ جو انسان تن پروری کر رہا ہے اور دوسروں پر دشمنی کا گمان کر رہا ہے، اس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ اصل دشمن موسیٰ علیہ السلام کو پال رہا تھا اور بے قصور بچوں کو قتل کرا رہا تھا۔ آں تن ست۔ تن پروری روح کی موت کا سبب ہے تو اصل دشمن انسان کا تن ہے۔ او۔ یعنی اس کی روح۔ نفس اندر تن۔ یعنی نفس امارہ۔ نازنین۔ نازوں سے پلا ہوا۔

ملامت کردن[1] مردم شخصے راکہ مادر را کشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا
ہم بزخم خنجر وہم زخم مشت
خنجر کے زخم اور مکوں کی مار سے

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ بد ذاتی کی وجہ سے
یاد ناوردی تو حق مادری
تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

ہے چرا کشتی وُرا اے زشت رُو
افسوس! اے بدرو تو نے اُس کو کیوں مار ڈالا؟
می نگوئی اُوچہ کرد آخر بتو
کیوں نہیں بولتا؟ آخر اُس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہیچ کس کشت ست مادر اے عنود
اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟
می نگوئی کوچہ کرد آخر چہ بود
کیوں نہیں بولتا کہ اُس نے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

گفت کارے کردکانِ عارِ ویست
اُس نے کہا، اُس نے وہ کام کیا جو اُس کے لیے عار تھا
کشتمش کاں خاک ستارِ ویست
میں نے اُسکو قتل کردیا کیونکہ مٹی (ہی) اُسکی پردہ پوشی کرنے والی ہے

متہم شد بایکے زاں کشتمش
وہ ایک کے ساتھ متہم ہوئی اس لیے میں نے اُس کو قتل کردیا
غرق خوں در خاک گور آغشتمش
خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اُس کو ملا دیا

گفت آں کس رابکش اے محتشم
اُس نے کہا، اے بھلے اُس شخص کو قتل کر
گفت پس ہر روز مردے راکشم
اُس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

کشتم اُو را رستم از خونہائے خلق[2]
میں نے اُس کو قتل کردیا، لوگوں کے خون سے چھٹکارا پالیا
نائے او برّم بہ است ازنائے خلق
اُس کا گلا کاٹوں یہ اُس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

نفس تست آں مادرِ بد خاصیت
وہ بد عادت ماں تیرا نفس ہے
کہ فسادِ اُوست درہر ناحیت
کہ ہر جانب اِسی کا فساد ہے

ہیں بکشش اُو راکہ بہرآں دنی
آگاہ! اُس ہی کو قتل کر اُس کمینے کی وجہ سے
ہر دمے قصد عزیزے می کنی
تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

از وَے ایں دنیائے خوش برتست تنگ
اس ہی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے
از پئے اُو باحق و باخلق جنگ
اس ہی کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

نفس کشتی باز رستی ز اعتذار
(اگر) تو نے نفس کو مار ڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائے گا
کس ترا دشمن نہ ماند در دیار
دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

---

[1] ملامت کردن۔ اس حکایت کا منشاء یہ ہے کہ برائی کی جڑ کو ختم کرنا چاہیے، نفس امارہ ہی سب برائیوں کی جڑ ہے۔ زخم مشت۔ گھونسوں کی چوٹ۔ بد گوہری۔ اس میں یاء کو مصدری اور خطاب کے لئے مان کر دو طرح ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ عنود۔ سرکش۔ کارے۔ یعنی وہ ایک اجنبی سے ملوث تھی۔ خاک۔ یعنی قبر کی مٹی ہی اس کی پردہ پوش ہے۔ آں کس۔ یعنی جس کے ساتھ وہ متہم ہوئی تھی۔

[2] خونہائے خلق۔ یعنی آج جس سے متہم ہے اس کو قتل کروں، کل کو کسی دوسرے سے متہم ہو تو اس کو قتل کروں۔ نفس۔ انسان کی تمام برائیاں نفس امارہ کی وجہ سے ہیں۔ ناحیت۔ گوشہ، جانب۔ آں دنی۔ کمینہ نفس۔ از وے۔ اس نفس کی وجہ سے۔ اعتذار۔ عذر خواہی، ایک دوسرے سے دشمنی کرتا ہے اور پھر اس کو معذرت بھی کرنی پڑتی ہے، جب دشمنی ختم ہو جائے گی تو معذرت کی ضرورت نہ رہے گی۔

گر شکال آرد کسے بر گفت ما — از برائے انبیا و اولیا
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے — انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

کانبیاء[1] را نے کہ نفس کشتہ بود — پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا — تو اُن کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

گوشِ نہ تو اے طلبگارِ صواب — بشنو ایں اشکال و شبہت را جواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر — اِس اشکال اور شبہ کا جواب سن لے

دشمن خود بودہ اند آں منکراں — زخم بر خودمی زدند ایشاں چناں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے — اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کررہے تھے

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند — دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے — دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

نیست خفاشک[2] عدوِ آفتاب — او عدوِ خویش آمد در حجاب
چمگادڑ، سورج کی دشمن نہیں ہے — وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

تابش خورشید اُو را می کشد — رنج اُو خورشید ہرگز کے کشد
سورج کا نور اُس کو مارے ڈالتا ہے — اُس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

دشمن آں باشد کزو آید عذاب — مانع آید لعل را از آفتاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے — لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

مانع خورشند جملہ کافراں — از شعاعِ جوہر پیغمبراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں — پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

کے حجاب چشم آں فردند خلق — چشم خود را کور و کژ کردند خلق
لوگ اُس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟ — لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آپ کو) بہرا بنا لیا ہے

چوں غلام ہندوی کوکیں کشد — از ستیز خواجہ خود را می کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے — آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

سرنگوں می افتد از بامِ سرا — تازیانے کردہ باشد خواجہ را
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے — تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

گرشود بیمار دشمن باطبیب — ورکند کودک عداوت با ادیب
اگر بیمار، طبیب کا دشمن ہوجائے — اگر بچہ اُستاد سے عداوت کرے

---

[1] کانبیاء۔ یہ اشکال کی وضاحت ہے کہ انبیاء اور اولیاء نے تو اپنے نفس امارہ کو مار دیا تھا پھر ان سے دشمنی اور حسد کیوں تھا۔ دشمن خود۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے دشمن ان کے دشمن نہ تھے بلکہ اپنے دشمن تھے کیونکہ دشمنی کے نقصانات خود ان کو پہنچتے تھے۔ قصد جاں۔ یعنی روح اور اس کے مراتب کو نقصان پہنچائے۔ می کند۔ خود مخالفوں کی روح تباہ ہوئی۔

[2] خفاشک۔ ذلیل چمگادڑ خود ہی آفتاب کے نور سے محروم ہے، اس کے نور میں خلل انداز نہیں ہے۔ عذاب۔ یعنی دشمن تو وہ ہے جس کی دشمنی سے منافع کو نقصان پہنچے۔ لعل۔ لعل آفتاب سے فیض حاصل کرتا ہے۔ کے حجاب۔ اپنے زمانہ کے یکتا کے ساتھ دشمنوں کی دشمنی ان کی آنکھ کا حجاب نہیں بن سکتی ہے بلکہ دشمن خود اپنے آپ کو اندھا اور بہرہ بنا لیتے ہیں۔ کیں۔ کینہ۔ ستیز۔ لڑائی جھگڑا۔ خواجہ را۔ خواجہ کو نقصان کیا پہنچا، دشمنی میں خود اس نے اپنے آپ کو ہلاک کر لیا۔

در حقیقت دشمن جانِ خودند — راہِ عقل[1] و جانِ خود را خود زدند

درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں — اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گاز رے گر خشم گیرد ز آفتاب — ماہیے گر خشم می گیرد زآب

دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے — مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں — عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں

تو غور کر، نقصان کس کا ہے — آخر کار اُس سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا؟

گر ترا حق آفریند زشت رُو — ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خو

اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہے — خبردار، بدصورت اور بد عادت نہ بن

ور بود کفشت مَرو در سنگلاخ — ور دو شاخستت مشو[2] تو چار شاخ

اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں نہ چل — اگر تیری دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن

تو حسودی کز فلاں من کمترم — می فزاید کمتری در اخترم

تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں — وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے

خود حسد نقصان و عیب دیگرست — بلکہ از جملہ بدیہا بدترست

خود حسد ایک دوسرا عیب اور نقصان ہے — بلکہ تمام برائیوں سے برا ہے

آں بلیس از ننگ و عارِ کمتری — خویشتن افگند در صد ابتری

شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے — اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

از حسد می خواست تا بالا بود — خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود

اُس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اُونچا بنے — اُونچا تو کیا بنتا، بلکہ خون آلود ہو گیا

آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت — وز حسد خود را ببالا می فراشت

ابوجہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی — اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

بوالحکم نامش بدو بوجہل شد — اے بسا اہل از حسد نا اہل شد

اُس کا نام بوالحکم تھا، بوجہل ہو گیا — بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نا اہل بنے

من ندیدم در جہانِ جستجو — ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو

میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی — کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

---

1. راہِ عقل۔ نہ عقل کی تکمیل ہوگی نہ جان کی بالیدگی ہوگی۔ گازر۔ دھوبی کو کپڑے سکھانے کے لئے دھوپ کی ضرورت ہے۔ ماہیے۔ مچھلی کو اپنی زندگی کے لئے پانی کی ضرورت ہے۔ سیاہ اختر۔ بدنصیب۔ گر ترا۔ ایک عیب ہے تو اس میں اضافہ نہ کرنا چاہئے۔ انبیاء اور اولیاء کے دشمنوں میں جہل تو تھا ہی دشمنی کر کے اور اپنے آپ کو تباہ کر لیا۔ ور بود۔ پیادہ پا جوتے پہن کر چلنا ایک مصیبت ہے، اس کو پتھریلی زمین پر چل کے دوگنا نہ کر۔ شاخ۔ سینگ، ٹہنی، ٹکڑا۔

2. مشو۔ یعنی اپنی مصیبت میں اضافہ نہ کر۔ تو حسودی۔ حسد کی بنیاد دوسرے کے مال و جاہ کی زیادتی ہے۔ حاسد کا مال تو کم ہی ہوتا ہے۔ حسد کر کے اور مصائب میں اضافہ کرتا ہے۔ ابلیس۔ شیطان نے حضرت آدم پر حسد کیا اور سو مصیبتوں میں اپنے آپ کو پھنسا دیا۔ از حسد۔ حسد کی وجہ سے بلندی تو کیا ملتی، تباہ ہو گیا۔ ابوجہل۔ آنحضور ﷺ کے چچا عمر بن ہشام کو ابوالحکم کہا جاتا تھا، وہ سب کے فیصلے کرتا تھا، حسد میں مبتلا ہوا تو ابوجہل یعنی نادان لقب پڑا۔ خوئے نکو۔ نیک خصلت ہونا سب سے بڑی خوبی ہے۔

انبیا[1] را واسطہ زاں کرد حق — تا پدید آید حسدہا در فلق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے — تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہو جائے

در گذر از فضل وز چستی و فن — کار خدمت دارد و خلق حسن
بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے در گزر کر — خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

زانکہ کس را از خدا عارے نبود — حاسد حق ہیچ دیارے نبود
اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی — کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

آں کسے کش مثل خود پنداشتے — زاں سبب با اُو حسد برداشتے
جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے — اُس سے اِسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

چوں مقرر شد بزرگی رسولؐ — پس حسد ناید کسے را از قبول
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑائی طے ہو گئی — تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

پس بہر دورے ولی قائم ست — تا قیامت آزمائش دائم ست
ہر زمانے میں ایک ولی قائم ہے — قیامت تک دائمی آزمائش ہے

ہر کرا[2] خوئے نکو باشد برست — ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
جس کی اچھی عادت ہوگی وہ نجات پا گیا — جس کا دل شیشے کا ہو گا وہ ٹوٹ گیا

پس امامِ حی و قائم آں ولی ست — خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ ست
زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے — خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

مہدی و ہادی ویست اے نیکخو — ہم نہان وہم نشستہ پیش رُو
اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے — چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

اُوچو نورست و خرد جبرئیل اُو — آں ولی کم ازو قندیل اُو
وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبریل ہے — اُس سے کم (درجہ کا) ولی اُس کا قندیل ہے

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست — نور را در مرتبہ ترتیبہاست
اور جو اُس قندیل سے کم (درجہ کا ہے) وہ ہمارا طاقچہ ہے — مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

---

[1] انبیاء۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور بندوں کے درمیان انبیاء کو واسطہ اسی لئے بنایا ہے تاکہ حاسدوں کا مخلصوں سے امتیاز ہو جائے۔ کار۔ خدمت گزاری اور خوش خلقی ہی کام کی چیزیں ہیں۔ زانکہ۔ اگر اللہ تعالیٰ رسولوں کا واسطہ نہ بناتا تو حاسدوں کا حسد ظاہر نہ ہوتا، اللہ کو کوئی بھی اپنے برابر کا تصور کر کے حسد نہ کرتا۔ آں کسے۔ انسان کے حسد کی بنیاد یہی ہے کہ وہ دوسرے کو اپنے برابر کا سمجھتا ہے پھر اس کی بڑائی پر حسد کرتا ہے۔ پس۔ رسولوں کا سلسلہ ختم ہو جانے سے حاسدوں کے حسد کے اظہار کا موقع ختم نہیں ہوا، اب اولیاء اللہ کی ذات بھی حاسدوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے۔ ولی قائم۔ قطب الاقطاب جو تمام عوام پر فرمانروا ہوتا ہے اور بقاء عالم اس کی بقا سے ہے۔

[2] ہر کرا۔ اچھی عادت والے اس کا اتباع کر کے نجات حاصل کر لیں گے، تنگ مزاج محروم رہیں گے۔ امام حی و قائم۔ شیعہ حضرات بارہویں امام محمد مہدیؒ کو زندہ اور قائم مانتے ہیں چونکہ ان کے نزدیک امام صرف اہل بیت میں سے ہی ہو سکتا ہے، مولانا فرماتے ہیں کہ امام کے لئے نسلی کوئی خصوصیت نہیں ہے، ہر دور کا قطب الاقطاب امام حی و قائم ہے، مہدی بھی وہی ہے اور ہادی بھی وہی ہے، اس کی یہ خوبیاں مخفی ہوتی ہیں اور وہ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔ شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق وہ لوگوں کی نگاہوں سے سر من رآی کے غار میں پوشیدہ ہیں۔ خرد جبرئیل اُو۔ اس کی عقل اس کے لئے منجانب اللہ پیغام رساں ہے۔ قندیل اُو۔ دوسرے اولیاء اس کے ہی نور سے فیض پہنچاتے ہیں۔ وانکہ۔ قطب الاقطاب، نور ہے جو اولیاء اس سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیلوں کے ہیں، دیگر بزرگ جو ان اولیاء سے منور ہیں، ان کی مثال طاقچہ کی سی ہے جو قندیل سے منور ہوتا ہے۔

زانکه هفصد[1] پرده دارد نورِ حق
اس لئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے

پردہائے نور داں چندیں طبق
تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

از پس ہر پردہ قومے را مقام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے

صف صف اند ایں پردہاشاں تا امام
اُن کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

اہل صف آخریں از ضعف خویش
آخری صف والے اپنی کمزوری کی وجہ سے

چشم شاں طاقت ندارد نورِ بیش
اُن کی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے؟

واں صف پیش از ضعیفی بصر
اگلی صف، نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے

تاب نارد از شعاعِ بیش تر
زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

روشنی کو حیاتِ اوّل ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے

رنج جان و فتنۂ ایں اَحول ست
اس کمزور آنکھ والے کی جان کیلئے مصیبت و آفت ہے

اَحولیہا اندک اندک کم شود
اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے

چوں زہفصد بگذرد اویم شود
جب سات سو (پردوں سے) گزر جاتا ہے "میں وہ ہوں" ہو جاتا ہے

آتشے[2] کا صلاحِ آہن یاز رست
وہ آنچ جو لوہے یا سونے کی (باعث) اصلاح ہے

کے صلاحِ آبی وسیب ترست
تازہ سیب اور بہی کی (باعث) اصلاح کب ہے؟

سیب و آبی خامی دارد خفیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں

نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
لوہے جیسا نہیں ہے، (اس لئے) ہلکی گرمی چاہتے ہیں

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں

کو جذوبِ تابش آں اژدہاست
کیونکہ وہ گرمی کے اُن اژدہوں کو خوب چوسنے والا ہو

ہست آں آہن فقیر سخت کش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے

زیرِ پتک و آتش ست اُو سرخ و خوش
ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ سرخ اور خوش ہے

حاجب آتش بود بے واسطہ
وہ بلا واسطہ آگ کی روک بنتا ہے

در دلِ آتش رَوَد بے رابطہ
بغیر کسی ذریعہ کے آگ کے درمیان گھس جاتا ہے

بے حجابے آب و فرزندانِ آب
پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے

پختگی زآتش نیابند و خطاب
آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

---

1. ہفصد۔ یعنی بہت سے۔ طبق۔ یعنی اولیاء کے طبقات۔ از پس۔ اولیاء کے مختلف طبقات ہیں جو قطب الاقطاب پر جاکر ختم ہوتے ہیں۔ اہل صف۔ آخری صف والے زیادہ تجلی کے متحمل نہیں ہو سکتے ہیں۔ صف پیش۔ یعنی آخری صف سے اگلی صف والے۔ شعاع۔ یعنی نور خداوندی۔ حیات اول۔ یعنی وہ تجلی جو صف اول کے لئے باعث حیات ہے۔ اَحول۔ بھینگا، کمزور نگاہ والا۔ اَحولیہا۔ دوسرے تیسرے درجہ کے اولیاء بھی مجاہدات کے ذریعہ ترقی کر کے اور حجابات طے کر کے عارف کامل بن جاتے ہیں۔ اویم۔ میں وہ ہوں، وحدت کی طرف اشارہ ہے۔
2. آتشے۔ یعنی جس طرح محسوسات میں ہر آگ کو ہر چیز برداشت نہیں کر سکتی، اسی طرح ہر تجلی کا ہر شخص متحمل نہیں ہو سکتا ہے، اگر وہ آنچ جو لوہے کے لئے مفید ہے، سبزی پر ڈال دی جائے تو وہ جل کر خاک ہو جائے گی۔ آبی۔ بہی۔ آں شعلہا۔ جو سخت آنچ لوہے کے لئے درکار ہے، لوہے کے لئے وہی لطیف ہے۔ اژدہا۔ یعنی شعلے۔ فقیر سخت کش۔ وہ درویش جو مجاہدات کی بھٹی میں تپتا ہے، اس کی حالت لوہے کی طرح ہے۔ حاجب۔ وہ اس آگ کو براہ راست بدن پر لے لیتا ہے۔ فرزندان آب۔ پانی کی پیداوار۔ خطاب۔ یعنی ان کو مثلاً روٹی، پلاؤ وغیرہ نہیں کہا جاتا۔

واسطہ دیگے بود یا تابہ[1] ہمچو پارا در روش پاتابہ

دیگ کا واسطہ ہو، یا توے کا جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا

یا مکانے درمیاں . تا آں ہوا میشود سوزاں و می آرد نما

یا درمیان میں الگ جگہ ہو، تاکہ وہ ہوا گرم ہو، اور بڑھائے

پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست شعلہا را با وجودش رابطہ ست

درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے شعلوں کو اُس کے وجود سے تعلق ہے

پس دلِ عالم ویست ایرا کہ تن می رسد از واسطہ ایں دل بفن

وہ درویش عالم کے لئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

دل نباشد تن چہ داند گفتگو دل نہ جوید تن چہ داند جستجو

اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟ دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

پس نظرگاہِ شعاع آں آہن ست پس نظرگاہِ خدا دل نے تن ست

لہٰذا شعلے کا منظور نظر، لوہا ہے خدا کا منظور نظر دل ہے، نہ کہ جسم

باز ایں دلہائے جزوی چوں تن ست بادلِ صاحب دلے[2] کو معدن ست

پھر یہ جزوی دل جسم کی طرح ہیں صاحب دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بس مثال و شرح خواہد ایں کلام لیک ترسم تانہ لغزد فہم عام

یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

تانہ گردد نیکوئیِ ما بدی ایں کہ گفتم ہم نہ بد جز بے خودی

تاکہ ہماری نیکی، بدی نہ بن جائے یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے کچھ نہ تھا

پائے کژ را کفش کژ بہتر بود مرگدا را دست گہ بردر بود

ٹیڑے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے گدا گر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

امتحانِ بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا اُن دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

پادشاہے دو غلام ارزاں خرید تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید

ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سنی

تابہ۔ توا، آٹا جب توے کے واسطے سے آگ پر پکے گا تب اس کو روٹی کہا جائے گا۔ پاتابہ۔ جوتہ۔ نما۔ گرم ہوا سے درخت وغیرہ نشو ونما پاتے ہیں۔
پس فقیر۔ عارف کامل براہ راست کسب فیض کرتا ہے۔ ویست۔ قطب الاقطاب عالم کے لئے بمنزلہ دل کے ہے۔ دل نباشد۔ جسم کے سارے کمالات دل کی وجہ سے ہیں۔ نظرگاہِ خدادل۔ خدا کا منظورِ نظر قطب الاقطاب ہوتا ہے۔ دلہائے جزوی۔ یعنی اس دور کے دیگر اولیاء۔
بادلِ صاحب دلے۔ قطب الاقطاب دیگر اولیاء کو فیض پہنچاتا ہے۔ ایں کلام۔ اولیاء کے مراتب کی وضاحت کے لئے مفصل کلام درکار ہے جس کا مآل وحدت الوجود کا مسئلہ ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ تانہ گردد۔ نیکی بربادگناہ لازم کا مصداق نہ ہو جائے۔ پائے کژ۔ عوام کے ذہن کے مطابق عوام سے بات کرنی چاہئے، باریک مسائل ان کے سامنے بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔ مرگدارا۔ فقیر دروازے پر سے بھیک مانگے گا تو کچھ مل جائے گا، گھر میں گھسے گا تو گت بن جائے گی۔ امتحان۔ پہلے کہا گیا تھا کہ ہر شخص کے مناسب حال اس سے بات کرنی چاہئے اسی ذیل میں یہ حکایت ہے۔ ارزاں۔ سستی چیز کو خریدتے وقت زیادہ نہیں پرکھا جاتا ہے، اس لئے بادشاہ نے خریدنے کے بعد ان کو آزمایا۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب
از لب شکر[1] چہ زاید شکر آب

اُس نے اُس کو ذہین اور شیریں جواب پایا
حسین ہونٹوں سے کیا ٹپکتا ہے؟ شربت

آدمی مخفیست در زیرِ زباں
ایں زباں پردہ است بردرگاہِ جاں

انسان زبان میں پوشیدہ ہے
یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید
سِرِّ صحنِ خانہ شد برما پدید

جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا
گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا

کاندراں خانہ گہر یا گندم ست
گنجِ زر یا جملہ مار و کژدم ست

کہ اُس گھر میں موتی ہیں، یا گیہوں
سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

یاد درو گنجست و مارے برکراں
زانکہ نبود گنجِ زر بے پاسباں

یا اُس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے
اِس لئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بے تأمل[2] اُو سخن گفتے چناں
کز پس پانصد تأمل دیگراں

وہ بے تأمل ایسی باتیں کرتا
جو دوسرے پانچ سو بار غور کر کے (کرتے)

گفتے در باطنش دریاستے
جملہ دُر یا گوہر گویا ستے

گویا اُس کے اندر ایک دریا ہے
جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے

نورِ ہر گوہر کزو تاباں شدے
حق و باطل را ازاں فرقاں[3] شدے

ہر موتی (بات) کا نور جو اُس سے چمکتا
حق اور باطل اُس سے الگ الگ ہو جاتا

نورِ فرقاں فرق کردے بہرِ ما
ذرّہ ذرّہ حق و باطل را جدا

قرآں کو نور ہمارے لئے جدا کر دیتا ہے
حق اور باطل کے ذرّے ذرّے کو علیحدہ

نورِ گوہر نورِ چشمِ ما شدے
ہم سوال وہم جواب ما بدے

موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا
ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا

چشم کژ کردی دو دیدی قرصِ ماہ
چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ

تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا، چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا
اشتباہ (کے معاملہ) میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض) جیسی ہے

---

1. لب شکر۔ شیریں دہن۔ زیرِ زباں۔ عربی کا مشہور محاورہ ہے المرءُ مخبو ماتحت لسانہ آدمی اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔ چونکہ۔ جب آدمی بول پڑا تو زبان کا پردہ ہٹ گیا۔ صحن خانہ۔ یعنی انسان کا باطن۔ گہر۔ یعنی اچھی خصلتیں۔ گندم۔ یعنی معمولی خصلتیں۔ مار و کژدم۔ یعنی بری خصلتیں۔ یادرو۔ یعنی اس میں اچھی اور بری دونوں خصلتیں ہیں۔ زانکہ۔ عموماً اچھوں میں بھی کوئی نہ کوئی عیب ہوتا ہے۔
2. بے تأمل۔ وہ برجستہ ایسی بات کہتا تھا کہ دوسرا سینکڑوں بار سوچ کر بھی نہ کہہ سکے۔ تاباں۔ چمکنے والا۔ فرقاں۔ الگ الگ نظر آنا۔ نورِ فرقاں۔ پہلے اشعار میں مولانا نے اس غلام کی باتوں کے بارے میں فرمایا کہ اس سے حق و باطل میں امتیاز ہو جاتا تھا، اس پر شبہ ہوا کہ یہ صفت تو قرآن میں بھی نہیں ہے ورنہ دنیا میں کوئی گمراہ نہ رہتا، ان اشعار میں مولانا نے اس شبہ کا جواب دیا ہے کہ بے شک قرآن میں اپنی جگہ یہی خوبی ہے لیکن دیکھنے والے کی آنکھ کی کجی اس میں آڑے آ جاتی ہے۔
3. فرقاں۔ کلام اللہ کا نام ہے چونکہ وہ حق و باطل میں امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ گوہر۔ یعنی قرآن کی آیتیں۔ ہم سوال۔ جو شبہ پیدا ہوتا اس کا جواب خود قرآن میں مل جاتا۔ چشم کژ۔ بھینگے کو صحیح حقیقت نظر نہیں آتی ہے۔

راست گرداں چشم را در ماہتاب
تا یکے بینی تو مہ را نک جواب[1]

چاند (دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے
تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے، یہ جواب ہے

فکرتت را راست کن نیکو نگر
ہست ہم نور و شعاعِ آں گہر

اپنی فکر کو سیدھا کر لے، اچھی طرح دیکھ
وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے

ہر جوابے کاں زگوش آید بدل
چشم گفت ازمن شنوآں رابہل

جو خواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے
چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن، اُس کو چھوڑ

گوش دلالست و چشم اہل وصال
چشم صاحب حال و گوش اصحابِ قال

کان (تو) دلال ہے اور چشم (بصیرت خود) صاحب وصل ہے
چشم (بصیرت) صاحب حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

در شنید گوش تبدیل صفات
در عیانِ دیدہا تبدیل ذات

کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے
مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

زآتش ارعلمت یقیں شد بے سخن
پختگی جو در یقیں[2] منزل مکن

بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے
یقین میں پختگی طلب کر، ٹکاؤ نہ کر

تانسوزی نیست آں عین الیقین
ایں یقیں خواہی در آتش نشیں

جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین الیقین نہیں ہے
تو یہ یقین چاہتا ہے، تو آگ میں بیٹھ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود
ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود

کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشم (بصیرت) بن جاتا ہے
ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد
تاکہ شہ با آں غلامانش چہ کرد

یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے، واپس لوٹ
دیکھ، بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام واز یں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا ان دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک راچو دید اہل ذکا
آں دگر را کرد اشارت کہ بیا

جب اُس (شاہ) نے اُس پیارے غلام کو ذہین سمجھا
دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

نک جواب۔ جواب یہی ہے کہ تو اپنی نظر کو صحیح کر لے قرآن کی فرقانیت واضح ہو جائے گی۔ ہست۔ صحیح فکر خدا کی دین ہے۔ گہر۔ یعنی ذاتِ باری۔ ہر جوابے۔ کسی شبہ کا حقیقی جواب صحیح فکر سے حاصل ہوتا ہے، دوسروں کا جواب سن لینے سے حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گوش۔ سنی سنائی بات اور صحیح فکر سے حاصل شدہ بات میں وہی نسبت جو ایک دلالہ اور محبوبہ میں ہے۔ صاحب حال۔ جو کسی کیفیت میں خود مبتلا ہو۔ اصحابِ قال۔ وہ لوگ جنہوں نے اس کیفیت کو لوگوں سے سنا ہو۔ در شنید۔ کسی بری بات کے نتیجہ کو سن کر انسان اس سے پرہیز کرتا ہے جس میں یہ ممکن ہوتا ہے کہ اس برائی کو پھر کر بیٹھے لیکن انجامِ بد میں پھنس کر ایسی نصیحت حاصل ہوتی ہے کہ اس برائی کا ارتکاب ممکن نہیں رہتا ہے۔

یقین۔ آگ کے جلا دینے کی اگر کوئی مخبر صادق خبر دے، اس سے جو یقین آگ کے جلانے پر حاصل ہوا، وہ علم الیقین ہے، کسی کو آگ میں جلتے دیکھ کر جو اس کے جلانے پر یقین حاصل ہوا، وہ عین الیقین ہے، خود اپنا ہاتھ آگ میں جلنے سے جو آگ کے جلانے پر جو یقین حاصل ہوا، وہ حق الیقین ہے۔ گوش۔ کان کو اگر کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ بھی آنکھ کا کام کرنے لگتا ہے اور سننا بھی دیکھنے کے قائم مقام بن جاتا ہے۔ غلامک۔ اس میں کاف تصغیر کا ہے یعنی جس میں یہ لگایا جاتا ہے اس کو چھوٹا کر کے ظاہر کرنا ہوتا ہے، اب یہ چھوٹا ظاہر کرنا کبھی اس چیز کی ذلت ظاہر کرنے کے لئے ہوتا ہے، کبھی بندے اور پیار کے اظہار کے لئے۔

کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کیلئے بولا ہے تحقیر کا نہیں ہے

جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
دادا جب میرا بچونگڑا کہتا ہے وہ تحقیر نہیں ہے

چوں بیامد آں دوم در پیشِ شاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا

بود اُو گندہ دہاں دنداں سیاہ
وہ گندہ ذہن اور کالے دانتوں والا تھا

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتارِ اُو
بادشاہ اگرچہ اُسکی گفتگو سے (منہ کی بدبو سے) ناخوش ہوا

جستجوئے کرد ہم زاسرارِ[1] اُو
(تاہم) اُس کے بھیدوں کی جستجو کی

گفت با ایں شکل و گندہ دہاں
اُس (بادشاہ) نے کہا اس شکل اور منہ کی بدبو کے ہوتے ہوئے

دور بنشیں مرکب ایں سوتر مراں
پرے ہو کر بیٹھ، سواری اِس جانب زیادہ نہ بڑھا

کہ تو زِ اہلِ نامہ و رُقعہ بدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے

نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی
نہ کہ ہم نشین اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تا علاجِ آں دہانِ تو کنیم
جب تک ہم تیرے منہ کا علاج کریں

تو حبیب و ما طبیب پُرفنیم
تو پیارا ہے اور ہم ہنر مند طبیب ہیں

بہرِ کیکے نو گلیمے سوختن
ایک پسو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)

نیست لائق از تو دیدہ دوختن
(اسیطرح) تجھ سے آنکھیں بند کرلینا مناسب نہیں ہے

لیک[2] قابل تر بدی زاں یارِ خود
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے

نزدِ ما آکہ تو بہ زاں یارِ بد
ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اُس برے دوست سے بہتر ہے

باہمہ بنشیں دوسہ دستاں بگو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سنا

تا بہ بینم صورتِ عقلت نکو
تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

آں ذکی را پس فرستاد اُو بکار
پھر اُس ذہین کو اُس نے کام کے لئے بھیج دیا

سوئے حمامے کہ رو خود را بخار
حمام کی جانب، کہ جا اپنے آپ کو مل دَل

ویں دِگر راگفت تو چہ زیرکی
اُس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے

صد غلامی در حقیقت نے یکی
درحقیقت تو سو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

آں نہ کاں خواجہ تاشِ تو نمود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے

از تو مارا سرد کردِ آں حسود
اُس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

گفت کو دُزد و کژ ست و کژ نشیں
اُسنے کہا ہے کہ وہ (تو) چور اور بدچلن ہے اور بدصحبت (ہے)

حیز و نامرد و چنا نست و چنیں
کم ہمت (ہے) اور نامرد (ہے) اور ایسا ہے اور ویسا (ہے)

---

1. اسرار۔ بھید۔ مرکب۔ یعنی دور تو بیٹھ لیکن اس قدر دور نہیں کہ بات ہی نہ سن سکے۔ کہ تو۔ چونکہ تو گندہ دہن ہے، اس لئے ہم مجلس تو بنے گا لیکن تجھ سے نامہ و پیام کا کام لیا جائے گا یا تجھ سے آمنے سامنے بات نہ کی جائے گی بلکہ نامہ و پیام کے ذریعہ تجھ سے کام لیا جائے گا۔ بہر کیکے۔ جس طرح ایک پسو کی وجہ سے گدڑی جلا دینا حماقت ہے، اسی طرح محض گندہ دہنی کی وجہ سے تجھ سے جدائی مناسب نہیں ہے۔
2. لیک۔ چونکہ راز معلوم کرنا تھا، اس لئے اس طرح کی گفتگو شروع کی۔ یار بد۔ یعنی دوسرا غلام۔ باہمہ۔ یعنی گندہ دہنی وغیرہ کے ہوتے ہوئے۔ دستاں۔ داستاں۔ ذکی۔ ذہین، روشن طبع۔ بخار۔ یعنی بدن مل کر غسل کرلے۔ زیرکی۔ زیرک ہستی۔ غلامی۔ غلام ہستی۔ یکی۔ یک ہستی۔ خواجہ تاش۔ آقا شریک۔ سرد کردن۔ برگشتہ بنانا۔ کژ۔ ٹیڑھا، بدچلن۔ کژ نشین۔ آوارہ، بدصحبت۔ حیز۔ مخنث، نامرد۔

گفت[1] پیوستہ بدست او راست گو
اُس نے کہا، وہ ہمیشہ سے سچا ہے
راست گوئے من ندیدستم چو اُو
اُس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

راستی و نیک خوئی و حیا
سیدھا پن، اور نیک خصلتی اور شرم
حلم و دینداری و احسان و سخا
بردباری، اور دینداری اور احسان اور سخاوت

راست گوئی در نہادش خلقت است
(اور) سچائی اُس کے مزاج میں پیدائشی ہے
ہرچہ گوید من نگویم تہمت ست
وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

کژ ندانم آں نکو اندیش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں
متہم دارم وجودِ خویش را
اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

باشد اُو درمن بہ بیند عیبہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو
من نہ بینم در وجودِ خود شہا
اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

ہر کسے گر عیب خود دیدے زپیش
ہر شخص اگر پیشگی اپنا عیب دیکھ لیتا
کے بدے فارغ وے از اصلاحِ خویش
اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر
اے باوا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں
لا جرم گویند عیب ہمدگر
لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

من نہ بینم روئے خود را اے شمن[2]
اے صورت پرست! میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں
من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں، تو میرا چہرہ

آں کسے کہ اُو بہ بیند روئے خویش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے
نورِ اُو از نورِ خلقان ست بیش
اُس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

گر بمیرد نورِ اُو باقی بود
اگر وہ مر (بھی) جائے اُس کا نور باقی رہتا ہے
زاں کہ دیدش دید خلاقی بود
کیونکہ اُس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نورِ حسی نبود آں نورے کہ اُو
وہ نور حسی نہیں ہوتا ہے جو کہ وہ
روئے خود محسوس بیند پیش رُو
اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے

گفت تو ہم عیب او گو مو بمو
(اُسنے کہا) تو بھی اسکے عیب ایک ایک بار کر کے کہہ دے
آنچناں کہ گفت اُو از عیب تو
جس طرح اُس نے تیرے عیب کہے ہیں

تا بدانم کہ تو غمخوارِ منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غم خوار ہے
کد خدائے مملکت یارِ منی
سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

---

[1] گفت۔ یعنی مخاطب بدصورت غلام نے جواب میں کہا۔ بدست۔ بودہ است۔ راستی۔ سچائی۔ حیا۔ شرم۔ حلم۔ بردباری۔ راست گوئی۔ سچ بولنا۔ نہاد۔ طبیعت۔ ہرچہ گوید۔ وہ جو کچھ بھی میرے بارے میں کہتا ہے۔ متہم۔ تہمت زدہ، بدنام۔ باشد۔ ہوسکتا ہے، ممکن ہے۔ شہا۔ اے شاہ۔ ہر کسے۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بدے۔ بودے۔ لا جرم۔ لامحالہ۔

[2] شمن۔ بت پرست، عابد۔ روئی۔ منہ، یعنی عیب۔ خلقان۔ مخلوق۔ باقی بود۔ خدائی نور باقی رہنے والا ہے۔ روئے خود۔ اپنے عیوب اس کو ایسے صاف نظر آتے ہیں جیسا کہ دوسرے کے۔ گفت۔ یعنی بادشاہ نے اسے ابھار کر دوسرے غلام کی بابت پوچھا۔ کدخدا۔ مہتمم، منتظم۔ مملکت۔ سلطنت۔

گفت اے شہ من بگویم عیب ہاش
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اُسکے عیوب بتاتا ہوں

عیب اُو[1] مہر و وفا و مردمی
اُس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے

کمتریں عیبش جوانمردی و داد
اُس کا سب سے چھوٹا عیب، سخاوت اور بخشش ہے

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں

در بدیدے کے بجاں بخلش بدے
اگر (اُن جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟

بر لب جو[2] بخل آبِ آں را بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اُس میں ہو گا

گفت پیغمبرؐ کہ ہر کس از یقیں
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر

ہر یکے را دہ عوض مے آیدش
کہ اُس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے

جود جملہ از عوضہا دیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے

بخل نا دیدن بود اعواض را
بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی شخص بخیل نہ ہو

گرچہ ہست اُو مر مرا خوش خواجہ تاش
اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

خوئے اُو صدق و ذکا و ہمدمی
اُس کی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

آن جوانمردی کہ جاں را ہم بداد
ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

چہ جوانمردی بود کاں را ندید
جس نے انکو نہ دیکھا اس سے (جان کی) سخاوت کیا ہو گی

بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے
(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

کو زجوئے آب نابینا بود
جو نہر کے پانی سے اندھا ہو گا

داند اُو پاداشِ خود در یومِ دیں
قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

ہر زماں جودے دگر گوں زایدش
اُس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہو گی

پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

شاد دارد دید در غواص را
موتی کی دید، غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل
اس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی کچھ نہیں دیتا ہے

---

[1] عیب اُو۔ یہ اس طریقہ پر تعریف ہے جو بظاہر عیب جوئی ہے۔ مردمی۔ انسانیت۔ ذکا۔ ذہانت۔ ہمدمی۔ غمخواری۔ جوانمردی۔ شجاعت، سخاوت۔ داد۔ بخشش، آں جوانمردی۔ سخاوت کا انتہائی درجہ ہے کہ اپنی جان بھی ضرورت مند کو دے دے۔ صد ہزاراں۔ اس شعر کا ایک مطلب تو وہ ہے جو ترجمہ سے ظاہر ہے کہ جان دینے اور شہادت کا شوق اس شخص کو ہوگا جس کے مدنظر وہ جانیں ہوں گی جو اس ایک جان کو اللہ کے راستہ میں لٹا دینے سے حاصل ہوں گی، دوسرا مطلب بعض صاحبان نے یہ لکھا ہے کہ بدلے میں جو جانیں ملیں گی وہ مدنظر نہ ہوں بلکہ صرف مولیٰ کی رضا مدنظر ہو تو اس صورت میں دوسرے مصرع کا ترجمہ یہ ہوگا، وہ سخاوت کیا ہی اعلیٰ ہے جس میں بدلے کی جانیں پیش نظر نہ ہوں، ان دونوں مطلبوں کے اعتبار سے آئندہ چند شعروں کا مطلب بیان کرنا ہوگا۔ در بدیدے۔ اگر ایک جان کے بدلے میں بہت سی جانیں مل جانے کا یقین ہو تو جان دینے میں کوئی بھی بخل نہ کرے۔

[2] بر لب جو۔ نہر کے کنارے پر پانی پر وہی بخل کرے گا جو نہر کا پانی نہ دیکھ رہا ہو۔ پاداش۔ جزا، بدلہ۔ یوم دین۔ بدلہ کا دن، روز قیامت۔ ہر یکے۔ حدیث شریف ہے کُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ بِعَشْرَةِ أَمْثَالِهَا۔ انسانوں کو ہر عمل کا بدلہ دس گنا ملے گا۔ ترسیدن۔ شیطان فقر سے ڈرا کر سخاوت سے روکتا ہے۔ بخل۔ انسان بخل جب ہی کرتا ہے جبکہ آخرت کے بدلوں پر اس کو یقین نہ ہو۔ اعواض۔ عوض کی جمع، بدلہ۔ غواص۔ غوطہ خور۔

پس سخا از چشم[1] آمد نے زدست　دید دارد کار جز بینا نرست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے　معاملہ دیکھنے پر ٹھہرا دیکھ لینے والے کے سوا کسی نے (بخل سے) نجات حاصل نہ کی

عیب دیگر آنکہ خودبیں نیست او　ہست در ہستی خود او عیب جو
(اُس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خودبیں نہیں ہے　وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

عیب گوی و عیب جوی خود بدست　باہمہ نیکو و باخود بد بدست
وہ خود اپنا عیب گو اور عیب جو ہے　سب کے ساتھ بھلا اور اپنے لئے برا ہے

گفت شہ جلدی مکن در مدحِ یار　مدحِ خود در ضمنِ مدحِ او میار
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر　اُس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

زانکہ من در امتحان آرم وُرا　شرمساری آیدت در ماجرا
اس لئے کہ میں اُس کو آزماؤں گا　(اس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہو گی

قسم غلام در صدق و وفائے یارِ خود از طہارتِ ظن خود نزدیک شاہ

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت نے وَاللّٰہِ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم　مَالِکِ الْمُلْکِ وَرَحْمٰن و رَحِیْم
اُس (غلام) نے کہا نہیں، خدا کی قسم اُس خدا کی قسم جو بزرگ ہے　سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

آں خدائے کہ فرستاد انبیا　نے بحاجت[2] بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے　مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خداوندیکہ از خاکِ ذلیل　آفرید او شہسوارانِ جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے　بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

پاک شاں کرد از مزاجِ خاکیاں　بگذرانید از تگ افلاکیاں
اُن کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا　آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کر دیا

برگرفت از نار و نورِ صاف ساخت　وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
آگ سے اُن کو علیحدہ کردیا اور صاف نور بنایا　تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

آں سنا برقے کہ بر اَرواح تافت　تاکہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی　یہاںتک کہ (حضرت) آدمؑ نے اس نور سے معرفت حاصل کرلی

---

[1] از چشم۔ بدلہ کا عین الیقین سخاوت کا سبب ہے۔ نے زدست۔ ہاتھ محض آلہ کار ہے۔ نرست۔ بخل سے وہی چھٹکارا پائے گا جس کو بدلہ نظر آ رہا ہو۔ بدست۔ بودہ است۔ باہمہ۔ سب کی نیکیاں پیش نظر رکھتا ہے۔ باخود۔ اپنے لئے عیب جو ہے۔ مدحِ خود۔ انسان بسا اوقات دوسروں کی تعریف اس لئے کرتا ہے کہ لوگ اس کی نیکی کے قائل ہو جائیں۔ ماجرا۔ جو ہوا، واقعہ۔ نے۔ یعنی جو میں تعریف کر رہا ہوں، غلط نہیں ہے۔ واللہ۔ یہاں سے قسم شروع ہوتی ہے اور سینتالیس شعروں تک قسم کا ہی مضمون ہے اور اڑتالیسویں شعر "کہ در صفاتِ خواجہ تاش" جواب قسم ہے۔

[2] نے بحاجت۔ یعنی خدا انبیاء کو بھیجنے میں مجبور نہ تھا بلکہ انبیاء کی رسالت بھی اس کا کرم ہے۔ شہسواراں۔ یعنی انبیاء اور اولیاء۔ خاکیاں۔ عنصری مخلوق۔ تگ۔ رفتار۔ افلاکیاں۔ آسمانی مخلوق۔ نار۔ آگ، برے اخلاق۔ تاخت۔ چڑھ دوڑا۔ سنا۔ روشنی، حدیث شریف میں ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام روحوں کو جمع کر کے ان پر نور برسایا جس پر وہ نور پڑ گیا وہ ہدایت پا گیا جس پر نہ پڑا وہ گمراہ ہو گیا۔ معرفت۔ خدائی عرفان۔

آں کز آدمؑ رست و دست شیثؑ [1] چید
پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید

وہ (نور) کہ (حضرت آدمؑ) سے چھوٹا اور اسکو (حضرت) شیثؑ کے ہاتھ نے چنا
جب اُس (نور) کو (حضرت) آدمؑ نے دیکھا تو اُن (حضرت) شیثؑ کو خلیفہ بنایا

نوحؑ ازاں گوہر چو برخوردار شد
در ہوائے بحر جاں دُر بار شد

جب (حضرت) نوحؑ اُس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے
جان کے سمندر کے تموّج سے موتی برسانے لگے

جانِ ابراہیمؑ ازاں انوار زفت
بے حذر در شعلہائے نار رفت

انہی عالی قدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیمؑ کی جان
بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

چونکہ اسماعیلؑ در جویش فتاد
پیش دشنہ آبدارش سر نہاد

چونکہ (حضرت) اسماعیلؑ اس (نور) کی نہر میں گھسے
اور اس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

جانِ داؤدؑ [2] از شعاعش گرم شد
آہن اندر دست بافش نرم شد

(حضرت) داؤدؑ کی جان اس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی
لوہا ان کے بننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

چوں سلیماںؑ بُد وصالش را رضیع
دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع

چونکہ (حضرت) سلیمانؑ اُس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے
دیو (اور پری) اُنکے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر
چشم روشن کرد از بوئے پسر

(حضرت) یعقوبؑ نے جب (نور کے اثر سے) خدائی حکم کے آگے سر رکھدیا
تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

یوسفؑ [3] مہ رُو چو دید آں آفتاب
شد چناں بیدار در تعبیر خواب

چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسفؑ نے جب (اُس نور کا) آفتاب دیکھا
تو خواب کی تعبیر (دینے میں بہت بیدار (مغز) ہو گئے

چوں عصا از دست موسیٰؑ آب خورد
ملکتِ فرعون را یک لقمہ کرد

جب لاٹھی (حضرت) موسیٰؑ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی
فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

جانِ جرجیسؑ از فرش چوں رازیافت
ہفت نوبت جاں فشاند و باز یافت

(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اُس (نور) کی عظمت کا راز پالیا
سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پالی

---

[1] شیثؑ۔ حضرت آدم علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں جو حضرت آدمؑ کے بعد نبی ہوئے اور حضرت آدمؑ نے اپنی زندگی میں ان کو اپنا جانشین بنایا۔ نوحؑ۔ حضرت آدمؑ کی وفات کے ایک سو چالیس سال بعد حضرت نوحؑ کی ولادت ہوئی جو جوان ہوتے ہی رسول بنا دیے گئے۔ ابراہیمؑ۔ نمرود کا زمانہ تھا جس وقت حضرت ابراہیمؑ ستائیس سال کے تھے، ان کو نمرود نے آگ میں جلا دینا چاہا۔ اسماعیلؑ۔ حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں حکم ہوا کہ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کی قربانی دو، چنانچہ حضرت اسماعیلؑ قربان ہونے کے لئے فوراً تیار ہو گئے۔

[2] داؤدؑ۔ حضرت شمویلؑ اور اس دور کے بادشاہ طالوت کے بعد بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے، رسول بنائے گئے اور زبور ان پر نازل ہوئی، ان کا معجزہ تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا، جس سے وہ زرہیں بناتے تھے۔ سلیمانؑ۔ حضرت داؤدؑ کے فرزند ہیں اور اپنے والد کی طرح سلطنت اور نبوت کے جامع تھے۔ آپ کی سلطنت جن اور انس پر تھی۔ رضیع۔ شیر خوار۔ دیو۔ جن بھی فرمانبردار تھے۔ یعقوبؑ۔ اپنے بیٹے یوسفؑ کے فراق میں اس قدر روئے کہ بینائی جاتی رہی پھر حضرت یوسفؑ کی قمیص کی خوشبو سے بینائی لوٹی۔

[3] یوسفؑ۔ حسن اور خواب کی تعبیر میں عدیم النظیر تھے جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ عصا۔ نباتات میں پانی زندگی کا سبب ہے، خشک لکڑی حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ کی وجہ سے زندہ ہو کر سانپ بنی تو گویا اس نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ سے پانی حاصل کیا۔ ملکت۔ ملک۔ لقمہ کرد۔ حضرت موسیٰؑ کا معجزہ سلطنت کے زوال کا سبب بنا۔ جرجیسؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کے حواری کے صاحبزادے اور پیغمبر ہیں، ان کی قوم نے ان کو کئی مرتبہ ہلاک کیا لیکن وہ زندہ ہو گئے۔

چونکہ زکریاؑ[1] ز عشقش دم زدے
(حضرت) زکریاؑ نے (اُس نور کیوجہ سے) اُسکے عشق کا دم بھرا

کرد در جوفِ درختش جاں فدے
اُس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

چونکہ یونسؑ جرعۂ زاں جام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اُس (نور کے) جام سے ایک گھونٹ پیا

در درونِ ماہی او و آرام یافت
مچھلی کے (پیٹ کے) اندر اُنہوں نے آرام کیا

چونکہ یحییٰؑ[2] مست گشت از ذوقِ او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اُس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے

سَر بطشتِ زر نہاد از شوقِ او
اُس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دے دیا

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا
جب (حضرت) شعیبؑ اُس (نور کیوجہ سے) عروج سے واقف ہوئے

چشم را در باخت از بہر لقا
ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال
(حضرت) ایوبؑ صابر نے (اُس نور (کی بدولت) شکر ادا کیا

در بلا چوں دید آثارِ وصال
مصیبت میں جب کہ وصال کے آثار دیکھے

خضرؑ و الیاسؑ[3] از میش چوں دم زدند
(حضرت) خضر اور الیاسؑ نے جب اُس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا

آبِ حیواں یافتند و کم زدند
اُنہوں نے آبِ حیات پا لیا، اور پروا نہ کی

نَرد بانش عیسیٰؑ مریمؑ چو یافت
(حضرت) عیسیٰؑ ابن مریم نے جب اُس (نور) کی سیڑھی پا لی

بر فرازِ گنبد چارم شتافت
چرخِ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم
جب (حضرت) محمدؐ نے (نور کی) وہ دولت اور نعمت پالی

قرصِ مہ را کرد اندر دم دو نیم
فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں ابوبکرؓ آیت توفیق شد
جب (حضرت) ابوبکرؓ (نور کی بدولت) توفیق (خداوندی) کے نشان بنے

با چناں شہ صاحب و صدیق شد
ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد
جب (حضرت) عمرؓ اُس معشوق (نور) کے شیدا بنے

حق و باطل راز دل فاروق شد
دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہوگئے

چونکہ عثمانؓ آں عیاں راعین گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اُس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے

نور فائض بودہ ذوالنورین گشت
نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

---

[1] زکریاؑ۔ یہ خدا کے پیغمبر حضرت سلیمانؑ کی اولاد میں ہیں، قوم نے ستایا تو انہوں نے ایک درخت میں پناہ لی جس کو قوم نے آرے سے چیر کر انہیں شہید کر دیا۔ یونسؑ۔ آپ نینوا میں مبعوث ہوئے، قوم کو سمجھایا، ان کی نافرمانی سے ناراض ہو کر اس خیال سے کہ اب ان پر عذاب نازل ہوگا مع اہل و عیال کے اس بستی سے نکل کر چلے گئے۔ عذاب نازل نہ ہوا تو شرمندگی کی وجہ سے کسی اور طرف چل دیئے۔ اس پر ان پر عتاب ہوا جس کشتی میں سوار ہوئے وہ نہ چلی تو دریا میں پھینکے گئے اور مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ توبہ کی تو مچھلی کے پیٹ سے زندہ برآمد ہوئے۔

[2] یحییٰؑ۔ مردوس نامی بادشاہ کے دور میں مبعوث ہوئے، اس نے ایک عورت کی سازش سے ان کو قتل کرا دیا اور سونے کے طشت میں ان کا سر رکھ کر اس عورت کو پیش کر دیا۔ شعیبؑ۔ اہل مدین اور اصحاب ایکہ کے لئے مبعوث ہوئے لیکن نافرمانی کی وجہ سے وہ لوگ صاعقہ اور زلزلہ سے ہلاک ہو گئے۔ ایوبؑ۔ ان کی طرح طرح سے آزمائش ہوئی، مال و اولاد تباہ ہوئی، جسم پھوٹنے لگا لیکن ان کے صبر و شکر میں فرق نہ آیا۔

[3] خضرؑ و الیاسؑ۔ حضرت الیاسؑ بنی اسرائیل میں نبی بنا کر بھیجے گئے لیکن قوم نے ان کا کہنا نہ مانا تو حضرت الیسعؑ کو قائم مقام بنا کر روپوش ہو گئے۔ ان کو اور حضرت خضرؑ کو روئے زمین پر زندہ مانا جاتا ہے۔ عیسیٰؑ۔ صحیح یہ ہے کہ وہ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں۔ ان کا چوتھے آسمان پر ہونا عوام میں مشہور ہے۔ قرصِ مہ۔ شق القمر کا معجزہ آنحضورﷺ سے مکہ میں ظاہر ہوا۔ صاحب۔ ساتھی۔ صدیق۔ راست گو، تصدیق کنندہ۔ فاروق۔ جدا کرنے والا۔ ذوالنورین۔ دو نوروں والا۔ حضرت عثمانؓ کی شادی حضورﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ سے یکے بعد دیگرے ہوئی، اس لئے ان کا یہ لقب پڑا۔

چوں ز نورش مرتضیٰ[1] شد دُر فشاں
جب اُسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰؓ موتی برسانے والے بنے

گشت اُو شیرِ خدا در مرجِ جاں
تو وہ جان کے جنگل میں شیر خدا ہوگئے

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند
چونکہ حسنینؓ اُس کے نور سے روشن (پیدا) ہوئے

عرش را دُرّین و قرطین آمدند
عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار
اُس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی

واں سَر افگندہ براہش مست وار
اور اُس (دوسرے) نے مستانہ وار اُسکی راہ میں سر دے دیا

چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بدند
چونکہ حسنینؓ اُس (نور) کے راز سے واقف تھے

گوشوارِ عرشِ ربانی شدند
خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے

سبط پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ
اُن کی پاک اولاد حسینؓ بھی اور حسنؓ بھی

گوشوارِ عرشِ حی ذوالمنن
حی ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

چوں جنیدؒ از جند او دیدآں مدد
جب (حضرت) جنیدؒ نے اُس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی

خود مقاماتش[2] فزوں شداز عدد
اُن کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید
(حضرت) بایزیدؒ نے اُس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا

نامِ قطب العارفین از حق شنید
خدا سے قطب العارفین کا لقب سنا

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس
چونکہ (حضرت) کرخیؒ اُس کے کرخ کے محافظ بنے

شد خلیفہ حق و ربانی نفس
خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

پورِ ادہمؒ[3] مرکب آں سوراند شاد
ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اُس طرف سواری ہانکی

گشت او سلطانِ سلطانان راد
تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

واں شقیقؒ از شق آں راہِ شگرف
(حضرت) شقیقؒ اُس عجب راستہ کو طے کرنے کیوجہ سے

گشت او خورشید رای و تیز طرف
آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیر راہ
(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے شیخ ہوگئے

چوں ملحظ لطف شد ملحوظِ شاہ
جب شاہ کی مہربانی سے منظور نظر بنے

---

1. مرتضیٰ۔ حضرت علیؓ۔ درفشاں۔ موتی برسانے والا۔ مرج۔ چراگاہ، جنگل۔ سبطین۔ دو بیٹے، حسن حسین رضی اللہ عنہما۔ درین۔ دو موتی۔ قرطین۔ دو گوشوارے۔ آں یکے۔ حضرت حسنؓ کو زہر دے دیا گیا جس سے ان کی شہادت ہوگئی۔ واں۔ حضرت حسینؓ کو دشت کربلا میں شہید کر دیا گیا۔ جنیدؒ۔ مشہور بزرگ ہیں، تصوف میں صاحب تصانیف ہیں، شریعت وطریقت کے جامع، مزار مبارک بغداد میں ہے۔ جند۔ لشکر۔
2. مقاماتش۔ حضرت جنید سید الطائفہ کہلاتے ہیں۔ بایزید۔ بسطامی کہلاتے ہیں، ان کا لقب قطب العارفین مشہور ہے۔ کرخیؒ۔ کرخ کا رہنے والا، کرخ بغداد یا بلخ کا ایک گاؤں ہے۔ یہ حضرت معروفؒ کا لقب ہے۔ حرس۔ نگہبان، چونکہ حضرت معروفؒ مقام کرخ میں رات بھر بیداری اور گریہ وزاری میں مصروف رہتے اس لئے ان کو کرخ کا نگہبان کہا ہے۔
3. پورادہم۔ ادہم کا بیٹا یعنی حضرت ابراہیمؒ، شاہی خاندان سے تھے، بلخ کی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور جامع طریقت وشریعت تھے۔ شقیق۔ بلخ کے رہنے والے مشہور تاجر تھے، پھر سب کچھ خیرات کر کے فقیری اختیار کر لی تھی۔ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد تھے۔ فضیل۔ ابتدائی زندگی میں ڈاکو تھے لیکن بھیس صوفیا کا بنائے رکھتے تھے، نماز با جماعت کے پابند تھے بالآخر ہدایت ملی اور اولیاء کاملین میں سے ہوگئے۔

بشر حافیؒ[1] را مبشر شد ادب سَر نہاد اندر بیابانِ طلب
بشر حافیؒ کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

چونکہ ذوالنون از غمش دیوانہ شد مصرِ جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اُس کے غم میں دیوانہ بنے روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چوں سریؒ بے سَرشد[2] اندر راہِ او بر سَریرِ سَروراں شد جاہ او
جب سریؒ اُس کے راستہ میں فنا ہوگئے شاہوں کے تخت پر اُن کی جگہ ہو گئی

رحمت و رضوانِ حق در ہر زماں باد برجان و روانِ پاک شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی اور رحمت اُن کی پاک جان اور روح پر رہے

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں سر فرازانند زاں سوئے جہاں
لاکھوں بڑے بڑے شاہِ (طریقت) جو اُس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

نام شاں از رشک حق پنہاں بماند ہر گدائے نامِ شاں رابر نخواند
اُن کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا کسی درویش نے بھی اُن کا نام ظاہر نہ کیا

حقِ آں نور و حق نورانیاں کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں
قسم ہے اُس نور کی اور قسم ہے اُن نور والوں کی جو اُس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

بحر جان و جانِ بحر ار گویمش نیست لائق[3] نام نومی جویمش
اگر میں اُس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان کہوں مناسب نہیں ہے، اس کے لئے نیا نام تلاش کروں گا

حق آں آنے کہ این وآں از وست مغزہا نسبت بدو باشد پوست
اُس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اُسی سے ہے اُس کے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

کہ صفاتِ خواجہ تاش و یارِ من ہست صد چنداں کہ ایں گفتارِ من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں میرے اِس بیان سے سو گنا ہیں

آنچہ می دانم ز وصفِ آں ندیم باورت نایدچہ گویم اے کریم
اُس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں کرتے ہیں

---

[1] بشر حافیؒ۔ ننگے پیر رہنے والے بشر، یہ بڑے عالم تھے اور پھر بہت بڑے ولی ہوئے۔ مبشر شد ادب۔ بشر نے ایک کاغذ پر بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی پائی، ادب سے اس کو اٹھایا اور اس پر خوشبو لگا کر ایک طاق میں رکھا۔ ان کا یہ ادب ان کے روحانی عروج کا سبب بنا اور اولیاء کاملین میں شمار ہوئے۔ ذوالنون۔ مصریؒ، مشہور بزرگ ہیں، ملامتیہ فرقہ میں آپ کا شمار ہے۔ سریؒ۔ بوزعلی مشہور بزرگ ہیں، آپ کے نام کے ساتھ سقطی بھی لگایا جاتا ہے کیونکہ آپ کباڑ فروشی بھی کرتے تھے، معروف کرخیؒ کے خلیفہ اور حضرت جنید بغدادیؒ کے ماموں ہیں۔

[2] بے سرشد۔ یعنی خود کو فنا کر دیا، یا اپنے سر سے انانیت کو نکال دیا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں اولیاء اللہ کو ایسے محبوب ہیں کہ خدا رشک کی وجہ سے ان کو مخفی رکھتا ہے اور اس کو گوارا نہیں کرتا ہے کہ دوسرے ان کو پہچانیں۔ ہمچو ماہیاں۔ اولیاء کاملین کی تشبیہ مچھلیوں سے دی جاتی ہے کیونکہ جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی، اسی طرح وہ لوگ تقرب الٰہی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

[3] نیست لائق۔ خدا کی پوری صفات اس کا کوئی نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ مغزہا۔ اور ملکتیں خواہ کتنی ہی مضبوط ہوں، وہ ملکیت خداوندی کی نسبت ہیچ ہیں۔ کہ صفات۔ یہ شعر اوپر کی قسموں کا جواب ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ہم پیالہ۔ باور۔ یقین۔ کریم۔ سخی، بزرگ۔

شاہ گفت اکنوں از آنِ[1] خود بگو
شاہ نے کہا، اب اپنی بات کہہ
توچہ داری وچہ حاصل کردۂ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟
روزِ مرگ ایں حس تو باطل شود
مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی
در لحد کیں چشم را خاک آگند
قبر میں اس آنکھ کو مٹی بھر دے گی
نورِ دل از جاں بود اے یارِ غار
اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے
آں زماں کیں دست و پایت بردرد
جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے
آں زماں کیں جانِ حیوانی نماند
جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی
شرطِ مَنْ جَاءَ بِالْحَسن نے کردن ست
''جو شخص نیکی لایا'' کی شرط کرنا نہیں ہے
جوہرے داری ز انساں یا خری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا نرا (گدھا) ہے
ایں عرضہائے نماز و روزہ را
نماز، روزہ عرض
نقل نتواں کرد مر اعراض را
اعراض کو نقل نہیں کیا جا سکتا ہے
تا مبدل گشت جوہر زیں عرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیل ہو جاتی ہے

چند گوئی آنِ ایں و آنِ او
اُس کی اور اِس کی کب تک کہے گا؟
از تگ دریا چہ دُر آوردۂ
دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟
نورِ جاں داری کہ یارِ دل شود
تیرے پاس روح کا نور (بھی) ہے جو دل کا رفیق بنے
ہست آنچہ گور را روشن کند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے
مستعار آں را مداں اے مست عار
اے مغرور! اُس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ
پرّ وبالت ہست تا جاں بَر پَرد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے
جانِ باقی بایدت برجا نشاند
اُس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہئے
بل حسن را سوئے حضرت بُردن ست
بلکہ نیکی کو دریا میں لے جانا ہے
ایں عرضہا[2] کہ فنا شد چوں بری
یہ اعراض جب کہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لے جائے گا؟
چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے
لیک از جوہر برند اَمراض را
ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں
چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

---

[1] آنؔ۔طرز و انداز۔ تگؔ۔ تہ۔ ایں حسؔ۔ قوائے ظاہری۔ نور جاںؔ۔ یعنی قوائے باطنی۔ لحدؔ۔ قبر میں روشنی نیک اعمال سے ہوگی۔ پر و بالؔ۔ یعنی روحانی کمالات۔ جان حیوانیؔ۔ حیوانی روح موت پر فنا ہو جاتی ہے۔ جانِ باقیؔ۔ روح انسانی۔ من جاء بالحسنؔ۔ قرآن پاک میں ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها ''جو ایک نیکی لایا تو اس کے لئے دس گنا اجر ہے۔'' مولانا فرماتے ہیں کہ اس شرطیہ جملہ من جاء بالحسنۃ کا مطلب محض نیکی کرنا نہیں ہے بلکہ نیکی کو خدا کے دربار میں پیش کرنا ہے۔ جوہرؔ۔ موتی، ہنر، اصطلاح میں وہ چیز جوہر کہلاتی ہے جو اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج نہ ہو بلکہ بالذات قائم ہو۔ خریؔ۔ خر ہستی۔

[2] عرضؔ۔ وہ چیز جو خود قائم نہ ہو بلکہ اپنے وجود میں کسی دوسری چیز کی محتاج ہو جیسے رنگ وغیرہ۔ نماز و روزہؔ۔ حرکات اور اقوال کا مجموعہ ہے جن کا وجود آنی ہے، زمانۂ وجود کے بعد دوسرے زمانہ میں ان کا وجود نہیں رہتا ہے۔ اعراضؔ۔ عرض کی جمع ہے، عرض ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے۔ جوہرؔ۔ روح۔ امراضؔ۔ یعنی برے اخلاق۔ پرہیزؔ۔ عرض ہے، اس کے ذریعہ امراض دور ہو جاتے ہیں اور انسان میں تبدیلی آ جاتی ہے۔

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد — شد دہانِ[1] تلخ از پرہیز شہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو مکمل کرنےوالا) بن گیا — کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

از زراعت خاکہا شد سنبلہ — دارُوئے مُو کرد مورا سلسلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی — بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

آں نکاحِ زن عرض بد شد فنا — جوہر فرزند حاصل شد زما
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہوگیا — فرزند، جوہر ہم ہی سے برآمد ہو گیا

جفت کردن اسپ و اشتر را عرض — جوہر کرّہ بزائیدن غرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے — مقصود بچہ جوہر جننا ہے

ہست آں بستاں نشاندن ہم عرض — گشت جوہر میوہ اش ایں عرض
باغ لگانا بھی عرض ہے — اُس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار — جوہرے زاں کیمیا گرشد بیار
کیمیا گری کو بھی عرض سمجھ — کیمیا گر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آ گیا

صیقلی[2] کردن عرض باشد شہا — زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے — یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام — دَخْل آں اعراض را بنما مَرم
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کیے ہیں — ان اعراض کی پیداوار دکھا، بھاگ نہیں

ایں صفت کردن عرض باشد خمش — سایۂ بُز را پئے قرباں مکش
اسی طرح ''کرنا'' عرض ہوگا، چپ رہ — قربانی کے لئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

گفت[3] شاہا بے قنوطِ عقل نیست — گر تو فرمائی عرض رانقل نیست
اُس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کیلئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے — اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

---

[1] دہاں۔ صفراوی مریض پرہیز کرتا ہے تو منہ کی کڑواہٹ چلی جاتی ہے اور مٹھاس پیدا ہو جاتی ہے۔ زراعت۔ کھیتی کرنا عرض ہے۔ خاکہا۔ زمین کی مٹی جو جوہر ہے تبدیل ہو کر اناج کی بال بن جاتی ہے۔ دارو۔ دوا کرنا عرض ہے۔ مو۔ بال جوہر ہے جس میں درازی آئی۔ نکاح۔ عرض ہے جس سے بچہ جو جوہر ہے، پیدا ہوا۔ جفت کردن۔ گھوڑے یا اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے۔ بچہ۔ جوہر ہے۔ ہست۔ باغ کا لگانا عرض ہے، اس کا پھل جوہر ہے جو مقصود ہے۔ ہم عرض داں۔ کیمیا گری ایک عرض ہے اس سے جو سونا بنتا ہے وہ جوہر و مقصود ہے۔

[2] صیقلی۔ صیقل کرنا، عرض ہے، اس سے جو چیز صاف ہو جاتی ہے وہ جوہر اور مقصود ہے۔ پس مگو۔ بادشاہ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کی عبادات وغیرہ سب اعراض ہیں جو نا قابل انتقال ہیں اور دربارِ خداوندی میں پیش نہیں کی جائیں گی، بلکہ روح پیش ہوگی جو جوہر ہے اور عبادات وغیرہ سے اس کی نشو و نما مقصود ہے۔ کردن۔ یعنی انسان کا فعل۔ بز۔ بکری جوہر ہے، اس کا سایہ عرض ہے۔ بکری کی قربانی تقرب کا سبب بنے گی نہ کہ سایہ کی قربانی۔

[3] گفت۔ غلام کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر عبادات کو اعراض کہہ کر نا قابل انتقال کہا جائے گا تو عبادات کی اہمیت ختم ہو جائے گی اور عابدوں میں مایوسی پیدا ہوگی اور یہ کہنا کہ عبادات اعراض ہیں ان کی دربارِ خداوندی میں دنیا سے کیسے منتقل کیا جا سکتا ہے جب صحیح ہے کہ یہ اعراض، اعراض رہیں لیکن اگر ان اعراض کی تبدیلی بصورتِ جواہر کر دی جائے تو پھر ان کے منتقل ہونے میں کوئی عقلی اشکال نہیں ہے اور شریعت نے بتایا ہے کہ انسان کی ہر عبادت اور ہر عمل ایک خاص جوہری شکل اختیار کرے گا اور دربارِ خداوندی میں پیش ہوگا۔

بادشاہا جز کہ یاسِ بندہ نیست
اے شا! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے
گر نبودے مر عرض را نقل و حشر
اگر عرض کے لئے، نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے
ایں عرضہا نقل شد لونِ دگر
یہ اعراض دوسری طرف منتقل ہوں گے
نقل ہر چیزے بود ہم لائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اُس کے مناسب ہو گا
وقت محشر ہر عرض را صورتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہو گی
بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض
تو خود اپنے اندر غور کر' تو عرض تھا
بنگر اندر خانہ و کاشانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ
کاں فلاں خانہ کہ مادیدیم خوش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا
از مہندس آں عرض واندیشہا
انجینیر کا وہ عرض اور خیالات
چیست اصل و مایہ ہر پیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟
جملہ اجزائے جہاں را بے غرض
دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)
اول فکر آمد آخر در عمل
پہلے فکر آیا، پھر عمل
میوہا در فکر دل اوّل بود
پھل، اول دل کے خیال میں ہوتے ہیں

ہر عرض کاں رفت و باز آئندہ نیست
(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے
فعل بودے باطل و اقوال قشر
"کرنا" باطل ہو گا اور کہنا چھلکا ہو گا
حشر ہر فانی بود کونِ دگر
ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہو گا
لائق گلہ[1] بود ہم سائقش
گلہ بان، گلہ کے مناسب ہوتا ہے
صورتِ ہریک عرض را نوبتیست
ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (معین) ہے
جنبش جفتے بہ جفتے یا غرض
ایسے جوڑے کی جوڑے کے ساتھ حرکت خواہش کے ساتھ تھی
در مہندس بود چوں افسانہا
انجینیر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے
بود موزوں صفہ و سقف[2] و درش
اس کا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا
آلت آور دوستوں از بیشہا
آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے
جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے
در نگر حاصل نشد جز از عرض
دیکھ سوائے عرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے
بنیتِ عالم چناں داں در ازل
ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)
در عمل ظاہر بآخر می شود
آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

---

1. لائق گلہ۔ اونٹوں کا چرواہا اور ہوتا ہے اور بکریوں کا چرواہا اور ہوتا ہے۔ نوبتیست۔ عرض مختلف جواہر کی صورت اختیار کرے گا جس کے لئے وقت مقرر ہے۔ بنگر۔ یہ ایسی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرض جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جنبش۔ ماں باپ کی ہمبستری عرض ہے، اسی نے بچہ کی جوہری صورت اختیار کر لی۔ مہندس۔ انجینئر کا ذہنی خاکہ عرض ہے جو مکان کی جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ صفہ۔ ایسا مسقف حصہ جس پر چہار دیواری نہ ہو۔
2. سقف۔ چھت۔ بیشہا۔ جنگلات۔ ہر پیشۂ۔ صرف انجینئری میں ہی نہیں بلکہ ہر پیشہ میں کاریگر ایک تصور قائم کرتا ہے جو عرض ہے اور پھر وہ تصور جوہری صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اول فکر۔ مشہور مقولہ ہے اول الفکر آخر العمل یعنی پہلے تجویز پھر عمل۔ در ازل۔ جملہ اجزائے عالم ازل میں صور علمیہ تھے پھر ان کا وجود خارج میں ہوا۔ میوہا۔ باغ لگانے کا نقشہ ذہنی ہوتا ہے اور اس کے پھل پھول سب تصوراتی ہوتے ہیں، آخر میں عملی صورت وجود میں آتی ہے۔

چوں عمل کردی شجر بنشاندیَ
جب تو نے عمل کیا، شجر کاری کی
اندر آخر[1] حرفِ اول خواندیَ
(گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا

گرچہ شاخ و برگ و بیخش اوّل ست
اگرچہ اُس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے
آں ہمہ از بہر میوہ مُرسَل ست
وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں

پس سَرے کہ مغز ایں افلاک بود
پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا
اندر آخر خواجۂ لولاک بود
آخر میں صاحب لولاک ہوا

نقل اعراض ست ایں بحث[2] و مقال
یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے
نقل اَعراض ست ایں شیر و شگال
یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے

جملہ عالم خود عرض بودند تا
تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک
اندریں معنی بیا مدھل اَتیٰ
کہ اسی مقصد کے لئے ھل اتی (قرآن میں) آیا ہے

ایں عرضہا ازچہ زائید از صور
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے صور (مثالی سے)
ویں عرض ہم ازچہ زائید از فکر
اور یہ عرض (صورِ مثالی) کس چیز سے پیدا ہوا فکر (صورِ علیہ)

ایں جہاں یک فکر تست از عقل کل
یہ دنیا ایک عقل کل (اللہ) کا ایک علم ہے
عقل چوں شاہ است وفکرتہا رسل
عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صورِ علیہ) قاصد ہیں

عالم اوّل جہانِ امتحاں
پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے
عالم ثانی[3] جزائے این وآں
دوسرا عالم اِس اور اُس کا بدلہ ہے

چاکرت شاہا خیانت می کند
اے شاہ! آپ کا نوکر بد دیانتی کرتا ہے
آں عرض زنجیر و زنداں می شود
وہ عرض، زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

بندہ ات چوں خدمت شائستہ کرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی
آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
وہ عرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

ایں عرض با جوہر آں بیضہ است و طیر
اس عرض (کی نسبت) جوہر کے ساتھ انڈے اور پرند کی ہے
ایں ازاں وآں ازیں زاید بہ سیر
یہ اُس سے اور وہ اِس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

---

1. اندر آخر۔ تصور کا ابتدائی نقشہ عمل کے آخر میں وجود میں آتا ہے۔ گرچہ۔ شاخ و برگ اصلی مقصد نہیں ہے مقصود پھل ہے جو آخر میں وجود میں آتا ہے۔ خواجہ لولاک۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، ایک حدیث قدسی ہے لو لاک لما خلقت الا فلاک۔ یعنی اے محمدؐ اگر تمہارا وجود پیش نظر نہ ہوتا تو میں عالم کو نہ پیدا کرتا، عالم کی پیدائش سے اصل مقصود حضورﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اسی لئے سب سے آخر میں ظہور پذیر ہوئے، محدثین کے نزدیک مضمون تو صحیح ہے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

2. ایں بحث۔ اعراض کے منتقل ہونے نہ ہونے کی یہ بحث بھی عرض ہی کو منتقل کرتا ہے۔ ابتدا تصورات تھے، بعد کو بصورتِ جوہر وجود میں آئے۔ شیر و شگال۔ شیر گیدڑ وغیرہ کے افسانے پہلے ان کا تصور کیا جاتا ہے، پھر لکھے جاتے ہیں۔ شگال۔ شغال، گیدڑ۔ ھل اتی۔ قرآن مجید میں ہے "بے شک انسان پر ایسا وقت آیا جبکہ وہ کچھ بھی نہ تھا، اس سے معلوم ہوا کہ عالم عدم کے بعد وجود میں آیا ہے۔ از صُور۔ یعنی مثالی صورتیں جو عالم شہود سے پہلے عالم مثال میں تھیں۔ ویں عرض۔ یعنی یہ مثالی صورتیں اللہ تعالیٰ کی صورِ علیہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ عقل کل۔ ذاتِ باری تعالیٰ۔ عالم اول۔ دنیا۔

3. عالم ثانی۔ آخرت۔ خیانت۔ نوکر کی چوری، ایک عرض ہے، وہ بصورتِ زنجیر و قید خانہ ظہور میں آجاتی ہے۔ خدمت۔ خدمت کرنا عرض ہے، وہ بصورتِ خلعت ظاہر ہوتا ہے جو جوہر ہے۔ ایں عرض۔ عرض اور جوہر کی وہی نسبت ہے جو انڈے اور مرغی کی ہے۔ انڈے سے مرغی، مرغی سے انڈا بنتا رہتا ہے، اسی طرح عرض سے جوہر اور جوہر سے عرض صادر ہوتا رہتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ عرض نا قابل انتقال ہے یا عرض کا جوہر میں تبدیل ہونا ممکن نہیں ہے، غلط بات ہے۔

گفت شاہنشہ[1] چنیں گیر المراد ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد
شاہنشاہ نے فرمایا، مطلب یہی سمجھو تیرے ان اعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت مخفی داشت ہست آں را خرد تا بود غیب ایں جہانِ نیک و بد
اُس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اُس کو پوشیدہ رکھا ہے تاکہ یہ جہان نیک و بد، پوشیدہ رہے

زانکہ گر پیدا شدے اشکالِ فکر کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر
اس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں (تو) کافر اور مومن سوائے ذکر (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہِ دیں نقش دین و کفر بودے بر جبیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہو جاتا نہ کہ غیب پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

کے دریں عالم بت و بتگر بدے چوں کسے را زہرۂ تسخر بدے
اس عالم میں بت اور بتگر کب ہوتے؟ کس طرح کسی کو مذاق اڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما در قیامت کے کند جرم و خطا
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی (اور) حشر میں جرم و خطا (کوئی) کب کر سکتا ہے؟

گفت شہ[2] پوشید حق پاداش بد لیک از عامہ نہ از خاصانِ خود
بادشاہ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ) نے برائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گر بدامے افگنم من یک امیر از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

حق بمن بنمود پس پاداشِ کار وز صور ہائے عملہا صد ہزار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام ماہ را برمن نمی پوشد غمام
تو اپنے (اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا ابر، چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

گفت پس از گفت من مقصود چیست چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
اُس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟ جب کہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا تھا

گفت شہ حکمت در اظہارِ جہاں آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

---

[1] گفت شاہنشہ۔ بادشاہ نے کہا چلو یہی صحیح کہ عرض جوہر بن جاتا ہے تو تمہارا کوئی عمل جوہر بنا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ عرض بصورت جوہر دنیا میں نمایاں نہیں کیا جاتا ہے، قدرت کو یہی منظور ہے ورنہ دنیا آزمائش کی جگہ نہ رہے گی۔ اشکال فکر۔ یعنی اعراض، بشکل جواہر نمودار ہو جائیں۔ پس۔ مومن کے اعمال اچھی صورتوں میں اور کافر کے اعمال بری صورتوں میں نمایاں ہو جاتے۔ کے۔ نہ کوئی کافر ہوتا اور نہ دین کا مذاق اڑانے والا۔ پس قیامت۔ تو یہ دنیا محشر بن جاتا جس میں اعمال اپنی شکلوں میں ظاہر ہوں گے۔ در قیامت۔ محشر میں سب مطیع و فرمانبردار ہوں گے۔

[2] گفت شہ۔ بے شک عمل کی جزا پوشیدہ ہے لیکن عوام کے لئے، خاصانِ خدا کی نظروں کے سامنے ہے۔ یک امیر۔ امراء کی مثال عوام کی ہے اور وزیر کی مثال خاصانِ خدا کی ہے۔ حق من بنمود۔ شاہ، عارف کامل تھا اور خاصانِ خدا میں سے تھا۔ تو نشانے دہ۔ تو اپنے عمل کی صورت بتا میں سمجھ لوں گا کہ وہ اچھا ہے یا برا۔ گفت۔ غلام نے کہا کہ جب آپ کا کشف اس قدر بڑھا ہوا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھتے ہیں۔ گفت شہ۔ سنت اللہ یہی ہے کہ وہ زبان سے کہلواتا ہے ورنہ اس کے علم میں سب کچھ ہے، اسی لئے اس نے عالم کو بنایا ہے اور پھر اس کو عالم تکلیف قرار دیا ہے۔

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد
جب تک (اللہ تعالیٰ نے) اُسکو پیدا نہ کر دیا جس کو وہ جانتا تھا
بر جہاں ننہاد رنج طلق و درد
دنیا پر دردِ زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

یک زمان[1] بیکار نتوانی نشست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے
تابدی یا نیکی از تو نجست
جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سر زد نہ ہو

ایں تقاضاہائے کار از بہر آں
کام کے یہ تقاضے اِس لئے
شد موکل تا شود سِرّت عیاں
مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟
چوں ضمیرت می کشد او را بکار
چونکہ تیرا دل اُس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ تن کجا ساکن شود
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟
چوں سرِ رشتہ ضمیرش می کشد
جب کہ دل کا دھاگا اُس کو چلاتا ہے

تاسۂ توشد نشانِ آں کشش
اُس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے
بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش
بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسۂ تو آں کشش راشد نشاں
تیری بے قراری اُس کشش کی علامت ہے
ہست بیکاری چو جاں کندن عیاں
ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے

ایں جہان[2] و آں جہاں زاید ابد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے
ہر سبب مادر اثر از وے ولد
ہر سبب ماں ہے مسبب اُس کا بچہ ہے

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب
جب مسبب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا
تا بزاید زو اثرہائے عجب
یہاں تک کہ اُس نے عجب مسبّبات پیدا کئے

ایں سببہا نسل بر نسل ست لیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن
دیدۂ باید منور نیک نیک
بہت روشن آنکھ چاہئے

شاہ با او[3] در سخن اینجا رسید
بادشاہ اُس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا
تا بدید از وے نشانے یا ندید
(نہ معلوم) اُس (غلام کے عمل) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

---

[1] یک زماں۔ انسان بیکار نہیں بیٹھ سکتا، لامحالہ اچھا یا برا کام کرتا ہے۔ ایں تقاضائے کار۔ انسان کو کام پر اسی لئے مجبور کیا ہے تاکہ اس کی پوشیدہ نیکی اور بدی وجود اور مشاہدہ میں آ جائے۔ ورنہ۔ یعنی اگر تجھے یہ تسلیم نہیں ہے کہ پوشیدہ برائی بھلائی کو عالم وجود میں لانا تھا تو یہ بتا کہ انسانی بدن کا چرخہ ہر وقت کیوں گھومتا ہے اور اس کو قرار کیوں نہیں ہے۔ کلابہ۔ چرخہ، آنٹی۔ تاسہ۔ بے چینی، بے کاری میں انسان کی بے چینی اس کی دلیل ہے کہ اس کا قلبی تقاضا ہے کہ وہ عمل کرے۔ جاں کنش۔ جاں کنی۔

[2] ایں جہاں۔ دنیا کو عالم اسباب بنایا اور ہر سبب کا ایک نتیجہ اور اثر متعین کیا جو اس سے وجود میں آ جاتا ہے، یہ سب اسی لئے ہے کہ اللہ کو اپنی معلومات کا خارجی وجود پیدا کرنا تھا۔ چوں اثر۔ ایک سبب کی وجہ سے ایک مسبب وجود میں آتا ہے پھر وہ مسبب سبب بن کر کسی دوسرے مسبب کو موجود کر دیتا ہے۔ باپ سبب بنا بیٹے کے وجود کا اور بیٹا مسبب ہوا۔ پھر یہ بیٹا سبب بن گیا پوتے کے وجود کا۔ یہی سلسلہ نسل در نسل چلتا رہتا ہے۔

[3] شاہ با او۔ غلام اور بادشاہ کی گفتگو یہاں تک ہوئی کہ بادشاہ نے غلام کے اعمال کی صورتیں دیکھنے کا ذکر کیا، اس نے صورتیں دیکھیں یا نہیں دیکھیں یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے لہٰذا ہم اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ دور نیست۔ چونکہ بادشاہ عارف کامل تھا لہٰذا وہ بذریعہ کشف دیکھ بھی سکتا تھا۔

گر بدید آں شاہِ جویا دُور نیست — لیک ما را ذکرِ آں دستور نیست
اگر اس جستجو کرنے والے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں — لیکن اُس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

چوں زگرمابہ[1] بیامد آں غلام — سوئے خویشش خواندآں شاہِ ہمام
جب وہ غلام حمام سے آیا — تو ملک معظم نے اُس کو اپنی طرف بلایا

باز پرسیدن حالِ آں غلام
پھر اس غلام کی حالت پوچھنا

گفت صحا لک نعیم دائم — بس لطیفی و ظریف و خوبرو
اُس (بادشاہ) نے کہا خدا کرے تو تندرست ہے (اور تیرے لئے) دائمی نعمت ہو — تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر — تا ازیں دیگر شود او باخبر
پھر اُس دوسرے (غلام) کو ایک کام کے لئے بھیج دیا — تاکہ اُس دوسرے سے وہ باخبر بنے

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم — بعد ازاں گفت اے چوماہ اندر ظلم
بڑی مہربانی اور کرم سے اُس کو سامنے بٹھایا — اُس کے بعد کہا، اے تاریکی کے چاند جیسے!

ماہ روئی جعد موئی مشکبو — نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگھریالے بال والا ہے مشک کی سی خوشبو والا ہے — تو نیک خو ہے، تو نیک خو ہے نیک خو ہے

اے دریغا گرنبودے در توآں — کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں — جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے[2] — دیدنت ملک جہاں ارزیدیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا — تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

گفت رمزے زاں بگو اے بادشاہ — کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اُس (غلام) نے کہا، اے شاہ! اس میں سے کچھ بتایئے — اُس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت اوّل وصف دو رویت کرد — کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
اُس (شاہ) نے کہا پہلے تو اس نے تیرے دو رُخے ہونے کی بات کی — کہ بظاہر تو دوا ہے، بباطن درد ہے

خبث یارش را چو از شہ گوش کرد — در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب اُس نے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سنی — فوراً ہی اُس کے غصہ کا دریا جوش میں آگیا

کف برآورد آں غلام و سرخ گشت — تاکہ موجِ ہجو او از حد گذشت
وہ غلام منہ میں جھاگ بھر لایا اور سرخ ہو گیا — یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

---

1. گرمابہ۔ حمام۔ ہمام۔ معظم۔ صحا۔ تصح صحا جملہ دعائیہ ہے، خدا تجھے تندرست رکھے۔ لک نعیم دائم۔ یہ بھی جملہ دعائیہ ہے، خدا کرے تجھے باقی رہنے والی نعمت حاصل ہو۔ لطیف۔ پاکیزہ۔ ظریف۔ خوش مزاج۔ آں دگر۔ گندہ دہن غلام۔ ازیں۔ وہ غلام جو نہا کر آیا تھا۔ ماہ اندر ظلم۔ چاند کا حسن رات کی تاریکی میں ہی نمایاں ہوتا ہے، دن میں اس کی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ جعد مو۔ گھنگھریالے بال۔ فلاں۔ یعنی گندہ دہن غلام۔

2. دیدے۔ دیدے ماضی تمنائی ہے اس میں ایک یا زیادہ لگادی گئی ہے۔ رمزے۔ اشارہ۔ دیں۔ تباہ۔ بے دین، فاسق۔ دو روئی۔ دو رُخی۔ خبث۔ بد باطنی۔ گوش کرد۔ سنا۔ درزماں۔ فوراً۔ کف۔ جھاگ۔ ہجو۔ مذمت۔

کوزِ اوّل دَم کہ بامن یار بود
کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا

ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود
قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

چوں دما دم[1] کرد ہجوش چوں جرس
جب اُس نے اُس کی گھنٹے کی طرح دما دم مذمت کی

دست بر لب زد شہنشاہ ہش کہ بس
شہنشاہ نے اُس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

گفت دانستم ترا ازوے بداں
اُس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اُسے سمجھ گیا، سمجھ لے

از تو جاں گندست ازیارت دہاں
تیری روح گندی ہے اور اُس کا منہ گندہ ہے

پس نشیں اے گندہ جاں از دور تو
بس اے گندہ رُوح! تو دُور بیٹھ

تا امیر اُو باشد و مامور تو
تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں
اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے

رَاحَتُہ الْاِنْسَانِ فِیْ حِفْظِ اللِّسَانْ
انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریا کاری کے ساتھ تسبیح

ہمچو سبزہ گولخن[2] داں اے کیا
اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

پس بداں کہ صورتِ خوبِ نکو
پس سمجھ لے بھلی، اچھی صورت

با خصالِ بد نیرزدیک تسو
بری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جو کے لائق نہیں ہے

ور بود صورت حقیر و ناپذیر
اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو

چوں بود خلقش نکو در پاش میر
جب اُسکے اخلاق اچھے ہوں تو اُسکے قدموں میں جان دیدے

صورتِ ظاہر فنا گردد بداں
سمجھ لے، ظاہری صورت فنا ہو جائے گی

عالم معنی بماند جاوداں
باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا

چند باشی عاشق صورت بگو
بتا! صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟

طالب معنی شو و معنی بجو
سیرت کا طلبگار بن اور باطن کی تلاش کر

چند بازی عشق بانقش سبو
ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟

بگذر از نقش سبو و آب جو
ٹھلیا کے نقش (ونگار) کو چھوڑ اور پانی کی تلاش کر

صورتش دیدی زمعنی غافلی
تو نے اُسکی صورت دیکھی اُس کی سیرت سے غافل ہے

از صدف دُر را گزیں گر عاقلی
سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

---

[1] ہمچو۔ کتا خود ذلیل جانور ہے اور اس کی دنائت ہے کہ بھوک میں نہ کھانے والی چیز کھا جاتا ہے۔ دمادم۔ دم بدم۔ جرس۔ گھنٹا، اس کی آواز مسلسل ہوتی ہے۔ لب۔ ہونٹ، یعنی خود اپنے ہونٹ پر یا غلام کے ہونٹ پر۔ دانستم۔ یعنی میں تیرے اور اس کے فرق کو جان گیا۔ بداں۔ دانستن کا صیغہ امر ہے۔ دہاں۔ وہ گندہ دہن تھا۔ گندہ جاں۔ گندی روح والے۔ از دور۔ از زیادہ ہے۔ راحتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ من سکت نجی و راحۃ الانسان فی حفظ للسان "جو خاموش رہا، بچا اور انسان کی راحت زبان کی نگہداشت میں ہے۔" در حدیث۔ خلاصہ یہ ہے کہ اصل خوبی باطن کی ہے، حسن صورت معتبر نہیں ہے۔

[2] گولخن۔ گلخن، آگ کی بھٹی، کوڑی۔ پس۔ خوبصورت غلام چونکہ بدسیرت تھا، لہٰذا اس کی کوئی قیمت نہ تھی۔ ور بود۔ صورت کی نہیں بلکہ سیرت کی قدر دانی ہونی چاہیے۔ در پاش۔ در پائے اُو۔ صورت۔ جسم خاک میں مل جاتا ہے، اچھے اخلاق دنیا میں باقی رہتے ہیں۔ معنی۔ سیرت، اخلاق، حقیقت۔ نقش سبو۔ یعنی ظاہر۔ آب۔ یعنی سیرت اور باطن۔ از صدف در۔ سیپ ظاہر ہے، موتی باطن ہے۔

ایں صدفہائے قوالب در جہاں
جسموں کے یہ سیپ، دنیا میں
لیک اندر ہر صدف نبود گہر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا
کانچہ دارد ویں چہ دارد می گزیں
اُس میں کیا ہے، اس میں کیا ہے، چن
گر بصورت می روی کوہے بشکل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں
ہم بصورت دست و پاوپشم تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال
لیک پوشیدہ نبا شد بر تو ایں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے
ازیک اندیشہ کہ آید در دروں
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اُس سے
جسم سلطاں[2] گر بصورت یک بود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے
باز شکل و صورتِ شاہِ صفی
پھر (اُسی) منتخب بادشاہ کی صورت
خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ) کے ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق
ہست آں اندیشہ پیشِ خلق خرد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے
خلق عالم چوں رمہ ست و حق شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا

گرچہ جملہ زندہ انداز بحر جاں[1]
اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں
چشم بکشا در دل ہریک نگر
آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے
زانکہ کم یاب ست آں درِّ ثمیں
کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے
در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے
ہست صد چنداں کہ نقش چشم تو
تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گنا بڑے ہیں
کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں
صد جہاں گردد بیک دم سر نگوں
سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں
صد ہزاراں لشکرش درپے دَوَد
(لیکن) اُس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے
ہست محکومِ یکے فکر خفی
ایک مخفی خیال کے تابع ہے
گشتہ چوں سیلے روانہ بر زمیں
زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہوگئی ہے
لیک چوں سیلے جہانرا خورد و بُرد
لیکن بہاؤ کی طرح اُس نے دنیا کو خورد برد کر دیا
میدواند جملہ را روز و شباں
شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

1. بحر جاں۔ جان کا سمندر یعنی ذات حق تعالیٰ۔ بعض نسخوں میں از بہر جاں ہے تو ترجمہ ہوگا جان کی حفاظت کے لئے۔ لیک۔ ہر انسان میں روح ہے لیکن ہر روح پاکیزہ نہیں ہے۔ کانچہ۔ ہر روح میں خوبیاں نہیں ہیں، جس میں خوبیاں ہوں اس کو پسند کرو۔ درثمین۔ قیمتی موتی۔ گر بصورت۔ جسم کی بڑائی اور خوبی کوئی چیز نہیں ورنہ پہاڑ لعل سے افضل ہوتا۔ ہم بصورت۔ انسان کا باقی بدن اس کی آنکھوں سے چند گنا ہے لیکن شرافت آنکھوں کو حاصل ہے۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اندیشہ۔ فکر و خیال بھی ایک معنوی چیز ہے جو صد جہاں (ظاہر) کو زیر و زبر کر ڈالتا ہے، ایک شاہی ارادہ و خیال سے سینکڑوں ملک تباہ ہو جاتے ہیں۔

2. جسم سلطاں۔ بادشاہ ایک جسم لشکریوں کے ہزاروں جسموں پر حکمران محض اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔ باز۔ پھر یہی حکمران کا جسم اس کے خیال اور فکر کا فرمانبردار ہے تو فضیلت کا مدار معنی اور باطن پر ہے۔ اندیشہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا ارادہ، قرآن پاک میں ہے، اللہ تعالیٰ جب کسی بات کا ارادہ فرماتے ہیں تو کلمہ کن سے وہ پیدا ہو جاتی ہے۔ اندیشہ۔ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تباہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو فوراً تباہ ہو جاتی ہے۔ رمہ۔ ریوڑ۔ شباں۔ چرواہا۔ شباں۔ خلاف قیاس شب کی جمع ہے۔

پس چو می بینی[1] کہ از اندیشۂ　قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے　ہر چیز دنیا میں قائم ہے

خانہاؤ قصر ہاؤ شہرہا　کوہہاؤ دشتہاؤ نہرہا
مکانات، محلات اور شہر　پہاڑ اور جنگل اور نہریں

ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک　زندہ ازوے ہمچو از دریا سمک
زمین اور دریا بھی، سورج اور آسمان بھی　اُسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے

پس چرا از ابلہی پیشِ توکور　تن سلیمانؑ ست و اندیشہ چو مور
تو تجھ اندھے کے سامنے حماقت سے　جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

می نماید پیشِ چشمت کہ بزرگ　ہست اندیشہ چو میش و کوہ گرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے　ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم　زابرو برق و رعدداری لرز و بیم
جہاں، تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے　ابر، بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

وز جہانِ[2] فکرتی اے کم زِخر　ایمن و غافل چوسنگ بے خبر
اور اے گدھے سے کم (عقل)! تو عالم فکر سے　بے علم، پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

زانکہ نقشی و ز خرد بے بہرۂ　آدمی خو نیستی خر کرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے　تو آدمی خصلت نہیں ہے، گدھے کا بچہ ہے

جہل محضی وز خرد بیگانۂ　بو نداری از خدا دیوانۂ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے　خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

سایہ را تو شخص می بینی زجہل　شخص ازاں شد نزدِ تو بازی و سہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے　اِسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

نک زغیبت یک نمودار آتش ست　کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
دیکھ، آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے　جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

تا بجسمے درنمی پیچد کثیف　آگہی نبود بصر را زاں لطیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے　اُس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے

---

[1] پس چو می بینی۔ تو غور کرے گا تو دنیا کی تمام کائنات اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے قائم ہے اور تمام چیزوں کی بقاء اللہ کے ارادے سے وابستہ ہے جس طرح مچھلی کی زندگی دریا سے وابستہ ہے۔ پس چرا۔ جبکہ اتنی مثالوں سے یہ سمجھا دیا گیا کہ اصل خوبی باطن کی ہے نہ کہ ظاہر کی تو جسم کو حضرت سلیمانؑ جیسا اور فکر و خیال کو چیونٹی جیسا سمجھنا حماقت اور بے وقوفی ہے۔ کہ۔ کوہ کا مخفف ہے یعنی جسم کی بڑائی کی وجہ سے پہاڑ کی عظمت کا خیال حماقت ہے۔ اندیشہ۔ خیال اور ارادہ کو بکری اور پہاڑ کو بھیڑیا سمجھنا غلطی ہے۔ عالم۔ تو اجسام سے ڈرتا ہے، ابر، بجلی اور کڑک کی تباہی سے خوفزدہ ہے۔

[2] وز جہانِ فکر۔ فکر اور خیال سے جو تباہیاں آتی ہیں، اس سے بے خبر اور مطمئن ہے۔ نقشی۔ تو تصویر ہے جو عقل سے کوری ہوتی ہے۔ آدمی خو۔ انسان کی فضیلت عقل و خرد کی وجہ سے ہے جو معرفت حق پیدا کرتی ہے۔ سایہ۔ تو نے غیر مقصود کو مقصود، اور مقصود کو غیر مقصود بنا رکھا ہے۔ زغیبت۔ انسان غیر مقصود کو مقصود اس لئے بناتا ہے کہ حقیقت بیں نظر سے محروم ہوتا ہے لیکن ایک وقت وہ آئے گا جب صحیح حقیقت سامنے آجائے گی، غائب از نظر حقیقت کو آگ کی مثال سے سمجھایا ہے، آگ ایک لطیف عنصر ہے جو نظروں سے غائب ہے، نظر جب آتی ہے جب وہ کسی کثیف جسم میں لگ جاتی ہے۔

باز افزون ست ہنگامِ اثر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے

از ہزاراں[1] تیشۂ و تیغ و تبر
ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے

باش تا روزیکہ آں فکر و خیال
اُس دن تک ٹھہر جب کہ وہ فکر اور خیال

برکشاید بے حجابے پرّ و بال
کھلم کھلا بال و پر نکالے

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم
تو پہاڑوں کو نرم اُون کی طرح دیکھے گا

نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم
یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

نے سما بینی نے اختر نے وجود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود

جز خدائے واحدِ حی وَدُود
ایک خدا، حی اور ودود کے علاوہ

یک فسانہ راست آید یا دروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے)

تا دہد مر راستیہا را فروغ
تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

حسد کردن حشم بر غلامِ خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم
ایک بادشاہ نے کرم کرکے ایک غلام کو

برگزیدہ بود بر جملہ حشم
تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

جامگی[2] او وظیفہ چل امیر
اُس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی

دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
سو وزیروں نے بھی، اُسکے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

از کمالِ طالع و اقبال و بخت
بخت اور اقبال اور نصیب کے کمال کی وجہ سے

او ایازے بود و شہ محمودِ وقت
وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود دوراں (تھا)

روحِ او با روحِ شہ دراصل خویش
اُس کی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں

پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اُس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

کارِ آں دارد کہ پیش از تن بدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے

بگذر از انہاکہ نو حادث شدست
ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

---

1. از ہزاراں۔ آگ جنگلوں کو اس درجہ تباہ کردیتی ہے کہ ہزاروں تیغ وتبر بھی اس کو اس قدر تباہ نہیں کر سکتے ہیں۔ باش۔ ارادۂ الٰہی جو نظروں سے مخفی ہے، اس کی تاثیرات بھی ایک دن ظاہر ہوں گی۔ کوہہا۔ ارادۂ الٰہی سے قیامت کے دن بڑے سے بڑا وجود حقیر اور لاشئ ہو جائے گا۔ پشم۔ اون۔ سما۔ آسمان۔ حی۔ زندہ، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ ودود۔ محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔ فسانہ۔ انسان اللہ تعالیٰ کے غیبی ارادہ سے غافل ہے، اس قصہ کے ضمن میں بھی اسی امر کو واضح کیا ہے کہ دوسرے غلام شاہ کے فکر اور ارادہ سے غافل تھے، یہی حسد کی وجہ ہوتی ہے۔
2. جامگی۔ وظیفہ، تنخواہ، راتب۔ وظیفہ۔ روزینہ۔ چل۔ چہل، چالیس۔ دہ یک۔ ایک بٹا دس، دسواں حصہ۔ طالع۔ ستارۂ قسمت۔ بخت۔ نصیبہ۔ ایاز۔ سلطان محمود غزنوی کا محبوب غلام، دونوں کا باہمی تعلق ضرب المثل ہے، سلطان محمود کی وفات ۴۲۱ھ میں ہوئی اور غزنی میں دفن ہوئے۔ اصل۔ یعنی علم الٰہی یا عالم روح۔ کار آں دارد۔ اہمیت انہی باتوں کی ہے جو جسم عنصری کے قبل پیش آئی ہیں۔ انہا۔ جو معاملات عالم اجسام میں پیش آتے ہیں۔ نو حادث۔ تازہ وقوع میں آنے والا۔

چشم عارف[1] راست گوئے احول ست
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی
چشم او بر کشتہائے اول ست
اُس کی نظر پہلی کھیتوں پر ہے

انچہ گندم کاشتندش وانچہ جو
جو انہوں نے گیہوں بویا ہے اور جو
چشم اُو آنجاست روز و شب گرو
اُس کی نظر شب و روز اُس طرف لگی ہے

آنچہ آبست ست شب جُز آں نزاد
رات جس سے حاملہ بنی ہے (اُسکے سوا اُس نے نہیں جنا
حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

کے شود دل خوش بحیلہائے گش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے
آنکہ بیند حیلۂ حق برسرش
جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو اپنے پر (مسلط) دیکھتا ہے

او درونِ دام و دامے می نہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے
جانِ تو نے آں جہد نے ایں جہد
تیری جان کی قسم نہ اس سے نکلتا ہے نہ اس سے نکلتا ہے

گر بروید ور بریزد صد گیاہ[2]
اگر سینکڑوں گھاسیں اُگائے
عاقبت بر روید آں کشتہ اِلٰہ
انجام کار اللہ (تعالیٰ) کا بویا ہوا اُگے گا

کشت نو کارید بر کشتِ نخست
پرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بو دی
ایں دوم فانیست وآں اوّل درست
دوسری فنا ہونے والی ہے، پہلی ٹھیک ہے

تخم اول کامل و بگزیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے
تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است
دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

افگن ایں تدبیر خود را پیشِ دوست
اپنی اس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈال دے
گرچہ تدبیرت ہم از تدبیر اوست
اگرچہ تیری تدبیر بھی اُسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

کارِ آں دارد کہ حق افراشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے
آخراں روید کہ اوّل کاشت ست
آخر میں وہی آگے گا جو پہلے بویا ہے

ہرچہ کاری از برائے اُو بکار
جو بوئے اُس کے لئے بو
چوں اسیر دوستی اے دوستدار
اے دوست! جب کہ تو دوست کا پابند ہے

گرد نفسِ دُزد و کارِ او مپیچ
چور نفس کے گرد اور اُس کے کام میں نہ لگ
ہرچہ آں نے کارِ حق ہیچست و پیچ
جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ پیچ در پیچ ہے

---

[1] عارف۔ وہ جس کو معرفت خداوندی حاصل ہوگئی ہے۔ چشم راست گو۔ صحیح دکھانے والی آنکھ۔ احول۔ بھینگا جس کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ کشتہائے اول۔ تقدیر ازلی۔ گندم۔ یعنی اعلیٰ افعال۔ کاشتند۔ کارکنانِ قضا و قدر نے جو لکھ دیا ہے۔ جو۔ یعنی گھٹیا اعمال۔ شب۔ یعنی جو مقدر میں مکتوب ہے، وہی سامنے آئے گا۔ گش۔ خوب۔ حیلۂ حق۔ اللہ کی قدرت۔ دام۔ یعنی تقدیر الٰہی کا جال۔ دامے۔ یعنی اپنی تدبیر کا جال۔

[2] صد گیاہ۔ یعنی سینکڑوں تدبیریں۔ کشتہ الٰہ۔ یعنی جو خدا نے مقدر کر دیا ہے۔ کشت نو۔ یعنی تدبیر۔ کشت نخست۔ یعنی تقدیر۔ این دوم۔ یعنی تدبیر۔ تخم اول۔ تقدیر کے تدبیر پر غلبہ کی توجیہ ہے۔ افگن۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ تقدیر، تدبیر پر غالب ہے تو معاملہ تقدیر کے سپرد کر دینا چاہئے۔ ہرچہ کاری۔ جب خدا سے دوستی کا دعویٰ ہے تو اس کی شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور اس کے لئے مخلصانہ عمل کرنا چاہئے۔ نفس۔ یعنی امارہ۔ ہرچہ۔ نفس امارہ کے کام اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہیں۔

پیش ازاں[1] کہ روزِ دیں پیدا شود
اس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو
نزدِ مالک دُزدِ شب رُسوا شود
مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

رخت دُزدیدہ بتدبیر و فنش
تدبیر اور اُس کے ہنر سے چرایا ہوا مال
ماندہ روزِ داوری در گردنش
انصاف کے دن اُس کے گردن پر ہوگا

صد ہزاراں عقل باہم برجہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں
تابغیر دام او دامے نہند
تاکہ اُسکے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں

دام خود را سخت تر یابند و بس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس
کے نماید قوتے با بادخس
تنکا، آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟

در نداری باور از من رو ببیں
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے، جا دیکھ
در نبے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ
قرآن میں ہے، اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے

گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود
اگر تو کہے ہستی (عالم تدبیر) کا کیا فائدہ تھا
در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے؟

گرندارد ایں سوالت فائدہ
اگر تیرے اس سوال میں فائدہ نہیں ہے
چہ شنوم ایں راعبث بے عائدہ
(تو) میں اُس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں؟

ور سوالت[2] فائدہ دارد یقیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے
پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
تو غور کر عالم (تدبیر) بے فائدہ نہ ہو گا

از سوالت از بود بس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں
چوں تجوید در جہان کس فائدہ
تو عالم (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کرے گا؟

ورسوالت را بسے فائیدہاست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں
پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟

ور جہاں از یک جہت بے فائدہ است
اگر عالم (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے
از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
دوسری جہتوں سے فائدہ سے پُر ہے

فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے
مر ترا چون فائدہ است از وے مایست
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے باز نہ رہ

---

[1] پیش ازآں۔ قیامت کے دن شیطانی کاموں سے علیحدگی بے معنی بات ہوگی۔ داورؔی۔ داوری، منصفی۔ صد ہزاراںؔ۔ تقدیر کے خلاف عقلاء کی تدبیریں بالکل بیکار ہیں۔ با بادخسؔ۔ باد تقدیر الٰہی ہے اور خس تدبیر عقلاء۔ واللہؔ۔ تو اچھے داؤ کے بالمقابل ناقص داؤ کیا کرسکتا ہے۔ گرتو گوئیؔ۔ اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تقدیر کے مقابلہ میں تدبیر بے کار ہے تو خدا کا عالم تدبیر کو پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔ درسوالتؔ۔ الزامی جواب یہ ہے کہ تیرے اس اعتراض میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں، اگر بے فائدہ ہے تو بے فائدہ سوال کے جواب کی ضرورت نہیں ہے اور اگر تیرا سوال مفید ہے اور عبث نہیں تو اللہ کا عالم تدبیر کو پیدا کرنا کیسے بے فائدہ ہوسکتا ہے۔

[2] ورسوالتؔ۔ جب ایک انسان کا فعل عبث نہیں تو حکیم وعلیم کا فعل کیسے عبث ہوسکتا ہے۔ درجہاںؔ۔ ہر چیز کا ہر حیثیت سے مفید ہونا ضروری نہیں ہے۔ اگر عالم تدبیر بمقابلہ تقدیر بے فائدہ ہے تو اس میں دوسری حیثیت سے، بہت سے فائدے ہیں۔ فائدہ توؔ۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ ہر چیز ہر شخص کے لئے مفید ہو، ایک چیز ایک کے لئے بے کار ہے تو دوسرے کے لئے مفید ہوتی ہے۔

فائدہ تو گر مرا نبود مفید
چوں تُرا شد فائدہ گیر اے مرید

اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اُسے اختیار کر

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر
مر ترا چوں فائدہ است ازوے مبر

اگر میں اس فائدہ سے آزاد ہوں
چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اُس سے نہ کٹ

حسن[1] یوسفؑ عالمے را فائدہ
گرچہ برا خواں عبث بد زائدہ

یوسفؑ کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا
اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار عبث تھا

لحن داؤدی چناں محبوب بود
لیک بر محروم نا مطلوب بود

داؤدی نغمہ، کس قدر محبوب تھا
لیکن محروم (منکر) کے لئے نا پسندیدہ تھا

آبِ نیل از آبِ حیواں بد فزوں
لیک بر قبطی منکر بود خوں

نیل کا پانی آبِ حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا
"لیکن منکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

ہست برمومن شہیدی زندگی
بر منافق مردنست وژندگی

مومن کے لئے شہادت زندگی ہے
منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

چیست در عالم بگویک نعمتے
کہ نہ محروم اند ازوے اُمتے

بتا، دنیا میں کون سی نعمت ہے؟
کہ اُس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر[2]
ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر

گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟
ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

لیک گرآں قوت بروے عارضیت
پس نصیحت کردن او را رائضی ست

لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے
تو نصیحت کرنا، اُس کو سدھانا ہے

چوں کسے کو از مرضِ گل داشت دوست
گرچہ پندارد کہ آں گل قوتِ اوست

جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے
اگرچہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اُس کی (اصل) غذا ہے

قوتِ اصلی را فرامش کردہ است
روئے در قوتِ مرض آوردہ است

(لیکن) اُس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے
بیماری کی غذا کی طرف رخ کر لیا ہے

نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است
قوتِ علت ہمچو چوبش کردہ است

شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے
بیماری کی غذا نے اُس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

---

1. حسن یوسفؑ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی افادیت سب کے لئے تھی لیکن بھائیوں کے لئے نہ تھی۔ لحن داؤدی۔ حضرت داؤدؑ کا نغمہ پرندوں تک کے لئے مفید تھا لیکن کافروں کے لئے مفید نہ تھا۔ آبِ نیل۔ دریائے نیل کا پانی مخلوقِ خدا کے لئے مفید تھا، فرعون کے لئے مہلک بنا۔ شہیدی۔ شہادت مومن کے لئے مفید ہے، کافر کے لئے مضر ہے۔ چیست۔ دنیا کی ہر نعمت کا یہی حال ہے کہ کچھ انسانوں کے لئے وہ مفید ہے اور محروم انسانوں کے لئے مفید نہیں ہے۔

2. در شکر۔ اللہ تعالیٰ نے ہر نعمت ہر ایک کے لئے نہیں پیدا فرمائی ہے، شکر انسانوں کے لئے نعمت اور غذا ہے، حیوانوں کے لئے نہیں ہے۔ لیک۔ بعض اصلی غذا کو چھوڑ کر دوسری غذا کے عادی ہو جاتے ہیں تو نصیحت ان کے لئے کارگر ہوتی ہے اور وہ اصل غذا حاصل کرنے لگتے ہیں۔ رائضی۔ گھوڑے کو سدھانا۔ چوں کسے۔ بعض لوگ مرض کی حالت میں مٹی کو غذا بنا لیتے ہیں اور اس کو اپنی غذا سمجھتے ہیں۔ نوش۔ اصلی غذا شہد کی طرح مفید ہوتی ہے اور بیماری کی وجہ سے جس چیز کو اس نے غذا سمجھ لیا ہے وہ اس کے لئے مضر اور زہر ہوتی ہے جو اس کو فربہ کرنے کی بجائے لکڑی جیسا خشک بنا دیتی ہے۔

قوتِ اصلی بشر را نورِ[1] خدا ست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے

قوتِ حیوانی مر اُو را نا سزا ست
حیوانی غذا اُس کے لئے مناسب نہیں ہے

لیک از علت دریں افتاد دل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اُس کا) دل اِس میں پڑا ہے

کہ خورد او روز و شب از آب و گل
کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

روئے زرد و پائے ست و دل سبک
چہرہ زرد، پیر سست، اور دل کمزور

کو غذائے وَالسَّمَا ذَاتِ الْحُبُک
کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

آں غذائے خاصگانِ دوست است
وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے

خوردنِ آں بے گلو وآلت است
اُس کا کھانا بغیر حلق اور برتنوں کے ہے

شد غذائے آفتاب از نورِ عرش
آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے

مر حسود و دیو را از دودِ فرش[2]
حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

در شہیداں یُرْزَقُوْنَ فرمود حق
اللہ تعالیٰ نے شہیدوں کے بارے میں یُرْزَقُوْنَ فرمایا ہے

آں غذا را نے دہاں بدنے طبق
اُس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

دل زہر یارے غذائے می خورد
دل ہر محبوب (چیز) سے غذا حاصل کرتا ہے

دل زہر علمے صفائے می بَرد
دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

صورتِ[3] ہر آدمی چوں کاسہ ایست
ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے

چشم از معنیٰ او حساسہ ایست
آنکھ اُس کے باطن کا اِدراک کرنے والی ہے

از لقائے ہر کسے چیزے خوری
تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کرے گا

وز قرانِ ہر قریں چیزے بری
تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

چوں ستارہ باستارہ شد قریں
جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے

لائق ہر دو اثر زاید یقیں
یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

از قرانِ مرد و زن زاید بشر
مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے

وز قرانِ سنگ و آہن ہم شرر
اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

---

1. نورِ خدا۔ نورِ معرفت خداوندی۔ قوت حیوانی۔ جسمانی لذتیں اور نفسانی شہوتیں۔ از آب و گل۔ یعنی مٹی پانی کی پیداوار، گوشت، ترکاریاں، پھل وغیرہ۔ روئے زرد۔ یہ غذائیں اس کی روح میں کمزوری کی علامتیں پیدا کر دیتی ہیں۔ والسماء ذات الحبک۔ سورۂ والذاریات کی آیت ہے یعنی قسم ہے راستوں والے آسمان کی۔ آں غذا۔ آسمانی غذا اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص بندوں کی غذا ہے جس کے کھانے کے لئے عالم ناسوت کے وسائل اور ذرائع کی ضرورت نہیں ہے۔

2. دودِ فرش۔ عالم ناسوت کی غذا۔ یرزقون۔ قرآن پاک میں شہیدوں کے لئے فرمایا گیا ہے بل احیاء عند ربھم یرزقون" بلکہ وہ اپنے خدا کے پاس زندہ ہیں جن کو غذا دی جاتی ہے۔" آں غذا۔ جنت کی یہ غذا بغیر مادی ذرائع اور وسائل کے کھائی جاتی ہے۔ دل۔ جس طرح دنیاداروں اور اہل اللہ کی غذا میں اور دنیا اور آخرت کی غذا میں فرق ہے، اسی طرح انسان کے مختلف اعضاء کی مختلف غذائیں ہیں۔ دل کی غذا، دوست کی ملاقات اور حصول علم ہے۔

3. صورت۔ چشم بصیرت کی غذا انسان کے باطنی اوصاف ہیں۔ از لقائے۔ ہر چیز ایک دوسرے سے مل کر کچھ نہ کچھ غذا اور قوت حاصل کرتی ہے۔ چوں ستارہ۔ اب مولانا نے چند مثالیں پیش فرمائی ہیں جن سے ثابت کیا ہے کہ ہر چیز دوسری چیز سے مل کر کوئی غذا اور طاقت حاصل کر لیتی ہے۔ قران السعدین اور قران النحسین سے ہر ستارہ ایک دوسرے سے تقویت اور غذا حاصل کر لیتا ہے اور تاثیر بڑھ جاتی ہے۔ از قرانِ مرد و زن۔ میاں بیوی کی ہمبستری سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وز قران۔ پتھر اور لوہے کو ملا کر رگڑا جائے تو چنگاریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

وز قرانِ خاک با بارانہا — میوہا و سبزہا ریحانہا[1]

مٹی اور بارشوں کے ملنے سے — میوے اور سبزے (اور) خوشبو دار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

وز قرانِ سبزہا با آدمی — دل خوشی و بے غمی و خرمی

انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے — دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قرانِ خرمی باجانِ ما — می بزاید خوبی و احسانِ ما

ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے — خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں

قابلِ خوردن شود اجسامِ ما — چوں برآید از تفرج کامِ ما

ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں — جب کہ تفرج سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

سرخروئی از قرانِ خوں بود — خوں ز خورشید خوشی گلگوں بُود

خون کے ملنے سے سرخروئی حاصل ہوتی ہے — خوشی کے آفتاب سے خون سرخ ہوتا ہے

بہترین رنگ ہا سرخی بود — واں زخورشید ست ازوے میرسد

رنگوں میں بہترین رنگ، سرخی ہوتی ہے — وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اُس سے حاصل ہوتی ہے

ہر زمینے کو قریں شد با زُحل — شورہ گشت و کشت رانبود محل

جو زمین زُحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی — وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

قوت اندر فعل آید ز اتفاق — چوں قرانِ دیو با اہلِ نفاق[2]

متفق ہو جانے سے کام میں قوت آجاتی ہے — جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

ایں معانی راست از چرخِ نہم — بے ہمہ طاق و طُرم طاقِ طرم

ان معانی کے لئے نویں آسمان — بغیر شان و شوکت والے، شان و شوکت ہے

خلق را طاق و طُرم عاریت است — اَمر را طاق و طُرم ماہیت است

عالم (خلق) کی شان و شوکت عارضی ہے — (عالم) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

از پئے طاق و طُرم خواری کشند — بر امید عزّ در خواری خوشند

شان و شوکت کے لئے ذلت برداشت کرتے ہیں — عزت کی اُمید پر ذلّت میں خوش ہیں

بر امیدِ عزِّدہ روزہ خدوک — گردن خود کردہ انداز غم چو دوک

دس روزہ عزت کی اُمید پر پریشان ہیں — فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

---

[1] ریحان۔ ہر خوشبودار گھاس۔ آدمی۔ انسان چمنوں کی سیر کرتا ہے تو سرور حاصل ہوتا ہے۔ خرمی۔ انسان کو خوشی میسر آتی ہے تو قوائے باطنی میں اضافہ ہوتا ہے اور بھوک لگتی ہے جو صحت کو بڑھاتی ہے۔ تفرج۔ سیر و تفریح۔ کام۔ مقصد۔ سرخروئی۔ رخساروں میں خون دوڑتا ہے تو چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ گلگوں۔ خوشی سے خون میں سرخی پیدا ہوتی ہے۔ واں۔ سرخی سورج کی تاثیر سے پیدا ہوتی ہے۔ زحل۔ ایک ستارہ ہے جس کو نحس اکبر بھی کہا جاتا ہے، اس کی تاثیر یہ ہے کہ جس زمین کی طرف اس کا رخ ہو وہاں قحط اور جس طرف اس کی پشت ہو وہاں وبا پھیل جاتی ہے۔

[2] اہل نفاق۔ منافقوں کا شیطان سے ملاپ ان کے شر میں اضافہ کر دیتا ہے۔ چرخ نہم۔ شرح میں اسی کو عرش کہا جاتا ہے اور حکماء اس کو فلک الافلاک اور فلک اطلس کہتے ہیں جو بالکل سادہ ہے اس میں کوئی ستارہ نہیں ہے، صوفیاء کے نزدیک علوم و معارف ربانی کا نزول اسی فلک سے ہوتا ہے، چونکہ باہمی میل جول سے کوئی نہ کوئی چیز حاصل ہوتی ہے لہٰذا انسان کو علوم و معارف سے وابستہ ہونا چاہئے جن میں بڑی شان و شوکت ہے۔ خلق۔ عالم مادیات۔ امر۔ عالم مجردات جس میں علوم و معارف الٰہی بھی داخل ہیں۔ عز۔ یعنی دنیا کی عزت۔ خدوک۔ غصہ، پریشانی۔ دوک۔ تکلا۔

چوں نمی آیند ایں جا[1] کہ منم
اس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں

کاندریں عز آفتاب روشنم
کہ میں اس عزت میں روشن سورج ہوں

مشرق خورشید برجِ قیر گوں
سورج کی مشرق سیاہ برج ہے

آفتاب ماز مشرقہا بروں
ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرقِ او نسبت ذراتِ او
اس کی مشرق ذروں کے ساتھ اُس کی نسبت ہے

نے برآمد نے فروشد ذاتِ او
نہ اُس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

ماکہ واپس ماندہ ذراتِ وئیم
ہم جو کہ اُس کے ذرات میں سے پسماندہ ہیں

در دو عالم آفتابِ بے فئیم
دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

باز گردِ شمس میگردم عجب
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں

ہم زفر شمس باشد ایں سبب[2]
یہ سبب بھی سورج کی شان وشوکت کی جانب سے ہے

شمس باشد برسببہا مطلع
اسباب سے سورج با خبر ہوتا ہے

ہم از و حبل سببہا منقطع
اسباب کی رسی کا ٹوٹنا بھی اُسی کی جانب سے ہے

صد ہزاراں بار ببریدم امید
میں نے لاکھوں بار اُمید منقطع کی

از کہ از شمس ایں شما باور کنید
کس سے؟ سورج سے اس کا تم یقین کرو

تو مرا باور مکن کز آفتاب
تو میرا یقین نہ کر، کہ سورج سے

صبر دارم من و یا ماہی[3] زآب
میں صبر کرسکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کرسکتی ہے)

ورشوم نومید نومیدیِ من
اگر میں نا امید ہوں، میری نا امیدی

عین صنع آفتاب ست اے حسن
بالکل سورج کا کام ہے، اے پیارے!

عین صنع از نفس صانع چوں بُرد
بعینہ کام، کام کرنیوالے کی ذات سے کیسے جدا ہوسکتا ہے؟

عین ہست از غیر ہستی چوں چرد
خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کرسکتا ہے

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند
تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں

گر بُراق و تازیاں ور خود خرند
خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

---

1. اینجا۔ یعنی مقامِ معرفت خداوندی۔ قیر گوں۔ سیاہ۔ آفتابِ ما۔ ہم جس سے نور حاصل کرتے ہیں وہ ذاتِ باری ہے جو مشرقوں سے وراء الوراء ہے۔ مشرقِ او۔ ذات باری کے لئے جب ہم لفظ مشرق بولتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ذرات یعنی اولیاء اللہ اس وقت اس سے کسب نور کر رہے ہیں جو دائمی نہیں ہے بلکہ بسا اوقات کسب نور میں حجابات حائل ہو جاتے ہیں ورنہ اللہ کے لئے نہ مشرق ہے نہ مغرب، اس کی ذات ہر وقت نور فشاں ہے۔ واپس ماندہ۔ ذرات یعنی ہم اس کے اولیاء میں بہت کم درجہ کے ہیں۔ فئی۔ سایہ۔ باز۔ یعنی میں باوجود آفتاب ہو جانے کے پھر بھی مزید تقرب حاصل کرنے کے لئے اس شمس کو لپٹا ہوا ہوں اور یہ میرا لپٹنا اور چکر جو تقرب کا سبب ہے، یہ بھی اسی شمس کا عطا کردہ ہے۔
2. ایں سبب۔ ہم زفر شمس باشد یعنی میری گردش جو کہ تقرب کا سبب ہے اس کی ہی پیدا کردہ ہے، جس طرح نتائج قبضۂ قدرت میں ہیں، اسی طرح ان کے اسباب بھی قبضہ قدرت میں ہیں۔ حبل۔ اسباب کا مہیا ہونا اور نہ ہونا قدرت خداوندی کے تابع ہے۔ صد ہزاراں۔ وصول الی اللہ کی سعی میں لاکھوں بار مایوسیاں پیدا ہوتی ہیں۔ تو مرا۔ لیکن مایوسی ترک سعی کا سبب نہیں بنتی۔ صبر دارم۔ مایوس ہو کر صبر کر کے بیٹھ جاؤں، یہ ممکن نہیں ہے۔
3. ماہی۔ مچھلی، پانی سے صبر کر کے نہیں بیٹھ سکتی، تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی ہے۔ ورشوم۔ مایوس کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ عین صنع۔ جبکہ مایوس کرنا بھی اللہ کا فعل ہے تو وہ اللہ کے ساتھ مزید تعلق پیدا کر دیتا ہے۔ عین ہست۔ مایوسی جو موجود ہے وہ غیر موجود کا فعل کب ہو سکتی ہے، ولا موجود الا اللہ لہٰذا وہ بھی اللہ ہی کی پیدا کردہ ہے۔ جملہ ہستی ہا۔ اچھے ہوں یا برے، سب نے وجود اسی ذات سے حاصل کیا ہے۔

لیک اسپ کور[1] کورانہ چرد
لیکن اندھا گھوڑا، اندھے پن سے چرتا ہے

وانکہ گردِ شہا ازاں دریا ندید
اور جس نے گردشوں کو اُس دریا سے نہ سمجھا

اُو زبحر اعذب آبِ شور خورد
اُس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا

بحرمی گوید بدست راست خور
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی

ہست دست راست اینجا ظن راست
داہنے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے

نیزہ گردانے ست اے نیزہ کہ تو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو

ماز عشق شمس دین بے ناخنیم[2]
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے

تو تیائے کبریائی تیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ

آنکہ گر بر چشم اعمٰی برزند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر

می نہ بیند روضہ راز انست رَد
وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے، اِس لئے مردود ہے

ہر دم آرد رُو بمحرابِ جدید
ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

تاکہ آبِ شور اُورا کور کرد
یہاں تک کہ کھارے پانی نے اُس کو اندھا کر دیا

زآبِ من، اے کور تایابی بصر
میرا پانی اے اندھے! تاکہ تو بینائی حاصل کرے

کو بداند نیک و بد را کز کجاست
تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

راست می گردی گہ و گاہے دو تو
کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

ورنہ ما آں کور رابینا کنیم
ورنہ ہم اُس اندھے کو بینا کر دیتے

دارویش کن کوریِ چشم حسود
اس کا علاج کر دے حاسد کے اندھے پن کے باوجود

اے نہالِ میوہ دار افشاں ثمر
اے پھلدار درخت! پھل گرا

داروئے ظلمت کش استیز فعل
تاریکی دور کرنے والی دوا، اُکھاڑ کرنے والی

ظلمت صد سالہ رازو برکند
سو سالہ تاریکی کو اُس سے دور کر دے

کز حسودی برتومی آرد جحود
جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

---

[1] اسپ کور۔ جن کو بصیرت حاصل نہیں ہوتی، وہ اس طرف دھیان نہیں دیتے ہیں اور مردودِ بارگاہ ہو جاتے ہیں۔ گردشہا۔ جو لوگ اسباب کو منجانب اللہ نہیں سمجھتے وہ اسباب کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں۔ دریا۔ بحرِ حقیقت، اللہ تعالیٰ۔ اوز بحر۔ منکرین کی کج فطرتی ان کو تباہ کر دیتی ہے۔ بحر عذب۔ شیریں پانی کا دریا۔ بدست راست۔ یعنی حقائق کو صحیح طور پر دیکھ۔ ظن راست۔ یعنی تمام تصرفات کو منجانب اللہ سمجھنا۔ نیزہ گرداں۔ برچھی گھمانے والا۔ نیزہ۔ یعنی انسانی قد۔ دوتو۔ دہرا۔ شمس دیں۔ یعنی شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ۔

[2] بے ناخن۔ مجبور، معذور، مولانا کی تصرفات سے معذوری یا فنائیت کی بنا پر تھی یا تصرف سے محجوب تھے یا ماذون تو تھے لیکن تشبہ بالانبیاء کی بناء پر تصرف کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ کوررا۔ بسا اوقات اولیاء اللہ ایسا تصرف کر دیتے ہیں کہ منکر قدموں پر آ گرتا ہے۔ ضیاء الحق۔ مولانا کے خلیفہ ہیں جن سے مولانا فرماتے ہیں کہ تو گمراہوں پر تصرف کر کے راہِ راست پر لا۔ اے قمر۔ ضیاء الحق جن کا دل چاند کی طرح روشن ہے۔ توتیا۔ سرمہ۔ استیز۔ فعل جس کا کام مرض کو دفع کرنا ہے۔ اعمٰی۔ یعنی جو عرصہ سے منکر ہے۔ جز حسود۔ حسد کی بنا پر منکر کی شفا ناممکن ہے۔

مر حسودت[1] را اگرچہ آں منم
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں
جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

آنکہ اُو باشد حسودِ آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے
کور می گردو زبودِ آفتاب
سورج کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے

اینت دردِ بے دوا کو راست آہ
تعجب اُس کا لا علاج مرض ہے! افسوس
اینت افتادہ ابد در قعرِ چاہ
عجب، یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

نفیِ خورشیدِ ازل بایست او
اُس نے ازلی سورج کا عدم چاہا
کے برآید ایں مرادِ اُو بگو
بتا اُس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آجائے
باز کورست آنکہ شد گم کردہ راہ
جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

گرفتار شدن باز میانِ چُغداں بویرانہ
ویرانہ میں باز کا چُغدوں میں پھنس جانا

باز[2] در ویراں برِ چُغداں فتاد
باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا
راہ راگم کرد و در ویراں فتاد
راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

اُو ہمہ نورست از نورِ رضا
وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے
لیک کورش کرد سرہنگِ قضا
لیکن اُس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کر دیا

خاک در چشمش زد و از راہ بُرد
(قضا نے) اُس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا
درمیانِ چغد و ویرانش سپرد
اُس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

برسری چُغدانش برسرمی زنند
علاوہ ازیں اُلو اُس کے سر پر (ٹھونگیں) مارتے تھے
پر و بالِ نازنینش می کنند
اُس کے ناز پروردہ پر و بال اُکھاڑتے تھے

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا
الوؤں میں شور مچا کہ خبردار!
باز آمد تا بگیرد جائے ما
باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرے

چوں سگانِ کوئی پُر خشم و مہیب
گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح
اندر افتادند در دلقِ غریب
مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

---

1. مرحسود۔ حاسد کسی طرح فیض یاب نہیں ہو سکتا ہے۔ کوری گردد۔ آفتاب کا کام روشنی پہنچانا ہے لیکن حاسد آنکھیں بند کر لینے کی وجہ سے اور اندھا بنتا ہے۔ اینت۔ زہے۔ درد۔ حسد کا کوئی علاج نہیں ہے۔ خورشید ازل۔ اولیاء اللہ باذات خداوندی۔ باز آں باشد۔ یعنی طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وقت فیض کامل بھی نہ ہو تو منکر نہ بنے بلکہ کوشش جاری رکھے پھر مناسبت پیدا ہوگی اور فیض حاصل ہونے لگے گا، منکر بن گیا تو تباہی ہے۔ گرفتار شدن۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ باز شاہ کی کلائی سے محروم ہو گیا تھا لیکن برابر طلب میں لگا رہا اور کامیاب ہوا۔

2. باز۔ اس سے مراد نبی و عارف ہے۔ چغداں۔ الوؤں سے مراد منکرین اور مجوبین ہیں اور اس حکایت میں شاہ سے ذات حق اور زمداں سے دنیاوی لذتیں مراد ہیں۔ او ہمہ نور۔ عارفین کی بھی کبھی آزمائش ہو جاتی ہے اور وہ قضائے الٰہی سے راہ گم کر بیٹھتے ہیں۔ برسری۔ علاوہ ازیں۔ می زنند۔ یعنی باز کے سر پر ٹھونگیں مارتے تھے۔ نازنین۔ ناز پروردہ۔ ولولہ۔ واویلا کرنا، جوش و خروش۔ تا بگیرد۔ انبیاء کے بارے میں منکرین یہ بھی کہتے تھے یرید ان یخرجکم من ارضکم یعنی وہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے نکال کر اس پر قبضہ جمائے۔ دلق۔ گدڑی۔ غریب۔ اجنبی، مسافر۔

باز گوید[1] من چہ در خوردم بچغد
باز کہتا ہے مجھے الوؤں سے کیا لگاؤ؟
من نخواہم بود اینجا می رَوَم
میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جاتا ہوں
خویشتن مکشید اے چغداں کہ من
اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں
ایں خراب آباد در چشم شماست
یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے
چغد گفتا باز حیلت می کند
ایک الو بولا، باز مکاری کرتا ہے
خانہائے ما بگیرد او بہ مکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کر لے
مینماید سیری ایں حیلت پرست
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے
او خورد از حرص طیں را ہمچو دِبس[2]
وہ لالچ میں مٹی، انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے
لاف از شہ می زند وز دست شاہ
بادشاہ، اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے
خود چہ جنس شاہ باشد مُرغکے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہو گا؟
جنس شاہ است او و یا جنس وزیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟
آنچہ می گویدز مکر و فعل و فن
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے
اینت مالیخولیائے نا پذیر
عجب! ناقابل قبول پاگل پن ہے

صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
ایسے سو ویرانے میں نے الوؤں کیلئے چھوڑ دیئے ہیں
سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں
نے مقیم می روم سوئے وطن
میں مقیم نہیں ہوں، وطن کی طرف جاتا ہوں
ورنہ مارا ساعد شہ باز جاست
ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے
تا ز خان و ماں شما را برکند
تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے
برکند مارا ز سالوسی زِ وَکر
چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہم کو اُجاڑ دے
واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست
خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے
دُنبہ مَسپارید اے یاراں بخرس
اے دوستو! دنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو
تا بُرد او ما سلیماں را زِ راہ
تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کر دے
مشنوش گر عقل داری اندکے
اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو، اِس کی نہ سنو
ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
کبھی لہسن، بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے
ہست سلطاں با حشم جویائے من
(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے
اینت لافِ خام و دامِ گول گیر
عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

1. باز گوید۔ انبیاء اور اولیاء نے منکرین سے اکثر یہی کہا ہے۔ من نخواہم۔ شعر۔ خرم آں روز کزیں منزل ویراں بروم۔ راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم۔ نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے۔ تا درِ میکدہ شاداں و غزل خواں بروم۔ شاہنشاہ۔ ذاتِ حق۔ وطن۔ یعنی دار آخرت۔ ساعد شہ۔ یعنی اللہ (تعالیٰ کا قرب) حیلت۔ حیلہ بازی۔ خان و مان۔ گھر بار۔ سالوسی۔ فریب، مکاری۔ وکر۔ گھونسلا۔ سیری۔ پیٹ بھرا پن۔ طین۔ مٹی۔
2. دبس۔ انگور کا شیرہ۔ خرس۔ ریچھ۔ لاف۔ یعنی یہ اس کی بکواس ہے کہ اس کی شاہ سے دوستی ہے اور وہ اس کی کلائی پر بیٹھتا ہے۔ سلیماں۔ سلیم کی جمع ہے، بھولا انسان۔ از راہ بردن۔ دھوکا دینا، گمراہ کرنا۔ جنس۔ ہم جنس، مناسب۔ مرغک۔ حقیر پرند۔ لوزینہ۔ بادام کا حلوا۔ سیر۔ لہسن۔ اینت۔ زہے، عجب۔ مالیخولیا۔ جنون کی ایک قسم ہے۔ ناپذیر۔ ناقابل قبول۔ لاف خام۔ بے بنیاد شیخی۔ گول۔ بالضم و واو مجہول، احمق، ابلہ۔

ہر کہ ایں باوَر کند اُو اَبلہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے
مرغک لاغرچہ در خورد شہ است
کمزور ذلیل پرند، بادشاہ کے کیا لائق ہے؟

کمترین[1] چغد اَرزَند برمغز اُو
چھوٹے سے چھوٹا الو اگر اُس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مار دے
مَروُرا یاری گری از شاہ کو
اُس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

گفت باز اریک پُرِ من بشکنید
باز نے کہا، اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑو
یا زغم برگِ گلے برمن زنید
یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

بیخ چغدستاں شہنشہ بَرکند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کر دے گا
خانہا تاں جملگی برسَر زند
تم سب کے گھونسلے اُجاڑ دے گا

چغد خودچہ بود اگر بازے مرا
الو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی) میرا
دل برنجاند کند برمن جفا
دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

شہ کند تو دہ بہر شیب و فراز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے
صد ہزاراں خرمن از سَرہائے باز
بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان

پاسبانِ من عنایاتِ وَے ست
اُس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں
ہر کجا کہ می روم شہ درپے ست
میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

در دلِ سلطاں خیالِ من مقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے
بے خیالِ من دلِ سلطاں سقیم
میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

چوں پراند مراشہ در روش
جب بادشاہ مجھے کسی روش میں اُڑاتا ہے
یابم اندر اوجِ جاں خوش پرورش
میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

ہمچو ماہ و آفتابے می پَرم[2]
چاند اور سورج کی طرح اُڑتا ہوں
پردہائے آسماں را بر درم
آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

روشنی عقلہا از فکرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے
انفطارِ آسماں از فطرتم
آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

بازِ م و حیراں شود درمن ہما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے
چغد کہ بود تا بداند سِرِّ ما
اُلو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا
صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
لاکھوں قیدیوں کو آزاد کردیا

---

1. کمترین۔ اکثر منکروں نے بھی اسی طرح دھمکیاں دی ہیں۔ گفت۔ انبیاء اور اولیاء کو ستانے پر بستیاں ویران کردی گئی ہیں۔ اگر باز۔ اولیاء کو ستانے سے عوام تو درکنار بڑے بڑے لوگ صاحب علم وہنر برباد ہوئے ہیں۔ شیب۔ نشیب کا مخفف ہے، پست زمین۔ پاسبان۔ خدا نے انبیاء کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔ مقیم۔ جاگزیں۔ سقیم۔ بیمار۔ یابم۔ یعنی جب خدا مجھے روحانی عروج عطا فرماتا ہے تو مجھے روح کی ترقی میں اچھی پرورش حاصل ہوتی ہے۔
2. می پرم۔ انبیاء کو معراج جسمانی اور اولیاء کو معراجِ روحانی حاصل ہو جاتی ہے۔ روشنی عقلہا۔ یعنی فرشتوں کو نور میری وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ انفطار۔ آسمانوں میں شگاف ہونا۔ فطرتم۔ میری پیدائش کی وجہ سے ہے، آسمانوں کا انفطار انبیاء کی معراجوں یا بارشوں کے نزول کے لئے ہے۔ ہما۔ یعنی ملائکہ، افضل بشر، افضل ملائکہ سے افضل ہے۔ صد ہزاراں۔ بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم۔

یک دمم[1] با چغدہا دمساز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے الوؤں کا ساتھ بنایا

از دمِ من چغدہا را باز کرد
میرے دم بدم سے الوؤں کو باز بنا دیا

اے خنک چغدے کہ در پروازِ من
وہ اُلو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں

فہم کرد از نیک بختی رازِ من
نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

در من آویزید تا بازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ

گرچہ چغدانید شہبازاں شوید
اگرچہ تم اُلو ہو باز بن جاؤ

آنکہ باشد باچنیں شاہے حبیب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو

ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو

گر چو نے نالد نباشد بے نوا
اگرچہ وہ بانسری کیطرح نالہ کرے بے ساز و ساماں نہیں ہوتا

مالک ملکم نیم من طبل خوار
میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں

طبل بازم می زند شہ از کنار[2]
کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

طبلِ بازِ من ندائے اِرجعی
میری واپسی کا طبل "واپس آجا" کی آواز ہے

حق گواہِ من برغم مدعی
مخالفت کی ذلت کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) میرا گواہ ہے

من نیم جنس شہنشہ دور ازو
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں، اُس سے جدا ہوں

لیک دارم در تجلی نور ازو
لیکن تجلی میں اُس کا نور رکھتا ہوں

نیست جنسیت[3] زروئے شکل و ذات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات (ہی) کی وجہ سے نہیں ہے

آب جنس خاک آمد در نبات
زمین کی پیداوار میں پانی، مٹی کی جنس ہو گیا

باد جنس آتش آمد در قوام
بناوٹ میں ہوا، آگ کی جنس ہو گئی

طبع را جنس آمدست آخر مدام
شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی ہے

جنس ما چوں نیست جنس شاہ ما
ہماری جنس چونکہ ہمارے شاہ کی جنس نہیں ہے

مائے ما شد بہر مائے او فنا
ہماری ہستی اُس کی ہستی میں فنا ہوگئی ہے

---

[1] یک دم۔ کفار انبیاء کی محبت سے اور مجوبین اولیاء کی صحبت سے کامل بن جاتے ہیں۔ خنک۔ ٹھنڈا، خوش نصیب۔ پرواز۔ یعنی مرتبہ کمال۔ نیک بختی۔ سعادت ازلی۔ رازِ من۔ یعنی حسن عقیدت رکھے۔ آویزید۔ یعنی تعلق پیدا کرو۔ شہباز۔ ایک بڑی قسم کا باز ہے۔ شوید۔ انبیاء اور اولیاء کے اتباع سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ حبیب۔ محبوب۔ غریب۔ مسافر، اجنبی۔ ہر کہ۔ مقربین کا رونا عشق کی وجہ سے جو مراتب کی بلندی پیدا کرتا ہے۔ مالک الملک۔ بادشاہی کا مالک۔ طبل خوار۔ حریص۔ طبل باز۔ واپسی کا نقارہ، باز جب شکار کر چکتا ہے اس کو واپس بلانے کے لئے نقارہ بجایا جاتا ہے۔

[2] کنار۔ کنارہ۔ ارجعی۔ تو واپس آجا، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی پاک روحوں کو واپس بلانے کے لئے فرماتا ہے، اللہ کا یہ فرمانا طبل باز ہے۔ رغم مدعی۔ مخالف کی ذلت۔ من نیم۔ الوؤں نے اعتراض کیا تھا کہ بادشاہ اور وزیر کی جنس نہیں ہے لہٰذا ان سے کیا تعلق، اس کا جواب ہے کہ میں ہم جنس تو نہیں ہوں لیکن اس کے نور کی تجلی مجھ پر پڑ گئی ہے۔

[3] جنسیت۔ یعنی جنسیت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شکل و صورت ہو بلکہ تعلق اور مناسبت کی وجہ سے ہم جنس بن جاتا ہے۔ آب۔ زمین کی پیداوار میں پانی اور مٹی کا باہم تعلق ہے حالانکہ دونوں کی شکل و صورت جدا جدا ہے۔ باد۔ چند مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ باہمی تعلق شکل و صورت کے اتحاد پر موقوف نہیں ہے، ہوا آگ کی حقیقت میں داخل ہے اور اس سے متعلق ہے، اگر ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جاتی ہے، طبیعت انسانی اور شراب میں تعلق ہے، شراب پی کر طبیعت میں مستی آجاتی ہے۔ مائے۔ انانیت، ہستی۔ فنا۔ یعنی ہم اللہ کے ہم جنس تو نہیں ہیں لیکن ہم نے اپنی ہستی کو اس کے لئے فنا کر دیا ہے۔

چوں فنا شد مائے ما اُو ماند فرد
جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا

پیش پائے اسپ اُو گردم چوگرد
اُسکے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کیطرح ہو گیا

خاک[1] شد جان و نشانہائے اُو
ہماری جان خاک ہوگئی اور اُس کی نشانیاں

ہست برخاکش نشانِ پائے اُو
اِس (جان) کی خاک پر اُسکے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاک پایش شو برائے ایں نشاں
اس نشان کے لئے اُس کے پاؤں کی خاک بن جا

تا شوی تاجِ سرِ گردن کشاں
تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

تا کہ نفریبد شمارا شکل من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے

نقل من نوشید پیش از نقل من
میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

اے بساکس را کہ صورت راہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا

قصد صورت کرد، براللہ زد
اُسنے صورت (کوستانے) کا ارادہ کیا، (اور) اللہ پر حملہ کیا

آخر ایں جاں با بدن پیوستہ است
آخر یہ جان، بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے

ہیچ ایں جاں بابدن مانستہ است
کہیں یہ جان، بدن سے مشابہ ہے؟

تابِ[2] نورِ چشم باپیہ است جفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے

نورِ دل در قطرۂ خونے نہفت
دل کا نور، خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

شادی اندر گُردہ و غم در جگر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے)

عقل چوں شمعے درونِ مغز سر
عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

رائحہ در انف و منطق درلسان
خوشبو ناک میں، اور گویائی زبان میں (ہے)

لہو در نفس و شجاعت در جنان
کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

ایں تعلقہانہ بے کیف ست و چوں
کیا یہ تعلقات نا قابل بیان اور نا قابل مثال نہیں ہیں؟

عقلہا در دانش چونی زبوں
عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

جانِ کل با جانِ جزو آسیب کرد
جان کل نے جان جزو پر اثر ڈالا

جاں ازو دُرّے ستد در جیب کرد
جان (جزو) نے اُس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

---

1. خاک۔ ہم نے اپنے آپ کو مٹی میں ملا دیا اور اس مٹی پر اس کے نقش قدم ہیں۔ گردن کشاں۔ عالیجاہ لوگ۔ نقل۔ بضم، میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جائے بالفتح نقل مکانی، انتقال یعنی محض صورت ظاہری پر نظر کر کے تحقیر نہ کرنی چاہئے اور استفاضہ سے محروم نہ رہنا چاہئے۔ بساکس۔ کافر انبیاء کو صورتا اپنے جیسا دیکھ کر منکر بنتے تھے اور مخالفت کرتے تھے جو دراصل اللہ کی مخالفت ہوتی تھی۔ آخر۔ جسم اور روح میں باہمی تعلق ہے اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں ہے تو منکرین صورت کی عدم مشابہت سے تعلق کا کیوں انکار کرتے ہیں۔
2. تاب نور۔ جب آنکھ کی چربی نور چشم کا مظہر اور دل کا قطرۂ خون نور کا مظہر ہو سکتے ہیں تو ایک انسان کے نور حق سے متجلی ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ شادی۔ گردہ اور خوشی میں، غم اور جگر میں، عقل اور مغز میں صوری مشابہت نہیں ہے لیکن باہمی تعلق ظاہر ہے۔ رائحہ۔ خوشبو۔ انف۔ ناک۔ جناں۔ دل۔ ان چیزوں میں صورتا مشابہت نہیں اور تعلق ظاہر ہے۔ ایں تعلقہا۔ پہلے جن چیزوں کا باہمی تعلق بتایا ہے، اس تعلق کو پوری طرح سمجھنا مشکل ہے لہٰذا تعلق مع اللہ کی کیفیت بیان کرنا بھی ممکن نہیں ہے۔ جانِ کل۔ ذات حق، یہ انسان سے خدا کے تعلق کا بیان ہے۔ جانِ جزو۔ انسان۔ آسیب۔ اثر۔

ہمچو مریمؑ[1] جاں ازاں آسیب جیب — حاملہ شد از مسیحؑ دلفریب
(حضرت) مریمؑ کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے — حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

آں مسیحے نے کہ بر خشک و ترست — آں مسیحے کز مساحت برترست
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے — وہ مسیحؑ جو ناپ تول سے بالا ہے

پس زجان جاں چو حامل گشت جاں — از چنیں جانے شود حامل جہاں
تو جب جان، جانِ جاں سے حاملہ ہو گئی — ایسی جان سے جہاں پُر ہو جاتا ہے

پس جہاں زاید جہانِ دیگرے — ایں حشر را وا نماید محشرے[2]
تو جہان دوسرا جہان جن دیتا ہے — یہ گروہ (جہان دیگر) اِس گروہ کا محشر نمایاں کر دیتا ہے

تا قیامت گر بگویم بشمرم — من زشرحِ ایں قیامت قاصرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں — میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں

تا قیامت ایں قیامت را اگر — شرح گویم قاصر آیم اے پسر
قیامت تک اس قیامت کی اگر — میں شرح کروں، اے صاحب زادے! میں عاجز آ جاؤں

ایں سخنہا خود بمعنی یا ربے ست — حرفہا دامِ دمِ شیریں لبے ست
خود یہ باتیں یا رب کے معنی میں ہیں — (اسکے) حروف شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند — چونکہ لبیکش ز یاربؑ[3] می رسد
کوتاہی کیوں کرے، اور خاموش کیوں رہے؟ — جبکہ یارب کی وجہ سے اُسکے پاس لبیک (کی آواز) پہنچ رہی ہے

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید — لیک سَر تا پائے بتوانی چشید
وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی — ہاں سَر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

یک مثل آورد مت تا پے بَری — وز چنیں لبیک پنہاں بَر خوری
میں تیرے لئے ایک مثل بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے — اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

---

[1] ہمچو مریمؑ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کو متاثر کیا اور وہ حامل امانت ہو گیا جس طرح حضرت مریمؑ کے گریبان میں پھونک ماری اور وہ حضرت مسیحؑ سے حاملہ ہو گئی تھیں۔ مسیحے۔ حضرت مریمؑ تو ایک انسان، مسیحؑ سے حاملہ ہوئیں، مومن کا قلب تجلیات رب کا حامل ہو گیا۔ خشک و تر۔ بحر و بر۔ مساحت۔ ناپنا۔ جانِ جاں۔ روح الارواح، ذات حق۔ حامل حق۔ شیخ کے قلبی نور سے تمام دنیا مستفید ہوتی ہے۔ ایں حشر۔ بزرگوں سے فیض حاصل کرنے والے اپنے پہلے بزرگوں کی شہرت اور نمود کا سبب بنتے ہیں۔

[2] محشر۔ قیامت میں سب کے وجود ظاہر ہو جائیں گے، اسی طرح مستفیدین بزرگوں کے وجود کو نمایاں کرتے ہیں۔ تا قیامت۔ پھر مستفیدین اور مستفیدین سے مستفیدین کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تا قیامت۔ جبکہ بزرگوں کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے تو اس کی شمار مشکل ہے۔ ایں سخنہا۔ یہ نصیحت کی باتیں، جو بزرگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی اصلاح پر مامور ہوتے ہیں ان کا وعظ و نصیحت کرنا ذکر الٰہی کے ہم معنی ہوتا ہے۔

[3] یارب۔ یعنی ذکر خداوندی۔ حرفہا۔ ذکر اور نصیحت سے خدا سے شرف ہمکلامی حاصل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے لبیک کی صدا آتی ہے تو گویا یا رب کہنا اللہ تعالیٰ کی گفتگو کے لئے جال اور سبب ہے۔ چوں کند۔ جبکہ ذکر سے شرف ہمکلامی حاصل ہو تو کون بدنصیب ہوگا جو ذکر کرنے سے باز آئے گا۔ لبیک۔ میں حاضر ہوں، یہ پکارنے والے کے جواب میں کہا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ جواب شنیدنی نہیں ہے بلکہ ذوقی ہے۔ یک مثل۔ ذکر کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو لبیک کی آواز آتی ہے وہ شنیدنی نہیں بلکہ ذوقی ہے اس کو اس قصہ سے سمجھاتا ہے کہ پیاسے کے لئے پانی کی آواز بھی ایک ذوقی چیز ہے، جو پیاسا نہ ہو وہ اس آواز سے کوئی لطف حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

کلوخ انداختن تشنہ از سَرِ دیوار در جوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈلے پھینکنا

برلب جو بود دیوارے بلند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی

برسرِ دیوار تشنہ دردمند
دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

تشنہ مستسقی[1] زار و نزار
پیاسا، پانی کا طلبگار، بدحال اور لاغر

عاشق مست غریب بے قرار
عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

مانعش از آب آں دیوار بود
وہ دیوار اُس کے لئے پانی سے روک تھی

از پئے آب اُو چوماہی زار بود
پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

شد حجابِ آب آں دیوارِ اُو
اُس کی وہ دیوار پانی کی اڑ بنی

برفلک می شد فغانِ زارِ اُو
اُس کی درد ناک فریاد آسمان پر پہنچتی تھی

ناگہاں انداخت اُو خشتے در آب
اچانک اُس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی

بانگ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اُس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

چوں خطابِ یارِ شیرین و لذیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی

مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ
اُس کو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کر دیا

از صفائے بانگ آب آں ممتحن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے

گشت خشت انداز و زانجا خشت کن
اینٹ پھینکنے والا اور اُس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہو گیا

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے

فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا
میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است
پیاسے نے کہا، اے پانی میرے دو فائدے ہیں

من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
میں اس کام سے کبھی دست بردار نہ ہوں گا

فائدہ اوّل سماعِ بانگ آب
پہلا فائدہ، تو پانی کی آواز کا سننا ہے

کو بود مرتشنگاں را چوں سحاب[2]
جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

بانگ اُوچوں بانگ اسرافیل شد
اس کی آواز اسرافیلؑ کی آواز کی طرح ہے

مُردہ را زیں زندگی تحویل شد
جو پیاسوں (کو) اُس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

یاچو بانگ رعد ایامِ بہار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے

باغ می یابد ازو چندیں نگار
جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

---

1. مستسقی۔ پانی کا طلبگار۔ زار۔ بدحال۔ نزار۔ لاغر۔ عاشق۔ یعنی پانی کا عاشق۔ مست۔ یعنی پانی کے عشق سے۔ خطاب۔ یعنی ڈلا گرنے سے جو پانی میں آواز پیدا ہوئی وہ پیاسے کے لئے ایسی ہی تھی جیسے ذاکر کے لئے لبیک کی آواز۔ نبیذ۔ شراب۔ ممتحن۔ آزمائش میں گرفتار۔ خشت کن۔ اینٹ اکھاڑنے والا۔ بانگ۔ یعنی پانی نے زبان حال سے کہا۔ آبا۔ اے پانی۔ ندارم۔ نہ بردارم۔

2. سحاب۔ پیاسا جس طرح ابر کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے، پانی کی آواز سن کر بھی خوش ہوتا ہے۔ اسرافیلؑ۔ حضرت اسرافیلؑ کے صور سے مُردے زندہ ہو جائیں گے۔ مُردہ۔ یعنی جو پیاس سے مر رہا ہے پانی کی آواز سے اس کو ایک زندگی مل جاتی ہے۔ رعد۔ گرج۔ باغ موسم بہار میں بادل کی گرج سے بشارت حاصل کرتا ہے۔

یا چو بر درویش[1] آوازِ زکات
یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کیلئے زکات (دینے والے) کی آواز
یا چو بر محبوس پیغامِ نجات
یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لئے رہائی کا پیغام

یا دمِ رحمٰن بود کاں از یمن
یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے
می‌رسد سوئے محمدؐ بے دہن
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

یا چو بوئے احمدؐ مرسل بود
یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی
کاں بعاصی در شفاعت می‌رسد
جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے یوسفؑ خوبِ لطیف
یا حسین پاکیزہ یوسفؑ کی خوشبو کی طرح
می‌زند بر جانِ یعقوبؑ نحیف[2]
جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا نسیم روضۂ دارالسلام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے
سوئے عاصی می رسد بے انتقام
جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا سوئے مس سیہ از کیمیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے
می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اس کی طرح ہے)

یازِ لیلیٰ بشنود مجنوں کلام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے
یا فرستد ویس رامیں را پیام
یا ویس (معشوقہ) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس میں سے
بر کنم آیم سوئے ماءِ معیں
میں اُکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آ جاتا ہوں

کز کمی[3] خشت دیوارِ بلند
اس لئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے
پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
جتنی مرتبہ اُکھڑتی ہے، زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

پستی دیوار قربے می شود
دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے
فصل او درمان وصلے می شود
اُس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی آمد کندن خشت لزب
چپکی ہوئی اینٹ کا اُکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا
موجب قربت کہ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ
(یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

---

1. درویش۔ فقیر جب زکوٰۃ دینے والے کی آواز سنتا ہے تو اس میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ دمِ رحمٰن۔ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے خدائی سانس یمن کی جانب سے پہنچتا ہے۔ بے دہن۔ خدا کا کلام اور سانس دہن سے منزہ ہے۔ بوئے احمدؐ۔ شفاعت کے وقت آنحضور ﷺ کی خوشبو گنہگار کے لئے جانفزا ہوگی۔ بوئے یوسف۔ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے کرتے کی خوشبو بہت دور سے محسوس کر لی تھی جو ان کے نشاط کا سبب بنی۔
2. نحیف۔ کمزور، لاغر۔ نسیم۔ ہلکی خوشگوار ہوا۔ روضہ۔ باغ۔ دارالسلام۔ بہشت کے آٹھ طبقوں میں سے ایک طبقہ کا نام ہے۔ بے انتقام۔ یعنی وہ گنہگار جس کو گناہوں کی سزا نہ ملی ہو۔ از کیمیا۔ کیمیا کی آواز سونے کے لئے ایسی ہی روح فزا ہے جیسے پیاسے کے لئے پانی کی آواز تھی۔ ویس۔ عرب کی مشہور معشوقہ ہے جیسا کہ لیلیٰ۔ رامیں۔ عرب کا مشہور عاشق ہے جیسا کہ مجنوں۔ فائدہ دیگر۔ اینٹ اکھاڑنے کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دیوار کم ہو رہی ہے اور پانی کا قرب بڑھ رہا ہے۔
3. کز کمی۔ پیاسے کا جس قدر پانی سے فاصلہ تھا، وہ اینٹ کے اکھڑنے سے کم ہو رہا تھا۔ فصل او۔ اینٹ کا اکھڑنا پیاسے کے پانی سے وصل کو قریب کر رہا تھا۔ پستی آمد۔ جس طرح دیوار کا پست ہونا قربت اور وصل کا سبب تھا، اسی طرح انسان کا پست ہونا اور سجدہ میں گرنا قربِ خداوندی کا سبب ہے جیسا کہ قرآن کی آیت میں کہا گیا ہے۔ لزب۔ چپکنے والا۔

تا کہ[1] ایں دیوارِ عالی گردن ست
جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے

سجدہ نتواں کرد بر آبِ حیات
آبِ حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا

بر سرِ دیوار ہر کو تشنہ تر
جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہو گا

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب
جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہو گا

اُوز بانگ آب پُر مے تا عُنُق
وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پُر ہے

اے خنک[2] آں را کہ اُو ایامِ پیش
اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو

اندراں ایامِ کش قدرت بود
اُس زمانے میں جب کہ اُس کی قدرت ہوتی ہے

واں جوانی ہمچو باغِ سبز و تر
اور وہ جوانی سر سبز و شاداب باغ کی طرح

چشمہائے قوت و شہوت رواں
قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں

خانۂ معمور سقفش بس بلند
گھر آباد ہے، اُس کی چھت اُونچی ہے

نورِ چشم و قوتِ اَبداں بجا
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے

ہیں غنیمت داں جوانی اے پسر
اے صاحب زادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ

مانع ایں سَر فرود آوردن ست
یہ سَر جھکانے سے مانع ہے

تا نیابی زیں تنِ خاکی نجات
جب تک کہ تو اِس مٹی کے جسم سے نجات نہ پالے گا

زُود تر اُو میکند خشت و مدر
وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اُکھاڑے گا

اُو کلوخِ زفت برکند از حجاب
وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اُکھاڑے گا

نشنود بیگانہ جز بانگ بلق
بیگانہ سوائے ''گڑپ'' کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

مغتنم دارد، گذارد وامِ خویش
غنیمت سمجھے، (اور) اپنا قرض ادا کر دے

صحت و زورِ دل و قوت بود
صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

می رساند بے دریغے بار و بر
بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

سبزی گردد زمین تن بداں
جسم کی زمین اُن سے سر سبز ہوتی ہے

معتدل ارکان بے تخلیط و بند
بغیر گڑ بڑ اور رُکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

قصرِ محکم خانہ روشن پُر صفا
قلعہ مضبوط، گھر روشن صفا ستھرا ہے

سَر فرود آور بکن خشت و مدر
سر جھکالے، اینٹ اور ڈھیلا اکھاڑ دے

---

1. تاکہ۔ جب تک انسان تن پروری کرے گا اور اپنی گردن کو اونچا رکھے گا، وہ دیوار ہے جو پانی کے وصل سے مانع تھی۔ آبِ حیات۔ ذات خداوندی کا سجدہ اور قرب جب حاصل ہو گا جب تن خاکی کی اینٹیں اکھاڑ دو گے۔ تشنہ تر۔ جو وصل کا زیادہ پیاسا ہو گا، وہ وصل کے اسباب جلد حاصل کرے گا۔ زفت۔ موٹا، مضبوط۔ حجاب۔ پردہ۔ اُو۔ اس پیاسے کو پانی کی آواز سے شراب کا سا نشہ حاصل ہو رہا تھا۔ بیگانہ۔ جس کو پانی کی حاجت نہیں ہے۔ بلق۔ پانی میں کسی چیز کے گرنے کی آواز۔

2. اے خنک۔ جوانی کی عبادت اور مجاہدہ بہت افضل ہے۔ وام۔ قرض یعنی اللہ کے حقوق۔ اندراں ایام۔ یعنی جوانی کا زمانہ۔ جوانی۔ جوانی کے مجاہدات بہت جلد مثمر ہوتے ہیں۔ سبز۔ تر و تازہ زمین میں تخم ریزی بہتر پیداوار کرتی ہے۔ معمور۔ آباد۔ ارکان۔ عناصر، ستون۔ تخلیط۔ ملاوٹ۔ بند۔ رکاوٹ۔ نورِ چشم۔ جوانی میں حواس ظاہری اور حواس باطنی سب صحیح حالت میں ہوتے ہیں۔ بکن خشت و مدر۔ یعنی برے اخلاق زائل کر دے۔

پیش ازاں کایامِ پیری در رسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے
گردنت بندد[1] بِحَبْلٍ مِّن مَّسَدْ
تیری گردن مونج کی رسی سے بندھ جائے

خاکِ شورہ گردد و ریزان و ست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور ست ہو جائے
ہر گز از شورہ نباتِ خوش نرست
شوریلی زمین میں کبھی اچھی گھاس نہیں اُگی ہے

آبِ زور و آبِ شہوت منقطع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے
او زِخویش و دیگراں نا منتفع
وہ اپنے آپ، اور دوسروں سے نفع نہ اُٹھا سکے

ابروان چوں پارِ دُم زیر آمدہ
ابروئیں دچی کی طرح لٹکی ہوئی
چشم را نم آمدہ تاری شدہ
آنکھ میں موتیا اُترا ہوا، دھندلائی ہوئی

از تشنج[2] رُو چو پشتِ سوسمار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح
رفتہ نطق و طعم و دندانہا کار
گویائی اور ذائقہ ختم، اور دانت بیکار

پشت دوتا گشتہ دل ست و تپاں
کمر دوھری دل ست اور لرزاں
تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
جسم کمزور، ہاتھ پیر دھاگا جیسے

بر سرِ رہ زاد کم مرکوب ست
راستہ پر، توشہ ندارد، سواری ست
غم قوی و دل تنگ تن نادرست
غم بھاری، دل کمزور، جسم بگڑا ہوا

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ
گھر تباہ، کام بے سہارا
دل زافغاں ہمچو نای انباں شدہ
دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

عمر ضائع سعی باطل راہ دُور
عمر برباد، کوشش بیکار، راستہ دراز
نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
نفس ست، دل کالا، جان بے صبر

موئے بر سر ہمچو برف از بیم مرگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے
جملہ اَعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز
دن بے وقت، گدھا لنگڑا اور راستہ دراز
کارگہ ویراں عمل رفتہ زساز
کارخانہ ویران، عمل ناکارہ

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ
بری عادتوں کی جڑ مضبوط
قوتِ برکندنِ آں کم شدہ
اُس کے اُکھاڑنے کی طاقت کم

---

[1] گردنت بندد۔ یعنی بڑھاپے میں عبادت نہ ہو سکے گی۔ مسد۔ کھجور کے ریشے یا مونج کی رسی۔ خاک شورہ۔ بڑھاپے میں عبادات اور ریاضت کے عمدہ ثمرات حاصل نہیں ہوتے ہیں، بڑھاپے کا بدن شوریلی زمین کی طرح ہے جو بارآور نہیں ہوتی ہے۔ آب زور۔ جس زمین کی آبپاشی نہیں ہوتی اس کی پیداوار اچھی نہیں ہوتی ہے۔ اوز خویش۔ بڑھاپے میں انسان نہ اپنے لائق رہتا ہے نہ مہمان کے لائق رہتا ہے۔ پاردم۔ دچی۔ زیر آمدہ۔ بڑھاپے میں بھنویں لٹک کر آنکھوں پر آ جاتی ہیں۔ چشم۔ بڑھاپے میں موتیا بند ہو جاتا ہے اور آنکھوں میں دھند پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] تشنج۔ اینٹھن، پٹھے سکڑتے ہیں تو کھال میں جھریاں اور سلوٹیں پڑ جاتی ہیں۔ سوسمار۔ گوہ جس کی کمر کھردری ہوتی ہے۔ نطق۔ گویائی۔ طعم۔ ذائقہ۔ دوتا۔ دہرا۔ ریسماں۔ دھاگہ، رسی۔ زاد۔ توشہ۔ مرکوب۔ سواری۔ تنگ۔ تنگ، پریشان۔ نای انباں۔ مشک والی بین، مشک کو بین سے جوڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ہوا بھر دی جاتی ہے جس سے بین بجتی رہتی ہے۔ ہمچو برف۔ یعنی سفید۔ لاشہ۔ کمزور، حیوان یا انسان، گدھا۔ کارگہ۔ کارخانہ۔ بیخ ہائے بد۔ بڑھاپے میں بری عادتیں اور راسخ ہو جاتی ہیں اور ان کو چھوڑنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔

فرمودنِ[1] والی شخص را کہ خار بن کہ نشاندہٗ از سرِ راہِ مرد ماں برکن و عذر آوردن اُو

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تو نے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اُکھاڑ دے اور اُس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخصِ درشت خوش سخن　درمیانِ رہ نشاند او خار بن

اُس باتونی، سنگدل، انسان کی طرح　جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

رہ گذر یانش ملامت گر شدند　پس بگفتندش بکن آنرا نکند

راستہ چلنے والے اُس کو ملامت کرتے　اس نے کہا، اُس کو اُکھاڑ، اُس نے نہ اُکھاڑا

ہر دمے آں خار بن افزوں شدے　پائے خلق از زخم آں پُر خوں شدے

ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا　لوگوں کے پیر اُس کے زخم سے خون آلود ہوتے

جامہائے خلق بدریدے زخار　پائے درویشاں بخستے زار زار

کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے　غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث　یافت آگاہی زفعل آں خبیث

جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی　اُس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن　گفت آرے برکنم روزیش من

جب حاکم نے تاکید سے اُس سے کہا اکھاڑ دے　بولا، ہاں کسی دن میں اُس کو اُکھاڑ دوں گا

مدتے فردا و فردا وعدہ داد　شد درخت خارِ اُو محکم نہاد[2]

ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا　وہ خار دار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ　پیش آ در کارِ ما واپس مغژ

ایک روز حاکم نے اُس سے کہا اے وعدہ خلاف!　ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیشقدمی کر واپس نہ جا

گفت الْاَیَّام بَاعَدَ بَیْنَنَا　گفت عَجِّلْ لَاتُمَاطِلْ دَیْنَنَا

بولا، زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی　اُس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے فرض میں ٹال مٹول نہ کر

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں　کہ بہر روزے کہ می آید زماں

تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے　کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

آں درخت بد جواں تر می شود　ویں کنندہ پیر و مضطر می شود

وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے　اور یہ اُکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

---

1. فرمودن۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ بدخصلتوں کا اگر ازالہ نہ کیا جائے تو وہ اور جڑ پکڑ جاتی ہیں۔ درشت۔ سنگدل۔ خوش سخن۔ باتونی۔ خار بن۔ کانٹوں والا درخت۔ رہ گذریاں۔ راستہ چلنے والے۔ حدیث۔ بات۔ فعل۔ یعنی راستہ میں کانٹے بونا۔ بجد۔ یعنی تاکید اور سختی سے۔ فردا۔ کل۔

2. نہاد۔ جڑ، بنیاد۔ وعدہ کژ۔ وعدہ خلاف۔ مغژ۔ غژیدن سے نہی کا صیغہ ہے، گھٹنوں کے بل نہ چل۔ الایام۔ دن، زمانہ۔ باعد۔ دوری پیدا کر دی ہے۔ بیننا۔ ہمارے درمیان۔ عجل۔ تو جلدی کر۔ لاتماطل۔ ٹال مٹول نہ کر۔ دیننا۔ ہمارا قرض۔ کہ فردا۔ یعنی کل کو کاٹ دوں گا۔

خار بن در قوت و بَرخاستن[1] | خار کن در سستی و در کاستن
خار دار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے | کانٹے اکھاڑنے والا سستی اور گھٹاؤ میں ہے

خار بن ہر روز و ہر دم سبز و تَر | خار کن ہر روز زار و خشک تر
خار دار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے | کانٹے اُکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

اُو جواں تَری شود تو پیر تَر | زود باش و روزگارِ خود مبر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا | جلدی کر، اور اپنا وقت ضائع نہ کر

خار بن داں ہر یکے خوئے بدت | بارہا در پائے خار آخر زَدت
اپنی ہر بری عادت کو خار دار درخت سمجھ | بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

بار ہا بر فعل خود نادم شدی | برسرِ راہِ تحیر آمدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے | تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے

بار ہا از خوئے خود خستہ شدی | حس نداری سخت بے حس آمدی
تو بار بار اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے | تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

گر زخستہ کردنِ دیگر کساں | کہ زخلق زشت تو ہست آں رساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے | جو کہ تیرے برے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

غافلی بارے زِزخم خود نہٗ | تو عذابِ خویش و بر بیگانۂ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے | تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے

یا تبر گیر و بہ بن مردانہ زن؟ | تو علیؓ وار ایں درِ خیبر[2] بکن
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار | تو علیؓ کی طرح خیبر کے اِس دروازہ کو اکھاڑ دے

ورنہ چوں صدیق و فاروقِ مہیں | ہیں طریق دیگراں را بر گزیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح | خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر

یابگلبن وصل کن ایں خار را | وصل کن با نار نورِ یار را
یا اس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے | آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

تاکہ نورِ اُو کشد نارِ تُرا | وصل اُو گلشن کند خارِ ترا
تاکہ اُس کا نور تیری آگ کو بجھا دے | اُس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

---

[1] برخاستن۔ اٹھنا، اونچا ہونا۔ کاستن۔ گھٹنا، کم ہونا۔ تَر۔ پہلے مصرع میں بمعنی مرطوب اور دوسرے میں بمعنی زیادہ ہے۔ خار بن داں۔ یعنی خار دار درخت اپنی بری عادت کو سمجھ۔ بار ہا۔ بری عادتوں سے انسان کو تکلیف پہنچتی ہے۔ تحیر۔ حیران ہونا۔ خوی۔ یعنی بد عادت۔ خلق زشت۔ برے اخلاق۔ غافلی۔ غافل ہستی۔ نہٗ۔ نیستی۔ بر بیگانۂ۔ بر بیگانہ ہستی۔ تبر۔ کلہاڑا۔ یعنی اخلاق ردیہ خود اپنے مجاہدات سے دور کر دے۔ علیؓ وار۔ حضرت علیؓ کی طرح، حضرت علیؓ کا مسلک، مسلک ہدایت تھا جس میں مخلوق سے علیحدہ رہ کر مجاہدات کے ذریعہ مقامات طے کئے جاتے ہیں۔

[2] خیبر۔ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے دو سو میل ہے وہاں یہود قلعہ بند ہو گئے تھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے قلعہ کا دروازہ اکھاڑ دیا تھا جو اس قدر بھاری تھا کہ اس کو سات آدمیوں نے اور ایک روایت کے مطابق چالیس آدمیوں نے اٹھانا چاہا تو وہ نہ اٹھ سکا۔ ورنہ۔ حضرات شیخین کا مسلک، مسلک نبوت تھا جس میں متوجہ بخلوق للحق رہتے ہیں۔ یابگلبن۔ تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسی شیخ کی خدمت میں لگے رہو۔ نار۔ یعنی مرید کے اخلاق ذمیمہ۔

تو مثالِ دوزخی[1] او مومن ست
تو دوزخ جیسا ہے، وہ مومن ہے
کشتن آتش بمومن ممکن ست
مومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

مصطفیٰؐ فرمود از گفت جحیم
مصطفیٰؐ نے دوزخ کی گفتگو (نقل) فرمائی ہے
کو بمومن لابہ گر گردد ز بیم
کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

گویدش بگذر زمن اے شاہ زود
اُس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا
ہیں کہ نورت سوزِ نارم را ربود
دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی

پس ہلاکِ نار نورِ مومن ست
تو مومن کا نور، آگ کی تباہی ہے
زانکہ بے ضد دفع ضد لایمکن ست
کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفع کرنا ناممکن ہے

نار ضد نور باشد روزِ عدل
انصاف کے دن آگ، نور کی ضد ہوگی
کاں ز قہر انگیختہ شدویں زفضل
اسلئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہے اور یہ مہربانی سے

گرہمی خواہی تو دفع شرِّ نار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے
آبِ رحمت بردلِ آتش گمار
تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

چشمۂ آں آبِ رحمت مومن[2] ست
اس آبِ رحمت کا چشمہ مومن ہے
آبِ حیواں روحِ پاکِ محسن ست
محسن کی پاک روح آبِ حیوان ہے

بس گریزاں است نفس تو ازو
تیرا نفس اُس سے بہت بھاگتا ہے
زانکہ تو از آتشی او آب جو
اس لئے تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

زآبِ آتش زاں گریزاں می شود
آگ، پانی سے اس لئے بچتی ہے
کاتشش از آبِ ویراں می شود
کہ اُس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

حس و فکر توہمہ از آتش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے
حسِ شیخ و فکر او نورِ خوش ست
شیخ کا حس اور اُس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

آب نورِ او چو بر آتش چکد
اُس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے
چلچک از آتش برآید برجہد
آگ سے بھڑبھڑ کی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہو جاتی ہے

چوں کند چلچک تو گویش مرگ و درد
جب وہ بھڑبھڑ کرے تو اُس سے کہہ (تجھے) موت اور درد (نصیب ہو)
تاشود ایں دوزخِ نفس تو سرد
تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

---

1. تو مثال دوزخی۔ پہلے شعر میں کہا تھا نور نار کو بجھا دیتا ہے اب اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔ مومن۔ نوری ہوتا ہے۔ جحیم۔ دوزخ۔ کو۔ یعنی دوزخ۔ لابہ۔ خوشامد۔ بیم۔ خوف۔ بے ضد۔ جن دو چیزوں سے تضاد کی نسبت ہوتی ہے، وہ ایک دوسری کی ضد ہے۔ قہر۔ قہر اور مہر ایک دوسرے کی ضد ہیں، نار قہر کا مظہر ہے اور نور مہر کا مظہر ہے لہٰذا وہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ شر نار۔ اخلاق رذیلہ کے اثرات۔ آب رحمت۔ یعنی شیخ کی صحبت۔

2. مومن۔ یعنی شیخ۔ محسن۔ یعنی شیخ۔ بس گریزاں۔ برے بھلوں کی صحبت سے اسی لئے گریز کرتے ہیں کہ بروں کا مزاج ناری ہے اور بھلوں کا آبی۔ زآب۔ شیخ ترک لذات کا حکم دیتا ہے، عوام گریز کرتے ہیں۔ حس وفکر۔ عوام کے احساسات اور افکار اخلاق رذیلہ کی پیداوار ہیں۔ آب نور۔ شیخ کی صحبت سے جب اخلاق رذیلہ کا ازالہ ہوتا ہے تو مرید خود اس کی کیفیت محسوس کرتا ہے۔ چک چک۔ آگ پر پانی ڈالنے سے جو آواز پیدا ہوتی ہے۔ چوں کند۔ اخلاق رذیلہ کے ازالہ سے اگر نفس میں بے چینی ہو تو اس سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔

تانسوزد[1] او گلستانِ ترا
تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے

پست نکند عدل و احسانِ ترا
تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

یک شرر از وے ہزاراں گلستاں
اُس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں

از یکے نے نام بینی نے نشاں
کہ تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا

بعد ازاں چیزے کہ کاری بَردہد
اُس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا

لالہ و نسرین و سیسن بَردہد
لالہ اور سیوتی اور سیسن اُگائے گا

باز پہنای رَوَیم از راہِ راست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں

باز گرد اے خواجہ راہِ ما کجاست
اے جناب! واپس لوٹئے ہمارا راستہ کدھر ہے؟

اندریں تقریر بودیم اے خسور
ہم یہ کہہ رہے تھے، اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے؟

کہ خرت لنگ ست و منزل دُور دُور
کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

بارِ تو باشد گراں در راہِ چاہ
تیرا بوجھ بھاری ہو گا، راستہ میں کنواں ہے

کج مرو رو راست اندر شاہ راہ[2]
ٹیڑھا نہ چل، چوڑی سڑک پر سیدھا چل

سال شصت آمد کہ درشستت کشد
ساٹھ بال ہوگئے تاکہ تجھے کانٹے میں بیندھ لیں

راہ دریا گیر تا یابی رشد
(دریا میں) کا راستہ اختیار کرتا کہ تو ہدایت حاصل کرے

آنکہ عاقل بود در دریا رسید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی

شد خلاص از دام و از آتش رہید
جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھٹ گئی

چونکہ بیگہ گشت و آں فرصت گذشت
چونکہ بے وقت ہو گیا، اور وہ موقع نکل گیا

مُردہ گردد رو سوئے دریازِ دَشت
مردہ بن جا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

ورنہ درتابہ شوی بریاں بسے
ورنہ تو توے پر خوب بھنے گا

ایں چنیں بر خود کند ہر گز کسے
ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

حالِ آں سہ ماہی وآں جوئبار
اُن تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ

گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے

---

[1] تانسوزد۔ برے اعمال سے اچھے اعمال بھی تباہ ہوجاتے ہیں، حدیث شریف میں ہے "حسد نیکیوں کو اس طرح کھاجاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو" یک شرر۔ بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان سے تمام نیکیاں ختم ہوجاتی ہیں۔ بعد ازاں۔ نفس کی اصلاح کے بعد اعمال کے سب اچھے ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔ نسرین۔ سیوتی۔ سیسن۔ ایک خوشبودار گھاس ہے جس کی خوشبو پودینا اور نعناع کی سی ہوتی ہے۔ پہنا۔ چوڑا یعنی راستہ، از راہ راست اس کا بیان ہے۔ مولانا فرماتے ہیں ہم نے کچھ دقیق مسائل بیان کرنے شروع کر دیئے تھے، اب ہم پھر وعظ و نصیحت شروع کرتے ہیں۔ خسور۔ ٹوٹا اٹھانے والا۔

[2] شاہ راہ۔ صراط مستقیم۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا، مولانا نے ایک قصہ نقل کیا ہے کہ تین مچھلیاں تالاب میں تھیں، ایک عاقل، ایک نیم عاقل، ایک بیوقوف، شکاری جال لے کر آیا، عقلمند تو فوراً دریا کی تہہ میں چلی گئی اور نجات پاگئی، بقیہ دو پھنس گئیں، جو نیم عاقل تھی، اس نے کچھ عقل سے کام لیا، اپنے آپ کو مردہ بنالیا، شکاری نے اس کو مردہ سمجھ کر پھر دریا میں پھینک دیا، وہ بھی بچ گئی تیسری بیوقوف نے جال میں بھی اچھل کود کی۔ شکاری نے اس کے کباب بنائے، تو ساٹھ سال کی عمر ایک جال ہے اس سے بچنے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ساٹھ سال سے پہلے ہی دریائے حقیقت میں غوطہ لگا دیا جائے ورنہ اس عمر میں پہنچ کر ہی نجات کی تدبیر کی جائے ورنہ پھر آگ میں بھننا پڑے گا۔

فَانْتَبِهْ ثُمَّ اعْتَبِرْ ثُمَّ انْتَصِبْ
پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا
وَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ثُمَّ اجْهَدْ تُصِبْ
اللہ سے مدد چاہ پھر کوشش کر، پا لے گا

سال[1] بے گہ گشت و وقت کشت نے
سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے
جز سیہ رُوئی و فعل زِشت نے
سوائے کالا منہ ہونے کے اور برے کام کے کچھ نہیں ہے

کرم در بیخ درخت تن فتاد
جسم کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے
بایدش برکند و بر آتش نہاد
اُس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہئے

ہیں و ہیں اے راہ رو بیگاہ شد
خبردار اور خبر دار! اے مسافر بے وقت ہو گیا ہے
آفتابِ عمر سوئے چاہ شد
زندگی کا سورج کنویں کی جانب (رواں) ہو گیا ہے

ایں دو روزک را کہ زورت ہست زود
ان دو دنوں میں جب کہ طاقت ہے، جلد
پیر افشانی بکن از راہ جود
از راہِ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کر لے

ایں قدر تخمیکہ ماندستت بکار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے، بو دے
تا در آخر بینی آں را برگ و بار
تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

ایں قدر عمرے کہ ماند ستت بباز
جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے (اُس کو بازی) پر لگا دے
تا بروید زیں دو دم عمر دراز
تاکہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اُگ آئے

تا نہ مُردست ایں چراغِ[2] باگہر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے
ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زود تر
خبردار بہت جلد اُس کے لئے بتی اور تیل مہیا کر لے

آفت تاخیر خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت
خبردار ''کل'' نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے
تا بکلی نگذرد ایامِ کشت
کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گزر جائے

پند می بشنو کہ تن بند قویست
میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے
کہنہ بیروں کن گرت میل نویست
پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے

لب بہ بند و کف پُر زر بَر کشا
ہونٹ بند کر، سونے سے بھری مٹھی کھول دے
بُخل تن بگذار پیش آور سخا
جسم کا بخل چھوڑ دے، سخاوت اختیار کر

ترکِ لذتہا و شہوتہا سخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا، سخاوت ہے
ہر کہ در شہوت فروشد برنخاست
جو شخص شہوت میں ڈوبا، نہ اُبھرا

---

1. سال۔ ساٹھ سال تک بھی نیکی نہ کی ہو تو بڑی رسوائی کی بات ہے۔ کرم۔ یعنی برے اعمال کے جراثیم۔ چاہ۔ یعنی قبر کا کنواں۔ دو روزک۔ یعنی بڑھاپے کی چندروزہ زندگی۔ پیر افشانی۔ بڑھاپے میں جوانوں جیسے کام کرنا۔ شعر۔ بہ پیری سعی کن گر در جوانی رفت کار از دست۔ زرِ گم گشتہ در آتش ز خاکستر شود پیدا۔ بکار۔ بو دے، کاشتن سے امر کا صیغہ ہے۔ آخر۔ آخرت۔ بباز۔ بازیدن اور باختن سے امر کا صیغہ ہے۔ عمر دراز۔ جاودانی عمر۔
2. چراغ۔ یعنی چراغ زندگی۔ فتیلہ۔ چراغ کی بتی۔ مگو فردا۔ یعنی کار امروز را بفردا مگذار۔ ایام کشت۔ یعنی عمل کا وقت۔ تن۔ روح کے اعمال کے لئے جسم مانع ہے۔ لب بربند۔ یعنی باتوں سے کام نہ چلے گا۔ بر کشا۔ یعنی سخاوت اور خیرات کر۔ بخل تن۔ یعنی جسمانی ریاضت نہ سے بچنا۔ سخا۔ یعنی بدن کی سخاوت یہ ہے کہ جسمانی لذتوں اور شہوتوں سے پرہیز کیا جائے اور اس کو عبادات میں صرف کیا جائے۔

ایں سخا[1] شاخست از سروِ بہشت
یہ سخاوت، جنت کے سرو کی شاخ ہے
وائے او کز کف چنیں شاخِ بہشت
اُس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

عروۃ الوثقیٰ ست ایں ترکِ ہوا
خواہش نفسانی کو چھوڑنا، مضبوط دستہ ہے
برکشد ایں شاخِ جاں را بر سما
جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

تا بَرد شاخِ سخا اے خوب کیش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ
مر تُرا بالا کشاں تا اصلِ خویش
تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

یوسفِ حسنی وایں عالم چو چاہ
تو حسن کا یوسفؑ ہے اور یہ جہان کنواں جیسا ہے
ویں رسن صبر ست بر اَمرِ اِلٰہ
اور یہ رسی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسفا آمد رسن در زن دو دست
اے یوسفؑ! رسی آ گئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے
از رسن غافل مشو بیگہ شدست
رسی سے غافل نہ ہو، بے وقت ہوگیا ہے

حمدللہ کایں رسن آویختند
الحمد للہ کو یہ رسی لٹکا دی ہے
فضل و رحمت راہم آمیختند
فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

در رسن زن دست بیروں رَو زچاہ
رسی پکڑ لے، کنویں سے نکل آ
تا بہ بینی بارگاہِ[2] بادشاہ
تاکہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

تا بہ بینی عالمِ جانِ جدید
تاکہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے
عالمے بس آشکار و ناپدید
وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

ایں جہانِ نیست چوں ہستاں شدہ
معدوم جہان، موجودات کی طرح ہو گیا ہے
واں جہانِ ہست بس پنہاں شدہ
وہ موجود جہان، بہت پوشیدہ ہوگیا ہے

خاک بَر بادست و بازی می کند
ہوا پر گرد ہے اور وہ ناچ رہی ہے
کژنمائی پردہ سازی می کند
غلط نمائش اور پردہ پوشی کررہی ہے

خاک ہمچوں آلتے در دست باد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے
باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

چشمِ خاکی را بخاک اُفتد نظر
مٹی کی آنکھ کی، گرد پر نظر پڑتی ہے
باد بیں چشمے بود نوعِ دگر
ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

---

[1] ایں سخا۔ حدیث شریف میں ہے۔ "سخاوت، بہشت کا ایک درخت ہے جو شخص سخی ہے اس نے اس درخت کی ایک شاخ کو پکڑ رکھا ہے، وہ شاخ اس کو نہیں چھوڑتی جب تک کہ اس کو بہشت میں داخل نہیں کر لیتی ہے۔" عروۃ۔ دست آویز، دستہ، ہر وہ چیز جو مضبوطی سے پکڑی جا سکے۔ الوثقیٰ۔ مضبوط، محکم۔ سما۔ آسمان۔ خوب کیش۔ اچھی عادت والا۔ اصل۔ یعنی جنت۔ یوسفؑ۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے کنویں میں ڈال دیا تھا۔ یوسفا۔ اے یوسف یعنی ہر وہ شخص جو دنیا کے کنویں میں گرا ہوا ہے۔ حمدللہ۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے نجات کا ذریعہ بنا دیا ہے جو توبہ و استغفار ہے۔

[2] بارگاہ۔ توبہ و استغفار کے ذریعہ خدا کے مقربوں میں ہو جاؤ گے۔ عالم جاں۔ عالم ارواح۔ ایں جہاں۔ یعنی عالم شہادت جو فانی ہے۔ آنجہاں۔ عالم ارواح جو دائمی ہے۔ خاک بر باد۔ جب بگولا اٹھتا ہے تو گرد و غبار نظر آتا ہے اور ہوا جو اصل ہے وہ نگاہوں سے مخفی رہتی ہے۔ انسان اس کو دیکھ کر سمجھتا ہے کہ گرد خود حرکت کر رہی ہے۔ خاک۔ عالم شہود میں بھی در اصل عالم غیب کام کر رہا ہے۔ باد را داں۔ اصل عالم غیب کو سمجھو۔ چشم خاکی۔ حواسِ ظاہرہ عالم شہود کو دیکھتے ہیں۔ نوع دگر۔ اہل اللہ کی آنکھ عالم غیب کو دیکھتی ہے۔

اینکہ[1] بَرکارست بیکارست و پوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے
وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
وہ جو پوشیدہ ہے، مغز اور اصل ہے

اَسپ داند اَسپ را کوہست یار
گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے
ہم سوارے داند احوالِ سوار
سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے

چشم حس اسپ ست و نورِ حق سوار
ظاہری آنکھ گھوڑا ہے، اللہ کا نور سوار ہے
بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار
سوار کے بغیر یہ گھوڑا تنہا کام میں نہیں آتا ہے

پس ادب کن اسپ را از خوئے بد
تو گھوڑے کو بری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا
ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد
ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا

چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود
گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے
چشم اُو بے چشم شہ مضطر بود
اُس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا
ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں، کس لئے؟

نورِ حق بَر نورِ حس راکب شود
حسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے
وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

اسپ بے راکب چہ داند[2] رسم و راہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟
شاہ باید تا بداند شاہراہ
شاہ چاہئے، تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

سوئے حِسّے رَو کہ نورش راکب ست
اُس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے
حس را آں نورنیکو صاحب ست
حس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

نورِ حس را نورِ حق تزئیں بود
حسی نور کے لئے اللہ کا نور باعث زینت ہے
معنئے نورٌ علٰی نور ایں بود
نور بالائے نور کے یہی معنی ہیں

نورِ حسی می کشد سوئے ثریٰ
حسی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے
نورِ حقش می برد سوئے علٰی
اللہ (تعالیٰ) کا نور اُس کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے

زانکہ محسوسات دُوں ترعالمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے
نورِ حق دریا و حس چوشبنمے ست
اللہ (تعالیٰ) کا نور دریا اور حس شبنم کی طرح ہے

---

[1] اینکہ۔ عالم شہادت کی جو موجودات مصروف عمل ہیں وہ محض چھلکا ہیں، اصل محرک عالم غیب ہے جو نظروں سے پوشیدہ ہے۔ اسپ داند۔ ہم جنس ہم جنس کو جان سکتا ہے۔ حسی نظر تو عالم شہود کی چیز ہے لہٰذا وہ عالم شہود کی چیزوں کو ہی جان سکتی ہے۔ چشم حس۔ ظاہری آنکھ کا سوار اللہ کا نور ہے، اس کے بغیر یہ آنکھ کسی کام کی نہیں۔ رہبر بود۔ اصل رہبری سوار کی آنکھ کرتی ہے۔ چشم اسپاں۔ گھوڑے کے مدنظر صرف گھاس اور چراگاہ ہوتی ہے۔ اسی طرح حسی آنکھ کے پیش نظر صرف لذائذ دنیوی ہیں۔ نورِ حق۔ جب نور بصر پر نورِ حق سوار ہوتا ہے تب اس کو آخرت کی نعمتیں نظر آتی ہیں۔

[2] چہ داند۔ نور بصیرت کے بغیر محض نور بصارت سے وصول الی الحق ممکن نہیں ہے۔ شاہ۔ یعنی نورِ حق۔ نورِ حس۔ نور بصارت کی زیب و زینت نور بصیرت ہی سے ہے قرآن پاک میں "نورٌ علٰی نور" سے یہی مراد ہے۔ نورِ حسی۔ ظاہری بصارت دنیا کی طرف مائل کرتی ہے اور نور بصیرت انسان کو ملاءِ اعلیٰ کی رہبری کرتا ہے۔ زانکہ۔ نورِ حسی انسان کو دنیا کی طرف اس لئے لے جاتا ہے کیونکہ اس کے جملہ محسوسات عالم اسفل کے ہیں۔ نورِ حق۔ نورِ حق اور نور چشم کی مثال دریا اور شبنم کی سی ہے۔

لیک پیدا نیست آں راکب[1] بزو
لیکن وہ سوار (نورِ حق) اُس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے
جز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

نورِ حسی کو غلیظ ست و گراں
حسی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے
ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

چونکہ نورِ حس نمی بینی بہ چشم
جب کہ حسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے
چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
تو اُس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

نورِ حس باآں غلیظی مختفی ست
حسی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے
چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

ایں جہاں چوں خس بدستِ بادِ غیب
یہ جہاں غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے
عاجزی پیشہ گرفت از دادِ غیب
اُس نے (عالم) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے

گہ بلندش می کند گاہیش پست
وہ (ہوا) اُس کو کبھی اونچا کرتی ہے، کبھی نیچا
گہ دُرستش می کند گاہے شکست
کبھی اُس کو درست کر دیتی ہے، کبھی شکستہ

گہ یمینش می برد گاہے یسار
کبھی اُسکو دائیں جانب لے جاتی ہے، کبھی بائیں جانب
گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اُس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا

گہ بہ بحرش می برد گاہیش بر
کبھی اُس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں
گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اُس کو خشک کر دیتی ہے، کبھی تر

دست پنہاں[2] و قلم بیں خط گذار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ
اسپ در جولان و ناپیدا سوار
گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

تیر پرّاں بیں و ناپیدا کمان
تیر کو اڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے
جانہا پیدا و پنہاں جانِ جان
جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر رامشکن کہ ایں تیر شہی ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے
نیست برتابی زشست آگہی ست
انکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

ما رَمیت اِذْ رَمیت گفت حق
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا
کارِ حق برکارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

---

[1] راکب۔ یعنی نورِ حق۔ جز بہ آثار۔ جن لوگوں کو نورِ حق حاصل ہوجاتا ہے، ان کی باتوں اور بھلے کاموں سے سمجھ لیا جاتا ہے کہ ان کو نورِ حق حاصل ہے۔ چونکہ۔ جبکہ نورِ بصارت بھی نظر نہیں آتا حالانکہ وہ مادی چیز ہے تو نورِ بصیرت اور نورِ ایمانی جو کہ غیبی چیز ہے کیسے نظر آسکتا ہے۔ مختفی۔ خفی، پوشیدہ۔ صفی۔ منتخب، صاف شفاف۔ ایں جہاں۔ عالم شہادت۔ بادِ غیب۔ عالم غیب۔ عاجزی۔ یعنی عالم شہادت اسی تصرف کو قبول کر لیتا ہے جو عالم غیب اس میں کام کرتا ہے۔ گہ۔ عالم غیب، عالم شہادت میں ہر طرح کے تصرفات کرتا رہتا ہے۔

[2] دست پنہاں۔ کوئی قلم بغیر کاتب کے ہاتھ کے نہیں لکھتا نہ کوئی گھوڑا بغیر سوار کے گھڑ دوڑ میں دوڑتا ہے تو ظاہر ہے کہ عالم کے جملہ تصرفات کا کرنے والا کوئی ہے۔ جانِ حق۔ ذاتِ حق۔ تیر شہی۔ قضا وقدر کے جس قدر تیر ہیں وہ علیم وقدیر کے چلائے ہوئے ہیں۔ لامحالہ ان میں حکمت پوشیدہ ہے۔ مارمیت۔ جنگ بدر میں آنحضور ﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی جس نے آندھی کے گرد وغبار کی طرح ان کی آنکھوں کو متاثر کیا، اس پر یہ آیت آئی۔ کارِ حق۔ مصرع اول کی توجیہ ہے۔

خشم خود[1] بشکن تو مشکن تیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ

چشمِ خشمت خوں شمارد شیر را
تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

بوسہ دہ بر تیر و پیشِ شاہ بر
تیر کو چوم لے، اور بادشاہ کے سامنے لے جا

تیر خوں آلودہ از خونِ تو تر
خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

آنچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے

وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

ماشکاریم ایں چنیں دامے کراست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟

گوئے چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم بلے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

می دَرد می دوزد ایں خیّاط کو
پھاڑتا ہے، سیتا ہے، یہ درزی کون ہے

می دمد می سوزد ایں نفّاط کو
پھونکتا ہے، جلاتا ہے، یہ مشعلچی کون ہے؟

ساعتے کافر کند صدیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بناتا ہے

ساعتے زاہد کند زندیق را
کبھی بے دین کو زاہد بناتا ہے

زانکہ مخلص[2] در خطر باشد مدام
(اپنے آپکو) خالص بنانے والا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے

تاز خود خالص نگردد او تمام
جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

زانکہ در راہست و رہزن بیحدست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں

او رہد کو در امانِ ایزد ست
نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے، وہ صاف کررہا ہے

مُرغ را نگرفتہ است او مُقتنص ست
پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

چونکہ مخلص گشت مُخلَص باز رست
جب صاف کرنے والا مصفّٰی ہو گیا، نجات پا گیا

در مقامِ امن رفت و بُرد دست
امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد
کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا ہے

ہیچ نانِ گندمی خرمن نہ شد
کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے

ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد
کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے

---

1. خشم خود۔ اگر کوئی تیرآ کر لگے تو اس کو قضاوقدر سے سمجھ، اس پر غم و غصہ نہ کر، غصہ کی حالت غلط بینی کا باعث ہوتی ہے۔ بوسہ دہ۔ انسان کو قضا پر راضی رہنا چاہئے۔ انچہ پیدا۔ عالم شہادت مجبور محض ہے، قضاوقدر کے سامنے بے بس ہے۔ ماشکاریم۔ قضاوقدر کے پھندے میں ہم مرغ اسیر ہیں، ہمارے کام چوگان قدر کے تابع ہیں۔ می درد۔ جو ذات حقیقتاً متصرف ہے وہ نگاہوں سے مستور ہے۔ ساعتے۔ انسان کا دل قبضۂ قدرت میں ہے، ایک آن میں الٹ پلٹ دیتی ہے۔ صدیق۔ صدیقیت کا مرتبہ نبوت سے اور ولایت سے بڑھا ہوا ہے۔ زندیق۔ بے دین، کافر۔
2. مخلص۔ سالک جو مجاہدات کر رہا ہے۔ زانکہ۔ سالک کو راہ سلوک میں بہت خطرے لاحق ہوتے ہیں۔ آئینہ۔ سالک کو بہت سے مراتب طے کرنے ہوتے ہیں۔ چونکہ۔ سالک مراتب کو طے کرنے کے بعد مقام امن پر پہنچتا ہے۔ ہیچ آئینہ۔ کمال حاصل کر لینے کے بعد خطرات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور پھر نقصان کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ صوفیاء کا مقولہ ہے اَلْفَانِی لَا یُرَدُّ یعنی، سالک مقام فنا میں پہنچ کر پھر مردود نہیں ہوتا ہے۔ آہن۔ قدیم زمانہ میں آئینہ لوہے سے بنایا جاتا تھا۔ غورہ۔ انگور کا کچا خوشہ۔ باکورہ۔ درخت کا جو سب سے پہلے پھل اترے، یہاں کچا پھل مراد ہے۔

پختہ گرد و از تغیر دُور شو
پختہ بن جا اور تغیر سے دور ہوجا
رَو چو بُرہانِ[1] محقق نور شو
جا بُرہان (الدین) محقق کی طرح نوری بن جا

چوں زخود رَستی ہمہ بُرہاں شدی
جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسم برہان (الدین) ہوگیا
چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی
جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں، بادشاہ بن گیا

ورعیاں خواہی صلاح الدین نمود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے۔ صلاح الدین نے دکھا دیا ہے
دیدہا را کرد بینا و کشود
آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

فقر را از چشم و از سیمائے اُو
فقر کو اُن کی آنکھوں اور پیشانی سے
دید ہر چشمے کہ دارد نورِ ہو
ہر اُس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

شیخ فعالست بے آلت چو حق
پیر اللہ (تعالیٰ) کیطرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنے والا ہے
با مریداں دادہ بے گفتے سبق
بغیر بولے مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

دل بدست اُو چو موم نرم رام
دل اُس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے
مہر او[2] گہ ننگ سازد گاہ نام
اُس کی مہر کبھی ذلت کی مہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

مہر موش حاکی انگشتری ست
اُس کے موم کی مہر انگوٹھی کا نقش ہے
باز آں نقش نگیں حاکی کیست
پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

حاکی اندیشۂ آں زرگرست
(وہ نقش) سنار کے خیال کا عکس ہے
سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگر ست
ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جڑا ہوا) ہے

ایں صدا درکوہ دلہا بانگ کیست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟
گہ پُرست از بانگ گہ گاہے تہی ست
پہاڑ کبھی آواز سے پر ہیں کبھی خالی ہیں

ہر کجا ہست اُو حکیم ست اوستاد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے، استاد ہے
بانگ اُوزیں کوہِ دل خالی مباد
خدا کرے اُس کی آواز اس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہست کہ کاوا مثنیٰ می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو دو گنا کر دیتے ہیں
ہست کہ کآواز صدتا می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سو گنا کر دیتے ہیں

می زہاند کوہ زاں آواز و قال
پہاڑ اُس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے
صد ہزاراں چشمۂ آبِ زُلال
تیز پانی کے لاکھوں چشمے

---

[1] برہان۔ مولانا رومؒ شروع میں مولانا برہان الدین محقق سے بیعت ہوئے تھے پھر شمس تبریزیؒ سے بیعت ہوئے ہیں۔ ہمہ برہاں۔ یعنی مجسم برہان الدین ثانی بن جاؤ گے۔ بندہ۔ کامل عبدیت کے بعد سلطانی حاصل ہوجاتی ہے۔ صلاح الدین۔ زرکوب مولانا کے پیر بھائی ہیں لیکن مولانا ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ پیروں کے لئے کیے جاتے ہیں۔ فقر۔ بزرگ کے جسم پر بزرگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ شیخ۔ پیر باطنی طور پر تصرف کرتا ہے۔

[2] مہر اُو۔ شیخ کے تصرف سے کبھی قبض کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو باعث ننگ ہوتی ہے، کبھی بسط کی کیفیت جو موجب نام ہوتی ہے۔ مہر۔ مرید کے دل پر پیر کا نقش ابھرتا ہے، پیر کے دل پر نقش خداوندی ہوتا ہے۔ حاکی۔ ناقل، عکس۔ اندیشۂ زرگر۔ یعنی ارادہ اللہ۔ ہر حلقہ۔ سلسلہ کے یکے بعد دیگرے جس قدر مرید ہوتے چلے جائیں گے ان کی یہی صورت ہوگی۔ ایں صدا۔ پیر کے دل پر جو نقوش خداوندی ہیں، ان کی وضاحت ہے۔ ہر کجا۔ یہ شیوخ کے لئے دعا ہے۔ کاوا۔ کہ آواز۔ مثنیٰ۔ دوہرا۔ صدتا۔ سو گنا۔ می زہاند۔ شیخ کی توجہ سے مرید کے دل میں اسرار و حکم کے لاکھوں چشمے پھوٹ پڑتے ہیں۔

چوں زکہ آں لطف بیروں[1] می شود — آبہا در چشمہا خوں می شود

جب پہاڑ سے وہ لطف نکل جاتا ہے — چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

زاں شہنشاہِ ہمایوں نعل بود — کہ سَراسَر طور سینا لعل بود

یہ اُس شہنشاہِ مبارک قدم کی وجہ سے تھا — کہ طور سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ — ما کم از سنگیم آخر اے گروہ

پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی — اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود — نے بدن از سبز پوشاں می شود

نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے — نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے صدائے بانگ مشتاقی[2] درو — نے صفائے جرعۂ ساقی درو

نہ تو اُس میں عشق کی آواز کی صدا ہے — نہ اُس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

کو حمیّت تا زِ تیشہ وز کلند — ایں چنیں کہ را بکلّی برکنند

غیرت کہاں ہے تاکہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے — ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

بوکہ بر اجزائے او تابد مہے — بو کہ در وے تاب خُور یابد رہے

ہوسکتا ہے کہ اُس کے اجزاء پر چاند چمک جائے — ہوسکتا ہے کہ اس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

چوں قیامت کوہہا را برکند — پس قیامت ایں کرم را کے کند

جب قیامت پہاڑوں کو اُکھاڑ دے گی — پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

ایں قیامت[3] زاں قیامت کے کم ست — آں قیامت زخم و ایں چوں مرہم ست

یہ قیامت اُس قیامت سے کب کم ہے؟ — وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

ہر کہ دیدآں مَرہم از زخم ایمن ست — ہر بدے کایں حُسن دید او مُحسن ست

جس نے وہ مرہم دیکھ لیا، زخم سے مطمئن ہے — جس بُرے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف — وائے گلروئیکہ جفتش شد خریف

اے مخاطب! وہ بدصورت قابل مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا — افسوس ہے اس خوبصورت پر جسکا ساتھی (موسم) خریف بنا

---

[1] بیروں۔ فیوضِ باطنیہ کے بند ہو جانے سے معارف، کفریہ خیالات کا سبب بن جاتے ہیں۔ شہنشاہ۔ ذاتِ حق یا حضرت موسیٰؑ۔ طور سینا۔ یہ ملک شام کا مشہور پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ کو شرفِ ہمکلامی بخشا گیا تھا اور اس پہاڑ پر خدا کی تجلی پڑی تھی۔ کوہ۔ یعنی طور نے تجلی کو قبول کیا۔ نے زجان۔ پہاڑ تو فیوض قبول کرلے اور انسان اپنے اندر یہ صلاحیت نہ پیدا کرے تو بڑے شرم کی بات ہے، دل اور اعضاء پر فیوض طاری ہونے چاہئیں۔

[2] مشتاقی۔ شوق۔ صفا۔ صفائی۔ جرعہ۔ گھونٹ۔ ساقی۔ یعنی شیخ۔ نہ شیخ کی توجہ اثر کرتی ہے نہ خود دل میں ولولہ پیدا ہوتا ہے۔ کلند پھاوڑا۔ کوہ۔ یعنی بدن کو مجاہدات کے تیشہ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ بوکہ۔ بودکہ۔ مہے۔ یعنی نورِ معرفت کا ادنیٰ درجہ۔ قیامت۔ قیامت میں پہاڑ اکھڑ جائیں گے لیکن قیامت سے فیض حاصل نہ ہوگا، اور مجاہدہ کے ذریعہ بدن کے پہاڑ کو اکھاڑنے سے فیض حاصل ہوگا۔

[3] ایں قیامت۔ یعنی مجاہدہ کے ذریعہ کوہِ جسم کو اکھاڑنا، مطلب یہ کہ مجاہدوں کے ذریعہ سے اس قیامت کے زخموں کو مندمل کیا جاسکتا ہے۔ مرہم۔ یعنی مقامِ فنا۔ زخم۔ یعنی قیامت کے مصائب۔ ہر بدے۔ خواہ ابتدائی زندگی خراب ہو، اگر مجاہدات سے مقامِ فنا حاصل کرلے گا تو اس کو مقامِ احسان حاصل ہو جائے گا۔ زشت۔ یعنی برے اعمال والا۔ خوب۔ یعنی جمالِ روحانی۔ حریف۔ شریک پیشہ، ساتھی۔ جفت۔ جوڑا۔ خریف۔ موسم خزاں۔

نانِ مُردہ[1] چوں حریف جاں شود — زندہ گردد نان عین آں شود

بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے — روٹی زندہ ہو جاتی ہے بعینہ وہ وہی ہو جاتی ہے

ہیزمِ تیرہ حریف نار شد — تیرگی رفت و ہمہ انوار شد

تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا — تاریکی ختم ہو گئی اور مجسم نور بن گیا

در نمکسار ار خر مُردہ فتاد — آں خری و مُردگی یکسو نہاد

نمک کی کان میں اگر مُردہ گدھا گرا — اُس نے گدھا پن اور مردار پن کو علیحدہ کر دیا

صبغۃُ اللہ ہست رنگ خُم ہو — پیسہا یکرنگ گردد اندرُو

اللہ کے مٹکے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے — اُس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

چوں دراں خُم اُفتد و گوئیش قُم — از طرب گوید منم خم لاَ تَلُم[2]

جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اس سے کہے کھڑا ہو جا — مستی سے وہ کہے گا میں مٹکا ہوں، ملامت نہ کر

آں منم خُم خود اَنَا الْحَق گفتن ست — رنگ آتش دارد الّا آہن ست

اُس کا "میں خود مٹکا ہوں" اَنَا الْحَق کہنا ہے — آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

رنگِ آہن محو رنگ آتش ست — ز آتشی می لافد و خامُش وش ست

لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا — آتشی ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرِّ کاں — پس اَنا النَّار ست لافش بے زباں[3]

جب وہ (لوہا) سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا — تو "میں آگ ہوں" اُسکا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

شد زرنگ و طبعِ آتش محتشم — گوید اُو من آتشم من آتشم

وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا — تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

آتشِ من گر تُرا شک ست وظن — آزموں کُن دست را بر من بزن

میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور (بد) گمانی ہے — آزما لے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ — روئے خود بر روئے من یکدم بنہ

میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے — تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

---

[1] نانِ مردہ۔ چند مثالوں سے برے کے بھلے کے ساتھ ہم صحبت ہونے کے برکات کو سمجھایا ہے۔ ہیزم۔ ایندھن۔ نمکسار۔ نمک کی کان۔ یکسو نہاد۔ اب اس کا کھانا بھی جائز ہے۔ صبغۃ اللہ۔ قرآن پاک میں صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً۔ اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہوگا۔ ہو۔ ذاتِ حق تعالیٰ۔ پیس۔ وہ شخص جس کے بدن پر برص وغیرہ کے داغ ہوں۔ قم۔ اٹھ کھڑا ہو۔

[2] لاتلم۔ ملامت نہ کر، یعنی مقامِ فنا پر فائز ہو جانے والا کسی کی ملامت پسند نہیں کرتا۔ منم خم۔ مقامِ فنا میں پہنچ کر جب خدائی رنگ میں رنگا جاتا ہے تو اپنے آپ کو خم کہہ دیتا ہے یہی صورت شیخ منصور حلاج کی تھی، وہ مقامِ فنا میں پہنچ کر انا الحق کہہ گزرے تھے۔ رنگ آتش۔ انا الحق کہنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ صفاتِ خداوندی سے متصف ہو گئے تھے جس طرح سے لوہا آگ میں آگ کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور وہ بظاہر انگارہ نظر آتا ہے لیکن آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے۔

[3] بے زباں۔ لوہا سرخ ہو کر زبانِ حال سے اپنے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ شد۔ لوہا آگ میں پڑ کر آگ کا رنگ اور مزاج حاصل کر لیتا ہے اور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ محتشم۔ شاندار، بارعب۔ من آتشم۔ اہل اللہ بھی جب اخلاقِ خداوندی حاصل کر لیتے ہیں تو وحدت کے مدعی ہو جاتے ہیں۔

آدمی[1] چوں نور گیرد از خدا — ہست مسجودِ ملائک زاجتبا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے — وہ برگزیدہ ہو جانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے

نیز مسجودِ کسے کوچوں ملک — رستہ باشد جانش از طغیان و شک
نیز اُس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح — جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند — ریش تشبیہ مشبہ برمخند
کیسی آگ، کیسا لوہا، خاموش رہ — مشبہ کی تشبیہ کی ہنسی نہ اُڑا

پائے در دریا منہ کم گو ازاں — بر لبِ دریا خمش کن لب گزاں
دریا میں قدم نہ رکھ اُس کی بات نہ کر — ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

گرچہ صد چوں من ندارد تابِ بحر — لیک[2] می نہ شکیبم از غرقابِ بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں — لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کرسکتا ہوں

جان و عقلِ من فدائے بحر باد — خونبہائے عقل و جاں ایں بحر داد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو — عقل و جان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کر دیا

تاکہ پایم می رود رانم دَرُو — چوں نماند پا چو بطانم دَرُو
جب تک میرے پیر چلتے ہیں اُنکو اُس میں چلاتا رہوں گا — جب پیر کام نہ دیں گے تو میں اُس بطخ کی طرح ہوں

بے ادب حاضر زغائب خوشتر ست — حلقہ گرچہ کژ بود نے بر درست
حاضر اناڑی، غائب سے بہتر ہے — حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا) در پر نہیں ہے؟

اے تن آلودہ[3] بگردِ حوض گرد — پاک کے گردد برونِ حوض مرد
اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا — انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟

پاک کو از حوض مہجور اوفتاد — او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد
وہ پاک، جو حوض سے دور ہو گیا ہے — وہ اپنی پاکی سے بھی دُور ہو گیا ہے

پاکی ایں حوض بے پایاں بود — پاکی اجسام کم میزاں بود
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے — (عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

---

[1] آدمی۔ انسان میں جب اخلاق خداوندی پیدا ہو جاتے ہیں تو اس میں مسجود ہونے کی صفت خداوندی پیدا ہو جاتی ہے۔ نیز۔ صالحین کا بھی وہ مسجود بن جاتا ہے۔ آتشے چہ۔ پہلے اشعار میں ذات حق کو آگ سے تشبیہ دی گئی جو محض سمجھانے کے لئے تھی لیکن پھر بھی خالق کو مخلوق کے مشابہ قرار دینا چونکہ مشبہ کا مسلک ہے اس لئے اپنے آپ کو خاموش ہو جانے کا حکم دیتے ہیں تاکہ تشبہ کا شبہ پیدا نہ ہو جائے۔ پائے در دریا۔ ذات وصفات کی بحثیں نا پیدا کنار سمندر ہیں، ان میں نہ گھسنا چاہئے۔ گرچہ۔ یعنی مولانائے روم جیسے سینکڑوں عالم بھی مل جائیں تو ان بحثوں کو نہ سلجھا سکیں گے۔

[2] لیک۔ فرماتے ہیں، بے شک نازک مقام ہے لیکن میں بغیر صفات وذات کے ذکر کے صبر بھی نہیں کرسکتا ہوں۔ بحر۔ یعنی ذات وصفات خداوندی۔ خونبہا۔ جبکہ نفسِ جان وعقل کا خونبہا مل چکا ہے تو اس کے قربان کرنے میں کوئی دریغ نہیں ہے۔ چو بطانم۔ بطخ اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دیتی ہے کہ جس طرف چاہے بہالے جائے۔ بے ادب۔ ذات وصفات کے ذکر میں غلبۂ حال میں کبھی سوئے ادب ہو جاتا ہے لیکن ذکر کرنا ذکر نہ کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔ حلقہ۔ زنجیر کا حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہے لیکن در پر تو ہے۔

[3] اے تن آلودہ۔ مولانا دریائے حق سے استفادہ کی ترغیب دیتے ہیں۔ حوض۔ یعنی شیخ۔ طہر خویش۔ فی الحال نفس پاک صاف ہے لیکن برائی کا امکان ہے، اگر شیخ سے دور ہے اور اپنی ذاتی طہارت نہ رہی تو طہارت ممکن نہ ہوگی۔ ایں حوض۔ شیخ کا دریائے باطن۔ اجسام۔ یعنی عوام کی ذاتی نیکی۔

زانکہ[1] دل حوضیست لیکن در کمیں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر
سوئے دریا راہِ پنہاں دارد ایں
یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

پاکی محدودِ تو خواہد مدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے
ورنہ اندر خرچ کم گردد عدد
ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

مَثَل خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی نا پاکوں کو، پاکی کی طرف بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را درمن شتاب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا
گفت آلودہ کہ دارم شرم زآب
گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

گفت آب ایں شرم بے من کے رود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہو گی؟
بے من ایں آلودہ زایل کے شود
میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

زآب ہر آلودہ گر پنہاں شود
اگر ہر ناپاک، پانی سے چھپے گا
اَلْحَیَاءُ یَمْنَعُ الْاِ یْمَاں بود
تو شرم ایمان کے لئے مانع ہے، ہو جائے گا

دل زپایہ حوضِ تن گِلناک شد
دل، جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے
تن زآبِ حوضِ دلہا پاک شد
جسم، دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

گردِ پایہ حوض گردی اے پسر
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا
ہاں زپایہ حوضِ تن می کن حذر[2]
خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

بحرِ تن بر بحرِ دل برہم زنان
جسم کا دریا، دل کے دریا سے ملا جلا ہے
درمیاں شاں بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَان
اُنکے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

گر تو باشی راست ور باشی تو کژ
خواہ تو سیدھا ہو، خواہ تو ٹیڑھا ہو
پیشتر می غژ وتو واپس مغژ
آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

پیشِ شاہاں گر خطر باشد بجاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے
لیک نشکیبند عالی ہمتاں
لیکن بلند ہمت والے (اُس سے) صبر نہیں کر سکتے

شاہ چوں شیریں تراز شکر بود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے
جاں بشیرینی رود خوشتر بود
مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

---

[1] زانکہ۔ شیخ کے باطن کا اتصال ذات باری سے ہے۔ پاکی محدود۔ نیک لوگوں کو بھی شیخ کا دامن تھامنا چاہئے ورنہ ان کی محدود پاکی کسی دن ختم ہو جائے گی۔ مثل خواندن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ناپاک کو پانی سے شرم اور گریز نہ چاہئے یعنی باطنی طہارت حاصل کرنے میں شیخ سے شرم یا گریز مناسب نہیں ہے۔ ایں شرم۔ یہ ناپاکی کی شرم۔ الحیاء۔ حدیث شریف میں ہے الحیاء شعبة من الایمان۔ حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے تو پھر حیاء کو ایمان کے لئے مانع نہ بنانا چاہئے۔ حوضِ تن۔ انسان کے بدن میں گویا دو حوضیں ہیں۔ ایک تو وہ جو برے خصائل کا مخزن ہے، دوسرا وہ جو مخزن ہے بھلائیوں کا۔ برائیوں کا مخزن حوضِ تن ہے اور بھلائیوں کا مخزن حوضِ دل ہے۔ پایہ۔ درجہ، زینہ۔

[2] حذر۔ یعنی برے اخلاق سے پرہیز کرنا۔ برہم زنان۔ دونوں قسم کے اخلاق کے مخزن ملے جلے ہیں۔ گر تو باشی۔ سلوک میں کوئی غلطی بھی ہو جائے تب بھی منازل طے کرنے میں توقف نہ چاہئے۔ غژ۔ امر کا صیغہ ہے، غژیدن، کھسکنا، گھٹنوں کے بل چلنا۔ پیش شاہاں۔ مشہور مقولہ ہے "نزدیکان رابیش بود حیرانی"۔ شاہ۔ دربار حق کی حاضری شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے اگر اس کے حصول میں جان بھی چلی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

اے ملامت گو[1] سلامت مر ترا
اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو

اے سلامت جو توئی واہی العریٰ
اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کمزور دستہ والا ہے

جانِ من کورہ ست و با آتش خوشست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے

کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

ہمچو کورہ عشق را سوزید نے ست
بھٹی کی طرح، عشق کا کام جلانا ہے

ہر کہ اُو زیں کور باشد کود نے ست
جو اِس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

برگِ بے برگی ترا چوں برگ شد
سامانِ بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا

جانِ باقی یافتی و مرگ شد
تو نے باقی رہنے والی جانِ حاصل کر لی اور موت ختم ہو گئی

چوں زغم شادیت افزودن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا

روضۂ جانت گل و سوسن گرفت
تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن اُگے

آنچہ خوفِ دیگراں آں اَمن تست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا

بط قوی از بحر و مرغِ خانہ ست
بطخ سمندر سے قوی ہو جاتی ہے اور پالتو پرند ست ہوتا ہے

باز دیوانہ شدم من اے طبیب
اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہو گیا

باز سودائی شدم من اے حبیب
اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا

حلقہائے[2] سلسلہ تو ذوفنوں
تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں

ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں
ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے

داد ہر حلقہ فنونِ دیگرست
ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے

پس مرا ہر دم جنونِ دیگرست
تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے

پس فنوں باشد جنوں ایں شد مثل
تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں، یہ ضرب المثل بن گئی ہے

خاصہ در زنجیر ایں میر اجل
خاص طور پر اُس بڑے آقا کی زنجیر میں

آنچناں دیوانگی بگسست بند
دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں

کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند
کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے

آمدنِ دوستاں بہ بیمارستان جہت پرسشِ ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ

دوستوں کا شفا خانہ میں ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ کی مزاج پُرسی کے لئے آنا

---

1. ملامت گو۔ عشق الٰہی کے سلسلہ میں ملامت کرنے والے کا سہارا خود کمزور ہے۔ کورہ۔ بھٹی۔ عشق۔ عشق بھی وہی کام کرتا ہے جو آگ کی بھٹی کام کرتی ہے۔ کودن۔ احمق، نااہل۔ برگ۔ سامان یعنی فنا کے بعد بقا حاصل ہوتی ہے۔ غم۔ غم عشق جاں گداز نہیں ہے بلکہ جاں فزا ہے۔ آنچہ۔ دوسرے کے لئے غم، خوف کا سبب ہے، عاشق کے لئے موجب اطمینان ہے، سمندر پالتو مرغ کے لئے ہلاکت اور بطخ کے لئے باعث مسرت ہے۔ باز۔ عشق و معشوق کے ذکر سے مولانا ان پر ایک کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار کر رہے ہیں۔

2. حلقہائے زنجیر۔ عشق کا ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے۔ پس۔ مثل مشہور ہے الجنون فنون "جنون کی بہت سی قسمیں ہیں۔" میر اجل۔ بڑا سردار، اللہ تعالیٰ۔ پندم دہند۔ یعنی دوسرے دیوانے کہتے ہیں کہ جنون میں اس قدر بے خودی نہ چاہئے۔ آمدنِ دوستاں۔ اس حکایت کا منشا بھی یہی ہے کہ جنون کا نتیجہ قید خانہ ہوتا ہے۔ بیمارستان۔ یعنی پاگلوں کا شفاخانہ۔

این چنیں ذوالنونؒ[1] مصری را فتاد — کاندر و شور و جنونِ نو بزاد

اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا — کہ اُن میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

شور چنداں شد کہ تا فوقِ فلک — میرا سدا از وے جگر ہارا نمک

اُنھیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک — اُن کی وجہ سے جگروں پر نمکپاشی ہوئی

ہیں منہ[2] تو شور خود اے شورہ خاک — پہلوئے شورِ خداوندانِ پاک

خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ — پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

خلق را تابِ جنونِ او نبود — آتش او ریشہاشاں می ربود

لوگوں میں اُنکے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی — اُن کی آگ اُن کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

چونکہ در ریشِ عوام آتش فتاد — بند کردندش بزنداں اَلمراد

چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی — اُن کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

نیست امکاں وا کشیدن ایں لجام — گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام

اِس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے — اگرچہ اِس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

دیدہ[3] ایں شاہاں زعامہ خوف جاں — کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں

ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے — کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

چونکہ حکم اندر کفِ رنداں بُوَد — لاَ جرم ذُوالنون در زنداں بُود

جب کہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہو گا — لا محالہ ذوالنون قید خانہ میں ہوں گے

یک سوارہ می رود شاہِ عظیم — در کفِ طفلاں چنیں دُرِّ یتیم

عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے — ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

دُرچہ دریائے نہاں در قطرۂ — آفتابے درج اندر ذرّۂ

موتی کیا ہوتا ہے، اک قطرہ میں پوشیدہ دریا — (یا) ایک سورج ذرے میں

آفتابِ خویش را ذرّہ نمود — واندک اندک روئے خود را برکشود

اُس نے اپنے سورج کو ذرہ دکھایا — اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولا

---

[1] ذوالنونؒ۔ مچھلی والا، یہ حضرت ثوبان بن ابراہیمؒ کا لقب پڑ گیا جو بہت بڑے بزرگ تھے، اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک سفر میں کسی کشتی میں سوار تھے، اس کشتی میں ایک تاجر کا موتی چوری ہو گیا، لوگوں نے ان کو متہم کر دیا انہوں نے عاجز آ کر دعا شروع کی تو سینکڑوں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں اسی جیسا موتی لئے ہوئے نمودار ہوئیں، انہوں نے ایک مچھلی سے موتی لے کر اس تاجر کو دے دیا۔

[2] ہیں منہ۔ مولانا فرماتے ہیں میں نے اپنے جنونِ عشق کے سلسلہ میں ذوالنون کے عشق کا قصہ ذکر کیا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں اپنے عشق کو ان کے عشق جیسا سمجھتا ہوں، ان کا عشق بہت بلند تھا۔ ریشہا۔ وہ جنونِ عشق میں ریاکاروں کا پردہ فاش کرتے تھے جس سے وہ شرمندہ ہوتے تھے۔ نیست۔ عوام میں فتنہ پیدا کرنا ممنوع ہے لیکن ذوالنون اس بارے میں مجبور تھے۔

[3] دیدہ۔ عوام کی جانب سے ذوالنون کو تو صرف قید خانہ کی تکلیف برداشت کرنی پڑی، دوسرے بزرگوں کی تو جان کو خطرے لاحق ہوئے ہیں۔ بے نشاں۔ عوام بزرگوں کے باطن کو نہیں سمجھ سکتے، ان کے ظاہر پر بزرگی کی کوئی نشانی نہیں ہوتی ہے۔ رنداں۔ یعنی ذوالنون کی بزرگی کے منکر۔ شاہِ عظیم۔ یعنی ذوالنون۔ دُرچہ۔ ذوالنون کو دُرِّ یتیم کہا تھا، اب فرماتے ہیں کہ موتی نہیں بلکہ وہ لاکھوں موتیوں والا سمندر کا ایک قطرہ ہیں، اور معرفت کا آفتاب ایک ذرہ میں ہیں۔ آفتاب۔ ذوالنون مصری۔

جملہ ذرّات[1] دروے محوشد
تمام ذرے اُس میں محو ہو گئے

عالم ازوے مست گشت و صحوشد
دنیا اُس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

چوں قلم در دست غدارے بود
جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا

لاَ جرم منصور بر دارے بود
تو لا محالہ منصور سولی پر ہو گا

چوں سفیہاں راست ایں کارو کیا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو

لازم آمد یَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِیَا
ضروری ہو گا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

انبیاء را گفتہ قومِ راہ گم
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا

از سفہ، اَنَا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ
حماقت سے، کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں

جہل ترسا[2] بیں اماں انگیختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھ، امن کے طالب ہیں

زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
اُس آقا سے جو (اُنکے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

چوں بقولِ اُوست مصلوبِ یہود
جب اُنکے بقول یہودیوں نے اُن کو سولی پر چڑھا دیا ہے

پس مر اُورا امن کے تاند نمود
تو وہ ان کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چوں دلِ آں شاہ ایشاں خون بود
جب کہ اُس (ذوالنون) شاہ کا دل اِس طرح خون ہو

عصمت وَاَنْتَ فِیْهِمْ چوں بود
تو "اَنْتَ فِیْهِمْ" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

زرِ خالص[3] را و زرگر را خطر
خالص سونے، اور سنار کو خطرہ

باشد از قلاب خائن بیشتر
زیادہ ہوتا ہے، خائن جعلساز سے

یوسفاں از رشکِ زشتاں مخفی اند
بہت سے یوسف، بدصورتوں کے رشک کیوجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں

کز عدو خوباں در آتش می زیند
کیونکہ حسین، دشمن کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

یوسفاں از مکر اِخواں در چہ اند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کیوجہ سے کنویں میں ہیں

کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
کیونکہ وہ حسد کیوجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دیدیتے ہیں

---

1. ذراتؔ۔ یعنی عوام۔ مست گشتؔ۔ عقلیں کھو بیٹھا۔ صحوشدؔ۔ یعنی ان کی بزرگی کو نہ سمجھ سکے۔ غدارؔ۔ یعنی شاہِ وقت کا وزیر جس نے علماء کو ظاہر پر فتویٰ دینے پر مجبور کیا۔ منصورؔ۔ یعنی حسین بن منصور حلاج۔ کاروکیاؔ۔ معاملہ کا اختیار۔ یقتلون الانبیاءؔ۔ سورۂ آل عمران کی طرف اشارہ ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ لوگ انبیاء کو ناحق قتل کرتے ہیں۔ راہ گمؔ۔ گمراہ۔ سفہؔ۔ بےوقوفی۔ انا تطیرنا بکمؔ۔ سورۂ یٰسین میں ہے کہ گاؤں والوں نے رسولوں کو کہا ہم تمہارے وجود سے بدفالی لیتے ہیں۔

2. جہل ترساؔ۔ اوپر جاہلوں کی دشمنی کا ذکر تھا۔ اب جاہلوں کی محبت کا ذکر ہے یعنی یہ جہالت کہ ان کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی اور وہ اپنے آپ کو نہ بچا سکے اور یہ ان کے ذریعہ اپنی نجات کے قائل ہیں۔ مصلوبؔ۔ سولی پر چڑھا ہوا۔ چوں دلؔ۔ قرآن پاک میں ہے ماکان اللہ معذبھم وانت فیھم۔ آنحضورﷺ کو خطاب ہے کہ جب تک تم ان میں موجود ہو، ان پر عذاب نہ آئے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ "تم ان میں موجود ہو" کا مطلب یہ ہے کہ جب تک قوم تمہیں نہ ستائے، تو محض موجود ہونا عذاب کے دفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے، اسی طرح محض اولیاء اللہ کا وجود دفع عذاب نہ کر سکے گا اور چونکہ ذوالنون کو قوم نے ستایا لہٰذا قوم کا بچاؤ نہ ہو سکے گا۔

3. زرِ خالصؔ۔ خالص سونا اور سنار جعلساز کو رسوا کر دیتا ہے لہٰذا جعلساز کی دشمنی سے وہ خطرہ محسوس کرتے ہیں۔ یہی حال انبیاء اور اولیاء کا عوام کے ساتھ ہے۔ یوسفاںؔ۔ یعنی نیک لوگ۔ زشتاںؔ۔ برے لوگ۔ در آتشؔ۔ بروں کی وجہ سے بھلوں کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے۔ یوسفاںؔ۔ حضرت یوسفؑ کو بھائیوں نے حسد کی وجہ سے کنویں میں گرا دیا تھا۔ بگرگاںؔ۔ حسد کی وجہ سے حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے ان کو بھیڑیے کے پھاڑنے کا افسانہ گھڑا تھا۔

از حسد بر یوسفؑ مصری چہ رفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف علیہ السلام پر کیا گذری؟
ایں حسد اندر کمیں گرگیست[1] زفت
یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

لا جرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم
لا محالہ اس بھیڑیے کی وجہ سے بُردبار یعقوبؑ
داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف و بیم
یوسفؑ کے معاملہ میں خوف و خطر محسوس کرتے تھے

گرگِ ظاہر گردِ یوسف خود نگشت
ظاہری بھیڑیا، یوسفؑ کے پاس بھی نہ آیا
ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

زخم کرد ایں گرگ وز عذر لبق
اس بھیڑیے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر
آمدہ کَاِنَّا ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ
(حضرت یعقوبؑ کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

صد ہزاراں گرگ را ایں مکر نیست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے
عاقبت رسوا شود ایں گرگ بایست
ٹھہر جا، بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہو گا

زانکہ حشرِ حاسداں روزِ گزند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر
بیگماں برصورتِ گرگاں کنند
یقیناً بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

حشر[2] پُر حرصِ سگ مردار خوار
مردار خوار، حریص کتے کا حشر
صورتے خو کے بود روزِ شمار
قیامت کے دن سور کی صورت میں ہو گا

زانیاں را گندہ اندامِ نہاں
(قیامت کے دن) زنا کاروں کی شرمگاہیں گندی ہوں گی
خمر خواراں را بود گندہ دہاں
شراب نوشوں کے منہ بدبودار ہوں گے

گند مخفی کاں بدلہا می رسید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے
گشت اندر حشر محسوس و پدید
وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہوگی

بیشۂ آمد وجودِ آدمی
انسان کا وجود ایک بن (جنگل) ہے
پُر حذر شو زیں وجود ار آدمی
اگر تو انسان ہے تو اِس وجود سے احتیاط برت

ظاہر و باطن اگر باشد یکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو
نیست کس را در نجاتِ او شکے
اُس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

دَر وجودِ ماہزاراں گرگ و خوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیے اور سور ہیں
صالح و نا صالح و خوب و حسوک
نیک اور بد، اور اچھے اور برے

---

[1] گرگ۔ یعنی حسد، حضرت یوسف کو بھیڑیے نے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، بھائیوں کا حسد تکلیف کا سبب بنا۔ عذر۔ یعنی بھائیوں کا یہ کہنا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے اور یوسف کو بھیڑیا لے گیا۔ صد ہزاراں۔ یہ مکاری جس کا سبب حسد ہوا سو بھیڑیوں سے بھی ممکن نہ تھی۔ رسوا شود۔ چنانچہ بھائیوں کو حضرت یوسف کی بڑائی کا رسوا ہو کر مجبوراً اقرار کرنا پڑا اور آخرت کی یہ رسوائی ہو گی کہ عام حاسدوں کا حسر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا، حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی تو تائب ہو گئے تھے اور ان میں سے ہر ایک کو مقام نبوت حاصل ہوا تھا، ان کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں نہ ہوگا۔

[2] حشر۔ مردار خور کا حشر خنزیر کی صورت میں ہوگا۔ زانیاں۔ زنا کاروں کا حشر اس حالت میں ہوگا کہ ان کی شرمگاہیں سڑتی ہوں گی، شرابیوں کے منہ سڑتے ہوں گے۔ مخفی۔ دلوں میں چھپی ہوئی گندگیاں نمایاں ہو جائیں گی۔ بیشہ۔ بن اور جھاڑیوں میں موذی جانور رہتے ہیں، اسی طرح انسان کے وجود میں موذی خصلتیں ہیں۔ ظاہر۔ یعنی باطن میں بھی عیوب نہ ہوں۔ در وجود۔ انسانی وجود میں سینکڑوں موذی خصلتیں موجود ہیں۔ خوک۔ سور۔ حسوک۔ شریر، برا۔

حکم آں خو[1] راست کو غالب تر ست
حکم اُس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے

سیر تے کاں در وجودت غالب ست
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے

ساعتے گرگی در آید در بشر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے

می رود از سینہا در سینہا
سینوں سے سینوں میں جاتے ہیں

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر
بلکہ انسان سے، بیل اور گدھے میں

اسپ سُکسُک می شود رَہوار و رام
کم رفتار گھوڑا، تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے

رفت درسگ ز آدمی حرص و ہوس
انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی

درسگ[2] اصحاب خوئے زاں رُقود
اصحاب (کہف) کے کتے میں اُن سوئے ہوؤں کی فضیلت

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است
اُس عجب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے

دُزدی کن از دُرّ و مَرجانِ جاں
جان کا موتی، اور مونگا چرا لے

چونکہ دُزدی دُزد آں دُرِّ لطیف
جب کہ تو چور ہے، تو پاکیزہ موتی چرا

چونکہ زربیش از مس آمد آں زر ست
جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

ہم براں تصویر حشرت واجب ست
اُسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

ساعتے یوسفؑ رُخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رخی آتی ہے

از رہِ پنہاں صلاح و کینہا
پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

می رَوَد دانائی و علم و ہنر
سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

خرس بازی می کند بُز ہم سلام
ریچھ کھیلتا ہے، بکری بھی سلام کرتی ہے

یا شباں شد یا شکاری یا حرس
چرواہا، یا شکاری، یا محافظ بنا

رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود
پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

گاہ دیو و گہ ملک گہ دَام و دد
کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ (اور) کبھی چرندہ اور درندہ (بن جاتا ہے)

تا بہ بامِ سینہا پنہاں رہ است
سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

اے کم از سگ از دَرونِ عارفاں
عارفوں کے دل میں سے، اے کتے سے کمتر!

چونکہ حامل می شوی بارِ شریف
جب کہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ (اٹھا)

[1] حکم آں خو۔ جو خصلت غالب ہوگی اسی پر حشر ہوگا، اشرفی میں تھوڑا سا تانبہ ضرور ہوتا ہے لیکن وہ سونے کی کہلاتی ہے۔ ساعتے۔ کسی وقت انسان پر اخلاق ذمیمہ کا غلبہ ہوتا ہے کسی وقت اخلاق حمیدہ کا۔ می رود۔ صحبت سے انسان میں اچھے برے اخلاق ابھرتے ہیں۔ بلکہ۔ حیوانات انسان کی صحبت سے متاثر ہوتے ہیں۔ سکسک۔ کم رفتار گھوڑا۔ راہوار۔ تیز رفتار گھوڑا۔ رام۔ مطیع۔ خرس۔ ریچھ۔ بز۔ بکرا۔ رفت۔ انسان کی صحبت سے کتے میں کام کرنے کی حرص و ہوس آ جاتی ہے تو وہ بکریوں کا چرواہا یا شکاری یا نگہبان بن جاتا ہے۔

[2] درسگ۔ قطمیر نامی اصحاب کہف کا کتا جنت میں جائے گا۔ رقود۔ سونے والے، راقد کی جمع ہے۔ نوعے۔ یعنی اخلاق کی کوئی قسم۔ دام۔ چرندہ۔ دد۔ درندہ۔ دزدی کن۔ پہلے اشعار میں بتایا تھا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں خیالات منتقل ہوتے ہیں، اب فرماتے ہیں جبکہ خفیہ راستہ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو عارفوں کے دل کے پاکیزہ خیالات حاصل کر۔

فہم کردن مریداں کہ ذُوالنون رحمتہ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ معتمداً[1] ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے ہیں قصداً یہ صورت بنائی ہے

چونکہ ذُوالنون سوئے زنداں رفت شاد
جب ذوالنون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے

بند برپا دست برسَر ز افتقاد
پابہ زنجیر، (اُنکے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رُو
دوستوں نے ہر جانب سے رُخ کیا

سوئے زنداں بہر پُرسش نزدِ اُو
قید خانہ کی جانب اُنکے پاس حال دریافت کرنے کیلئے

دوستاں در قصّۂ ذُوالنوں شدند
دوست ذُوالنون کے معاملہ میں روانہ ہوئے

سوئے زنداں و دراں رائے زدند
قید خانہ کی جانب، اور اُس میں رائے زنی کی

کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے

اُو دریں رَہ قبلہ است و آیتے ست
کیونکہ وہ اِس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

دُور دُور از عقل چوں دریائے اُو
ان کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے

تا جنوں باشد سفہ فرمائے اُو
کہ جنوں اُن سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

حاشَ للہ از کمالِ جاہِ اُو
خدا بچائے! ان کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے

کابرِ بیماری بپوشد ماہِ اُو
کہ بیماری کا ابر اُن کے چاند کو چھپائے

او زشرِّ عامہ اندر خانہ شد
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں گئے ہیں

او زننگ عاقلاں دیوانہ شد
وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

او زعارِ عقل کند تن پُرست
وہ تن پرست کند عقل کی ذلت کی وجہ سے

قاصداً[2] رفت ست و دیوانہ شدست
جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ وز ساز گاوَ
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور سانٹا

برسَر و پشتم بزن وایں را مکاوَ
میرے سر اور کمر پر مار اور اُس میں کنج وکاو نہ کر

تاز زخم لخت یابم من حیات
تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں

چوں قتیل از گاوِ موسیٰؑ اے ثقات
اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰؑ کی گائے سے مقتول (نے زندگی پائی)

تاز زخم لخت گاوے خوش شوم
تاکہ گائے کے (چمڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں

ہمچو کشتہ گاوِ موسیٰؑ گش شوم
(حضرت) موسیٰؑ کی گائے کے مقتول کی طرح شاداں ہو جاؤں

معتمداً۔ جان بوجھ کر۔ افتقاد۔ گم کرنا، یعنی چونکہ انہوں نے حضرت ذوالنون کو گم کر دیا تھا۔ رائے زدند۔ یعنی ذوالنون کی دیوانگی کے بارے میں مختلف رایوں کا اظہار کرنے لگے۔ کایں۔ بعض لوگوں کی رائے ہوئی کہ جان کر دیوانہ بنے ہیں۔ حکمتے۔ یعنی خدا نے دیوانہ بنا دیا ہے، اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہوگی۔ رہ۔ معرفت کی راہ۔ آیتے۔ خدا کی پہچان کی علامت۔ دور دور۔ بعض لوگوں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ ان جیسے عقلمند سے دیوانگی بیوقوفی کے کام کرا سکے۔ ابر۔ یعنی دیوانگی۔ ماہ۔ یعنی عقل۔ شر عامہ۔ عوام کی شرارت۔ زننگ۔ چونکہ عقلمند لوگ باعث ننگ کام کرنے لگے ہیں، اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا کر ان کے زمرے سے خارج کر لیا ہے۔ عقل کند۔ وہ عقل جس میں ذہانت نہ ہو۔ تن پرست۔ وہ عقل جو روحانیت کی تربیت نہ کرے۔

قاصداً۔ بالارادہ۔ کہ۔ یعنی وہ قصداً قید خانہ میں گئے ہیں اور دیوانوں کی طرح اپنے آپ کو گائے کے چمڑے کے ہنٹر سے پٹوا رہے ہیں۔ ساز گاو۔ چمڑے کا تسمہ جس سے جانوروں کو سدھاتے ہیں۔ تاز زخم۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک بھتیجے نے اپنے چچا کو قتل کر ڈالا، قاتل کا پتہ نہ چلتا تھا، حضرت موسیٰؑ نے ایک گائے ذبح کرائی اور اس کا چمڑہ لے کر مردے پر مارا تو مردہ زندہ ہو گیا اور اس نے قاتل کا پتہ بتا دیا تھا۔ گش۔ خوش۔

زندہ شد کشتہ ز زخمِ دُمِ گاوَ ۔ ہمچو مس از کیمیا شد زرِّ ساوَ[1]

گائے کی دم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا ۔ جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

کشتہ برجست و بگفت اَسرار را ۔ وانمود آں زمرۂ خونخوار را

مقتول اُٹھ بیٹھا، اور راز بتائے ۔ اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند ۔ تخمِ ایں آشوب ایشاں کشتہ اند

واضح طور پر کہا ہے کہ اس جماعت نے قتل کیا ہے ۔ اِس فساد کے بیج انہوں نے بوئے ہیں

چونکہ کشتہ گردد ایں جسمِ گراں ۔ زندہ گردد ہستی اَسرار داں

جب یہ بھاری جسم مُردہ ہو جاتا ہے ۔ راز داں وجود زندہ ہو جاتا ہے

جانِ اُو بیند بہشت و نار را ۔ باز داند جملۂ اسرار را

اُس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے ۔ (اور) تمام رازوں کو جانتی لیتی ہے۔

وَا نماید خونیانِ دیورا ۔ وَا نماید دامِ خدعہ و ریورا

قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے ۔ مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

گاوَ کشتن ہست از شرطِ طریق[2] ۔ تاشود از زخمِ دُمش جاں مفیق

گائے کو ذبح کرنا، معرفت کی شرط ہے ۔ تا کہ جان اُس کی دُم کی چوٹ سے ہوش میں آجائے

گاوَ نفسِ خویش را زُو تر بکش ۔ تاشود روحِ خفی زندہ بہُش

بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے ۔ تا کہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو ۔ حالِ ذوالنوں با مریداں بازگو

اس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر ۔ ذوالنون کا مریدوں کے ساتھ معاملہ سنا

رجوع کردن بحکایت ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ

ذوالنون رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیکِ اُو ۔ بانگ برزد ہے کیا نند اِتَّقُوا

جب وہ لوگ ان کے پاس پہنچے ۔ وہ چیخے خبردار تم کون ہو، بھاگو

با اُدب گفتارِ ما از دوستاں ۔ بہر پُرسش آمدیم اینجا بجاں

انہوں نے ادب سے کہا، ہم دوستوں میں سے ہیں ۔ ہم (دل و) جاں سے (آپ کو) پوچھنے آئے ہیں

چونی اے دریائے عقل ذو فنون ۔ ایں چہ بہتان ست بر عقلت جنون

اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟ ۔ آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

---

1. زرِ ساوَ۔ خالص سونا۔ اسرار۔ یعنی چھپے ہوئے قاتل کا پتہ۔ چونکہ۔ جس طرح اس مقتول کی روح نے اسرار کا انکشاف کر دیا، اسی طرح جب انسان اپنی ہستی کو فنا کر دیتا ہے تو اس پر اسرار منکشف ہونے لگتے ہیں۔ جانِ اُو۔ مقام فنا پر پہنچ کر اسرارِ آخرت منکشف ہو جاتے ہیں۔ وانماید۔ انسان کو محسوس ہو جاتا ہے کہ شیاطین اس کے قاتل ہیں اور ان کے مکر و فریب کو پہچان جاتا ہے۔ گاوَ کشتن۔ یعنی مادی جسم کو فنا کرنا۔
2. طریق۔ یعنی طریقِ معرفت۔ مفیق۔ ہوشمند۔ بہُش۔ بہ ہوش۔ مریداں۔ یعنی ذوالنونؒ کے وہ مرید جو پاگل خانہ میں گئے تھے۔ نفر۔ جماعت۔ اتقوا۔ تم ڈرو، تم بھاگو۔ پرسش۔ یعنی احوال کی دریافت، عیادت۔ فنون۔ فن کی جمع ہے۔ بہتان۔ جھوٹا الزام۔ جنون۔ یعنی تیری عقل پر جنون کا الزام جھوٹ ہے۔

دُودِ گلخن[1] کے رَسد در آفتاب
بھٹی کا دُھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟

وَا مگیر از ما بیاں کُن ایں سخن
ہم سے نہ چھپائیے یہ بات بتائیے

مَر مُحبّاں را نشاید دور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہئے

راز را اندر میاں نہ با محبّ
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے

راز را اندر میاں آور شہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے

ما مُحبِّ صادق و دلخستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں

راز را از دوستاں پنہاں مکن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے

چونکہ ذُوالنّون ایں سخن زانشاں شنید
جب ذُوالنّون نے اُن کی یہ بات سنی

فحش آغازید و دشنام از گزاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کر دی

برجہید و سنگ پرّاں کرد و چوب
کو دے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے

قہقہہ خندید و جُنبانید سَر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا

دوستاں بیں کو نشانِ دوستاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟

کے کراں گیرد ز رنجِ دوست دوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟

چوں شود عَنقا شکستہ از غراب
عنقا کوے سے کب شکست کھاتا ہے

ما محبا نیم باما ایں مکن
ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

یا بُرُو پوش و دغل مہجور کرد
یا رُو پوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہئے

اے کہ بحرِ علم و عقلی اِستَجِبْ
اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں مان جائیے

رُو مکُن در ابرِ پنہانی مہا
اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپائیے

در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

درمیاں نِہ راز و قصدِ جاں مکن
راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہو جئے

جُز طریقِ امتحان[2] مخلص ندید
آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

گفت اُو دیوانگانہ زی وقاف
دیوانوں کیطرح اُنہوں نے زق زق بق بق شروع کر دی

جُملگاں بگریختند از بیم کوب
چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

گفت بادِ ریش ایں یاراں نگر
کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھ

دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

رنج مغز و دوستی اُورا چو پُوست
تکلیف اُٹھانا مغز ہے اور دوستی اُس کا چھلکا

---

[1] گلخن۔ بھٹی یعنی جس طرح بھٹی کا دھواں آفتاب تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور عنقا کوے سے شکست نہیں کھا سکتا ہے، اسی طرح تیری عقل تک نہ جنون کی رسائی ہوسکتی ہے نہ تیری عقل جنون سے مغلوب ہوسکتی ہے۔ مکن۔ یعنی حقیقت نہ چھپایئے۔ مجور کرد۔ یعنی روپوشی اور مکر سے فراق میں مبتلا کرنا مناسب نہیں ہے۔ استجب۔ قبول کر، منظور کر۔ شہا۔ اے شاہ۔ مہا۔ اے مہ۔ دلخستہ۔ رنجیدہ۔ قصد جاں کردن۔ مارڈالنا۔

[2] امتحاں۔ آزمائش۔ مخلص۔ چھٹکارے کی جگہ۔ آغازید۔ شروع کر دیا۔ گزاف۔ بے وجہ، بے اصل۔ زی وقاف۔ جھک جھک، بک بک۔ بادریش۔ غرور، شیخی۔ نشاں۔ علامت۔ رنج۔ یارے کہ تحمل نہ کند یار نباشد۔ کراں۔ کنارہ۔ مغز۔ اصل، لب لباب۔ پوست۔ چھلکا۔

رنج بر خود گیر[1] گر تو دوستی
اگر تو دوست ہے، تکلیف برداشت کر
رُو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو اچھی عادات والا ہے، روگردانی نہ کر

نے نشانِ دوستی باشد خوشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟
در بلا ومحنت و آفت کشی
مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنے میں

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست
دوست سونے کی طرح تکلیف آگ کی طرح ہے
زرِ خالص در دلِ آتش خوش ست
خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

امتحان کردن خواجۂ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را
حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نے کہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود
کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے
روز و شب در بندگی چالاک بود
دن رات خدمتگاری میں چست تھے

خواجہ اش میداشتے درکار پیش
آقا اُن کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا
بہترش دیدے زفرزندانِ خویش
اپنی اولاد سے بھی اُن کو زیادہ سمجھتا تھا

زانکہ لقمانؑ گرچہ بندہ زادہ[2] بود
اسلئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے
خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود
(لیکن) آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے

گفت شاہے شیخ را اندر سخن
ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا
کزمن از بخشش تو چیزے خواست کن
مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت اے شہ شرم ناید مرتُرا
اُس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی
کہ چنیں گوئی مرازیں برتر آ
کہ مجھ سے یہ کہتا ہے، اس سے بالاتر بن

من دو بندہ دارم وایشاں حقیر
میرے دو غلام ہیں اور وہ (بھی) حقیر ہیں
واں دو برتو حاکمانند و امیر
اور وہ دونوں تیرے حاکم اور سردار ہیں

گفت شہ آں دوچہ اندایں ذلت ست
بادشاہ نے کہا، وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے
گفت آں یک خشم دیگر شہوت ست
اُس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

شاہ آں داں کو زشاہی فارغ ست
بادشاہ اُس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے
برمہ و خورشید نورش بازغ ست
چاند اور سورج پر اُس کا نور غالب ہے

---

1. رنج بر خود گیر۔ یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ رومگرداں۔ یعنی اگر دوست تکلیف پہنچائے۔ بے نشاں۔ دوستی کی علامت یہی ہے کہ ہر حالت میں راضی برضاءِ دوست رہے۔ ہمچوں زر۔ جس طرح سونا آتش سے نکھرتا ہے، اسی طرح دوستی میں دوست کے مصائب برداشت کرنے سے خلوص کا اظہار ہوتا ہے۔ امتحان کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح حضرت لقمان نے دوست کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ بھی رغبت سے کھایا، اسی طرح ایک انسان کو منجانب اللہ مصائب پر بھی راضی برضاءِ الٰہی رہنا چاہئے۔ خواجہ۔ آقا ان کو معزز اور اولاد سے زیادہ پیار سے رکھتا تھا۔ زانکہ۔ یہ پہلے شعر کی دلیل۔

2. بندہ زادہ۔ حضرت لقمانؑ کو اگر ولی اور بزرگ مانا جائے تو غلام زادہ ہونے میں کوئی اشکال نہیں اور اگر وہ نبی تھے تو ان کے باپ کو جبراً غلام بنایا گیا ہوگا۔ خواجہ بود۔ چونکہ وہ ہوا و ہوس سے آزاد تھے، لہٰذا غلام نہ تھے بلکہ آقا تھے۔ گفت شاہے۔ چونکہ مولانا نے پہلے شعر میں ہوا و ہوس سے آزاد ہونے کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اس سلسلے میں یہ حکایت نقل کی ہے۔ برتر آ۔ یعنی یہ بات تیرے مقام سے گری ہوئی ہے۔ من۔ تو میرے دو غلاموں کا غلام ہے۔ ذلت۔ یعنی غلاموں کا غلام ہونا میرے لئے ذلت کا سبب ہے۔ زشاہی۔ شاہ تو وہ ہے کہ دنیا کی بادشاہت سے بھی بے نیاز ہو۔ بازغ۔ چمکنے والا، روشن۔

مخزن آں دارد کہ مخزن[1] علت اوست — ہستی آں دارد کہ باہستی عدوست

وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ (ظاہری) خزانہ اُسکی ذلت ہے — وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

خواجہٗ لقماں بظاہر خواجہ وش — در حقیقت بندہ لقماں خواجہ اش

(حضرت) لقمانؑ کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہوئے — حقیقتاً غلام ہے، لقمانؑ اُس کے آقا ہیں

در جہانِ باز گونہ زیں بسے ست — در نظر شاں گوہرے کم از خسے ست

اُلٹی دنیا میں ایسا بہت ہے — اُن کی نظر میں جو ہر تنکے سے کم ہے

مَر بیاباں را مفازہ نام شُد — نام و ننگے[2] عقلِ شاں را دام شد

بیابان کا نام، کامیابی کی جگہ ہوا — عزت و ذلت، اُن کی عقل کا جال بنا

یک گُرہ را خود معرف جامہ است — در قبا گویند کواز عامہ است

ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے — قبا پہننے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک گُرہ را ظاہراً سالوس و زَرق — کردہ زاہد نام و اندر زُہد غرق

ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے — زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لئے

یک گُرہ را ظاہر سالوس و زُہد — نور باید تا بُوَد جاسوسِ زہد

ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے — نور چاہئے جو زہد کی مخبری کرے

نور باید پاک از تقلید و عول — تا شناسد مرد را بے فعل و قول

نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو — تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

در رَوَد در قلب اُو از راہِ عقل — نقد اُو[3] بیند نباشد بند نقل

اُس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے — اُس کا نقد دیکھ لے، سنی سنائی کا پابند نہ ہو

بندگانِ خاص عَلّامُ الغیوب — در جہانِ جاں جواسیس القلوب

عَلّامُ الغیوب کے خاص بندے — روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

در درونِ دل در آید چوں خیال — پیشِ شاں مکشوف باشد سِرِّ حال

جب دل میں کوئی خیال آتا ہے — پوشیدہ بھید اُن کے سامنے کھل جاتا ہے

[1] مخزن۔ یعنی علم و معرفت کا خزانہ۔ کہ مخزن۔ یعنی زر و جواہر کا خزانہ۔ ہستی آں دارد۔ یعنی اس کا روحانی وجود ہے جو جسمانی وجود کا دشمن ہے۔ خواجہ۔ یعنی دراصل لقمان خواجہ تھے اور ان کا خواجہ دراصل غلام تھا۔ جہانِ باز گونہ۔ الٹی دنیا۔ در نظر۔ یعنی قیمتی چیز کو کم قیمت اور کم قیمت چیز کو قیمتی سمجھتے ہیں۔ مفازہ۔ کامیابی کی جگہ، صحرا کو کہتے ہیں حالانکہ وہ مہلکہ یعنی ہلاکت کی جگہ ہے، نام نہند زنگی کافور۔

[2] نام و ننگ۔ عزت و ذلت کے خیال سے بے عقلی کے کام کرتے ہیں۔ یک گرہ۔ کپڑوں سے انسان کو پہچانتے ہیں، اس کی حقیقت پر نظر نہیں رکھتے ہیں، گودڑی والے کو فقیر سمجھتے ہیں، قبا پہننے والے کو معمولی انسان تصور کرتے ہیں۔ ظاہر سالوس۔ بعض لوگ ظاہری مکاری کو دیکھ کر زہد کے قائل ہو جاتے ہیں۔ نور باید۔ کسی کو پہچاننے کے لئے نورِ قلبی درکار ہے جس کے ذریعہ بغیر بات کئے اور کام دیکھے انسان کو پہچانا جا سکے۔

[3] نقد او۔ انسان کی صحیح حالات۔ بندگان۔ پیر پر مرید کے دل کے احوال منکشف ہو جاتے ہیں۔ علام الغیوب۔ غیبوں کا جاننے والا، یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ جواسیس۔ جاسوس کی جمع ہے، راز کو جاننے والا۔ در درون۔ جس طرح خیالات انسان کے دل میں گھستے ہیں، اسی طرح خاص بندہ بھی دل میں گھس کر پوشیدہ احوال کو جان لیتا ہے۔

درتن[1] کنجشک چہ بود برگ و ساز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟
کہ شود پوشیدہ آں بر عقل باز
کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

آنکہ واقف گشت برٗاسرارِ ھو
جو اللہ (تعالیٰ) کے بھیدوں سے واقف ہو گیا
سِرِّ مخلوقات چہ بود پیشِ او
مخلوق کے بھید اُس کے سامنے کیا ہیں؟

آنکہ بر افلاک رفتارش بود
جس کی گذر آسمانوں پر ہو
بر زمیں رفتن چہ دُشوارش بود
اُس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہو گا؟

در کف داؤدؑ کاہن گشت موم
(حضرت) داؤدؑ کے ہاتھ میں جب کہ لوہا موم ہو گیا
موم چہ بود در کف اُو اے ظلوم
اے ظالم! اُن کے ہاتھ میں موم کیا ہو گا!

بود لقمانؑ بندہ شکلے خواجۂ
لقمانؑ میں بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے
بندگی بر ظاہرش دیباچۂ
غلامی اُن کے ظاہر کا عنوان تھی

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے
در غلامِ خویش پوشاند لباس
اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

اُو بپوشد جامہائے آں غلام
وہ اُس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے
مَر غلامِ خویش را سازد امام
اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

در پیٔش چوں بندگاں در رہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اُس کے پیچھے چلتا ہے
تانباید زو کسے آگاہ شود[2]
تاکہ اُس کو کوئی نہ پہچان سکے

گوید اے بندہ تو رَو برصدرشیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ
من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لوں گا

تو درشتی کن مرا دُشنام دِہ
تو سختی کر، مجھے برا بھلا کہہ
مَر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
تو میری کوئی عزت نہ کر

ترکِ خدمت خدمت تو داشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے
تابغربت تخم حیلت کاشتم
جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں
تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند
تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

---

1. درتن۔ کنجشک سے مراد مرید اور باز سے مراد شیخ ہے۔ اسرار ھو۔ اللہ کے اسرار۔ بر افلاک۔ انبیاء اور اولیاء کو آسمانوں کی سیریں کرادی جاتی ہیں۔ داؤدؑ۔ حضرت داؤدؑ کا معجزہ تھا کہ ان کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔ بود لقماں۔ حضرت لقمانؑ نے جان بوجھ کر ظاہری غلامی اختیار کر رکھی تھی۔ چوں رود۔ غلامی کی شکل اختیار کر لینے کی وجہ بیان کی ہے، اجنبی جگہ مصلحتوں کی بنا پر اکثر اپنے آپ کو غلام اور غلام کو شاہ ظاہر کر دیا کرتے ہیں۔
2. آگاہ شود۔ اپنے آپ کو بادشاہ ظاہر کرنے میں خطرات ہوتے ہیں۔ شیں۔ نشیں کا مخفف ہے۔ کمیں۔ کمینہ۔ تو درشتی۔ تاکہ غلام کو آقا سمجھا جائے۔ ترک خدمت۔ یعنی تیری خدمت گزاری یہی ہے کہ تو خدمت نہ کرے۔ غربت۔ مسافرت۔ حیلت۔ تدبیر۔ خواجگاں۔ بہت سے بزرگ اپنی بزرگی کے اخفاء کے لئے معمولی معمولی کام اختیار کر لیتے ہیں تاکہ عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔

چشم پُر بودند و سیر از خواجگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے

کارہا[1] را کردہ اند آمادگی
اُنہوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

ویں غلامانِ ہوا برعکس آں
اور یہ خواہش کے غلام اِس کے برعکس

خویشتن بنمودہ میر عقل و جاں
اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

آید از خواجہ رہِ افگندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے

ناید از بندہ بغیر از بندگی
(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

پس ازاں عالم بدیں عالم چناں
پس اُس عالم سے اِس عالم تک

تعبیتہا ہست برعکس ایں بداں
بہت سی بناوٹی باتیں ہیں اُن کو اُلٹا سمجھ

خواجۂ لقمانؑ ازیں حال[2] نہاں
(حضرت) لقمانؑ کا آقا! اس راز سے

بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
واقف تھا اور اُس کی نشانی دیکھ چکا تھا

راز می دانست خوش می راندخر
راز جانتا تھا، کلام چلا رہا تھا

از برائے مصلحت آں راہبر
اُس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

مَر وُرا آزاد کر دے از نخست
اُن کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا

لیک خوشنودیِ لقمانؑ را بجست
لیکن اُس نے (حضرت) لقمانؑ کی خوشنودی چاہی

زانکہ لقمانؑ را مراد ایں بود تا
کیونکہ (حضرت) لقمانؑ کا مقصد یہی تھا تاکہ

کس نداند سرِّ آں شیرِ فتا
اُس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

چہ عجب گر سر زِبد پنہاں کُنی
یہ کیا عجیب بات ہے کہ تو راز کسی بُرے سے چھپائے

ایں عجب کہ سر ز خود پنہاں کُنی
عجیب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

کار پنہاں کن تو از چشمانِ خود
اپنی نظروں سے چھپا کر کام کر

تا بود کارت سلیم از چشمِ بد
تاکہ تیرا کام نظر بد سے بچا رہے

خویش را تسلیم کُن بردار مُزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے، مزدوری کما لے

وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد
پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرا لے

می دہند افیوں بمَردِ زخم مند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں

تاکہ پیکاں از تنش بیروں کنند
تاکہ اُس کے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

---

[1] کارہا۔ بزرگانِ دین معمولی پیشے اختیار کر لیتے ہیں تاکہ ان کی استعداد قربِ الٰہی میں اضافہ ہو۔ ویں غلاماں۔ جو لوگ حرص و ہوا کے غلام ہیں وہ اپنی بڑائی ظاہر کرتے ہیں۔ خواجہ۔ بزرگانِ دین ہمیشہ فروتنی اختیار کرتے ہیں۔ از بندہ۔ یعنی جو اللہ کے نیک بندے ہیں۔ ازاں عالم۔ عالم آخرت۔ ازیں عالم۔ عالم دنیا۔ تعبیتہا۔ تعبیتہ کی جمع ہے، بناوٹ۔ برعکس۔ جس طرح یہ واقعہ ہے کہ بظاہر حضرت لقمان غلام اور ان کا آقا، آقا ہے لیکن حقیقتاً حضرت لقمان، آقا اور ان کا آقا ان کا غلام تھا، اسی طرح اس عالم اور عالم آخرت میں اور بہت سی چیزیں ہیں کہ جو حقیقتاً ظاہر کے برعکس ہیں۔

[2] ازیں حال۔ یعنی اس بات سے کہ حضرت لقمان نے ظاہراً غلامی اختیار کر رکھی ہے ورنہ بباطن ان کا رتبہ آقائیت کا ہے۔ راہبر۔ یعنی حضرت لقمانؑ۔ خوشنودی۔ حضرت لقمان علیہ السلام کی خواہش تھی کہ ان کو غلام بنائے رکھے۔ سر۔ ان کا روحانی مرتبہ۔ چہ عجب۔ کمالات کو دوسروں کی نگاہوں سے مخفی رکھنا بھی کمال ہے لیکن اپنی نگاہوں میں اپنے کمالات، کمال نہ ہوں تب زیادہ کمال ہے۔ چشم بد۔ خود اپنی نظر بد سے اپنے اعمال کو بچا۔ خویش را۔ اپنے آپ کو غلام سمجھتے ہوئے مزدوری کئے جاؤ تب اپنے رذائل کو اپنے آپ سے چرا کر غائب کر سکو گے۔ می دہند۔ افیوں کھلا کر خودی مٹادی جاتی ہے تب اصلاح کی جاتی ہے تو خودی کو مٹانے سے اصلاح ہوگی۔

وقت مرگ[1] از رنج او را میدرند
مرتے وقت اُس کو تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں

اُو بداں مشغول شد جاں می برند
وہ اس میں لگا، جان نکال لے جاتے ہیں

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دے گا

از تو چیزے در نہاں خواہند بُرد
تو وہ تیری چیز چپکے سے چرا لیں گے

پس بداں مشغول شوکاں بہتر ست
تو اُس میں لگ جو اچھی چیز ہو

تا زِ تو چیزے برد کاں کہتر ست
تاکہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

ہرچہ اندیشی و تحصیلے کنی
جو تو سوچتا ہے، اور حاصل کرتا ہے

می در آید دُزد زاں سو کایمنی
چور اُس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

بارِ[2] بازرگاں چو در آب اوفتد
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے

دست اندر کالۂ بہتر زند
تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

کشتی مالش بغرقاب ارفتد
اُس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے

ہرچہ نازِل تر بدریا افگند
جو گھٹیا ہے اُس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

چونکہ چیزے فوت خواہد شد درآب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی

ترک کمتر گوئی و بہتر را بیاب
گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچا لے

نقد ایماں را بطاعت گوش دار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر

تاز روئے حق نگردی شرم سار
تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

چونکہ نقدت را نگہداری کنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا

حرص و غفلت را بَرد دیو دنی
کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

ظاہر شدنِ فضل و زیرکی لقمانؒ پیشِ امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے (حضرت) لقمانؒ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؒ چو لقمانؒ را شناخت
(حضرت) لقمانؒ کے آقا نے جب لقمانؒ کو پہچان لیا

بندہ بود او را و با اُو عشق باخت
اُن کا غلام ہو گیا اور اُن پر فریفتہ ہو گیا

ہر طعامے کاوریدندے بوے
وہ جو کھانا اُس کے پاس لاتے

کس سوئے لقمانؒ فرستادے زپے
تو فوراً کسی کو (حضرت) لقمانؒ کی جانب روانہ کرتا

---

[1] وقت مرگ۔ موت کے وقت جسمانی تکالیف میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اور روح سے غفلت ہو جاتی ہے تو روح چوری چلی جاتی ہے۔ چوں بہر فکرے۔ انسان کی جس چیز کی طرف توجہ رہتی ہے، وہ بچ جاتی ہے جس سے غفلت برتتا ہے، وہ چوری ہو جاتی ہے۔ بہتر ست۔ قیمتی چیز کی طرف توجہ کرو پھر ضائع ہوگی تو معمولی چیز ضائع ہوگی۔ ایمنی۔ تو مطمئن ہو کر بے توجہی کرتا ہے تو چور اس کو چراتا ہے، جس چیز کی انسان فکر رکھتا ہے، اس کی جانب چور نہیں آتا۔

[2] بار۔ پہلے سمجھایا تھا کہ اچھی چیز کی طرف لگاؤ رکھو تاکہ معمولی چیز ضائع ہو، اب اس کو مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ اگر کشتی بوجھل ہونے کی وجہ سے ڈوبنے لگتی ہے تو معمولی چیزیں پھینک دی جاتی ہیں۔ کالہ۔ سامان۔ نازل تر۔ گھٹیا۔ بہتر۔ قیمتی سامان۔ ایماں۔ یہ قیمتی چیز ہے اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کرنی ہے، اس کی حفاظت کر۔ حرص۔ اپنے رذائل کی حفاظت نہ کرتا کہ وہ چوری ہو جائیں۔ شناخت۔ یعنی ان کا آقا ان کی بزرگی کو پہچان گیا۔ ہر طعامے۔ بڑوں کا جھوٹا تبرکاً کھایا جاتا ہے۔ فرستادے۔ یعنی ان کو بلانے کے لئے۔

تا کہ لقمانؑ دست سوئے آں بَرد
تا کہ (حضرت) لقمانؑ اُس میں ہاتھ ڈال دیں

قاصداً تا خواجہ پس خوردش[1] خورد
اِس ارادے سے کہ آقا اُن کا جھوٹا کھائے

سورِ اُو خوردے و شور انگیختے
اُن کا جھوٹا کھاتا، اور مستی پیدا کرتا

ہر طعامے کو نخوردے ریختے
جو کھانا وہ نہ کھاتے اُس کو ضائع کر دیتا

وَر بخوردے بیدل و بے اشتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے

ایں بود پیوستگی بے منتہا
لا محدود تعلق یہ ہوتا ہے

خربزہ آوردہ بودند ارمغاں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے

لیک غایب بود لقمانؑ آں زماں
لیکن اُس وقت (حضرت) لقمانؑ موجود نہ تھے

گفت خواجہ یا غلامے کے فلاں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے!

زود رَو فرزند لقمانؑ را بخواں
جلد جا، عزیز لقمانؑ کو بلا لا

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست
جب (حضرت) لقمانؑ آئے اور اُسکے سامنے بیٹھ گئے

خواجہ بس بگرفت سکینے بدست
اُس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

چوں بُرید و داد اُورا یک بُریں
جب تراشا، اُن کو ایک قاش دی

ہمچو شکّر خوردش و چوں انگبیں
انہوں نے اُس کو شکر و شہد کی طرح کھا لیا

از خوشی کہ خورد داد اُو را دوم
چونکہ انہوں نے خوشی سے کھایا ان کو دوسری دی

تا رسید آں گرچہا تا ہفدہم
یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں

ماند گرچے گفت ایں را من خورم
ایک قاش بچی تو بولا اِس کو میں کھاؤں گا

تاچہ شیریں خربزست ایں بنگرم
تا کہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

اُو چنیں خوش میخورد کز ذوقِ اُو
وہ اس قدر خوشی سے کھارہے تھے کہ ان کے ذوق سے

طبعہا شد مشتہی[2] ولقمہ جو
طبیعتیں خواہشمند ہو گئیں اور کھانا چاہنے لگیں

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت
جب اُس نے کھایا اُس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی

ہم زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا

ساعتے بیخود شد از تلخی آں
تھوڑی دیر اُس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا

بعد ازاں گفتش کہ اے جانِ جہاں
اُس کے بعد اُن سے کہا اے جانِ عالم!

نوش چوں کر دی تو چندیں زہر را
آپ نے اس قدر زہر کیسے پی لیا؟

لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
اس قہر کو لطف کیوں سمجھا؟

پس خورد۔ بچا ہوا کھانا۔ سور۔ پس خوردہ۔ شور انگیختن۔ مستی کا اظہار کرنا۔ ریختے۔ ان کے نہ کھانے سے سمجھتا تھا کہ کھانا مکروہ ہے۔ پیوستگی۔ تعلق۔ خربزہ۔ خربوزہ۔ ارمغاں۔ تحفہ۔ فرزند۔ محبت میں بیٹا کہا ہے۔ سکین۔ چھری۔ بریں۔ قاش، پھانک۔ انگبیں۔ شہد۔ گرچہا۔ گرچ کی جمع ہے، بالضم وکاف وجیم فارسی، خربوزے، تربوز کی قاش۔

مشتہی۔ خواہشمند۔ چوں۔ کڑوا خربوزہ کھانے سے حلق میں سوزش اور زبان پر آبلہ پڑ گیا۔ جانِ جہاں۔ یعنی حضرت لقمان علیہ السلام۔ زہر۔ یعنی کڑوا خربوزہ۔

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟
جانِ تو گوئی بہ پیش تو عدوست[1]
گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپ کی دشمن ہے

چوں نیا وردی بحیلت حجتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا
کہ مرا عذریست بس کن ساعتے
کہ میں معذور ہوں، تھوڑی دیر ٹھہر

گفت من از دست نعمت بخش تو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے
خوردہ ام چنداں کہ از شرم دو تو
میں نے اسقدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

شرم آمد گر یکے تلخ از کفت
مجھے شرم آتی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز
می نخورم اے تو صاحب معرفت
نہ کھاؤں اے (آقا) تو خود جانتا ہے

چوں ہمہ اجزام از انعامِ تو
جب کہ میرے تمام اجزاء تیرے انعام سے
رُستہ اند و غرقِ دانہ و دامِ تو
اُگے ہیں اور تیری دانہ و دام میں غرق ہیں

گرزیک تلخے کنم فریاد و داد
اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں
خاک تیرہ برسرِ اجزام باد
تو کالی خاک میری اجزاء پر ہو

لذتے[2] دست شکر بخشت کہ داشت
تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا
اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
اُس نے اِس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

از محبت تلخہا شیریں شود
محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں
از محبت مسہا زریں شود
محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت دُردہا صافی شود
محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں
وز محبت دَردہا شافی شود
محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں

از محبت خارہا گل می شود
محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں
وز محبت سرکہا مل می شود
محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت دار تختے می شود
محبت سے سولی، تخت بن جاتی ہے
وز محبت بار بختے می شود
محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت سجن گلشن می شود
محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے
بے محبت روضہ گلخن می شود
بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت نار نورے می شود
محبت سے آگ نور بن جاتی ہے
وز محبت دیو حورے می شود
محبت سے دیو، حور بن جاتا ہے

---

[1] عدو۔ ایسا کڑوا خربوزہ کھانا تو جان کے ساتھ دشمنی ہے۔ چوں۔ یعنی صاف انکار مناسب نہ تھا تو کوئی عذر تراش لیتے۔ گفت۔ حضرت لقمان نے فرمایا جب اس ہاتھ سے سینکڑوں شیریں چیزیں کھا چکا ہوں، ایک تلخ چیز کا انکار بےشرمی ہے۔ اجزام۔ میرے بدن کے سارے اجزاء تیرے نمک کے پروردہ ہیں۔ دام۔ جال۔ گرزیک۔ کسی بڑے محسن کی معمولی زیادتی پر واویلا کرنا بڑی ذلیل حرکت ہے۔

[2] لذت۔ محسن کے ہاتھ کی کڑوی چیزیں کڑوی نہیں رہتی ہیں۔ از محبت۔ یہاں سے مولانا نے فرمایا ہے کہ محبت چیزوں کی حقیقت بدل دیتی ہے۔ دُرد۔ تلچھٹ۔ دردہا۔ یعنی امراض۔ مل۔ شراب۔ تختے۔ یعنی تخت شاہی۔ بار۔ بوجھ۔ بخت۔ یعنی خوش نصیبی۔ سجن۔ قید خانہ۔ روضہ۔ باغیچہ۔ گلخن۔ بھٹی۔ دیو۔ یعنی بدصورت۔ حور۔ یعنی خوبصورت۔

از محبت سنگ روغن می شود
محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے
بے محبت موم آہن می شود
بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت حزن[1] شادی می شود
محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے
وز محبت غول ہادی می شود
محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت نیش نوشے می شود
محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے
وز محبت شیر موشے می شود
محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے

از محبت سقم صحت می شود
محبت سے بیماری، تندرستی بن جاتی ہے
وز محبت قہر رحمت می شود
محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت خار سوسن می شود
محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے
وز محبت خانہ روشن می شود
محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

از محبت مُردہ زندہ می شود
محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے
وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے شاہ، غلام بن جاتا ہے

ایں محبت ہم نتیجہ دانش ست
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے
کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
بکواس ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

دانش ناقص کجا ایں عشق زاد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟
عشق زاید ناقص اما بر جماد
ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

برجمادے[2] رنگ مطلوبے چودید
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا
از صفیرے بانگ محبوبے شنید
سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

دانش ناقص نداند فرق را
ناقص عقل، فرق نہیں سمجھتی
لا جرم خورشید داند برق را
لا محالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

چونکہ ملعوں خواند ناقص را رسول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے
بود در تاویل نقصانِ عقول
از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

زانکہ ناقص تن بود مرحومِ رحم
اس لئے کہ ناقص جسم، قابل رحم ہوتا ہے
نیست بر مرحوم لائق لعن و زحم
قابل رحم، لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

نقص عقلست آنکہ بد رنجوریست
بری بیماری عقل کی کمی ہے
موجب لعنت سزائے دوریست
جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

---

[1] حزن۔ غم۔ غول۔ چھلاوا جس کا کام راستہ سے بھٹکانا ہے۔ نیش۔ زہریلا ڈنک۔ موش۔ چوہا۔ سقم۔ بیماری۔ سوسن۔ ایک آسمانی رنگ کا پھول ہے۔ دانش۔ یعنی عشق و محبت کامل عقل کا نتیجہ ہے۔ ناقص۔ یعنی ناقص عقل بھی عشق پیدا کرتی ہے لیکن غیر واقعی معشوق کے ساتھ۔

[2] بر جمادے۔ ناقص عقل جب کسی چیز پر محبوب حقیقی کا عکس دیکھتی ہے تو اس کی گرویدہ ہو جاتی ہے۔ یہ دھوکا ایسا ہی ہے جیسا کہ پرند کو شکاری کی سیٹی سے دھوکا لگتا ہے اور اس کو اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر جال میں جا پھنستا ہے۔ صفیر۔ سیٹی جو شکاری بجاتا ہے۔ لاجرم۔ فانی کو باقی تصور کر لیتا ہے۔ چونکہ۔ جس ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اس سے مراد ناقص عقل والا ہے۔ ناقص تن۔ جیسے لنگڑا، اندھا۔ زحم۔ زحمت۔ بدرنجوری۔ بری بیماری۔

زانکہ[1] تکمیل خرد ہا دُور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے
لیک تکمیل بدن مقدور نیست
لیکن بدن کی تکمیل ممکن نہیں ہے

کفر فرعونے و ہرگبر عنید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر
جملہ از نقصانِ عقل آمد پدید
سب عقل کی کمی سے رونما ہوا ہے

بہر نقصانِ بدن آمد فرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے
در نبے کہ مَا عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ
قرآن میں ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

برق آفل باشد و بس بے وفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے
آفل از باقی نداند بے صفا
بےنور، غائب ہوجانے والے کو باقی رہنے والے سے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق خندد برکہ می خندد بگو
بجلی ہنستی ہے، بتا کس پر ہنستی ہے؟
بر کسے کہ دل نہد بر نورِ اُو
اُس شخص پر جو اُس کی چمک سے دل لگائے

نور ہائے برق ببریدہ پے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں
آں چولا شرقی و لاغربی کے ست
وہ لا شرقی و لاغربی کی طرح کب ہیں؟

برق راچوں یَخْطِفُ الْاَبْصَار داں
بجلی کو تو نگاہیں اُچک لینے والی سمجھ
نورِ باقی راہمہ ابصار داں
باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

برکف دریا فرس را راندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے
نامہ را در نورِ برقے خواندن ست
خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

از حریصی عاقبت نادیدنست
حرص کی وجہ سے نا عاقبت اندیشی ہے
بردل و بر عقل[2] خود خندید نست
اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اڑانا ہے

عاقبت بین ست عقل از خاصیت
عقل طبعًا عاقبت میں ہے
نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عقل کو مغلوبِ نفس اُو نفس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بن جاتی ہے
مُشتری ماتِ زحل شد نحس شد
جب مشتری زحل سے مات کھا جاتا ہے منحوس ہو جاتا ہے

ہم دریں نحسے بگرداں ایں نظر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما
در کسے کو کرد نحست در نگر
اُس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

---

[1] زانکہ۔ باعث لعنت وہ برائی ہوسکتی ہے جس کا ازالہ ممکن ہو اور نہ کیا جائے، بے عقل، عاقلوں کی صحبت میں عقل حاصل کرسکتا ہے، لنگڑا بالکل معذور ہے۔ کفر۔ چونکہ عقلی نقصان کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا باعث لعنت ہے۔ فرج۔ کشادگی۔ اعمٰی۔ اندھا۔ حرج۔ گناہ۔ آفل۔ غروب کرجانے والا۔ برق۔ بجلی کی کوند کو توجہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ببریدہ پے۔ پیر کٹے ہوئے۔ لاشرقی ولاغربی۔ وہ نہ مشرقی ہے نہ غربی، یہ قرآن پاک میں اللہ کے نور کی صفت بیان کی گئی ہے۔ یَخْطِفُ۔ قرآن پاک میں کفار کے بارے میں ہے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطِفُ اَبْصَارَهُمْ "قریب ہے کہ بجلی ان کی نگاہوں کو اچک لے۔" از حریصی۔ ناپائیدار عشق ایسا ہے جیسا کہ دریا کے جھاگوں پر گھوڑا دوڑانے کی کوشش یا آسمانی بجلی کی کوند میں خط پڑھنے کی کوشش۔

[2] عقل۔ عقل انسانی انجام پر نظر رکھتی ہے، نفس کوتاہ بیں ہے۔ مشتری۔ سعد ستارہ ہے لیکن زحل منحوس ستارے کی داب میں آ کر نحس بن جاتا ہے۔ ہم دریں نحسے۔ اگر انسان وساوس قلبی میں مبتلا ہو تو ان کے درپے نہ ہو بلکہ یہ مراقبہ کرے کہ یہ وسوسے بھی اللہ کی جانب سے ہیں تو وساوس کی نحوست ختم ہو کر عروج کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے۔

آں نظر کو بنگرد ایں جزر[1] و مد
او زنحسے سوئے سعدے نقب زد

جو نگاہ اِس اُتار چڑھاؤ کو دیکھے
اُس نے نحوست سے سعادت کی طرف راستہ بنا لیا ہے

زاں ہمی گردانت از حالے بحال
ضد بضد پیدا کناں در انتقال

(خدا) اسلئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کیطرف لے جاتا ہے
تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

تاکہ خوفت زاید از ذاتُ الشّمال
لذتِ ذاتُ الیمیں یَرجی الرّجال

تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اعمالنامہ) سے پیدا
اُس دائیں جانب والے (اعمالنامہ) کی لذت جسکی لوگ تمنا کرتے ہیں

تاکہ از عسرت نہ بینی خوفہا
کے زیسرے بازیابی لُطفہا

جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا
تو تجھے سہولت کے لطف کب حاصل ہوں گے

تانہ بینی خوف نحس مشأمہ
کے شناسی قدر لطف میمنہ

جب تک تو بائیں جانب (والوں) کی نحوست کا خوف نہ دیکھ لے گا
دائیں جانب (والوں) کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا دو پَر باشی کہ مرغِ یک پرہ
عاجز آید از پریدن یکسرہ

تاکہ تو دو پروں والا ہو جائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ
اُڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

ہیں[2] گذر از میمنہ وز میسرہ
در سَرائے سابقاں آں یکسرہ

خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گذر جا
بالکلیہ سابقین کے گھر میں

یارِہا کن تانیایم در کلام
یابدہ دستور تا گویم تمام

یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں
یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

وَرنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تُراست
کس چہ داند مَرتُرا مقصد کجاست

اگر تو نہ یہ چاہئے نہ وہ چاہئے، تجھے اختیار ہے
کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

جانِ ابراہیمؑ باید تا بنور
بیند اندر نارِ فردوس و قصور

(حضرت) ابراہیمؑ کی جان چاہئے تاکہ نور کے ذریعہ
آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

پایہ پایہ بر رَوَد برماہ و خُور
تانماند ہمچو حلقہ بند در

درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے
تاکہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

چوں خلیلؑ از آسمانِ ہفتمیں
بگذرد کہ لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْں

(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کی طرح ساتویں آسمان سے
گذر جاتا ہے کیونکہ وہ "لاَ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن" (کہتے ہیں)

[1] جزر۔ سمندر کا اتار۔ مد۔ سمندر کا چڑھاؤ۔ زاں ہمی۔ انسان کے احوال میں تبدیلی میں مصلحت یہ ہے کہ عاقبت کی قدر اسی کو ہوتی ہے جو مصیبت میں پھنس چکا ہو۔ ذات الشمال۔ بائیں جانب والے، یہ دوزخیوں کی صفت ہے۔ ذات الیمین۔ دائیں جانب والے، یہ جنتیوں کی صفت ہے۔ عسر۔ تنگی۔ یسر۔ سہولت۔ مشامہ۔ بائیں جانب یعنی بائیں جانب والے جو جہنمی ہوں گے۔ دو پر۔ یعنی قبض اور بسط کی کیفیت۔

[2] ہیں۔ قرآن پاک میں اصحاب میمنہ اور میسرہ کا ذکر آیا ہے۔ والسابقون الاولون اولٰئک المقربون یعنی جو دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے آگے ہوں گے، وہ مقرب ہوں گے۔ میسرہ۔ بائیں جانب۔ یارہا کن۔ مولانا سننے والے کو مخاطب کرتے ہیں کہ یا تو اسرار کا یہ بیان ختم ہونا چاہئے یا توجہ کی جائے تاکہ بیان پورا ہو سکے۔ جانِ ابراہیمؑ۔ عقل کامل ہو تو حضرت ابراہیمؑ کی سی ہو جو دشمنوں کی آگ میں بھی آخرت کا منظر دیکھ رہے تھے۔ پایہ۔ سالک کو مسلسل ترقی کرنی چاہئے تاکہ خلوتِ راز سے باہر نہ رہے۔ حلقہ۔ کنڈی کا حلقہ دروازہ سے باہر ہوتا ہے۔ لا احب افلین۔ میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا، حضرت ابراہیم نے یہ اس وقت فرمایا جب چاند اور سورج کی الوہیت کا انکار کر رہے تھے۔

ایں جہانِ تن غلط انداز شد
یہ جسم کی دنیا، غلطی میں مبتلا کرنے والی ہے
جُز مرآں راکوزِ شہوت بازشد
علاوہ اُس کے جو خواہش نفسانی سے باز رہا۔

حسد آں حشم برآں غلامِ خاصِ سُلطاں

بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصہ[1] شاہ و امیران و حَسَد
شاہ اور امیروں، اور حسد کا قصہ
بر غلامِ خاص و سلطانِ خرد
خاص غلام اور شہنشاہِ عقل پر

دور ماند از جرِّ جرّارِ کلام
دور رہ گیا، کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے
باز باید گشت و کرد آں را تمام
واپس لوٹنا چاہئے اور اُس کو مکمل کرنا چاہئے

باغبانِ مُلک با اقبال و بخت
اقبال اور نصیبہ والا، ملک کا باغبان
چوں درختی واند اندر از درخت
درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانے گا؟

آں درختے را کہ تلخ و رَد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو
واں درختے کہ یکش ہفصد بود
اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

کے برابر دارد اندر مرتبت
(اُن کو) رُتبے میں برابر کب رکھے گا؟
چوں بہ بیند شاں بچشمِ عاقبت
جب اُن کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

کاں درختاں[2] را نہایت چیست بَر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیسا ہے؟
گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
اگرچہ اِس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

شیخ کو ینظر بنُورِ اللہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہوگیا
از نہایت وزنخست آگاہ شد
ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

چشمِ آخر بیں بہ بست از بہر حق
اُس نے اللہ (تعالیٰ) کیلئے جَو کو دیکھنے والی آنکھ بند کرلی ہے
چشمِ آخر بیں کشاد اندر سبق
آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند
وہ حاسد، بُرے درخت تھے
تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
کڑوی اصل والے بدبخت تھے

از حَسَد جوشان و کف می ریختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ گراتے تھے
در نہانی مکر می انگیختند
خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

تا غلامِ خاص را گردن زنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں
بیخ او را از زمانہ بر کنند
دنیا سے اُس کی جڑ اُکھاڑ دیں

---

1. قصہ۔ درمیان میں مولانا نے کچھ اسرار اور حکم کی باتیں شروع کردی تھیں، اب پھر اس قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جَر۔ کھینچنا۔ جرارِ کلام۔ کلام کو طول دینے والا۔ باغبان۔ بادشاہ اور غلاموں کی مثال باغبان اور درختوں کی سی ہے، باغبان سب درختوں کو پہچانتا ہے اور ان سے ان کی حیثیت کا معاملہ کرتا ہے لہٰذا حسد بے جا ہے۔ یکش۔ باغ میں ایک درخت ایسا قیمتی ہوتا ہے جو بہت سوں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔
2. کاں درختاں۔ بظاہر سب درخت یکساں ہیں۔ بَر۔ پھل۔ شیخ۔ پیر سمجھتا ہے کہ کون سا مرید بالآخر کس مقام پر فائز ہوگا۔ چشمِ آخر بیں۔ یعنی جانوروں والی آنکھ جو محض غذا، جسمانی کو دیکھتی ہے۔ حسوداں۔ یعنی ان کے اعمال کے پھل تلخ تھے۔ تلخ گوہر۔ کڑوی جڑ والے۔ کف۔ جھاگ۔ تا غلام۔ تاکہ مخصوص غلام کو قتل کر ڈالیں۔

چوں شود فانی جو جانش شاہ بود
وہ فانی کب ہوسکتا ہے جب کہ بادشاہ اُس کی جان تھا

بیخ او در عصمت اللہ[1] بود
اُس کی جڑ اللہ (تعالیٰ) کی حفاظت میں تھی

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ
بادشاہ اُن رازوں سے واقف ہو گیا

ہمچو بوبکرؒ ربابی تن زدہ
ابوبکرؒ ربابی کی طرح خاموش تھا

در تماشائے دلِ بد گوہراں
بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر

میزند خنبک براں کوزہ گراں
اُن جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

مکرمی سازند قومِ حیلہ مند
مکار قوم، مکاری کررہی تھی

تاکہ شہ را در فقاعے در کنند
تاکہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

بادشاہے بس عظیم بیکراں
لا انتہا عظیم بادشاہ

در فقاعے کے بگنجد اے خراں
اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

از برائے شاہ دامے دوختند
بادشاہ کے لئے جال بن رہے تھے

آخر ایں تدبیر ازو آموختند
آخر یہ تدبیر (بھی) اُسی سے سیکھی تھی

نحس شاگردیکہ با اُستادِ خویش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے اُستاد سے

ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
مقابلہ کرے اور سامنا کرے

باکدام[2] استاد اُستادِ جہاں
کون سے استاد سے؟ دنیا کے اُستاد سے

پیشِ اُو یکساں ہویدا و نہاں
جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

چشمِ او یَنظُرُ بِنُورِ اللہ شدہ
اُس کی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگئی ہے

پردہائے جہل را خارق بدہ
جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہو گئی ہے

از دلِ سوراخ چوں کہنہ گلیم
پرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر

پردہٗ بندد بہ پیشِ آں حکیم
اُس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

پردہ می خندد برو با صد دہاں
پردہ سو منہ سے اُس پر ہنستا ہے

ہر دہانے گشتہ اشگافے درآں
اُس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

گویدآں اُستاد مر شاگرد را
وہ اُستاد، شاگرد سے کہتا ہے

کاے کم ازسگ عیستت بامن وفا
اے کتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

---

[1] عصمت اللہ۔ اللہ کی حفاظت۔ بوبکر ربابی۔ ایک مجذوب، ولی کا نام ہے جو سات سال تک بالکل خاموش رہے تھے۔ کوزہ گراں۔ کمہار، کمہار چونکہ برتنوں پر طرح طرح کے رنگ چڑھاتا ہے لہٰذا جعل ساز اور ملمع گر کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے۔ خنبک زدن۔ ہتھیلیاں بجانا۔ فقاع۔ دھوکہ۔ بادشاہ۔ یعنی شیخ۔ اے خراں۔ پیر کو دھوکا دینے والا گدھا ہے۔ دام۔ جال۔ تدبیر۔ سپاہی، شاہ اور سپہ سالار سے طریقہ سیکھتا ہے، مرید شیخ سے آداب سیکھتا ہے۔ نحس۔ وہ شاگرد منحوس ہے جو استاد سے سیکھے ہوئے ہنر کے ذریعے استاد ہی کا مقابلہ کرنے لگے۔

[2] باکدام۔ یعنی استاد بھی وہ جو روحانی استاد ہے جس کے سامنے ہر شخص کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔ ینظر۔ حدیث میں ہے اتقوا من فراسته المومن فانه ینظر بنور الله مومن کی فراست سے ڈرو وہ اللہ کے نور سے دیکھ لیتا ہے۔ خارق۔ پھاڑنے والا۔ از دل۔ جو دل مفضیتوں کی وجہ سے پرانی گدڑی کی طرح سوراخ در سوراخ ہے، یہ اس کے راز کو چھپانا چاہتا ہے۔ پردہ۔ اس دل کے سوراخوں پر پردہ ڈالتا ہے تاکہ راز نہ کھل جائے۔ ہر دہانے۔ پردہ کے پیچھے دل کا ہر سوراخ راز بتا رہا ہے۔ گوید۔ استاد، شاگرد سے کہتا ہے تو کتے سے بھی وفاداری میں کم ہے۔

خود مرا[1] اُستا مگیر آہن گسل ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل

مجھے لوہے کو توڑنے والا اُستاد نہ سمجھ اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

نہ از منت یاریست در جان و رواں بے منت آب بے نمی گردد رواں

کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

پس دلِ من کارگاہِ تخت تست چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست

تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے اے نالائق اِس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

گویمش پنہاں زنم آتش زنہ نے بقلب از قلب باشد روزنہ

تو اُس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

آخر از روزن بہ بیند فکر تو دل گواہی می دہدزیں ذکر تو

وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے تیرے اس ذکر کی دل گواہی دے دیتا ہے

لیک در رُویت نمالد از کرم ہرچہ گوئی خندد و گوید نعم

لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے منہ پر نہیں کہتا ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور وہاں کہہ دیتا ہے

او نمی خندد[2] ز ذوقِ مالشت اُوہمی خندد براں اسگالشت

وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

پس خداعی را خداعی شد جزا کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا

دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے پیالی مار، پیالہ کھا یہ سزا ہے

گر بدے با تو وُرا خندہ رضا صد ہزاراں گل شگفتے مرتُرا

اگر تیرے ساتھ اُس کی رضا مندی کی ہنسی ہوتی تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

چوں دلِ اُو در رضا آرد عمل آفتابے داں کہ آید در حمل

جب اُس کا دل خوشی میں کوئی کام کرے سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آ گیا

زو بخندد ہم نہار وہم بہار درہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار

اُس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی شگوفہ اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا افگند اندر جہانِ بے نوا

لاکھ بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں (اِس) اجاڑ دنیا میں

---

1. خود مرا۔ اگر تو مجھے بہت بڑا استاد نہ سمجھے تو بھی کم از کم میں نے تیری تربیت تو کی ہے پھر یہ احسان فراموشی کیوں ہے۔ آب رواں شدن۔ کامیاب ہونا۔ دل من۔ تجھے جو تخت عزت نصیب ہوا ہے، وہ میرے دل کی کاریگری ہے۔ گویمش۔ شاگرد استاد کو دھوکا دینے کے لئے کہتا ہے کہ میرے دل میں تیری محبت ہے۔ آتش زنہ۔ چقماق۔ روزنہ۔ سوراخ۔ آخر۔ پیر مرید کے دل کی حالت معلوم کر لیتا ہے۔ دل گواہی۔ مرید کا دل بتا دے گا کہ وہ جھوٹا ہے۔ لیک۔ شیخ مرید کے ہر مکر کو سمجھتا ہے لیکن بسا اوقات اپنی شرافت کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کرتا ہے اور اس کی ہاں میں ہاں ملا دیتا ہے۔

2. نمی خندہ۔ شیخ کی مسکراہٹ تصدیق کے لئے نہیں ہوتی ہے، تحمیق کے لئے ہوتی ہے۔ خداعی۔ دھوکا۔ یعنی جس طرح کا معاملہ پیر کے ساتھ کیا ویسا ہی برتاؤ اس نے کیا۔ کاسہ زن کوزہ بخور۔ یعنی اینٹ کا جواب پتھر۔ گر بدے۔ پیر مرید کے کاموں پر خوش ہو کر ہنسے تو مرید فیض سے مالا مال ہو جائے۔ حمل۔ بکری کا بچہ، سورج کے برجوں میں سے ایک برج بکری کے بچہ کی صورت میں ہے۔ جب سورج گردش کرتا ہوا اس میں آتا ہے تو موسم بہار شروع ہو جاتا ہے۔ زو بخندد۔ یعنی موسم بہار کا سماں پیدا ہو جاتا ہے۔ صد ہزاراں۔ موسم بہار میں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے لگتی ہیں۔

چوں ندانی[1] تو خزاں را از بہار
جب کہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے
چوں بدانی رمز خندہ در ثمار
تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

چونکہ برگِ رُوح خود زرد و سیاہ
جب کہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا
می نہ بینی چوں بدانی خشم شاہ
نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصہ کو کیا سمجھے گا؟

آفتاب شاہ در بُرجِ عتاب
شاہ کا سورج غصہ کے برج میں آکر
میکند رُوہاسیہ ہمچوں کتاب
اعمال نامہ کی طرح روسیاہ کر دیتا ہے

آں عطارد را ورقہا جانِ ماست
ہماری جان اُس عطارد کے لئے کاغذ ہے
آں سپید وآں سیہ میزانِ ماست
وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

باز منشورے نویسد سرخ و سبز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے
تا رہند ارواح از سودا[2] و عجز
حتیٰ کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پا جاتی ہیں

سرخ و سبز افتاد نسخ نو بہار
نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے
چوں خط قوسِ قزح در اعتبار
جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

اندریں معنی شنو تو قصۂ
اِس مقصد میں تو ایک قصہ سن لے
تا بیابی از معانی حصۂ
تا کہ تو بھی معانی سے حصہ پا لے

عکس تعظیم پیغمبر سلیمانؑ در دلِ بلقیس از صورتِ حقیر ہدہد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس، بلقیس کے دل پر حقیر ہدہد کی صورت کے ذریعہ

رحمت صد تو براں بلقیس باد
اُس بلقیس پر سو گنی رحمت ہو
کہ خدایش عقل صد مرداں بداد
جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

ہدہدے نامہ بیاورد و نشاں
ایک ہدہد تحریر اور نشانی لایا
از سلیماںؑ چند حرفے بابیاں
(حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کے ساتھ چند حروف والا

خواند او آں نکتہائے باشمول
اُس نے اُن جامع نکتوں کو پڑھا
وز حقارت ننگرید اندر رسول
اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

---

1. چوں ندانی۔ جب مرید حس باطن سے بے بہرہ ہو تو نہ وہ فیوض کی آمد کو سمجھے گا نہ ان سے محرومی کو۔ در ثمار۔ پھلوں کا خندہ یہ ہے کہ ان پر پکنے کی رونق آ جائے۔ چونکہ۔ کور باطن کو جب یہ نظر نہیں آتا کہ اس کی روح پر خزاں طاری ہے تو وہ پیر کے غصہ کے اثرات کو بھی نہیں سمجھ سکتا ہے۔ عتاب۔ پیر کی ناراضی سے قلب سیاہ ہو جاتا ہے۔ عطارد۔ ستارہ جس کو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی بھی کہا جاتا ہے۔ ورقہا۔ جس طرح کاتب کا اثر کاغذ پر آتا ہے پیر کا اثر روح پر پڑتا ہے اور مرید کی قلبی حالت ہی اس کی اچھائی یا برائی کا معیار ہے۔ منشور۔ شاہی فرمان۔
2. سودا۔ یعنی نفسانی لذتوں کا سودا۔ عجز۔ یعنی وصول الی الحق سے عجز۔ سرخ و سبز۔ شیخ کے انوار مختلف انواع کے ہوتے ہیں جیسا کہ دھنک کمان میں مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اندریں معنی۔ شیوخ اور اولیاء اللہ کا مظہر ہیں، بلقیس نے حضرت سلیمانؑ کے خط کو ان کا مظہر سمجھ کر تعظیم کی اور ہدہد کی حقارت کو مد نظر نہ رکھا۔ بلقیس۔ ملک یمن کے شہر سبا کی حکمران تھی جس کا قصہ قرآن میں مذکور ہے۔ عقل صد مرداں۔ بلقیس اگرچہ ایک عورت تھی لیکن اللہ نے اس کو سینکڑوں مردوں کی سی عقل عطا فرمائی تھی۔ ہدہد۔ حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کے ذریعہ بلقیس کے پاس اپنا خط بھیجا تھا۔ نکتہائے باشمول۔ جامع نکتے۔ رسول۔ قاصد یعنی ہدہد۔

چشم[1] ہدہد دید و جاں عنقاش دید — حسّ چو کفے دید و دل دریاش دید

آنکھ نے ہدہد دیکھا اور جان نے اُس کو عنقاء دیکھا — حس نے اس کو جھاگ دیکھا اور دل نے اُسکو دریا دیکھا

عقل باحسّ زیں طلسماتِ دو رنگ — چوں محمدؐ با ابو جہلاں بجنگ

ان دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حسّ کے ساتھ — جنگ میں رہتی ہے جیسے محمدؐ ابو جہلوں کے ساتھ

کافراں دیدند احمدؐ را بشر — چوں ندیدند از وے اِنشَقَ الْقَمَرُ

کافروں نے احمدؐ کو صرف انسان دیکھا — جب کہ اُن سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

خاکِ زن در دیدۂ حسّ بینِ خویش — دیدۂ حسّ دشمن عقل ست و کیش

اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال — حسی آنکھ، عقل اور مذہب کی دشمن ہے

دیدۂ حسّ را خدا اعماش[2] خواند — بت پرستش گفت و ضد ماش خواند

حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے — اُس کو بت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

زانکہ اُو کف دید و دریا را ندید — زانکہ حالے دید و فردا راندید

کیونکہ اُس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا — کیونکہ اُس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

خواجۂ فردا و حالی پیشِ اُو — اُو نمی بیند ز گنجے جُز تسُو[3]

وہ آخرت کے آقا ہیں اور اُسکے نزدیک وہ موجودہ وقت کے — وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام — آفتاب آں ذرّہ را گردد غلام

(اگر) ایک ذرہ اُس سورج کا پیغام لائے — سورج اُس ذرّے کا غلام بن جائے

قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر — ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر

ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا — ساتوں سمندر اُس قطرے کے پابند ہوئے

گر کفِ خاکے شود چالاکِ اُو — پیشِ خاکش سَر نہد افلاکِ اُو

اگر ایک مٹھی مٹی اُس کیلئے (اطاعت میں) چست ہو جائے — تو اُس کی مٹی کے آگے اُس کے آسمان سَر دھریں

خاکِ آدم چونکہ شد چالاکِ حق — پیشِ خاکش سَر نہد اَملاکِ حق

(حضرت) آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چُست بنی — اُس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

---

1. چشم۔ ظاہری آنکھ میں وہ ہدہد تھا مگر چونکہ وہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا قاصد تھا لہٰذا باطنی نگاہ نے اس کو عنقا سمجھا۔ طلسماتِ دو رنگ۔ وہ چیزیں جو بظاہر حقیر ہیں لیکن بباطن عظیم ہیں ان کے بارے میں عقل اور حس میں جنگ ہوتی رہتی ہے۔ ابو جہلاں۔ یعنی ابو جہل کی طرح کے سخت کافر۔ کافراں۔ کافر آنحضورؐ کی ظاہری بشریت کو دیکھتے تھے اور روحانی عظمت جس کا کرشمہ شق القمر کا معجزہ ہے اس کو نہ دیکھتے تھے۔ دیدۂ حس۔ محض ظاہر بیں نگاہ عقل و مذہب کی دشمن ہے۔

2. اعماش خواند۔ خدا نے اس کو اندھا قرار دیا ہے۔ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ۔ آپ فرما دیجئے کیا اندھا اور بینا برابر ہیں، اس آیت میں اعمٰی سے وہ مراد ہیں جو صرف حسی نظر سے کام لیتے ہیں اور قلبی نظر سے محروم ہیں۔ زانکہ۔ کافروں کی ظاہر بیں نظر نے آنحضورؐ کا صرف ظاہر دیکھا روحانی قوتوں کو نہ دیکھا۔ فردا۔ یعنی انجام۔ خواجہ فردا۔ آنحضورؐ فردائے قیامت کے آقا ہیں، وہ آنحضورؐ کی صرف موجودہ زندگی کو دیکھتا ہے۔

3. تسو۔ چار جو کے بقدر وزن، گز کا چوبیسواں حصہ یعنی آنحضورؐ جو ایک عظیم خزانہ تھے، اس میں سے اسے صرف کوڑی اور دمڑی نظر آئی۔ زاں آفتاب۔ یعنی حق تعالیٰ۔ آفتاب۔ یعنی سورج۔ سفیر۔ پیغامبر۔ اسیر۔ پابند۔ چالاک۔ یعنی فرمانبرداری میں چست۔ املاک۔ یعنی تمام کائنات جو اللہ کی مملوک ہے۔

السَّماءُ انْشَقَّت[1] آخر از چہ بود
''آسمان پھٹ گیا'' آخر کس وجہ سے تھا؟
از یکے چشمے کہ خاکے بَرکشود
اُس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

خاک از دُردی نشیند زیرِ آب
مٹی تلچھٹ ہو جانے کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے
خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی کو دیکھ! تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

آں لطافت پس بداں کز آب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (وگل) کی نہیں ہے
جز عطائے مبدعِ وہاب نیست
ایجاد کرنے والے عطا کرنے والے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

گر کند سفلی ہواؤ نار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے
ور ز گل اُو بگوراند خار را
اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

حاکم ست وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے
اُو ز عین درد انگیزد دوا
وہ بعینہ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

ور زمین و آب[2] را علوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے
راہِ گردوں را بپا مطوی کند
آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

گر ہوا و نار را سفلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے
تیرگی و دُردی و ثقلی کند
تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

نیست کس را زہرہ تا گوید کہ چوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے ''کیوں؟''
بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

پس یقیں شد کہ تُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ
لہٰذا یقین ہو گیا ہے کہ ''تو جس کو چاہے عزت دے''
خاکی را گفت پَرہا بَرکشا
ایک خاکی کو کہا کہ پَر کھول

آتشی را گفت رَو ابلیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن
زیرِ ہفتم خاک با تلبیس شو
ساتویں زمین کے نیچے مکار بن

آدمِ خاکی تو بَر رَو بر سما
اے خاکی آدم تو آسمان پر جا
اے بلیس آتشی رَو تا ثریٰ
اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

چار طبع[3] و علت اُولیٰ نیم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں
در تصرف دائماً من باقیم
میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

---

[1] السماء انشقت۔ حضور ﷺ کے معجزہ شق القمر کی طرف اشارہ ہے۔ خاک بیں۔ حضور ﷺ کی معراجِ جسمانی کی طرف اشارہ ہے۔ آں لطافت۔ معراجِ جسمانی محض اللہ کا عطیہ تھا، ورنہ جسمانی خواص کا تقاضا تو اس کے خلاف تھا۔ سفلی۔ وہ چیزیں جن کا طبعی تقاضا زمین کی جانب رہنے کا ہے، عناصر اربعہ میں سے ہوا اور آگ علوی ہیں جن کا طبعی تقاضا اوپر جانے کا ہے۔ انگیزد دوا۔ قدرتِ حق درد کو دوا بنا دیتی ہے۔

[2] زمین و آب۔ یہ دونوں عنصر سفلی ہیں۔ راہِ گردوں۔ آب وگل سے بنے ہوئے پیغمبروں کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ گر ہوا و نار۔ ہوا میں لطافت اور نار میں روشنی ہے، ان میں سفلی عناصر کے خواص پیدا کر دیتا ہے۔ ثقل۔ تلچھٹ، کثافت۔ جگرہا۔ اس راز کو سمجھنے میں بہت سے جگر خون ہو گئے ہیں۔ خاکی۔ جو کہ سفلی ہے اس کو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر پرواز کرا دیتا ہے۔ آتشی۔ شیطان ناری علوی ہے، اس کو سفلی بنا دیا۔ ثریٰ۔ نمناک مٹی یعنی زمین۔

[3] چار طبع۔ چاروں عنصر بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ کائنات میں عناصر اربعہ ہی بالاضطرار متصرف ہیں۔ علت اولیٰ۔ بعض فلاسفہ کا خیال ہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے صرف عقلِ اول کو پیدا کیا ہے اور اس سے تمام کائنات وجود میں آئی ہے، اب کائنات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی تصرف نہیں ہے۔

کارِ من بے علت[1] ست و مستقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے
نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر بے وجہ نہیں

عادتِ خود را بگردانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں
ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
اِس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

بحر را گویم کہ ہیں پُرنار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا
گویم آتش را کہ رَو گلزار شو
میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا
چرخ را گویم فروشو پیشِ چشم
میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

گویم اے خورشید مقروں شو بماہ
میں سورج کو کہدوں چاند سے مل جا
ہر دو را سازم چو دو ابر سیاہ
دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

چشمۂ خورشید را سازیم خشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں
چشمۂ خوں[2] را بفن سازیم مشک
خون کے چشمہ کو ہنر سے مشک بنا دوں

آفتاب و مہ چو دو گاوِ سیاہ
سورج اور چاند کو دو کالے بیلوں کی طرح
یوغ برگردن بہ بندد شاں اِلٰہ
اُن کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) نے جوا باندھ دے

انکارِ فلسفی بر آیت قرآن اِنْ اَصْبَحَ مَآءُ کُمْ غَوْرًا

قرآن کی آیات "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مقرئی میخواند از روئے کتاب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا
مَآءُ کُمْ غَوْرًا ز چشمہ بندم آب
مَآءُ کُمْ غَوْرًا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

آب را در غور اگر پنہاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کردوں
چشمہا را خشک و خشکستاں کنم
چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

آب را در چشمہ کہ آرد دِگر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟
جز من بیمثل با فضل و خطر
مجھ بے مثال، بزرگ اور عظیم کے علاوہ

فلسفی منطقی مستہاں
ایک ذلیل، فلسفی، منطقی
میگذشت از سوئے مکتب آں زماں
اُس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

---

[1] بے علت۔ انسان کے کام میں کوئی علت غائی اور غرض ہوتی ہے اللہ بے نیاز ہے۔ سقیم۔ بیمار۔ عادتِ خود۔ اپنے عام قاعدے میں اللہ تعالیٰ تبدیلی فرما دینے پر قادر ہے۔ غبار۔ یعنی عام قاعدے کی رکاوٹ۔ بحر۔ سمندر کو اگر حکم دے تو پانی کی بجائے آگ سے بھر جائے، آگ کو حکم دے تو گلزار بن جائے۔ کوہ را۔ پہاڑ کو حکم دے تو وہ گالا بن جائے جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ چرخ۔ آسمان زمین بن جائے۔ گویم۔ قیامت میں چاند اور سورج باہم مل جائیں گے۔ ہر دو۔ دونوں کا نور ختم ہو جائے گا جیسا کہ سورۂ تکویر میں مذکور ہے۔ چشمہ خورشید۔ سورج بے نور ہو جائے۔

[2] چشمہ خوں۔ ہرن کے نافہ میں خون مشک بن جاتا ہے۔ آفتاب۔ یعنی صرف تبدیل صفات ہی نہیں خدا چاہے تو ماہیت بدل دے۔ یوغ۔ ہل، گاڑی کا جوا۔ مقری۔ میانجی۔ کتاب۔ قرآن پاک۔ ماءکم۔ قرآن پاک میں ہے ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین اگر تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو تمہارے پاس بہنے والا پانی کون لائے گا۔ ز چشمہ۔ یہ سب اس آیت کے معانی کا بیان ہے۔ غور۔ گڑھا۔ جز من۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ۔ مستہاں۔ ذلیل۔

چونکہ بشنید آیت اُو از نا پسند — گفت آریم آب راما با کلند[1]

جب اُس نے آیت سنی تو نا پسندیدگی سے — بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائیں گے

ما بزخم بیل و تیزیِ تبر — آب را آریم از پستی زبَر

ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے — پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

شب بخفت و دید اُو یک شیر مرد — زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد

وہ رات کو سویا اور اُس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا — اُس (مرد) نے اُسکے منہ پر طمانچہ مارا، دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

گفت زیں دو چشمۂ چشم اے شقی — باتبر نورے برآر ار صادقی

اُسنے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے — اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال

روز گشت و چشم خود را کور دید — نورِ فائض از دو چشمش ناپدید

دن ہوگیا اور اُس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا — بہنے والا نور اُس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

گر بنالیدے و مستغفر شدے — نورِ رفتہ از کرم ظاہر شدے

اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا — تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

لیک استغفار ہم در دست نیست — ذوقِ توبہ نقل ہر سَر مست نیست

لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے — توبہ کا ذوق ہر مست کا چبینا نہیں ہے

زشتی اَعمال و شومی جُحُود — راہِ توبہ بردلِ اُو بستہ بود

بد اعمالی اور انکار کی بدبختی نے — توبہ کا راستہ اُس کے دل پر بند کر دیا تھا

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت — چوں شگافد توبہ آں را بہرکشت

دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا — توبہ کھیتی کے لئے اُس کو کس طرح پھاڑے!

چوں شعیبے[2] کو کہ تا اُو از دُعا — بہر کشتن خاک سازد کوہ را

(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے — پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

از نیاز و اعتقادِ آں خلیل — گشت ممکن امر صعب مستحیل

اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے — سخت، ناممکن کام ممکن بن گیا

یا بدریوزہ مقوقس از رسول — سنگلاخے مزرعے شد باوصول

یا مقوقس کی رسول اللہؐ سے درخواست کی وجہ سے — پتھریلی زمین پیدا وار والا کھیت بن گئی

ہم چنیں برعکس آں انکارِ مرد — مس کند زر را و صلحے را نبرد

اسی طرح انسان کا انکار اُلٹا — سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

---

[1] باکلند۔ یعنی فلسفی بولا نانیہ بالمعول و المعین ہم اس پانی کو کدال اور مددگار کے ذریعہ نکال لیں گے۔ زبَر۔ بلندی پر۔ شقی۔ بدبخت۔ نورے۔ یعنی ان آنکھوں کا نور جواندھی ہوگئی تھیں۔ گر بنالیدے۔ اگر اس گستاخی پر نادم ہو کر توبہ کر لیتا تو اللہ (تعالیٰ) کے کرم سے آنکھوں کی روشنی لوٹ آتی۔ دردست نیست۔ ہر انسان کو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ نقل۔ وہ میوہ وغیرہ جو شراب کے ساتھ کھایا جاتا ہے۔ جُحُود۔ انکار۔ دل سختی۔ گناہوں سے سنگدلی پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] شعیبؑ۔ مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت شعیبؑ کی دعا سے پہاڑ کھیتی کے قابل ہو گیا تھا لیکن اس بات کا ثبوت نہیں ہے۔ آں خلیل۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی دعا سے نمرود کی آگ گلزار بن گئی تھی۔ صعب۔ دشوار۔ مستحیل۔ محال، ناممکن۔ دریوزہ۔ سوال، درخواست۔ مقوقس۔ شاہِ مصر کا نام ہے جس کے پاس حضور ﷺ نے دعوتی گرامی نامہ بھیجا جس کے فوٹو شائع ہو چکے ہیں۔ باوصول۔ قابل پیداوار۔ انکار۔ یعنی خدا کی قدرت کا انکار۔

کہربائے[1] مسخ آمد ایں دعا
یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے

خاکِ قابل راکند سنگ و حصیٰ
جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست
ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے

مُزدِ رحمت قسم ہر مزدور نیست
ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہیں بہ پشت آں مکن جرم و گناہ
خبردار! اس کے بھروسہ پر جرم اور گناہ نہ کر

کہ کنم توبہ درآیم در پناہ
کہ میں توبہ کر لوں گا، پناہ میں آ جاؤں گا

می بباید تاب و آبے توبہ را
توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں

شرط شد بَرق و سحابے توبہ را
توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

آتش و آبے بباید میوہ را
میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہئے

واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را
اس طریقہ کے لئے ابر اور برق ضروری ہے

تانباشد[2] برقِ دل و آبِ دو چشم
جب تک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو

کے نشیند آتشِ تہدید و خشم
دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تا نباشد گریۂ اَبر از مطر
جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو

تا نباشد خندۂ برق اے پسر
اے صاحب زادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوقِ وصال
وصال کے ذوق کا سبزہ کب اگتا ہے؟

کے بجوشد چشمہاز آبِ زُلال
نیرپانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے گلستاں راز گوید با چمن
گلستاں چمن سے راز کب کہتا ہے؟

کے بنفشہ عہد بندد باسمن
بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے

کے چنارے کف کشاید در دعا
دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟

کے درختے سَرفشاند در ہوا
ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟

کے شگوفہ آستین پُر نثار
نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب

برفشاندن گیرد ایامِ بہار
بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

کے فروزد لالہ را رخ ہچو خوں
خون جیسے (رنگ) سے لالہ، چہرے کو کب دمکاتا ہے؟

کے گل ازکیسہ برآرد زر بروں
پھول تھیلی سے سونا، کب نکالتا ہے

---

1. کہربا۔ ایک قسم کا پتھر ہے جس میں کشش ہوتی ہے۔ حصیٰ۔ کنکر۔ دستور۔ حکم، اجازت۔ مزد۔ مزدوری۔ ہیں۔ توبہ کے سہارے گناہ کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ حقیقی توبہ کا میسر آنا آسان نہیں ہے۔ تاب و آب۔ یعنی وہ دعا گناہ مٹاتی ہے جو سوزشِ دل اور آنسوؤں سے ہو۔ برق۔ یعنی دل کی شورش۔ سحاب۔ یعنی آنسوؤں والی آنکھیں۔ میوہ۔ پھل پکنے کے لئے گرمی اور پانی ضروری ہے، اسی طرح اعمال کا پھل دل کی گرمی اور آنکھ کے آنسوؤں سے پکتا ہے۔ تہدید و خشم۔ گناہوں پر جو اللہ کی وعیدیں اور غصہ ہے۔
2. تانباشد۔ جس طرح موسم بہار کی بہاریں ابر و برق پر موقوف ہیں، اسی طرح دل کی کھیتی سوزشِ اندرونی اور آب چشم پر موقوف ہے۔ وصال۔ یعنی وصالِ حق۔ کے بجوشد۔ موسم بہار میں چشمے بہہ نکلتے ہیں، اسی طرح دل کے سوتے دل کی گرمی اور رونے سے کھلتے ہیں۔ بنفشہ۔ گل بنفشہ اور گل سمن موسم بہار میں کھلتے ہیں۔ چنار۔ ایک درخت ہے جس کے پتے انسان کے پنجے کی شکل کے ہوتے ہیں۔ شگوفہ۔ شگوفہ کے زیرہ کو زرہ کہا جاتا ہے۔ ہچو خوں۔ لالہ کا رنگ خونی ہوتا ہے۔ زر۔ یعنی پھول کا زیرہ۔

کے بیاید بلبل و گل بُوکُند — کے چو طالب فاختہ[1] کوکو کند

بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟ — عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بگوید لک لک آں لکلک بجان — لک چہ باشد مُلک لَکْ اے مُستعان

لق لق، لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟ — لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار ملک تیرا ہے

کے نماید خاک اَسرارِ ضمیر — کے شود چوں آسمان بستاں منیر

زمین، دل کے راز کیا ظاہر کرے؟ — باغ، آسمان جیسا روشن کب ہے؟

از کجا آوردہ اند ایں حُلّہا — مِنْ کَرِیْمٍ مِنْ رَحِیْمٍ کُلُّھَا

یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟ — سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

آں لطافتہا نشانِ شاہدیست — ایں نشانہا پائمردِ عابدیست

وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں — یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

آں شود شاد از نشاں کو دیدہ شاہ[2] — چوں ندید او را نباشد انتباہ

نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جس نے شاہ کو دیکھا ہو — جب اُس کو نہ دیکھا ہو، آگاہی نہ ہو گی

رُوحِ آنکس کو بہنگامِ اَلست — دید ربِّ خویش و شد بے ہوش و مست

اُس شخص کی روح جس نے (عہد) الست کے وقت — اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

اُو شناسد بوئے مے کو می خورد — چوں نخورد اُو مے چہ داند بوئے کرد

شراب کی بو وہ پہچانتا ہے جو شراب پئے — جب اُس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

زانکہ حکمت ناقۂ ضالہ است — ہمچو دلّالہ[3] شہاں را دالہ است

کیونکہ دانائی، گم شدہ اونٹنی ہے — دلّالہ کی طرح شاہوں کے لئے راہنما ہے

تو بہ بینی خواب دریک خوش لقا — کو دہد وعدہ و نشانے مَر ترا

تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے — جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

کہ مُرادِ تو شود اینک نشاں — کہ بہ پیش آید تُرا فردا فلاں

کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا، یہ نشانی ہے — کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

---

[1] فاختہ۔ اس کی کوکو کی آواز کو محبوب کو تلاش کرنے کی آواز مانا جاتا ہے۔ لَکْ لَکْ۔ پانی کا پرندہ ہے، جس کو لَق لَق بھی کہتے ہیں، اس سے لَکْ لَکْ کی آواز نکلتی ہے جس کے معنی ہیں "تیرے لئے" مولانا فرماتے ہیں، اس کا مطلب ہے "ملک لک یا مستعان" اے خدا ملک تیرا ہے۔ اسرارِ ضمیر۔ موسم بہار کے پھول زمین کے دل کے اسرار ہیں" سب کہاں یکھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئے۔" از کجا۔ موسم بہار میں نو بہارانِ چمن کو خدا لباس عطا فرماتا ہے۔ لطافتہا۔ موسم بہار کی لطافتیں۔ نشان۔ علامت۔ ایں نشاں۔ ایک عابد و عارف برگِ درختانِ سبز کو معرفتِ کردگار کا ذریعہ بناتا ہے۔

[2] شاہ۔ حضرت حق۔ انتباہ۔ جو معرفت سے خالی ہے اس کی نظر مصنوع پر رک جاتی ہے، صانع تک نہیں پہنچتی ہے۔ اَلست۔ ازل میں خدا نے روحوں کو جمع کر کے کہا تھا "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ او شناسد۔ آثار سے موثر تک پہنچنے کی چند مثالیں دی ہیں۔ حکمت۔ حدیث شریف میں ہے دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں اس کو دیکھ لیتا ہے، اس کو لے لیتا ہے، اسی طرح آیاتِ الٰہیہ سے اللہ کی ذات پر دلالت ہوتی ہے۔ ایک عارف کو ان آیات کو دیکھ کر ذاتِ حق یاد آ جاتی ہے۔

[3] دلّالہ۔ مشاطہ۔ دالہ۔ دلالت کرنے والی۔ تو بہ بینی۔ اللہ کی نشانیوں سے اللہ کو پہچاننے کی دوسری مثال ہے کہ اگر خواب میں آ کر تم سے کوئی وعدہ کرے اور نشانیاں بتا دے تو جب وہ نشانیاں سامنے آئیں گی تو تم پر کیسی کیفیت طاری ہو گی۔

یک نشانے[1] آنکہ او باشد سوار — یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے، کہ وہ سوار ہو گا — ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہو گا

یک نشانیکہ بخندد پیشِ تو — یک نشاں کہ دست بندد پیشِ تو
ایک نشانی یہ ہے، وہ تیرے سامنے ہنسے گا — ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھے گا

یک نشانے آنکہ ایں خواب از ہوس — چوں شود فردا نگوئی پیش کس
ایک نشانی یہ ہے، کہ یہ خواب خواہش سے — کل جب ہوگی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

زاں نشاں با والد یحییٰؑ بگفت — کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی — کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو — کایں سکوت ست آیت مقصودِ تو[2]
اے نیک عادت والے! اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا — یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت — ویں سخن را دار اندر دل نہفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا — اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

تا سہ شب خامش کن از نیک و بدت — ایں نشاں باشد کہ یحییٰؑ آیدت
تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا — یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰؑ تیرے پاس پیدا ہوکر آئے گا

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر — ایں چہ باشد صد نشانے ہم دگر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا — یہ کیا، دوسری سو نشانیاں بھی (کہے گا)

ایں نشانِ آں بود کاں ملک و جاہ — کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ
یہ اس کی نشانی ہو گی کہ جو ملک و مرتبہ — تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پا لے گا

آنکہ می گریی بہ شبہائے دراز — وانکہ می سوزی سحرگہ در نیاز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے — اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

وانکہ بے آں روزِ تو تاریک شد — ہمچو دُوکے گردنت باریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہوگیا ہے — تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ داری ہرچہ داری در زکات — چوں زکاتِ پاک بازاں رختہاست
وہ (جس کے لئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹادیا — جب کہ پاکبازوں کی خیرات، سامان ہوتا ہے

---

1. یک نشاں۔ مقصود پورا ہو جانے کی پہلی نشانی یہ ہے کہ صبح کو ایک سوار آئے گا، دوسری یہ ہے کہ وہ آ کر بغلگیر ہوگا، تیسری یہ ہے کہ وہ ہنسے گا، چوتھی یہ ہے کہ وہ ہاتھ باندھ کر سامنے کھڑا ہوگا، پانچویں یہ ہے کہ تو یہ خواب کسی سے بیان نہ کر سکے گا۔ والد یحییٰ۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تھی تو تین روز تک بات نہ کرنے کا بھی حکم دیا گیا تھا۔ نیک خو۔ یعنی حضرت زکریا علیہ السلام۔

2. مقصود تو۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش۔ ایں نشانے۔ یعنی تین روز تک بات نہ کرنا۔ آیدت۔ تمہارے گھر پیدا ہوگا۔ ایں نشانہا۔ یعنی خواب میں آنے والے نے جو نشانیاں بتائیں۔ ایں نشاں۔ اس شخص کا مقصود یہ تھا کہ اس کو ملک و جاہ حاصل ہو، اس کے حصول کی یہ نشانیاں بتائی تھیں۔ آنکہ۔ جن کے لئے تو راتوں کو روتا تھا اور صبح سویرے عاجزی سے دعائیں کرتا تھا۔ دوک۔ تکلا۔ ہرچہ داری۔ تمام مال و دولت۔ زکات۔ یعنی خیرات۔

رختہا دادی[1] و خواب و رنگ رُو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب و تاب لٹادی
سَر فدا کردی و گشتی ہمچو مُو
سَر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

چند در آتش نشستی ہمچو عُود
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟
چند پیشِ تیغ رفتی ہمچو خود
ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

زینچنیں بیچار گیہا صد ہزار
اس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں
خوئے عُشاقست و ناید در شمار
عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا
چونکہ تو نے خواب میں وہ احوال دیکھے
آنکہ بُودے آرزویش سالہا
جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد
تو نے جب رات کو یہ خواب دیکھا، دن ہوا
از امیدش روزِ تو پیروز شد
اس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چشم گرداں کردۂ برچپ و راست
تو نے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں
کاں نشان وآں علامتہا کجاست
کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

بر مثالِ[2] برگ می لرزی کہ وائے
تو پتّے کی طرح لرزتا تھا، کہ ہائے
گر رَود روز و نشاں ناید بجائے
اگر دن ختم ہوگیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

می دوی در کوی و بازار و سَرا
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا
چون کسے کو گم کند گوسالہ را
اُس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

خواجہ خیرست ایں دوا دو چیستت
جناب خیریت ہے تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟
گم شدہ اینجا کہ داری کیستت
تیرا اس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

گوئیش خیرست لیکن خیرِ من
تو اُس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت
کس نشاید کہ بداند غیر من
مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

گر بگویم یک نشانم فوت شد
اگر میں ایک نشانی (بھی) بتا دوں تو وہ جاتی رہی
چوں نشاں شد فوت وقت موت شد
جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

بنگری در روئے ہر مَردِ سوار
تو ہر سوار انسان کے منہ کو تکتا ہے
گویدت منگر مرا دیوانہ وار
وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

گوئیش من صاحبے گم کردہ ام
تو اُس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا ہے
رُو بجست وجوئِ اُو آوزدہ ام
میں اُس کی تلاش میں ہوں

---

[1] رختہا دادی۔ سامان ہی نہیں بلکہ نیند اور چہرے کی رونق سب اس تمنا میں گنوادی۔ عود۔ خوشبودار لکڑی ہے جس کی بتیاں دھونی کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ خود۔ ڈھال۔ زین جیس۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کسی مطلوب کے عاشقوں کو اس طرح کی چیزوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ پیروز۔ فیروز، کامیاب۔ چشم گرداں۔ یعنی رات کی بتائی ہوئی نشانیوں کی جستجو میں تو نظریں دوڑاتا رہا۔

[2] بر مثال۔ صبح کو نشانیوں کی تلاش میں اس خوف سے لرز رہا تھا کہ وہ نشانیاں نہ دیکھ پائے۔ گوسالہ۔ بچھڑا۔ دوادو۔ بھاگ دوڑ۔ کیستت۔ تیرا کون ہے۔ غیر من۔ کیونکہ وہ خواب کی بات کسی کو نہ بتا سکتا تھا۔ گر بگویم۔ خواب کو نہ بتانا بھی ایک نشانی ہے، کہہ دینے سے وہ نشانی فوت ہوجائے گی اور اس کا فوت ہوجانا موت کے برابر ہے کیونکہ مقصود ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ منگر۔ اشتیاق میں دیوانوں کی طرح ہر سوار کو دیکھتا تھا۔

دولت پائندہ بادا اے سوار　رحم کن برعاشقاں معذور دار[1]

اے سوار! تیری دولت باقی رہے　عاشقوں پر رحم کر، معذور سمجھ

چوں طلب کردی بجد آمد نظر　جد خطا نکند چنیں آمد خبر

جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی　حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت　پس گرفت اندر کنارت سخت سخت

اچانک، ایک نیک بخت سوار سامنے آیا　اُس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق　بے خبر گفت اینت سالوس و نفاق

تو بے ہوش ہو گیا اور محراب میں گر پڑا　نا واقف نے کہا، یہ مکر اور نفاق ہے

اُو چہ می بیند درو ایں شور چیست　اُو نداند کاں نشانِ وصل کیست

وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے　وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

ایں نشاں در حق اُو باشد کہ دید　آں دگر را کے نشاں آید پدید

یہ نشانی اُس کے لئے (ہی) ہے جس نے مقصد سمجھا ہے　دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

ہر زماں[2] کز وے نشانے می رسد　شخص را جانے بجانے می رسد

جب بھی اُس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے　(اُس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب　ایں نشانہا تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَابِ

بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا　یہ نشانیاں تِلْکَ آیَاتُ الْکِتَاب (جیسی) ہیں

پس نشانہا[3] کہ اندر انبیاست　خاص آں جاں را بود کو آشناست

وہ نشانیاں جو انبیاءؑ میں ہیں　وہ اُن لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار　دل ندارم بیدلم معذور دار

یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی　میرا دل نہیں ہے، میں بیدل ہوں، معذور سمجھ

ذرّہا را کے تواند کس شمرد　خاصہ آں کو عشق از وے عقل بُرد

ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟　خصوصاً وہ جس کی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

می شمارم برگہائے باغ را　می شمارم بانگ کبک و زاغ را

میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟　میں چکور اور کوے کی آواز کو شمار کرتا ہوں

---

1. معذور دار۔ قصور نے میں مجھے معذور سمجھ اور معاف کر دے۔ جد۔ کوشش۔ خبر۔ اصطلاح میں حدیث شریف کو کہتے ہیں لیکن یہ حدیث نہیں بلکہ ایک مشہور مقولہ ہے من جد و جد۔ جس نے کوشش کی اس نے پایا۔ پس گرفت۔ گرم جوشی سے بغلگیر ہوا۔ طاق۔ محراب۔ بے خبر۔ یعنی وہ لوگ جو اصل قصہ سے ناواقف تھے۔ سالوس۔ مکر۔ شور۔ جوش۔ کہ دید۔ یعنی اس چیز کو دیکھا ہو جس کی یہ نشانی ہے۔

2. ہر زماں۔ مقصد حاصل ہونے کی بو جو نشانی وہ دیکھ رہا تھا، اس میں جان پڑتی جا رہی تھی۔ ماہی۔ پانی کو دیکھ کر جس طرح مچھلی میں جان پڑتی ہے خواب دیکھنے والے کے لئے یہ نشانیاں جو آیات قرآنی کی طرح یقینی ہیں جان پڑنے کا سبب ہیں۔ تلک آیات الکتب۔ "یہ قرآن کی آیتیں ہیں۔" یعنی یہ نشانیاں ایسی ہی سچی ہیں جیسا کہ قرآن کی آیات جن میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

3. پس نشانہا۔ انبیاء میں جو نشانیاں ہیں ان سے وہی متاثر ہوتا ہے جس کو حق تعالیٰ سے شناسائی حاصل ہو۔ ایں سخن۔ یعنی انبیاء کی نشانیاں۔ بے قرار۔ غیر مرتب۔ ذرہا۔ انبیاء کی نشانیاں ذروں کی طرح بے شمار ہیں اور پھر دیوانہ عاشق ان کو کیا گن سکتا ہے۔ می شمارم۔ باغ کے پتے اور پرندوں کی آوازیں نہیں گنی جا سکتی ہیں۔

می شمارم بہر رُشد[1] ممتحن — در شمار اندر نیاید لیک من
مبتلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں — وہ گنتی میں نہیں آتے، لیکن میں

نحس کیواں یا کہ سعد مُشتری — ناید اندر حصر گرچہ بشمری
زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت — گنتی میں نہیں آتی ہے، اگرچہ تو شمار کرے

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر — شرح باید کرد بہر نفع و ضر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ — (لوگوں کے) نفع و نقصان کے لئے بیان کر دینا چاہئے

تا شود معلوم آثارِ قضا — شمّہٗ مراہلِ سعد و نحس را
تا کہ قضا (خداوندی) کے اثرات معلوم ہو جائیں — کچھ، سعادت اور نحوست والوں کو

طالع آں کس کہ باشد مُشتری — شاد گردد از نشاط و سَروَری
جس کا طالع مشتری ہو — وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

وانکہ را طالع زُحل از ہر شرور — احتیاطش لازم آمد در اُمور
جس کا طالع زحل ہو گا ہر قسم کے شروں سے — معاملات میں اُس کے لئے احتیاط ضروری ہے

گر نگویم آں زُحل استارہ را — ز آتشش سوزد مر آں بیچارہ را
اگر میں اُس زحل ستارے کے (متعلق) نہ کہوں — اُس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

بس کن اے بیہودہ تازاں آفتاب — آتشے ناید بیکبارہ بتاب
اے بیہودہ! بس کر اس آفتاب — کی آگ یکبارگی چمک نہ اٹھے

از کواکب در سپہر بیکراں — در دمے نے نور ماند نے نشاں
لا محدود، آسمان کے ستاروں میں — ایک دم نہ نور رہے، نہ نشان

اُنچہ[2] بَردارد در آں مشغول شو — وز دگر گفتارہا معزول شو
جس کا نتیجہ نکلے اُس میں مشغول ہو — دوسری باتوں سے جدا رہ

جنبشِ اختر نیاید جز سقیم — بَرندارد جز کہ لطفِ آں رحیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے — سوائے اُس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

اُذْکُرُوا اللّٰہ شاہِ ما دستور داد — دید اندر نار و مارا نور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دے دی ہے — ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

گفت اگرچہ پاکم از ذکرِ شما — نیست لائق مَرمرا تصویرہا
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں — مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

---

[1] بہر رشد۔ انبیاء کی لاتعداد نشانیوں میں سے کچھ بیان کئے دیتا ہوں۔ کیواں۔ زحل ستارہ جس کی نحوستیں بے شمار ہیں۔ مشتری۔ اس ستارہ کی سعادتیں بے شمار ہیں۔ لیک۔ باوجود بے شمار ہونے کے کچھ بیان کر دی جاتی ہیں۔ بس کن۔ اللہ کی ذات اور نشانیوں کا بیان صحیح طور پر ممکن نہیں، کوئی تجلی غیرت میں آ گئی تو پھونک ڈالے گی۔ از کواکب۔ اس تجلی کا یہ اثر ہوگا۔

[2] انچہ۔ پہلے ستاروں سے متعلق باتیں ذکر کی تھیں، اب فرماتے ہیں نجوم کی باتوں میں مشغولیت بیکار ہے، اس سے کوئی فائدہ نہیں، ستاروں کی حالتیں صحیح نہیں ہوتی ہیں، فائدہ اللہ کی مہربانی پر موقوف ہے۔ اذکروا اللہ۔ خدا کا ذکر کرو یہ مفید ہے، خواہ ہم اس کی حمد وثناء میں اس کی شایانِ شان باتیں نہ بھی کہہ سکیں۔ گفت۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو ممکنات کی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھایا جاتا ہے ظاہر ہے کہ وہ ناقص مثالیں ہیں، خدا کی ذات ان سے پاکیزہ ہے۔

لیک[1] ہرگز مست تصویر و خیال ... در نیابد ذاتِ مارا بے مثال

لیکن مثال اور تخیل کا عادی ... ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

ذکرِ جسمانہ خیالِ ناقص ست ... وصف شاہانہ از آنہا خالص ست

جسمانی ذکر، ناقص خیال ہے ... شاہانہ صفات اُن سے منزہ ہیں

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست ... ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست

(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے ... یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

انکار کردنِ موسیٰ علیہ السلام بر مناجاتِ شباں

ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اِنکار

دید موسیٰؑ یک شبانے را براہ ... کو ہمی گفت اے کریم واے اِلٰہ

(حضرت) موسیٰؑ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا ... کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

تو کجائی تا شوم من چاکرت[2] ... چارقت دوزم کنم شانہ سرت

تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں ... تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی تاکہ خدمتہا کنم ... جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم

تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں ... تیرا کپڑا سی دوں، اور بخیہ کر دوں

جامہ ات شویم شپشہایت کشم ... شیر پیشت آورم اے محتشم

تیرے کپڑے دھو دوں، تیری جوئیں مار دوں ... اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

ور ترا بیماریِ آمد بہ پیش ... من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش

اگر تجھے بیماری لاحق ہو ... اپنے کی طرح میں تیرا غم خوار بنوں

دستکت بوسم بمالم پایکت ... وقت خواب آید بروبم جائیکت

تیرے پیارے ہاتھ چوموں، تیرے نازک پیر دباؤں ... سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کر دوں

اے خدائے من فدایت جانِ من ... جملہ فرزندان و خان و مانِ من

اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان ... تمام اولاد، اور میرا گھر بار

گر بدانم خانۂ تومن مدام ... شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام

اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہمیشہ ... صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

ہم پنیر و نانہائے روغنیں ... خم ہائے جو غرات اے نازنیں

پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی ... دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

---

[1] لیک۔ چونکہ انسان مادی چیزوں کو سمجھنے کا عادی ہوتا ہے لہٰذا مادی چیزوں کی مثال دے کر ہی اس کو اللہ کی صفات سمجھائی جاسکتی ہیں۔ ذکر جسمانہ۔ اللہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ انسان کی طرح عاجز نہیں ہے تو یہ ایسا ہی ہے کہ کسی بادشاہ کی تعریف میں ہم یہ کہیں کہ وہ جولاہہ نہیں ہے۔ انکار کردن۔ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی تعریف امکان سے باہر ہے پھر بھی جس طرح بن پڑے تعریف کرنی چاہئے، اسی کی مناسبت سے یہ قصہ نقل فرمایا ہے کہ چرواہے کی ناشائستہ تعریف چونکہ خلوصِ نیت سے تھی لہٰذا مقبول بارگاہ بنی۔

[2] چاکر۔ نوکر۔ چارق۔ جوتا۔ شانہ۔ کنگھی۔ سپش۔ سین کے ضمہ کے ساتھ، جوں۔ محتشم۔ باوقار۔ خویش۔ اپنا، رشتہ دار۔ دستکت۔ دستک تو۔ پایکت۔ پائے تو۔ جائیکت۔ جائیک تو، ان تینوں لفظوں میں کاف تصغیر، پیار کے لئے ہے۔ مدام۔ ہمیشہ۔ نانہائے روغنیں۔ روغنیں۔ پراٹھے۔ جو غرات۔ دہی۔

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام
تیار کروں، اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں

ازمن آوردن زتو خوردن طعام
میرا لانا ہو، تیرا کھانا ہو

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان

وے بیادت ہی ہی وہیہائے[1] من
اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ وزاری ہے

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں
وہ چرواہا اس طرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا

گفت موسیٰؑ باکیستت اے فلاں
(حضرت) موسیٰؑ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

گفت باآں کس کہ مارا آفرید
اُسنے کہا اُس ذات سے ہمکلام ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے

ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سرشدی
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہو گیا ہے

خود مسلمان ناشدہ کافر شدی
مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہو گیا ہے

ایں چہ ژاژست و ایں چہ کفرست و فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟

پنبہ اندر دہانِ خود فشار
اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے

کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر نے دین کے دیبا کو گدڑی بنا دیا

چارق و پاتابہ لائق مرتراست
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے

آفتابے را چنیںہا کے رواست
آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را
اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے گا

آتشے آید بسوزد خلق[2] را
آگ آئے گی اور دنیا کو جلا دے گی

آتشے گر نامدست ایں دود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے؟

جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
جان کالی ہو گئی، رُوح مردود کیوں ہے؟

گرہمی دانی کہ یزداں داورست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے

ژاژو گستاخی ترا چوں باورست
بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے

حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
اللہ تعالیٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

باکہ می گوئی تو ایں باعم و خال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے، چچا اور ماموں سے

جسم و حاجت در صفاتِ ذوالجلال
جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

---

1. ہی ہی وہیہائے۔ ہائے ہائے، آہ وزاری۔ باکیستت۔ یعنی خطاب تو باکیست۔ خیرہ سر۔ بے ہودہ۔ ژاژ۔ ایک خاردار گھاس ہے، ژاژ خائی، بکواس کرنا۔ فشار۔ فا کے ضمہ کے ساتھ، بے ہودہ بات۔ فشار۔ فا کے فتحہ کے ساتھ فشردن بمعنی نچوڑنا۔ گند۔ گندگی۔ ژندہ۔ پارہ پارہ کپڑا، گدڑی یعنی تیری اس گفتگو سے کفر والحاد پھیلے گا اور دین میں رخنہ پیدا ہوگا۔ چارق۔ جوتا، چپل۔ پاتابہ۔ جوتا، کھڑاؤں۔ آفتابے۔ یعنی ذات خداوندی۔
2. خلق را۔ ایک شخص کا گناہ دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ آتشے۔ اگر عذاب ابھی نہیں آیا تو اس کے آثار آ گئے ہیں جس سے دل سیاہ ہو گیا ہے۔ یزداں۔ خدا۔ داور۔ حاکم۔ دوستی۔ بیوقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہے۔ زیں۔ یعنی وہ خدمتیں جو گڈریا اللہ تعالیٰ کیلئے بیان کر رہا تھا۔ عم۔ چچا۔ خال۔ ماموں۔ جسم۔ گڈریے نے پیر دبانے کو کہا تھا۔ حاجت۔ گڈریے نے روٹی کھلانے کو کہا تھا۔

شیر[1] او نوشد کہ در نشو و نماست
چارق او پوشد کہ او محتاجِ پاست

دودھ وہ پیتا ہے جو نشوونما میں ہے
چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

وربرائے بندہ است ایں گفتگو
آنکہ حق گفت اُو من ست و من خود اُو

اگر یہ گفتگو (اُس) بندے کے لئے ہے
جسکے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

آنکہ گفت اِنِّیْ مَرِضْتُ لَمْ تَعُد
من شدم رنجور اُو تنہانہ شد

جسکے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟
میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ بی یَسْمَعُ وَ بِیْ یُبْصِرُ شدہ است
در حق آں بندہ ایں ہم بیہدہ است

وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے ہوگیا ہے
اُس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

بے ادب[2] گفتن سخن با خاصِ حق
دل بمیراند سیہ دارد ورق

اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا
دل کو مردہ کر دیتا ہے، اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

گر تو مَردے را بخوانی فاطمہ
گرچہ یک جنس اند مَرد و زن ہمہ

اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے
اگرچہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

قصد خونِ تو کند تا ممکن ست
گرچہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست

حتی االامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے
اگرچہ خوش مزاج اور بردبار اور صاحب سکون ہو

فاطمہ مدحست در حق زناں
مرد را گوئی بود زخم سناں

عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے
(اگر) تو مرد کو کہے بھالے کا زخم ہو گا

دست و پا در حق ما استایش ست
در حق پاکی حق آلائش ست

ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے
اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ او را لائق ست
والد و مولود را او خالق ست

نہ اُس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کے لئے مناسب ہے
(کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

ہرچہ جسم آمد و لادت وصف اوست
ہرچہ مولودست او زیں سوئے جوست

جو جسم ہے پیدا ہونا اُس کی صفت ہے
جو جنا ہوا ہے وہ اِس (جسم) کا جوئندہ ہے

---

1. شیر۔ غذا کی اسکو ضرورت ہے جس کا جسم ہو اور اس کا نشوونما ہوتا ہو۔ محتاج پا۔ اللہ تعالیٰ کو نہ پیر کی ضرورت ہے نہ جوتے کی حاجت ہے۔ وربرائے۔ بعض خدا کے نیک بندے وہ ہوتے ہیں جو اپنی شخصیت اور خواہشات کو فنا کر کے حضرت حق کی مرضیات کے مطابق ڈھل جاتے ہیں، ان کے بارے میں حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت میں بنی آدم کو خطاب کر کے فرمائے گا۔ خطاب کا مضمون آئندہ اشعار میں مذکور ہے۔ انی مرضت لم تعد۔ "میں بیمار ہوا تھا تو مزاج پرسی کو نہ آیا۔" تو اس سے مراد یہ ہے کہ میرا وہ مخصوص بندہ بیمار ہوا تھا تو نے اس کی مزاج پرسی کیوں نہ کی تھی، ایسے ہی بندوں کے بارے میں حدیث میں آیا ہے کہ وہ ایسا بندہ ہوتا ہے۔ بی یسمع و یبصر۔ وہ میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے یعنی اس کی قوت سامعہ اسی بات کو سنتی ہے جو میری مرضی کے مطابق ہو اور قوت باصرہ اسی کو دیکھتی ہے جس میں میری رضا ہو۔
2. بے ادب۔ اللہ کے ان مخصوص بندوں سے گستاخانہ باتیں کرنا دل کو مردہ اور اعمالنامہ کو سیاہ کر دیتا ہے۔ فاطمہ۔ دودھ چھڑانے والی، یہ جنتی عورتوں کی سردار آنحضورﷺ کی صاحبزادی کا نام ہے جو ہر عورت اپنے لئے پسند کرے گی لیکن کسی مرد کو کہو تو وہ برا مان جائے گا۔ دست۔ انسان کے ہاتھ پیر میں نقصان ہو تو عیب ہے اللہ کے لئے ثابت کرو تو اس کے تنزیہ کے منافی ہے۔ لم یلد ولم یولد۔ اس نے کسی کو جنا نہ اس کو کسی نے جنا۔ جو۔ بعض صاحبان نے اس کا ترجمہ بجز وحدت کا کیا ہوا ہے یعنی بنا ہوا ہونا ذات باری سے کم درجہ کے لئے ہے۔ بعض صاحبان نے اس کو جوئندہ کے معنی میں لیا ہے۔ ازیں سو۔ یعنی عالم امکان۔

زانکہ از کون و فسادست[1] و مہیں — حادث ست و مُحدِثے خواہد یقیں

چونکہ وہ بننے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے — وہ نو پیدا ہے اور یقیناً پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

گفت اے موسیٰؑ دہانم دوختی — وز پشیمانی تو جانم سوختی

اس نے کہا اے موسیٰؑ تم نے میرا منہ سی دیا — اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

جامہ را بدرید و آہے کرد تفت — سر نہاد اندر بیابان و برفت

کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی — بیاباں کا رخ کیا اور چل دیا

عتاب کردنِ حق تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام بہر شُباں

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰؑ از خدا — بندۂ مارا ز ما کردی جدا

اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰؑ پر وحی آئی — تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا

تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

تو ملانے کے لئے آیا ہے — جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تا توانی پامنِہ اندر فراق — کَاَبغَضُ الْاَشْیَاءِ عِنْدِیَ الطَّلَاق[2]

جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ — اسلئے کہ طلاق میرے نزدیک بری چیزوں میں سے سب سے بری ہے

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم — ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم

ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے — ہم نے ہر شخص کو ایک اصطلاح دی ہے

در حقِ[3] اُو مدح دَر حقِ تو ذَم — در حقِ اُو شہد و در حق تو سم

اُسکے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں برائی ہے — اُسکے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

در حقِ اُو نور در حقِ تو نار — در حقِ اُو وَرد در حقِ تو خار

تیرے حق میں وہ نور ہے اُس کے حق میں آگ ہے — اُسکے حق میں وہ گلاب کا پھول ہی تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

در حقِ اُو نیک در حقِ تو بد — در حقِ اُو خوب در حقِ تو رَد

اُس کے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بری ہے — اُس کے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے

---

1. کون وفساد۔ بننا بگڑنا۔ یہ جسمانی اور مادی چیزوں کا خاصہ ہے۔ حادث۔ نو پیدا۔ محدث۔ پیدا کرنے والا۔ گفت۔ چرواہے نے کہا۔ دوختی۔ چونکہ آپ نبی ہیں اور اطاعت ضروری ہے۔ وز پشیمانی۔ اللہ کا ذکر چھوڑنے سے شرمندگی ہے جو روح کو جلا رہی ہے۔ جامہ بدرید۔ ذکر سے محرومی کی وجہ سے۔ جدا۔ یعنی ذکر سے جو اسے قرب حاصل تھا، وہ نہ رہا۔ وصل۔ انبیاء کی بعثت کا مقصد مخلوق کو خالق سے وابستہ کرنا ہے۔

2. الطلاق۔ حدیث شریف میں ہے ابغض الحلال عنداللہ الطلاق حلال چیزوں میں سے طلاق اللہ کو سب سے زیادہ ناپسند ہے۔ طلاق سے میاں بیوی میں فراق ہوتا ہے۔ ہر کسے۔ ہر انسان اپنی استعداد اور اپنے مروجہ الفاظ میں تعریف کرتا ہے جبکہ دل میں عقیدت ہے تو اس کی تعریف بہر حال ہے مقبول ہے اور اس کی وہ حمد اس کے لئے باعث تعریف ہے، ایک عامی انسان اپنی استعداد کے مطابق جو تعریف کرتا ہے، اگر وہ لفظ پڑھا لکھا بولے تو اس کے لئے وہ برائی ہے۔

3. درحق۔ حضورﷺ نے ایک لونڈی سے دریافت کیا، خدا کہاں ہے تو اس نے جواب دیا آسمانوں میں ہے تو یہ کہنا اس کے لئے نور بنا، آنحضورﷺ نے اس کا اسلام معتبر مانا، اگر یہی جملہ ایک عالم فاضل کہے تو کفر ہے جو موجب نار ہے۔ رد۔ مردود۔

ما بری[1] از پاک و ناپاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں

از گراں جانی و چالاکی ہمہ
سستی اور چستی سب سے (منزہ ہیں)

من نکردم امر تا سودے کنم
میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں

بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

ہندیاں را اصطلاحِ ہند مدح
ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے

سندیاں را اصطلاحِ سند مدح
سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

من نگردم پاک از تسبیح شاں
میں اُن کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں

پاک ہم ایشاں شوند و دُرّ فشاں
وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں

مابروں[2] را ننگریم و قال را
ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں

مادروں رابنگریم و حال را
ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ناظر قلبیم اگر خاشع بود
ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنے والا ہو

گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض
اس لئے کہ دل جوہر ہے، اور کہنا غرض ہے

پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
تو عرض ضمنی چیز ہے، جوہر مقصود ہے

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز[3]
یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟

سوز خواہم سوز باآں سوز ساز
میں سوز ہی سوز چاہتا ہوں، سوز سے موافقت کر

آتشے از عشق درجاں برفروز
عشق کی آگ، جان میں روشن کر

سَربسر فکر و عبارت را بسوز
(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلا دے

موسیا آدابِ داناں دیگر اند
اے موسیٰؑ آداب جاننے والے دوسرے ہیں

سوختہ جان ور واناں دیگر اند
سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

عاشقاں را ہر زماں سوزید نیست
عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے

بُردہِ ویراں خراج و عشر نیست
اُجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے

---

1. ما بری۔ انسان تقدیس وتسبیح میں جو کچھ بھی کہتا ہے اللہ کی ذات اس سے بلند ہے لہٰذا اب جو بھی کچھ کہے اس کو نہ روکو۔ من نکردم۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی میں اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ بندے پابندی کر کے رحم وکرم کے مستحق ہوتے ہیں۔ ہندیاں۔ ہر ملک والے اپنی لغت اور اصطلاح میں تعریف کر سکتے ہیں۔ نگردم۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی تسبیح سے پہلے ہی پاک ہے۔ درفشاں۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح موتی کے دانے ہیں۔

2. مابروں۔ حدیث شریف میں ہے اللہ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا ہے، وہ تمہاری نیتوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ خاشع۔ عاجزی کرنے والا۔ خاضع۔ خاکساری کرنے والا۔ جوہر۔ خود قائم رہنے والی چیز۔ عرض۔ دوسرے کے سہارے قائم رہنے والی چیز۔ غرض۔ یعنی اصلی مقصد۔ الفاظ۔ جو منہ سے بولا جائے۔ اضمار۔ دل میں کسی بات کا رکھنا۔

3. مجاز۔ لفظ کے حقیقی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی مراد لینا۔ انسان کی تقریر وکلام میں یہ سب باتیں ہوتی ہیں۔ موسیا۔ اے موسیٰؑ۔ آداب داناں۔ عارفین کاملین۔ سوختہ۔ یعنی وہ لوگ جن کی روحیں عشق خداوندی میں جل بھن گئی ہیں۔ بردہ۔ یعنی ویران گاؤں سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا بلکہ معاف کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح عاشقوں سے رسوم کی پابندی کا مطالبہ نہیں کیا جاتا ہے۔

در خطا[1] گوید وُرا خاطی مگو
اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اُس کو خطا وار نہ کہہ

گر بود پُرخوں شہیدآں رامشو
اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اُس کو نہ دھو

خوں شہیداں رازِ آب اولیٰ ترست
شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے

ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست
یہ غلطی سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

در درونِ کعبہ رسم قبلہ نیست
کعبہ کے اندر قبلہ (رُو ہونے) کی رسم نہیں ہے

چہ غم ار غواص راپا چپلہ نیست
اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

توزِ سرمستاں قلاوُوزی مجو
تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر

از رفو مر جامہ چاکاں رامگو
جامہ چاک لوگوں سے رفو کی فرمائش نہ کر

ملت عشق[2] ازہمہ ملت جداست
عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے

عاشقاں را مذہب و ملت خداست
عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے

لعل را گر مہر نبود باک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے، پروا نہیں ہے

عاشق از دریائے غم غمناک نیست
عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام در عذر خواستن آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سرِّ موسیٰؑ حق نہفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰؑ کے باطن میں مضمر کر دیئے

راز ہائے گفت کاں ناید بگفت
بات کے وہ راز جو بیان نہیں کیے جا سکتے

بردلِ موسیٰ سخنہا ریختند
(حضرت) موسیٰؑ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں

دیدن و گفتن بہم آمیختند
مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

چند بیخود گشت و چند آمد بخود
چند (بار) بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے

چند پَرّید از ازل سوئے اَبد
چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست
اس کے بعد اگر میں تشریح کر دوں تو بیوقوفی ہے

زاں کہ شرحِ ایں و رائے آگہی ست
اس لئے کہ اِس کی تشریح عقل سے بالا تر ہے

ور بگویم عقلہا را برکند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے

ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم شرحہائے معتبر
اگر میں اُس کی قابل بھروسہ شرحیں بیان کروں

تا قیامت باشد ایں بس مختصر
قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوں گی

---

[1] درخطا۔ جذبہ عشق میں اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ بھی اللہ کو پسند ہیں۔ جس طرح خون نجس ہے لیکن شہید کا خون اللہ تعالیٰ نے پاک قرار دیا ہے، اس کو نہلایا نہیں جاتا ہے۔ خوں۔ خون آلودہ شہید پانی سے غسل دیئے ہوئے دوسرے مردوں سے افضل ہے۔ دردروں۔ جب انسان بیت اللہ کے اندر پہنچ کر نماز پڑھے تو جدھر کو جی چاہے رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ پاچپلہ۔ چپل۔ قلاوُوزی۔ رہنمائی۔

[2] ملت عشق۔ غلبہ حال میں صرف ذاتِ باری کی طرف توجہ ہوتی ہے، مذہبی رسوم و قیود کی پابندی نہیں ہوتی۔ لعل۔ لعل کو ٹھپے اور سکے کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ خود قیمتی ہے۔ سرّ۔ باطن۔ دیدن و گفتن۔ یعنی مشاہدہ کے ساتھ گفتگو۔ چند۔ یعنی حضرت موسیٰ کو عروج حاصل ہوا اور بہت سے نئے انکشافات ہوئے۔ بعد ازیں۔ عالم ملکوت کے احوال بیان اور عقل سے بالاتر ہیں۔ ور بگویم۔ ذات اور صفات کا بیان عقلوں اور تحریروں کے بس کا نہیں ہے۔

لَا جرم[1] کوتاہ کر دم مَن زباں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کر لی
گر تو خواہی از درونِ خود بخواں
اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (اسے) پڑھ لے

چونکہ موسیٰؑ ایں عتاب از حق شنید
جب (حضرت) موسیٰؑ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی
در بیاباں از پئے چوپاں دَوِید
جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

بر نشانِ پائے آں سَرگشتہ راند
اُس دیوانے کے نقش قدم پر روانہ ہو گئے
گَرد از پَرّہ بیاباں برفشاند
بیابان کے دامن سے گرد اڑائی

گام پائے مردمِ شوریدہ خود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار
ہم زگامِ دیگراں پیدا بود
دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

یک قدم چوں رخ زبالا تانشیب
ایک قدم رخسار کی طرح اوپر سے نیچے کر
یک قدم چوں پیل رفتہ بر اُریب
ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

گاہ چوں موجے بر اَفرازاں علم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے
گاہ چوں ماہی روانہ بر شکم
کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ بر خاکے نوشتہ حالِ خود
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا
ہمچو رَمالے کہ رملے برزند
رمال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں
کبھی حیران کھڑا ہوا، کبھی دوڑتا ہوا
گاہ غلطاں ہمچو گوی از صولجاں
کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلے سے گیند

عاقبت[2] دریافت اُو را و بدید
انجامِ کار اُس کو پا لیا اور دیکھا
گفت مژدہ دہ کہ دستورے رسید
فرمایا مبارک ہو، اجازت آ گئی ہے

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر
ہرچہ می خواہد دلِ تنگت بگو
جو تیرا تنگ دل چاہے، کہتا رہ

کفرِ تو دین ست و دینت نورِ جاں
تیرا کفر، دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے
ایمنی از تو جہانے در اَماں
تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

اے معافِ یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء
اے "یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاء" کے معافی دار
بے محابا رَو زباں را برکشا
جا، بے تامل زبان کھول

گفت اے موسیٰؑ ازاں بگذشتہ ام
کہا، اے موسیٰؑ! اس سے میں گزر چکا ہوں
من کنوں در خونِ دل آغشتہ ام
اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

---

[1] لاجرم۔ وہ کیفیات خود پر طاری کر تب کچھ معلوم ہو سکے گا۔ چوپاں۔ وہی گڈریا جس کو حضرت موسیٰ نے ڈانٹا تھا۔ گام پائے۔ دیوانوں کے قدم بھی آڑے ترچھے پڑتے ہیں۔ گاہ۔ دیوانہ کبھی سر اٹھائے بھاگتا نظر آئے گا کبھی پیٹ کے بل سرکتا ہوا۔ بر خاکے۔ مجنوں لیلیٰ کا نام زمین پر لکھتا پھرتا تھا۔

[2] عاقبت۔ بالآخر وہ گڈریا حضرت موسیٰؑ کو مل گیا، حضرت موسیٰؑ نے فرمایا تجھے اسی طریقہ پر مناجات کی اجازت مل گئی ہے جو بھی تیری زبان پر آئے کہتا رہ۔ کفرِ تو۔ دوسروں کے لئے اگرچہ وہ کلمات کفریہ ہوں لیکن تیرے لئے عین دین ہے، تجھے خدا کی طرف سے امن حاصل ہے اور تیری وجہ سے دنیا کو بھی امن حاصل ہے۔ یفعل اللہ ما یشاء۔ خدا جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے، تجھے ان کلمات کی اجازت دے دی ہے۔ ازاں۔ یعنی مقام مناجات۔

من ز سدرہ منتہی[1] بگذشتہ ام
میں سِدرۃُ المنتہٰی سے گذر گیا ہوں
صد ہزاراں سالہ زاں سوگشتہ ام
لاکھوں سال (کی مسافت) اس (سے آگے کی) جانب چلا گیا ہوں

تازیانہ برزدی اسپم بگشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا
گنبدی کردوز گردوں برگذشت
جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

محرمِ ناسوتِ ما لاہوت باد
(خدا کرے) ہمارے ناسوت کالا ہوت (محرم) بنے
آفریں بردست و بر بازوت باد
تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

حالِ من اکنوں بروں از گفتن ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے
آنچہ می گویم نہ احوالِ من ست
جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے
نقش تست آں نقش آں آئینہ نیست
وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اُس آئینہ کا نہیں ہے

دمِ کہ[2] مردِ نائی اندر نائے کرد
نے بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری
در خورِ نایست نے در خوردِ مَرد
وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ (نے بجانیوالے) مرد کے مناسب

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس
خبردار، خبردار تو شکر گزاری اور تعریف کرے
ہمچو نافرجامِ آں چوپاں شناس
اُس نالائق گڈریئے کی سی سمجھ

حمد تو نسبت بتوگر بہترست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے
لیک آں نسبت بحق ہم ابترست
لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

کاشکے بہتر نبودے مَر ترا
کاش کہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی
دردِ او و سوز بودے مَر ترا
اُس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل) ہوتا

چند گوئی چوں غطا برداشتند
جب پردہ اُٹھا دیں گے، تو کتنا کہے گا؟
کایں نبودست آنچہ می پنداشتند
جو اُنہوں نے (خدا کے بارے میں) تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

ایں قبولِ ذکر تو از رحمت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے
چوں نمازِ مستحاضہ رخصت ست
جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

---

[1] سدرۃ المنتہٰی۔ ساتویں آسمان پر بیری کے درخت جیسا کوئی درخت ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام تک کی پرواز کی آخری حد ہے۔ یعنی اب میں اپنے اس مقام سے گزر گیا جہاں غلبہ حال میں نامناسب الفاظ استعمال کئے تھے۔ تازیانہ۔ میری طبیعت کے لئے آپ کی تنبیہ ایک تازیانہ ثابت ہوئی۔ ناسوت۔ عالم اجسام۔ لاہوت۔ عالم ذات الٰہی جس میں پہنچ کر سالک کو فنا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ حال من۔ ذوقی حالت کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ نقش می بینی۔ حضرت مولانا اشرف علی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ان اشعار کا تعلق ''شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست'' سے ہے یعنی اللہ کی تعریف ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق کرتا ہے۔ آئینہ میں خود اپنا عکس نظر آتا ہے جو کچھ نظر آتا ہے، وہ آئینہ کے نقش ونگار نہیں ہوتے ہیں۔

[2] دم کہ۔ اللہ تعالیٰ تو اس پر قادر ہیں کہ اپنی تعریف اپنی شان کے مطابق کر دیں لیکن ہماری استعداد اس کو قبول نہیں کر سکتی ہے، جس طرح نے بجانے والا اپنی طاقت کے اعتبار سے نے میں پھونک نہیں بھرتا ہے ورنہ اس کے پردے پھٹ جائیں، نے کے لحاظ سے پھونکتا ہے۔ ہاں وہاں۔ ہم جو بھی تعریف کرتے ہیں وہ گڈریئے کی طرح کی تعریف کرتے ہیں۔ ابتر۔ ناقص، ہماری تعریف خدا کے اعتبار سے ناقص ہے۔ کاشکے۔ جو تعریف تمہارے اعتبار سے بہتر بھی ہے کاش اسکی بجائے تمہارے دل میں سوز وگداز ہو۔ چند گوئی۔ قیامت میں جب حجابات رفع ہوں گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ ذات باری وہ نہ تھی جو تم نے سمجھی تھی۔ ایں قبول۔ ہماری ناقص تعریف کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول کرتا ہے جس طرح کہ مستحاضہ کی نماز کو باوجود طہارت نہ ہونے کے قبول کر لیتا ہے۔

با نمازِ اُو بیالودست خوں — ذکرِ تو آلودۂ تشبیہ و چوں[1]
اُس کی نماز سے خون وابستہ ہے — تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

خوں پلیدست و بآبے می رَود — لیک باطن را نجاستہا بود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دُھل جاتا ہے — لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

کاں بغیر آب لطف کردگار — کم نہ گردد از درونِ مَرد کار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر — کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دُھلتیں

در سجودت کاش رُو گردانیئے — معنی سُبْحَانَ رَبِّی دانیئے
کاش تو سجدے میں رُخ پھیرتا — "اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنی جان لیتا

کاے سجودم چوں وجودم نا سزا — مَر بدی را تو نکوئی دہ جزا
یعنی اے خدا میرا سجدہ میرے وجود کیطرح (تیرے) لائق نہیں ہے — تو برائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

ایں زمیں[2] از حلم حق دارد اثر — تا نجاست بُرد و گلہا داد بَر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بردباری کا اثر ہے — کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

تاپوشد اُو پلیدیہائے ما — در عوض بر روید ازوے غنچہا
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے — بدلے میں اُس سے غنچے کھلتے ہیں

پس چو کافر دید کو در داد وجود — کمتر و بے مایہ تراز خاک بود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں — مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

از وجودِ اُو گل و میوہ نرست — جز فسادِ جملہ پاکیہا نجست
اُس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اُگا — پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اُس نے کچھ نہ کیا

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب — حَسْرَتَا یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابْ
کہے گا میں نے اُلٹی چال چلی ہے — افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

کاش از خاکے سفر نگزیدے — ہمچو خاکے دانۂ می چیدے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا — مٹی کی طرح بیج کو چن لیتا

1. تشبیہ و چوں۔ ہم جس قدر تعریفیں کرتے ہیں ان میں لامحالہ تشبیہات اور مثالیں ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب نہیں ہیں ان کی ناپاکی مستحاضہ کے خون سے بھی زیادہ ہے۔ کاں۔ باطنی نجاست صرف رحمت کے پانی سے ہی دُھل سکتی ہے۔ کاے۔ یعنی سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کے معنی یہ ہیں کہ بندہ عرض کرتا ہے کہ میرا سجدہ بھی تیرے لائق نہیں اور یہ سجدہ تیری خدمت میں پیش کرنا گستاخی ہے، لیکن تیری ذات وہ ہے جو برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے یبدل اللہ سیئاتھم حسنات۔ اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔

2. ایں زمیں۔ زمین اللہ کی صفت حلم سے متصف ہے۔ پلیدیہا۔ کھاد میں نجاستیں ہوتی ہیں۔ دید۔ یعنی، قیامت میں کافر سمجھے گا کہ وہ زمین سے بھی بدتر ہے، زمین برائی کا بدلہ بھلائی سے دیتی ہے اور اس نے اللہ کی نعمتوں کے بدلے میں کفر کیا۔ جز فساد۔ زمین نے ناپاک کو پاک بنایا کافر نے پاکیوں کو ناپاک کیا۔ گفت۔ یعنی قیامت میں حسرت سے کہے گا کہ کاش میں مٹی ہوتا کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دے سکتا۔ سفر۔ جمادات سے ترقی کر کے نوع حیوانی وجود میں آئی ہے۔ دانہ۔ زمین میں بیج بویا جاتا ہے تو وہ بدلہ میں پھل پھول اگا دیتی ہے۔

چوں سفر[1] کردم مراره آزمود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزما لیا
زیں سفر کردن ره آوردم چہ بود
اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو
اسی وجہ سے اُس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ
در سفر سودے نہ بیند پیش رُو
ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

روئے واپس کردنش از حرص و آز
اُسکا دل واپسی کیطرف رُخ کرنا حرص اور لالچ کیوجہ سے ہے
در رہِ او ہیچ نہ صدق و نیاز
اُس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

ہرگیا را کش بود میل علا
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے
در مزیدست و حیات ست و نما
وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشو) نما میں ہے

چونکہ گردانید سَر سوئے زمیں
چونکہ اُس نے زمین کی طرف رُخ کیا
در کمی و خشکی و نقص و غبیں
وہ گھاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

میل روحت[2] چوں سوئے بالا بود
تیری روح کا میلان جب (عالم) بالا کی طرف ہو
در تزاید مرجعت آں جا بود
ترقی میں تیرا مرجع وہی ہوگا

ور نگونساری سرت سوئے زمیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے
آفلی حق لا اُحِبُّ الْاٰفِلِیْن
تو غروب کرجانیوالا ہے یقیناً میں غروب کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

پُرسیدنِ موسیٰ علیہ السلام از سِرِّ غلبہ ظالماں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ظالموں کے غلبہ کے راز کا سوال کرنا

گفت موسیٰ اے کریم کار ساز
(حضرت) موسیٰؑ نے عرض کیا اے کار ساز کریم!
اے کہ یک دم ذکرِ تو عمر دراز
اے (وہ ذات) جس کا ایک لمحہ ذکر کرنا عمر دراز ہے

نقش کژمژ دیدم اندر آب و گل
میں نے عالم آب و گل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں
چوں ملائک اعتراضے کرد دل
ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

کہ چہ مقصودست نقشے ساختن
کہ اس میں کیا مقصد ہے؟ کہ ایک نقش بنانا
و اندرو تخم فساد انداختن
اور اُس میں فساد کا بیج بو دینا

آتش ظلم و فساد افروختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا
مسجد و سجدہ کناں را سوختن
مسجد، اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

---

[1] چوں سفر۔ سفر کی حالت میں انسان کی صحیح فطرت ظاہر ہو جاتی ہے، یعنی مجھے ترقی سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ رہ آورد۔ تحفۂ سفر۔ میلش۔ یعنی اس کا کہنا یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا ''کاش میں مٹی ہوتا۔'' روئے واپس۔ یعنی مٹی بن جانے کی خواہش عجز اور نیاز سے ہو تو اللہ کو پسند ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے اس کا اظہار ہوا ہے۔ ہرگیا۔ کافر کے مٹی بننے کی خواہش کی مثال ہے کہ گھاس میں جب تک نشو ونما ہے بڑھنے اور اوپر جانے کی خواہش ہے، جب مردنی چھاتی ہے تو اس کا نیچے کی طرف جھکاؤ ہو جاتا ہے۔

[2] میل روحت۔ روحِ انسانی کو جب اوپر جانے کی خواہش ہوتی ہے تو اوپر جانے میں اس کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔ ور نگونساری۔ جب روح اوندھی ہو جاتی ہے تو زمین پر واپس ہونے کی خواہش کرتی ہے۔ حق۔ دراصل حقا تھا۔ یک دم۔ تھوڑا سا وقفہ جس میں ذکر الٰہی ہو، دراز عمر کے قائم مقام ہے۔ کژمژ۔ یعنی سمجھ میں نہ آنے والی چیزیں۔ چوں ملائک۔ آدمؑ کی تخلیق پر فرشتوں کا سوال و اعتراض معاندانہ نہ تھا بلکہ حکمت سمجھنے کے لئے تھا۔ کہ چہ مقصود۔ دنیا کی چیزوں میں بھلائی کے ساتھ برائی کا پہلو بھی ہے۔ آتش۔ کفر کا غلبہ ہوتا ہے تو اس میں فساد، مسجدوں کی ویرانی، سجدہ کرنے والوں کا قتل عام ہوتا ہے۔

مایہ[1] خونابہ و زر دابہ را
جوش دا دن از برائے لابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو
دل لگی کے لئے جوش دینا

من یقیں دانم کہ عین حکمت ست
لیک مقصودم عیانِ رویت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) بعینہٖ حکمت ہے
لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

آں یقیں می گویدم خاموش کن
حرص رویت گویدم نے جوش کن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے، چپ رہ
دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

مر ملائک رانمودی سِرِّ خویش
کاینچنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا
کہ اس طرح کا شہد ڈنک کے لائق ہے

عرضہ کردی نورِ آدمؑ را عیاں
بر ملائک گشت مشکلہا[2] بیاں
تو نے آدمؑ پر علمؑ کھلم کھلا پیش کردیا
فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

حشر تو گوید کہ سِرِّ مرگ چیست
میوہا گویند سِرِّ برگ چیست
تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کا کیا راز ہے؟
میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

سِرِّ خون و نطفہ حسن آدمی ست
سابق[3] ہر بیشی آخر کمی ست
خون اور نطفہ کا راز، آدمی کا حسن ہے
ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

لوح را اول بشوید بے وقوف
آنگہے بروے نویسد اُو حروف
نا واقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے
پھر اُس پر حروف لکھتا ہے

خوں کند دل راز اشک مستہاں
برنویسد بروے اَسرارِ نہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے
(پھر) اُس پر پوشیدہ رز لکھتا ہے

وقت شُستن لوح را باید شناخت
کہ مرآں را دفترے خواہند ساخت
دھوتے وقت تختی کو پہچان لینا چاہئے
کہ اُس کو ایک دفتر بنائیں گے

چوں اساسِ خانۂ می افگند
اوّلیں بنیاد را بَر می کنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں
پہلے نیو کھودتے ہیں

---

1. مایہ۔ انسان کی تخلیق، منی اور خون سے ہوتی ہے پھر وہ ظلم وفساد کے کھیل کھیلتا ہے۔ عیانِ رویت۔ صاف دیکھنا۔ آں یقین۔ یعنی یہ یقین کہ اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہے۔ جوش کن۔ یعنی جوش وخروش سے سوال کر۔ کایں چنیں۔ فرشتوں کو سمجھا دیا تھا کہ انسان کے متضاد قویٰ ہی خلافت خداوندی کے اہل اور صفات الٰہی کا مظہر ہو سکتے ہیں۔ نوش۔ یعنی خلافت۔ نیش۔ انسان کی فطرت جس میں فتنہ وفساد بھی مضمر ہے۔ نورِ آدمؑ۔ علم آدمؑ۔
2. مشکلہا۔ یعنی آدم کی خلافت پر جو اشکالات تھے۔ حشر تو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سوال کا جواب ہے کہ ہر چیز کی خوبی اس کے انجام سے ظاہر ہوتی ہے، قیامت میں معلوم ہوگا کہ موت جیسی تلخ چیز کے پیدا کرنے میں خدا کی حکمت یہ تھی کہ وہی اخروی نعمتوں کے حصول کا سبب بنے۔ برگ۔ پتے بظاہر بیکار ہیں لیکن جب وہ پھل کی گری اور سردی سے حفاظت کر کے پکاتے ہیں تو ان کی پیدائش کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔ سِرِّ خوں۔ انسانی قوام کا حسن جب ظاہر ہوتا ہے جب اس سے انسان، نوجوان اور حسین بن جاتا ہے۔
3. سابق۔ ناقص چیز کمال حاصل کرتی ہے۔ لوح را۔ یعنی ہر کمی، بیشی کا سبب ہے۔ تختی پر سب سے پہلے ہر چیز مٹا دی جاتی ہے پھر اس پر حسین نقش بنائے جاتے ہیں۔ خوں کند۔ انسان رو رو کر دل کو خون بنا دیتا ہے پھر اس پر اسرار نمودار ہوتے ہیں۔ وقت شُستن۔ عقلمند انسان کمی میں بیشی کو سمجھ جاتا ہے۔ چوں اساس۔ نیا گھر بناتے ہیں تو پہلے پرانی بنیادوں کو اکھاڑ دیتے ہیں۔

گل بر آرند[1] اول از قعرِ زمیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں
تا بآخر برکشی ماءِ معین
تاکہ آخر میں پانی کھینچے

از حجامت کودکاں گریند زار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں
کہ نمی دانند ایشاں سرِّ کار
کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

مرد خود زرہی دہد حجّام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے
می نوازد نیشِ خوں آشام را
خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

می دود حمّال دربارِ گراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے
می رُباید بار را از دیگراں
دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

جنگ حمّالاں برائے بار بیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر
ایں چنین ست اجتہادِ مردِ دیں
دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

چوں گرانیہا اساسِ رحمت ست
جب کہ گرانیاں، رحمت کی بنیاد ہیں
تلخیہاہم پیشوائے نعمت ست
تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

حُفَّتِ[2] الْجَنَّةُ بِمَکْرُوْھَاتِنَا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے
حُفَّتِ النِّیْرَانُ مِنْ شَھْوَاتِنَا
(اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

تخم مایہ آتشت شاخِ ترست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے
سوختہ آتش قرینِ کوثر ست
آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

ہر کہ در زنداں قرینِ محنتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے
آں جزائے لذّتے و شہوتے ست
وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

ہر کہ در قصرے[3] قرینِ دولتے ست
جو محل میں صاحب سلطنت ہے
آں جزائے کار زار و محنتے ست
وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کرا بینی بزرّ و سیم فرد
جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے
داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد
سمجھ لے اُس نے کمائی میں صبر کیا ہے

---

[1] گل بر آرند۔ پانی حاصل کرتے ہیں تو پہلے زمین کھودتے ہیں۔ از حجامت۔ تخریب میں تعمیر کا راز مضمر ہے، پچھنے لگاتے ہیں تو تکلیف ہوتی ہے لیکن نتیجہ میں بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ می دود۔ بوجھ اٹھا لینے والا تکلیف برداشت کرتا ہے تو مزدوری پاتا ہے۔ مردِ دیں۔ دیندار اپنے آپ کو تکالیف میں اسی لئے مبتلا کرتا ہے تاکہ بہترین نتائج حاصل کرے۔ چوں۔ دنیا میں بھی تکلیفوں کے بعد راحتیں ہیں اور آخرت میں بھی۔

[2] حفت۔ انسان نفس کی خواہشوں کے خلاف کرتا ہے تو جنت پاتا ہے شہوتوں کو پورا کرتا ہے تو جہنم ملتی ہے۔ تخم مایہ۔ شاخ تر ہوتی ہے تو سکھا کر اس کو جلایا جاتا ہے جب جلتی ہے تو اس پر پانی چھڑک کر بجھایا جاتا ہے۔ ہر کہ۔ نفس کی لذتوں کے نتیجے میں قید خانہ جانا پڑتا ہے۔

[3] در قصرے۔ جنگوں کی مشقتیں اور محنت برداشت کرنے سے ہی تخت شاہی حاصل ہوتا ہے۔ ہر کرا۔ کمائی کی محنت پر صبر کرنے سے انسان دولت کا مالک بنتا ہے، غرضیکہ محنت اور مشقت کے بعد راحت ہے تو ظالموں کا ظلم چونکہ مظلوموں کی راحت کا سبب بنے گا تو ظالموں کی پیدائش میں حکمت ہے۔

بے سبب[1] بیند چو دیدہ شد گزار
جب آنکھ (عالم اسباب سے) گزر جانے والی بن جائے تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے

تو کہ در حسی سبب را گوش دار
تو جس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر

آنکہ بیروں از طبائع جانِ اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے

منصب خرقِ سببہا آنِ اوست
اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اُسے حاصل ہے

بے سبب بیند[2] نہ از آب و گیا
بغیر سبب کے، پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے

چشمہ چشمہ معجزاتِ انبیا
کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

ایں سبب ہمچوں طبیب ست و علیل
یہ سبب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار

ایں سبب ہمچوں چراغست و فتیل
یہ سب چراغ اور بتی کی طرح ہے

شب چراغت را فتیلے نوبتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے

پاک داں زینہا چراغِ آفتاب
سورج کے چراغ کو ان سے پاک سمجھ

رو[3] تو کہگل ساز بہر سقف خاں
گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کر لے

سقف گردوں راز کہگل پاکداں
آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

وہ کہ چوں دلدارِ ماغم سوز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنے والا بن گیا

خلوتِ شب در گذشت و روز شد
رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا

جز بدردِ دل مجو دلخواہ را
دردِ دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

ترکِ عیسیٰ کردۂ خر پروردۂ
تو نے عیسیٰؑ کو چھوڑا ہے، گدھے کی پرورش کی ہے

لا جرم چوں خربرونِ پردۂ
لا محالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

طالع عیسیٰؑ ست علم و معرفت
علم و معرفت عیسیٰؑ کا نصیبہ ہے

طالع خرنیست اے توخر صفت
اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

نالۂ خربشنوی رحم آیدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے، تجھے رحم آجاتا ہے

پس ندانی خرخری فرمایدت
تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کرے گا

---

1. بے سبب۔ اوپر چونکہ مصائب اور تکالیف کو راحتوں کا سبب بتایا تھا، اب اسباب اختیار کرنے کی بحث شروع کی ہے، جب تک انسان حواس کی قید و بند میں ہے اس کی نظر اسباب پر ہوتی ہے تو اس کو اسباب اختیار کرنا ضروری ہیں اور جب حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ہر چیز کو بغیر اسباب کے قدرت الٰہی سے سمجھتا ہے تب اس کے لئے ترک اسباب جائز ہے۔ طبائع۔ یعنی جب ریاضت کے ذریعہ ظاہری حواس سے آزاد ہو جاتا ہے تو ظاہری سبب اس کی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے، اب اس کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اسباب کو ترک کر سکے۔

2. بیند۔ جس طرح انبیاء کے معجزات اسباب سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ محض اللہ کی قدرت سے ان کا ظہور ہوتا ہے اسی طرح دیگر اشیاء کو بھی محض اللہ کی قدرت سے سمجھتا ہے، اسباب سے ان کو متعلق نہیں کرتا۔ ایں سبب۔ عام انسانوں کے لئے سبب کا اختیار کرنا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ مریض کے لئے طبیب یا چراغ کیلئے بتی۔ چراغت۔ عام انسانوں کو سبب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔ آفتاب۔ جو کاملین ہیں وہ اسباب اختیار کرنے سے پاک ہیں۔

3. رو۔ گھر کے لئے کہگل ضروری ہے ورنہ منہدم ہو جائے گا، آسمان اس سے منزہ ہے، یہی عوام اور خواص کا اسباب اختیار کرنے میں فرق ہے۔ وہ کہ۔ خواص کو یہ مقام حاصل ہے۔ جز بشب۔ چونکہ پہلے ہم رذائل سے پُر تھے لہٰذا ہم پر تجلی نہ ہوئی۔ ترک۔ خاص مقام اور تجلی نہ ہونے کی وجہ جسم پروری ہے۔ عیسیٰ۔ یعنی روح، عقل۔ خر۔ یعنی جسم، نفس۔ پردہ۔ بارگاہ رب العزت۔ طالع عیسیٰ۔ علم و معرفت روح کا حصہ ہے، نفس اس سے بے بہرہ ہے۔ نالہ خر۔ نفس اپنی خواہشات کے لئے واویلا کرتا ہے تو ان کو پورا کر دیتا ہے۔

رحمؔ بر عیسیٰ کُن و بر خر مکُن — طبع را بر عقلِ خود سرور مکن
عیسیٰؑ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر — نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

طبع را ہل تا بگرید زار زار — تو ازو بستان و وامِ جاں گذار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے — تو اُس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

سالہا خر بندہ بودی بس بُوَد — زانکہ خرِ بندہ زخرِ واپس بود
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے، کافی ہے — کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

ز اَخِّرُوْہُنَّ مرادش نفس تست — کو بہ آخر باید و عقلت نخست
ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مراد ہے — کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہئے اور عقل پہلے

ہم مزاجِ خر شدت ایں عقل پست — فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہوگئی ہے — اُس کو یہی فکر ہے کہ چارہ کیونکر ہاتھ آئے

آں خرِ عیسیٰؑ مزاجِ دل گرفت — در مقامِ عاقلاں منزل گرفت
(حضرت) عیسیٰؑ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا — عقلمند دل کے مقام میں جگہ پائی

زانکہ غالب عقل بود و خر ضعیف — از سوارِ زفتؔ گردد خر نحیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا — بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

خود ز ضعفِ عقل تو اے خربہا — ایں خرِ پژمردہ گشت ست اژدہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے — یہ نیم مُردہ گدھا اژدہا ہو گیا ہے

گرزِ عیسیٰؑ گشتۂ رنجور دل — ہم ازو صحت رسد اُو را مہل
اگر تو عیسیٰؑ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے — اُسی سے صحت حاصل ہو گی، اُس کو نہ چھوڑ

اے مسیحِ خوش نفس چونی ز رنج — کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟ — دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

چونی اے عیسیٰؑ ز دیدارِ یہود — چونی اے یوسفؑ ز اخوانِ حسود
اے عیسیٰؑ یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟ — اے یوسفؑ! حاسد بھائیوں کیوجہ سے آپ کیسے ہیں؟

تو شب و روز از پئے ایں قومِ غمر — چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر
تو دن رات اس بے وقوف قوم کے پیچھے — دن رات کی طرح ہے (اور) ان کو زندگی بخشتا ہے

[1] رحم۔ روح کی پرورش کر نفس کو روح پر غالب نہ بنا۔ واپس بود۔ گدھے والا جو گدھے سے بھی پیچھے ہے منزل پر گدھے کے بعد پہنچے گا۔ اخروھن۔ حدیث شریف میں عورتوں کے بارے میں آیا ہے اخروھن حیث آخرھن اللہ "موخر کرو ان کو جبکہ موخر کیا ہے ان کو اللہ نے۔" مولانا فرماتے ہیں اس حدیث میں جس طرح عورتوں کو مردوں سے موخر رکھنے کا حکم ہے اسی طرح اس میں نفس کو عقل سے موخر رکھنے کا حکم ہے۔ عقل پست۔ وہ عقل جو نفس سے مغلوب ہو گئی ہے۔ خرِ عیسیٰ۔ عقل سے نفس کو مغلوب بنا دے گا تو نفس میں بھی عقل کے خواص پیدا ہو جائیں گے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے میں ہوا۔

[2] سوارِ زفت۔ قوی سوار یعنی غالب عقل۔ خود۔ جب انسان کی روح کمزور ہو تو نفس کو بہت زیادہ غلبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ گرزِ عیسیٰ۔ شیخ بمنزلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہے جو مردہ روح کو زندہ کرتا ہے، اگر شیخ کی تربیت میں کسی بات سے دل کو رنج بھی پہنچے تو برداشت کرنا چاہئے کیونکہ ذریعہ صحت وہی ہے۔ اے مسیح۔ پہلے شعر میں مرید کو نصیحت تھی، اب پیر کو خطاب ہے۔ اے عیسیٰ۔ یعنی شیخ۔ یہود۔ یعنی بدکردار مرید۔ یوسف۔ یعنی پیر۔ اخوانِ حسود۔ یعنی بدعمل مرید۔ تو شب و روز۔ شیخ کی توجہ روح کی عمر دراز کرتی ہے۔

آہ ازیں صفرائیانِ[1] بے ہنر
ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے
چہ ہنر زاید ز صفرا دردِ سر
صفرا سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ دردِ سر (پیدا ہوتا ہے)

توہماں کن کہ کند خورشید شرق
تو وہی کر جو مشرق کا سورج کرتا ہے۔
بانفاق و حیلہ و دُزدی و زُرق
باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں
دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں
دفعِ ایں صفرا بود سرکنگبیں
سکنجبین اس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

سرکہ افزودیم ما قومِ زحیر
ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے
تو عسل بفزا کرم را وامگیر
تو شہد میں اضافہ کر دے، مہربانی کم نہ کر

ایں سزید[2] از ما چنیں آمد زما
ہم اسی لائق تھے، ہم سے ایسا ہی ہوا
ریگ اندر چشم چہ افزا یدعمیٰ
ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گی؟ اندھا پن

آں سزد از تو ایا کحل عزیز
اے پیارے سرمے! تیرے ہی لائق ہے
کہ بیابد از توہر ناچیز چیز
کہ تجھ سے ہر ناچیز، کوئی چیز حاصل کر لے

زآتش ایں ظالمانت دل کباب
ان ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے
از تو جملہ اِہد قومی بد خطاب
تیری جانب سے "اِہد قومی" کا جملہ و خطاب ہے

کانِ عودی در تو گر آتش زنند
تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے
ایں جہاں از عطر و ریحان پُرکنند
اس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

تونہ آں عودی کز آتش کم شود
تو وہ اگر نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے
تونہ آں رُوحی اسیرِ غم شود
تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بن جائے

عود سوزد کانِ عود از سوز دور
"اگر" جل جاتا ہے "اگر" کی کان جلنے سے دُور ہے
باد کے جملہ بَرد بر اصلِ نور
اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے؟

اے زتو مر آسماں ہا را صفا
اے (وہ کہ) تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے
اے جفائے تو نکوتر از وفا
اے وہ (ذات) کہ تیری جفا، وفا سے بہتر ہے

زانکہ از عاقل جفائے گر رود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا ہو بھی جائے
ازو فائے جاہلاں بہتر بود
تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

---

[1] صفرائیاں۔ صفراوی مزاج والے جن پر صفرا کا غلبہ ہوتا ہے نہ وہ تندرست رہتے ہیں نہ ان کو صحیح چیز نظر آتی ہے اور وہ دردِ سر میں مبتلا رہتے ہیں۔ تو ہماں کن۔ جس طرح سورج باوجود تمام نالائقیوں کے سب کو منور کرتا رہتا ہے، اسی طرح آپ بھی مریدوں کی بدکرداری کی وجہ سے ان کو فیض سے محروم نہ کریں۔ تو عسل۔ پیر کے افعال و اخلاق شہد کی طرح شیریں ہیں۔ ما سرکہ۔ مریدوں کی بداعمالیاں سرکہ کی طرح تلخ ہیں۔ ایں صفرا۔ نفس پر جو صفرا کا غلبہ ہے وہ سکنجبین سے دور ہوگا۔ سرکنگبیں۔ سکنجبین دوا ہے جو شہد اور سرکہ ملا کر بنائی جاتی ہے۔ سرکہ۔ یعنی نفس کے رذائل۔ زحیر۔ پیچش کی بیماری۔

[2] ایں سزید۔ ہم اسی قابل ہیں کہ ہم سے آپ کو تکلیف پہنچے۔ آں سزد۔ آپ بمنزلہ سرمہ کے ہیں جو بینائی پیدا کرتا ہے۔ زآتش۔ یعنی بے شک مریدوں کی بدعملی سے آپ کا دل جلتا ہے۔ اِہد قومی۔ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے دے، یہ دعا آنحضور ﷺ نے اس وقت کی جب قوم نے ان کو ستایا اور آپ نے ان کو بددعا نہ دی۔ کانِ عودی۔ اگر کی لکڑی کو اگر جلایا جائے تو اس کی اور خوبیاں ظاہر ہوتی ہیں، پیر بمنزلہ عود کے ذخیرہ کے ہے جو ختم نہیں ہوتا ہے یعنی مریدوں کی بدکاری اس کے فیض کو ختم نہیں کر سکتی ہے۔ نکوتر۔ شیخ کی سختی سے مرید کی اصلاح ہوتی ہے۔ زانکہ۔ عقلمند کا ظلم، نادان کی دوستی سے بہتر ہوتا ہے۔

عاقل[1] آرد معرفت را درمیاں — جاہل آرد معرفت را در زباں
عقلمند، معرفت کو درمیان میں لاتا ہے — جاہل معرفت کو زبان پر لاتا ہے

گفت پیغمبرؐ عداوت از خرد — بہتر از مہر یکہ از جاہل رسد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کیساتھ دشمنی — اُس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کی جانب سے ہو

دوستی با مردمِ دانا نکوست — دشمنِ دانا بہ از نادانِ دوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے — دانا دشمن، نادان دوست سے بہتر ہے

رنجانیدنِ امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بُود

ایک امیر کا اُس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے براسپ می آمد سوار — در دہانِ خفتۂ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا — ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا

آں سوار آں را بدید و می شتافت — تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت
اُس سوار نے اُس کو دیکھا اور دوڑا — تاکہ سوتے ہوئے کو بچا لے، موقع نہ ملا

چونکہ از عقلش فراواں بُد مدد — چند دبوسے قوی برخفتہ زد
چونکہ عقل کی اس کو بہت مدد حاصل تھی — چند سخت کوڑے سوئے ہوئے پر کے مارے

خفتہ از خوابِ گراں چوں برجہید — یک سوارِ تُرک بادبوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اُٹھا — ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا

بے محابا ترک دبّوسِ[2] گراں — چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے — چونکہ اُس کے بہت مارے، وہ بھاگا

خفتہ زاں زخمِ گراں برجست زود — گشت حیراں گفت آیا این چہ بود
سویا ہوا اُس سخت چوٹ سے بہت جلد اُٹھا — حیران ہو گیا، بولا یہ کیا تھا؟

بُرد او را زخم آں دبوسِ سخت — زو گریزاں تابزیرِ یک درخت
اُس سخت کوڑے کی چوٹ اُس کو لے گئی — اُس سے بھاگ کر، ایک درخت کے نیچے

سیب پوسیدہ بسے بُد ریختہ — گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب، بہت پڑے تھے — بولا، یہ کھا اے درد مند!

سیب چنداں مرد را در خورد داد — کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اُس) شخص کو اس قدر سیب کھلائے — کہ اُس کے منہ سے باہر نکلنے لگے

---

[1] عاقل۔ عقلمند، علم و معرفت پر عمل کرتا ہے جاہل محض زبان سے ذکر کرتا ہے۔ گفت پیغمبر۔ ان الفاظ کی کوئی حدیث نہیں ہے۔ دشمن دانا۔ عقلمند دشمنی ہی نہیں کرتا ہے اگر کرتا ہے تو بظاہر دشمنی ہوتی ہے اور اس میں پوشیدہ کوئی مصلحت ہوتی ہے۔ رنجانیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ سوار نے جو کچھ کیا بظاہر دشمنی تھی لیکن اس میں حکمت پوشیدہ تھی۔ فرصت نیافت۔ یعنی بچانے کا موقع نہ ملا اور سانپ اس کے منہ میں گھس گیا۔ مدد۔ یعنی وہ سوار عقلمند تھا۔

[2] دبوس۔ گرز، کوڑا۔ شد دواں۔ وہ سونے والا بھاگا۔ چہ بود۔ یعنی یہ سوار مجھے کیوں مار رہا ہے۔ برد۔ یعنی وہ اٹھ کر بھاگا اور بھاگتے بھاگتے ایک درخت کے نیچے پہنچا۔ سیب۔ وہ درخت سیب کا تھا اور اس کے نیچے گلے سڑے سیب بہت پڑے تھے۔ گفت۔ سوار نے کہا۔ مرد را۔ یعنی سونے والے کو۔

بانگ می زد[1] کاے امیر آخر چرا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟
قصد من کردی تو نا دیدہ جفا
بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے

گر ترا از اصلست با جانم ستیز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے
تیغ زن یکبارگی خونم بریز
تلوار مار، ایک دم سے میرا خون بہا دے

شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا
اے خنک آں راکہ روئے تو نہ دید
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ نہ دیکھا

بے جنایت بے گنہ بے بیش و کم
بلا زیادتی، بلا خطا، بلا کمی اور بیشی کے
ملحداں جائز ندارند ایں ستم
کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں

می جہد خوں از دہانم با سخن
بات کے ساتھ میرے منہ سے خون ٹپکتا ہے
اے خدا آخر مکافاتش تو کن
اے خدا تو اِس کا بدلہ لے!

ہر زماں می گفت اُو نفرین نو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کررہا تھا
اُوش می زد کاندریں صحرا بدو
(اور) وہ اُس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ

زخم دبوس و سوارِ ہمچو باد
کوڑے کی چوٹ، اور ہوا کی طرح کا سوار
می دوید و باز بر روئی فتاد
وہ دوڑتا تھا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا

ممتلی[2] و خوابناک و ست بد
وہ شکم پُر اور نیند میں، اور ست تھا
برسَر و پایش ہزاراں زخم شد
اُس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے

تاشبانگہ می کشید و می کشاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)
تاز صفراقے شدن بروے فتاد
یہاں تک کہ اُس کو صفرا کی قے ہونے لگی

زو برآمد خوردہا زشت و نکو
اُس سے اچھا بُرا کھایا ہوا نکل پڑا
مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اُس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اُس سے نکلا

چوں بدید از خود بروں آں مار را
جب اُس نے اپنے (پیٹ) میں سے سانپ نکلتا دیکھا
سجدہ آورد آں نکو کردار را
اُس بھلے (انسان) کے سامنے اُس نے سجدہ کیا

سہم آں مارِ سیاہِ زشت و زفت
اُس کالے، بھدے، موٹے سانپ کا ڈر
چوں بدیدآں درد ہا ازوے برفت
جب اُسے، نظر آیا، وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں

گفت تو خود جبرئیل رحمتی
بولا، تو تو رحمت کا فرشتہ ہے
یا خداوند و ولی نعمتی
یا میرا آقا، اور مربی ہے

[1] بانگ می زد۔ سویا ہوا اٹھ کر جو بھاگا تھا، وہ چیختا تھا۔ نا دیدہ جفا۔ یعنی میں نے تجھ پر کوئی ظلم بھی نہیں کیا ہے۔ یکبارگی۔ دفعۃً قتل ہو جانا آسان ہوتا ہے۔ اے خنک روے تو۔ یعنی تجھ جیسے ظالم کا چہرہ۔ جنایت۔ ظلم، زیادتی۔ ملحد۔ بے دین۔ اے خدا۔ ایسے ظالم کو خدا ہی سزا دے سکتا ہے۔ مکافات۔ بدلہ۔ اوش۔ یعنی وہ ترک سوار اس بھاگنے والے کو۔ ہمچو باد۔ وہ تیز رو گھوڑے پر سوار تھا۔ باز۔ یعنی جب بھاگتے بھاگتے تھک جاتا تھا۔

[2] ممتلی۔ یعنی سیب کھانے سے اس کا پیٹ پُر تھا۔ کشید و کشاد۔ کھینچنا اور کھولنا یعنی پکڑ دھکڑ۔ صفرا۔ بدن کی چار خلطوں میں سے ایک خلط ہے۔ مار۔ قے میں سانپ بھی پیٹ میں سے نکلا۔ سجدہ آورد۔ تعظیم کے لئے اس کے سامنے سرنگوں ہو گیا۔ نکو کردار۔ یعنی بھلا انسان۔ سہم۔ سانپ کے ڈر سے چوٹ اور زخموں کی تکلیف بھول گیا۔ ولی نعمت۔ جو نعمتیں بخشے۔

اے مبارک ساعتے کہ دیدیم — مُردہ بودم[1] جانِ نو بخشیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا — میں مر چکا تھا، تو نے نئی زندگی بخشی

تو مرا جویاں مثالِ مادراں — مَن گریزاں از تو مانند خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنے والا ہے — میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا

خر گریزد از خداوند از خری — صاحبش درپے زنیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے — اُس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اُس کے درپے ہے

نزپئے سود و زیاں می جویدش — لیک تا گرگش ندرّد یا دَدش
وہ اُس کو نفع نقصان کے لئے نہیں ڈھونڈتا ہے — لیکن اسی وجہ سے) کہ اُس کو بھیڑیا درندہ نہ پھاڑ ڈالے

اے خنک آں راکہ بیند روئے تو — یا در افتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے — یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے

اے روانِ پاک بستودہ ترا — چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے — میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی

اے خداوند و شہنشاہ و امیر — مَن نگفتم جہل من گفت آں مگیر
اے آقا، اور شہنشاہ، اور سردار! — میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اُس پر دارو گیر نہ کر

شمۂ زیں[2] حال اگر دانستمے — گفتن بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اِس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا — تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال — گر مرا یک رمزی گفتی زحال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا — اگر تو واقعہ کا تھوڑا سا اشارہ بھی کر دیتا

لیک خامش کردہ می آشوفتی — خامشانہ برسرم می کوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا — خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا

شد سرم کالیوہ عقل از سَر بجست — خاصہ ایں سَر راکہ مغزش کمترست
میرا سر دیوانہ ہو گیا عقل سر میں سے بھاگ گئی — خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے

عفو کن اے خوبروئے خوب کار — آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کر دے — پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا، اُس سے درگذر کر

گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں — زہرۂ تو آب گشتے در زماں
اُس نے کہا اگر میں اُس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا — فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا

---

1. مردہ بودم۔ سانپ کاٹ لیتا اور میں مر جاتا۔ بخشدیم۔ تو مرا بخشیدی۔ خرگریزد۔ گدھے کے بھاگنے میں گدھے ہی کی ہلاکت ہے، اگر مالک نہ پکڑے گا تو گدھے کو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ پھاڑ کھائے گا۔ اے خنک۔ چونکہ تو اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ اے۔ نیک لوگ بھی تیری تعریفیں کرتے ہیں۔ ژاژ۔ جس کا ذکر پہلے اشعار میں آیا ہے۔ جہل من گفت۔ میری نادانی اس بکواس کا سبب بنی۔
2. زیں حال۔ یعنی میرے پیٹ میں سانپ گھس گیا ہے اور تو اسے نکالنے کی تدبیر کر رہا ہے۔ کالیوہ۔ احمق، بے عقل، دیوانہ۔ خاصہ۔ یعنی میں پہلے سے بے وقوف تھا، پٹنے سے اور بے عقل ہو گیا۔ اندر۔ زیادہ ہے۔ گفت۔ اس کی معذرتوں کے بعد سوار نے کہا۔ ازاں۔ یعنی سانپ کے پیٹ میں گھسنے کا واقعہ۔

گر ترا می گفتمے اوصافِ مار[1] ترس از جانت بر آوردے دمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا خوف تیری جان نکال دیتا

مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست شرحِ آں دشمن کہ درجانِ شماست
مصطفیٰ ؐ نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہہ دوں اُس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے

زہرہ ہائے پُر دلاں برہم دَرد نہ رود رہ نے غمِ کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے

نے دلش را تاب ماند در نیاز نے تنش را قوتِ صوم و نماز
نہ اُس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے نہ اُس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے

ہمچو موشے پیشِ گربہ لَا شود ہمچو برّہ پیشِ گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلّی کے سامنے معدوم ہو جائے اُس بکری کے بچے کیطرح جو بھیڑیے کے سامنے سے بھاگے

اندرو نے حیلہ ماند نے روش پس کنم نا گفتہ تاں من پرورش
اُس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں

ہمچو بوبکر ربابیؒ تن زنم[2] دست چوں داوٗدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابیؒ کی طرح میں خاموش رہتا ہوں ہاتھ سے (حضرت) داوٗد کیطرح لوہے کا کام کرتا ہوں

تا محال از دست من حالے شود مُرغِ پر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے پرنچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں

چوں یَدُاللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ بود دست مارا دست خود فرمود احد
جب کہ اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں پر ہوا تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا

پس مرا دست دراز آید یقیں برگذشتہ ز آسمانِ ہفتمیں
تو یقیناً میرا دراز ہاتھ ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا

دست من بنمود بر گردوں ہنر مقریا برخواں کہ اِنْشَقَّ الْقَمَرُ
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا اے قاری ''اِنْشَقَّ الْقَمَرُ'' پڑھ

ایں صفت ہم بہر ضعف عقلہاست باضعیفاں شرحِ قدرت کے رواست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟

---

[1] اوصاف مار۔ یعنی اس کی خوفناکی اور پیٹ میں گھسنا۔ دمار۔ ہلاکت۔ فرمود۔ اس کے بعد مولانا نے آنحضورﷺ کی زبانی جو کچھ کہا ہے، وہ کوئی مستقل حدیث نہیں ہے۔ دشمن۔ یعنی شیطان۔ زہرہ۔ پتا۔ پُردل۔ بہادر۔ نے دلش۔ بدحواسی طاری ہو جائے پھر نہ عاجزی کرنے کی طاقت رہے نہ روزہ نماز کی۔ ہمچو موشے۔ چوہا بلی کے سامنے، بکری کا بچہ بھیڑیے کے سامنے مردہ ہو جاتا ہے۔ لا۔ معدوم اور مردہ۔ برہ۔ بکری کا بچہ۔ ناگفتہ۔ یعنی شیطان کی مکر دہ دشمنی کی تفصیل کہے بغیر۔ بوبکر ربابیؒ۔ ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں جو چند سال بالکل خاموش رہے، یہ باتیں مولانا نے اپنی طرف سے کہی ہیں ورنہ یہ بزرگ تو آنحضورﷺ کے بہت بعد کے ہیں۔

[2] تن زدن۔ خاموش رہنا۔ دست در آہن زدن۔ لوہے کا کام کرنا، سخت کام کرنا۔ بال۔ پر۔ ید اللہ۔ جب حدیبیہ کے موقع پر آنحضورﷺ نے اپنا ہاتھ صحابہ کے ہاتھ پر رکھ کر بیعت لی تھی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ید الله فوق ایدیهم۔ ''ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' دست ما۔ یعنی اس آیت میں اللہ نے آنحضورﷺ کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا۔ احد۔ اللہ تعالیٰ۔ انشق القمر۔ چاند پھٹ گیا، شق القمر کا معجزہ آنحضورﷺ کی انگلی کے اشارے سے ظاہر ہوا تھا۔ ایں صفت۔ یعنی آنحضورﷺ کے ہاتھ کو اللہ کا ہاتھ کہنا۔

خود[1] بدانی چوں برآری سر ز خواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اُٹھائے گا
ختم شد وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابْ
(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے

گر ترا می گفتمے ایں ماجرا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا
آں دم از تو جانِ تو گشتے جدا
اُسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی

مر ترا نے قوتِ خوردن بدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی
نے رہ و پروائے قے کردن بدے
نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی

می شنیدم فحش و خر می راندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا
رَبِّ یَسِّرْ زیرِ لب می خواندم
آہستگی سے رَبِّ یَسِّرْ پڑھتا رہا

از سبب گفتن مرا دستور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے
ترکِ تو گفتن مرا مقدور نے
تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا

ہر زماں می گفتم از دردِ دروں
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا
اِهْدِ قَوْمِیْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ
(اے اللہ) میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ جانتے نہیں ہیں

سجدہا[2] می کرد آں رستہ ز رنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا
کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

از خدا یابی جزا ہائے شریف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا
قوت شکرت ندارد ایں ضعیف
اِس کمزوری میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے

شکرِ حق گوید ترا اے پیشوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا!
آں لب و چانہ ندارم واں نوا
میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں

دشمنی عاقلاں زیں ساں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے
زہرِ ایشاں ابتہاجِ جاں بود
اُن کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے

دوستی ابلہاں رنج و ضلال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے
ایں حکایت بشنو از بہر مثال
مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

اعتماد کردنِ شخصی بر تملق و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

---

[1] خود۔ قدرت کے راز قیامت میں کھلیں گے۔ گر ترا۔ یہاں تک کہ مولانا نے حدیث کے حوالہ سے بیان کیا اب اصل قصہ کی طرف رجوع کر کے سوار کی بابت نقل کرتے ہیں۔ نے رہ۔ نہ دوڑ سکتا تھا نہ قے کر سکتا۔ خر راندن۔ کام چلانا۔ رب یسر۔ خدا مشکل آسان کر دے۔ اھد قومی انھم لا یعلمون۔ میری قوم کو ہدایت کر دے وہ جانتے نہیں ہیں۔ یہ آنحضور ﷺ نے اس وقت دعا کی تھی جب طائف میں آپ کو دشمنوں نے ستایا تھا۔

[2] سجدہا۔ یعنی جب وہ سوار کی مہربانیوں کو سمجھ گیا تو تعظیم کے لئے سرنگوں ہو گیا۔ کاے۔ یعنی اور یہ کہتا تھا۔ چانہ۔ جبڑا۔ ندارم۔ یعنی میرا منہ تیری تعریف کے قابل نہیں ہے۔ دشمنی۔ مولانا نے اس قصہ میں یہ سمجھایا ہے کہ عقلمند کی دشمنی نادان کی دوستی سے بہتر ہے۔ ابتہاج۔ خوش ہونا۔ دوستی ابلہاں۔ اب مولانا بیوقوف کی دوستی کے ابتر ہونے پر قصہ سناتے ہیں۔ تملق۔ چاپلوسی۔ خرس۔ ریچھ۔

اژدہائے[1] خرس را در می کشید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا

شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک بہادر گیا اور اُس کی مدد کی

شیر مردانند در عالم مدد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں

آں زماں کا فغانِ مظلوماں رسد
اُس وقت جب کہ مظلوموں کی فریاد آئے

بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سنتے ہیں

آں طرف چوں رحمت حق می دوند
اُس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں

آں ستونہائے خللہائے جہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں

آں طبیبانِ مرضہائے نہاں
وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں

محض مہر و داوری و رحمت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں

ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
اللہ تعالیٰ کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

ایں چہ یاری میکنی یکبار گیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً

گوید از بہر غم و بیچارگیش
وہ کہے گا اُس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے

مہربانی شد شکارِ شیر مرد
بہادر کا شکار، مہربانی ہے

در جہاں دارو نہ جوید غیر درد
درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے

ہر کجا[2] دردے دوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے

ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں افلاس ہوتا ہے، سامان وہاں جاتا ہے

ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے

آبِ کم جو تشنگی آور بدست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر

تابجوشد آبت از بالا و پست
تاکہ اوپر نیچے تیرے لئے پانی جوش میں آئے

تَاسَقَا ھُمْ رَبُّھُمْ آید خطاب
تاکہ اُن کے رب نے ان کو سیراب کیا کا خطاب آئے

تشنہ باش اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابُ
پیاسا رہ، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

آبِ رحمت بایدت رَو پست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہئے؟ جا پست بن

وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
پھر رحمت کی شراب پی، مست بن

---

[1] اژدہا۔ بڑے اژدہے سانس کے ذریعہ جانور کو کھینچ کر کھا جاتے ہیں۔ شیر مرد۔ بہادر۔ شیر مردانند۔ بہادروں کا کام مدد کرنا ہے، یہ مولانا کا مقولہ ہے۔ بانگ۔ بہادروں کا کام یہ ہے کہ مظلوموں کی مدد کے لئے دوڑیں۔ خللہائے۔ یعنی ظلموں کے خلل۔ محض۔ بہادروں کی محبت بغیر کسی غرض اور رشوت کے ہوتی ہے۔ ایں چہ۔ یعنی اگر ان سے کوئی سوال کرے۔ گوید۔ بہادر جواب میں کہتا ہے۔ مہربانی۔ بہادروں کا مقصود مہربانی ہوتی ہے وہ مہربانی کرنے کی اس طرح جستجو کرتے ہیں جیسا کہ شکاری شکار کی۔

[2] ہر کجا۔ ہر چیز ایک محل چاہتی ہے، مہربانی کرنے کا موقع و محل بہادر ہے۔ درد۔ دوا کا محل درد ہے، بخشش و عطا کا محل فقیر ہے۔ پستی۔ پانی کا محل نشیب ہے، جواب کا محل اشکال اور سوال ہے۔ آب کم جو۔ پیاس پیدا کرو گے تو پانی ملے گا، پانی کی آمد کا محل پیاس ہے۔ سقاہم۔ جنتیوں کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے۔ آب رحمت۔ اپنے اندر پستی پیدا کرو، رحمت کے پانی کا محل بن جاؤ گے۔

رحمت[1] اندر رحمت آید تا بسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی

بر یکے رحمت فروما اے پسر
اے صاحب زادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر

چرخ را در زیرِ پا آر اے شجاع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا

بشنو از فوقِ فلک بانگِ سماع
آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے

پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال

تا بگوشت آید از گردوں خروش
تا کہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے

پاک کن دو چشم را از موئے عیب
غیب کے پڑوال سے دونوں آنکھوں کو صاف کر لے

تا بہ بینی باغ و سروستانِ غیب
تا کہ غیب کے سروستان اور باغ دیکھے

دفع کن از مغز و از بینی زکام
سر اور ناک سے زکام رفع کر

تا کہ ریحُ اللہ آید در مشام
تا کہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

ہیچ مگذار از تپ صفرا اثر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ

تا بیابی از جہاں طعم شکر
تا کہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے

داروئے مردی کن و عنّیں مپو
مردی کا علاج کر اور عنّیں (بنا ہوا) نہ بھاگا پھر

تا بروں آیند صدگوں خوبرُو
تا کہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں

کندۂ تن[2] رازِ پائے جاں بکن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے

تا کُند جولاں بگردِ آں چمن
تا کہ وہ اُس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے

غُلِ بخل از دست و گردوں دور کن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اُتار ڈال

بختِ نو دریاب از چرخِ کہن
پُرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے

ورنمی تانی بہ کعبہ لطف پر
اگر (خود) نہیں کر سکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر

عرضہ کن بیچارگی برچارہ گر
بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے

زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے

رحمتِ کلّی قوی تر دایہ ایست
عام رحمت بہت قوی دایہ ہے

دایۂ و مادر بہانہ جُو بود
انّا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں

تا کہ کے آں طفل اُو گریاں شود
تا کہ کب اس کا بچہ روئے؟

---

[1] رحمت۔ کسی ایک مقام پر نہ رکو، فضل بے پایاں کے طالب رہو۔ چرخ را۔ اس قدر مجاہدے کرو کہ آسمان قدم بوسی کرنے لگے پھر اسرارِ حق سن سکو گے۔ پنبہ وسواس۔ شیطانی اثر کا ازالہ کر کے اسرارِ حق سن سکو گے۔ پاک کن۔ چشم بصیرت کو وسواس کے پڑوال سے صاف کر لو تا کہ اسرارِ غیب دیکھ سکو۔ دفع کن۔ حواسِ باطنہ کو نفسانی خواہش سے صاف کر لو تب عالم غیب کی لذتوں سے مستفید ہو گے۔ صفرا۔ صفراوی بخار میں میٹھی چیز کڑوی لگتی ہے۔ عنّین۔ نامرد یعنی اعلیٰ صلاحیتیں پیدا کر دو تا کہ تم مظہر کمالات بن سکو۔ خوبرو۔ یعنی خوبصورت بچے۔

[2] کندہ تن۔ روح کے لئے جسم بمنزلہ بیڑی کے ہے۔ پہلے زمانے میں جبکہ جیل خانے نہ تھے، قیدی کا پاؤں لکڑی کے بڑے کندے میں پھنسا کر ڈال دیا جاتا تھا، وہ پھر چل پھر نہ سکتا تھا۔ غل۔ پیر کی بیڑی بھی نکال اور گردن اور ہاتھ کی بیڑیاں بھی اتار پھینک، پھر نیا نصیبہ حاصل ہو گا۔ کعبہ لطف۔ مہربانی کا قبلہ یعنی شیخ۔ چارہ گر۔ شیخ۔ زاری۔ خدا کی رحمت کو متوجہ کرنے کا سب سے قوی سبب انسان کی گریہ وزاری ہے۔ دایہ۔ انا اور اماں دودھ پلانے کا بہانہ ڈھونڈتی ہیں اسی طرح اللہ کی رحمت ہے۔ شعر۔ رحمت حق بہانہ می جوید۔ رحمت حق بہانی جوید۔

طفل حاجاتِ[1] شما را آفرید
(اللہ تعالیٰ) نے تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا

تا بنالید و شود شیرش پدید
تاکہ تم روؤ اور اُس کا دودھ پیدا ہو

گفت اُدْعُو اللّٰہ بے زاری مباش
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ

تا بجوشد شیرہائے مہر ہاش
تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں

ہائے و ہوئے باد شیر افشانِ ابر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زناٹے

در غم ما اندیک ساعت تو صبر
ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کر لے

فِی السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ نشنیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے، تو نے نہیں سنا؟

اندریں پستی چہ برچسفیدۂ
پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

ترس و نومیدیت داں آوازِ غول
اپنے خوف اور نا امیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ

می کشد گوشِ تو تا قعرِ سفول
جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

ہر ندائے کاں تُرا بالا کشد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے

آں ندائے داں کہ از بالا رسد
سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے

ہر ندائے کاں تُرا حرص آورد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے

بانگ گرگے[2] داں کہ اُو مردم درد
بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے

ایں بلندی نیست از روئے مکاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے

ایں بلندیہاست سوئے عقل و جاں
یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں

ہر سبب بالا تر آمد از اثر
ہر سبب نتیجہ سے بلند ہے

سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
پتھر اور لوہا، چنگاری سے بلند ہے

آں فلانے[3] فوقِ آں سرکش نشست
وہ فلاں اُس متکبر سے اونچا بیٹھا

گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے

فوقی آنجاست از روئے شرف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے

جائے دور از صدر باشد مستخف
صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے

---

1. طفل حاجات۔ اللہ نے انسان کے پیچھے ضرورتیں لگادی ہیں جن کی بدولت انسان گریہ وزاری کرتا ہے تو گویا وہ ضرورتیں بمنزلہ بچہ کے ہیں۔ پستی۔ یعنی صرف رزق کے ظاہری اسباب کے لئے سرگردانی۔ ترس۔ اللہ کے کاموں میں لگنے کی وجہ سے رزق میں کمی کا اندیشہ شیطانی وسوسہ ہے الشیطان یعدکم الفقر شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا ہے، قرآن میں وارد ہوا ہے۔ قعر سفول۔ یعنی دنیاوی انہماک۔ ہر ندائے۔ جس طرف سے آواز آتی ہے، انسان اس طرف متوجہ ہوتا ہے۔
2. گرگ۔ یعنی شیطان جو بنی آدم کو تباہ کرنا چاہتا ہے۔ ایں بلندی۔ پہلے شعر میں لفظ بالا بمعنی بلندی اور فوقیت بولا تھا، اب بلندی اور فوقیت کی قسمیں سمجھاتے ہیں، فرماتے ہیں کبھی بلندی اور پستی مکان کے اعتبار سے ہوتی ہے وہ یہاں مراد نہیں بلکہ روحانی اور عقلی فوقیت اور بلندی مراد ہے۔ ہر سبب۔ سبب کو نتیجہ پر فوقیت حاصل ہے چنانچہ چقماق جو کہ لوہے اور پتھر سے ملا کر بنایا جاتا ہے وہ سبب ہے اور اس سے جو آگ نکلی ہے وہ نتیجہ ہے، اس اعتبار سے چقماق کو آگ کی چنگاریوں پر فوقیت حاصل ہے لیکن یہ فوقیت اور برتری مکانی نہیں ہے۔
3. آں فلانے۔ ایک انسان کو دوسرے سے بلند جگہ پر مانا جاتا ہے حالانکہ وہ ایک جگہ بیٹھے ہیں تو یہ بلندی بھی مکانی نہیں ہے بلکہ رتبہ کی ہے۔ آنجا۔ یہ پہلے شعر والی فوقیت۔ جائے دور۔ صدر مجلس اگر نیچی جگہ پر بیٹھا ہوا ہو لیکن اس جگہ کو فوقیت حاصل ہے۔

سنگ و آہن[1] زیں جہت کہ سابق است
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں

در عمل فوقی ایں دو لائق ست
عمل میں اِن دونوں کی فوقیت مناسب ہے

واں شرر از روئے مقصودیِ خویش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے

زآہن و سنگست زیں رو بیش بیش
اِس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں

سنگ و آہن اوّل و پایاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں

لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں

کاں شرر کاندر زماں واپس ترست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں

در صفت از سنگ و آہن برترست
پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں

در زماں شاخ از ثمر سابق ترست
شاخ، زمانہ میں پھل سے پہلے ہے

در ہنر از شاخِ اُو فائق ترست
خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے

چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے

پس ثمر اوّل بود آخر شجر
اس لئے پھل پہلے، درخت پیچھے ہوا

سوئے خرس واژدہا گردیم باز
ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں

زانکہ طولے دارد اِضمار[2] و مجاز
کیونکہ اِضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا
ریچھ نے جب اژدہے کی وجہ سے واویلا کی

شیر مردے کرد از چنگش رہا
بہادر مرد نے اُس کو اُس کے پنجے سے چھڑا دیا

حیلت و مردی بہم دادند پشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی

اژدہا را اُو بدیں حیلہ بکشت
اس تدبیر سے اُس نے اژدھے کو مار ڈالا

اژدہا را اُو بدیں حیلہ بہ بست
اژدھے کو اُس نے اِس تدبیر سے باندھ دیا

تا کہ آں خرس از ہلاکِ تن برست
یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست
اژدھے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے

لیک فوقِ حیلۂ توحیلہ ایست
لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے

ماکراں بسیار لیکن در کمیں
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں

ما کِرُ اُو داں وَ ھُوَ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن
اس تدبیر کرنے والے کو سمجھ اور وہ تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے

---

[1] سنگ و آہن۔ ایک چیز میں ایک اعتبار سے فوقیت ہوتی ہے دوسرے اعتبار سے پستی، چقماق سبب ہونے کی وجہ سے آگ پر فوقیت رکھتا ہے لیکن آگ مقصود ہونے کی وجہ سے اس پر فوقیت رکھتی ہے۔ ہر دو تن۔ پتھر اور لوہا بمنزلہ جسم سمجھو اور آگ کو بمنزلہ روح کے۔ کاں شرر۔ چنگاریاں بعد میں وجود میں آتی ہیں، چقماق کو تقدم اور شرف زمانی ہے لیکن آگ مقصود ہے لہٰذا اس کو تقدم اور شرف کا رتبہ حاصل ہے۔ در زماں۔ شاخ کو پھل پر تقدم زمانی حاصل ہے لیکن شرف میں پھل مقدم ہے۔ اول۔ یعنی رتبہ کے اعتبار سے۔ سوئے خرس۔ یعنی ریچھ اور اژدہے کا قصہ۔

[2] اضمار۔ دل میں چھپانا، امر معنوی، فوقیت معنویہ۔ مجاز۔ فوقیت مجازی۔ حیلت۔ حیلہ، تدبیر۔ مردی۔ بہادری۔ پشت دادن۔ مدد کرنا۔ اژدہا را۔ اژدہے میں طاقت تو تھی تدبیر نہ تھی۔ بہادر میں طاقت اور تدبیر دونوں تھیں، اس لئے بہادر اژدہے پر غالب آ گیا۔ لیک۔ انسان کو اپنی تدبیر پر گھمنڈ نہ چاہئے کیونکہ خدا کی تدبیر تمہاری تدبیر سے زیادہ قوی ہے۔ قرآن پاک میں ہے وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْن۔

حیلۂ خود[1] را چو دیدی باز رَو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے، واپس لوٹ

کز کجا آمد سُوئے آغاز رَو
کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ

ہرچہ درپستی ست آمد از عُلا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے (آیا ہے)

چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ

روشنی بخشد نظر اندر عُلا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے

گرچہ اوّل خیرگی آرد بلا
اگرچہ آزمائش ابتدا تاریکی پیدا کر دیتی ہے

چشم را در روشنائی خوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال

گر نۂ خفاشی نظر آں سوئے کن
اگر تو چمگادڑ نہیں ہے اُس طرف دیکھ

عاقبت بینی نشانِ نورِ تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے

شہوتِ حالی حجابِ سور تست
موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے

عاقبت بینے کہ صد بازی بدید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں

مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
اُس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سنا ہے

زاں[2] یکے بازی چناں مغرور شُد
ایک کھیل کی وجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا

کز تکبّر ز اوستاداں دور شد
کہ تکبر کی وجہ سے اُستادوں سے دور ہو گیا

سامری وار آں ہُنر در خود چو دید
سامری کی طرح جب اس نے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا

او ز موسیٰؑ از تکبر سَر کشید
اُس نے موسیٰؑ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی

او ز موسیٰؑ آں ہُنر آموختہ
اُس نے وہ ہنر موسیٰؑ سے سیکھا ہے

وز مُعلم چشم را بر دوختہ
اور اُستاد سے، آنکھ بند کر لی

لَا جَرم موسیٰؑ دگر بازی نمود[3]
لا محالہ موسیٰؑ نے دوسرا کھیل دکھایا

تا کہ آں بازیِ او جانش ربود
یہاں تک کہ وہ کھیل اُس کی جان لے گیا

اے بسا دانش کہ اندر سر دَوَد
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں

تا شود سَرور بداں خود سَر رَوَد
تا کہ اُنکی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے

---

1. حیلہ خود۔ اپنی تدبیر کو بھی خدا کی عطا کردہ سمجھو۔ ہر چہ۔ صرف انسان کی تدبیر ہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر چیز خدا کی عطا کردہ ہے۔ پستی۔ عالم دنیا۔ علا۔ عالم آخرت۔ روشنی۔ مصائب میں پھنس کر ذاتِ حق سے غفلت ہوتی ہے لیکن جب انسان اس کو منجانب اللہ سمجھ لیتا ہے تو غم کا ازالہ بھی ہو جاتا ہے۔ چشم را۔ آنکھ کو نورِ معرفت کا عادی بنانا چاہئے۔ خفاش۔ چمگادڑ نور سے گھبراتی ہے۔ عاقبت۔ جس شخص کو نورِ معرفت حاصل ہو جاتا ہے وہ انجام پر نظر رکھتا ہے، فوری شہوتیں پوری کرنے سے آخرت کی خوشیاں معدوم ہو جاتی ہیں۔ عاقبت بیں۔ شیخ قدرت کے صدہا جلوے دیکھتا ہے۔
2. زاں۔ انتہائی بیوقوفی ہے کہ قدرت کا معمولی کرشمہ دیکھ کر اپنے آپ کو کامل شیوخ سے مستغنی سمجھ لیا جائے۔ سامری۔ بنی اسرائیل کا ایک شخص ہے جس نے دریائے نیل عبور کرتے ہوئے ایک فرشتے کے گھوڑے کی یہ تاثیر دیکھی کہ جہاں اس کا قدم پڑتا تھا، سبزہ اگ جاتا تھا اور زندگی کے آثار نمودار ہو جاتے تھے، اس نے اس مٹی سے یہ کام لیا کہ حضرت موسیٰ جب کوہِ طور پر گئے ہوئے تھے تو اس نے چاندی سونے کا ایک بچھڑا بنا کر اس میں وہ مٹی ڈال دی جس سے اس میں زندگی کے آثار پیدا ہو گئے اور قوم کو اس کی پرستش پر لگا دیا اور حضرت موسیٰ کا مقابلہ کرنے لگا۔
3. دگر بازی نمود۔ حضرت موسیٰ نے بددعا کی تو اس کا یہ حال ہو گیا کہ کسی کے جسم سے اس کا جسم مل جائے تو اس کو بخار چڑھ جائے۔ اے بسا۔ انسان بھلائی کے لئے تدبیر کرتا ہے، وہی اس کی ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

سر نخواہی[1] کہ رَوَد تو پائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (ہمہ تن) پاؤں بن جا

در پناہِ قطب صاحب رائے باش
(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آجا

گرچہ شاہی خویش فوقِ اُو مبیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اُس سے بالا نہ سمجھ

گرچہ شہدی جز نباتِ او مچیں
اگرچہ تو شہد ہو اُس کی شکر کے علاوہ نہ چن

فکر تو نقش ست و فکر اُوست جاں
تیرا فکر تصویر ہے، اور اُس کا فکر جان ہے

نقد تو قلب ست نقد اُوست کاں
تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اُس کا نقد کان ہے

اُو توئی خود را بجو در اُوئے اُو
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اُس کی ہستی میں تلاش کر

کو و کو گو فاختہ شو سوئے اُو
اِس کے لئے فاختہ بن اور کو کو کہتا رہ

ور نخواہی خدمت ابنائے جنس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے

در دہانِ اژدہائی ہمچو خرس
تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

ور ترش می آیدت قند رضا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے

ہمچو خرسی در دہانِ اژدہا
تو تو ریچھ کی طرح اژدہے کے منہ میں ہے

بوکہ[2] اُستادے رہاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے

و ز خطر بیروں کشاند مر ترا
اور خطرے سے تجھے نکال لے

زاریِ میکن چو زورت نیست ہین
خبردار، اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر

چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
تو چونکہ اندھا ہے، راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر

تو کم از خرسی نمی نالی ز درد
تو ریچھ سے بھی گیا گذرا ہے، درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے

خرس رست از درد چوں فریاد کرد
ریچھ نے درد سے نجات پا لی جب فریاد کی

اے خدا ایں سنگدل را موم کن
اے خدا! اس سنگدل کو موم کر دے

نالۂ اُو را خوش و مرحوم کن
اُس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

گفتن نابینائے سائل با مردم کہ من دو کوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت اَلاماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا، پناہ بخدا

من دو کوری دارم اے اہل زماں
میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں اے دنیا والو!

---

[1] سرنخواہی۔ اس ہلاکت سے بچنے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ اپنے آپ کو شیخ کامل کے سپرد کر دو۔ گرچہ۔ مرید کو خواہ کتنے ہی کمالات حاصل ہو جائیں، اس کے لئے شیخ کا اتباع ضروری ہے۔ فکر تو۔ بغیر جان کا ڈھانچہ بیکار ہے۔ او توئی۔ یعنی شیخ سے اپنے آپ کو بالکل متحد کر دو۔ اوئے اُو۔ وجودِ اُو۔ کوکو۔ فاختہ کی آواز ہے جس کا مطلب ہے کہاں ہے کہاں ہے یعنی وہ اپنے محبوب کو تلاش کرتی اور پکارتی ہے۔ ابنائے جنس۔ انسان اس دھوکے میں تباہ ہوتا ہے کہ اپنے جیسے انسان کو شیخ کیسے بنالے۔ ور ترش۔ شیخ کی رضامندی بمنزلہ شکر کے ہے۔

[2] بوکہ۔ اگر تم شیخ کا دامن پکڑے رہو گے تو تمہیں وساوس کی ہلاکت سے نجات مل جائے گی۔ زاری۔ اگر تم میں خود صلاحیت نہیں ہے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرو وہ کسی شیخ کی رہبری کر دے گا پھر اس کا اتباع کر لینا۔ از درد۔ ریچھ چیخا چلایا تو بہادر اس کی مدد کو پہنچا۔ اے خدا۔ چونکہ شیخ کی نافرمانی ہلاکت کا باعث ہے تو ایسے مرید کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ خدا اس کو رونے کی توفیق دے اور اس کا رونا مقبول ہو۔ گفتن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر قول اور نالہ میں درد ہوتا ہے تو قابل رحم ہوتا ہے۔ دو کوری۔ یعنی آنکھ کا اندھا پن اور آواز کا بھدا پن۔

پس دوبارہ[1] رحمتم آرید ہاں
مجھ پر ضرور دو گنا رحم کرو
چوں دو کوری دارم و من درمیاں
چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں

از تعجب مرد ماں گفتند لیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا، لیکن
ایں دو کوری را بیاں کن نیک نیک
اس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا

زانکہ یک کوریت می بینیم ما
اس لئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں
آں دگر کوری چہ باشد وانما
وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے، ظاہر کر

گفت زشت آوازم و ناخوش نوا
بولا، میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں
زشت آوازی و کوری شد دو تا
آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہو گیا

بانگ زشتم مایۂ غم می شود
میری بری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے
مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے

زشت آوازم بہر جا کہ رود
میری بری آواز جہاں بھی جاتی ہے
مایۂ خشم و غم و کیں می شود
غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

بر دو کوری رحم را دوتا کنید
دہرے اندھے پن پر دوگنا رحم کرو
ایں چنیں ناگنج را گنجا کنید
ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانے والا بنا دو

زشتی آوا زکم شد زیں گلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اسکی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا
خلق شد بروے برحمت یکدلہ
لوگ اس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے

کرد نیکو چوں بگفت او راز را
جب اس نے راز بتایا، تو بھلا بنا دیا
لطف آوازِ دلش[2] آواز را
اس کے دل کی آواز نے (اس کی) آواز کو

وانکہ آوازِ دلش ہم بد بود
جس کے دل کی آواز بھی بری ہو
آں سہ کوری زشتی سرمد بود
وہ تہرا اندھا پن، ہمیشہ کی برائی ہو گی

لیک وہاباں کہ بے علت دہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں
بو کہ دستے بر سرِ زشتش نہند
ہو سکتا ہے کہ اس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں

چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد
چونکہ اس کی آواز اچھی اور قابل رحم بن گئی
زو دلِ سنگیں دلاں چوں موم شد
اس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے

---

[1] دوبارہ۔ مکرر۔ نیک نیک خوب اچھی طرح۔ وانما۔ ظاہر کر۔ زشت آوازی۔ آواز کا بھدا پن بھی محرومی کا سبب ہے اس لئے اس کو اندھا پن کہا ہے۔ بانگ زشتم۔ بھدی آواز سے ناگواری ہوتی ہے۔ مہر۔ مہربانی۔ کیں۔ کینہ۔ ناگنج۔ وہ شخص جس کے لئے کہیں گنجائش نہ ہو۔ گنجا۔ سمائی کے قابل۔ کم شد۔ آواز کا بھدا پن تو کم نہ ہوا تھا لیکن چونکہ جذبہ دل نے بات کہی لوگوں کو رحم آ گیا۔ یکدلہ۔ ایک دل والا، آخر میں ہا نسبت کے لئے ہے جیسے یکسالہ۔

[2] آواز دل۔ چونکہ شکوہ دردمند دل سے کیا لہٰذا اس کا اثر ہوا۔ وانکہ۔ جس کی آنکھ بھی اندھی ہو اور آواز بھی بھدی پھر جذبہ دل بھی شکوے میں نہ ہو تو اس میں تین اندھے پن جمع ہو جاتے ہیں۔ سرمد۔ لازوال۔ لیک۔ اس تین قسم کے اندھے کو مایوس نہ ہونا چاہیے۔ بے علت۔ وہ لوگ جو بلا کسی ذاتی غرض اور وجہ کے عطا کرتے ہیں۔ خوش۔ خوشگوار۔ مرحوم۔ قابل رحم۔ سنگیں دلاں۔ پتھر جیسے دل والے، رحم دلوں کا موم ہونا تو ظاہر ہے۔

نالۂ کافر[1] چوزشت است و شہیق ۔۔۔ زاں نمی گردد اِجابت را رفیق

کافر کا نالہ چونکہ برا اور گدھے کی آواز جیسا ہوتا ہے ۔۔۔ اِس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے

اَخسئوا برزِشت آواز آمدست ۔۔۔ کوز خونِ خلق چوں سگ بود مست

"دور ہٹو" بھدی آواز پر آیا ہے ۔۔۔ کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا

چونکہ نالۂ خرس رحمت کش بود ۔۔۔ نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود

جب کہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو ۔۔۔ تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) نا پسندیدہ ہے

دانکہ با یوسفؑ تو گرگی کردۂ ۔۔۔ یا ز خونِ بیگناہے خوردۂ

سمجھ لے کہ تو نے یوسفؑ کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے ۔۔۔ یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے

توبہ کن و ز خوردہ استفراغ کن ۔۔۔ ور جراحت کہنہ شد رو داغ[2] کن

توبہ کر، اور کھایا ہوا اُگل دے ۔۔۔ اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا، داغ دے

باز گرد از گرگی اے روباہ پیر ۔۔۔ نصرت از حق می طلب نعم النصیر

اے بوڑھی لومڑی، بھیڑیا پن چھوڑ دے ۔۔۔ اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مدد گار ہے

تتمۂ حکایت خرس وآں ابلہ کہ بروفائے خرس اِعتماد کردہ بود

ریچھ اور اُس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید ۔۔۔ واں کرم زاں مردِ مردانہ بدید

ریچھ، جب اژدھے سے نجات پا گیا ۔۔۔ اور اُس نے اُس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا

چوں سگ اصحابِ کہف آں خرس زار ۔۔۔ شد ملازم دَرپئے آں یارِ غار

(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کتے کی طرح ۔۔۔ اُس یار غار کا ساتھی بن گیا

آں مسلماں سر نہاد از خستگی ۔۔۔ خرس حارِس گشت از دل بستگی

تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا ۔۔۔ تعلق خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا

آں یکے بگذشت و گفتش حال چیست ۔۔۔ اے برادر مر ترا ایں خرس کیست

ایک شخص وہاں سے گذرا اور اُس نے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟ ۔۔۔ اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟

قصۂ وا گفت و حدیث اژدہا ۔۔۔ گفت برخر سے منہ دل اَبلہا

اُس نے وہ قصہ اور اژدہے کی بات سب سنائی ۔۔۔ اُس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا

نالہ کافر۔ چونکہ وہ دردِدل سے خالی ہے لہٰذا مردود ہے۔ شہیق۔ گدھے کی بھاری آواز کو جو ابتدائی ہوتی ہے زفیر، اور آخری ہلکی آواز کو شہیق کہا جاتا ہے۔ اجابت۔ قبولیت۔ اخسئو۔ قرآن پاک میں ہے اخسئوا فیھا و لا تکلمون دور ہو اسی میں پڑے رہو، مجھ سے کلام نہ کرو، یہ کفار سے اس وقت کہا جائے گا جب وہ جہنم سے نکلنے کے لئے واویلا کریں گے۔ ناخوش بود۔ یعنی اس نالہ کے ناپسندیدہ ہونے کی دلیل ہے۔ دانکہ۔ یعنی قبول نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے حقوق النفس یا حقوق العباد کو تلف کیا ہے۔ استفراغ۔ قے، یعنی حقوق کی ادائگی کر دے۔

داغ۔ زخم کا آخری علاج داغ دینا تھا۔ روباہ۔ پیر، یعنی وہ شخص جس کی ساری عمر مکاری میں گذری ہے۔ نعم النصیر۔ بہترین مددگار۔ وارہیدن۔ چھوٹ جانا۔ سگ۔ اصحابِ کہف کا کتا نیکی میں ضرب المثل ہے۔ یارِ غار۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجرت کے وقت آنحضورﷺ کا ساتھ دیا اور تین دن حضور کے ساتھ غارِ ثور میں گذارے لہٰذا ان کو یارِ غار کہا جاتا ہے پھر ہر مخلص کو یارِ غار کہہ دیا جاتا ہے۔ حارس۔ نگہبان۔ واگفتن۔ واضح طور پر کہنا۔ حدیث۔ قصہ۔ منہ دل۔ دل نہ لگا۔ ابلہا۔ اے ابلہ۔

دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست
بیوقوف کی دوستی، دشمنی سے بدتر ہے
گفت واللہ از حسودی گفت ایں
اُس نے کہا، خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے
گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است
اُس نے کہا، بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے
ہی بیا بامن براں ایں خرس را
خبردار، میرے ساتھ آجا، اِس ریچھ کو بھگا دے
گفت رَو رَو کارِ خود کن اے حسود
اُس نے کہا، اے حاسد جا جا اپنا کام کر
من کم از خرسے نباشم اے شریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہوں گا
بر تو دل می لرزدم زاندیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے
ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا
مُومنم یَنظُرُ بِنُورِ اللہ شُدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے
ایں ہمہ گفت و بگوشش دَر برفت
اُس نے یہ سب کچھ کہا اور اُس کے کان میں نہ گیا
دست وے بگرفت و دست از وے کشید
اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑا اُس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا
گفت رَو برمن تو غمخوارہ مباش
اُس نے کہا، جا تو میرا غم نہ کھا
باز گفتش من عدوّے تو نیم
اُس نے پھر کہا، میں تیرا دشمن نہیں ہوں

اُو بہر حیلہ کہ دانی راندنی[1] ست
لیکن ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے
ورنہ خرس چہ انگری ایں مہربیں
ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے، اِس محبت کو دیکھ
ایں حسودی من از مہرش بہ است
میرا یہ حسد کرنا اُس کی محبت سے بہتر ہے
خرس رامگویں مہل ہم جنس را
ریچھ کو پسند نہ کر، ہم جنس کو نہ چھوڑ
گفت کارم ایں بد و بخت نبود
اُس نے کہا میرا کام یہی تھا، اور تیرے نصیب میں نہ تھا
ترکِ اُوکن تامنت باشم حریف
اُس کو چھوڑ دے، تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں
باچنیں خرسے مرو در بیشۂ
ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا
نورِ حق ست ایں نہ دعویٰ[2] و نہ لاف
یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کیوجہ) سے ہے یہ نہ ادعا ہے نہ بکواس
ہاں و ہاں بگریز ازیں آتشکدہ
خبردار خبردار، اِس آگ کی بھٹی سے بھاگ
بد گمانی مَرد را سُدّیست زفت
انسان کے لئے بدگمانی بڑا بندھ ہے
گفت رفتم چوں نۂ یارِ رشید
اُس نے کہا جب کہ سیدھا ہونے والا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں
بو الفضولا معرفت کمتر تراش
اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر
لطف بینی گر بیائی در پیم
اگر میرے پیچھے (پیچھے) آجائے گا لطف (وحبت) دیکھے گا

---

[1] راندنی۔ یعنی ہر تدبیر سے ریچھ سے پیچھا چھڑا لینا چاہئے۔ انگری۔ الف زیادہ ہے۔ عشوہ دہ۔ فریب دینے والا۔ ایں خسودی۔ یعنی اگر بالفرض میں نے حسد سے بھی یہ بات کہی ہے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ ہم جنس۔ یعنی مجھے۔ بخت نبود۔ میرا کام نصیحت کرنا تھا تیرے نصیب میں قبول کرنا نہ تھا۔ حریف۔ دوست، ساتھی، بالمقابل۔ بیشہ۔ جنگل۔ گزاف۔ لغو، بیہودہ۔ نور حق۔ یعنی یہ میری الہامی بات ہے۔

[2] دعویٰ۔ یعنی خواہ مخواہ دعویٰ نہیں کر رہا ہوں۔ لاف۔ شیخی بگھارنا۔ ینظر۔ حدیث میں المومن ینظر بنور اللہ مومن خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔ آتشکدہ۔ یعنی ریچھ کی دوستی۔ سد۔ بندھ۔ زفت۔ بھاری، موٹا۔ بگرفت۔ یعنی نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے کا ہاتھ پکڑا لیکن اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا۔ معرفت۔ یعنی خدا رسیدہ ہونا۔ باز گفتش۔ اس نصیحت کرنے والے نے ریچھ والے سے پھر کہا۔

گفت خوابستم[1] مرا بگذار و رَو
اُس نے کہا، مجھے نیند آ رہی ہے، مجھے چھوڑ اور جا
گفت آخر یار را منقاد شو
اُس نے کہا، آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

تا بخسپی در پناہِ عاقلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے
در جوارِ دوستے صاحبدلے
ایک صاحبدل دوست کے قریب

در خیال افتاد مَرد از جد اُو
اُس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا
خشمگیں شد زو بگردانید رُو
غضبناک ہو گیا، اُس سے منہ پھیر لیا

کیں مگر قصد من آمد خونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے
یا طمع دارد گدائی و تونی ست
یا لالچ کرتا ہے، بھک منگا اور چور ہے

یا گرو بست ست بایاراں بدیں
یا اُس نے دوستوں سے اِس پر شرط باندھی ہے
کہ بتر ساند مرا از ہمنشیں
کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا

یا حسد دارد از مہر یارِ من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے
کاینچنیں جد میکند در کارِ من
کہ میرے معاملہ میں اِس قدر اصرار کر رہا ہے

خود نیامد ہیچ از خبث سَرش
اُس کی بدماغی سے نہ آیا
یک گمانِ نیک اندر خاطرش
کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں

ظن نیکش جملگی برخرس بود
اُس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا
او مگر آں خرس راہم جنس بود
شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا

بد گمان و ابلہ و نا اہل بود
بد گمان اور بے وقوف اور نا اہل تھا
وز شقاوت اُو مطیع[2] جہل بود
بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا

بدرگ و خودرائی و بدبخت ابد
بد سرشت اور خود سر اور ہمیشہ کا بدبخت
گمرہ و مغرور و کور و خوار و رَد
گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود

خرس رابگزیدہ بر صاحب کمال
ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی
رُوسیہ حاصل تبہ فاسد خیال
رُو سیاہ، بد انجام گندے خیال والا

عاقلے را از سگی تہمت نہاد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری
خرس را دانست اہل مہر و داد
ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

گفتنِ موسیٰؑ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی وحزم کجارفت

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں گئی

---

1 خوابستم۔ مرا خواب ست۔ منقاد۔ مطیع، فرمانبردار۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ جد۔ اصرار۔ قصد من۔ یعنی میری جان لینے کا ارادہ۔ تونی۔ بھنگی، چور، دغاباز یعنی میری خدمت کر کے کچھ کمانا چاہتا ہے۔ گرو بست۔ اس نے شرط باندھی ہے۔ ہمنشیں۔ یعنی ریچھ۔ یارِ من۔ یعنی ریچھ۔ خود۔ یعنی چونکہ بد دماغ تھا نصیحت کرنے والے کے بارے میں کوئی بھلا خیال اس کے دل میں نہ آیا۔ اُو مگر۔ یعنی ریچھ جیسی فطرت کا تھا۔

2 مطیع۔ فرمانبردار۔ بدرگ۔ بدسرشت۔ خودرائی۔ کسی کا کہنا نہ ماننے والا۔ بدبخت ابد۔ ازلی شقی۔ رد۔ مردود۔ حاصل تبہ۔ بدانجام۔ عاقلے۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ داد۔ انصاف۔ گفتن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بچھڑے کے پجاری کو سیدھا راستہ نظر نہ آیا۔

گفت موسیٰؑ باکیے مست خیال — کاے بد اندیش از شقاوت[1] در ضلال

(حضرت) موسیٰؑ نے ایک وہمی سے فرمایا — کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!

صد گمانت بود در پیغمبریم — باچنیں برہان و ایں خلق کریم

تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے — ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے

صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن — صد خیالت می فزودو شک و ظن

تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے — (لیکن) تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں تھیں

از خیال و وسوسہ تنگ آمدی — طعن بر پیغمبریم می زدی

تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا — میری پیغمبر پر تو نے طعنہ زنی کی

گرد از دریا بر آوردم عیاں — تا رہیدید از شرِ فرعونیاں

میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اُڑا دی — یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے

ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید — وز دُعایم[2] جوئے از سنگے دوید

چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا — میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہہ پڑی

چوب شد در دست من نر اژدہا — آب خوں شد بر عدوّے نا سزا

میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی — نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا

شد عصا مار و کفم شد آفتاب — آفتاب از عکس رُویم شد شہاب

لاٹھی سانپ بنی، اور میری ہتھیلی سورج بنی — سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بن گیا

این و صد چندین و چندیں گرم و سرد — از تو اے سرداں توہم کم نہ کرد

ایسے اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے — اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا

بانگ زد گوسالۂ از جادوئی — سجدہ کر دی کہ خدائے من توئی

جادو گری سے بچھڑا بولا — تو نے سجدہ کیا، کہ میرا خدا تو ہے

آں توہمات را سیلاب بُرد — زیرکی باروت را خواب بُرد

تیری ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا — تیری لا یعنی ذہانت سو گئی

چوں نبودی بدگماں در حق او — چوں نہادی سَر چناں اے زشت رُو

تو اُس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟ — اے بدصورت! تو نے اِس طرح کیوں سر دھر دیا؟

---

[1] شقاوت۔ بدبختی۔ ضلال۔ گمراہی۔ صدگماں۔ سینکڑوں شبہات۔ برہان۔ دلیل۔ شک۔ یعنی پیغمبری میں شک وشبہ۔ گرد برآوردن۔ ہلاک کر دینا، خاک اڑانا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب دریائے نیل کو پار کیا تو بطور معجزہ راستہ بالکل خشک ہو گیا تھا۔ فرعونیاں۔ فرعون کا لشکر بنی اسرائیل کو گرفتار نہ کر سکا تھا۔ ز آسماں۔ میدان تیہ میں بنی اسرائیل پر چالیس سال تک آسمان سے من وسلویٰ اترتا رہا۔

[2] وز دعایم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے تھے۔ چوب۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی۔ کفم۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا کا معجزہ حاصل تھا۔ شہاب۔ یعنی سورج کی حیثیت گھٹ گئی۔ گرم وسرد۔ مختلف اقسام۔ سرد۔ جامد طبع، بیوقوف۔ بانگ زد۔ سامری نے جو بچھڑا بنایا تھا وہ بولنے لگا تھا۔ جادوئی۔ جادوگری۔ توہمات۔ پیغمبری کے سلسلہ میں جو شکوک تھے وہ بچھڑے کی خدائی میں نہ پیدا ہوئے۔ در حق او۔ بچھڑے کی خدائی۔

چوں خیالت نامد از تزویر[1] او
تجھے اُس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟
وز فسادِ سحر احمق گیر اُو
اور اُس کے احمقوں کو پھنسانے والے جادو کا

سامری خود کہ باشد اے مہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟
کہ خدائے بر تراشد در جہاں
کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے

چوں دریں تزویر اُو یک دل شدی
تو جب تو اُس کے اِس مکاری سے مطمئن ہو گیا
وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
اور تمام اِشکلات سے خالی ہو گیا

گاؤ می شاید خدائی را بلاف
بکواس ہے، بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟
در رسولی ام توچوں کر دی خلاف
میرے رسول ہونے میں تو نے کیوں خلاف کیا؟

پیش گاوے سجدہ کر دی از خری
گدھے پن سے تو نے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا
گشت عقلت صید سحر سامری
تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہو گئی

چشم دُزدیدی زنورِ ذوالجلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں
اینت[2] جہل وافرو عین ضلال
عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے

شہ براں عقل و گزینش کہ تر است
تیری عقل اور اُس کے انتخاب پر جو تو نے کیا، تف ہے
چوں تو کانِ جہل را کشتن سزاست
تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے

گاوِ زرّیں بانگ کرد آخر چہ گفت
سونے کا بچھڑا بولا، آخر کیا کہا؟
کاحمقاں را اینہمہ رغبت شگفت
کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے

زاں عجب تر دیدہٴ ازمن بسے
مجھ سے تو نے اِس قدر زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے
لیک حق را کے پذیرد ہر خسے
لیکن ہر کمینہ حق بات کو کیا مانتا ہے؟

باطلاں را چہ رُباید باطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے، بیہودہ بات
عاطلاں راچہ خوش آید عاطلے
لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

زاں کہ ہر جنسے رُباید جنس خود
کیونکہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے
گاوَ سوئے شیرِ نر کے رُو نہد
گائے، نر شیر کے سامنے کب آتی ہے؟

گرگ بر یوسف کجا عشق آورد
بھیڑیا، یوسف ؑ سے کب عشق کرتا ہے؟
جز مگر از مکرتا اُو را خورد
مکر کے سوا؟ تاکہ اُس کو ہڑپ کر جائے

---

[1] تزویر۔ فریب۔ اَو۔ یعنی سامری۔ احمق گیر۔ بیوقوفوں کو پھانسنے والا۔ سامری۔ اس شخص کا نام ہے جس نے بنی اسرائیل کو بچھڑے کی پوجا میں لگا دیا تھا۔ مہاں۔ ذلیل۔ یک دل۔ مطمئن۔ عاطل۔ فارغ، خالی۔ لاف۔ بکواس۔ رسولی۔ رسالت۔ خلاف۔ مخالفت۔ گاو۔ یعنی بچھڑا۔ خری۔ گدھا پن۔ سحر سامری۔ سامری کا جادو یہی تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے قدموں کی مٹی اس بچھڑے کے بت میں ڈال دی تھی جو اس کی زندگی کا سبب بن گئی تھی۔

[2] اینت۔ زہے کلمہ تعجب ہے۔ وافر۔ گھنا۔ ضلال۔ گمراہی۔ شہ۔ کلمہ نفرین ہے، تف۔ گزیں۔ انتخاب۔ کان۔ معدن۔ گاو زریں۔ بچھڑے کا بت جو سامری نے سونے سے بنایا تھا۔ دیدہٴ۔ یعنی معجزے۔ خس۔ کمینہ۔ باطلاں۔ کند ہم جنس باہم جنس پرواز۔ گاو۔ گائے شیر کی جنس نہیں ہے۔ گرگ۔ حضرت یوسف کے ساتھ گرگ کا تصور ان کے بھائیوں کے جھوٹ پر مبنی ہے۔

چوں[1] ز گرگی وا رہد محرم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے
چوں سگ کہف از بنی آدم شود
اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے

چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
دید صدقش گفت ھٰذَا صادق
کی سچائی کو دیکھا بول اُٹھے یہ سچا ہے

چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بُو
جب ابوبکرؓ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی
گفت ھٰذَا لَیْسَ وَجْہُ کَاذِبٍ
کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے

چوں نہ بُد بوجہل[2] از اصحابِ درد
چونکہ ابوجہل اصحابِ درد میں سے نہ تھا
دید صد شقّ القمر باور نہ کرد
سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا

درد مندے کش زبام اُفتاد طشت
وہ درد مند جس کا راز ظاہر ہوکر رہا
زو نہاں کردیم حق پنہاں نگشت
ہم نے اُس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا

وانکہ اُو جاہل بُد از دردش بعید
وہ جو کہ جاہل تھا اور اُس کے درد سے دور تھا
چند بنمودیم و اُوآں را ندید
ہم نے اُس کو ہر چند دکھایا اُس نے اس کو نہ دیکھا

آئینۂ دل صاف باید تا درو
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہئے تاکہ اُس میں
واشناسی صورتِ زشت از نکو
بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

ترک کردنِ آں مردِ ناصح بعد از مبالغۂ پند مغرورِ خرس را

اُس نصیحت کرنے والے انسان کا حد درجہ ریچھ سے دھوکے میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت کو ترک کرنا

آں مسلماں[3] ترک آں ابلہ گرفت
اُس مسلمان نے اُس بے وقوف کو چھوڑ دیا
زیرِ لب لا حول گویاں باز رفت
خاموشی سے لا حول پڑھتا ہوا لوٹ گیا

گفت چوں از جدّو پند و از جدال
بولا جب کہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے
در دلِ اُو بیش می زاید خیال
اُس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے

پس رَہِ پند و نصیحت بستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے
امرِ اَعْرِضْ عَنْھُمْ پیوستہ شد
"اُن سے اعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے

---

1. چوں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اوصاف میں اشتراک تھا لہٰذا ان کا ان کی طرف میلان ہوا۔ محرم۔ بھیڑیا پن ختم کر کے بھیڑیا انسان کا ساتھی بن سکتا ہے جس طرح کی اصحابِ کہف کے کتے کا کتا پن ختم ہوا اور وہ ان کا ساتھی بن گیا۔ ھذا صادق۔ یعنی آنحضورﷺ اپنی رسالت کے دعوے میں سچے ہیں۔
2. بوجہل۔ ابوجہل اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم میں اوصاف کا اشتراک نہ تھا لہٰذا شق القمر کے معجزے سے بھی قائل نہ ہوا۔ دردمندے۔ یعنی طالب حق۔ طشت۔ از بام افتادن، راز کا ظاہر ہو جانا۔ وانکہ۔ جو شخص طلب حق میں دردمند نہیں ہے۔ آئینۂ دل۔ کفار کا آئینۂ دل زنگ آلود تھا لہٰذا وہ منکر بنے۔ ترک کردن۔ اگر مخاطب میں نصیحت سننے کی صلاحیت نہ ہو تو نصیحت نہ کرنی چاہئے۔ مغرور۔ دھوکے میں مبتلا۔
3. آں مسلماں۔ یعنی نصیحت کرنے والا۔ جدال۔ یعنی نصیحت کا بحث و مباحثہ۔ خیال۔ یعنی شک۔ پس۔ اگر نصیحت مزید انکار کا سبب بنے تو پھر نصیحت سے اعراض کرنا چاہئے۔ اعرض عنھم۔ ان سے منہ پھیر لو، یہ آنحضورؐ سے ان کفار کے بارے میں فرمایا گیا جن پر نصیحت کارگر نہ رہی تھی۔

چوں دوایت می فزاید درد پس
جب تیری دوا درد بڑھائے تو
قصۂ بر طالب بگو برخواں عبس[1]
طلبگار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے

چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدست
جب کہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے
بہر فقر اُو را نشاید سینہ خست
اُس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہئے

تو حریصی بر رشادِ مہتراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے
تا بیاموزند عام از سروراں
تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں

احمداً دیدی کہ قومے از ملوک
اے احمدؐ! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت
مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک[2]
سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید

ایں رئیساں یارِ دیں گردند خوش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے
بر عرب اینہا سر اندو بر حبش
یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں

بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائے گی
زانکہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ الْمُلُوْکْ
کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے

زیں سبب تو از ضریرِ مہتدی
اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے
رُو بگردانیدی و تنگ آمدی
رُو گردانی کی، اور تنگ ہوئے

کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ
کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے
تو زیارانی و وقت تو فراخ
تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے

مزدحم می کردیم در وقت تنگ
تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا
ایں نصیحت می کُنم نہ از خشم و جنگ
یہ میں نصیحت کررہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی

احمداً نزدِ خدا ایں یک ضریر
اے احمدؐ! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا
بہتر از صد قیصرست[3] و صد وزیر
سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے

یادِ اَلنَّاسُ مَعَادِنٌ ہیں بیار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ
معدنے باشد فزوں از صد ہزار
ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے

---

[1] عبس۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے بڑے سرمایہ داروں کو فہمائش کر رہے تھے، اس اثناء میں ابن مکتومؓ حاضر ہوئے اور قرآن سنانے کی فرمائش کی، آنحضور ﷺ کے چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا ہوئے اور ان سرداروں سے گفتگو ختم کرنا پسند نہ کیا، اس پر سورۃ عبس نازل ہوئی جس کا مضمون مولانا نے آئندہ اشعار میں بیان فرمایا ہے۔ اعمیٰ۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ مہتراں۔ یعنی سردارانِ قریش۔ ملوک۔ یعنی قریش کے سردار۔

[2] بوک۔ شاید، مگر۔ ایں رئیساں۔ یعنی سردارانِ قریش۔ سر۔ سردار۔ بگذرد۔ یعنی ان سرداروں کے مسلمان ہو جانے سے۔ صیت۔ یعنی اسلام کی شہرت۔ بصرہ۔ عراق کا مشہور شہر ہے۔ تبوک۔ شام کی سرحد پر ایک شہر ہے۔ الناس علی دین ملوکھم۔ لوگ اپنے بادشاہوں کے مذہب پر ہوتے ہیں، یہ مشہور مقولہ ہے۔ ضریر۔ نابینا یعنی ابن ام مکتومؓ۔ مہتدی۔ ہدایت کرنیوالا۔ مناخ۔ اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، یعنی یہ موقع کم آتا ہے کہ یہ لوگ آ کر بات سنیں۔ یاراں۔ یعنی صحابہ۔ فراخ۔ وسیع۔ مزدحم۔ ہجوم کرنے والا۔ نصیحت۔ یعنی یہ نصیحت کہ تم اس وقت قرآن سننے کا سوال نہ کرو۔

[3] قیصر۔ روم کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ الناس معادن۔ "لوگ کانیں ہیں" اس حدیث کے بقیہ لفظ یہ ہیں۔ کمعادن الذھب و الفضۃ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا جیسا کہ سونے اور چاندی کی کانیں جو ان میں سے جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔ معدنے۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ صد ہزار۔ یعنی سردارانِ قریش۔

معدنِ لعل و عقیق مُکتنس[1]
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان

بہترست از صد ہزاراں کانِ مس
تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے

احمدا اینجا ندارد مال سُود
اے احمدؐ! یہاں مال مفید نہیں ہے

سینہ باید پُرزِ عشق و درد ودود
ایسا سینہ درکار ہے جو عشق او درد اور دھویں سے بھرا ہوا

اعمیٰ روشندل آمد درد مند
ایک اندھا، روشن دل، درد مند آیا

پند اُو رادہ کہ حق اُوست پند
اُس کو نصیحت کر، نصیحت اُس کا حق ہے

گر دو سہ ابلہ تُرا مُنکر شوند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں

تلخ کے گردی چوہستی کانِ قند
تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جب کہ آپ شکر کی کان ہیں

گردوسہ احمق ترا تہمت نہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں

حق برائے تو گواہی می دہد
اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے

گفت از اقرارِ عالم فارغم
فرمایا (آپ) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں

آنکہ حق باشد گواہ اُو راچہ غم
جس کا خدا گواہ اُس کو کیا غم ہے

گر خُفاشے راز خورشیدے خوریست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے

ایں دلیل آید کہ آں خورشید نیست
یہ اِس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے

نفرتِ خُفاشگاں باشد دلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی

کہ منم خورشید تابانِ جلیل[2]
کہ میں (ربّ) جلیل کا روشن سورج ہوں

گر گلابے را جُعل راغب شود
اگر کسی گلاب (کے پھول کی طرف گبروںڈا رغبت کرے

آں دلیلِ ناگلابی می بود
وہ اُس کے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی

گرشود قلبے خریدارِ محک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے

در مُحکّی اش درآید نقص و شک
اُس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہو گا

دُزد شب خواہد نہ روز ایں را بداں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے، نہ کہ دن

شب نیم روزم کہ تابم درجہاں
میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں

فارقم فاروقم غربیل وار
میں فرق کرنیوالا ہوں، چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں

تاکہ کاہ از من نمی یابد گُزار
حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی

---

1. مکتنس۔ پوشیدہ، مخفی۔ مس۔ تانبا۔ اینجا۔ یعنی دین کے معاملہ میں۔ اعمیٰ۔ یعنی ابن ام مکتومؓ۔ منکر۔ یعنی رسالت کے منکر۔ گفت۔ پہلے اشعار میں سورۂ عبس کا مضمون بیان کیا گیا تھا یہاں سے آنحضورؐ کا مقولہ ہے۔ گواہ۔ یعنی رسالت وصداقت پر۔ خورے۔ خوراک۔ نیست۔ ورنہ چمگادڑ کو اس سے نفرت ہوتی۔ نفرت۔ سورج سے چمگادڑوں کی نفرت اسکے مکمل ہونے کی دلیل ہے۔

2. جلیل۔ یعنی رب جلیل۔ گر۔ بدبو میں پرورش پانے والا گبروںڈا اگر گلاب سے رغبت کرنے لگے تو اسکا گلاب ہونا مشکوک ہو جائے گا۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ یہاں کھوٹا سکہ چلانے والے کے معنی میں ہے۔ محک۔ کسوٹی۔ دزد۔ چور رات کی تاریکی سے اپنا کام چلاتا ہے۔ شب نیم۔ لہٰذا چور اور دغاباز مجھے پسند نہیں کر سکتے ہیں۔ فارق۔ غلط اور صحیح میں امتیاز کرنے والا۔ فاروق۔ دو چیزوں میں فرق دکھانیوالا۔ غربیل۔ غربال، چھلنی۔ کاہ۔ تنکا، بھوسی۔

آرد را پیدا کنم من از سبوس[1] تانمایم کیں نقوش ست وآں نفوس

میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں تا کہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں

من چو میزانِ خدایم در جہاں وَا نمایم ہرسبک را از گراں

میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں

گاوَ را داند خدا گوسالۂ خر خریدارے و در خور کالۂ

بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے گدھا خریدار، اور اُس کے مناسب مال ہوتا ہے

من نہ گاوم تاگو سالہ خرد من نہ خازم کاشترے ازمن چرد

میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے

او گماں دارد کہ بامن جور کرد بلکہ آئینۂ من روفت گرد

وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا بلکہ اُس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

تملق کردنِ دیوانہ جالینوس را و ترسیدنِ جالینوس ازوے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اُس سے خوف زدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب[2] خود مر مَرا تاآں فلاں دارُو دہد

جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی) مجھے فلاں دوا لا دو

پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنوں ایں دَوا خواہند از بہر جنوں

اُس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات! یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں

دور از عقلت مگو ایں گفتگو گفت درمن کردیک دیوانہ رُو

خدا کرے جنون تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر اُس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا

ساعتے در روئے من خوش بنگرید چشمکم زد آستین من درید

تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا مجھے آنکھ ماری، میری آستین پھاڑ دی

گر نہ جنسیت بدے در من ازو کے رخ آوردے بمن آں زشت رُو

اگر مجھ میں اُس کی جنسیت نہ ہوتی وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟

گرنہ دیدے جنس خود کے آمدے کے بغیر جنس خود را برزدے

اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا! اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟

---

1. سبوس۔ بھوسی۔ نقوش۔ یعنی بے جان تصویریں۔ میزان۔ ترازو۔ سبک۔ ہلکا۔ گاوَ۔ بیل کو بے عقل بچھڑا ہی خدا سمجھ سکتا ہے۔ درخور۔ مناسب، لائق۔ کالہ۔ سامان۔ نہ خارم۔ اونٹ کانٹے کھانا پسند کرتا ہے۔ اوگماں۔ ناقص، کامل کے کمال کا انکار کر کے سمجھتا ہے کہ اس نے کامل کا کچھ بگاڑ دیا حالانکہ اس کا انکار اس کے کمال کی بنیاد بنتا ہے۔ تملق۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ جالینوس کو ایک دیوانہ کے اس سے مانوس ہونے سے یہ شبہ ہوا کہ میری عقل میں کوئی نقصان ہے ورنہ یہ دیوانہ میری طرف مائل نہ ہوتا۔

2. اصحاب۔ یعنی شاگرد۔ فلاں دارد۔ یعنی وہ فلاں دوا جو مرضِ جنون میں کھلائی جاتی ہے۔ آں یکے۔ یعنی ایک شاگرد۔ دور۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ ایں گفتگو۔ یعنی جنون کی دوا کھانے کی بات۔ رو۔ یعنی رو کرد۔ چشمکم زد۔ جو دوستی اور بے تکلفی میں ہوتا ہے۔ درید۔ بے تکلفی کی وجہ سے۔ جنسیت۔ یعنی اگر اس کی طرح میں بھی دیوانہ نہیں ہوں۔ جنس خود۔ یعنی دیوانہ۔

چوں دو کس برہم زنند بے ہیچ شک — درمیاں شاں ہست قدرِ مشترک[1]

جب دو شخص آپس میں ملیں، بلاشک — اُن میں کوئی قدر مشترک ہے

کے پَرد مُرغے مگر باجنس خود — صحبت ناجنس گورست و لحد

ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے — ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن و چریدن مرغے با مرغِ دیگر جنس اُو نبود

ایک پرند کے غیر جنس پرندے کے ساتھ اُڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے — در بیاباں زاغ را بالکلکے

ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا — جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ

در عجب ماندم بجستم حالِ شاں — تاچہ قدرِ مشترک یابم نشاں

میں تعجب میں رہ گیا، میں نے اُن کے حال کی جستجو کی — تاکہ قدرِ مشترک کا پتہ لگا لوں

چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ — خود بدیدم ہر دوآں بودند لنگ

جب میں حیران اور دنگ، قریب پہنچا — میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

خاصہ شہبازے کہ اُو عرشی بود — بایکے چغدے[2] کہ اُو فرشی بود

خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو — ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)

آں یکے خورشیدِ علّییں بود — ویں دگر خُفّاش کز سِجّیں بود

ایک وہ جو علیین کا سورج ہو — اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو

آں یکے نورے زہر عیبے بَری — واں دِگر کورے گدائے ہر دری

ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے — اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے

واں یکے ماہے کہ بر پَرویں زند — واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند

ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے — ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹے

آں یکے یوسفؑ رُخے عیسیٰؑ نفس — ویں دِگر گرگے و یا خَر یا خرس

ایک یوسفؑ جیسے چہرے والا عیسیٰؑ جیسی سانس والا — دوسرا بھیڑیا، یا گدھا، یا ریچھ

آں یکے پراں شدہ در لا مکاں — ویں یکے درکاہداں ہمچوں سگاں

ایک وہ جو لامکان میں اُڑتا ہے — اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح

---

1. قدر مشترک۔ یعنی کوئی ایسی بات جو دونوں میں ہو۔ سبب۔ کوا اور لقلق ہم جنس نہ تھے لیکن ان میں لنگڑا پن قدر مشترک تھی۔ ہم تگی۔ مل کر چلنا پھرنا۔ لکلک۔ لقلق۔ حیران و دنگ۔ اس لئے کہ دو غیر جنس کو ملا جلا دیکھا تھا۔ خاصہ۔ جبکہ کوے اور لقلق کو دیکھ کر ایک عقلمند حیران ہوا حالانکہ دونوں زمینی پرند ہیں تو نبی جو عرش کا شہباز ہے اور منکر جو ویرانے کا چغد ہے باہم کیسے مانوس ہو سکتے ہیں۔ شہباز۔ یعنی رسول و نبی۔
2. چغد۔ منکر۔ یکے۔ یعنی رسول و نبی۔ علیین۔ وہ دفتر جس میں جنتیوں کے نام لکھے ہوں گے۔ سجین۔ وہ دفتر جس میں دوزخیوں کے نام لکھے ہوں، جہنم کی وادی۔ نورے۔ یعنی رسول و نبی۔ کورے۔ یعنی منکر۔ پرویں۔ ثریا جو ستاروں کا مجموعہ ہے۔ کرم۔ کیڑا۔ سرگیں۔ گوبر۔ یوسف۔ حضرت یوسف کا حسن مشہور ہے۔ عیسیٰ۔ حضرت عیسیٰ کے سانس میں بڑی برکتیں تھیں۔ پراں۔ پرواز کرنے والا۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ کاہداں۔ کوڑے کی جگہ۔

آں یکے سلطانِ عالی مرتبت
وہ ایک بلند مرتبہ بادشاہ
ویں دگر در گلخنے[1] در تعزیت
اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر، ماتم میں

آں یکے خلقے زاِکرامش خجل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ
ویں دگر از بینوائی منفعل
اور یہ دوسرا، بے سروسامانی سے شرمندہ

آں یکے سرور شدہ زاہلِ زماں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا
ویں دگر در خاک خواری بس نہاں
اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا

بلبلاں را جائے می زیبد چمن
بلبلوں کی جگہ، چمن میں مناسب ہے
مرجعل را در چمیں خوشتر وطن
گبروغڑے کا گندگی بہترین وطن ہے

با زُبانِ معنوی گل با جعل
پھول، گبروغڑے کو زبانِ حال سے
ایں ہمہ گوید کہ ای گندہ بغل
یہ کہتا ہے کہ اے بغل گند والے!

گر گریزانی ز گلشن بیگماں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے، یقیناً
ہست آں نفرت کمالِ گلستاں
وہ نفرت، چمن کا کمال ہے

غیرتِ من برسرِ تو دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ
می زندکاے خس ازیں دَر دُور باش
(پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ

در بیامزی تو بامن اے دنی[2]
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا
ایں گماں آید کہ از کانِ منی
یہ خیال ہو گا کہ تو میری جنس کا ہے

گر در آمیزد ز نقصانِ من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے
زاں کہ پندارند کوزانِ من ست
کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے

حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے
چوں سزد برمن پلیدی را گماشت
تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہو گا؟

یک رگم زایشاں بدو آں را بُرید
میری ایک رگ اُن میں کی تھی اُس کو کاٹ دیا
درمن آں بدرگ کجا خواہد رسید
وہ بری رگ مجھ میں کہاں آسکتی ہے؟

یک نشانِ آدمؑ آں بد از ازل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی
کہ ملائک سَر نہندش از محل
کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے اُن کو سجدہ کریں

---

[1] گلخن۔ بھٹی۔ تعزیت۔ ماتم۔ اکرام۔ تعظیم کرنا، بخشنا۔ خجل۔ شرمندہ۔ منفعل۔ نادم، شرمندہ۔ سرور۔ سردار۔ می زیبد۔ زیب دیتا ہے۔ جعل۔ نجاست کا کیڑا، گبروغڑا۔ چمیں۔ نجاست، گندگی۔ معنوی۔ باطنی یعنی زبانِ حال۔ گندہ بغل۔ بغل گند، بدبودار۔ گرگریزانی۔ یہ پھول کا مقولہ ہے۔ غیرت۔ انبیاء اور بزرگوں کی غیرت کا تقاضہ ہے کہ خدا کے دشمن ان سے دور رہیں۔ دور باش۔ پہلے مصرع میں اس دوشاخہ نیزے کے معنی میں ہے جو چوبدار کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور وہ بادشاہ یا امیر کے آگے چلتا ہے تا کہ لوگ راستہ سے دور ہو جائیں، دوسرے مصرع میں یہ "دور ہو" کے معنی میں ہے۔

[2] دنی۔ کمینہ۔ کان۔ معدن۔ گر در آمیزد۔ بروں کا بھلوں سے میل، بھلوں کے نقصان کا سبب ہے۔ آنِ منست۔ یعنی ہم جنس ہے۔ بُرید۔ آنحضورؐ کا سینہ مبارک کئی بار شق کیا گیا اس میں سے خون کی ایک بوند نکال دی گئی اور اس کو زمزم سے پاک کیا گیا۔ یک نشاں۔ حضرت آدم کے کمال کی دو نشانیاں تھیں ایک تو یہ کہ ملائکہ ان کو سجدہ کریں دوسری یہ کہ شیطان سجدہ نہ کرے۔

یک نشانِ دیگر آں کہ آں بلیس — تہدش سر کہ منم[1] شاہ و رئیس

دوسری نشانی یہ کہ شیطان — اُن کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں

پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے — اُو نہ بودے آدمؑ اُو غیرے بدے

تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا — تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا

ہم سجودِ ہر ملک میزانِ اُوست — ہم جحودِ آں عدو بُرہانِ اُوست

ہر فرشتہ کا سجدہ اُس کا معیار ہے — اُس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے

ہم گواہِ اُوست اقرارِ ملک — ہم گواہِ اُوست کفرانِ سگک

فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے — ذلیل کتے کا اِنکار بھی اُس کا گواہ ہے

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد — تاچہ کردآں خرس باآں شیر مرد

اِس بات کی انتہا نہیں ہے، واپس چل — کہ اُس ریچھ نے اُس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

تتمہ قصہ اعتمادِ آں مغرور بر تملق[2] خرس

اُس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی قصہ

اُو بخفت و خرس میراندش مگس — وز ستیز آمد مگس شد باز پس

وہ سو گیا اور ریچھ اُس کی مکھیاں اڑاتا تھا — اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آجاتی تھیں

چند بارش راند از روئے جواں — واں مگس زو بازمی آمد دواں

اُس نے کئی بار اُن کو جوان کے منہ سے اُڑایا — وہ مکھیاں تیزی سے واپس آجاتیں

خشمگیں شد بامگس خرس و برفت — برگرفت از کوہ سنگے سخت و زفت

ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا — پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اُٹھا لایا

سنگ آورد و مگس را دید باز — بر رُخِ خفتہ گرفتہ جائے ساز

پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا — سوئے ہوئے کے منھ پر ٹھکانا بنائے ہوئے

برگرفت آں آسیا سنگ و بزد — برمگس تاآں مگس واپس خزد

اُس نے چکی (جیسا) پتھر اُٹھایا اور مارا — مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں

سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد — ایں مثل برجملہ عالم فاش کرد

پتھر نے سوئے ہوئے کے منھ کو خشخاش (جیسا) کر دیا — یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی

مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں — کین اُو مہرست و مہر اُوست کیں

بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے — اُس کا کینہ محبت ہے اور اُس کی محبت کینہ ہے

---

[1] منم۔ شیطان نے کہا تھا کہ میں آدم سے بہتر ہوں، اس کو سجدہ کیوں کروں۔ پس۔ اگر شیطان سجدہ کر لیتا تو کمال کی دوسری نشانی مفقود ہو جاتی۔ میزان۔ معیار۔ جحود۔ انکار۔ عدو۔ شیطان۔ گواہ۔ حضرت آدم کے کمال پر جس طرح فرشتوں کا اقرار اور سجدہ گواہ ہے، اسی طرح شیطان کا انکار بھی گواہ ہے۔ کفران۔ انکار، ناشکری۔ سگک۔ کاف تصغیر کا ہے یعنی شیطان۔ ایں سخن۔ یعنی ناقصین کا انکار کاملین کی فضیلت کی دلیل ہے۔

[2] تملق۔ چاپلوسی، خوشامد۔ او۔ یعنی شیر مرد۔ وز ستیز۔ مکھی کی عادت ہے کہ اڑاؤ تو وہ لوٹ کر آتی ہے۔ جواں۔ یعنی شیر مرد۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ جائے ساز۔ موافق جگہ۔ آسیا سنگ۔ سنگ آسیا، چکی کا پتھر۔ خزد۔ خزیدن بمعنی گھسنا کا فعل مضارع ہے۔ ایں مثل۔ وہ ضرب المثال جو دوسرے شعر میں مذکور ہے۔ کین او۔ بیوقوف دشمنی میں جدا ہو جائے تو نقصان نہ پہنچا سکے گا، دوستی کے میل جول کی وجہ سے نقصان رساں ہوگا۔

عہد اُو[1] سُست ست و ویران و ضعیف
اُس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد اور ضعیف ہے
گفت اوزفت و وفائے اُو نحیف
اُس کی باتیں گھنی ہیں اور اُس کی وفاداری کمزوری ہے

گر خورد سوگند ہم باور مکن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر
بشکند سوگند مردِ کژ سخن
اُلٹی باتیں کرنے والا، قسم توڑ ڈالتا ہے

چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ
چونکہ اُس کی بغیر قسم کے بات، جھوٹ تھی
تو میفت از مکر و سوگندش بدوغ
تو اُس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

نفس او میرست و عقل اُو اسیر
اس کا نفس حاکم ہے، اور اُس کی عقل قیدی ہے
صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
لاکھوں قرآن اُس کے کھائے ہوئے سمجھ

چونکہ بے سوگند پیماں بشکند
جب کہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے
گر خورد سوگند ہم آں بشکند
اگر قسم بھی کھا لے گا اُس کو توڑ ڈالے گا

زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں
کیونکہ اِس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہو گا
کہ کند بندش بسوگند گراں
کہ اُس کو بھاری قسم میں قید کرے

چوں اسیرے[2] بند بَر حاکم نہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے
حاکم آں را بر دَرَد بیروں جہد
حاکم اُس کو توڑ دے گا، باہر نکل آئے گا

برسرش کو بد زخشم آں بند را
اُس کے سر پر وہ بیڑی دے مارے گا
می زند بر روئے اُو سوگند را
قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا

تو زِ اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِش دست شو
تو "عہدوں کو پورا کر" سے اُس سے ہاتھ دھو لے
اِحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ با اُو مگو
"اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اُس سے نہ کہہ

وانکہ داند عہد با کہ می کند
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے
تن کند چوں تار و گردِ اُو تند
جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اُس کے گرد تنتا ہے

بعیادت رفتن حضرت مصطفیٰؐ بر صحابی رنجور و فائدۂ عیادت

حضرت مصطفیٰؐ کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہو گئے
واندراں بیماریش چوں تار شد
اور اُس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہو گئے

---

[1] عہد اُو۔ بیوقوف کا کوئی عہد و پیمان مضبوط نہیں ہوتا ہے وہ باتونی ہوتا ہے اس میں وفاداری نہیں ہوتی ہے۔ گر خورد۔ بیوقوف کی قسم پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے وہ فوراً قسم توڑ ڈالتا ہے۔ دوغ۔ چھاچھ، مکر۔ نفس اُو۔ بیوقوف کی عقل پر اس کا نفس حاکم ہوتا ہے اگر وہ قسم کی بجائے لاکھوں قرآن بھی کھا جائے تو کیا اعتبار ہے۔ چونکہ۔ عہد شکنی کا عادی بہر حال عہد توڑ ڈالتا ہے۔ زانکہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس پر نفس حاکم ہوتا ہے اور حاکم کسی قسم کی بیڑی کب برداشت کر سکتا ہے، اس کو جلد توڑ ڈالے گا، ہاں اگر انسان کی طبیعت سلیم ہو تو وہ قسم کی بیڑی کا احساس کرے گا۔

[2] اسیر۔ قیدی یعنی وہ بیوقوف جو نفس کی قید میں ہے۔ حاکم۔ یعنی نفس۔ برسرش۔ قسم تڑوا کر دوگنے عذاب میں مبتلا کرے گا۔ اوفوا بالعقود۔ مومنین کو خطاب ہے اپنے عہدوں کو پورا کرو۔ احفظوا ایمانکم۔ اپنی قسموں کی نگہداشت رکھو۔ وانکہ۔ ایک مومن سمجھتا ہے کہ وہ قسم کھا کر خدا سے عہد کرتا ہے۔ تن کند۔ یعنی اپنے جسم کو دھاگا بنا کر اس کو مضبوط باندھتا ہے اور اس کی حفاظت میں جان قربان کرتا ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی، اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ بعض بندگانِ خدا فنائیت کے اس مقام پر ہوتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی عہد ہو یا دیگر معاملہ، وہ خدا کے ساتھ سمجھا جاتا ہے۔

مصطفیٰ ؐ آمد عیادت سوئے اُو
(حضرت) مصطفیٰؐ اُنکے پاس بیمار پرسی کیلئے تشریف لائے
در عیادت رفتن تو فائدہ است
بیمار پرسی کے لئے جانے میں تیرا فائدہ ہے
فائدہ اول کہ آں شخص علیل
پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص
چوں دو چشم دل نداری اے عنود
اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے
چونکہ گنجے[2] ہست در عالم مرنج
جب کہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو
قصد ہر درویش می کن از گزاف
ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر
چوں تُرا آں چشم باطن بیں نہ بود
جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے
ور نباشد قطب یارِ رَہ بود
اگر قطب نہ ہو گا، راستہ کا یار ہو گا
پس صلہ یارانِ رہ لازم شمار
یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ
ور عدو باشد ہم ایں اِحساں نکوست
اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے
ور نگردد دوست کینش کم شود
اگر دوست نہ بنا تو اُس کی دشمنی کم ہو جائے گی
پس فوائد ہست غیر ایں و لیک
اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں، لیکن

چوں[1] ہمہ لطف و کرم بد خوئے اُو
چونکہ آپؐ کی عادت، مجسم لطف و کرم تھی
فائدہ آں باز بر تو عائدہ است
اُس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے
بوکہ قطبے باشد و شاہِ جلیل
ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو
وَانمی دانی تو ہیزم را زِ عود
تو "اگر" کو ایندھن سے ممتاز نہیں سمجھ سکتا ہے
ہیچ ویراں را مداں خالی زگنج
کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ
چوں نشاں یابی بجدمی کن طواف
جب پتہ پا لے تو کوشش کر کے چکر کاٹ
گنج می پندار اندر ہر وجود
ہر وجود میں خزانہ سمجھ
شہ نباشد فارسِ اسپہ بود
شاہ نہ ہو گا، گھوڑا سوار ہو گا
ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار
کوئی ہو، پیادہ ہو یا سوار
کہ باحساں دوست گردد گر عدوست
اگر دشمن ہے، احسان کی وجہ سے دوست ہو جائے گا
زانکہ اِحسان کینہ را مرہم شود
اِس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے
از درازی خائفم اے یارِ نیک
اے بھلے یارا! میں طوالت سے خائف ہوں

1. چوں۔ آنحضورؐ کے اخلاق کریمانہ تھے۔ عائدہ۔ لوٹنے والا یعنی عیادت کا فائدہ خود عیادت کرنے والے کا اپنا فائدہ ہے۔ بو۔ بود، شاید۔ قطب۔ اولیاء میں سے ایک خاص مرتبہ رکھنے والے کو کہا جاتا ہے۔ جلیل۔ بزرگ۔ وانمی دانی۔ جب تم خاص قطب کو نہیں پہچانتے ہو تو ہر مومن کی عیادت کر لیا کرو۔ چونکہ۔ دنیا اولیاء سے خالی نہیں ہے، تلاش جاری رکھو، پالو گے۔ چوں۔ جب ولی دستیاب ہو جائے اس پر جان قربان کردو۔

2. گنج۔ اہل باطن کے پالینے کی تدبیر بھی یہی ہے کہ ہر جگہ ان کو تلاش کرو۔ یار رہ۔ یعنی بیمار اگر قطب نہ ہوگا تو کوئی سالک راہ طریقت ہوگا۔ شہ۔ یعنی قطب۔ فارس۔ گھوڑا سوار۔ صلہ۔ باہمی تعلق۔ ہر کہ۔ دشمن سے بھلائی کرو، دشمنی دوستی سے بدل جائے گی۔ ور۔ بھلائی کرنے سے دشمن دوست بھی نہ بنے گا تو دشمنی میں کمی آجائے گی۔

حاصل[1] ایں آمد کہ یارِ جمع باش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن
ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے

زانکہ انبوہی و جمع کارواں
اِس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اُس کی کثرت
رہزناں راشکند پشت و سناں
ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰؑ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰؑ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا

آمد از حق سوئے موسیٰؑ ایں عتیب
موسیٰؑ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی
کاے طلوعِ ماہ دید تو ز جیب
اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے

مشرقت کردم بنورِ ایزدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا
من حقم رنجور گشتم نامدی
میں خدا ہوں، میں بیمار ہوا تو نہ آیا

گفت سبحانا تو پاکی از زیاں
(حضرت موسیٰؑ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے
اینچہ رمزست ایں بکن یا رب عیاں
یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اِس کو ظاہر کر دے

باز فرمودش کہ در رنجوریم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اُس سے کہا کہ میں مریض ہوں
چوں نہ پرسیدی تواز روئے کرم
تو نے از روئے کرم میری پُرسش کیوں نہ کی

گفت یا رب نیست نقصانے[2] ترا
اُنہوں نے عرض کیا اے خدا تیری لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے
عقل گم شد ایں گرہ را برکشا
عقل گم ہو گئی ہے، یہ گرہ کھول دے

گفت آرے بندۂ خاصِ گزیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ
گشت رنجور اُومنم نیکو بیں
بیمار ہوا، اور وہ میں ہوں، خوب سمجھ لے

ہست رنجوریش رنجوریِ من
اُس کی بیماری، میری بیماری ہے
ہست معذوریش معذوریِ من
اُس کی معذوری، میری معذوری ہے

ہرکہ خواہد ہمنشینی باخدا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے
گونشیند در حضورِ اولیا
کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے

از حضورِ اولیا گربگسلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہے گا
تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
تو برباد ہے، کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے

---

1. حاصل۔ خلاصہ یہ ہے کہ عبادت سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے اور ایک اچھا معاشرہ پیدا ہوتا ہے اور اچھے معاشرہ میں زندگی گوشہ تنہائی کی زندگی سے بہت بہتر ہے۔ حجر۔ مردہ دل میں اپنی محبت پیدا کر دو۔ زانکہ۔ یہ اجتماعی زندگی کی فضیلت ہے۔ وحی۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر مسلمان کی عیادت کرنی چاہیے خواہ وہ کوئی بھی ہو۔ عتیب۔ عتاب، ناراضی۔ جیب۔ گریبان، حضرت موسیٰ کے معجزہ ید بیضا کی طرف اشارہ ہے۔ مشرق۔ حضرت موسیٰ نورِ خداوندی کے مظہر تھے۔ رنجور۔ بیمار۔ زیاں۔ نقصان یعنی بیماری وغیرہ۔ در رنجوریم۔ میں مریض ہوں۔
2. نقصان۔ یعنی بیماری۔ گرہ۔ یعنی خدا کا اپنے آپ کو بیمار کہنے کا عقدہ۔ گزیں۔ برگزیدہ۔ اُومنم۔ جب انسان فنائیت کے مقام پر پہنچتا ہے تو گویا اتحاد ہو جاتا ہے۔ ہست۔ مقامِ فنا میں پہنچ جانے والے ولی کا بیمار ہونا گویا خدا کا بیمار ہونا ہے، اس مضمون کی حدیث مشکوٰۃ شریف میں مذکور ہے۔ اولیاء۔ جبکہ اولیاء اللہ کا خدا سے اتحاد ہے تو ان کے پاس بیٹھنا خدا کے پاس بیٹھنا ہے۔ از حضور۔ اولیاء کی صحبت باعث نجات ہے ورنہ شیطانی وساوس موجب ہلاکت بنیں گے۔ جزوی۔ یعنی تو ناقص ہے۔ کلی۔ یعنی تو کامل نہیں ہے۔

ہر کرا دیو[1] از کریماں وا بَرد — بے کسش یابد سرش را وا خورد

شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے — اُس کو بے سہارا پا لیتا ہے اُس کا سر چبا لیتا ہے

یک بدست از جمع رفتن یکزماں — مکر شیطاں باشد و نیکو بداں

تھوڑی دیر کیلئے بھی ایک بالشت جماعت کے لئے دور ہونا — شیطان کا مکر ہو گا، خوب سمجھ لے

جدا کردن باغباں صوفی و فقیہ و علوی را از یکدگر و ادب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد — دید چوں دُزداں بباغِ خود سہ مرد

ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا — اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے

یک فقیہ و یک شریف و صوفئے — ہر یکے شوخ فضولی[2] یوفئے

ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی — (جن میں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغو گو

گفت با اینہا مرا صد حجت ست — لیک جمع اندو جماعت رحمت ست

اُس نے (دل میں) کہا اُن کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں — لیکن اکٹھے ہیں، اور جماعت رحمت ہے

برنیایم یک تنہ باسہ نفر — پس ببرم شاں نخست از یکدگر

تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا — پہلے اُن کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں

ہر یکے را من بسوئے افگنم — چونکہ تنہا شاں کنم سَر بر کنم

میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں — جب اُن کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ — تاکند یارانش را بے اُو تباہ

تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا — تاکہ اُس کے دوستوں کو، اُس کے بغیر تباہ کرے

گفت صوفی را برو سوئے وُثاق — یک گلیم آور برائے ایں رِفاق

اُس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا — اِن ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ

رفت صوفی گفت خلوت با دو یار — تو فقیہی ویں شریف نامدار

صوفی چلا گیا اُس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا — آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں

ما بفتوائے تو نانے می خوریم — ما بہ پرِّ دانش تو می پریم

ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں — ہم آپ کی عقل کے پر سے پرواز کرتے ہیں

---

[1] دیو۔ شیطان۔ کریماں۔ یعنی اولیاء اللہ۔ واخورد۔ یعنی شیطان ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے۔ بدست۔ یعنی بمقدار بالشت۔ جمع۔ جماعت۔ جدا کردن۔ پہلے شعر میں جماعت سے علیحدگی کی مضرت سمجھائی تھی، اب اس کو اس حکایت سے واضح کرتے ہیں۔ فقیہ۔ مولوی، مفتی۔ علوی۔ وہ سید جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہے لیکن حضرت فاطمہؓ کے بطن سے نہیں ہے۔ چوں دزداں۔ یہ تینوں بلا اجازت باغ میں آئے تھے۔ شریف۔ مطلق سید کے معنی میں بھی بولا جاتا ہے اور خاص امام حسنؓ کی اولاد کو بھی کہا جاتا ہے۔

[2] فضولی۔ بغیر حق کے کام کرنے والا۔ یوفی۔ لغو گو۔ صد حجت۔ زبانی دلائل سے قائل کروں گا۔ لیک۔ اگر مار پیٹ کی نوبت آئی تو میں تینوں سے نہ جیت سکوں گا۔ پس۔ لہٰذا ان تینوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا چاہئے اور ایک ایک کر کے نبٹنا چاہئے۔ بے او۔ پہلے اس کو پھر فقیہ اور شریف کو تنہا تنہا کر کے تباہ کرے۔ وثاق۔ واؤ کے کسرہ کے ساتھ، قید، واؤ کے پیش کے ساتھ، گھر۔ گلیم۔ کمبل۔ رفاق۔ رفیق کی جمع ہے، ساتھی۔ خلوت۔ یعنی تنہائی میں۔ فتویٰ۔ عوام فقیہ کے فتوے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتے ہیں۔ پر دانش۔ فقیہ عقلی دلائل قائم کرتا ہے۔

وین[1] دگر شہزادہ و سلطانِ ماست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں
سید ست از خاندانِ مصطفیٰؐ ست
سید ہیں (حضرت) مصطفیٰؐ کے خاندان سے ہیں

کیست آں صوفی شکم خوارِ خسیس
وہ صوفی پیٹو، کمینہ کون ہوتا ہے؟
تابود باچوں شما شاہاں جلیس
کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشین بنے

چوں بیاید مر وُرا پنبہ کنید
جب آئے اُس کی روئی دھن دو
ہفتہ بر باغ و راغِ من زنید
تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو

باغ چہ بود جانِ من آنِ شماست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہارے ملک ہے
اے شما بودہ مرا چوں چشم راست
تم تو میری داہنی آنکھ ہو

وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت
اُس نے (اُن میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور اُن کو دھوکا دیا
آہ کز یاراں نمی باید شکیفت
افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے

چوں برہ کردند صوفی را و رفت
جب اُنہوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا
خصم[2] شد اندر پیش با چوبِ زفت
دشمن اُس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا گیا

گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز
بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے
اندر آئی باغِ ما تو از ستیز
تو ہمارے باغ میں جبراً اندر آتا ہے

ایں جنیدتؒ رہ نمود و بایزیدؒ
یہ راستہ مجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے
از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اُس کو پیٹ ڈالا
نیم کشتش کرد و سر بشگافتش
اُس کو ادھ موا کر دیا اور اُس کا سَر پھاڑ دیا

گفت صوفی آنِ من بگذشت لیک
صوفی بولا میرا وقت تو گذر گیا لیکن
اے رفیقاں پاسِ خود دارید نیک
اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو

مر مرا اَغیار دانستید ہاں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا
عیستم اغیار تر زیں قلتباں
اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں

آنچہ من خوردم شما را خوردنی ست
جو کچھ میں نے چکھا، تمہیں بھی چکھنا ہے
واچنیں ضربت جزاے ہر دَنی ست
اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے

رفت برمن برشماہم رفتنی ست
مجھ پر جو گذری، تم پر بھی گذرنی ہے
ایں چنیں شربت شما را خوردنی ست
اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے

---

1. وَیں۔ یعنی شریف۔ خاندان۔ اہل بیت۔ شکم خوار۔ پیٹو۔ جلیس۔ ہم نشین۔ پنبہ کنید۔ یعنی اس کو روئی کی طرح دھن دو بعض صاحبان نے تنبہ سمجھ کر تنبیہ کا مخفف قرار دیا ہے۔ راغ۔ چمن۔ زنید۔ یعنی خیمہ زنید۔ آن۔ ملکیت۔ چشم راست۔ دائیں آنکھ زیادہ محبوب ہے۔ شکیفت۔ صبر کیا۔ برہ۔ یعنی گھر کے راستہ کی جانب۔
2. خصم۔ یعنی باغبان۔ زفت۔ موٹا۔ ستیز۔ لڑائی۔ جنید۔ بغدادی مشہور بزرگ ہیں۔ بایزید۔ بسطامی مشہور بزرگ ہیں۔ نیم کشتہ۔ ادھ موا۔ گفت۔ صوفیؒ نے پٹنے کے بعد فقیہ اور شریف سے کہا۔ قلتبان۔ دیوث، بے غیرت۔ ضربت۔ مار۔ دَنی۔ کمینہ۔

ایں جہاں[1] کوہست گفت و گوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو
چوں صداہم باز آید سوئے تو
گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے

چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا
یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں
اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا

کاے شریف من برو سوئے وُثاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا
کہ زبہر چاشت پختم من رُقاق
اسلئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں

از درِ خانہ بگو قیماز را
دروازے میں نوکر سے کہنا
تا بیارد آں رُقاق و قاز را
تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے

چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں
جب اُس کو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ ڈالے!
تو فقیہی ظاہرست این و یقیں
تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے

اُو شریفے می کند دعویِ سَرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعویٰ کرتا ہے
مادرِ اُو را کہ داند تا چہ کرد
اُسکی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے

برزن و برفعل زن دل می نہید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو
عقل ناقص وانگہائے اعتمید
ناقص عقل، اور پھر بھروسہ!

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے
بستہ است اندر زمانہ بس غبی
وابستہ کر دیا ہے دنیا میں بہت سے بیوقوفوں نے

ہرکہ[2] باشد از زنا وز زانیاں
جو شخص زنا، اور زانیوں کی اولاد ہو
ایں بَرد ظن در حق رَبانیاں
وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے

ہرکہ پُر گردو سَرِش از چرخہا
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے
ہمچو خودگردندہ بیند خانہ را
وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے

آنچہ گفت آں باغبانِ بوالفضول
اُس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا
حالِ اُو بد دور ز اولادِ رسولؐ
خود اُس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور

گر نہ بودے اُو نتیجہ مُرتداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا
کے چنیں گفتے برائے خانداں
خاندانِ (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟

خواند افسونہا شنیدآں را فقیہ
اُس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سنے
در پیش رفت آں ستمگارِ سفیہ
وہ احمق ظالم اُس کے تابع بن گیا

---

1. ایں جہاں۔ یعنی دنیا بمنزلہ پہاڑ کے ہے جس میں صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے۔ چاشت۔ ناشتہ کا وقت۔ رقاق۔ چپاتیاں۔ قیماز۔ خادم۔ قاز۔ بَطخ۔ دعویِ سرد۔ دعویٰ بغیر دلیل۔ برزن۔ نسب کا معاملہ عورت کے قول وفعل پر مبنی ہے۔ اعتمید۔ اعتماد۔ خویشتن۔ یعنی اس زمانہ میں بہت سے بےوقوف اپنے آپ کو آنحضورؐ اور حضرت علیؓ کی اولاد بتاتے ہیں۔
2. ہرکہ۔ چونکہ گذشتہ شعر میں سید کے لئے باغبان کے نامناسب قول کا ذکر تھا اس لئے مولانا اظہار کرتے ہیں کہ دوسروں کو حرامی کہنا خود حرامی ہونے کی دلیل ہے۔ ربانیاں۔ یعنی اہل بیت۔ ہرکہ۔ جیسے کہ خود چکرانے والے کو گھر چکراتا نظر آتا ہے اسی طرح حرامی کو دوسرے حرامی نظر آتے ہیں۔ نتیجہ۔ یعنی اولاد و نطفہ۔ مرتد۔ دین سے منحرف ہو جانے والا۔ خانداں۔ یعنی اہل بیت۔ ستمگار۔ یعنی باغباں۔ سفیہ۔ بےوقوف۔

گفت¹ اے خر اندریں باغت کہ خواند
بولا، اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے
از پیمبر دُزدیت میراث ماند
پیمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی

شیر را بچہ ہمی ماند بدو
شیر کا بچہ اُس کے مشابہ ہوتا ہے
تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو
بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟

باشریف آں کرد آں دوں از کجی
کجی سے اُس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا
کہ کند باآلِ یٰسینؑ خارجی
جو خاندانِ نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے

تاچہ کیں دارند دایم دیو و غول
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں
چوں یزید و شمرؒ² باآلِ رسولؐ
یزید اور شمر کی طرح، رسولؐ کی اولاد کے ساتھ

شد شریف از زخم آں ظالم خراب
سید اُس ظالم کی مار سے برباد ہوا
با فقیہ اُو گفت با چشم پُرآب
آنسو بھری آنکھوں سے اُس نے مولوی سے کہا

پایدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم
ٹھہر، اب جب کہ تو اکیلا اور کم رہ گیا
چوں دُہل شو زخم می خور برشکم
ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

گر شریف و لایق و ہمدم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں
از چنیں ظالم ترا من کم نیم
تیرے لئے اُس ظالم سے کم نہیں ہوں

مر مرا دادی بدیں صاحب غرض
تو نے مجھے اِس خود غرض کے سپرد کر دیا
احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے

شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ
وہ اُس سے نبٹا، آیا کہ اُو مولوی!
چہ فقیہی اے تو ننگ ہرسفیہ
تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے

فتویت اینست اے ببریدہ دست
اے ہاتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے
کاندر آئی و نگوئی امرہست
کہ اندر آجائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے

ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط
اس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے
یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
یا یہ مسئلہ محیط میں ہے

ایں بگفت و دست بروے برکشاد
یہ کہا اور اُس پر ہاتھ چھوڑ دیا
دست اُوکین دلش را داد داد
اُس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی

گفت حقستت بزن دستت رسید
اُس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا
ایں سزائے آنکہ از یاراں بُرید
یہی اُس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا

---

1 گفت۔ یعنی باغبان نے شریف سے کہا۔ میراث۔ چونکہ وہ آلِ رسول تھا۔ مانی۔ مانند ہستی۔ یٰسین۔ بعض مفسرین نے اس کو آنحضورؐ کا نام قرار دیا ہے۔ خارجی۔ وہ لوگ جو حضرت علیؓ سے منحرف ہو کر ان کی تکفیر کرنے لگے تھے۔ یزید۔ ابن معاویہ، اسی کے دورِ حکومت میں حضرت امام حسینؓ کو کربلا میں شہید کیا گیا۔

2 شمر۔ وہ بدنصیب جو حضرت امام حسینؓ کا قاتل تھا۔ پایدار۔ ٹھہر۔ فرد۔ تنہا۔ دہل۔ ڈھول۔ ظالم۔ یعنی باغبان۔ بئس العوض۔ برا بدلہ۔ فتویت۔ فتوائے تو۔ امر۔ حکم، اجازت۔ وسیط۔ امام غزالی کی مشہور کتاب ہے۔ محیط۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب ہے۔

من سزا وارم بایں و صد چنیں — تا چرا ببریدم از یاران بکیں
میں اِس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں — کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟

گوش کردم آں ہمہ افسوسِ[1] تو — میزنم بر سَر کہ شد ناموسِ تو
تیری سب ملامت میں نے سنی — سر پر (دھتڑ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی

زد ڈرا القصہ بسیار و بخست — کرد بیر ونش زباغ و در بہ بست
قصہ مختصر اُس کو بہت مارا اور چورا کر دیا — اُس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا

ہر کہ تنہا ماند از یارانِ خود — ایں چنیں آید مر اُو را جملہ بد
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا — اس طرح کی سب خرابیاں اُس پر آتی ہیں

ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست — ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کے لئے ہے — اور تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

رجعت بقصۂ مریض و عیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

در عیادت شد رسولِ بے ندید — آں صحابی را بحالِ نزع دید
بے نظیر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بیمار پرسی کیلئے روانہ ہوئے — اُن صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا

چوں شدی دور از حضورِ اولیا — در حقیقت گشتۂ دُور از خدا
جب تو اولیا کے پاس، حاضر سے دُور ہو گیا — حقیقتاً تو خدا سے دُور ہو گیا

چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست — کے فراقِ روئے شاہاں زاں کم ست
جب کہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے — شاہوں کے حضور سے جدائی اِس سے کب کم ہو

سایۂ شاہاں طلب ہردم شتاب — تاشوی زاں سایۂ بہتر ز آفتاب[2]
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ — تا کہ تو اُس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

رَو بخسپ اندر پناہے مُقبِلے — بو کہ آزادت کند صاحبدلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ — شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دے دے

گر سفر داری بدیں نیت برو — ور حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرنا ہے اِس نیت سے جا — اگر اقامت ہو (تو بھی) اُس سے غافل نہ ہو

دَر بدری گرد و میرو کو بکو — جستجو کن جستجو کن جستجو
در بدر پھر، کوچہ بکوچہ جا — تلاش کر، تلاش کر، تلاش

[1] افسوس۔ ملامت۔ ناموس۔ عزت۔ ہر کہ۔ مجمع اور جماعت سے علیحدگی کا یہی انجام ہوتا ہے۔ ایں عیادت۔ عیادت سے جماعتی زندگی بنتی ہے۔ بےندید۔ مثال، نظیر۔ نزع۔ جانکنی۔ چوں شدی۔ مولانا عیادت کے قصہ کو پورا کرنا چاہتے تھے لیکن اولیاء کی صحبت کی ترغیب کے بیان نے مولانا کو وہ پورا نہ کرنے دیا اور پھر صحبت اولیاء کی بات شروع کر دی۔ چوں نتیجہ۔ اگر اہل اللہ سے دوری، قرب حق سے محرومی کا سبب نہ بھی ہو تو جدائی کا غم ہی کیا کم ہے۔

[2] بہتر ز آفتاب۔ سورج تو ظاہری نور پہنچاتا ہے اولیاء کے فیض سے باطنی نور حاصل ہوتا ہے۔ مقبلے۔ یعنی ولی اللہ۔ صاحبدل۔ ولی اللہ، اس کی صحبت، خواہشات نفسانی سے آزاد کر دیتی ہے۔ گر۔ انسان سفر میں ہو یا حضر میں، ہر حالت میں اولیاء اللہ کی صحبت کی جستجو کرے۔

ناتوانی ز اولیاءِ رو بر متاب — جہد کن وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَاب

جب تک ہو سکے اولیا سے منہ نہ موڑ — کوشش کر، اور اللہ (زیادہ) بہتر جانتا ہے۔

گفتن شیخے مر بایزید[1] راکہ کعبہ منم گردِ من طواف کن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کر لے

سوئے مکہ شیخ اُمت بایزیدؒ — از برائے حج و عمرہ می دوید

امت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب — حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

اُو بہر شہریکہ رفتے از نخست — مر عزیزاں را بکردے باز جست

وہ جس شہر میں جاتے ابتداء — خاصانِ خدا کی تلاش کرتے

گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست — کو بر ارکانِ بصیرت متکی ست

چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے — جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟

گفت حق اندر سفر ہر جا روی — باید اوّل طالب مردے شوی

اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے — یہ چاہئے کہ ابتداً تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے

قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں — در تبع آید تو آں را فرع داں

خزانہ کا ارادہ کر، کیونکہ یہ نفع و نقصان — تبعاً حاصل ہو جائے گا اُس کو تو فرع سمجھ

ہرکہ[2] کارد قصد گندم باشدش — کاہ خود اندر تبع می آیدش

جو بوتا ہے اُس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے — بھوسا تبعاً اُس کو حاصل ہو جاتا ہے

گر بکاری جو نیاید گندمے — مردے جو مردے جو مردے

تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا — کسی مرد(حق) کی تلاش کر کسی مرد(حق) کی تلاش کر کسی مرد(حق) کی

قصد کعبہ کن چو وقت حج بود — چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود

جب حج کا زمانہ ہو، کعبہ کا قصد کر — جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا

قصد در معراج دید دوست بود — در تبع عرش و ملائک ہم نمود

معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا — تبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دے گئے

سیّد اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ گفت — نیت خیرت بسے گلہا شگفت

سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں — تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں

---

[1] بایزید۔ بسطامی مشہور ولی گزرے ہیں۔ عزیزاں۔ اولیاء اللہ۔ ارکانِ بصیرت۔ یعنی شرائط طریقت۔ متکی۔ تکیہ لگانے والا۔ گفت حق۔ یعنی اللہ نے بایزید کے دل میں الہام فرمایا۔ مرد۔ یعنی ولی اللہ۔ قصد گنج۔ یعنی سفر کا مقصد کسی ولی اللہ کی زیارت کو بنالو، سفر کے دوسرے منافع تبعاً حاصل کرو اور ان کو فرع سمجھو۔

[2] ہرکہ۔ جس طرح کاشتکار کا اصل مقصد گیہوں ہے، بھوسا ضمناً حاصل ہو جاتا ہے۔ قصد کعبہ۔ حج کا مقصد اصلی کعبہ کی زیارت ہے مکہ شہر کی تبعاً زیارت ہو جاتی ہے۔ در معراج۔ آنحضورؐ کا مقصود معراج میں دیدارِ باری تھا عرش و ملائک کا دیدار تبعاً حاصل ہو گیا۔

سید۔ آنحضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات یعنی اعمال کا مدار نیتوں پر ہے، جیسی نیت ہو گی ویسا ہی اس عمل کا نتیجہ ہو گا۔

نیت[1] مومن بود بہ از عمل — ایں چنیں فرمود سلطانِ دُوَل

مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے — سلطنتوں کے بادشاہ نے اِسی طرح فرمایا ہے

حکایت خانہ ساختن مریدے و امتحانِ پیر مُرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانۂ نو ساخت روزے یک مُرید — پیر آمد خانۂ اُو را بدید

ایک مرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا — پیر آیا، اُس نے اُس کے گھر کو دیکھا

گفت شیخ آں نو مرید خویش را — امتحاں کرد آں نکو اندیش را

شیخ نے اپنے اِس نئے مرید سے فرمایا — اُس خیر اندیش کا امتحان لیا

روزن از بہرچہ کردی اے رفیق — گفت تا نور اندر آید زیں طریق

اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے — اُس نے کہا تاکہ اِن راستہ سے روشنی اندر آئے

گفت آں فرع ست ایں باید نیاز — تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز

فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کے لئے ہونا چاہئے — تاکہ تو اِس راستہ سے اذان سنے

نور خود اندر تبع می آیدت — نیت آں را کن کہ آں می بایدت

روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی — اس کی نیت کر جس کی نیت کرنی چاہئے

بایزیدؒ اندر سفر جستے بسے — تا بیابد خضر وقت خود کسے

بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا — تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے

دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال[2] — یافت دروے فرِّ گفتارِ رجال

ایک بوڑھے، ہلال جیسے قد والے کو دیکھا — اُس میں مردانِ (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی

دیدۂ نابینا و دل چوں آفتاب — ہمچو فیلے دیدہ ہندستاں بخواب

آنکھوں سے نابینا، اور دل سورج کی طرح — اُس ہاتھی کی طرح جس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو

چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب — چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب

آنکھیں بند کئے ہوئے سوتا ہوا سو مستیاں دیکھتا ہے — جب (آنکھ) کھلتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا

بس عجب درخواب روشن می شود — دل درونِ خواب روزن می شود

خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے — نیند میں، دل روشندان بن جاتا ہے

---

[1] نیت۔ حدیث شریف ہے نیۃ المومن خیر من عملہ و عمل المنافق خیر من نیتہ یعنی مومن کی نیت عمل سے بھی بہتر ہوتی ہے اور منافق کا عمل نیت سے بہتر ہوتا ہے یعنی منافق جو عمل کرتا ہے اس میں فاسد نیت ہوتی ہے۔ حکایت۔ اس حکایت کا منشا یہ ہے کہ عمل میں اعلیٰ مقصد کی نیت کرنی چاہئے، ادنیٰ مقصد خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ نو مرید۔ یہ مرید ابھی شیخ کی تعلیمات سے پورا مستفید نہیں ہوا تھا۔ روزن۔ روشندان، گھر میں روشندان بناتے ہیں، بہتر یہ ہے کہ اس کا مقصد ذکر اللہ اور اذان کی آمد کو قرار دے۔ روشنی روشندان سے خود حاصل ہو ہی جائے گی۔

[2] ہمچوں ہلال۔ وہ شیخ بڑھاپے کی وجہ سے خمیدہ کمر تھے۔ رجال۔ یعنی اولیاء اللہ۔ دیدہ نابینا۔ یعنی وہ شیخ دل کی آنکھوں سے عالم ملکوت کی سیر کر کے مسرور تھے جس طرح ہاتھی جو ہندوستان کا جانور ہے غیر ملک میں جا کر جب ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو مسرور ہوتا ہے۔ چشم بستہ۔ اولیاء اللہ آنکھیں بند کر کے جب عالم ملکوت کی سیر کرتے ہیں تو ان کو عجائب قدرت نظر آتے ہیں جو آنکھیں کھولنے پر نظر نہیں آتے۔ درونِ خواب۔ یعنی جب آنکھیں بند ہوتی ہیں تو دل عالم ملکوت کا روشندان بن جاتا ہے۔

آنکہ[1] بیدارست و بیند خوابِ خوش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے
عارفست اُو خاکِ اُو در دیدہ کش
وہ عارف (باللہ) ہے اُسکی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا

بایزیدؒ اُو را چو از اقطاب یافت
اُن کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا
مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
انکساری دکھائی، اور اُن کی خدمت میں دوڑے

پیشِ اُو بنشست و می پرسید حال
اُن کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کیے
یافتش درویش وہم صاحب عیال
اُن کو نادار، اور عیال دار پایا

گفت عزمِ تو کجا اے بایزیدؒ
اُنہوں نے کہا، اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟
رخت غربت راکجا خواہی کشید
سامانِ سفر کہاں لے جائے گا؟

گفت عزمِ کعبہ دارم از وَلہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے
گفت ہیں باخودچہ داری زادِ راہ
فرمایا اچھا، راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟

گفت دارم از درم نقرہ دویست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں
نک بہ بستہ سخت بَرگوشہ رِدیست
یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار
اُنہوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کرلے
ویں نکو تر از طوافِ حج شمار
اور اُس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ

واں درمہا پیشِ من نِہ اے جواد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے
داں کہ حج کردی[2] و شد حاصل مُراد
سمجھ لے کہ تو نے حج کرلیا اور مقصد پورا ہوگیا

عُمرہ کردی عمر باقی یافتی
تو نے عمرہ کرلیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کرلی
صاف گشتی برصفا بشتافتی
تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا

حقّ آں حقّے کہ جانت دیدہ است
اُس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے
کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
کیا اُس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے

کعبہ ہرچندیکہ خانہ برِّ اُوست
ہرچند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے
خلقتِ من نیز خانہ سرِّ اُوست
میرا وجود بھی اس کے اسرار کا گھر ہے

تابکرد آں خانہ را در وے نرفت
جب سے اس نے وہ گھر بنایا ہے اس میں نہیں گیا ہے
واندریں خانہ بجز آں حیّ نرفت
اور اس گھر میں اس حیّؒ (وقیومؒ) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے

---

[1] آنکہ۔ اولیاءاللہ بیداری میں آنکھیں بند کرکے وہ حسین منظر دیکھتے ہیں جو عام انسان کو خواب میں نظر آجایا کرتے ہیں۔ یافتش۔ وہ شیخ تنگدست تھے اور عیالداری بہت تھی۔ ولہ۔ عشق، شوق۔ ردیست۔ رداست۔ طوفی کن۔ شیخ کا بایزید کو اپنے طواف کا حکم دینا غلبہ حال میں تھا ورنہ طواف بنظر عبادت کعبہ کے علاوہ جائز نہیں ہے۔ نکوتر از حج۔ بایزید کا نفلی حج ہوگا، اس لئے یہ فرمایا، ایسی صورت میں حج سے بہتر حاجتمند اولیاء پر صرف کر دینا ہے۔

[2] حج کردی۔ کیونکہ اس صورت میں حج سے زیادہ ثواب مل جائے گا۔ عمر باقی۔ ابدی زندگی۔ صفا۔ کوہ صفا پر سعی کرنے سے باطنی صفائی حاصل ہوتی ہے۔ مرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعبہ کو خطاب کرکے فرمایا تھا کہ مومن تجھ سے افضل ہے۔ کعبہ۔ یعنی عبادت خانہ ہے۔ خانہ سر۔ یعنی اسرار الٰہی کا مخزن ہے۔ تابکرد۔ یعنی حضرت حق جل مجدہ کو جو تعلق قلب مومن سے ہے وہ تعلق کعبہ سے نہیں ہے، اسی لئے قلب مومن تجلیاتِ باری کا زیادہ مظہر ہے۔

چوں مرا[1] دیدی خدا را دیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے
گردِ کعبہ صدق بر گردیدۂ
سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے

خدمت من طاعت و حمد خداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے
تانہ پنداری کہ حق از من جداست
خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے

چشم نیکو باز کن درمن نگر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ
تا بہ بینی نورِ حق اندر بشر
تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے

بایزیدا کعبہ را دریافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا
صد بہاء و عز و صد فریافتی
سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان و شوکت پالی ہیں

کعبہ را یکبار "بَیْتِیْ" گفت یار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایک بار "میرا گھر" کہا ہے
گفت "یَاعَبْدِیْ" مرا ہفتاد باد
مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے

بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے اُن نکتوں کو یاد کر لیا
ہمچو زرّیں حلقہ اش در گوش داشت
سونے کے بالے کی طرح اُن کو کان میں پہنا

آمد[2] از وے بایزیدؒ اندر مزید
اُن سے بایزیدؒ بڑھوتری میں پہنچے
منتہی در منتہی آخر رسید
کامل (مرید) مرتبۂ کمال میں پہنچے

دانستنِ پیمبر کہ سبب رنجوریِ آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اُس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار کو دیکھا
خوش نوازش کرد یارِ غار را
سچے دوست پر اچھی نوازش کی

زندہ شد چوں او پیمبرؐ را بدید
جب اُس نے پیغمبرؐ کو دیکھا اس میں جان پڑ گئی
گوئی آں دم حق مر او را آفرید
تو کہے گا اللہ نے اُسی وقت اُس کو پیدا فرمایا ہے

گفت بیماری مرا ایں بخت داد
اُس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا
کامد ایں سلطانِ برمن با مداد
کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے

تا مرا صحت رسید و عافیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا
از قدومِ ایں شہ پُرخاصیت
اس پُر خاصیت شاہ کی تشریف آوری سے

---

[1] چوں مرا۔ اتحاد کی وجہ سے اہل اللہ کی زیارت گویا خدا کی زیارت ہے۔ بایزیدا۔ یعنی میری زیارت کعبہ کی زیارت ہے۔ کعبہ را۔ قرآن میں مذکور ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خطاب کر کے فرمایا گیا۔ "طَهِّرَا بَيْتِيَ" "تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو۔ یا عَبْدِی۔ مومن جب بھی سورہ فاتحہ پڑھتا ہے اور اهدنا الصراط المستقیم "ہمیں سیدھے راستہ کی ہدایت فرما پر پہنچتا ہے" تو حضرت حق کی جانب سے کہا جاتا ہے لِعَبْدِی مَا سَأَلَ میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔

[2] آمد۔ اس گفتگو سے حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے مقامات بڑھے پہلے بھی ولایت کا کمال حاصل تھا، اس گفتگو سے مزید کمال حاصل ہوا۔ یارِ غار۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ، چونکہ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت آنحضور ﷺ کے ساتھ تھے، سچا دوست۔ زندہ۔ یعنی ان صحابی کو از سرِ نو زندگی ملی ہے۔ سلطان۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ بامداد۔ صبح کا وقت۔ پُرخاصیت۔ بعض نسخوں میں بے حاشیت یعنی بے خادموں کے شہنشاہ۔

اے خجستہ[1] رنج و بیماری و تب
مبارک ہے مرض، اور بیماری اور بخار
اے مبارک درد و بیداریِ شب
مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا

نک مرادر پیری از لطف و کرم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں
حق چنیں رنجوریِ داد و سقم
اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا

دردِ پشتم داد تامن ہم ز خواب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے
برجہم برنیم شب لابدشتاب
لا محالہ جلدی سے آدھی رات کو اُٹھ بیٹھوں

تانہ خسپم جملہ شب چوں گاوٗمیش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں
دردہا بخشید حق از لطف خویش
اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے

زیں شکست آں رحم شاہاں جوش کرد
اِس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آ گیا
دوزخ از تہدید من خاموش کرد
کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چپ کر دیا

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست
مرض، خزانہ بنا کیونکہ اُس سے رحمتیں ہیں
مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
جب چھلکا چھلا تازہ مغز نکل آیا

اے برادر موضع تاریک و سرد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں
صبر کردن برغم و سستی و درد
غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا

چشمۂ حیوان و جام مستی است
آپ حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے
کاں بلندیہا[2] ہمہ در پستی است
اِس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مضمر) ہیں

آں بہاراں مضمرست اندر خزاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں
پُر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
یہ خزاں پُر بہار ہے اُس سے گریز نہ کر

ہمرہِ غم باش و باوحشت بساز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ
می طلب در مرگِ خود عمر دراز
اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے
مشنوش چوں کارِ اُو ضد آمدست
اُس کی نہ سن کیونکہ اُس کا کام بالعکس ہے

تو خلافش کن کہ از پیغمبراں
تو اُس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے
ایں چنیں آمد وصیت در جہاں
دنیا میں وصیت اِسی طرح آئی ہے

مشورت درکار ہا واجب شود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے
تا پشیمانی در آخر کم بود
تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو

---

1. خجستہ۔ وہ بیماری جو رحمتوں کا سبب بنے، مبارک ہے۔ نک۔ یہ بیماری عیادتوں کا سبب بن گئی، دردِ کمر کی وجہ سے لامحالہ رات کو اٹھ بیٹھتا ہوں اور تہجد پڑھتا ہوں۔ زیں شکست۔ بیماری کے مبارک ہونے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے دوزخ کے عذاب سے نجات مل گئی۔ مغز۔ بیماری غفلت کے پردے چاک کر دیتی ہے اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ اے برادر۔ مرض کی تکلیف پر صبر کرنا رحمتوں کا سبب ہے۔
2. بلندیہا۔ مراتب کی بلندیاں مصائب کی پستیوں میں پوشیدہ ہیں۔ ہمرہ۔ غم وحشت پر صبر کرنے سے ابدی زندگی حاصل ہوگی۔ نفس۔ نفس امارہ ہمیشہ برائی کی طرف راغب کرتا ہے، اس کے مشورے کے خلاف عمل کرو۔ خلافش کن۔ نفس امارہ کے خلاف کرنے کی تمام انبیاء نے وصیت و نصیحت کی ہے۔ مشورت۔ بیشک شرعی طور پر مشورہ کرنے کا حکم ہے مشورے سے انجام کی پشیمانی سے نجات ملتی ہے لیکن نفس سے مشورہ مناسب نہیں ہے۔

حیلہا[1] کردند بسیار انبیا ۔ تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں ۔ تب اِس پاٹ پر چکی چلی ہے

نفس می خواہد کہ تاویراں کند ۔ خلق را گمراہ و سرگرداں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے ۔ مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے

گفت اُمت مشورت باکہ کنیم ۔ انبیاء گفتند با عقل امیم
اُمت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟ ۔ انبیاء نے فرمایا رہبر عقل سے

گفت اگر کودک در آید یا زنے ۔ کو ندارد عقل ورای روشنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے ۔ جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے

گفت با اُو مشورت کن وانچہ گفت ۔ تو خلافِ آں کن و در راہ اُفت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے ۔ تو اس کے خلاف کر، اور چل پڑ

نفس خود را زن شناس از زن بتر ۔ زانکہ زن جزوست نفست کل شر
اپنے نفس کو عورت سمجھ، عورت سے (بھی) بدتر ۔ اِس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے

مشورت با نفس خود گرمی کنی ۔ ہرچہ گوید کن خلافِ آں دنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے ۔ جو وہ کہے اُس کمینہ کے خلاف کر

گر نماز[2] و روزہ می فرمایدت ۔ نفس مکارست مکرے زایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے ۔ نفس مکار ہے تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے

مشورت با نفس خویش اندر فعال ۔ ہرچہ گوید عکس آں باشد کمال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو) ۔ وہ جو کچھ کہے اُس کے بالعکس (کرنا) کمال ہے

برنیائی بادے و اُستیز اُو ۔ رو بر یارے بگیر آمیز اُو
(اگر) اُس سے اور اُس کی لڑائی میں نہ جیتے ۔ کسی یار کے پاس جا اُس سے میل جول کر

عقل قوت گیرد از عقل دگر ۔ نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل، دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے ۔ نیشکر، نیشکر سے کامل ہوتی ہے

من زمکر نفس دیدم چیزہا ۔ کو بُرد از مکر خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں ۔ وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے برے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے

وعدہا بدہد ترا تازہ بدست ۔ کو ہزاراں بار آنہا را شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے ۔ جن کو اُس نے ہزاروں بار توڑا ہے

---

1. حیلہا۔ انبیاء اور رسولوں کی تدبیروں سے لوگ ہدایت یافتہ بنے ہیں۔ نفس۔ نفس امارہ راہ ہدایت کے خلاف مشورہ دے کر برباد کرنا چاہتا ہے۔ گفت۔ مشورہ عقل سلیم والے سے کرنا چاہئے۔ امیم۔ امام کا امالہ ہے۔ گفت۔ شرعی حکم ہے کہ بچہ اور عورت کا مشورہ قابل قبول نہیں ہے۔ نفس خود۔ عورت کا مشورہ جبکہ نا قابل قبول ہے تو نفس کا اس سے بھی زیادہ نا قابل قبول ہونا چاہئے۔ دنی۔ کمینہ۔

2. گر نماز۔ ہوسکتا ہے کہ اس کا مقصد یہ ہو کہ تو سمجھ لے کہ اب نفس مطمئنہ ہو گیا ہے اور مجاہدات کو ترک کر دے۔ برنیائی۔ اگر انسان خود نفس کا مقابلہ نہ کر سکے تو شیخ کی مدد حاصل کر لے۔ عقل۔ مرید کی عقل شیخ کی عقل کے ساتھ مل کر قوی ہو جائے گی۔ نے شکر۔ گنا اگر کسی اور کھیتی میں بویا جائے تو اچھا نہ ہوگا بعض نسخوں میں پیشہ گر ہے یعنی عام پیشوں میں بھی استاد سے ہی کمال حاصل ہوتا ہے۔ تمیز ہا۔ نفس اچھے برے کی تمیز ختم کر دیتا ہے۔

عمر¹ اگر صد سال خود مہلت دہد　　اُوت ہر روزے بہانہ نونہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے　　وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا

گرم گوید وعدہائے سرد را　　جادوئے مردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو دُرست بنائے گا　　قوت مردی کا جادو مردی کو ختم کر دیتا ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا　　کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جا　　کہ تیرے بغیر شور زمین سے گھاس نہیں اُگتی

از فلک آویختہ شد پردۂ　　از پئے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے　　درد مند دل کی ملامت کے لئے

ایں قضا را ہم قضا داند علاج　　عقل خلقاں در قضا گیج ست و کاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے　　تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے

اژدہا² گشت ست آں مارِ سیاہ　　آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ، اژدہا بن گیا　　جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا

اژدہا و مار اندر دست تو　　شد عصا اے جانِ موسیٰؑ مست تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ　　لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی جان تجھ سے مست ہے

حکم خُذھا لا تخف دادت خدا　　تا بدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے "اُس کو پکڑ لے، نہ ڈر" کا حکم دیا ہے　　تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے

ہیں ید بیضا نما اے پادشاہ　　صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
ہاں، اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے　　کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

دوزخے افروخت بروے دم فسوں　　اے دمِ تو از دمِ دریا فزوں
اُس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے، اُس پر پھونک مار دے　　اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے

بحر مکارست و بنمودہ کفے　　دوزخ ست از مکر بنمودہ تفے
(وہ نفس) مکار سمندر ہے، جھاگ دکھائی دیتا ہے　　دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے

---

1. عمر۔ انسان کی طویل عمر میں بھی نفس ہر روز ایک بہانہ نیکی نہ کرنے کا تراش دیتا ہے۔ وعدہائے سرد۔ پرانے وعدے جو پورے نہیں ہوئے۔ جادو۔ مشہور ہے کہ جادو کے ذریعہ مرد کو عورت سے باندھ دیا جاتا ہے پھر وہ مرد عورت کے قابل نہیں رہتا، یعنی نفس ایسا جادو کر دیتا ہے کہ نیکی پر قدرت نہیں رہتی۔ از شورہ۔ شوریلی زمین میں گھاس اگانا بہت مشکل ہے لہٰذا ہر مشکل کام کے لئے یہ محاورہ بولا جاتا ہے۔ از فلک۔ نفس کی مکاریوں کا ایک پردہ ہے جو آسمان سے آویزاں ہے تاکہ جلا ملامت کا مستحق بنے۔ ایں قضا۔ نفس کی مکاریاں بھی قضاء خداوندی سے ہیں تو قضاءِ خداوندی ہی اس کا علاج کر سکتی ہے، انسانی عقل اس کے علاج سے عاجز ہے۔ گیج۔ پراگندہ، پریشان۔ کاج۔ بھینگا۔

2. اژدہا۔ نفس ایک معمولی کیڑا تھا، سانپ بنا، سانپ سے اژدہا بن گیا۔ دست تو۔ یعنی ضیاء الحق حسام الدین کو اللہ نے وہ روحانیت دی ہے جس کے ذریعے وہ نفس کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔ خذہا۔ قرآن میں ہے خذھا و لا تخف جب موسیٰ کی لاٹھی سانپ بن گئی تو وہ ڈرے تب حکم ہوا کہ اس کو پکڑ لو اور نہ ڈرو۔ ید بیضا۔ موسیٰ نے بغل میں ہاتھ ڈال کر نکالا تو وہ سفید چمکیلا بن کر نکلا تھا یعنی ضیاء الحق تم بھی اپنی روشن ضمیری سے کام لے کر نفس کی اصلاح کر دو۔ اے دمِ تو۔ اے ضیاء الحق تمہارا پھونکنا اس دوزخ کی آگ کو بجھانے میں سمندر سے بھی زیادہ ہے۔ بحر۔ نفس بظاہر حقیر معلوم ہوتا ہے لیکن شدید تباہی کا سبب ہے۔ کف۔ سمندر کا جھاگ۔ تف۔ گرمی۔

زاں نماید[1] مختصر در چشم تو — تا زبوں بینیش جنبد خشم تو
تیری نگاہ میں اِس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے — تا کہ تو اُس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آجائے

ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود — مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
جیسا کہ لشکر بہت تھا — پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا

تا برایشاں زد پیمبر بے خطر — ور فزوں دیدے ازاں کر دے حذر
یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے اُس پر بلا جھجک حملہ کر دیا — اگر زیادہ دیکھتے۔ اُس سے ہچکچاتے

آں نمایش بود۔ فضل ایزدی — احمدا! ورنہ تو بد دل می شدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا — ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے

کم نمود اُو را و اصحاب وُرا — آں جہاد ظاہر و باطن خدا
اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو کم دکھایا — اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد

تا میسر کرد یسرے را بُرو — تا زعسرے اُو نگر دانید رُو
یہاں تک کہ آپؐ کو سہولت میسر کر دی — جب کہ اُنہوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

کم نمودن[2] مر وُرا پیروز بود — زاں نمودن روزِ اُو نوروز بود
اُن کو کم دکھانا کامیابی تھی — اسلئے کہ اِس طرح دکھانا اُن کے لئے عید کا دن تھا

کم نمودن بس خجستہ روز بود — کہ حقش یار و طریق آموز بود
کم دکھانا بہت مبارک۔ دن تھا — کیونکہ (اللہ تعالیٰ) اُن کا دوست اور راہنما تھا

آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر — وانکہ خرگوشش نماید شیر نر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو — سمجھ لے اُس کو خرگوش نرشیر نظر آتا ہے

وائے گر صد را یکے بیند ز دور — تا بچالش اندر آید از غرور
اُس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے — تا کہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے

زاں نماید ذوالفقارے حربۂ — زاں۔ نماید شیر نرچون گربۂ
چونکہ اُس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے — چونکہ اُس کو نرشیر ایک بلی نظر آتی ہے

تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ — واندر آرد شاں بدیں حیلت بچنگ
تا کہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے — اور خدا اُن کو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے

---

1. زاں نماید۔ اللہ کا کرم ہے کہ نفس تمہیں چھوٹا نظر آتا ہے ورنہ اس سے مقابلہ کی ہمت چھوڑ بیٹھتے۔ ہمچناں۔ جنگ بدر میں دشمنوں کو حقیر کر کے دکھانے کی یہی مصلحت خداوندی تھی۔ تا۔ اگر کافروں کی فوج زیادہ نظر آتی تو حملہ کرنے میں پس و پیش کرنا پڑتا۔ نمائش۔ یعنی تھوڑا کر کے دکھانا۔ آں جہاد۔ جنگ بدر کا جہاد باطنی بھی تھا اور جسمانی بھی۔ یسر۔ سہولت، نرمی۔ عسر۔ تنگی، دشواری۔

2. کم نمودن۔ جنگ بدر میں آنحضورﷺ کو دشمن کم نظر آئے یہی فتحمندی کا سبب بنا جس سے خوشی حاصل ہوئی۔ کہ حقش۔ یہ کم نظر آنا اللہ کا کرم تھا۔ آنکہ۔ اللہ کی مدد جس کے شامل حال نہ ہو، اس کو دشمن کی تعداد زیادہ نظر آتی ہے اور وہ دشمن کو قوی سمجھتا ہے۔ وائے۔ دشمنوں کا کم نظر آنا کبھی اللہ کے کرم سے ہوتا ہے اور کبھی قہر سے، کفار کے ساتھ قہر کا معاملہ تھا تا کہ دھوکا کھا کر جنگ میں کود پڑیں اور شکست کھائیں۔ ذوالفقار۔ حضرت علیؓ کی تلوار کا نام ہے۔ حربہ۔ نیزہ۔

تاپپائے خویش باشد آمدہ — آں قلیواں[1] جانب آتشکدہ

تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں — آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف

کاہ بَرگے می نماید تا تو زُود — پُف کُنی اُو را برانی از وُجود

گھاس کا تنکا نظر آتا ہے، تاکہ تو جلد — پھونک مار دے اور اُس کو فنا کر دے

ہیں کہ آنکہ کوہہا بَرکندہ است — زو جہاں گریان و اُو در خندہ است

خبردار! وہ ایسا ہے کہ اُس نے پہاڑوں کو اُکھاڑ دیا ہے — جہان اُس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے

می نماید تابہ کعب ایں آبِ جو — صد چو عوج بن عنق شد غرقِ اُو

یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے — عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اس میں ڈوب گئے ہیں

می نماید[2] موجِ خونش تل مشک — می نماید قعرِ دریا خاک خشک

اُس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے — (اُس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہو

خشک دیدآں بحر را فرعونِ کور — تا در و راند ز سَر مستی و زُور

اندھے فرعون نے اُس دریا کو خشک دیکھا — یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اُس میں گھس پڑا

چوں درآید در تگ دریا بود — دیدۂ فرعون کے بینا بود

جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے — فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

دیدہ بینا از لقائے حق شود — حق کجا ہمرازِ ہر احمق شود

اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے — اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟

قند بیند خود شود زہر قتول — راہ بیند خود بود آن بانگ غول

شکر سمجھتا ہے، وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے — وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

اے فلک در فتنۂ آخر زماں — تیزی گردی بدہ آخر اماں

اے آسمان! تو آخری زمانے کے لئے فتنے میں — تیزی سے گھومتا ہے آخر (کچھ تو) امن دے

خنجر تیز تو اندر قصد ما — نیشِ زہر آلودۂ در قصد ما

تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے — زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے

اے فلک از رحم حق آموز رحم — بردلِ موراں مزن چوں مارِ زخم

اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ — چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ

حق آنکہ چرخۂ چرخِ ترا — کرد گرداں برفرازِ ایں سرا

اُس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو — اِس گھر پر گھمایا ہے

---

[1] قلیواں۔ قلیو کی جمع ہے، احمق۔ آتشکدہ۔ آگ کی بھٹی۔ کاہ برگے۔ برگِ کاہ، یعنی مبتدی کو نفس ایک حقیر چیز معلوم ہوتا ہے اور اس کی اصلاح کو معمولی بات سمجھتا ہے حالانکہ وہ بہت خطرناک ہے۔ پف۔ پھونک۔ برانی از وجود۔ راندن، فنا کر دینا۔ ہیں۔ نفس نے بڑے بڑے انسانوں کو تباہ کیا ہے۔ می نماید۔ یہ نفس کی مثال ہے کہ بظاہر معمولی دریا معلوم ہوتا ہے لیکن بڑے سے بڑے انسان کو ڈبو دیتا ہے۔

[2] می نماید۔ اس نفس کی خون کی موج، مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے۔ تل۔ ٹیلہ۔ قعر۔ گہرائی۔ تگ۔ تہ۔ دیدہ بینا۔ بصیرت اہل حق کو حاصل ہوتی ہے۔ فرعون احمق اس کا مستحق نہ تھا۔ قتول۔ بہت زیادہ قاتل۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔ نیش۔ نشتر۔ موراں۔ چیونٹیاں۔ مار۔ سانپ۔ حق۔ یہ قسم ہے اس کا جواب اگلا شعر ہے۔ سرا۔ یعنی دنیا۔

که دِگرگوں[1] گردی و رَحمت کُنی — پیش ازاں که بیخ ما را بَرکَنی

کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر — اِس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے

حق آنکه دایگی کردی نخست — تا نہالِ ماز آب و خاک رُست

اُس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی — یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اُگا

حق آں شہ کہ تُرا صاف آفرید — کرد چندیں مشغلہ در تو پدید

اُس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا — اور اِس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں

آنچناں معمور و باقی داشتت — تا کہ دہری از ازل پنداشتت

تجھے اِس قدر آباد اور باقی رکھا — کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا

شکر دانستیم آغازِ تُرا — انبیاء گفتند آں رازِ تُرا

(خدا کا) شکر ہے، ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے — انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

آدمی داند کہ خانہ حادث[2] ست — عنکبوتے نے کہ دروے عابث ست

آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے — مکڑی نہیں، جو اُس میں کھیل رہی ہے

پشہ کے داند کہ ایں باغ از کیست — کو بہاراں زاد و مرگش در دَیست

مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟ — اِسلئے کہ وہ موسم بہار میں پیدا ہوا اُسی میں اُسکی موت ہے

کرم کاندر چوب زاید ست حال — کے بداند چوب را وقت نہال

ست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا — وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟

وَر بداند کرم از ماہیتش — عقل باشد کرم باشد صورتش

اور اگر کیڑا اُس کی حقیقت کو جان لے — وہ عقل ہو گا، اُس کی صورت کیڑے کی ہو گی

عقل خود را[3] می نماید رنگہا — چوں پری دوروست زاں فرسنگہا

عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے — پری کی طرح، پری سے (بھی) کوسوں دور ہے

از ملک بالاست چہ جائے پری — تو مگس پرّی بہ پستی می پری

پری کیا چیز ہے، فرشتوں سے (بھی) بالا ہے — تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے

---

[1] کہ دگرگوں۔ یعنی تیری گردش ہماری تباہی کے لئے نہ ہو۔ حق آنکہ۔ زمانہ نے ہمیں پرورش کیا ہے، یہ مولانا نے عام شاعرانہ انداز اختیار فرمایا ہے ورنہ زمانہ کی گردش نہ آبادی کا سبب ہے نہ بربادی کا۔ مشغلہ۔ یعنی ستارے۔ معمور۔ آباد۔ دہری۔ وہ شخص جو خدا کے وجود کا قائل نہ ہو اور تمام مادی تصرفات کو خود مادہ کی طرف منسوب کرے۔ شکر۔ یعنی خدا کا شکر ہے۔ راز۔ یعنی آسمان کا نو پیدا ہونا۔

[2] حادث۔ نو پیدا۔ عنکبوت۔ مکڑی ہی اپنے جالے کو ازلی سمجھ سکتی ہے۔ عابث۔ لغو کام کرنے والا۔ پشہ۔ مچھر، باغ کی ابتدا اور انتہا سے ناواقف ہوتا ہے۔ کرم۔ کیڑا، وہ کیڑا جو درخت کی لکڑی میں پیدا ہوتا ہے وہ اس درخت کی ابتدا سے ناواقف ہوتا ہے۔ نہال۔ پودا۔ عقل۔ وہ کیڑا جو درخت کے حادث ہونے کو سمجھ جائے بظاہر کیڑا ہے لیکن دراصل وہ عقل مجسم ہے۔

[3] عقل خود را۔ عقل ایک مجرد چیز ہے جو کیڑے کی شکل میں متشکل ہو سکتی ہے جیسے جن اور پری بلکہ وہ پری سے بھی بہت زیادہ لطیف چیز ہے۔ از ملک۔ عقل، فرشتہ سے بھی زیادہ مجرد ہے۔ تو مگس۔ دہریہ اور عام انسان کی عقل کی پرواز مکھی کی طرح پستی کی طرف ہے جو عالم کے حادث ہونے کی طرف پرواز نہیں کرتی ہے۔

گر چہ[1] عقلت سوئے بالائی پَرد
اگر چہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے

مرغِ تقلیدت بہ پستی می چرد
تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے

علم تقلیدی و بالِ جانِ ماست
تقلیدی علم ہمارا وبال جان ہے

عاریہ است و ماشنستہ کآنِ ماست
وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے

زیں خرد جاہل ہمی باید شدن
اس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہئے

دست در دیوانگی باید زدن
دیوانگی اختیار کر لینی چاہئے

ہرچہ بینی سودِ خود زاں می گریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اُس سے گریز کر

زہر نوش، آبِ حیواں را بریز
زہر پی لے، آب حیات کو بہا دے

ہرکہ بستاید[2] ترا دشنام دہ
جو تیری تعریف کرے اُس کو برا بھلا کہہ

سود و سرمایہ بمفلس وام دہ
نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دے دے

ایمنی بگذار و جائے خوف باش
امن کی جگہ کو چھوڑ، خوف کی جگہ میں رہ

بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
عزت کو خیر باد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن

آزمودم عقل دور اندیش را
میں نے دُور اندیش عقل کو آزما لیا

بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
اِس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عذر گفتن دلقک باسید کہ چرا فاحشہ بنکاح آورد

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اُس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک[3] شبے سید اَجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا

قحبہ را خواستی تو از عجل
جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا

بامن ایں را بازمی بایست گفت
مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہئے تھا

تا یکے مستورہ کردیمیت جفت
تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کرا دیتا

گفت نہ مستورہ صالح خواستم
اُس نے کہا میں نے تو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا

قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
وہ رنڈی بنیں، اور میں غم سے گھلا

خواستم ایں قحبہ رابا معرفت
اس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے

تا بہ بینم چوں شود ایں عاقبت
تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟

---

[1] گر چہ۔ دہریہ اور عام انسان میں بھی عقل ہے جو عالم کے حدوث کا ادراک کر سکتی ہے لیکن اس کا تقلیدی علم مانع بنتا ہے۔ علم تقلیدی۔ تقلیدی علم حقیقت تک نہیں پہنچاتا اور انسان اس سے دھوکے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زیں خرد۔ ناقص عقل اور تقلیدی علم سے جہل اور دیوانگی کی بے عقلی بہتر ہے۔ ہر چہ بینی۔ ناقص عقل جس کو اچھا سمجھے اس کو برا سمجھنا چاہئے۔ زہر نوش۔ ناقص عقل جس کو زہر سمجھے وہ دراصل آب حیات ہے اور جس کو آب حیات سمجھے وہ زہر ہے۔

[2] ہر کہ بستاید۔ ناقص عقل والا انسان اپنی تعریف سے خوش ہوتا ہے، تمہیں چاہئے کہ منہ پر تعریف کرنے والے کو برا بھلا کہہ دو، اور منہ پر تعریف کے نفع اور سرمایہ کو نیکیوں سے مفلس کے سپرد کر دو۔ ایمنی۔ ناقص عقل جس جگہ کو امن کی جگہ سمجھے اس کو چھوڑ کر اس جگہ جاؤ جس کو وہ ڈر کی جگہ سمجھتی ہے جس کو وہ عزت سمجھتی ہے اس سے گریز کرو اور جس کو وہ ذلت سمجھے، اس کو اختیار کرو۔ عقل دور اندیش۔ یعنی عقل ناقص۔

[3] دلقک۔ ڈوم، اس نے پردہ نشینوں کو برت کر رنج اٹھایا تو رنڈی سے نکاح کر کے تجربہ حاصل کرنے کی سوچی۔ اسی طرح عقل کے نقصانات محسوس کر کے دیوانگی کا تجربہ کرنا چاہئے جو کہ مفید ہوگی جیسا کہ بہلول کے قصہ سے واضح ہوگا۔ مستورہ۔ پردہ نشین عورت۔ قحبہ۔ رنڈی، زانیہ۔

عقل[1] راہم آزمودم من بسے — زیں سپس جویم جنوں را مغرسے

میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا — اِس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

بہ حیلت درسخن آوردن سائل آں بزرگ را کہ خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے اُن بزرگ کو باتوں پر آمادہ کرلینا جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنالیا ہے

آں یکے می گفت خواہم عاقلے — مشورت آرم بدو در مشکلے

ایک (شخص) کہہ رہا تھا، میں ایک عقلمند چاہتا ہوں — اُس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا

آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما — نیست عاقل جزکہ آں مجنوں نما

ایک (شخص) نے اُس سے کہا ہمارے شہر میں — اُس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے

برنئے گشتہ سوارہ نک فلاں — می دواند درمیانِ کودکاں

بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں — بچوں میں اُس کو دوڑا رہا ہے

گوئے[2] می بازد بروزان و شباں — درجہاں گنج نہاں جانِ جہاں

دن رات گیند سے کھیلتا ہے — دنیا میں چھپا خزانہ ہے، دنیا کی روح ہے

صاحب رایست و آتش پارۂ — آسماں قدرست و اختر بارۂ

صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے — آسمان کے رُتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے

فر او کروبیاں را جاں شدست — او دریں دیوانگی پنہاں شدست

اُس کی عزت فرشتوں کی جان ہے — وہ اِس دیوانگی میں چھپا ہوا ہے

لیک ہر دیوانہ راجاں نشمری — سرمنہ گوسالہ را چوں سامری

لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا — سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا

چوں ولی آشکارا با تو گفت — صد ہزاراں غیب و اَسرارِ نہفت

جب کہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیئے — غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز

مر تراآں فہم وآں دانش نبود — وانداَنستی تو سرگیں را ز عود

تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی — تو گوبر کو "اگر" سے نہ پہچان سکا

از جنوں خود را وَلی چوں پردہ ساخت — مر وُرا اے کور کے خواہی شناخت

ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا — اے اندھے! تو اُس کو کب پہچان سکتا ہے؟

---

[1] عقل۔ جس طرح اس ڈوم نے پردہ نشینوں سے عاجز آ کر رنڈی کا تجربہ شروع کیا، اسی طرح میں عقل سے عاجز آ کر دیوانگی کا تجربہ شروع کروں گا۔ مغرس۔ پودا لگانے کی جگہ، کھیت۔ بزرگ۔ یعنی حضرت بہلول، ہارون الرشید کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے جنہوں نے مصلحتاً اپنے آپ کو دیوانہ بنا رکھا تھا، بانس کو گھوڑا بنا کر بچوں میں کھیلتے رہتے تھے۔ خاموش رہتے تھے لیکن جب بولتے تھے تو بڑی دانائی کی بات کہہ دیتے تھے۔ مشکلے۔ یعنی معرفت کا مشکل مسئلہ۔ شہر۔ یعنی بغداد۔ مجنوں نما۔ حضرت بہلول جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ ظاہر کر رکھا تھا۔

[2] گوئے۔ شب روز بچوں کے ساتھ گیند کھیلتے ہیں۔ گنج نہاں۔ معرفت کے علوم کا چھپا ہوا خزانہ ہیں۔ جانِ جہاں۔ دنیا ان کی بدولت قائم ہے۔ صاحب۔ یعنی بہلول صاحب رائے اور ذہین ہے، اور بلند شخصیت ہے۔ فرِ او۔ فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں، اس نے اپنے مرتبہ کو دیوانگی میں چھپا رکھا ہے۔ لیک۔ ہر دیوانے کو ولی سمجھنا غلط ہے۔ چوں۔ بعض اولیاء کے اپنے آپ کو دیوانگی میں چھپانے کی توجیہ ہے۔ واندانستی۔ تو بھلے برے میں امتیاز نہ کرسکا۔ از جنوں۔ جب ولی اصل حالت میں تھا اور تو اس کو نہ پہچان سکا تو اب جبکہ وہ دیوانگی میں پوشیدہ ہے تو اس کو کیسے پہچان سکے گا۔

گر تُرا باز ست آں دیدہ یقیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے

زیرِ ہر سنگے[1] یکے سَرہنگ بیں
ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے

پیش آں چشمے کہ باز و رہبرست
اُس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے

ہر گلیمے را کلیمے در برست
ہر کملی کی آغوش میں ایک کلیم ہے

مرد ولی راہم ولی شہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے

ہر کرا اُو خواست با بہرہ کند
جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے

کس نداند از خرد اُو را شناخت
عقل کے ذریعہ کوئی اُس کو نہیں پہچان سکتا

خاصہ اُو مر خویش را دیوانہ ساخت
خصوصاً اُس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا

چوں بد زدد دُزدِ بینا رخت کور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرا لے

ہیچ یابد دزد را اعمیٰ بزور
اندھا، چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟

کور نشناسد کہ دُزدِ اُو کہ بود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اُس کا چور کون ہے؟

گرچہ خود بروے زند دُزدِ عنود
اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے بھڑا دے

چوں گزد[2] سگ کور صاحب ژندہ را
جب اندھے، گدڑی والے کو کتا کاٹ لے

کے شناسد آں سگ درندہ را
وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

حملہ کردن سگ بر کورِ گدا
ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے برکورے گدا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر

حملہ می آورد چوں شیرِ دغا
معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا

سگ کند آہنگ درویشاں بہ خشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے

درکشد مہ خاک درویشاں بہ چشم
چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے

کور عاجز شد زبانگ و بیم سگ
اندھا، کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آ گیا

اندر آمد کور در تعظیم سگ
اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا

کائے امیر صید وائے شیرِ شکار
کہ اے شکارؔ کے مالک اور اے شکار کے شیر!

دست دست تست دست از من بدار
غلبہ تجھی کو ہے، مجھے چھوڑ دے

کز ضرورت دُمِ خر را آں حکیم
اُس دانا نے مجبوراً گدھے کی دُم کی

کرد تعظیم و لقب دادش اَدیم
تعظیم کی اور اُس کو ''نری'' کا لقب دیا

---

[1] زیرِ ہر سنگے۔ شعر۔ خاکسارانِ جہاں رابحقارت منگر۔ تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد۔ باز۔ کھلا ہوا۔ گلیم۔ گدڑی۔ کلیم۔ یعنی حضرت موسیٰؑ۔ مرد ولی۔ یعنی ولی جس کو چاہتا ہے اپنی ولایت سے روشناس کرا دیتا ہے۔ کس نداند۔ محض عقل سے کسی ولی کو نہیں پہچانا جا سکتا ہے۔ چوں۔ اندھا، چور جیسے ادنیٰ انسان کو عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے تو ولی جیسے اعلیٰ انسان کو عقل سے کیسے پہچانا جا سکتا ہے۔

[2] گزد۔ اندھا کاٹنے والے کتے کو محض عقل سے نہیں پہچان سکتا ہے۔ دغا۔ میدانِ جنگ۔ سگ۔ یعنی بے بہرہ درویشوں کے درپے آزار ہوتے ہیں حالانکہ وہ اس قدر بلند مرتبہ ہوتے ہیں کہ چاند جیسے روشن دل ان کی خاکِ پا کو سرمہ بناتے ہیں۔ بیم۔ خوف۔ کائے۔ اندھے نے کتے کی تعظیم میں یہ کہنا شروع کر دیا۔ کز ضرورت۔ مجبوری میں انسان گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے۔ ادیم۔ نری جو ایک عمدہ قسم کا چمڑا ہے۔

گفت اُو ہم از ضرورت اے اَسد
اُس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!
گور می گیرند یا رانت بدشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں
گور می جویند یا رانت بہ صید
تیرے دوست شکار میں گور خر تلاش کرتے ہیں
آں سگ عالم شکارِ گور کرد
اُس سدھے ہوئے کتے نے گور خر کا شکار کیا
علم چوں آموخت سگ رُست از ضلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا
سگ چو عالم گشت شد چالاک زہف
کتا جب صاحب علم بنا چالاک و چست ہو گیا
سگ شناسا شد کہ میر صید کیست
کتا واقف ہو گیا کہ میر شکار کون ہے
کور[2] نشناسد نہ از بے چشمی است
اندھا نہیں پہچانتا ہے (یہ نہ پہچاننا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے
نیست خود بے چشم تر کور از زمیں
زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے
نورِ موسیٰؑ دید و موسیٰؑ را نواخت
موسیٰؑ کے نور کو اُس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا
زجف کرد اندر ہلاکِ ہر دَعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کے لئے زلزلہ میں آ گئی
خاک و باد و آب و نارِ با شرر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ

از چوں من[1] لاغر شکارت چہ رسد
مجھ جیسے بودے شکار سے تجھے کیا ملے گا؟
کور می گیری تو در کوچہ بکشت
تو اندھے کو پکڑتا ہے، جو گلی میں گشت میں ہے
کور می جوئی تو در کوچہ بہ کید
تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے
ویں سگ بے مایہ قصد کورِ کرد
اِس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا
می کند در بیشہ ہا صید حلال
جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے
سگ چو عارف گشت شد ز اصحابِ کہف
کتا جب باخدا بنا اصحابِ کہف میں سے ہو گیا
اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟
بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست
بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے
ایں زمیں از فضل حق شد خصم بیں
یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی
خسف قاروں کرد و قاروں را شناخت
قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا
فہم کرد از حق کہ یا اَرضُ ابلعی
"اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی
بے خبر از ما و از حق با خبر
ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے با خبر ہیں

1. از چوں من۔ یعنی مجھ جیسے لاغر شکار کا تجھے کیا فائدہ۔ کور۔ گورخر۔ کید۔ مکر۔ سگ عالم۔ سدھایا ہوا کتا۔ علم۔ علم کی یہ فضیلت ہے کہ کتا بھی اس کو حاصل کر کے راہ یاب ہو جاتا ہے تو انسان علم حاصل کر کے کس قدر فضیلتیں حاصل کر سکتا ہے۔ زہف۔ چست۔ وصحاب کہف۔ اصحاب کہف کے کتے کا نام قطمیر ہے۔ سگ۔ کتے کو وہ نور عطا ہو جاتا ہے جس سے وہ اپنے مالک کو پہچان لیتا ہے اے خدا وہ نور ہمیں بھی عطا کر دے جس سے ہم اپنے مالک کو شناخت کر لیں۔

2. کور۔ اندھے کا نہ پہچاننا دراصل قلبی بصیرت نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ نیست۔ زمین کے آنکھیں نہیں ہیں وہ پھر بھی پہچانتی ہے۔ نور۔ حضرت موسیٰ کو اس نے پہچانا اور اچھا معاملہ کیا، نیل کی زمین خشک ہو گئی اور وہ دریا کو عبور کر گئے، قارون کو پہچان کر دھنسا دیا۔ رجف کرد۔ منکروں کو زلزلہ سے ہلاک کر دیا، حضرت نوحؑ کی نجات کے لئے پانی کو نگل گئی۔ خاک۔ عناصر اربعہ کے آنکھیں نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کو خوب پہچانتے ہیں۔

ما بعکس[1] آں زغیر حق خبیر
ہم اِس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں

بے خبر از حق با چندیں نذیر
اور باوجود اِس قدر ڈرانے والوں کے خدا سے بے خبر

لا جرم اَشْفَقْنَ مِنْهَا جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اِس (بار امانت) سے ڈر گئی

کند شد زآمیز حیواں جملہ شاں
"انکی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے ست ہو گئی

گفت بیزاریم جملہ زیں حیات
کہا ہم سب اِس زندگی سے بیزار ہیں

کہ بود با خلق حی با حق موات
کہ مخلوق کے ساتھ زندہ خدا کے تعلق میں مردہ ہے

چوں بماند از خلق گردد او یتیم
جب مخلوق سے جدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے

اُنس حق[2] را قلب می باید سلیم
اللہ (تعالیٰ) سے محبت کیلئے قلب سلیم چاہئے

چون زکورے دُزد دُزد دکالہٗ
جب چور، اندھے کا سامان چرا لیتا ہے

می کندآں کور عَمیا نالہٗ
وہ اندھا، اندھا دُھند روتا ہے

تانہ گوید دُزد او را کاں منم
جب تک چور اُس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں

کز تو دُز دیدم کہ دُزدِ پُر فنم
میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں

کے شناسد کور دُزدِ خویش را
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟

چوں ندارد نورِ چشم وآں ضیا
جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی

چوں بگوید ہم بگیر او را تو سخت
جب وہ کہہ دے، اُس کو مضبوطی سے پکڑے

تا بگوید او علامتہائے رخت
تا کہ وہ سامان کی علامتیں بتاوے

پس جہادِ اکبر[3] آمد عصر دُزد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے

تا بگوید کوچہ دُز دیدست مرد
تا کہ وہ بتا دے کہ اُس نے کیا چرایا ہے؟

اولاً دُزدید کحل دیدہ ات
اُس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے

چوں ستانی بازیابی تبصرت
جب تو (واپس) لے لے گا دوبارہ بینائی حاصل کرے گا

کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے

پیشِ اہل دل یقیں آں حاصل ست
اہل دل کے سامنے یقیناً وہ مل جاتا ہے

---

[1] بالعکس۔ انسان کے آنکھیں ہیں غیر اللہ کو خوب پہچان لیتا ہے لیکن باوجود انبیاء کے ڈرانے کے اللہ تعالیٰ سے بے خبر بنا ہوا ہے۔ خبیر۔ خبردار۔ نذیر۔ ڈرانے والا۔ اشفقن منہا۔ قرآن میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امانت کا بار آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر ڈالنا چاہا لیکن وہ اس سے ڈر گئے اور اس کو قبول نہ کیا۔ کند۔ ان کے ڈرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے تحمل کے لئے حیوانیت کے اوصاف ضروری تھے جن میں خدا سے غفلت کا مادہ بھی ہے انہوں نے اس وصف سے ڈر کر امانت کے تحمل سے انکار کر دیا۔ چوں۔ مخلوق سے ایسا تعلق ہو کہ اگر وہ تعلق ختم ہو جائے تو انسان یتیم کی طرح بے سہارا رہ جائے۔

[2] انس حق۔ حیوانیت کے ہوتے ہوئے خدا سے انس قلب سلیم کا کام ہے جو ہمیں حاصل نہیں یہاں تک یہ قول اس کائنات کا تھا جس نے امانت کے تحمل سے انکار کیا ہے۔ چوں۔ اندھا چور کو نہیں پہچانتا اور اندھا دھند نالہ کرتا ہے۔ کے شناسد۔ جب انسان نورِ جسم اور نورِ باطن سے محروم ہو تو چور کو نہیں پہچان سکتا ہے۔ چوں بگوید۔ جب چور اقرار کر لے تو سخت گیری کرنی چاہئے تا کہ وہ چوری کا پورا پتہ دے دے، یہی معاملہ انسان کا اپنے نفس سے ہونا چاہئے۔

[3] جہادِ اکبر۔ صوفیاء کی اصطلاح میں نفس سے مجاہدہ کرنا جہادِ اکبر کہلاتا ہے۔ عصر۔ دبانا، نچوڑنا، اس شعر کا دوسرا مصرع بعض نسخوں میں یہ ہے "تا بگوید کہ چہ بردآں زن بمرد" زن بمرد کے معنی ہیں بیوی کی زنا کی کمائی کھانے والا، دیوث۔ اولاً۔ نفس سب سے پہلے انسان کی بصیرت چرا لیتا ہے۔ کالۂ حکمت۔ نفس انسانی جب انسان کو حکمت و دانائی سے محروم کر دے تو وہ دوبارہ اہل دل سے حاصل کی جا سکتی ہے۔

کورِ دل[1] با جان و با سمع و بصر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے
می نداند دُزدِ شیطان را اثر
شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے

زاہلِ دل جواز جماد آں را مجو
اہل دل کے پاس تلاش کر، بے حس کے پاس تلاش نہ کر
کہ جماد آمد خلائق پیشِ او
اِس لئے کہ مخلوق اُس کے مقابلہ میں بے حس ہے

بازمی گردیم سوئے راز جو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں
تاشود ہم مشورت با راز گو
تاکہ راز بتانے والے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے

مشورت جوینده آمد نزدِ اُو
مشورہ چاہنے والا اُس کے پاس آیا
کاے ابِ کودک شده رازے بگو
اے بچہ بنے ہوئے باپ، ایک راز بتا دے

گفت روزیں حلقہ کیں دربار نیست
اُس نے کہا اِس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے
باز گرد امروز روزِ راز نیست
واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے

گر مکاں را رہ بدے در لا مکاں
اگر مکان کے لئے لا مکان میں راستہ ہوتا
ہمچو شیخاں بودے من بُرد کاں
مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب اُفتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب[2] درنیم شب جائے رسید
کوتوال، آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا
در بن دیوار مستے خفتہ دید
دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا

گفت ہے مستی چہ خور دستی بگو
اُس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تو نے کیا پیا ہے؟
گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو
اُس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے

گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست
اُس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟
گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اُس نے کہا جو میں نے پیا ہے کہا، یہ گول مول بات ہے

گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں
اُس نے کہا یہ بتا کہ جو تو نے پیا ہے وہ کیا ہے؟
گفت آنکہ در سبو مخفی ست آں
اُس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

دوری شد ایں سوال و ایں جواب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا
ماند چوں خر محتسب اندر خلاف
کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا

---

[1] کورِ دل۔ کور باطن باوجود ظاہری حواس کے شیطانی اثرات محسوس نہیں کرتا ہے۔ زاہلِ دل۔ حکمت اہل دل کے پاس ہے، عوام بے حس پتھر ہیں۔ باز می گردیم۔ یعنی ہم حضرت بہلولؒ اور مشورہ چاہنے والے کا قصہ دوبارہ شروع کرتے ہیں۔ آو۔ یعنی حضرت بہلول۔ اب کودک شدہ۔ یعنی بہلول کا رتبہ باپ کا تھا لیکن بچہ بنے ہوئے تھے۔ حلقہ۔ یعنی دروازے کی زنجیر۔ مکاں۔ یعنی ناسوتی انسان۔ لامکاں۔ عالم لاہوت۔ دکاں۔ چبوترہ، مسند۔ خواندن۔ اس قصہ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ناسوتی انسان کو لاہوت کے رازوں کا علم نہیں ہوتا ہے۔

[2] محتسب۔ کوتوال۔ بن۔ جڑ۔ چہ خوردستی۔ یعنی تو نے کیا پیا ہے جس سے تو نشہ میں ہے۔ گفت۔ مست نے جواب دیا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے۔ گفت آخر۔ کوتوال نے کہا صراحی میں کیا ہے۔ گفت زانچہ۔ مست نے کہا جو میں نے پیا ہے وہ صراحی میں ہے۔ گفت آں۔ کوتوال نے کہا، بات واضح نہیں ہو رہی ہے۔ بگو۔ کوتوال نے کہا جو تو نے پیا ہے وہ بتا دے۔ دوری شد۔ کوتوال اور مست میں یہی سوال و جواب چلتا رہا۔ خلاب۔

گفت او را محتسب ہیں آہ کن[1] — مست ہو ہو کرد ہنگامِ سخن

اُس سے کوتوال نے کہا، خبردار! آہیں بھر — مست نے بات کرتے وقت آہا ہاہا کہا

گفت گفتم آہ کن ہومی کنی — گفت من شادم تو از غم منحنی

اُس نے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہا ہاہا کرتا ہے — اُس نے کہا میں خوش ہوں، تو غم سے جھک گیا ہے

آہ از درد و غم و بیدادی ست — ہوی ہوی مے خوراں از شادی ست

آہ، درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے — شرابیوں کا آہا ہاہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے

محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز — معرفت متراش بگذار ایں ستیز

کوتوال نے کہا، میں یہ کچھ نہیں جانتا تو کھڑا ہو اٹھ — بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر

گفت رَو تو از کجا من از کجا — گفت مستی خیز تا زندان بیا

اُس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں — اُس نے کہا تو نشہ میں ہے، اُٹھ قید خانہ چل

گفت مست اے محتسب بگذار و رَو — از برہنہ کے تواں بُردن گرو

مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا — ننگے کا کیا گروی کیا جا سکتا ہے؟

گر مرا[2] خود قوتِ رفتن بدے — خانہ خودمی رفتمے ویں کے شدے

اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی — تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟

من اگر با عقل و با امکانمے — ہمچو شیخاں برسر دکانمے

میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا — مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا

گر مرا رائے و تدبیرے بدے — ہمچو شیخاں جاہ و توقیر بدے

اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی — مشائخ کی طرح رُتبہ اور عزت ہوتی

ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے — نذر و اِدرارِ ہمہ روزہ بدے

میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی — روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی

بگذر از من زانکہ گم کر دی تو راہ — باز جو ریش بزرگ و خانقاہ

میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے — لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

دوم بارہ در سخن آوردن سائل شیخ را تا حالِ باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تاکہ باقی حال معلوم ہو جائے

---

[1] آہ کن۔ یعنی اب تجھے قید خانہ میں جانا ہے، ہائے ہائے کر۔ ہوہو۔ یعنی خوشی کا نعرہ۔ منحنی۔ خمیدہ کمر۔ آہ۔ مست نے کہا ہائے ہائے تو غمزدہ مظلوم کرتا ہے، شرابی تو مستی میں خوشی کے نعرے لگاتا ہے۔ معرفت۔ یعنی خدارسیدہ ہونا۔ تو از کجا۔ یعنی تیرا اور میرا راستہ جداگانہ ہے، میں تیرے ساتھ کیوں چلوں۔ از برہنہ۔ جو خود ننگا ہو اس کے کپڑے گروی کیسے رکھے جا سکتے ہیں، مجھے قید خانہ تک چلنے کا کہنا ایسا ہی ہے جیسے ننگے سے کپڑے گروی کرنے کو کہا جائے۔

[2] گر مرا۔ اگر پیروں سے چلنے کی طاقت ہوتی تو گھر چلا جاتا اور یہ قصہ پیش نہ آتا۔ من اگر۔ درمیان میں مولانا نے شرابی کا قصہ شروع کر دیا تھا، اب پھر حضرت بہلولؒ کی بات شروع کرتے ہیں، حضرت بہلولؒ نے مشورہ چاہنے والے سے کہا اگر مجھ میں عقل ہوتی اور میں اپنے قابو میں ہوتا تو دوسرے مشائخ طریقت کا سا میرا حال ہوتا۔ زنبیل۔ جھولی جس میں فقراء اپنے کھانے پینے کی چیزیں رکھتے ہیں۔ ادرار۔ روزینہ۔ بگذر۔ تو نے غلط انتخاب کیا، راز دریافت کرنا ہے تو کسی دراز ریش بزرگ کے پاس خانقاہ میں جا۔

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس
اُس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑے دیر کے لئے
راند سوئے اُوکہ ہیں زوتر بگو
گھوڑا اُس طرف بڑھایا کہ ہاں جلد کہہ
تالکد بر تو نہ کو بد زود باش
تاکہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر
اُو مجالِ رازِ دل گفتن نہ دید
اُس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا
گفت می خواہم دریں کوچہ زنے
اُس نے کہا اِس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں
گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں
اُس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں
آں یکے را چوں بخواہی کل تراست
ایک سے جب تو نکاح کرے گا وہ پوری تیری ہے
واں سوم ہیچ اُو ترا نبود بداں
سمجھ لے، تیسری بالکل تیری نہ ہوگی
تا ترا اسپم نپراند لکد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے
شیخ راند اندر میانِ کودکاں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا
کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں
کہ آئیے، آخر اس کی تفصیل بتائیے
راند سوئے اُو و گفتش بکر خاص
اُس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اُس سے کہا باکرہ خاص

اے سوارہ برنے[1] ایں سوراں فرس
اے بانس کے سوار، گھوڑا اس طرف ہانک دے
کاسپِ من بس توسن ست و تند خو
کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے
ازچہ می پُرسی بیانش کن تو فاش
کیا پوچھتا ہے اس کو واضح کر؟
زو بروں شوکرد و در لاغش کشید
اُس کو ٹال دیا، اور مذاق میں لگا لیا
کیست لائق از برائے چوں منے
مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہو گی؟
آں دو رنج و ایں یکے گنج رواں
دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے
ویں دگر[2] نیمے ترا نیمے جداست
دوسری آدھی تیری ہے، آدھی بیگانہ ہے
ایں شنیدی دُور شورفتم رواں
تو نے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں
کہ بیفتی برنہ خیزی تا اَبد
اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے
بانگ زد یارِ دگر اُو را جواں
جوان نے اُن کو دو بارہ پکارا
ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے
کل تُرا باشد زغم یابی خلاص
سب تیری ہو گی تو غم سے نجات پا لے گا

1. اے سوارہ برنے۔ حضرت بہلولؒ بانس کو گھوڑا بنائے ہوئے اس پر سوار تھے۔ اسپ من۔ وہی بانس کا گھوڑا۔ توسن۔ سرکش گھوڑا۔ لکد۔ دولتی۔ اُو مجال۔ مشورہ چاہنے والے نے رازِ دل نہ کہنے کا موقع نہ دیکھتے ہوئے دوسری بات شروع کردی۔ بروں شوکردن۔ ٹال دینا۔ لاغ۔ مذاق۔ خواہم زنے۔ شادی کرنا چاہتا ہوں۔ گنج رواں۔ نہ ختم ہونے والا خزانہ، قارون کے خزانہ کا نام ہے۔ آں یکے۔ ایک عورت تو وہ ہوتی ہے جو بجسم شوہر کی ہوتی ہے۔

2. ویں دگر۔ دوسری قسم کی عورت آدھی شوہر کے لئے اور آدھی شوہر سے اجنبی ہوتی ہے۔ واں سوم۔ تیسری قسم عورت کی وہ ہے جو شوہر سے بالکلیہ بیگانہ ہوتی ہے۔ کہ بیفتی۔ یعنی میرا گھوڑا لاتیں مار دے گا تو تو مر جائے گا۔ جواں۔ یعنی مشورہ چاہنے والا۔ برگزیں۔ یعنی عورت کی ان تین قسموں میں سے میرے لئے منتخب کر دیجئے۔ بکر۔ بے شادی شدہ عورت، ایسی عورت سے شادی کی جائے تو وہ ہمہ تن شوہر کی ہوتی ہے۔

وانکہ نیمے آنِ تو بیوہ[1] بود
جو آدھی تیری ہو گی، بیوہ ہو گی
وانکہ ہیچست آں عیالِ باولد
وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں، بال بچے والی بیوہ عورت ہو گی

چوں زشوئے اولش کودک بود
جب اُس کے پہلے شوہر سے بچہ ہو گا
مہرِ کُلِّ خاطرش آں سُو رود
اُس کے دل کی محبت اُس کی طرف جائے گی

دور شو تا اسپ نندازد لگد
بھاگ جا، تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے
سُمِ اسپ تو سُمِ برتو رَسد
میرے سرکش گھوڑے کا کھر تیرے لگے

ہائے و ہُوئے کرد شیخ و باز راند
شیخ نے ہائے و ہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا
کودکاں را باز سوئے خویش خواند
بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا

باز بانگش کرد آں سائل بیا
سوال کرنے والے نے، پھر ان کو آواز دی کہ آیئے
یک سوالم ماند اے شاہِ کیا
اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا

باز راند ایں سو بگوز و تر چہ بود
پھر (گھوڑا) اُس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟
کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا

گفت اے شہ باچنیں عقل و ادب
اُس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے
ایں چہ شیدست[2] اینچہ فعلست اے عجب
یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے

تو ورائے عقلِ کُلی در بیاں
تو بیان میں عقل کل سے آگے ہے
آفتابی در جنوں چُونی نہاں
تو سورج ہے، پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟

گفت ایں اوباش رائے می زنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں
تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں

دفع می گفتم مرا گفتند نے
میں ٹالتا ہوں، وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں
نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحب فن عالم نہیں ہے

باوجودِ تو حرام ست و خبیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے
کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
کہ تم سے کم، فیصلے کی بات کرے

در شریعت نیست دستورے کہ ما
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم
کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں

زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم
اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں
زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں

[1] بیوہ۔ بیوہ کا تعلق پہلے شوہر سے بھی باقی رہتا ہے۔ وانکہ ہیچست۔ جو بالکل شوہر کی نہیں ہوتی اور ایسی بیوہ عورت ہوتی ہے جس کی پہلے شوہر سے اولاد بھی ہو۔ سم۔ کھر۔ ہائے و ہوئے۔ یعنی دیوانگی کا نعرہ۔ کودکاں۔ وہی بچے جن کے ساتھ حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ کھیل رہے تھے۔ زوتر۔ زود تر، بہت جلد۔ کہ زمیداں۔ یعنی کھیل کے میدان میں سے۔

[2] شید۔ مکر و فریب، مغالطہ، بناوٹ۔ عقل کل۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام۔ آفتابی۔ آفتاب ہستی۔ اوباش۔ عوام الناس۔ دفع می گفتم۔ میں نے ٹالا۔ باوجودِ تو۔ یہاں عوام نے کہا۔ حدیث۔ بات۔ دستور۔ طریقہ، قانون۔ شہ۔ یعنی قاضی۔ گیج۔ پریشان، بدحال۔

ظاہراً شوریدہ و شیدا[1] شدم — لیک درباطن ھمانم کہ بدم

بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں — لیکن درحقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا

عقل من گنج ست و من ویرانہ ام — گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام

میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں — اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

اُوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد — ایں عَسس را دید و در خانہ نہ شد

دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا — کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا

دانش من[2] جوہر آمد نے عرض — ایں بہائے نیست بہر ہر عرض

میری عقل جوہر (پائدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل) — یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے

کانِ قندم نیستانِ شکرم — ہم زمن می روید و من می خورم

میں شکر کی کان ہوں، شکر کی، اکھ ہوں — (شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں — کز نفورِ مستمع دارد فغاں

وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے — جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے

چوں پئے دانہ[3] نہ بہر روشنی ست — ہمچو طالب علم دنیائے دَنی ست

چونکہ وہ روٹی کے لئے ہے نورِ (معرفت) کیلئے نہیں ہے — (اُس کا طلب) کمینی دنیا کے علم کے طالب جیسا ہے

طالب علم ست بہر عام و خاص — نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص

وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے — نہ اِس لئے کہ اِس عالم (دنیا) سے نجات پائے

ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد — نیست مُرغے ازہمہ سوراخ فرد

وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے — وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو

ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا — می کند غافل ز انوارِ لقا

وہ چوہے جیسا ہے، کہ ہر جانب سوراخ — کھودتا ہے لقا (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے

چونکہ سوئے دشت و نُورش رہ نبود — ہم درآں ظلمات جہدے می نمود

چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا — انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا

---

1. شیدا۔ دیوانہ۔ باطن۔ یعنی حقیقتاً۔ عقل۔ عقل بمنزلہ خزانہ کے ہے اور دفینہ ہمیشہ ویرانہ میں ہوتا ہے لہٰذا میں نے اپنے ظاہر کو ویرانہ بنا رکھا ہے اب اگر میں عقل کا اظہار کروں تو دیوانگی ہوگی۔ دیوانہ نہ شد۔ دیوانہ تو وہ ہے کہ جو اپنی عقل کی نمائش کرے اور بوقت ضرورت اس کو چھپانے کے لئے دیوانہ نہ بنے اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہے جس کی گرفتاری کے لئے کوتوال آ رہا ہو اور وہ پھر بھی گھر میں نہ چھپے۔ عسس۔ کوتوال۔

2. دانش من۔ جو عقل پختہ اور پائیدار ہوتی ہے وہ نمائش سے مستغنی ہوتی ہے۔ عرض۔ سامان یعنی میری عقل اس سے افضل ہے کہ میں اس کو دنیاوی کاموں میں خرچ کروں۔ کانِ قندم۔ یعنی میں اپنے علوم و معارف سے خود استفادہ کرتا ہوں۔ علم تقلیدی و تعلیمی۔ نقلی علم مراد ہے جو بلا تحقیق سیکھا ہو یا دنیاداری کے لئے سیکھا ہو، ایسا علم داد کا طالب ہوتا ہے اور اگر لوگ اس کی طرف متوجہ نہ ہوں تو تکلیف پہنچتی ہے۔

3. چوں پئے دانہ۔ اس علم کی غرض چونکہ محض دنیا ہوتی ہے لہٰذا یہ دنیوی علم کی برابر ہے۔ نے کہ۔ حقیقی علم کا منشا دنیا سے خلاصی اور تقرب الی اللہ ہوتا ہے۔ ہمچو موشے۔ جس طالب علم کا مقصد دنیا ہو اس کی مثال چوہے کی سی ہے جو روشنی سے نفور ہوتا ہے، یہ بھی نورِ معرفت سے متنفر ہے۔ انوارِ لقا۔ معرفت خداوندی کے نور۔

گر خدائش[1] پر دہد پرِ خرد　　بر ہد از موشی وچوں مرغاں پرد
اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے　　تو وہ چوہے پن سے نجات پاجائے اور پرندوں کیطرح پرواز کرے

ورنہ جوید پر بماند زیرِ خاک　　نا اُمید از رفتن راہِ سماک
اگر وہ پروں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہے گا　　سماک کے راستہ پر چلنے سے نا امید (ہوکر)

علم گفتارے کہ اُو بے جاں بود　　عاشقِ رُوئے خریداراں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے　　وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے

گرچہ باشد وقت بحث علم زفت　　چوں خریدارش نباشد مُردو رفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو　　جب اُس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا

مشتریِ من[2] خدایست و مرا　　می کشد بالا کہ اَللّٰہُ اشْتَرَیٰ
میرا خریدار اللہ تعالیٰ ہے اور مجھے　　وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خریدا

خونبہائے من جمالِ ذوالجلال　　خونبہائے خود خورم کسب حلال
میرا خوں بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے　　میں اپنا خون بہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے

ایں خریدارانِ مفلس را بہل　　چہ خریداری کند یک مشت گل[3]
ان مفلس خریداروں کو چھوڑ　　ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟

گل مخور گل را مخر گل را مجو　　زانکہ گل خوارست دائم زرد رُو
مٹی نہ کھا، مٹی نہ خرید، مٹی کی جستجو نہ کر　　کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو ہوتا ہے

دل بخر تا دائما باشی جواں　　از تجلی چہرہ اَت خوں ارغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے　　تجلی سے تیرا چہرہ گل بابونہ کی سرخی کی طرح رہے گا

طالبِ دل شو کہ تاباشی چو گل　　تاشوی شاداں و خنداں ہمچو مل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے　　اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے

دل نباشد آنکہ مطلوبش گل ست　　ایں سخن را روئے با صاحبدلست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے　　یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

---

[1] گر خدائش۔ ایسے طالب علم کو خدا اگر عقل عنایت فرما دے تو پرندوں کی طرح عالم بالا کی طرف پرواز کرے۔ سماک۔ ایک ستارہ ہے جو قمر کی چودھویں منزل میں ہے، یہاں بلندی اور عروج مراد ہے۔ علم گفتارے۔ وہ علم جس میں حقانیت کی روح نہ ہو اور اس میں محض لفظی ٹیپ ٹاپ ہو بے جان ہوتا ہے اور داد دینے والوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زفت۔ موٹا، بھاری۔ خریدارش۔ یعنی داد دینے والے نہیں ہوتے ہیں تو فنا ہو جاتا ہے۔

[2] مشتری من۔ حضرت بہلولؒ نے فرمایا میرے علم کا خریدار خدا ہے اس لئے وہ علم میرے عروج کا سبب ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے مومنوں سے ان کی جان اور مال خرید لیا ہے اس عوض پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔ خونبہا۔ جان کی قیمت جو قاتل سے دلائی جاتی ہے۔ خورم۔ یعنی اب مجھے اللہ کے جمال کا دیدار حاصل ہے۔ ایں خریداراں۔ یعنی علم پر داد دینے والے انسان۔

[3] مشت گل۔ یعنی انسان۔ گل مخور۔ وہ عالم جو اپنے علم کی انسانوں سے داد کا طالب ہے، مٹی کھانے والے کی طرح ہے جو زرد رو ہوتا ہے اور زرد رو دی شرمندگی کی علامت ہے۔ دل بخر۔ یعنی کسی صاحب دل کا دل خرید لو اس کے دل کے نور سے تمہارا چہرہ گل بابونہ کی طرح سرخ رہے گا جو خوشی اور جوانی کی علامت ہے۔ ہمچو مل۔ شراب کی رنگت سرخ ہوتی ہے۔ دل نباشد۔ جو دل مادیات کا طالب ہو، وہ حقیقتاً دل ہی نہیں ہے ورنہ بڑھیا چیز گھٹیا چیز کی کیسے طالب بن سکتی ہے۔

یا رب[1] ایں بخشش نہ حد کارِ ماست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے
لطف تو لطف خفی را خود سزاست
مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے

دست گیر از دست ما مارا بخر
ہماری دستگیری فرما، ہمیں ہم سے خرید لے
پردہ را بردار و پردہ ما مدر
پردے کو اُٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما

باز خرما را ازیں نفس پلید
اس ناپاک نفس سے ہمیں خریدے
کاردش تا استخوانِ مارسید
اُس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے

از چوما بیچارگاں ایں بند سخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی
کہ کشاید اے شہ بے تاج و تخت
اے تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟

ایں چنیں قفل گراں را اے وَدُوْد
اے محبوب اِس قدر بھاری قفل کو
کہ تواند جز کہ فضل تو کشود
تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟

ما زِخود[2] سوئے تو گردانیم سر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رُخ کرتے ہیں
چوں توئی از ما بما نزدیک تر
چونکہ تو ہم سے ہمارے اعتبار سے بھی زیادہ نزدیک ہے

باچنیں نزدیکی دوریم دُور
اس قدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دور ہیں
درچنیں تاریکی بفرست نور
ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے

ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست
یہ دعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے
ورنہ در گلخن گلستاں ازچہ رُست
ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اُگتا؟

درمیانِ خون[3] و رودہ فہم و عقل
خون اور انتڑی میں، سمجھ اور عقل
جز ز اِکرامِ تو نتواں کرد نقل
تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کر سکتا ہے

از دو پارہ پیہ ایں نورِ رواں
یہ جاری نور، چربی کے دو ٹکڑوں سے!
موجِ نورش می زند تا آسماں
اُس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے

گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے، اس سے
می رود سیلابِ حکمت جو بجو
دانائی کا سیلاب نہر در نہر جاتا ہے

---

[1] یارب۔ چوں کہ مادیات سے دل کو ہٹالینا مشکل کام ہے لہٰذا مولانا خدا سے التجا کرتے ہیں۔ لطف۔ مہربانی۔ لطف خفی۔ یعنی مادیات سے دل کا متنفر ہوجانا۔ مارا بخر۔ یعنی ہمیں اپنی ذات سے بے تعلق کردے۔ پردہ۔ یعنی وہ پردہ جو ہم میں اور ذات خداوندی میں حائل ہے۔ کاردش۔ یعنی اس کی ایذارسانی حد سے گزرگئی ہے۔ بندسخت۔ یعنی نفس کی گرفت۔ قفل گراں۔ یعنی خواہش نفسانی کا قفل۔ ودود۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

[2] ماز خود۔ اس معاملہ میں ہماری ذاتی کوشش مفید نہیں ہے۔ چوں توئی۔ خدا نے ارشاد فرمایا ہے، ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ انسان سے قریب ہیں۔ ایں دعا۔ یعنی یہ دعا جو نفس کے فریب سے نجات کے لئے ہم کررہے ہیں تیری ہی توفیق ہے۔ گلخن۔ یعنی ہماری طبیعت جو بھٹی جیسی ہے۔ گلستاں۔ یعنی دعا جو چمن کی طرح ہے، آگ کی بھٹی میں چمن اگادینا قدرتِ خداوندی کی ایک مثال ہے۔

[3] درمیانِ خون۔ انسانی جسم کے خون اور انتڑیوں میں عقل جیسی چیز پیدا فرمادینا قدرت خداوندی کی دوسری مثال ہے۔ از دو پارہ۔ انسان کی آنکھوں میں ایسا نور پیدا کردینا جو آسمان تک پہنچتا ہے، قدرتِ خدا کی تیسری مثال ہے۔ گوشت پارہ۔ انسان کی زبان سے جو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے حکمت ودانائی کی باتیں کانوں تک پہنچتی ہیں اور کان ان کو روح تک پہنچادیتے ہیں جس سے انسان میں ہوشمندی پیدا ہوتی ہے، قدرت خداوندی کی چوتھی مثال ہے۔

سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست
اُس سوراخ کی جانب سے جس کا نام کان ہے
تا بباغِ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں

شاہراہِ باغ جانہا شرعِ اُوست[1]
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے
باغ و بستا نہائے عالم فرعِ اُوست
دنیا کے باغ اور چمن اُس کی شاخ ہیں

اصل و سر چشمہ خوشی آنست آں
اصل اور خوشی کا سر چشمہ وہی وہ ہے
زود تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهَار خواں
جلدی سے ''اُس کے نیچے نہریں جاری ہیں'' پڑھ لے

قصۂ رنجور گو با مصطفیٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا
زانکہ لطف حق ندارد منتہیٰ
اِس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے

شکر نعمت[2] چوں کُنی چوں شکر تو
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کرسکتا ہے جب کہ تیرا شکر کرنا
نعمت تازہ بود ز احسان اُو
اُس کے احسان سے ایک نئی نعمت ہے

عجز تو در شکر شکر آمد تمام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے
فہم کن دریاب قَدْ تَمَّ الْكَلَامُ
سمجھ لے، جان لے، بات پوری ہوئی

تتمۂ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اُس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مَرآں بیمار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اُس بیمار سے فرمایا
چوں عیادت کرد یارِ زار را
جب بیمار دوست کی مزاج پُرسی کی

کہ مگر نوعے دعائے کردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے
از جہالت زہر بائے خوردۂ
نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے

یاد آور چہ دعائے گفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟
چوں زمکر نفس می آشفتۂ
جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے

گفت یادم نیست اِلَّا ہمتے
اُس نے کہا مجھے یاد نہیں مگر توجہ
دار بامن یادم آید ساعتے
ڈال دیجئے مجھ پر، فوراً مجھے یاد آ جائے گی

از حضورِ نور بخش مصطفیٰ
آنحضورﷺ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے
پیشِ خاطر آمد اُو را آں دعا
وہ دعا اس کے دل میں آ گئی

ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے
پیشِ خاطر آمدش آں گم شدہ
وہ بھولی ہوئی (دعا) اُس کے دل میں آ گئی

---

[1] شرع اوست۔ یعنی حکمت کے جان کے باغ میں پہنچنے کا راستہ شریعت ہے دوسرے چمنستانِ حکمت اس چمن کی شاخ ہیں۔ آنست۔ یعنی حکمت کا سیلاب۔ الانہار۔ مولانا نے اس آیت میں نہروں سے حکمت اور معارف الٰہیہ کی نہریں مراد لی ہیں۔ رنجور۔ بیمار۔ ندارد منتہیٰ۔ قرآن پاک میں ہے کہ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو شمار نہ کرسکو گے۔

[2] شکر نعمت۔ اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنا خود ایک نعمت ہے، اب اس کا شکریہ ادا کرو گے تو اس کی ایک اور نعمت موجود ہو جائے گی تو سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور تم شکریہ سے عہدہ برآ نہ ہوسکو گے۔ عجز۔ ہم اس کے شکریہ سے عاجز ہیں، بس یہی ہمارا شکر ہے۔ عیادت۔ بیمار پرسی۔ زہربا۔ زہریلا شوربا۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔ آں دعا۔ وہ دعا جو اس نے کی تھی اور بھول گیا تھا۔ روشن کدہ۔ منور گھر۔ گم شدہ۔ یعنی دعا۔

تافت[1] ازاں روزن کہ از دل تادلست ‌ ‌ روشنی کو فرقِ حق و باطل ست
اُس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی ‌ ‌ روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے

گفت اینک یادم آمد اے رسولؐ ‌ ‌ آں دعا کہ گفتہ ام من بو الفضول
اُس نے کہا اے رسولؐ! اب مجھے یاد آ گئی ‌ ‌ وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

چوں گرفتارِ گنہ می آمدم ‌ ‌ غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہو گیا ‌ ‌ ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا

پُرگنہ بابِ کشایش میؔ زند ‌ ‌ غرقہ دست اندر خشایش می زند
گنہگار، نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے ‌ ‌ ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے

از تو تہدید و وعیدے می رسید ‌ ‌ مجرماں را از عذابِ بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچتا تھا ‌ ‌ گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا

مضطرب می گشتم وچارہ نہ بود ‌ ‌ بند محکم بود و قفل نا کشود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی ‌ ‌ مضبوط قید تھی، اور نہ کھلنے والا تالا

نے مقامِ صبر و نے راہِ گریز ‌ ‌ نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ ‌ ‌ نہ توبہ کی اُمید نہ جھگڑے کا موقع

نے بغیر حق تعالیٰ یارِ من ‌ ‌ ایں چنیں دشوار آمد کارِ من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست ‌ ‌ میرا کام ایسا مشکل ہو گیا

من چو ہاروت و چو ماروت از حزن ‌ ‌ آہ می کردم کہ اے خلاقِ من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح ‌ ‌ آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے!

ذکر دُشواریِ عذابِ آخرت و سختیِ آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

از خطر[2] ہاروت و ماروت آشکار ‌ ‌ چاہِ بابل را بکردند اختیار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ ‌ ‌ بابل کے کنویں کو پسند کر لیا

تا عذابِ آخرت اینجا کشند ‌ ‌ گر بزند و عاقل و ساحر وَشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں ‌ ‌ ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں

---

[1] تافت۔ یعنی آنحضورﷺ کی باطنی توجہ سے آپ کے قلب مبارک سے ان کے قلب تک نور پہنچا جس سے دعا یاد آ گئی۔ بوالفضول۔ بے ہودہ۔ پُر گنہ۔ گنہگار۔ حشایش۔ حشیش کی جمع، گھاس، مقولہ ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ تہدید۔ ڈراوا۔ وعید۔ سزا کا وعدہ۔ مجرماں۔ گنہگاراں۔ مضطرب۔ یعنی ان حالات میں، میں پریشان ہو گیا۔ ہاروت و ماروت۔ وہ دو فرشتے جو اپنے گناہوں کی پاداش میں بابل کے کنویں میں الٹے لٹکے ہوئے مانے گئے ہیں۔ یہ شرعی اعتبار سے محض ایک افسانہ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

[2] از خطر۔ افسانہ یہ ہے کہ ہاروت و ماروت نے زہرہ سے زنا کر لیا تب ان سے کہا گیا کہ آخرت میں عذاب بھگتو یا دنیا میں، جس کی یہ صورت ہو گی کہ ایسے کنویں میں جس میں دھواں بھرا ہو گا قیامت تک کے لئے الٹے لٹکا دیے جاؤ گے۔ اس پر انہوں نے دنیا کی سزا کو پسند کر لیا۔ بابل۔ عراق کا مشہور شہر تھا۔ گربز۔ چالاک۔ ساحر۔ ہاروت ماروت لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے والے تھے۔

نیک کردند و بجائے خویش بود
اچھا کیا، اور با محل تھا
سہل تر باشد ز آتش[1] رنج دُود
دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

حد ندارد وصف رنج و آنجہاں
اُس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے
سہل باشد رنج دنیا پیشِ آں
دنیا کی تکلیف اُس کے مقابلہ میں آسان ہے

اے خنک آں کو جہادے می کند
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے
بر بدن زجرے و دادے می کند
بدن کو تنبیہ اور اُس کے ساتھ انصاف کرتا ہے

تا ز رنج آں جہانے وا رہد
تا کہ اُس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے
برخود ایں رنج عبادت می نہد
اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

من ہمی گفتم کہ یا رب آں عذاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا
ہمدریں عالم براں برمن شتاب
اِسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

تا دراں عالم فراغت باشدم
تا کہ اُس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو
درچنیں درخواست حلقہ می زدم
اِس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا

اینچنیں رنجوریے پیدام شد
اِس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی
جانِ من از رنج بے آرام شد
کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی

ماندہ ام از ذکر[2] و از اورادِ خود
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں
بے خبر گشتم زخویش و نیک و بد
اپنے اور اچھے برے سے بے خبر ہو گیا ہوں

گرنمی دیدم کنوں من روئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا
اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے

می شدم از دست من یکبارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا
کردیم شاہانہ ایں غمخوارگی
آپؐ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی

گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن
آپ نے فرمایا خبردار یہ دعا پھر نہ کرنا
برمکن تو خویش را از بیخ و بن
اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اُکھاڑ

تو چہ طاقت داری اے مورِ نژند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے
کہ نہد برتو چناں کوہے بلند
کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے

گفت توبہ کردم اے سلطان کہ من
اُس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی کہ میں
از سرِ جلدی نبافم ہیچ فن
عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا

---

1. آتش۔ یعنی جہنم کی آگ۔ دود۔ یعنی وہ دھواں جو چاہِ بابل میں ہے۔ اے خنک۔ وہ انسان قابل مبارکباد ہے جو اپنے جسم کو دنیاوی تکالیف میں مبتلا کر کے عبادات اور مجاہدہ کر لے اور آخرت کے عذاب سے نجات حاصل کر لے۔ داد۔ انصاف۔ جسم کے ساتھ یہی انصاف ہے کہ عبادت کر کے اس کو آخرت کے عذاب سے چھڑا لے۔ من ہمی گفتم۔ ان صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے بجائے آخرت کے دنیا کے عذاب میں مبتلا کر دیا جائے۔

2. ذکر۔ یعنی خدا کا ذکر۔ اوراد۔ وہ وظائف جن کو کوئی اپنا معمول بنا لے۔ من شدم۔ یعنی میں مرجاتا۔ مور۔ چیونٹی۔ نژند۔ اوندھا، پست وخوار۔ کوہے بلند۔ یعنی دنیا کا عذاب۔ توبہ کردم۔ آئندہ عذاب بھگتنے کی دعا نہ کروں گا بلکہ معافی کی درخواست کیا کروں گا۔

ایں جہاں تیہ[1] است و تو موسیٰؑ و ما
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰؑ ہیں اور ہم
از گنہ در تیہ مانده مبتلا
گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں

سالہا رہ می رویم و در اخیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں
ہمچناں در منزلِ اول اسیر
اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

ذکر قومِ موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور اُن کی شرمندگی کا تذکرہ

قومِ موسیٰؑ راہ می پیموده اند
(حضرت) موسیٰؑ کی قوم راستہ طے کرتی
آخر اندر گامِ اوّل بوده اند
(لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی

گر دلِ موسیٰؑ زما راضی بدے
اگر (حضرت) موسیٰؑ کا دل ہم سے خوش ہوتا
تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا

ور بہ کل بیزار بودے اُو زما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے
کے رسیدے من و سلویٰ از سما
تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا

کے زسنگے چشمہا جوشاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے
دربیاباں تا امانِ جاں شدے
جنگل میں، حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے

بل بجائے خواں خود آتش آمدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی
اندریں منزل لہب بر ما زدے
اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی

چوں دو دل[2] شد موسیٰؑ اندر کارِ ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰؑ دو دلے ہو گئے ہیں
گاہ خصم ماست و گاہے یارِ ما
کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

خشمش آتش می زند در رخت ما
اُن کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے
حلم اُو رَد می کند تیر بلا
اُن کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے

کے بود کہ حلم گردد خشم تیز
کب ہو گا کہ اُن کا تیز، غصہ بردباری بن جائے
نیست نادر ایں ز لطف اے عزیز
اے خدا یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے

مدحِ حاضر وحشت است از بہر ایں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی کا سبب ہے اس لئے
نامِ موسیٰؑ می برم قاصد چنیں
میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰؑ کا نام لے رہا ہوں

---

[1] تیہ۔ بوزن فیل وہ بیابان تھا جس میں نافرمانیوں کی بدولت بنی اسرائیل چالیس سال تک سرگرداں پھرتے رہے، اسی میدان میں ان پر من وسلویٰ بھی اترا اور پتھر سے پانی کے چشمے بھی پھوٹے۔ سالہا۔ بنی اسرائیل تیہ میں جہاں سے صبح کو چلتے تھے شام کو پھر وہیں پہنچ جاتے تھے، نکلنے کا کوئی راستہ نہ ملتا تھا۔ یہی حال ہمارا ہے، توبہ و استغفار سے قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے لیکن گناہ کر بیٹھتے ہیں تو پھر پہلی منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔ قوم موسیٰ۔ یعنی بنی اسرائیل۔ گردل۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ اگر موسیٰ بالکل خوش ہوتے تو ہم تیہ سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتے۔ ور بہ کل۔ اگر بالکلیہ ناراض ہوتے تو ہم پر من وسلویٰ کیوں اترتا اور پتھر سے پانی کے چشمے کیوں ابلتے۔ بل۔ من وسلویٰ کے بجائے ہم پر آگ نازل ہوتی۔

[2] چوں دو دل۔ حضرت موسیٰ کے دل میں ہم سے پیار بھی ہے اور ناراضی بھی۔ خشمش۔ یعنی ان کا غصہ ہماری تباہی کا باعث ہے۔ کے بود۔ ہم اس وقت کے منتظر ہیں جب خدا کی مہربانی سے ان کا غصہ بھی بردباری میں تبدیل ہو جائے گا۔ مدح حاضر۔ ان بیمار صحابی نے حضرت موسیٰ کا ذکر کر کے ان کے کچھ فضائل ذکر کئے۔ اب فرماتے ہیں کہ دراصل وہ فضائل آپ کے ہیں لیکن چونکہ منہ پر تعریف کرنے سے آپ کو ناگواری ہوتی ہے تو میں نے حضرت موسیٰ کے ضمن میں آپ کے فضائل کا ذکر کیا ہے۔

ورنہ[1] موسیٰؑ کے روا دارد کہ من
ورنہ (حضرت) موسیٰؑ کب گوارا کرتے کہ میں

پیشِ تو یاد آورم از ہیچ تن
آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

عہد ما بشکست صد بار و ہزار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے

عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار
تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت و برقرار ہے

عہد ما کاہ و بہر بادے زبوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے

عہد تو کوہ و ز صد کہ ہم فزوں
تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

حق آں قوت کہ بر تلوین ما
اُس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے

رحمتے کن اے امیر لونہا
اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے

خویش را دیدم و رُسوائی خویش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا

امتحانِ ما مکن اے شاہِ بیش
اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے

تا فضیحتہائے دیگر را نہاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ

کردہ باشی اے کریم مستعاں
کر دے اے مدد گار کریم!

بیحدی تو درجمال و در کمال
تو جمال اور کمال میں لا محدود ہے

در کژی ما بیحدیم و در ضلال
ہم کجی اور گمراہی میں لا انتہا ہیں

بیحدیِ خویش بگمار اے کریم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے

بر کژیِ بیحد مشتے لئیم
ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر

ہیں[2] کہ از تقطیع ما یک تار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے

مصر بودیم و یکے دیوار ماند
ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے

اَلْبَقِیَّہ اَلْبَقِیَّہ اے خدیو
اے شاہ! باقی کی حفاظت کر

تانگردد شاد کلی جانِ دیو
تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو

بہر ما نے بہر آں لطفِ نخست
ہماری وجہ سے نہیں اُس پہلی مہربانی کی وجہ سے

کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے

چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے، رحم فرما دے

اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے

---

[1] ورنہ۔ حضرت موسیٰؑ خود اس کو نہ پسند کرتے کہ آپ کی موجودگی میں ان کی تعریف کی جائے۔ عہد۔ ہم نے بندگی کا عہد کیا جو ہزاروں بار ٹوٹا اللہ نے ربوبیت کا عہد کیا جو ہر وقت برقرار ہے۔ تلوین ما۔ کبھی ہم توبہ کرتے ہیں کبھی اس کو توڑتے ہیں، کبھی اطاعت و عبادت کرتے ہیں کبھی نافرمانی کرتے ہیں اور یہ سب کچھ قدرتِ خداوندی کا ظہور ہے۔ لونہا۔ یعنی ہماری مختلف کیفیتیں۔ تا فضیحتہائے دیگر۔ اگر تو ہمیں امتحان میں نہ ڈالے گا تو دیگر رسوائیاں ڈھکی چھپی رہیں گی۔ مستعاں۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ بیحدی۔ اللہ کا جمال و کمال لامحدود ہے اور بندہ کی خطائیں لامحدود ہیں لہٰذا وہی پردہ پوشی کر سکتا ہے۔

[2] ہیں۔ ہماری پردہ پوشی کے ظاہری اسباب ختم ہو گئے ہیں۔ لباس کا صرف ایک تار رہ گیا ہے نیکی کی تمام قوتیں ہم فنا کر چکے ہیں، اس کے صرف آثار باقی رہ گئے ہیں۔ البقیہ۔ جو کچھ باقی ہے، اس کی حفاظت کر دے تاکہ بالکلیہ تباہی نہ ہو۔ بہر ما نے۔ ہم پر رحم اپنے قدیم رحم کے طفیل کر دے جو گناہگاروں کو معاف کرنے کے لئے تلاش کرتا ہے۔ چوں نمودی۔ انسانوں اور جانوروں میں رحم کا مادہ خدا کی رحمت کا جزو ہے۔

زیں دعا[1] گر خشم افزاید ترا　تو دُعا تعلیم فرما مہترا

اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے　اے بڑے! تو (اور) دعا سکھا دے

آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت　رجعتش دادی کہ رست از دیو زِشت

جیسا کہ (حضرت) آدم جنت سے گرے　انکو تو نے توبہ (کے طریقہ کی تعلیم) فرمائی کہ شیطان سے وہ نجات پا گئے

دیو کہ بود کوز آدمؑ بگذرد　بر چنیں نطعے ازو بازی برد

شیطان کیا ہوتا ہے جو (حضرت) آدمؑ سے بڑھ جائے　ایسی بساط پر اُس سے بازی جیت لے

در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ　لعنت حاسد شدآں بد دمدمہ

حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا　وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا

بازیِ دید و دو صد بازی ندید　پس ستونِ خیمۂ خود را بُرید

ایک چال دیکھی اور دو سو چالیں نہ دیکھیں　تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا

آتشے زدشب بکشتِ دیگراں　باد سوئے کشت او گردش رواں

رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی　ہوا نے اُس کو اُس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا

چشم بندے[2] بود لعنت دیورا　تازیانِ خصم دید آں ریورا

لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی　یہاں تک کہ اُس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا

ہم زیانِ جانِ او شد ریو اُو　خود تو گوئی بود آدمؑ دیو اُو

اُس کا مکر اُس کی جان کی تباہی بنا　تو خود کہے گا آدمؑ اُس کے گمراہ کرنے والے تھے

لعنت ایں باشد کہ کژبینش کند　حاسد و خود بین و پُرکینش کند

لعنت یہ ہوتی ہے کہ اُس کو کج بین بنا دے　اُس کو حاسد اور متکبر اور کینہ ور کر دے

تا بداند کہ ہر آں کو بد کند　عاقبت باز آید و بَر وے زَند

یہاں تک کہ وہ جان لے گا کہ جو شخص برائی کرتا ہے　انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اُس پر پڑتی ہے

جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس　مات بروے گردد و نقصان و نکس

تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے　مات اور نقصان اور ذلت اُس کو ہوتی ہے

زانکہ گر اُو ہیچ بیند خویش را　مہلک و ناسور بیند ریش را

اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناحق چیز سمجھتا　زخم کو مہلک اور ناسور سمجھتا

---

1. زیں دعا۔ اگر ہمارے یہ دعائیہ الفاظ پسند نہیں ہیں تو تو ہی اور دعا سکھا دے جیسا کہ تو نے حضرت آدمؑ کو خود ہی دعا سکھا دی تھی جس سے ان کی لغزش معاف ہوئی۔ رجعت۔ واپسی، توبہ۔ بگذرد۔ بازی لے جائے۔ نطع۔ چمڑے کا ٹکڑا، بساط۔ در حقیقت۔ شیطان نے جو مکر حضرت آدمؑ کے نقصان کے لئے کیا وہ ان کے نفع کا سبب بن گیا اور توبہ کے بعد ان کو مزید قرب حاصل ہو گیا۔ بازی۔ شیطان نے اپنے مکر کی طرف دھیان کیا اللہ تعالیٰ کی تدبیروں کو ذہن میں نہ رکھا اور اپنے مکر سے خود برباد ہو گیا۔ آتشے۔ شیطان نے حضرت آدمؑ کو تباہ کرنے کے لئے مکر کیا اور خود اس کے جال میں پھنس گیا۔

2. چشم بندے۔ شیطان کے لئے اللہ کی لعنت آنکھ کی پٹی ثابت ہوئی، وہ اپنے انجام کو نہ دیکھ سکا۔ خود تو گوئی۔ شیطان تو حضرت آدمؑ کی تباہی کا سبب نہ بنا البتہ حضرت آدمؑ شیطان کی تباہی کا سبب بن گئے۔ لعنت۔ جب کوئی خدا کی لعنت میں گرفتار ہوتا ہے تو کج بین اور حاسد اور متکبر اور کینہ ور بن جاتا ہے۔ تا بداند۔ برائی کا وبال خود برائی کرنے والے کو بھگتنا پڑے گا۔ فرزین بند۔ شطرنج کی وہ چال جس سے مخالف کی زد فرزین کی مار کا خطرہ کم ہو جائے۔ مات۔ بازی ہارنا۔ نکس۔ اوندھا، ذلیل۔ زانکہ۔ اگر تکبر نہ ہو تو انسان اپنی برائی کو برائی سمجھ کر ازالہ کر لیتا ہے۔

درد[1] خیزد زیں چنیں دیدن دروں — درد اُو را از حجاب آرد بروں
اِس طرح دیکھنے سے اندر درد اُٹھتا ہے — درد اُس کو پردے سے باہر لے آتا ہے

تا نگیرد مادراں را دردِ زہ — طفل در زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو — بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

ایں امانت در دل و جان حاملہ است — واین نصیحتہا مثالِ قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے — اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں

قابلہ گوید کہ زن را درد نیست — درد باید درد کودک را رہست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے — درد چاہئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے

آنکہ اُو بیدرد باشد[2] رَہزن ست — زانکہ بیدردی انا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے — اِس لئے بیدردی انا الحق کہنا ہے

آں انا بیوقت گفتن لعنت است — ویں انا در وقت گفتن رَحمت است
انا کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے — اور اس انا کو با موقع کہنا (باعث) رحمت ہے

آں انا منصور را رحمت بدہ — ایں انا فرعون را لعنت بدہ
وہ انا منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا — یہ انا فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا

لا جرم ہر مرغِ بے ہنگام[3] را — سَر بُریدن واجب است اِعلام را
لا محالہ بے وقت کے ہر مرغ کا — سر کاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے

سَر بُریدن چیست کُشتن نفس را — در جہاد و ترک گفتن لمس را
سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے — مجاہدہ میں، اور لذت کو خیر باد کہنا

آنچناں کہ نیشِ کژدم برکنی — تا کہ یابد اُو زکشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے — تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے

---

[1] دردِ۔ اپنی خطا پر اگر انسان درد محسوس کر لے تو نجات ہو جاتی ہے۔ تا نگیرد درد۔ ماں کو اگر دردِ زہ نہ ہو تو خوش کن نتیجہ سامنے نہیں آتا ہے۔ ایں امانت۔ بھلائی کی طاقتیں دل میں بمنزلہ حمل کے ہیں اور روحِ انسانی حاملہ ہے اور وعظ و نصیحت ان قویٰ کو بروئے کار لانے والی ہے لہٰذا یہ بمنزلہ دایہ کے ہے۔ قابلہ۔ ناصح کی نصیحت سے اگر درد پیدا نہیں ہوتا ہے تو بھلائی کی طاقتیں بروئے کار نہیں آتی ہیں جس طرح دایہ تب ہی جناتی ہے جب کہ عورت کے دردِ زہ ہو۔

[2] بے درد باشد۔ جس میں درد کا مادہ نہیں وہ بے درد ڈاکو کی طرح ہے۔ بے دردی۔ بے درد متکبر ہوتا ہے اور تکبر کا آخری درجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا درجہ دے کر خدائی کا دعویٰ کر دیتا ہے جیسا کہ متکبر بے درد فرعون نے انا ربکم الاعلیٰ کہا یہی انا الحق کہنے کا مطلب ہے۔ آں انا۔ پہلے شعر میں انا الحق کہنے کو بے دردی اور تکبر کی بنیاد پر بتایا تھا، اب اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ بے وقت انا الحق کہنا لعنت ہے لیکن باموقع کہنا درست ہے۔ منصور۔ حلاج نے وحدت الوجود کے غلبہ میں اپنے آپ کو فنا کر کے اور صفاتِ خداوندی سے متصف ہو کر انا الحق کہا تو موجب رحمت تھا، فرعون نے بے موقع کہا تو موجب لعنت بنا۔

[3] مرغِ بے ہنگام۔ جو مرغ بے وقت بولے اس کو ذبح کر دیا جاتا ہے، اسی طرح فرعون نے بے وقت انا الحق کہا اور ہلاک کر دیا گیا۔ اعلام۔ یعنی دوسروں کو بتانا، اعلان کرنا۔ سر بریدن۔ اگر انسان کا نفس تکبر میں انا الحق کا مدعی بنے تو اس کا سر کاٹنے کی ترکیب یہ ہے کہ مجاہدات کے ذریعہ اس کو قتل کر ڈالے۔ آنچناں۔ نفس کو مارنے سے انسان کی نجات ہو جاتی ہے جیسے کہ بچھو کا ڈنک توڑ دیا جائے تو پھر وہ ہلاک ہونے سے بچ جاتا ہے۔

برکنی[1] دندانِ پُر زہرے زمار
سانپ کے زہریلے دانت اُکھاڑ دے
تا رہد مار از بلائے سنگسار
تا کہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

ہیچ نکشد نفس را جز ظلِ پیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے
دامن آں نفس کش را سخت گیر
اُس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے

چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ (اللہ تعالیٰ) کی توفیق ہو گی
در تو ہر قوت کہ آید جذبِ اوست
تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اُسی کی کشش ہے

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ راست داں
"تو نے نہیں پھینکا جب کہ پھینکا" کو صحیح سمجھ
ہرچہ دارد جاں بود از جانِ جاں
جو کچھ جان میں ہے وہ جان جاں کی جانب سے ہوگا

دست گیرندہ وَیست و بُرد بار
وہی دستگیری کرنے والا اور بوجھ اٹھانے والا ہے
دمبدم آں دم از وا امید دار
ہر وقت اُس سے جذب کی اُمید رکھ

نیست غم گردیر بے اُو ماندۂ
اگر تو بہت دیر تک اس کے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر
دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
تو نے اُسکو دیر سے پکڑنیوالا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے

دیر[2] گیرد سخت گیرد رحمتش
اسکی رحمت دیر سے شامل حال ہوگی تو پوری شامل حال ہوگی
یک دمت غائب ندارد حضرتش
اُسکا دربار تجھے ایک لحہ کیلئے غائب نہ ہونے دے گا

ور تو خواہی شرحِ ایں فضل و وِلا
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے
از سرِ اندیشہ می خواں والضحیٰ
تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

ور تو گوئی ہم بدی ہا از ویست
گر تو کہے کہ برائیاں بھی اُسی کی جانب سے ہیں
لیک آں نقصانِ فضل او کیست
لیکن وہ اُس کی عنایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟

آں بدی دادن کمالِ اُوست ہم
وہ برائی دینا بھی اس کا کمال ہے
من مثالے گویمت اے محتشم
اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیانِ معنیٰ نُؤمِنُ بِالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ

اس معنیٰ کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

---

[1] برکنی۔ اگر سانپ کا زہریلا دانت توڑ دیا جائے تو سانپ ہلاکت سے بچ جاتا ہے۔ ہیچ۔ نفس کو شیخ کے زیر سایہ مارا جا سکتا ہے۔ چوں بگیری۔ شیخ کا دامن پکڑنا بھی توفیق خداوندی ہے اور مرید کو باطنی قوت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ ما رمیت۔ غزوۂ بدر میں جب آنحضورﷺ نے ایک مٹھی خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور اس سے ان کی نگاہیں خیرہ ہو گئیں تو قرآن میں فرمایا گیا کہ وہ تمہارا پھینکنا نہ تھا، خدا کا پھینکنا تھا یعنی مرید کو مراد ہی سے قوت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کا فعل اصل کی طرف منسوب ہو جاتا ہے۔ دست۔ خدا ہی دست گیری فرماتا ہے، اسی سے جذب کی امید کر۔ نیست غم۔ اگر وصول الی الحق میں دیر لگے تو گھبرانا نہ چاہئے جس طرح خدا کا عذاب دیر میں آتا ہے اور سخت آتا ہے، اسی طرح اس کی رحمت بھی آزمائشوں کے بعد متوجہ ہوتی ہے۔

[2] دیر۔ اس کی رحمت آزمائش کے بعد جب متوجہ ہوتی ہے تو پھر اس قدر حاصل ہوتا ہے کہ ایک لحہ کے لئے بھی دوری نہیں ہوتی ہے۔ والضحیٰ۔ یہود کے سوال پر جواب دینے کا وعدہ کیا لیکن انشاء اللہ نہ کہا تو آنحضورﷺ سے وحی کا انقطاع ہو گیا جس سے آنحضورﷺ کو بہت پریشانی ہوئی لیکن پھر انتہائی پیار کے ساتھ آنحضورﷺ کی اس سورہ کے ذریعے تسلی فرما دی گئی۔ ور تو گوئی۔ بے وقت انا الحق کہنا اور قلب میں بری قوتوں کا پیدا ہونا بھی اللہ کا فضل ہے تو بظاہر یہ کمال خداوندی کے خلاف ہے۔ مولانا جواباً فرماتے ہیں کہ بدی کا خلق بھی اللہ کا کمال ہے اور اس کو ایک مثال میں سمجھاتے ہیں۔

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا — نقشہائے صاف و نقش بے صفا

ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے — اچھے نقش اور برے نقش

نقش یوسف[1] کرد و حورِ خوش سرشت — نقش عفریتاں و ابلیسانِ زشت

(حضرت) یوسفؑ کا اور خوبصورت حوروں کا نقش بنایا — بھوتوں اور شیطانوں کا برا نقش بنایا

ہر دو گونہ نقش اُستادیِ اُوست — زشتی اُونیست آں رادیِ اُوست

دونوں قسم کے نقش اُس کی مہارت (کی دلیل) ہیں — یہ اُس کی برائی نہیں ہے اُس کی دانائی ہے

خوب را در غایت خوبی کشد — حس عالم چاشنی ازوے چشد

خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے — دنیا کے حواس اس سے لطف اُٹھاتے ہیں

زشت را در غایت زشتی کند — جملہ زشتی ہا بگردش برتند

بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے — تمام بدصورتیاں اُس پر مڑھ دیتا ہے

تا کمالِ دانشش پیدا شود — منکر اُستادیش رُسوا شود

تاکہ اُس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے — اُس کی اُستادی کا منکر رسوا ہو جائے

ورنہ تاند زشت کردن ناقص ست — زیں سبب خلاق گبر و مخلص ست

اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے — اِسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے

پس ازیں رُو کفر و ایماں شاہد اند — بر خداوندیش ہر دو ساجد اند

تو اِس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں — اُسکی خدائی پر (اور) دونوں اُس کو سجدہ کرنیوالے ہیں

لیک[2] مومن دانکہ طوعاً ساجدست — زانکہ جویائے رضا و قاصد ست

لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے — کیونکہ وہ رضا مندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے

ہست کرہاً گبر ہم یزداں پرست — لیک قصد اُو مُرادِ دیگرست

کافر بھی جبراً خدا پرست ہے — لیکن اُس کا مقصود دوسرا ہے

قلعۂ سلطاں عمارت می کند — لیک دعویِ امارت می کند

شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے — لیکن سلطنت کا مدعی ہے

---

[1] یوسف۔ یوسف کا نقش حسین ترین ہے اور بھوت وشیطان کا نقش بھیانک ہے۔ ہردو گونہ۔ حسین نقش اور بھیانک نقش اگر مکمل ہیں تو نقاش کے کمال پر دال ہیں۔ رادی۔ دانشمندی۔ حس عالم۔ حسین نقش سے ہر انسان لطف اندوز ہوتا ہے۔ زشتی۔ بدصورتی۔ تا کمال۔ حسین نقش کو حسین ترین بنانا مصور کا کمال ہے اور بھیانک نقش کو انتہائی بھیانک بنانا بھی نقاش کا کمال ہے۔ ورنہ۔ اگر اللہ تعالیٰ بدصورت بنانے کی طاقت نہیں رکھتا ہے تو یہ اس کے ناقص ہونے کی دلیل ہوگی اور وہ ہر طرح کے نقصان سے پاک ہے لہٰذا اس کو مومن اور کافر دونوں کا خلاق ماننا ہوگا۔ پس۔ کفر اور ایمان اس کی خلاقی اور خدائی کے گواہ ہیں اور دونوں اس کو سجدہ کرتے ہیں۔

[2] لیک۔ کافر و مومن کے سجدے میں فرق یہ ہے کہ مومن کا سجدہ اختیاری اور رضائے قلب سے ہے اور کافر کا سجدہ اضطراری ہے اور اضطراری نہ ایمان معتبر ہے نہ عبادت۔ مرادِ دیگر۔ مضطر جو کام کرتا ہے اس میں اس کا قصد و ارادہ نہیں ہوتا ہے۔ قلعہ۔ اضطراری عبادت کی مثال یہ ہے کہ ایک وہ شخص جس کا ارادہ بغاوت کرنے کا ہے ایک قلعہ تعمیر کرتا ہے لیکن مجبوراً ظاہر یہی کرتا ہے کہ یہ قلعہ بادشاہ کے لئے بنا رہا ہوں لیکن اس کا قصد یہ ہے کہ بغاوت کر کے اس قلعہ میں شاہی کروں گا۔ ایسے آدمی کا انجام سوائے تباہی کے کچھ نہیں، قلعہ کے مفاد اس کو حاصل نہیں ہوتے ہیں۔ اسی طرح کافر کا اضطراری سجدہ اس کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

گشت باغی تا کہ مُلک اُو را بود
وہ باغی بنا تا کہ ملک اُس کا ہو جائے
عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
انجامِ کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے

مومن[1] آں قلعہ برائے بادشاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے
می کند معمور نے از بہرِ جاہ
تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کے لئے

زشت گوید اے شہ زشت آفریں
بدصورت کہتا ہے، اے بدصورت کے پیدا کرنے والے شاہ!
قادری برخوب و برزشتِ مہیں
تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت (کے پیدا کرنے) پر قادر ہے

خوب گوید اے شہ حُسن و بہا
خوبصورت کہتا ہے اے شاہِ حسن جمال
پاک گردانیدیم از عیبہا
تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا

حَمْدُ لَکَ وَالشُّکْرُلَکَ یَا ذَالْمِنَنْ
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر یہ ہے
حاضری و ناظری برحالِ من
تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

حاصل آں شد کو ہرانچہ خواست کرد
خلاصہ یہ ہوا کہ اُس نے جو چاہا وہ کیا
خوب را و زشت را چوں خار و ورد
اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح

اُوست برہر بادشاہے بادشا
وہ ہر بادشاہ کے اُوپر بادشاہ ہے
کار ساز یَفْعَلُ[2] اللّٰهُ مَا یَشَآءُ
کاموں کا بنانیوالا ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دُعا سکھانا

گفت پیغمبر مَرآں بیمار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا
ایں بگوکہ سہل کن دشوار را
یہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

اٰتِنَا فِیْ دَارِ دُنْیَانَا حَسَنْ
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما
اٰتِنَا فِیْ دَارِ عُقْبَانَا حَسَنْ
ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما

راہ را برما چوبُستاں کُن لطیف
صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرح پرلطف بنا دے
منزلِ ما خود تو باشی اے شریف
اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

مومناں در حشر گویند اے ملک
مومن حشر میں کہیں گے، اے فرشتو!
نے کہ دوزخ بود راہِ مشترک
کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں) کا مشترک راستہ نہ تھا؟

مومن و کافر بروِ یابد گذار
مومن و کافر اُس پر گذرتے ہیں
ماندیدیم اندریں رہ دود و نار
ہم نے اِس راستہ میں دُھواں اور آگ نہ دیکھی

---

[1] مومن۔ مومن صحیح نیت سے کام کرتا ہے تو مقصد کو پالیتا ہے۔ معمور۔ آباد، تعمیر شدہ۔ زشت گوید۔ بدصورت کے شاہد و گواہ ہونے کا بیان ہے۔ مہین۔ ذلیل۔ خوب گوید۔ یہ خوبصورت کی شہادت کا بیان ہے۔ بہا۔ رونق، جمال۔ حمد لک۔ خوبصورت یہ کہتا ہے۔ ذالمنن۔ احسانات والا۔ حاصل۔ یعنی سب بحث کا خلاصہ یہ ہے۔ ورد۔ پھول۔ اوست۔ شہنشاہی خدا کی صفت ہے۔

[2] یفعل۔ یعنی وہ اپنے ہر فعل میں مختارِ کل ہے۔ گفت۔ یعنی انسان کو ہر حالت میں اپنی بھلائی کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ راہ۔ یعنی پل صراط۔ منزل۔ یعنی مقصود۔ گذار۔ یعنی پل صراط پر سے مومن و کافر کا گزر ہوگا جو جہنم پر قائم کی جائے گی۔ دود و نار۔ یعنی جہنم کے آثار۔

تک[1] بہشت و بارگاہِ ایمنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے
پس کجا بود آں گذر گاہِ دنی
تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟

پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ
کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے

دوزخ آنجا بود و سیاست گاہِ سخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی
برشما شد باغ و بستان و درخت
تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی

چوں شما ایں نفس دوزخ خوئے را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر
آتشی و گبر و فتنہ جوئے را
جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر

جہدہا کردید تا شد پُر صفا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفٰی ہو گیا
نار را کشتید از بہر خدا
تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے

آتش شہوت کہ شعلہ می زدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی
سبزۂ تقویٰ شد و نورِ ہدے
تقوےٰ کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

آتش خشم ازشما ہم حلم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی
ظلمت جہل از شما ہم علم شد
تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی

آتش حرص از شما ایثار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی
واں حسد چوں خار بد گلزار شد
جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا

چوں شما[2] ایں جملہ آتشہائے خویش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو
بہر حق کشتید جملہ پیش پیش
پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا

نفس ناری را چو باغے ساختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا
اندر و تخم وفا انداختید
اُس میں وفا کا بیج بو دیا

بلبلانِ ذکر و تسبیح اند رُو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں
خوش سرایاں در چمن برطرف جو
نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں

داعیِ حق را اجابت کردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانے والے کی تم نے بات مان لی
وز جحیم نفس آب آوردہ اید
اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا

دوزخ ما نیز در حق شما
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے
سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی

[1] تک۔ مومن پل صراط سے گزر کر جنت میں پہنچ جائے گا۔ گذرگاہ۔ یعنی پل صراط۔ پس فلک۔ آنحضورﷺ کی تعلیم کردہ دعا کا یہ اثر ہوگا کہ پل صراط پر سے گزرنے میں دوزخ کا منظر مومن کے لئے سبز باغ کا منظر بن جائے گا۔ چوں۔ جبکہ مومن نے نفس کی جہنمی صفات کو مجاہدات سے زائل کر دیا تو آخرت میں جہنم کے صفات بھی ان کے لئے تبدیل ہو جائیں گے۔ نار۔ یعنی نفسانی آگ۔ آتش شہوت۔ یعنی مجاہدات کے ذریعہ نفس کی برائیوں کو بھلائیوں میں تبدیل کر دیا۔

[2] چوں شما۔ جب ایک انسان اللہ کے لئے نفس کی برائیوں کو زائل کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ آخرت کی برائیوں سے محفوظ فرما دیتے ہیں۔ چو باغے۔ جب انسان نیک اعمال والا بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو بھی بھلائیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ بلبلاں۔ اس باغ میں دریائے معرفت کے کنارے ذکر و تسبیح کی بلبلیں نغمے گاتی ہیں۔ داعی حق۔ یعنی نبی دوراں۔ وز جحیم۔ یعنی نفس امارہ کو نفس مطمئنہ بنا دیا۔

چیست[1] احساں را مکافات اے پسر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟
لطف و احسان و ثوابِ معتبر
مہربانی اور احسان اور معقول ثواب

نے شما گفتید ما قربانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا، ہم فدائی ہیں
پیشِ اوصافِ شما ما فانی ایم
آپ کے اوصاف کے پیش نظر ہی فانی ہیں

ما اگر قلاش و گر دیوانہ ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں
مست آں ساقی وآں پیمانہ ایم
اُسی ساقی اور اُسی پیمانے کے مست ہیں

بر خط فرمانِ اُو سری نہیم
اُس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں
جانِ شیریں را گروگاں میدہیم
اپنی جان شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں

تا خیالِ دوست در اسرارِ ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے
چاکری و جاں سپاری کارِ ماست
خدمتگاری اور فدا کاری ہمارا کام ہے

ہر کجا شمع بلا افروختند
اُنہوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے
صد ہزاراں جانِ عاشق سوختند
عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں

عاشقانے کز درونِ خانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں
شمع روئے یار را پروانہ اند
وہ دوست کے رُخ کی شمع کے پروانے ہیں

اے دل آنجا رو کہ با تو روشن اند
اے دل! تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں
وز بلاہا مر ترا چوں جوشن[2] اند
جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

درمیانِ جاں تُرا جامی کنند
وہ تجھے دل پر جگہ دیتے ہیں
تا ترا پُر بادہ چوں جامے کنند
تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کر دیں

درمیانِ جانِ ایشاں خانہ گیر
اُن کے دل میں تو جگہ بنا لے
در فلک خانہ کن اے بدرِ منیر
اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کر لے

چوں عطارد دفتر دل وَا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دیں گے
تاکہ بر تو سِرّہا پیدا کنند
تاکہ تجھ پر راز کھول دیں

پیشِ خویشاں باش چوں آوارۂ
اپنوں کے سامنے رہ، تو آوارہ کیوں ہے
بر مہ کامل زن ار مہ پارۂ
اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے کامل چاند سے جڑ جا

---

1. چیست۔ قرآن پاک میں ہے "نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔" نے شما۔ پہلا خطاب تو عام مومنین کو تھا، یہ خطاب عشاق کے لئے ہے۔ ساقی۔ یعنی معرفت کے علوم کا ساقی۔ خط فرماں۔ حکم۔ سرنہادن۔ اطاعت کرنا۔ گروگاں۔ گروی۔ اسرار۔ دل کے چھپے ہوئے راز۔ چاکری۔ خدمتگاری۔ جاں سپاری۔ فدا کاری۔ عاشقاں۔ یعنی وہ عاشق جو مقربانِ بارگاہِ خداوندی ہیں۔ اے دل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو۔
2. جوشن۔ لوہے کی جنگی زرہ جو تیر و تلوار سے حفاظت کرتی ہے۔ درمیاں۔ ان عاشقوں کی صحبت اختیار کرو گے تو وہ اپنے دل میں تمہیں جگہ دیں گے اور شرابِ معرفت سے مست کر دیں گے۔ فلک۔ یعنی یہ عاشق جو مرتبہ کی بلندی میں، آسمان جیسے ہیں۔ عطارد۔ ستارہ کا نام ہے جس کو دبیر فلک یعنی آسمان کا منشی کہا جاتا ہے اور علوم و معارف کا تعلق اس سے جانا جاتا ہے۔ پیش خویشاں۔ جبکہ تجھ میں صلاحیت ہے تو یہ تیرے عاشق ہیں تو ان سے کیوں بچتا ہے۔ مہ کامل۔ یعنی یہ خدائی عشاق۔

جزوِ را از کل خود پرہیز چیست
جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟
با مخالف[1] ایں ہمہ آمیز چیست
مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟

جنس را بیں نوع گشتہ در روش
تو اُس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ
غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
اُسکے طریق میں تو نصیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ

تا چوزن عشوہ خری اے پُر خرد
اے عقلمند! عورتوں کیطرح تو کب تک فریب کی قدر کرے گا
از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کر سکے گا؟

چاپلوسی لفظ شیرینی فریب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ
می ستانی می نہی چوں زن بہ جیب
تو قبول کرتا ہے، عورتوں کی طرح جیب میں رکھ لیتا ہے

مُرترا دشنام وسیلی شہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت
بہتر آید از ثنائے گمرہاں
مناسب ہیں، گمراہوں کی تعریف سے

صفع[2] شاہاں خور مخور شہد خساں
شاہوں کا تمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا
تا کسے گردی ز اقبالِ کساں
تا کہ تو صاحب دل لوگوں کی وجہ سے انسان بن جائے

زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسید
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے
در پناہِ روح جاں گردد جسد
روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے

ہر کجا بینی برہنہ بے نوا
جس جگہ تو ننگا، بے سروسامان دیکھے
داں کہ اُوبگریختست از اُوستا
سمجھ لے کہ وہ اُستاد سے بھاگا ہے

تاچناں گردد کہ می خواہد دلش
تا کہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اُس کا دل چاہتا ہے
آن دلِ کورِ بد بے حاصلش
وہ اُس کا اندھا، برا، بدنصیب دل

گرچناں گشتی کہ اُستا خواستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ اُستاد چاہتا
خویش را و خلق را آراستے
اپنے آپ کو اور لوگوں کو سدھار دیتا

ہر کہ از اُستا گریزد در جہاں
جو دنیا میں اُستاد سے بھاگے
اُو ز دولت می گریزد ایں بداں
یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے

پیشۂ آموختی در کسب تن
تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا
چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال

---

1. مخالف۔ یعنی دنیادار لوگ۔ جنس۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت مختلف حقیقتوں کی نوعیں داخل ہوتی ہیں۔ نوع۔ وہ کلی ہے جس کے ماتحت ایک حقیقت کے فرد داخل ہوتے ہیں یعنی ان عاشقانِ خدا کی صحبت میں تجھے وحدت حقیقی کا جلوہ نظر آئے گا اور تو سب چیزوں میں ایک وجود دیکھے گا۔ غیبہا۔ ان کی صحبت میں تیرے مشاہدہ میں غیبی اسرار آ جائیں گے۔ چوزن۔ عورتیں بہت جلد عشوہ اور غلط تعریفوں کے فریب میں آ جاتی ہیں۔ مرترا۔ ایک انسان کے لئے دنیاداروں کی جھوٹی تعریفوں سے بزرگوں کی کڑوی باتیں زیادہ مفید ہیں۔ شہاں۔ یعنی بزرگانِ دین۔

2. صفع۔ تمانچہ یعنی کڑوی نصیحت۔ شہد۔ یعنی جھوٹی تعریف۔ کساں۔ یعنی بزرگانِ دین۔ زایشاں۔ بزرگوں کی سختی جھیلنے سے نفع پہنچتا ہے۔ در پناہ۔ جسم جو ایک بے حس چیز ہے روح کی صحبت میں حساس ہو جاتا ہے، اسی طرح مرید شیخ کی صحبت سے زندگی حاصل کر لیتا ہے۔ ہر کجا۔ جو استاد کا ادب نہ کرے گا اور صحبت برداشت نہ کرے گا محروم رہے گا۔ تاچناں۔ استاد سے بھاگنے کا سبب یہ ہوتا ہے کہ استاد کو اپنی منشاء پر چلانا چاہتا ہے اور جب اس میں کامیابی نہیں ہوتی تو بھاگتا ہے۔ گرچناں۔ اگر مرید شیخ کی مرضی کے مطابق مجاہدے کرے تو اپنی اور دوسروں کی ہدایت کا سبب بن جائے۔ پیشہ دیں۔ دینداری سے روح کی اصلاح ہوتی ہے جس کو بقا حاصل ہے۔

در جہاں پوشیدہ گشتی و عنی[1]
تو نامرد تھا دنیا میں چھپا رہا
پیشۂ آموز کاندر آخرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں
آں چناں شہریست پُر بازار و کسب
وہ عالم (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی
حق تعالیٰ گفت کایں کسب جہاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی
ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند
اُس بچہ کی طرح جو بچہ پر چڑھے
کودکاں سازند در بازی دُکاں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں
شب شود در خانہ آید گرسنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است و مرگِ شب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے
سوئے خانہ گورِ تنہا ماندۂ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کے لئے) تو تنہا رہ گیا
کسب دیں عشق ست و جذبِ اندروں
دین کی کمائی عشق، اور باطنی جذبہ ہے
کسب فانی خواہدت ایں نفس خس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے
نفس حس گر جویدت کسب شریف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے

چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا
اندر آید کسب و دخل مغفرت
مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو
تانہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اِسی جگہ ہے
پیش آں کسب ست لعب کودکاں
اُس (عالم آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
شکل صحبت کن مساسے می کند
(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
سود نبود جز کہ تغییر[2] زماں
وقت گذاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
بچے چلے جاتے ہیں اکیلا رہ جاتا ہے
باز گردی کیسہ خالی پُر لعب
تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہو گا
بافغاں وا حسرتا بر خواندۂ
فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
قابلیت نورِ حق داں اے حروں
اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
چند کسب خس کنی بگذار و بس
کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ، بس کر
حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
کوئی حیلہ اور مکر اُس کے پس پشت ہو گا

[1] عنی۔ عنین کا مخفف ہے، نامرد، دین کی نامردی دنیا میں تو چھپ سکتی ہے لیکن آخرت میں کھل کر رہے گی۔ کسب۔ کمائی۔ دخل۔ آمدنی۔ آں چناں۔ آخرت میں اعمال حسنہ کے اچھے دام لگیں گے اور اعمال سیہ کے کھوٹے دام لگیں گے۔ اینجا۔ دنیا میں دنیا کے کاموں کی اجرت ملتی ہے۔ لعب۔ کھیل، قرآن پاک میں دنیاوی زندگی کو بے کار کھیل کود سے تعبیر کیا ہے۔ ہمچو۔ دنیاوی کاروبار محض نمائش ہے، جس میں کوئی حقیقت اور بقا نہیں جیسا کہ ایک، بچہ دوسرے بچہ سے جماع کرے جو محض جماع کی نقل ہے۔ مساس۔ چھونا، رگڑنا۔ کودکاں۔ دنیاوی کاروبار، بچوں کی فرضی دکان ہے۔

[2] تغییر زماں۔ وقت گذاری۔ ایں جہاں۔ اس دنیا کو بچوں کی دنیا سمجھو اور موت کو رات تصور کرو اگر دنیا میں لگے رہو گے تو جس طرح فرضی دکان والا بچہ بلا کمائی کے گھر کو تنہا لوٹتا ہے اسی طرح موت کے آنے پر تم تنہا بلا کمائی کے کوچ کرو گے۔ کسب دین۔ دین کی کمائی عشق خداوندی اور باطنی جذب ہے اور اس کی قابلیت خداداد ہے۔ کسب فانی۔ نفس کا تقاضہ فانی لذتیں حاصل کرنا ہے۔ نفس حس۔ نفس امارہ اگر کسی بھلے کام کی ترغیب دیتا ہے تو اس کے پس پشت کوئی دھوکا ہوتا ہے۔ ردیف۔ ایک جانور پر دو سواروں میں سے پچھلا سوار۔

بیدار کردنِ ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقت نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اُٹھئے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خالِ[1] مومناں　بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں　رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے

قصر را از اندروں دربستہ بود　کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا　کیونکہ وہ لوگوں سے ملاقات سے تھک گئے تھے

ناگہاں مردے اُورا بیدار کرد　چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
چانک اُن کو ایک شخص نے جگا دیا　جب اُنہوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا

گفت اندر قصر کس را رہ نبود　کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا　کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟

گرد برگشت و طلب کرد آں زماں　تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
اُنہوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی　تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں

از پس دُر مدبرے را دید کو　درپس پردہ نہاں می کرد رُو
در کے پیچھے اُنہوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ　پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا

گفت ہی تو کیستی نامِ تو چیست　گفت نامم فاش ابلیس شقی ست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟　اُس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد　راست گو بامن مگو برعکس[2] و ضد
اُنہوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟　سچ بتا مجھ سے اُلٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا

گفت ہنگامِ نماز آخر رسید　سوئے مسجد زودمی باید دوید
اُس نے کہا نماز کا وقت آخیر ہو گیا ہے　مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہئے

عَجِّلُوا الطَّاعَاتِ قَبْلَ الْفَوْتِ گفت　مصطفیٰؐ چوں گوہر معنی بسُفت
عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو فرمایا ہے　مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنی کے موتی پروئے

گفت نے نے ایں غرض نبود ترا　کہ بخیرے رہنما باشی مرا
اُنہوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہو گا　کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے

---

1. خالؔ۔ ماموں، حضرت امیر معاویہؓ حضرت امِ حبیبہؓ ام المومنین زوجۃ النبیؐ کے بھائی ہیں اس طرح اس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے ماموں ہیں۔ قصرؔ۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کی ملاقاتوں سے تھک کر محل کے اندر کا دروازہ بند کر کے سو گئے تھے۔ رہ نبودؔ۔ یعنی دروازہ بند تھا اندر آنے کا راستہ کھلا ہوا نہ تھا۔ گستاخیؔ۔ یعنی نیند سے بیدار کرنا۔ جرأتؔ۔ یعنی بلا اجازت محل میں آنا۔ مدبرؔ۔ پشت پھیرنے والا، بدبخت۔ فاشؔ۔ ظاہر، مشہور۔ جدؔ۔ کوشش۔
2. برعکسؔ۔ یعنی واقعہ کے خلاف۔ ہنگامؔ۔ وقت۔ باید دویدؔ۔ یعنی تاکہ نماز قضا نہ ہو جائے۔ عجلواؔ۔ یعنی وقتی عبادت کا وقت ختم ہونے سے پہلے اور غیر وقتی عبادت فوت ہونے سے پہلے ادا کر دو۔ گفتؔ۔ حضرت معاویہؓ نے شیطان سے کہا تو اللہ کے اسم مضل کا مظہر ہے تجھ سے خیر کی راہنمائی ممکن نہیں ہے۔

دُزد آید از نہاں در مسکنم ۔۔۔ گویدم کہ پاسبانی می کنم

چور چھپ کر میرے گھر میں آئے ۔۔۔ (اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں

من کجا باور کنم آں دُزد را ۔۔۔ دُزد کے داند ثواب و مُزد[1] را

میں اُس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟ ۔۔۔ چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

خاصہ دُزدے چوں تو قطاع الطریق ۔۔۔ ازچہ رُو گشتی چنیں بَرمن شفیق

خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور ۔۔۔ تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

جواب گفتن ابلیس لعین بارِ دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت ما اوّل فرشتہ بودہ ایم ۔۔۔ راہِ طاعت را بجان پیمودہ ایم

اُس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا ۔۔۔ میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل و) جان سے طے کیا ہے

سالکانِ راہ را محرم بدیم ۔۔۔ ساکنانِ عرش را ہمدم بدیم

میں راہِ (خدا) کے سالکوں کا راز دار تھا ۔۔۔ عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا

پیشۂ اوّل کجا از دل رَوَد ۔۔۔ مہرِ اوّل کے ز دل بیروں شود

پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟ ۔۔۔ پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟

در سفر گر روم بینی یا ختن[2] ۔۔۔ از دلِ تو کے رود حب وطن

سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو ۔۔۔ تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی ہے؟

ماہم از مستانِ ایں مے بودہ ایم ۔۔۔ عاشقانِ درگہ وَے بودہ ایم

ہم بھی اِس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں ۔۔۔ اِس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں

ناف ما بر مہر اُو ببریدہ اند ۔۔۔ عشق او در جانِ ما کاریدہ اند

ہماری نال اُس کی محبت پر کٹی ہے ۔۔۔ اُس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

روزِ نیکو دیدہ ایم از روزگار ۔۔۔ آبِ رحمت خوردہ ایم اندر بہار

زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے ۔۔۔ (موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے

نے کہ مارا دست فضلش کاشتہ است ۔۔۔ از عدم مارا نہ اُو برداشتہ است

کیا ہمیں اُس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟ ۔۔۔ کیا وہ ہمیں عدم سے اُٹھا کر نہیں لایا ہے؟

اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم ۔۔۔ در گلستانِ رضا گردیدہ ایم

ہم نے اُس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں ۔۔۔ ہم اُس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں

---

[1] ثواب و مزد۔ انسان دوسرے کی نگہبانی یا ثواب کے لئے کرے گا یا اجرت کے لئے، چور کو ان دونوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ قطاع الطریق۔ راہ زن، ڈاکو۔ گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا میں ایک زمانہ میں معلم الملکوت تھا۔ محرم۔ راز دار۔ ساکنانِ عرش۔ فرشتے۔ پیشۂ اول۔ فرشتوں کو تعلیم دینا اور نیکی کی رہنمائی کرنا۔ در سفر۔ وطن کی محبت ابتدائی محبت ہے، وہ کسی حالت میں نہیں جاتی خواہ انسان کسی دوسرے بہتر شہر میں جا بسے۔

[2] ختن۔ چین کا ایک مشہور شہر ہے۔ ایں مے۔ یعنی عشق خداوندی کی شراب۔ وے۔ یعنی خدائے تعالیٰ۔ ناف بر مہر۔ کسے بریدن، کسی سے پیدائشی محبت ہونا۔ رحمت۔ یعنی رحمت خداوندی۔ نے کہ۔ جب اس کے اس قدر احسانات ہیں تو ہمارے دل میں اس کی محبت کیسے نہ ہوگی۔

بر سرِ ما دست رحمت می نہاد[1] — چشمہائے لطف برمائی کشاد

ہمارے سر پر دست شفقت رکھتا تھا — مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا

در گہ طفلی کہ بودم شیر جو — گاہو ارم راکہ جنبانید، اُو

بچپن میں جب کہ میں دودھ پیتا تھا — میرا پنگورا کون ہلاتا تھا؟ وہ

از کہ خوردم شِیر غیر از شِیرِ اُو — کہ مرا پرورد جز تدبیر اُو

میں نے اس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟ — مجھے اس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟

خوئے کاں باشیر رفت اندر وجود — کے تواں اُو را زمردم وا کشود

وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو — اُس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟

گر عتابے کرد دریائے کرم — بستہ کے گردند درہائے کرم

اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے — کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟

اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست — قہر بروے چوں غبارے از غش ست

اُس کے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے — اُس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول

از برائے لطف عالم را بساخت — ذرّہا را آفتابِ اُو نواخت

اُس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے — ذروں کو اُس کے آفتاب نے نوازا ہے

فرقت[2] از قہرش اگر آبستن ست — بہر قدرِ وصل اُو دانستن ست

جدائی اگر اُس کے غصہ کی حامل ہے — تو اُس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے

تا دہد جاں را فراقش گو شمال — جاں بداند قدرِ ایامِ وصال

جب اُس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے — جان، وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

گفت پیغمبرؐ کہ حق فرمودہ است — قصد من از خلق احساں بودہ است

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے — پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے

آفریدم تا زِمن سودے کنند — تاز شہدم دست آلودے کنند

میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں — (اور) تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں

نے برائے آں کہ تا سودے کنم — وز برہنہ را قبائے برکنم

نہ اس لئے کہ میں (اُن سے) فائدہ اُٹھاؤں — اور ننگے کی میں قبا اُتاروں

چند روزے کہ زپیشم راندہ است — چشم من در روئے خوبش ماندہ است

چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے — میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے

---

[1] می نہاد۔ یعنی جب تک میں راندہ درگاہ نہ ہوا تھا۔ گہ۔ گاہ۔ گاہوارہ۔ جھولنا، پنگورا۔ شیر اُو۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے پرورش کی۔ خوئے۔ گھٹی میں پڑی ہوئی عادت نہیں بدلتی ہے۔ گر عتابے۔ جبکہ وہ ناراض ہے میں اس کے کرم سے مایوس نہیں ہوں۔ اصل نقدش۔ حدیث میں ہے خدا نے فرمایا سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ غش۔ کھوٹ، ملمع۔ از برائے لطف۔ اللہ کی مہربانی سے ہی عالم وجود میں آیا ہے۔

[2] فرقت۔ یعنی خدا اپنے دربار سے دور بھی کرتا ہے تو اس لئے کرتا ہے کہ دربار کی قدر معلوم ہو جائے۔ تا دہد۔ جب جدائی کی سزا ملتی ہے تو وصل کی قدر ہوتی ہے۔ نے برائے۔ دنیا کے پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا اپنا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وز برہنہ۔ ننگے سے کوئی چادر کیسے چھین سکتا ہے، مخلوق جبکہ خود محتاج ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کیا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ چشم من۔ لہٰذا میں اس کی رحمت کا امیدوار ہوں۔

کز چناں روئے چنیں قہر اے عجب
کہ تعجب ہے، ایسے چہرے سے ایسا غصہ

من سبب رانگرم کاں حادث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے

لطف سابق را نظارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں

ترکِ سجدہ از حسد گیرم کہ بود
میں مانتا ہوں آدم کو سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا

ہر حسد از دوستی خیزد یقیں
یقیناً (اس طرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے

ہست[2] شرطِ دوستی غیرت پزی
غیرت مندی، دوستی کا لازمہ ہے

چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود
چونکہ اُس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا

آں یکے بازی کہ بدمن باختم
وہی یک بازی جو تھی میں نے کھیلی

دَر بلاہم می چشم لذاتِ اُو
مصیبت میں بھی میں اُس کی لذتیں چکھتا ہوں

چوں رہاند خویشتن را اے سَرہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے

جزوِ شش از کل شش چوں وا رہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے

ہر کسے[1] مشغول گشتہ در سبب
ہر شخص سبب میں مشغول ہے

زانکہ حادث حادثے را باعث ست
(اور) اس لئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے

ہرچہ آں حادث دو پارہ می کنم
جو حادث ہے اُس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں

آں حسد از عشق خیزد نہ از جُحود
وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے

کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو

ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"

گفت بازی کن چہ دانم در فزود
اُس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں

خویشتن را دَر بلا انداختم
تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

ماتِ اویم ماتِ اویم ماتِ اُو
اُسی سے ہارا ہوں اُسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں

ہیچکس در شش جہت زیں شش درہ
کوئی اِن چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟

خاصہ کہ بے چوں مر اُو را کژ نہد
خصوصاً جب کہ (ذات) بیمثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھ ہو

[1] ہر کسے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ناراضی میں کوئی ایسا سبب پیدا فرما دیتا ہے جس سے بندہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو عام لوگ اس سبب پر نظر کر کے کڑھتے ہیں میں مسبب یعنی اللہ تعالیٰ پر نظر رکھتا ہوں اور اس کا قائل ہوں ہر چہ از دوست می رسد نیکوست۔ حادث۔ یعنی سبب۔ حادثے را۔ یعنی تکالیف۔ لطف۔ مہربانی اللہ کی قدیم صفت ہے اور قہر بعد کی چیز ہے میں قدیم صفت کو پیش نظر رکھتا ہوں اور مایوس نہیں ہوتا ہوں قہر سے قطع نظر کر لیتا ہوں۔ ترک سجدہ۔ حضرت آدم کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ میرا حسد تھا اور وہ حسد عشق خداوندی پر مبنی تھا میں نہ چاہتا تھا کہ کوئی میرے محبوب کا مقرب بنے۔ جُحود۔ انکار یعنی کفر خداوندی۔ ہر حسد۔ رقابت میں جو حسد پیدا ہوتا ہے، وہ دوست کی دوستی پر مبنی ہے کیونکہ حاسد رقیب یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا محبوب کا ہم نشین بنے۔

[2] ہست۔ دوستی اور عشق میں رقیب سے حسد لازمی چیز ہے جس طرح کہ دعا چھینک کے لوازم میں سے ہے۔ چونکہ۔ جبکہ تقدیر الٰہی کی بساط پر میرے لئے صرف یہی بازی تھی کہ میں آدم کو سجدہ نہ کروں اور مردود بارگاہ بنوں تو میرے لئے اس سے تجاوز کرنے کا کیا امکان تھا۔ آں یکے۔ یعنی آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بازی میں نے کھیلی اور میں مصیبت میں پھنس گیا۔ در بلا۔ چونکہ میں نے اس کی ذات سے بازی ہاری لہٰذا میں اس بازی ہارنے سے بھی لطف اندوز ہوتا ہوں۔ شش درہ۔ وہ جگہ جس سے رہائی ناممکن ہو، وہ چھ خانے جو نرد کی بازی میں ہوتے ہیں ان میں گوٹ ایسی بند ہو جاتی ہے کہ اس کی چال ناممکن ہو جاتی ہے۔ جزو شش۔ یعنی ششدرہ کی گوٹ یعنی وہ نرد جو ششدرہ میں پھنس گئی ہو۔ کل شش۔ یعنی ششدرہ۔

ہر کہ در شش[1] در درونِ آتش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے
اوش برہاند کہ خلّاقِ شش ست
اُسکو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنیوالا ہے

خود اگر کفرست گر ایمان او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے
دست . باف حضر تست و آنِ او
(اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اُس کا مملوک ہے

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر او را کہ اینہا راست ست
امیر (معاویہؓ) نے اُس سے کہا یہ سب درست ہے
لیک بخش تو ازینہا کاست ست
لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے

صد ہزاراں راہ چومن تو رہ زدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا
حفرہ کردی در خزینہ آمدی
نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے

آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں کوئی چارہ نہیں ہے
کیست کز دست تو جامہ اش پارہ نیست
کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟

طبعت اے آتش چو سوزانید نیست
اے آگ! جب کہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے
تانسوزانی تو چیزے چارہ نیست
جب تک تو جلا نہ ڈالے، کوئی تدبیر نہیں ہے

لعنت این باشد کہ سوزانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا
اوستادِ جملہ دزدانت کند
تجھے تمام چوروں کا اُستاد کر دیا

با خدا گفتی، شنیدی رو برو
خدا کے روبرو، تیری کہی سنی ہوئی
من چہ باشم پیشِ مکرت اے عدو
اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟

معرفت ہائے تو چوں بانگِ صفیر
تیری معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں
بانگ مرغانست لیکن مرغ گیر
بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے

صد ہزاراں مرغ را آں رہ زدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے
مرغ غرّہ کاشنائے آمدست
پرند دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

در ہوا چوں بشنود بانگ صفیر[2]
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے
از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا سے (اتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے

قوم نوحؑ از مکر تو در نوحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے
دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے

---

[1] شش۔ یعنی چھ جہتیں۔ امیر۔ یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ بخش۔ حصہ۔ کاست۔ کم۔ رہ زدن۔ گمراہ کرنا۔ حفرہ۔ گڑھا۔ نقب۔ خزینہ۔ خزانہ۔ آتشی۔ شیطان آگ سے بنا ہے جس کا کام جلا دینا ہے۔ لعنت۔ تجھ پر خدا کی لعنت کی یہ صورت ہے کہ تجھے جلانے والا اور چوروں کا سردار بنا دیا ہے۔ با خدا۔ شیطان نے آدم کو سجدہ نہ کرنے کے معاملہ میں آمنا سامنا جواب دیئے۔

[2] بانگ صفیر۔ شکاری کی وہ آواز جو وہ پرند کی آواز کی طرح نکالتا ہے جس کو پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر دھوکا کھا جاتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ آں۔ یعنی شکاری کی سیٹی۔ اسیر۔ قیدی۔ نوحہ۔ رونا۔ شرحہ شرحہ۔ پارہ پارہ۔

عاد[1] را برباد دادی در جہاں
تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے
در فگندی در عذاب و اندہاں
عذاب اور رنجوں میں مبتلا کر دیا ہے

از تو بودہ سنگسار آں قومِ لوطؑ
قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی
در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
تیری وجہ سے اُنہوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا

مغز نمرود از تو آمد ریختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا
اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کئے

عقل فرعونِ ذکی فیلسوف
فلسفی، ذہین فرعون کی عقل
کور گشت از تو نیابید او وقوف
اندھی ہوگئی (اور) تجھے نہ سمجھی

بولہب ہم از تو نا اہلے شدہ
ابو لہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا
بو الحکم[2] ہم از تو بو جہلے شدہ
ابو الحکم تیری وجہ سے ابو جہل بنا

اے بریں شطرنج بہر یاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے
مات کردہ صد ہزار اُستاد را
لاکھوں اُستادوں کو مات دی ہے

اے ز فرزیں بند ہائے مشکلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین بندی (چالوں) سے
سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
بہت سے دل جل گئے، تیرا دل سیاہ ہو گیا

بحر مکری تو خلائق قطرہٗ
تو مکاری کا سمندر ہے، لوگ ایک قطرہ ہیں
تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرّہٗ
تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں

کے رہد از مکر تو اے مختصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟
غرقِ طوفانیم اِلّا مَنْ عَصِمْ
ہم تو طوفان میں غرق ہیں، مگر وہ جس کو اللہ بچائے

بس ستارہ سعد از تو محترق
بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں
بس سپاہِ جمع از تو مفترق
فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

بس سلیماں کز تو دیں در باختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں
سر نگوں تا قعرِ دوزخ تاختہ
دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں

بس چو بلعم از تو نومید آمدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں
بس چو برصیصاز تو کافر شدہ
بہت سے برصیصا جیسے ہیں جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

---

[1] عاد۔ قوم عاد کی ہدایت کے لئے حضرت صالح بھیجے گئے تھے لیکن شیطان نے ان کو راہِ ہدایت پر نہ آنے دیا۔ اندہاں۔ اندوہ کی جمع ہے، غم۔ قوم لوطؑ۔ حضرت لوط حضرت ابراہیم کے بھتیجے تھے ان کو قوم کی ہدایت کے لئے بھیجا گیا لیکن شیطان نے قوم کو بہکایا جس کی وجہ سے اس پر سنگباری کا عذاب آیا۔ سیاہ آب۔ کالا پانی یعنی عذاب۔ غوط۔ غوطہ۔ نمرود۔ خدائی کا دعویدار ہوا، خدا نے ایک مچھر اس کے دماغ میں گھسا دیا جس سے وہ ہلاک ہوا۔ فیلسوف۔ فلسفی حکیم۔ بولہب۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کی کنیت ہے جس نے آنحضور ﷺ کی مخالفت کی تھی۔

[2] بوالحکم۔ اسی کو ابو جہل کہا جاتا ہے۔ شطرنج۔ یعنی مکر اور فریب کی بازی۔ یاد۔ یعنی یادگار۔ فرزیں بند۔ وہ چال جس سے شطرنج کے مہرے فرزین کو بند کر دیا جائے اور اس کی چال مشکل ہو جائے۔ سلیماں۔ سلیم کی جمع ہے، سادہ مزاج انسان۔ مختصم۔ جھگڑالو۔ سعد۔ مبارک۔ محترق۔ وہ ستارہ جو آفتاب کے ساتھ ایک برج میں جمع ہو کر اپنی شعاع کھو بیٹھے۔ بلعم۔ بن باعور مشہور شخص تھا جو بہت عبادت گذار تھا لیکن حضرت موسیٰؑ کی مخالفت کر کے تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ برصیصا۔ ایک مشہور عبادت گذار راہب تھا جس کو شیطان نے گمراہ کر دیا تھا۔

جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبت سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقد ہا ۔۔۔ من محکم[1] قلب را و نقد را

اُن سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھول دیجئے ۔۔۔ میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں

امتحانِ شیر و کلبم کرد حق ۔۔۔ امتحانِ نقد و قلبم کرد حق

مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے ۔۔۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعہ) امتحان بنایا ہے

قلب را من کے سیہ رُو کردہ ام ۔۔۔ صیرفیم قیمت اُو کردہ ام

کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رُو بنایا ہے ۔۔۔ میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے

نیکواں را راہنمائی می کنم ۔۔۔ مر بداں را پیشوائی می کنم

میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں ۔۔۔ (اور) بروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں

صالحاں را مقتدا و ما منم ۔۔۔ طالحاں را نیز یاری می کنم

میں نیکوں کا مقتدا اور امن کی جگہ ہوں ۔۔۔ میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں

باغبانم[2] شاخِ تر می پروَرم ۔۔۔ شاخہائے خشک راہم می برم

میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں ۔۔۔ سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

ایں علفہا می نہم از بہر چیست ۔۔۔ تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست

میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟ ۔۔۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے

سگ چو از آہو بزاید بچکے ۔۔۔ در سگے و آہوئے دارد شکے

کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے ۔۔۔ اُس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے

تو گیاہ و استخواں پیشش بریز ۔۔۔ تا کدامیں سوکند اُو گام تیز

تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے ۔۔۔ دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے

گر بسوئے استخواں آید سگ ست ۔۔۔ ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست

اگر ہڈی کی طرف آئے، کتا ہے ۔۔۔ اگر گھاس کیطرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے

---

1. من محک ام۔ میں کسوئی ہوں۔ قلب۔ کھوٹا سکہ۔ نقد۔ کھرا سکہ۔ امتحان۔ یعنی امتحان کا ذریعہ۔ صیرفی۔ صراف۔ سیہ رو۔ کھوٹا سکہ جب تپایا جاتا ہے تو کالا پڑ جاتا ہے۔ قیمت اُو۔ شیطان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان میں خیر و شر کی قوت میں نے نہیں پیدا کی ہے بلکہ قدرت نے پیدا کی ہے میں تو صرف اس کو ظاہر کر دیتا ہوں لہٰذا میں قصوروار نہیں ہوں لیکن اس کی یہ تقریر غلط ہے بے شک خیر و شر کا مادہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے لیکن جو شخص جس طرح کی قوت کو بروئے کار لانے کا سبب بنے گا وہ اسی طرح کی جزا و سزا کا مستحق ہوگا۔ انبیاء انسانوں کی خیر کی قوت کو بروئے کار لاتے ہیں لہٰذا جزا کے مستحق ہیں۔ شیطان انسان کی قوتِ شر کو بروئے کار لاتا ہے لہٰذا لعنت کا مستحق ہے۔ اگر کوئی شخص بارود میں آگ لگائے اور اپنی برأت کے لئے کہے کہ اس میں خود جلنے کا مادہ تھا تو وہ اپنی اس تقریر سے بری نہیں ہو سکتا ہے۔
2. باغبانم۔ شیطان کی یہ تقریر بھی غلط ہے۔ باغبان تو تر شاخ کی پرورش کرتا ہے لیکن اس نے تو بہت سے نیکوں کو برباد کیا ہے۔ حضرت آدم تک کو گمراہ کرنے کی کوشش کی۔ ایں علفہا۔ یعنی شیطان نے کہا کہ میں انسانوں کو برائی کی دعوت دے کر یہ معلوم کرتا ہوں کہ برا کون ہے اور بھلا کون ہے۔ سگ۔ اگر کتیا ہرن سے جفتی کھا جائے اور بچہ پیدا ہو جائے جس کے کتے اور ہرن ہونے میں شک ہو جائے تو یہی ترکیب ہے کہ کتے کا چارہ جو ہڈی ہے، وہ، اور ہرن کا چارہ جو گھاس ہے ڈال کر دیکھ لو۔ جس کی طرف وہ بڑھے سمجھ لو کہ وہ اسی جنس کا ہے۔

قہر و لطفے[1] جفت شد باہمدگر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہر باہم ملے
زاد ازیں ہر دو جہانِ خیر و شر
ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا

تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر
قوتِ نفس و قوت جانرا عرضہ کن
نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر

گر غذائے نفس جوید ابترست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے
وَر غذائے روح خواہد سرورست
اگر رُوح کی غذا چاہے تو بڑا ہے

گر کند اُو خدمت تن ہست خر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے
ور رود در بحر جاں یابد گہر
اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے

گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں
لیک ایں ہر دو بیک کار اند راند
لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں

انبیاء[2] طاعات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں
دشمناں شہوات عرضہ می کنند
(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں

نیک را چوں بد کنم یزداں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں
داعیم من خالق ایشاں نیم
میں بلانے والا ہوں میں اُس کو پیدا کرنے والا نہیں ہوں

خوب را چوں زشت سازم ربّ نیم
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں
زشت را و خوب را آئینہ ام
میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

سوخت ہند و آئینہ از در درا
جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا
کایں سیہ رُومی نماید مَرُورا
کہ یہ اُس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ ازمن نبود
آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی
جرم اُو را نہ کہ رُوئے من ز دود
اُس کو خطا وار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

اُو مرا غماز کرد و راست گو
اُس نے مجھے چغل خور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے
تا بگویم زشت کو و خوب کو
تا کہ میں کہہ دوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من گواہم برگوا زنداں کجاست
میں گواہ ہوں، گواہ کے لئے قید خانہ کب ہے؟
اہل زنداں نیستم یزداں گواست
میں قیدی نہیں ہوں خدا گواہ ہے

---

1. قہر ولطفے۔ اللہ تعالیٰ کے قہر ولطف کے میل جول سے خیر وشر پیدا ہوا تو نیک وبد کی شناخت کے لئے تم بھی اس کے سامنے اس کی خوراک ڈال کر دیکھ لو نفس کی خوراک شر ہے اور روح کی خوراک خیر ہے جس کی طرف اس کی رغبت ہو، اسی جہان کا انسان ہوگا۔ گر کند۔ تن پروری بے عقلی کی دلیل ہے جو گدھا پن ہے۔ گرچہ۔ خیر وشر اگرچہ دو مختلف چیزیں ہیں لیکن دونوں کا کام اچھے اور برے میں امتیاز پیدا کرنا ہے، انبیاء کا بھی یہی کام ہے کہ وہ نیکوں کو بدوں سے ممتاز کر دیتے ہیں اور شیطان کا بھی یہی کام ہے۔

2. انبیاء۔ لیکن ہر دو میں فرق ہے۔ انبیاء خیر کو پیش کر کے بھلے برے میں امتیاز پیدا کر دیتے ہیں اور دین کا دشمن برائی کو پیش کر کے امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ خوب را۔ اچھا برا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ آئینہ ام۔ شیطان نے کہا میں تو صرف آئینہ کی طرح اچھے برے کو انکی صورت دکھا دیتا ہوں۔ سوخت۔ اگر بدصورت آئینہ پر غصہ کرے تو اسکی بے عقلی ہے۔ جرم اُو را۔ اگر یہ کوئی گناہ ہے تو آئینہ بنانے والے کا ہے کہ اس نے اسکو ایسا کیوں بنایا کہ وہ حقیقت واضح کر دے۔ من گواہم۔ شیطان نے کہا میں تو انسانوں کی برائی پر گواہ ہوں، جیل خانہ مجرم کیلئے ہے نہ کہ گواہ کے لئے۔

ہر کجا[1] بینم نہالِ میوہ دار — تربیتہا می کنم من دایہ وار
میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں — میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک — می ببرم تا رہد از پشک و مشک
جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں — میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی و نیکنی سے بچے

خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ — مر مراچہ می بُری سَر بے خطا
خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان! — تو بلا قصور میرا سَر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمش اے زشت خو — بس نباشد خشکی تو جرمِ تو
باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ — کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟

خشک گوید راستم من کژ نیم — تو چرا بے جرم می بری پیم
خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں — تو بلا قصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعودیئے — کاشکے کژ بودیِ و تر بودیئے
باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا — کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذب آبِ حیات گشتۂ — اندر آبِ زندگی آغشتۂ
(اگر) آبِ حیات کو جذب کرنے والا ہوتا — تو آبِ حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخم تو بد بودہ است و اصل تو — با درخت خوش نبودہ وصل تو
تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی — اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

شاخِ تلخ[2] ار با خوشے وصلت کند — آں خوشے اندر نہادش بَرزند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے — وہ اچھا اُس کے وجود میں اثر کرے

گر ترا بیدار کردم بہر دیں — خوئے اصل من ہمین ست و ہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے — میری اصل عادت ہی یہ ہے

عُنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اُس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو — مَر ترا رہ نیست در من رہ مجو
(امیر المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر — تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے، راستہ نہ تلاش کر

---

1. ہر کجا۔ باغبان کا یہی کام ہے کہ اچھے درختوں کی پرورش کرنے اور برے درختوں کو کاٹ پھینکے۔ خشک گوید۔ جس طرح خشک درخت جس کو باغبان کاٹ دیتا ہے، وہ باغبان کا شاکی ہوتا ہے اسی طرح ناقابل اصلاح لوگوں کو جب میں تباہ کرتا ہوں وہ شاکی ہوتے ہیں۔ خشک۔ خشک درخت باغبان سے شکوے میں کہتا ہے کہ میں سیدھا تھا، ٹیڑھا نہ تھا تو نے مجھے کیوں کاٹ ڈالا۔ باغباں گوید۔ ٹیڑھے درخت کی حیات اور زندگی کی توقع ہے لیکن خشک درخت کی زندگی ناممکن ہے لہٰذا اس کو کاٹا جائے گا، شیطان کہتا ہے کہ اسی طرح جن کے دلوں میں آبِ ایمان بالکل باقی نہیں ہے اور ان کے دل خشک ہو گئے ہیں، ان سے مایوس ہو کر میں ان کو تباہ کرتا ہوں۔ تخم تو۔ جس کی اصل اور تخم ہی بری ہو، وہ بیکار ہے۔
2. شاخِ تلخ۔ کڑوی شاخ کا اگر میٹھی جڑ سے پیوند لگا دیا جائے تو شاخ کی تلخی کم ہو جاتی ہے، اسی طرح بدعمل کی اصلاح ممکن ہے لیکن بدنسل کی اصلاح ممکن نہیں ہے۔ گر ترا۔ شیطان حضرت امیر معاویہ کو جواب دیتا ہے کہ جب تم یہ سمجھ گئے کہ میں اچھوں کے ساتھ اچھائی اور ناقابل اصلاح لوگوں کو تباہ کرتا ہوں تو سمجھ لو کہ میں نے تمہیں دین کی خاطر جگایا ہے۔ عنف۔ سرزنش، سختی۔ راہ زن۔ ڈاکو۔ در من۔ میرے دل میں۔

رہزنی تو من غریب تا جرم[1] ہر لباساتے کہ آری کے خرم

تو ڈاکو ہے، میں مسافر تاجر ہوں تو جو بھیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟

گرد رخت من مگرد از کافری تو نہ رخت کسے را مشتری

بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے

مشتری نبود کسے را راہزن ورنماید مشتری مکرست و فن

ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے مکاری اور چالاکی ہے

نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہؓ بحق تعالیٰ از مکر ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ و زاری کرنا اور مدد چاہنا

تاچہ دارد ایں حسود اندر کدو اے خدا فریاد رس مازیں عدو

نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟ اے خدا اِس دشمن سے ہماری فریاد سن لے

گر یکے فصل دگر درمن دمد در رُباید از من ایں رہزن نمد

اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا یہ ڈاکو نمدہ اُڑا لے جائے گا

ایں حدیثش ہمچو دو دست اے آلہ دست گیر ار نہ گلیم شد سیاہ

اے خدا! یہ اُس کی گفتگو دھویں کی طرح ہے میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائے گی

من بحجت بر نیایم باابلیس کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس

میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے

آدمے کو عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ بگ[2] ست در تگ چوں برقِ ایں سگ بے تگست

حضرت آدمؑ جو علم الاسماء والے سردار ہیں اِس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں

از بہشت اند اختش بر روئے خاک چوں سمک در شست اُو شد از سماک

اُس نے اُن کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اُس کے کانٹے میں پھنس گئے

نوحۂ اِنَّا ظَلَمْنَا می زدے نیست دستان و فسونش را حدے

اِنَّا ظَلَمْنَا کا رونا روتے تھے اُس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

اندرونِ ہر حدیث اُو شرست صد ہزاراں سحر دروے مضمرست

اُس کی ہر بات میں شر ہے اُس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں

---

1. غریب تاجرم۔ سفر کی حالت میں تاجر بہت چوکنا رہتا ہے۔ تو نہ۔ شیطان کا کام نیک اعمال کو تباہ کرنا ہے نہ ان کا معاوضہ دے کر خریدنا۔ مشتری نبود۔ ڈاکو کا کام لوٹ مار ہے نہ کہ خریداری، اگر وہ اپنے آپ کو خریدار ظاہر کرے تو اس میں کوئی مکاری ہوگی۔ چیزے اندر کدو داشتن۔ دل میں کوئی بات چھپانا۔ فصل دگر۔ دوسری مرتبہ۔ نمد۔ صرف پشم کا کپڑا جو عموماً درویش اور مسکین پہنتے تھے۔ من بحجت۔ شیطان پر محض دلائل سے بغیر فضل خداوندی غلبہ ممکن نہیں ہے۔

2. بگ۔ بیگ کا مخفف ہے، سردار، امیر، حضرت آدمؑ کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ خدا نے آدمؑ کو اسماء کی تعلیم دی۔ تگ۔ دوڑ۔ بے تگست۔ حضرت آدمؑ ہار گئے اور شیطان نے انہیں دھوکا دے دیا۔ سمک۔ مچھلی۔ شست۔ مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔ سماک۔ چاند کی منزلوں میں سے چودھویں منزل ہے، ایک ستارہ ہے، یہاں مراد بلند مرتبہ ہے۔ اِنَّا ظَلَمْنَا۔ بے شک ہم نے ظلم کیا، حضرت آدمؑ نے توبہ کے وقت فرمایا تھا۔ دستاں۔ مکر۔ مضمر۔ پوشیدہ۔

مردیِ[1] مرداں بہ بندد در نفس — در زن و در مَرد افروزد ہوس

ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے — مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے

اے بلیس خلق سوزِ فتنہ جو — بر چیم بیدار کردی راست گو

اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین! — سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟

زانکہ حیلت در نگنجد بامنے — ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے

اس لئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کر سکتی ہے — خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

باز تقریر ابلیس تلبیسِ خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں — نشنود اُو راست را باصد نشان

بولا، جو شخص بدگمان ہو — وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

ہر درونے کہ خیال اندیش شد — چوں دلیل آری خیالش بیش شد

جس کا باطن شکی ہو — جب تو دلیل بیان کرے گا اُس کا شک اور بڑھے گا

چوں سخن در وے روَد علت شود — تیغ غازی دُزد را آلت شود

جب اُسکے (دل میں) بات جاتی ہے بیماری بن جاتی ہے — مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے

پس جوابِ اُو سکوتست و سکوں — ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں

تو اُس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے — بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے

تو زحق ترس[2] وز حق قطع نفس — کہ تو از شرش بماندتی بہ حبس

تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر — کیونکہ تو اُس کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے

تو زمن باحق چہ نالی اے سلیم — تو بنال از شرِ ایں نفس لئیم

اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے — تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر

تو خوری حلوا تُرا دُمل شود — تب بگیرد و طبع تو مختل شود

تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہو گا — بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی

بے گنہ لعنت کنی ابلیس را — چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را

تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے — اپنی جانب سے اِس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟

---

[1] مردی۔ بڑے بڑے بہادروں کی بہادری کو ایک پھونک میں ختم کر دیتا ہے۔ بر چیم۔ برائے چہ مرا۔ غرض۔ مقصد۔ بے فن۔ بغیر مکاری۔ باصد نشاں۔ یعنی سچائی کی سو علامتوں کے باوجود۔ خیال اندیش۔ شکی۔ چوں سخن۔ شکی انسان کو جس قدر سمجھایا جاتا ہے اس کے شکوک میں اور اضافہ ہوتا ہے اور وہ دلیلوں کا غلط استعمال کرتا ہے جیسا کہ چور کسی غازی کی تلوار چرا لے تو اس سے غلط کام کرتا ہے۔ بس جواب۔ جوابِ جاہلاں باشد خموشی۔

[2] تو زحق ترس۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ تمہارا مجھے برا سمجھنا تمہارے نفس کا دھوکا ہے اور تم نفس کی قید میں گرفتار ہو، اس سے رہائی کی دعا کرو۔ تو زمن۔ شیطان حشر میں بھی یہی کہے گا فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ پس مجھے ملامت نہ کرو اور اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔ تو خوری۔ یہ مولانا کی جانب سے نصیحت ہے کہ انسان شیطان سے تو بچتا ہے لیکن خود اس کا نفس شیطان سے زیادہ شریر ہے، اس کی طرف سے بے توجہی برتتا ہے۔ بے گنہ۔ فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر۔

نیست از ابلیس از تست اے غوی[1] | کہ چو رُوبہ سوئے دُنبہ می رَوی

اے گمراہ! یہ شیطان کی جانب سے نہیں ہے بلکہ تیری جانب سے ہے | کیونکہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی طرف جاتا ہے

چونکہ در سبزہ بہ بینی دُنبہ را | دام باشد ایں ندانی رُو بہا

جب تو سبزے میں دنبہ کو دیکھتا ہے | اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہو گا

زاں ندانی کت زدانش دور کرد | میل دُنبہ چشم عقلت کور کرد

تو اس لئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے | دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے

حُبُّکَ الْاَشْیَاءَ یُعْمِیْکَ وَیُصِمّ | نَفْسُکَ السُّوْءُ قَدْ جَنَتْ لَا تَخْتَصِمْ

چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے | تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے نہ جھگڑ

تو گنہ برمن منہ کژ مژ مبیں | من زبد بیزارم و از حرص و کیں

تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال ترچھی نگاہوں سے نہ دیکھ | میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

من بدی کردم پشیمانم ہنوز | انتظارم تادَے ام گردد تموز

میں نے برائی بھی کی تھی، ابھی تک شرمندہ ہوں | انتظار میں ہوں تاکہ میرا ماگھ ساون بن جائے

ہست کین و حرص از طبائع مختلف | مر مرا کے چار ضد شد مکتنف

کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے | مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے

ہم امیدے[2] می پزم با درد و سوز | تا کہ کے گردد شب دیجور روز

میں بھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں | کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟

متہم گشتم میانِ خلق من | فعل خود برمن نہد ہر مرد و زن

میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں | ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے

گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است | متہم باشدکہ اُو در طنطنہ است

بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے | (لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند ز ضعف اُو راہ رفت | خلق گوید تخمہ است از قوتِ زفت

چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے | لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

---

1. غوی۔ گمراہ۔ روبہ۔ لومڑی جو جانوروں کا شکار کرتی ہے۔ چونکہ۔ انسان کا نفس لذتوں کے پیچھے دوڑتا ہے اور انجام کی ہلاکت سے غافل ہوتا ہے۔ میل دنبہ۔ خواہش نفس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے۔ لا تختصم۔ یعنی نفس سے لڑ، دوسرے سے نہ جھگڑ۔ من بدی کردم۔ شیطان کہتا ہے مجھے بدی سے نفرت ہے تھوڑی سی بدی مجھ سے ضرور ہوئی جس سے میں شرمندہ ہوں۔ دے۔ ماگھ جو خزاں کا مہینہ ہے۔ تموز۔ ساون جو بہار کا مہینہ ہے۔ ہست کین۔ یعنی کینہ اور حرص تو عناصر اربعہ کی پیداوار ہیں اور میں ان چاروں عنصروں سے نہیں بنا ہوں۔

2. ہم امیدے۔ یعنی میں اس خطا کی بخشش کا امیدوار ہوں۔ شب دیجور۔ اندھیری رات۔ فعل خود۔ یعنی اپنا گناہ۔ گرگ۔ مثل مشہور ہے کھائے تو بھیڑیے کا نام نہ کھائے تو بھیڑیے کا نام۔ طنطنہ۔ دبدبہ، شان و شوکت۔ چونکہ۔ بھیڑیا بھوک کی وجہ سے چلنے پر قادر نہیں، تہمت دھرنے والے کہتے ہیں موٹا جانور کھا گیا ہے اس لئے نہیں چلا جا رہا ہے۔

گفت غیر راستی نرہاندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائے گا

داد[1] سوئے راستی می خواندت
انصاف، تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے

راست گو تا وا رہی از چنگ من
سچ کہہ دے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے

مکر نہ نشاند غبارِ جنگ من
مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کرسکتی ہے

گفت چوں دانی دروغ و راست را
اس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟

اے خیال اندیش و پُر اندیشہا
اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے

گفت پیغمبر نشانے دادہ است
انہوں نے فرمایا پیغمبرؐ نے علامت بتا دی ہے

قلب و نیکو را محک بنہادہ است
کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کر دی ہے

گفتہ است اَلکِذْبُ رَیْبٌ فِی الْقُلُوْب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنے والا ہے)

باز اَلصِّدْقُ طَمَانِیْنٌ و طَرُوْب
پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)

دل نیارامد زگفتارِ دروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے

آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
پانی اور تیل، روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے

در حدیث راست آرامِ دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے

راستی ہا دانہ[2] دامِ دلست
سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں

دل مگر رنجور باشد بد دہاں
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو

کو نداند چاشنی این و آں
کیونکہ وہ اس کے اور اس کے مزے کو نہیں سمجھتا ہے

چوں شود از رنج و علت دل سلیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے

طعم صدق و کذب را باشد علیم
تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے

حرصِ آدمؑ چوں سوئے گندم فزود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کی طرف بڑھی

از دلِ آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اڑا لے گئی

پس دروغ و عشوہ اَت را گوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا

غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
فریب کھا گئے اور قاتل زہر پی لیا

گندم از کژدم ندانست آں نفس
اس وقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے

می برد تمیز از مست ہوس
(ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کر دیتی ہے

---

[1] داد۔ یعنی انصاف کا تقاضہ ہے کہ تو سچ بتادے۔ گفت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا کہ اگر میں سچ بات کہوں گا تو آپ کیسے سمجھ لیں گے کہ وہ سچ ہے جبکہ آپ شکوک میں مبتلا ہیں۔ گفت۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ سچ اور جھوٹ کی علامتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی ہیں۔ الکذب۔ یعنی جھوٹی بات سن کر مومن کا دل مطمئن نہیں ہوتا بلکہ دل میں خلجان پیدا ہوتا ہے۔ الصدق۔ سچی بات سن کر مومن کا دل مطمئن ہو جاتا ہے۔ دل نیارامد۔ مومن کا قلب جھوٹ سے مطمئن نہیں ہوتا جس طرح کہ چراغ پانی ملے ہوئے تیل سے روشن نہیں ہوتا ہے۔

[2] دانہ۔ جس طرح پرند دانے پر لپکتا ہے اسی طرح مومن کا دل سچائی کی طرف لپکتا ہے۔ دل مگر۔ لیکن یہ علامت مومن کے دل کے لئے، اگر کسی کا دل گناہوں کی وجہ سے بیمار ہو اس کے لئے یہ علامت نہیں ہے۔ چوں شود۔ جب دل امراض سے خالی ہو تب اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ حرص۔ چونکہ حضرت آدم میں گیہوں کھانے کی حرص پیدا ہو گئی تھی لہٰذا وہ شیطان کے جھوٹ کو نہ پہچان سکے اور دھوکا کھا گئے۔ زہر قاتل۔ یعنی گیہوں۔

خلق[1] مست آرزو اند و ہوا — زاں پذیرانِد دستانِ تُرا

لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں — اِس لئے تیرے مکر کو قبول کر لینے والے ہیں

ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد — گوشِ خود را آشنائے راز کرد

جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا — اُس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا

ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند — بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند

جس طرح (لوگوں نے) حکایت میں بیان کیا ہے — اُس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب اُو

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اُس کے نائب کا جواب

قاضئے بنشاندند اُوی گریست — گفت نائب قاضیا گریہ زچیست

لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا — نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے

ایں نہ وقت گریہ و فریادِ تست — وقت شادی و مبارک بادِ تست

یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے — تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے

گفت آہ چوں حکم راند بیدلے[2] — درمیانِ آں دو عالم جاہلے

اُس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے — ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟

آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند — قاضئے مسکین چہ داند زاں دو بند

وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں — دو بندشوں (جہل اور غفلت) کیوجہ سے قاضی بیچارہ کیا جانے

جاہل ست و غافل ست از حالِ شاں — چوں رود در خونِ شان و مالِ شاں

وہ اُن کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے — وہ اُن کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

گفت خصماں عالم اند و علتی — جاہلی تو لیک شمع ملتی

اُس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں — آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں

زانکہ تو علت نداری درمیاں — آں فراغت ہست نورِ دیدگاں

کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے — (غرض) سے خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے

واں دو عالم را غرض شاں کور کرد — علم شاں را علت اندر گور کرد

اُن دونوں واقف کاروں کو اُنکی غرض نے اندھا کر دیا ہے — اُن کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے

جہل را بے علتی عالم کند — علم را علت کژ و ظالم کند

بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے — غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے

خلق۔ چونکہ عام لوگ حرص وہوا کے مرض میں مبتلا ہیں لہٰذا شیطان کی جھوٹی باتوں سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔ دستاں۔ مکر۔ ہوا خو۔ یعنی خوئے حرص۔ راز۔ یعنی معرفت خداوندی کے راز۔ حکایت۔ اس حکایت کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ اگر انسان ہوا وہوس سے پاک ہوتا ہے تو سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر لیتا ہے۔ ایں۔ یعنی قاضی بننے پر رونے کا موقع نہیں ہے یہ تو مبارکباد کا وقت ہے۔

بیدل۔ متردد۔ دو عالم۔ یعنی مدعی اور مدعا علیہ دونوں دعوے کی حقیقت سے واقف ہوتے ہیں۔ زاں دو بند۔ یعنی جہل اور غفلت جس کا آئندہ شعر میں بیان ہے۔ گفت۔ نائب قاضی نے کہا کہ فریقین اگرچہ معاملہ کو جانتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں خودغرضی سما گئی ہے۔ زانکہ۔ انسان کی بے غرضی معاملہ کو واضح کر دیتی ہے۔ جہل را۔ بےغرضی اور خلوص جہل کو علم سے بدل دیتے ہیں اور خودغرضی عالم کو جاہل بنا دیتی ہے۔

تا توا رشوت نستدی بینندهٔ — چوں طمع کردی ضریر و بندهٔ
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے — جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے

از ہوا من خوئ را وا کردہ ام — لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے — میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں

چاشنی گیر دلم شد با فروغ — راست را داند حقیقت از دروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے — سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

باقرار آوردنِ حضرت معاویہؓ ابلیس راکہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرا لینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعون جوابِ من بگو — راست گو و در دروغے رہ مجو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے — سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر

تو چرا بیدار کردی مرمرا — دشمن بیداریستی اے دغا
تو نے مجھے کیوں جگایا؟ — اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے

ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری — ہمچو خمرے عقل و دانش را بری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے — شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے

چار میخت[2] کردہ ام ہیں راست گو — راست را دانم تو حیلہا مجو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے سچ کہہ دے — میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا

من زہرکس آں طمع دارم کہ او — صاحب آں باشد اندر طبع و خو
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں — جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے

من زسرکہ می نجویم شکّری — ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں — میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں

ہمچو گبراں می نجویم از بُتے — کہ بود حق یاز حق اُو آیتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں — کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

من زسرگیں می نجویم بوئے مُشک — من در آبِ جُو نجویم خشت خُشک
میں گوبر میں مشک نہیں تلاش کرتا ہوں — میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں

---

1. تاتو۔ نائب نے قاضی سے کہا جب تک تو رشوت نہ لے گا حقیقت کو دیکھ لے گا ورنہ نہ دیکھ سکے گا۔ از ہوائے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ میں نے ہوا و ہوس کو چھوڑ دیا ہے اور خواہشاتِ نفسانی کی غذا ترک کر دی ہے لہٰذا میرے دل میں ایسی روشنی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ جھوٹ اور سچ میں امتیاز کر لیتا ہے تو میں جان لوں گا کہ تو سچ بول رہا ہے یا جھوٹ۔ جوابِ من۔ یعنی اس بات کا جواب کہ تو نے مجھے کیوں جگایا ہے۔ دشمن۔ شیطان کا کام ہے کہ وہ خوابِ غفلت میں مبتلا رکھے۔ خشخاش۔ خود بھی خواب آور ہے اور اسی کے پودے کے ڈوڈے سے افیون بنتی ہے جو خواب آور ہے۔
2. چار میخ۔ ایک قسم کی سزا ہے جس میں لٹا کر چاروں ہاتھ پیر چار کیلوں سے باندھ دیئے جاتے ہیں۔ من زہر کس۔ میں ہر شخص کو پہچان لیتا ہوں اور اس سے اسی کام کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی فطرت میں داخل ہے۔ من زسرکہ۔ سرکہ کی طبیعت میں کھٹاس ہے، اس سے مٹھاس کی توقع کرنا غلط ہے۔ مخنث۔ ہیجڑے سے بہادری کی توقع غلط ہے۔ بت۔ بت سے یہ توقع کرنا کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی، یہ بھی غلط ہے۔

من نجویم پاسبانی را ز دزد[1] — کارِ ناکردہ نجویم ہیچ مزد

میں چور سے چوکیدار نہیں چاہتا ہوں — کام کئے بغیر کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر — کو مرا بیدار گرداند بخیر

میں شیطان سے یہ اُمید نہیں رکھتا، کیونکہ وہ غیر ہے — کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرتِ معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر — میر ازو تشدید کرد استیز و نکر

شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں — امیر (المومنین) نے نہ سنیں، جھگڑا اور انکار کیا

از بن دنداں بگفتش بہرآں — کردمت بیدار میداں اے فلاں

اُن سے عاجزی سے اُس نے کہا، اس لئے — سمجھ لیجئے، میں نے آپ کو بیدار کیا ہے، اے فلاں

تارسی اندر جماعت در نماز — از پے پیغمبر دولت فراز

تاکہ آپ نماز با جماعت میں شریک ہو جائیں — پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے

گر نماز از وقت رفتے مر تُرا — ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا

اگر نماز وقت سے گذر جاتی تو آپ کے لئے — یہ دنیا، بے رونق، اندھیری ہو جاتی

از غبین و درد رفتے اشکہا — از دو چشمِ اُو مثالِ مشکہا

نقصان اور درد کے آنسو بہتے — اِن کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

ذوق[2] دارد ہر کسے در طاعتے — لاجرم نشکیبد از وے ساعتے

ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے — لامحالہ تھوڑی دیر بھی اُس سے صبر نہیں کر سکتا ہے

از غبین و درد بودے صد نماز — کو نماز و کو فروغِ آں نیاز

وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا ہے — کہاں نماز اور کہاں اُس کی عاجزی کا نور

فضیلت حسرت خوردن آں شخص برفوتِ نماز جماعت

نماز با جماعت کے فوت ہو جانے پر اس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں — مردم از مسجد ہمی آمد بروں

ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا — لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے

گشت پرساں کہ جماعت را چہ بود — کہ ز مسجد می بروں آیند زود

اُس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟ — کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آرہے ہیں

---

1. دزد۔ چور سے چوکیداری کی توقع غلط ہے۔ من ز شیطاں۔ شیطان کی طبیعت میں خیر نہیں ہے لہٰذا اس سے یہ توقع رکھنا کہ وہ خیر کے لئے جگائے گا بالکل غلط ہے۔ ضمیر۔ یعنی دل کی پوشیدہ بات۔ میر۔ یعنی امیر المومنین معاویہؓ۔ از بن دنداں گفتن۔ گڑگڑا کر کہنا۔ پے۔ پیروی، سنت۔ گر نماز۔ یعنی جماعت چھوٹ جاتی۔ غبین۔ نقصان، ٹوٹا۔ درد۔ یعنی جماعت کے فوت ہو جانے کا درد۔
2. ذوق۔ حضرت امیر معاویہؓ کو نماز با جماعت کا بہت ذوق تھا۔ آں غبین۔ شیطان نے مجبور ہو کر جگانے کا صحیح سبب بتا دیا کہ جماعت فوت ہونے پر ان کو جو صدمہ ہوتا اور اس پر روتے اس کی وجہ سے بہت زیادہ ثواب کے مستحق ہو جاتے، اس لئے اس سے محروم کرنے کے لئے جگایا تھا۔ فضیلت۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کے فوت ہو جانے سے جو ایک عابد کو افسوس ہوتا ہے اس کی بہت بڑی قدر و قیمت ہے۔ گشت پرساں۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ لوگ جلدی سے مسجد سے کیوں نکل رہے ہیں، جماعت کا کیا ہوا۔

آں یکے[1] گفتش کہ پیغمبر نماز
ایک شخص نے اُس سے کہا کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نماز
با جماعت کرد و فارغ شد ز راز
با جماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہو گئے

تو کجا در می روی اے مردِ خام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے
چوں پیمبر باز داد آخر سلام
جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا

گفت آہ و درد زاں آمد بروں
اُس نے آہ کہا اور اُس سے درد ظاہر ہوا
آہ اُو می داد از دل بوئے خوں
اُس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی

آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را
ایک شخص نے اُس سے کہا یہ آہ دے دے
ویں نمازِ من تُرا بادا عطا
اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے

گفت دادم آہ پذ رفتم نماز
اُس نے کہا میں نے آہ دے دی، نماز قبول کر لی
اُوستد آں آہ را باصد نیاز
اُس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کیساتھ تھی

با نیاز و با تضرع باز گشت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا
باز بود[2] و درپے شہباز رفت
باز تھا اور بعد میں شہباز (ہوکر) لوٹا

شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اُس سے کہا
کہ خریدی آبِ حیوان و شفے
کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی

حرمت ایں اختیار و ایں دخول
اِس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے
شد نمازِ جملۂ خلقاں قبول
تمام لوگوں کی نماز قبول ہو گئی

تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے امیر راد
اِس کے بعد شیطان نے کہا، اے داتا امیر!
مکر خود اندر میاں باید نہاد
(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہئے

گر نمازت فوت می شدآں زماں
اگر اُس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی
می زدی از دردِ دل آہ و فغاں
تو آپ دل کے درد کے ساتھ آہ و فغاں کرتے

آں تاسف و آں فغان و آں نیاز
وہ افسوس کرنا، اور وہ فریاد، اور وہ عاجزی
در گذشتے از دو صد رکعت نماز
نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی

---

[1] آں یکے۔ یعنی نماز پڑھ کر نکلنے والوں میں سے کسی نے اس سے کہا حضورﷺ تو جماعت ختم کر کے دعا سے بھی فارغ ہو گئے ہیں۔ راز۔ یعنی نماز کے بعد کی خفیہ دعا۔ مردِ خام۔ ناتجربہ کار۔ باز داد آخر سلام۔ آخری سلام پھیر چکے۔ گفت۔ اس جماعت سے محروم نمازی نے ایسی آہ بھری جس میں درد تھا اور دل کے خون کی بو آ رہی تھی۔ آں یکے۔ جو شخص جماعت کی نماز پڑھ چکا تھا اس نے کہا میں اپنی نماز کا ثواب تمہیں دیتا ہوں تم اپنی اس آہ کے ثمرات مجھے عطا کر دو۔ باصد نیاز۔ اس کا تعلق ستد فعل سے بھی ہو سکتا ہے اور آہ سے بھی ہو سکتا ہے۔

[2] باز بود۔ یعنی قربِ الٰہی میں پہلے مرتبہ سے بڑھ گیا۔ ہاتف۔ فرشتہ غیبی جو پکارے اور نظر نہ آئے۔ شفے۔ شفا کا امالہ ہے۔ اختیار۔ چننا، یعنی تم نے نماز اور آہ میں جو آہ کو چنا۔ دخول۔ یعنی نماز اور آہ کے معاملہ میں داخل ہونا۔ عزازیل۔ شیطان کا نام ہے۔ میر راد۔ دانا سردار۔ گر نمازت۔ شیطان نے امیر معاویہؓ سے کہا اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو تم دل کے درد کے ساتھ آہ کرتے۔ آں تاسف۔ نماز کے فوت ہونے پر آپ جو افسوس اور فریاد اور عاجزی کرتے وہ دو سو نفلوں سے بھی بڑھ جاتی۔

من ترا بیدار کردم از نہیب[1] — تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے (اس) خوف سے آپ کو جگا دیا — تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے

تا چناں آہے نباشد مر ترا — تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے — تاکہ اُس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو

من حسودم از حسد کردم چنیں — من عدوّم کارِ من مکرست و کیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا — میں تو دشمن ہوں، میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے

مکر من دیدی مباش ایمن زمن — تا شوی صدرِ جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہو جیئے — تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی — از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تو نے اب سچ کہا تو سچا ہے — تجھ سے یہی آتا ہے، تو اسی کے لائق ہے

عنکبوتی تو مگس داری شکار — من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے — اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا

بازِ اسپیدم[2] شکارم شہ کند — عنکبوتے کے بگردِ من تند
میں سفید باز ہوں، میرا شکار شاہ کرتا ہے — مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی

کارِ تو ایں ست اے دُزدِ لعیں — سوئے دُوغ آری مگس را از انگبیں
اے ملعون چورا! تیرا یہی کام ہے — مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے

رَو مگس می گیر تا تانی ہلا — سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ — مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا

ور بخوانی تو بسوئے انگبیں — ہم دروغ و دُوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا — یقیناً وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہو گا

تو مرا بیدار کردی خواب بود — تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا — تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا

تو مرا در خیرزاں می خواندی — تا مرا از خیرِ بہتر راندی
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا — تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

---

[1] نہیب۔خوف۔ حجیب۔یعنی قرب الٰہی کا وہ پردہ جو ابھی تک حائل ہے۔ من حسودم۔ لہٰذا میرا سارا کام حسد پر مبنی تھا۔ مکر من۔ یعنی نماز کے لئے جگانا۔ ایمن۔ مطمئن۔ زمن۔ زمانہ۔ اعتراف۔ اقرار۔ ایں آید۔ یعنی گمراہ کرنا اور ثواب سے محروم کرنا۔ عنکبوت۔ مکڑی جو مکھیوں کا شکار کرتی ہے۔ من نیم۔ قرآن پاک میں ہے ان عبادی لیس لک علیھم سلطان یعنی اے شیطان میرے مخلص بندوں پر تیرا زور نہ چلے گا۔

[2] بازِ اسپید۔ سفید باز زیادہ قیمتی ہوتا ہے۔ شہ۔ باز کو شاہ پھاڑتے ہیں۔ سوئے دوغ۔ یعنی شیطان کا کام اچھائی سے ہٹا کر برائی کی طرف لانا ہے۔ صلا۔ کھانے کی دعوت دینا۔ انگبیں۔ یعنی جس کو تو شہد بتائے گا، وہ چھاچھ ہوگی۔ خواب بود۔ چونکہ بیدار کرنے میں ثواب سے محروم کیا تو یہ بیدار کرنا دراصل سلانا تھا جو ثواب سے محروم رکھتا ہے۔ کشتی۔ یعنی تو نے جو بھلائی دکھائی وہ تباہی تھی۔

فوت شدن[1] دزد بآواز دادنِ آں شخص صاحب خانہ را کہ نزدیک شدہ بود کہ دُزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اُس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑے

ایں بداں ماند کہ شخصے دُزد دید　دَر وُثاق اندر پئے اُوی دوید

یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا　گھر میں (اور) وہ اُس کے پیچھے دوڑنے لگا

تا دوسہ میداں دوید اندر پیش　تا در افگند از تعب اندر خویش

دو تین میدانوں تک اُس کے پیچھے دوڑا　یہاں تک کہ مشقت سے (اُس چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا

اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش　تا بدو اندر جہد دریا بدش

اُس حملہ کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا　یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑے

دُزدِ دیگر بانگ کردش کہ بیا　تا بہ بینی ایں علاماتِ بلا

دوسرے چور نے اُس کو پکارا کہ آ　تاکہ تو مصیبت کی اِن علامتوں کو دیکھ لے

زود باش و باز گرد اے مردِ کار　تا بہ بینی حالِ ایں جا زار زار

جلدی کر، واپس آ، اے کام کے دھنی!　تاکہ تو یہاں کا حالِ زار دیکھ لے

چوں شنید ایں مَرد گشت اندیشہ ناک　گفت با خود کشتہ گیر[2] ایں جامہ چاک

جب اُس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا　اپنے آپ سے بولا اِس مرتے کو مردہ سمجھ

گفت باشدکاں طرف دُزدے بود　گرنہ گردم زود زاں برمن دَوَد

(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اُس طرف چور ہو　اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دے گا

برزن و فرزند من دستے زند　کشتن ایں دُزد سودم کے کند

میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے　(پھر) مجھے اِس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دے گا؟

ایں مسلماں از کرم می خواندم　گر نگردم زود پیش آید ندم

یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے　اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہو گا

برامید شفقت آں نیک خواہ　دُزد را بگذاشت باز آمد براہ

اُس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر　چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا

گفت اے یارِ نکو اَحوال چیست　ایں فغان و بانگ تو از دست کیست

کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟　یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟

---

[1] فوت شدن۔ یہ قصہ نقل کر کے یہ بھی بتاتا ہے کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جو بظاہر بھلی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی تہ میں شرارت ہوتی ہے۔ ایں۔ یعنی شیطان کا نماز کے لئے جگانا۔ وثاق۔ گھر۔ تا در افگند۔ گھر کے مالک نے چور کو دوڑا کر تھکا دیا۔ اندراں۔ اب اس قدر قریب ہو گیا تھا کہ ایک حملہ میں اس چور کو پکڑ لے۔ بیا۔ یعنی مالک کو جو چور کے پیچھے بھاگ رہا تھا، پکارا۔ گفت با خود۔ پکارنے والے چور کی آواز سن کر دل میں کہنے لگا۔

[2] کشتہ گیر۔ مردہ سمجھ لے۔ جامہ چاک۔ مردہ یعنی وہ چور جس کے پیچھے یہ بھاگ رہا تھا۔ آں طرف۔ جدھر سے آواز آئی ہے۔ برمن دود۔ مجھ پر حملہ کر دے۔ برزن۔ یعنی جس طرف وہ پکارنے والا بلا رہا ہے وہاں کوئی دوسرا چور ہو جو بال بچوں پر حملہ کر دے تو اس چور کو مار ڈالنے سے بھی مجھے کیا ملے گا۔ ندم۔ یعنی بال بچوں سے غفلت برتنے کی ندامت۔ نیک خواہ۔ یعنی پکارنے والا۔ گفت۔ یعنی مالک نے پکارنے والے سے کہا۔

گفت اینک[1] بیں نشانِ پائے دُزد
اُس نے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے

نک نشانِ پائے دُزد قلتباں
دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے

گفت اے اَبلہ چہ میگوئی مَرا
اُس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟

دُزد را از بانگ تو بگذاشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا

ایں چہ ژاژست وچہ ہرزہ اے فلاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بیہودگی ہے

گفت من از حق نشانت میدہم
اُس نے کہا میں تجھے صحیح علامت بتا رہا ہوں

گفت طراری تو یا خود اَبلہی
اُس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے

خصم خود را می کشیدم موکشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا

تو جہت گو من برونم از جہات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں

صنع[2] بیند مردِ محجوب از صفات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو

واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر
اے صاحبزادے! واصلین جب کہ ذات میں مستغرق ہیں

چونکہ اندر قعرِ جو باشد سَرت
جب کہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو

ایں طرف رفت ست دُزدِ زن بمزد
بھڑوا، چور اِس طرف گیا ہے

در پئے اُو رو بدیں نقش و نشاں
اِس علامت اور نشان کے ذریعہ اُس کا پیچھا کر

من گرفتہ بودم آخر دُزد را
میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا

من تو خر را آدمی پنداشتم
میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا

من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟

ایں نشانست از حقیقت آگہم
یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

بلکہ تو دُزدی و زیں حال آگہی
بلکہ تو چور ہے اور اُس حالت سے واقف ہے

تو رہانیدی وُرا کاینک نشاں
تو نے اُس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے

در وصال آیات کو یا بینات
وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟

دَر صفات آنست کو گم کرد ذات
صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو

کے کنند اندر صفاتِ اُو نظر
وہ اُس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟

کے برنگ آب اُفتد منظرت
پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟

---

1. گفت اینک۔ پکارنے والے نے کہا۔ زن بمزد۔ وہ شخص جو بیوی کی زنا کی کمائی کھائے۔ قلتباں۔ دیوث۔ در پئے اُو۔ یعنی چور کے پیچھے۔ گفت اے ابلہ۔ سالک نے پکارنے والے سے کہا۔ من تو خر را۔ یعنی تو گدھا ہے میں نے تجھے آدمی سمجھ لیا۔ ژاژ۔ بکواس۔ ہرزہ۔ بیہودہ بات۔ حقیقت۔ یعنی اصل چور۔ نشان۔ یعنی نشانِ قدم۔ طراری تو۔ تو جیب تراش ہے۔ دزدی۔ یعنی تو اس چور کا شریک کار چور ہے۔ خصم خود۔ سالک نے کہا تو نے یہ کہہ کر اسے چھڑا دیا کہ چور کی نشانی دیکھ لے۔ تو جہت گو۔ جبکہ میں اصل مقصد تک پہنچ چکا تھا تو مقصد کے اسباب اور وجوہ بتا رہا تھا۔
2. صنع۔ سالک پر افعال کی تجلی پڑتی ہے، پھر صفات کی، پھر ذات کی، جب سالک صفات کی تجلی سے محروم ہوتا ہے تو افعال کی تجلی میں لگا رہتا ہے اور صفات کی تجلی کے بعد افعال کی تجلی سے قطع نظر کر لیتا ہے جبکہ اس کو ذات کی تجلی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کو صفات کی تجلی کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ واصلاں۔ واصل بحق ذات کی تجلی میں مستغرق رہتے ہیں۔ چونکہ۔ اس کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص پانی کی تہ میں پہنچ جائے تو پانی کا رنگ اس کے پیش نظر نہیں رہتا ہے۔

در برنگ[1] آب باز آئی زقعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آ جائے
پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا

طاعت عامہ گناہِ خاصگاں
عوام کی اطاعت خاصانِ خدا کا گناہ ہے
وصلت عامہ حجابِ خاص داں
عوام کا وصال، خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اُو را از وزارت معزول کردہ بود و محتسبی داد

بادشاہ کے اُس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

گر وزیرے را کند شہ محتسب
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے
شہ عدوِ اُو بود نبود محب
تو بادشاہ اُس کا دشمن ہو گا دوست نہ ہو گا

ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر
اُس وزیر نے کوئی خطا کی ہو گی
بے سبب نبود تغیر ناگزیر
لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

زانکہ اوّل محتسب[2] بد خود وُرا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے
بخت و روزی آں بدست از ابتدا
وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی

لیک کاں اوّل وزیر شہ بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو
محتسب کردن سبب فعل بدست
(اُس کو) کوتوال بنانا کسی برے کام کی وجہ سے ہے

چوں ترا شہ ز آستانہ پیش خواند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا
باز سوئے آستانہ باز راند
پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا

تو یقیں میداں کہ جرمے کردۂ
تو یقین کر لے تو نے کوئی غلطی کی ہے
جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے

کہ مرا روزی و قسمت ایں بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی
پس چرا دی بودت آں دولت بدست
تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟

قسمت خود خود بُریدی توز جہل
تو نے نادانی اپنے حصہ کو خود منقطع کر دیا
قسمت خود را افزاید مردِ اہل
لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے

یک مثالِ دیگر اندر کژروی
کج روی کی ایک دوسری مثال
شاید ار از نصِ قرآں بشنوی
مناسب ہے گر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

---

[1] در برنگ آب۔ اگر کوئی ذات کی تجلی کے بعد صفات کی تجلی میں مستغرق ہو جائے تو وہ ایک اونچے مرتبہ سے گر کر ادنیٰ مرتبہ میں آ گیا۔ پلاس۔ ٹاٹ۔ شعر۔ پشمینہ۔ طاعت عامہ۔ مشہور مقولہ ہے "حسنات الابرار سیات المقربین" عام لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے بمنزلہ گناہ ہیں مثلاً صفات کی تجلی عام سالکوں کے اعتبار سے بھلائی ہے لیکن واصل بحق جس کو ذات کی تجلی حاصل ہے مگر اس مقام پر آ جائے تو اس کا یہ تنزل ہے۔

[2] محتسب۔ کوتوال۔ زانکہ۔ کسی کا ابتدا کوتوالی کے عہدہ پر سرافراز ہونا اس کی خوش نصیبی ہے لیکن وزارت سے کوتوالی پر آ جانا سزا ہے۔ لیک۔ وزارت کے بعد کوتوال بن جانا سزا ہے۔ چوں ترا۔ آستانہ پر رہنا پیشی میں رہنے کے مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ تو یقیں۔ انسان اپنے مرتبہ کے گراؤ کو تقدیر پر محول کر دیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ حالانکہ اس میں خود اس کا قصور ہوتا ہے ورنہ اس کو پہلے یہ بڑا رتبہ کیوں حاصل تھا۔ قسمت خود۔ انسان اپنی نادانی سے اپنی قسمت گھٹاتا ہے ورنہ اہل انسان جدوجہد سے اپنی قسمت بڑھا لیتا ہے۔

قصہ[1] منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشاں

منافقوں اور اُن کے مسجد ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازیِ در جفت و طاق
اِسی طرح اُلٹی بازی داؤں میں

با نبی می باختند اہلِ نفاق
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے

کز برائے عز دین احمدیؐ
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے

مسجدے سازیم و بود آں مرتدی
ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (اُن کی) بے دینی تھی

ایں چنیں کژ بازیٔ می باختند
اِس طرح کی اُلٹی بازی انہوں نے کھیلی

مسجدے جز مسجدش[2] می ساختند
اُن کی مسجد کے علاوہ اُنہوں نے ایک مسجد بنائی

فرش و سقف و قبہ اش آراستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا

لیک تفریق جماعت خواستہ
لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا

نزدِ پیغمبر بلابہ آمدند
خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے

ہمچو اُشتر پیشِ اُو زانو زدند
اونٹ کی طرح اُن کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے

کاے رسولِ حق برائے محسنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم

سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
اُس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں

تا مبارک گردد از اقدامِ تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہو جائے

تا قیامت تازہ بادا نام تو
خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے

مسجد روزِ گل ست و روزِ ابر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے

مسجد روزِ ضرورت وقت صبر
(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کے لئے ہے

تا غریبے یابد آنجا خیر و جا
تاکہ کوئی مسافر اُس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے

تا فراواں گردد ایں خدمت سَرا
تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں

تا شعارِ دیں شود بسیار و پُر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پُر ہو جائے

زانکہ بایاراں شود خوش کارِ مُر
کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے

---

[1] قصہ۔ شیطان کے واقعہ سے یہ سمجھایا تھا کہ بسا اوقات ایک معاملہ بظاہر اچھا نظر آتا ہے لیکن اس میں برائی پوشیدہ ہوتی ہے، اسی بات کو منافقوں کے مسجد ضرار کے بنانے سے سمجھایا ہے۔ مسجد بنانا بظاہر اچھا تھا لیکن اس کا مقصد نہایت ناپاک تھا۔ مسجد ضرار۔ وہ مسجد جو منافقوں نے مسجد قبا کے مقابلہ میں تیار کی تھی۔ جفت۔ وہ عدد جو دو پر تقسیم ہو جائے۔ طاق۔ وہ عدد جو دو پر صحیح تقسیم نہ ہو، مجموعہ سے بازی کا داؤ مراد لیا جاتا ہے۔ اہل نفاق۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی۔ مرتدی۔ یعنی ان کا یہ فعل دینداری پر مبنی نہ تھا بلکہ بے دینی پر مبنی تھا۔

[2] مسجدش۔ مسجد قبا جس کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوایا تھا۔ جماعت۔ یعنی صحابہؓ کی جماعت۔ لابہ۔ خوشامد۔ زانو زدند۔ دو زانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آں مسجد۔ یعنی مسجد ضرار۔ اقدام۔ تشریف آوری۔ تا قیامت۔ انہوں نے حضورﷺ کو یہ دعا دی۔ مسجد روز گل۔ یعنی ہم نے یہ مسجد اس لئے بنائی ہے کہ کیچڑ اور بارش کی مجبوری اور ضرورت میں یہاں نماز پڑھ لیا کریں گے۔ تا غریبے۔ اس مسجد میں یہ بھی فائدہ ہے کہ اس میں مسافر ٹھہر جایا کریں گے اور مسجدوں کی کثرت بھی ہو جائے گی۔ بایاراں۔ مسجد بنانا مشکل کام ہے، ہمارے اجتماع میں اور لوگوں کو بھی مسجدیں بنانا آسان ہو

ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ — تزکیہ[1] ماکن زماں تعریف دہ
تھوڑی دیر کے لئے اُس جگہ تشریف رکھیں — ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں

مسجد و اصحابِ مسجد را نواز — تومہی ماشب دے باما بساز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے — ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں

تا شود شب از جمالت جملہ روز — اے جمالت آفتابِ جاں فروز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے — اے وہ (ذات) کہ آپکا جمال روح کو روشن کرنیوالا سورج ہے

اے دریغا کاں سخن از دل بدے — تا مُرادِ آں نفر حاصل شدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں — تاکہ اُس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا

لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں — ہمچو سبزہ توں بود اے دوستاں
جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے — اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے

ہم ز دُورش بنگر و اندر گذر — خوردن و بورا نہ شاید اے پسر
اُس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا — اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے

سوئے لطفِ بے وفایاں[2] ہیں مرو — کانِ پل ویراں بود نیکو شنو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا — اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے

گر قدم راجا ہلے بروے زند — بشکند پل واں قدم را بشکند
اگر کوئی ناواقفیت سے اُس پر قدم رکھے گا — پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا

ہرکجا لشکر شکستہ می شود — از دوسہ ست ومخنث می بود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے — تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے

در صف آید با سلاح و مرد وار — دل بروبنہند کاینک یارِ غار
وہ نامرد، ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے — (لشکری) اُس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

رُو بگرداند چو بیند زخمہا — رفتنِ اُو بشکند پشت ترا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے — اُس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے

ایں درازست و فراواں می شود — وانچہ مقصودست پنہاں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے — اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

فریفتن منافقان پیغمبر علیہ السلام را تاکہ بمسجد ضرار برندو

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا، تاکہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور

---

[1] تزکیہ۔ نبی کا نام لوگوں کے دلوں کو پاک کرتا ہے۔ تعریف۔ یعنی معرفت خداوندی کی باتیں۔ تومہی۔ آپ کے نور سے ہم سیاہ باطن منور ہو جائیں گے۔ اے دریغا۔ مولانا فرماتے ہیں یہ سب ان کی جھوٹی باتیں تھیں، اگر سچی ہوتیں تو ان کا مقصد ضرور پورا ہوتا۔ لفظ۔ خوش کن جھوٹے الفاظ کی مثال کوڑی کے سبزے جیسی ہے۔ سبزہ توں۔ کوڑی یا گھورے کا سبزہ۔

[2] لطف بے وفایاں۔ بے وفاؤں کی مہربانی پرانے پل کی طرح ہے۔ انسان بے خبری میں اس پر سے گذرتا ہے تو پل بھی بیٹھ جاتا ہے اور پیر کو بھی توڑ دیتا ہے۔ ہرکجا۔ لشکر کی شکست بھی عموماً بے وفاؤں کی وجہ سے ہوتی ہے۔ سلاح۔ ہتھیار۔ یارِ غار۔ سچا دوست۔ رفتن او۔ ایک بزدل کے بھاگنے سے پورے لشکر کی ہمت ٹوٹ جاتی ہے۔ ایں۔ یعنی بے وفاؤں کے نقصانات کے قصے۔ مقصود۔ یعنی مسجد ضرار کا قصہ۔

اظہار ناکردنِ مصطفیٰ ؐ مکر ایشاں را از کمالِ حلم خود

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری کی وجہ سے اُن کے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسولِ حق فسونہا[1] خواندند　　رخشِ دستان وحیل می راندند
اللہ کے رسولؐ پر انہوں نے بہت سے منتر پڑھے　　مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے

چاپلوسی و فسونہا خواندند　　نزلِ خدمت سوئے حضرت راندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے　　خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کیجانب بڑھائی

آں رسولِ مہربان و رحم کیش　　جز تبسم جز بلے ناورد پیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ　　سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے

شکر ہائے آں جماعت یاد کرد　　در اجابت قاصداں را شاد کرد
اُس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا　　قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا

می نمود آں مکر ایشاں پیشِ او　　یک بیک ز انساں کہ اندر شِیر مو
آپؐ کے سامنے اُن کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا　　فوراً اِس طرح جیسا کہ دودھ میں بال

موئے را نادیدہ میکرد آں لطیف　　شِیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ مہربان، بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے　　وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے

صد ہزاراں موئے مکر و دمدمہ　　چشم خوابانید آں دم از ہمہ
مکر اور فریب کے لاکھوں بال تھے　　اُس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی

راست می فرمود آں بحرِ کرم　　بر شما من از شما مشفق ترم
اُس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے　　میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں

من نشستہ[2] بر کنارِ آتشے　　با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں　　جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں　　ہر دو دست من شدہ پروانہ راں
تم پروانوں کی طرح اُس طرف دوڑتے ہو　　میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بن گئے ہیں

چوں براں شد تارواں گردد رسول　　غیرتِ حق بانگ زد مشنوز غول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسولؐ مسجد ضرار کیطرف روانہ ہوں　　اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی، چھلاوے کی آواز نہ سنو

---

1. فسوں۔ افسوں، منتر۔ رخش۔ رستم کا گھوڑا، گھوڑا۔ حیل۔ حیلہ کی جمع ہے۔ نزل۔ مہمانی کا کھانا۔ کیش۔ شیوہ، عادت۔ بلی۔ ہاں، کسی بات کی تصدیق کے لئے بولا جاتا ہے۔ اجابت۔ دعوت کو قبول کرنا۔ می نمود۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقوں کی چالوں کو سمجھ جاتے تھے لیکن اپنی شرافت نفس کی وجہ سے اس کا اظہار نہ فرماتے تھے۔ لطیف۔ مہربان۔ ظریف۔ دانا، خوش مزاج۔ چشم خوابانیدن۔ چشم پوشی کرنا۔ بحرِ کرم۔ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

2. من نشستہ۔ آنحضورﷺ نے فرمایا ہے کہ میری مثال اور تمہاری مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے آگ روشن کی، پتنگے اس میں آ کر گرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص ان کو روکتا ہے۔ چوں براں شد۔ آنحضورﷺ نے پہلے تشریف لے جانے کا ارادہ کر لیا تھا، اس کے بعد وحی کے ذریعہ ممانعت اور ان منافقوں کے احوال سے آنحضورﷺ کو باخبر کر دیا گیا، اشعار میں واقعات کی ترتیب بدل دی گئی ہے۔ غول۔ چھلاوا جو راستہ سے بھٹکا دیتا ہے۔

کین خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے

جملہ مقلوب[1] ست انچہ آوردہ اند
جو اُنہوں نے کہا ہے سب اُلٹا ہے

قصدِ ایشاں جز سیاہ روئی نبود
اُن کا ارادہ رو سیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا

خیر دیں کے جُست ترسا و یہود
عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟

مسجدے برجسر دوزخ ساختند
اُنہوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے

باخدا نردِ دغاہا باختند
اُنہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے

قصد شاں تفریق اصحابِ رسول
اُن کا مقصد رسولؐ کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے

فضل حق را کے شناسد ہر فضول
کوئی بیہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟

تا جہودے را زِشام اینجا کشند
تا کہ ایک یہودی کو شام سے اِس جگہ لائیں

کہ بوعظِ اُو جہوداں سرخوش اند
جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں

گفت پیغمبرؐ کہ آرے لیک ما
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم

برسَرِ راہیم و برعزمِ غزا[2]
سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے

زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں
جب میں سفر سے واپس آ جاؤں گا، تب

سوئے آں مسجد رَواں گردم رَواں
اُس مسجد کی طرف چلوں گا

دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت
اُن کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے

با دغایاں از دغا نردے بباخت
دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

چوں بیامد از غزا باز آمدند
جب رسول غزوے سے آئے وہ پھر آئے

چنگ اندر وعدۂ ماضے زدند
(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا

گفت حقش کاے پیمبرؐ فاش گو
اللہ (تعالیٰ) نے اُن سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے

عذر آور، جنگ باشد باش گو
(چاہئے) عذر کر دیجئے، جنگ ہوتی ہے تو ہو

گفت ای قومِ دغل خامش کنید
(پیغمبر نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو

تانگویم رازہا تاں تن زنید
خاموش ہو جاؤ، تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں

گفت تاں بس بد درون و دشمنید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو

من نخواہم آمداز من بگذرید
میں نہیں آؤں گا، میرا خیال چھوڑ دو

---

[1] مقلوب۔ جیسا کہ ان منافقوں نے ظاہر کیا ہے، ان کے پیش نظر دین کا فروغ نہیں ہے بلکہ ان کا مقصد دین کو برباد کرنا ہے۔ تا جہودے۔ ابو عامر جو مدینہ کا رہنے والا تھا، اس نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا اور اس کو راہب کہا جاتا ہے۔ وہ ابتدا آنحضورﷺ کی ان پیش گوئیوں کا بھی ذکر کرتا تھا جو آنحضورﷺ کے بارے میں انجیل میں تھیں لیکن ہجرت کے بعد اس نے آنحضورﷺ کی مخالفت شروع کر دی تھی۔ جنگ بدر کے بعد وہ مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور پھر وہاں سے شام کے علاقہ میں جا بسا تھا اور وہاں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا۔

[2] عزمِ غزا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہونے والے تھے۔ غزا۔ یعنی غزوۂ تبوک۔ گفت۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ ان سے صاف انکار کر دو خواہ نتیجہ میں جنگ برداشت کرنی پڑے۔ خامش۔ آنحضورﷺ نے منافقوں سے فرمایا چپ رہو ورنہ تمہاری دیگر جملہ سازشیں کھول دوں گا۔

چوں نشان[1] چند از اسرارِ شاں — در بیاں آورد بد شد کارِ شاں

جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان — بیان کر دیئے تو اُن کا کام بگڑ گیا

قاصداں زو باز گشتند آں زماں — حاش لِلّٰہ حاش لِلّٰہ دم زناں

قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت — خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے

ہر منافق مُصحفے زیرِ بغل — سوئے پیغمبر بیا و رد از دغل

ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر — مکاری سے پیغمبرؐ کے پاس لایا

تا خورد سوگند کایماں جُنّتے ست — زانکہ سوگندآں کژاں را سُنّتے ست

تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے — اس لئے کہ قسم کھانا ان کجوں کی عادت ہے

چوں ندارد مردِ کژدر دیں وفا — ہر زمانے بشکند سوگند را

کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں رکھتا ہے — ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے

راستاں را حاجت سوگند نیست — زانکہ ایشاں را دو چشم[2] روشنے ست

سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے — اس لئے کہ اُن کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

نقضِ میثاق و عہود از احمقی ست — حفظِ ایمان و وفا کارِ تقی ست

عہد اور پیمان کا توڑنا بیوقوفی ہے — قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے

گفت پیغمبرؐ کہ سوگندِ شما — راست گیرم یا کہ پیغامِ خدا

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم — سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام

باز سوگند دگر خوردند قوم — مُصحَف اندر دست و برلب مُہرِ صوم

قوم نے پھر دوسری قسم کھائی — ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مہر

کہ بحقِ ایں کلامِ پاک و راست — کہ بنائے مسجد از بہرِ خداست

کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم — مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے

اندر ینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست — قصد مازاں صدق و ذکر و یار بیست

اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے — اس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکرِ یارب کہنا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ آوازِ خدا — می رسد در گوشِ من ہمچوں صدا

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز — میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے

---

1. چوں نشاں۔ صحابہ کو آگاہ کرنے کے لئے ان کی چند سازشیں ذکر فرما دیں۔ قاصداں۔ یعنی وہ منافق آنحضورﷺ کے راز کھول دینے پر شرمندہ ہو کر اس وقت تو واپس ہو گئے پھر دوسرے وقت اپنی برأت کرتے ہوئے قرآن لے کر آنحضورﷺ کے پاس آئے۔ کایمان جنتے۔ قرآن نے فرمایا ہے کہ منافقوں نے اپنی قسموں کو اپنی ڈھال بنا رکھا ہے۔ کژاں۔ کج فطرت، جھوٹے زیادہ قسمیں کھاتے ہیں۔ چوں ندارد۔ کج فطرت میں دینداری نہیں ہوتی لہٰذا وہ قسم توڑ ڈالتا ہے۔

2. دو چشم۔ یعنی وہ بدعہدوں کا انجام دیکھتے ہیں۔ پیغام خدا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے و اللہ یشھد ان المنافقین لکاذبون خدا گواہی دیتا ہے کہ ضرور منافق جھوٹے ہیں۔ باز سوگند۔ یعنی انہوں نے ہاتھ میں قرآن لے کر قسم کھائی اور یہ بھی کہا کہ ہم روزے دار ہیں۔ کہ بحق۔ یعنی قرآن کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مسجد خدا کے لئے بنائی ہے۔۔۔۔۔۔۔ آواز خدا۔ یعنی لا تقم فیہ ابدا یعنی اس مسجد ضرار میں کبھی قیام نہ کرنا۔

مہر برگوشِ[1] شما بنہاد حق ‏ ‏ تا بآوازِ خدا نا رَد سبق

اللہ (تعالیٰ) نے تمہارے کان پر مہر لگا دی ہے ‏ ‏ تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے

نک صریح آوازِ حق می آیدم ‏ ‏ ہمچو صاف از دُرد می پالایدم

اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے ‏ ‏ جو مصطفیٰؐ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے

چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت ‏ ‏ بانگ حق بشنید کاے مسعود بخت

جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے ‏ ‏ اللہ (تعالیٰ) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!

از درخت اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ می شنید ‏ ‏ با کلام انوار می آمد پدید

درخت سے ''بے شک میں ہی خدا ہوں'' سنتے تھے ‏ ‏ کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے

چوں زنورِ وحی وامی ماندند ‏ ‏ باز نو سوگند ہامی خواندند

جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آجائے ‏ ‏ پھر نئی قسمیں کھانے لگتے

چوں خدا سوگند را خواندہ سپر ‏ ‏ کے نہد اسپر ز کف پیکار گر

جب کہ اللہ (تعالیٰ) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے ‏ ‏ جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

باز پیغمبرؐ بہ تکذیب صریح ‏ ‏ قَدْ کَذَبْتُمْ گفت با ایشاں فصیح

پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے ‏ ‏ صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدن یکے از اصحاب بانکار کہ حضرتِ رسالت رسول چرا ستاری نمکیند

صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرت رسالت رسول پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے زیارانِ رسول ‏ ‏ در دلش انکار آمد زاں نکول[2]

رسول کے دوستوں میں سے ایک کے ‏ ‏ دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا

کاینچنیں پیرانِ با شیب و وقار ‏ ‏ می کند شاں ایں پیمبرؐ شرمسار

کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں پر ‏ ‏ یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کررہے ہیں

کوکرم کو ستر پوشی کو حیا ‏ ‏ صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء

کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟ ‏ ‏ انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں

باز و در دل زود استغفار کرد ‏ ‏ تا نگردد ز اعتراض اُو روئے زرد

پھر دل میں بہت جلد استغفار کی ‏ ‏ تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ نہ ہو

---

[1] مہر بر گوش۔ قرآن پاک میں ہے کہ خدا نے منافقین کے کانوں اور دلوں پر مہریں لگادی ہیں۔ صاف۔ صاف شدہ شراب۔ کلیم اللہ۔ حضرت موسیٰ کو کوہ طور کے ایک درخت سے آواز آئی تھی انی انا اللہ۔ چوں زنور۔ جب یہ دیکھتے کہ وحی کے نور کی وجہ سے آنحضور ﷺ تکذیب پر مصر ہیں تو دوبارہ قسمیں کھانے لگتے۔ چوں خدا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اتخذوا ایمانھم جنۃ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنالیا ہے، ڈھال کو جنگجو کسی حالت میں نہیں چھوڑتا ہے لہٰذا وہ بھی نا امیدی کے باوجود قسمیں کھا رہے تھے۔ انکار۔ شبہ، وسوسہ۔

[2] نکول۔ قسم کھانے سے انکار کرنا یہاں قسم کو قبول نہ کرنا مراد ہے۔ شیب۔ بڑھاپا۔ کوکرم۔ ان صحابی نے آنحضور ﷺ کی جانب سے منافقوں کی تکذیب کو کرم اور ستر پوشی اور حیا کے خلاف سمجھا۔ روئے زرد۔ یعنی خدا کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ مہر بد۔ یعنی بروں کی محبت جوان صحابی کے دل میں منافقوں کی محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی۔ بے حاصل۔ بے نتیجہ یعنی یہ محبت اپنا رنگ لا کر رہی اور باوجود استغفار کے اس وسوسہ کا ازالہ نہ ہوا۔ شومی۔ یہ محبت کا نتیجہ اور حاصل ہوا۔ باز۔ وہ صحابی۔

لیک آں نقش کجش از دل نرفت
لیکن اُن کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا

شومیِ یاریِ اصحابِ نفاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے

باز می زارید کاے علام سر
انہوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جانکار!

دل بدستم نیست ہمچو دید چشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے

اندریں اندیشہ خوابش در ربود
اس فکر میں اُن کو نیند آ گئی

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ
اُس کے پتھر ناپاکی میں بری جگہ (تھے)

دُود در حلقش شد و حلقش بخست
دھواں اُن کے حلق میں گھسا اور اُن کے حلق کو خستہ کر دیا

در زماں درو رو فتاد و می گریست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے

حلم بہتر از چنیں حلم اے خدا
اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا

گر بکاوی کوشش اہل مجاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کرے گا

ہر یکے از یکدگر بے مغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہو گی

صد کمر بستہ بمکر آں قوم ست
اُس سست قوم نے مکاری پر سو (طرح سے) کمر باندھی تھی

صد کمر آں قوم بستہ بر قبا
وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئی تھی

مہر بد از طبع بے حاصل نرفت
دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی

کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
مومن کو اُن (منافقوں) کی طرح برا اور نافرمان بنا دیا

مر مرا مگذار بر کفراں[1] مصر
مجھے کفر پر مصر نہ رکھ

ورنہ دل را سوزمے ایدم بخشم
ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا

مسجد ایشانش پُر سرگیں نمود
اُن کو اُن کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

می دمید از سنگہا دودِ سیاہ
اُس کے پتھروں سے کالا دھواں اٹھ رہا تھا

از نہیب دُودِ تلخ از خواب جست
کڑوے دھوئیں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے

کاے خدا ایں ہا نشانِ منکریست
اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں

کو کند از نورِ ایمانم جدا
جو کہ مجھے نورِ ایمان سے جدا کر رہا ہے

تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی

صادقاں رایک زدیگر نغز تر
سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہو گی

از نفاق وزرق و دینِ نادرست
نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے

بہر ہدم مسجد اہل قبا
قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے

[1] کفراں۔ یعنی آنحضورﷺ سے متعلق وسوسہ۔ ہمچو نظر۔ انسان کا دل اور نظر قابو میں نہیں ہوتا ہے۔ نمود۔ ان صحابی نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد ضرار نجاست سے پُر ہے۔ سنگہاش۔ اس مسجد ضرار کے پتھر۔ حدث۔ پلیدی۔ حلقش۔ یعنی خواب دیکھنے والے صحابی کا حلق۔ نہیب۔ خوف۔ درزماں۔ چونکہ وہ صحابی سمجھے کہ یہ خواب ان کے لئے تازیانہ ہے۔ حلم۔ ناک کی ریزش، تخی، نفرت یعنی آنحضورﷺ نے جس غصہ کا اظہار کیا وہ بہتر تھا بہ نسبت اس حلم کے جس کو میں نے اچھا سمجھا تھا اور اس کو بہتر سمجھنے کی بدولت نور ایمان سے محروم ہو رہا ہوں۔ اہل مجاز۔ وہ لوگ جو حقیقت سے محروم ہیں ان کے اعمال کی ہر تہہ پیاز کے چھلکوں کی طرح بے مغز اور بدبودار ہو گی۔ صد کمر۔ یعنی یہ منافقین مسجد قبا کو تباہ کرنے کی سو سو چالیں چل رہے تھے۔ قبا۔ قاف کے فتحہ کے ساتھ، مدینہ کے قریب وہ بستی ہے جس میں آنحضورﷺ ہجرت کے بعد آکر مقیم ہوئے تھے اور وہاں وہ مسجد تعمیر فرمائی تھی جس کو منافقین برباد کرنا چاہتے تھے۔

ہمچو[1] آں اَصحابِ فیل اندر حبش / کعبۂ کردند حق آتش زدش

اُن ہاتھی والوں کی طرح جنہوں نے حبشہ میں / کعبہ بنایا (اور) اللہ نے اُس میں آگ لگا دی

قصد خانہ کعبہ کردند ز انتقام / حالِ شاں چوں شد فرو خواں از کلام[2]

بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا / اُن کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے

مَرسیہ رویانِ دیں را خود جہیز / نیست اِلاّ حیلت و مکر و ستیز

دین کے رُوسیا ہوں کا سامان / حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں / واقعہ باشد یقیں شاں سرِّ آں

ہر صحابی نے اُس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں / واقعہ یہاں تک کہ اُن کو اصلیت کا یقین آ گیا

واقعات ارباز گویم یک بیک / پس یقیں گرد و صفا بر اہلِ شک

میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں / تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

لیک می ترسم زکشفِ رازِ شاں / نازنینانند و زیبد ناز شاں

لیکن اُن کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں / وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں اُنکو ناز کرنا زیب دیتا ہے

شرع بے تقلید می پذ رفتہ اند / بے محک[3] آں نقد را بگرفتہ اند

انہوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے / بغیر کسوٹی کے اِس نقد کو لیا ہے

حکمت قرآں چوضالہ مومن ست / ہر کسے از ضالۂ خود موقن ست

قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے / ہر شخص کو اپنی گمشدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آ جاتا ہے

قصۂ آں شخص کہ اشتر ضالۂ خود رامی جست و نشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اُشترے گم کردی و جستیش چست / چوں بیابی چوں ندانی کانِ تست

تو نے اونٹ گم کیا اور اُس کو چستی سے ڈھونڈا / جب تو اُسے پالے گا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے

ضالۂ چہ بود ناقۂ گم کردۂ / از کفت بگریختہ در پردۂ

گم شدہ چیز کیا تھی، گم شدہ اونٹنی / جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی، چھپ گئی

---

[1] ہمچو۔ان منافقوں کا مسجد قبا کو برباد کرنے کا ارادہ اسی طرح کا تھا جیسا کہ ابرہہ کے لشکر نے خانہ کعبہ کو برباد کرنا چاہا تھا۔کعبہ کردند۔مکی کعبہ کے بالمقابل یمن کے شہر صنعاء میں ایک کعبہ بنایا گیا۔حبشہ میں نہیں بنایا گیا تھا لیکن مولانا نے حبشہ کا ذکر اس لئے فرما دیا ہے کہ یمن اس دور میں شاہ حبشہ کے ماتحت تھا۔آتش۔حقیقتاً آگ نہیں بلکہ اس فرضی کعبہ پر ایک شخص نے پاخانہ کر دیا تھا۔

[2] کلام۔سورۂ الم ترکیف میں سارا واقعہ منقول ہے۔ہر صحابی۔جس طرح سے یہ صحابی آنحضورﷺ کے معاملہ میں مشکوک تھے،بعض دوسرے صحابہ بھی مشکوک ہوئے تھے،ان سب نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔نازنینانند۔صحابہ کی جماعت ناز پروردہ تھی،اس طرح کا ناز ان کو زیبا تھا۔شرع۔صحابہ اصلی مسلمان تھے،نسلی نہ تھے۔

[3] بے محک۔ثبوت کی تصدیق اور احکام پر آنکھ بند کر کے عمل کرتے تھے۔حکمت قرآں۔قرآنی احکام ان کے لئے اپنی گمشدہ چیز کی طرح تھے جس کو دیکھ کر انسان فوراً بغیر دلیل کے پہچان جاتا ہے۔قصہ۔اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنی گمشدہ چیز کو بلا تامل پہچان جاتا ہے۔آنِ تست۔تیری ملکیت ہے۔ضالہ۔یہاں گمشدہ چیز اونٹ سمجھ لو۔

آمده دربار کردن کارواں[1]
قافلہ لادنے کے لئے آیا
کارواں دربار کردن آمده
قافلہ لادنے کے لئے آیا
می دَوی ایں سوو آں سو خشک لب
تو خشک ہونٹوں کے ساتھ اِدھر اُدھر دوڑتا ہے
رخت مانده بر زمیں در راہِ خوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے
کاے مسلماناں کہ دیدست اُشترے
کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے
ہر کہ برگوید نشان از اُشترم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا
بازمی جوئی نشاں از ہر کسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے
کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو اُدھر جا رہا تھا
آں یکے[2] گوید بُریده گوش بود
ایک کہتا ہے کہ کنکٹا تھا
آں یکے گوید شتر یک چشم بود
ایک کہتا ہے، اونٹ کانا تھا
از برائے مژدگانی صد نشاں
انعام کے لئے سو علامتیں
اے دل ایں اسرار را در گوش کن
اے دل! اِن رازوں کو سن لے
ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت
جس طرح کہ ہر شخص خدا شناسی میں

اُشترِ توزاں میاں گشتہ نہاں
تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا
اُشترِ توزاں میانہ گم شده
تیرا اونٹ اُس درمیان میں گم ہو گیا
کارواں دور شد و نزدیکست شب
قافلہ دور ہو گیا اور رات نزدیک ہے
تو پئے اُشتر رَواں گشتہ بطوف
تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے
جستہ بیروں بامداد از آخرے
جو صبح کو چر سے نکل بھاگا ہے
مژدگانی می دہم چندیں درم
میں اُس کو اتنے درہم انعام میں دوں گا
ریشخندت می کندزیں ہر خسے
اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اُڑاتا ہے
اُشترے سُرخے بسوئے آں علف
ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب
واں دگر گوید جُلش منقوش بود
دوسرا کہتا ہے اُس کی جھولی منقش تھی
واں دِگر گوید زکر بے پشم بود
دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا
از گزافہ ہر خسے کرده بیاں
گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں
قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اگر تیری قسمت میں ہے اس سے خوشگوار غذا حاصل کر لے
می کند موصوف غیبی را صفت
غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

[1] کارواں۔ یعنی وہ قافلہ جس میں تم شریک تھے۔ کارواں دور شد۔ وہ قافلہ چل دیا اور رات قریب آ گئی۔ راہِ خوف۔ یعنی راستہ بھی خطرناک تھا جو اور پریشانی کا باعث تھا۔ کاے مسلماناں۔ جس کا اونٹ گم ہو گیا تھا وہ مسلمانوں سے یہ کہتا تھا۔ آخر۔ چر، جس میں گھاس ڈال کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے۔ مژدگانی۔ انعام۔ ریش خند۔ مذاق اڑانا۔ خس۔ کمینہ۔ علف۔ گھاس، یعنی چراگاہ۔

[2] آں یکے۔ لوگ اس گمشدہ اونٹ کی مختلف علامتیں ظاہر کر رہے تھے۔ جلش۔ اس کی جھول۔ منقوش۔ کڑھی ہوئی۔ یک چشم۔ کانا۔ گر۔ خارش کا مرض۔ بے پشم۔ بغیر اون۔ گزافہ۔ بکواس۔ اے دل۔ غرضیکہ راز یہی ہے کہ جس میں قبولِ حق کی استعداد ہوتی ہے وہی حق کو قبول کرتا ہے۔ معرفت۔ پہچان یعنی خدا کی پہچان۔ موصوف غیبی۔ وہ ذاتِ حق جو نظروں سے غائب ہے اور لوگ اس کی صفات بیان کرتے ہیں۔

متردّد شدن درمیانِ مذاہب مختلفہ و بیروں شدن و مخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور اُن سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی[1] از نوعِ دیگر کردہ شَرح — باحثے مرگفت اُو را کردہ جرح

فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی — متکلم نے اُس کی بحث پر جرح کی

صوفیاں در ہر دو طعنہ می زنند — باقیاں از زُرق جائے می کنند

صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں — باقی مکاری سے مر رہے ہیں

ہر یک از رہ ایں نشانہا زاں دہند — تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند

ہر ایک ایک طریقہ سے اس لئے علامتیں بتایا ہے — تاکہ خیال ہو جائے کہ وہ اِسی راہ کا ہے

ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ — نے بکلّی گمرہاں اند ایں رمہ

یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں — نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں

زانکہ[2] بے حق باطلے ناید پدید — قلب را ابلہ ببوئے زر خرید

اِس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے — بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی اُمید پر خریدتا ہے

گر نبودے در جہاں نقد رَواں — قلبہا را خرج کردن کے تواں

اگر دنیا میں صحیح سکہ چالو نہ ہوتا — کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟

تا نباشد راست کے باشد دَروغ — آں دروغ از راست میگردد فروغ

جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو گا؟ — جھوٹ، سچ سے فروغ پاتا ہے

برامید راست کژرا می خرند — زہر در قندے رَوَد انگہ خورند

سیدھے کی اُمید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں — زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں

گر نباشد گندمِ محبوب نوش — چہ بَرد گندم نمائے جو فروش

اگر لذیذ گیہوں نہ ہو — گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟

پس مگو ایں جملہ دینہا باطل اند — باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند

یہ نہ کہہ یہ سب دین باطل ہیں — باطل حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں

پس مگو جملہ خیال ست و ضلال — بے حقیقت نیست در عالم خیال

لہٰذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے — دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے

---

[1] فلسفی۔ صفات باری کے معاملہ میں فلاسفہ کا قول ہے کہ ذاتِ باری ذات خالص ہے اور صفات محض فرضی ہیں۔ باحث۔ یعنی متکلم، متکلمین صفاتِ باری کے وجود کے قائل ہیں بعض صفات جیسا کہ ید، وجہ، وغیرہ میں تاویل کرتے ہیں۔ داں دگر۔ یعنی محقق صوفیاء جو کل صفات کو ثابت مانتے ہیں اور کیفیت کی تفصیل نہیں کرتے ہیں۔ باقیاں۔ یعنی جو عرفان کے محض مدعی ہیں اور حقیقت سے خالی ہیں۔ ایں حقیقت۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان گروہوں کی نہ سب باتیں صحیح ہیں نہ سب باتیں غلط ہیں، کچھ صحیح ہیں، کچھ غلط ہیں۔

[2] زانکہ۔ ہر باطل کے ساتھ کچھ نہ کچھ حق ضرور ملا ہوا ہوتا ہے مولانا نے چند مثالیں اس کی بیان فرمائی ہیں۔ قلب۔ کھوٹے سکے میں ملاوٹ کے ساتھ کچھ اصل ضرور ہوتی ہے۔ تانباشد۔ جھوٹا آدمی بھی جھوٹ میں سچ ملا کر بات کرتا ہے۔ برامیدے۔ اگر کجی کے ساتھ سیدھا پن نہ ہو تو کجی کا کوئی خریدار نہیں بن سکتا۔ زہر۔ زہر میں اگر شکر نہ ہو تو کوئی دھوکے میں زہر نہیں کھا سکتا ہے۔ گرنباشد۔ اگر جو میں گیہوں ملا ہوا نہ ہو تو گندم نما جو فروشی کب ہو سکتی ہے۔ جملہ دینہا۔ یہی حال مذاہب کا ہے کہ اس میں بھی حق و باطل ملا جلا ہے۔ پس مگو۔ ہر مذہب کی ہر بات کو باطل قرار نہیں دیا جا سکتا ہے۔

حق شب قدرست[1] در شبہا نہاں ۔۔۔ تاکند جاں ہر شبے را امتحاں
حق شب قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے ۔۔۔ تاکہ جان ہر رات کو آزمائے

نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں ۔۔۔ نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شب قدر نہیں ہیں ۔۔۔ نہ سب راتیں اُس سے خالی ہیں

درمیانِ دلق پوشاں یک فقیر ۔۔۔ امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے ۔۔۔ آزما لے، جو حق ہے اُس کو اختیار کرے

مومن کیس ممیز کوکہ تا ۔۔۔ باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنے والا کہاں ہے؟ تاکہ ۔۔۔ شاہ کو گدا سے ممتاز کر لے

گرنہ معیوبات باشد در جہاں ۔۔۔ تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں ۔۔۔ سب بے وقوف تاجر بن جائیں

پس بود کالہ شناسی سخت سہل ۔۔۔ چونکہ عیبے نیست چہ نا اہل و اہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو ۔۔۔ جب کوئی عیب نہیں ہے، پھر کیا اہل کیا نا اہل

ورہمہ عیب ست دانش سود نیست ۔۔۔ چوں ہمہ چوب ست انجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے ۔۔۔ جب سب لکڑیاں ہیں تو اُس جگہ اگر ہے ہی نہیں

آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست ۔۔۔ وانکہ گوید جملہ باطل اُو شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں بیوقوفی ہے ۔۔۔ جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے

تاجرانِ انبیاء[2] کردند سود ۔۔۔ تاجرانِ رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کما لیا ۔۔۔ رنگ و بو کے تاجر اندھے اور بہرے ہیں

می نماید مارت اندر چشم مال ۔۔۔ ہر دو چشم خویش رانیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے ۔۔۔ اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے

منگراندر غبطہ ایں بیع و سود ۔۔۔ بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھ ۔۔۔ فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے وشرّے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اُس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

---

[1] حق شب قدر۔ حق، باطل میں اسی طرح پوشیدہ ہوتا ہے جیسا کہ شب قدر دوسری راتوں میں۔ تاکند۔ پوشیدہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ ہر شب میں اس کی تلاش جاری رہے۔ درمیان دلق۔ مصنوعی فقراء میں بھی کوئی اللہ کا خاص بندہ ہوتا ہے۔ مومن کیس۔ عقلمند مومن کا کام یہ ہے کہ وہ ان میں سے اس کی جستجو کر لے۔ گرنہ معیوبات۔ اگر سب سودے بے عیب ہوں تو ہر بیوقوف تاجر بن بیٹھے۔ ورہمہ۔ اگر سب معیوب ہوں تو عقل بیکار ہے۔ اس کا کام باقی نہیں رہتا ہے۔ احمقی۔ دن رات کو یکساں سمجھنے والا احمق ہے۔ شقی۔ سب کو باطل کہنا خود رائی پر مبنی ہے جو شقاوت ہے۔

[2] تاجران انبیاء۔ جو لوگ انبیاء کی ہدایت کے ماتحت اعمال حسنہ کا کاروبار کرتے ہیں، وہ نفع میں ہیں۔ رنگ و بو۔ یعنی دنیاوی فائدے۔ می نماید۔ دنیادار سانپ یعنی دنیوی فوائد کو مال سمجھتا ہے۔ نیکو بمال۔ تاکہ صحیح نظر آنے لگے۔ منگر۔ دنیاوی نفع ونقصان پر غبطہ نہ کرو، فرعون اور ثمود نے دنیاوی نفع کو نفع سمجھا، ان کا حشر دیکھ لو۔ امتحان کردن۔ چونکہ دنیا میں نہ خیر محض ہے نہ شر محض لہٰذا ہر چیز پر غور کر لینا چاہیے۔

اندریں گردون مکرّر کُن نظر
اِس آسمان پر مکرر نظر ڈال

زانکہ حق فرمود[1] ثُمَّ ارْجِعْ بَصَرْ
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے پھر نگاہ لوٹا

یک نظر قانع مشوزیں سقفِ نور
نور کی اِس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن

بارہا بنگر بہ بیں هَلْ مِنْ فُطُوْر
بار بار دیکھ، دیکھ کوئی شگاف ہے؟

چونکہ گفت ست کاندریں سقف نکو
چونکہ اُس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اِس اچھی چھت میں

بارہا بنگر جو مَردِ عیب جو
عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ

پس زمینِ تیرہ را دانی کہ چند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کس قدر

دیدن و تمیز باید در پسند
دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

تا بپالائیم[2] صافاں راز دُرد
تا کہ ہم صاف اخلاق کو تلچھٹ سے صاف کر لیں

چند باید عقلِ ما را رنج برد
ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اُٹھانی چاہئے؟

امتحانہائے زمستان و خزاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائشیں

تابِ تابستاں بہارِ ہمچو جاں
گرمیوں کی گرمی، جان جیسی بہار

بادہا و ابرہا و برقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر ساری آزمائشیں اس لئے ہیں)

تاپدید آرد عوارض فرقہا
تا کہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں

تابروں آرد زمینِ خاک رنگ
تا کہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے

ہرچہ[3] اندر جیب دارد لعل و سنگ
جو کچھ اُس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں

ہرچہ دُزدید ست ایں خاکِ دژم
اِس (افسردہ خاک نے جو چرایا ہے

از خزانہ حق و دریائے کرم
اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے

شحنۂ تقدیر گوید راست گو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے، سچ بتا دے

آنچہ بُردی شرح دہ اے حیلہ جو
اے حیلہ جو! کچھ تو نے چرایا ہے اُس کی تشریح کر دے

تامیانِ قہر و لطف آں خُفیہا
تا کہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں

ظاہر آید ز آتشِ خوف و رِجا
خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں

---

[1] حق فرمود۔ قرآن پاک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ پھر بار بار نظر کو لوٹا وہ کھسیانی ہو کر تھکی ماندی تیری طرف واپس ہوگی۔ هَلْ مِنْ فُطُوْر۔ قرآن پاک میں ہے فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْر نظر کو لوٹا کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے۔ چونکہ۔ جب اللہ تعالیٰ نے آسمان جیسی شفاف چیز پر بار بار نظر کرنے کا حکم دیا ہے تو تاریک زمین پر کتنی بار نظر ڈالنا اس کو پسند ہوگا۔

[2] تابپالائیم۔ خارجی چیزوں میں غور وفکر کو ظاہر کرنے کے بعد مولانا فرماتے ہیں اپنے اخلاق میں سے اچھے برے میں تمیز کرنے کے لئے عقل پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے۔ امتحانہائے۔ تکوینات میں زمین پر یہ مختلف عوارض اس لئے طاری کئے ہیں تا کہ زمین میں مخفی چیزوں میں فرق واضح ہو جائے۔ تابروں۔ ان ہی آزمائشوں کی وجہ سے زمین لعل وسنگ اگلتی ہے اور لعل وسنگ کا امتیاز واضح ہو جاتا ہے۔

[3] ہرچہ۔ لعل وسنگ وغیرہ سب زمین نے چھپا رکھے ہیں جو اللہ کے خزانوں کی چیزیں ہیں۔ راست گو۔ یعنی زمین سے یہ امتحانات اقرار کرا لیتے ہیں۔ تامیاں۔ زمین کو گرم وسرد امتحانات سے گذار کر چھپی چیزوں کا اقرار کرانا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوتوال مجرم سے کبھی نرم اور کبھی سخت برتاؤ کرتا ہے تا کہ وہ اقرار کرلے اور راز بتادے۔

آں بہاراں[1] لطف شحنہ کبریاست
موسم بہار (اللہ تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے
واں خزاں تخویف و تہدید خداست
اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے

واں زمستاں چار میخ معنوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے
تا تو اے دُزدِ خفی ظاہر شوی
تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

پس مجاہد را زمانے بَسطِ دل
تو مجاہدہ کرنے والے کے لئے کسی وقت دل کا انبساط
یک زمانے قبض و درد و غش و غل
کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت

زانکہ ایں آب و گل کابدانِ ما ست
اسلئے ہے کہ ہمارے بدن پر جو پانی اور (مٹی کے) ہیں
منکر و دُزدِ ضیائے جانہاست
ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں

حق تعالیٰ گرم و سَرد و رنج و درد
(اللہ تعالیٰ، گرم اور سرد اور رنج اور درد
برتن مامی نہد اے شیر مرد
اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے

خوف و جوع[2] و نقصِ اموال و بدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھٹاؤ
جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن
سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں

ایں وعید و وعدہا انگیخت ست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں
بہر ایں نیک و بدے کا میخت ست
کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

چونکہ حق و باطلے آمیختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کردی ہے
نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے

پس محک می بایدش بگزیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے
در حقائق امتحانہا دیدۂ
جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو

تا شود فاروق ایں تزویر ہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے
تا بود دستورِ ایں تدبیر ہا
تاکہ وہ اِن تدبیروں کا وزیر اعظم بن جائے

شِیر دہ[3] اے مادرِ موسیٰ ورا
اے موسیٰ کی ماں! اُس کو دودھ پلا
واندر آب افگن میندیش از بلا
اور دریا میں ڈال دے، مصیبت کی فکر نہ کر

---

1. بہاراں۔ زمین پر موسم بہار کا آنا یہ تو کوتوال کا قہر ہے۔ زمستاں۔ زمین کے لئے جاڑوں کا موسم چار میخ کی سزا ہے۔ چار میخ۔ شکنجہ میں مجرم کے چاروں ہاتھ پیر چار میخوں سے کس دیے جاتے تھے۔ پس مجاہد۔ مجاہدہ کرنے والے پر جو اچھی بری حالتیں طاری ہوتی ہیں وہ بھی اس لئے ہیں کہ جسم نے جو بمنزلہ زمین کے ہے روح کا نور چرا رکھا ہے۔ حق تعالیٰ۔ انسانی جسم پر جو قدرت کی جانب سے مختلف سختیاں ہوتی ہیں، وہ اسی لئے ہیں کہ اس نے روح کے نقد کو چرا رکھا ہے۔

2. جوع۔ بھوک۔ نقص اموال۔ مالوں کا نقصان۔ ایں وعید۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے جنتوں اور نعمتوں کے وعدے اور انجام بد اور جہنم کی وعیدیں بھی اسی لئے ہیں تاکہ اچھے اور برے میں امتیاز ہو جائے۔ چرمداں۔ چمڑے کا تھیلا۔ پس محک۔ مولانا نے اچھے برے میں امتیاز کرنے کی عقل کے علاوہ یہ ترکیب بھی بتائی کہ تجربہ کار شیخ کے ذریعے اس کام کی تکمیل کی جائے اور اس کو ان تدبیروں کا دستور اعظم بنایا جائے۔

3. شیر دہ۔ شیخ کو پہچاننے کے لئے فطرت سلیمہ کی ضرورت ہے۔ سلیم فطرت والا عہد الست سے اس ذوق سے واقف ہے جس کے پاس یہ ذوق ہے، وہ اس کو فوراً پہچان لے گا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ کو دودھ پلا کر اور صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دینے کا حکم اسی لئے ہوا تھا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کے ذائقہ سے واقف ہو جائیں جب دودھ پلانے والیاں دودھ پلانے آئیں تو ماں کے دودھ کو پہچان لیں۔

ہر کہ در روزِ اَلست آں شِیر خورد ہمچو موسیٰؑ شیر را تمیز کرد

جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا اُس نے موسیٰؑ کی طرح دودھ کی پہچان لیا

خود بر تو ایں حکایت روشن ست کہ غرض نے ایں حکایت گفتن ست

خود تجھ پر یہ بات واضح ہے کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے

گر تو[1] برتمیزِ طفلت مولعی ایں زماں یا اُمِ موسیٰؑ ارضعی

اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے اب اے موسیٰؑ کی ماں! دودھ پلا

تا بہ بیند طعم شیر مادرش تا فرو ناید بہ دایہ بد سرش

تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا سمجھ لے تاکہ بری دایہ کے سامنے اُس کا سر نہ جھکے

شرح فائدہ حکایت آں شخص شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اُشترے گم کردۂ اے معتمد ہرکس از اشتر نشانت می دہد

اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے

تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست لیک دانی کایں نشانیہا خطاست

تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

واں کہ اشترگم نہ کرد[2] اُو از مرے ہمچوآں گم کردہ جوید اشترے

جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے

کہ بلے من ہم شترگم کردہ ام ہر کہ یابد اُجرتش آوردہ ام

کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے جو اُس کو پائے اُس کے لئے میں انعام لایا ہوں

تا در اشتر با تو انبازی کند بہر طمع اشتر ایں بازی کند

تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے

اُو نشانِ کژ نہ بشناسد ز راست لیک گفتت آں مقلد را عصاست

وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کرسکتا ہے لیکن تیری گفتگو اُس مقلد کی لاٹھی ہے

ہرچرا گوئی خطا بود آں نشاں اُو بتقلید تو می گوید ہماں

جن کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے

---

[1] گرتو۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرے بچہ میں بھی دودھوں کو امتیاز کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے تو اس کو پہلے سے دودھ پلا دے تاکہ وہ بروقت اور دودھوں سے تیرے دودھ کو ممتاز کر لے اور شیخ کامل اور شیخ ناقص کو سمجھ سکے۔ اشترے گم کردۂ۔ تلاشِ حق میں جب انسان نکلتا ہے تو مختلف لوگوں سے اس کو واسطہ پڑتا ہے، بعض صحیح رہنمائی کرتے ہیں اور بعض غلط، اگر انسان میں فطرتِ سلیمہ ہے اور اس میں عہدِ الست کی بو ہے تو وہ ان لوگوں کی صحیح اور غلط نشاندہی میں امتیاز کر لیتا ہے اور صحیح انسان کی دستگیری کرتا ہے۔

[2] اشترگم نہ کرد۔ بعض لوگوں میں حقیقی طلب نہیں ہوتی وہ دیکھا دیکھی پیر کے ساتھ لگ جاتے ہیں اور تلاش کے مدعی بن جاتے ہیں اور طالب کے حصہ میں سے حصہ بٹانے کی فکر کرنے لگتے ہیں۔ ایں بازی۔ یعنی بغیر اونٹ کھوئے اونٹ کی تلاش کرنا۔ اونشانِ کژ۔ اگر کوئی اس کو اونٹ کی غلط نشاندہی کرتا ہے تو وہ غلط صحیح میں کوئی فرق نہیں کرسکتا ہے محض تمہاری باتوں کو اپنا سہارا بنا کر کسی نشانی کو غلط اور کسی نشانی کو صحیح ظاہر کرتا ہے۔

چوں نشانِ راست[1] گویند و شبیہ
پس یقیں گردد ترا لا ریب فیہ
جب وہ سچی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں
تو مجھے یقین آ جاتا ہے کہ اُس میں کوئی شک نہیں ہے

آں شفائے جانِ رنجورت شود
مظہرِ حسّ چو گنجورت شود
وہ (علامت) تیری فکر مند جاں کی شفا بن جاتی ہے
تیرے خزانچی جیسے حسّ کو ظاہر کرنے والی بن جاتی ہے

رنگ و روئے و قوتِ بازو شود
خَلق و خُلق یکتوات صد تو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے
تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سو گناہ ہو جاتا ہے

چشم تو روشن شود پایت دواں
جسمِ تو جاں گردد و جانت رواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں
تیرا جسم روح (حیوانی) بن جاتا ہے اور تیری روح (حیوانی) روح (انسانی) بن جاتی ہے

پس بگوئی راست گفتی اے امین
ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا
یہ علامتیں واضح پیغام ہیں

فِیْهِ اٰیَاتٌ ثِقَاتٌ بَیِّنَاتٌ
ایں براتے باشد و قدر و نجات
اس میں روشن، معتبر علامتیں ہیں
یہ دستاویز اور (قابل) قدر ہیں اور (ذریعہ) نجات ہیں

ایں نشاں[2] چوں داد گوئی پیش رو
وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
جب اُس نے یہ علامت بتا دی تو کہے گا کہ چل
(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

پیروی تو کنم اے راست گو
بوئے بُردی ز اشترم بنما کہ کو
اے سچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا
تو نے میرے اونٹ کا سراغ پا لیا، دکھا وہ کہاں ہے؟

پیش آں کس کہ نہ صاحب اشتریست
کو دریں جُستِ شتر بہر مریست
اُس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے
جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے

زیں نشانِ راست نفزودش یقیں
جُز زعکسِ ناقہ جوئے راستیں
اس سچی علامت نے اُس کے یقین میں اضافہ نہیں کیا
واقعی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا

بُوئے بُرد از جدّو گرمیہائے اُو
کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے اُو
اُس کی کوشش اور اُس کی سرگرمیوں سے اُس کو پتہ لگا
کہ اُس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے

اندریں اشتر نبودش حق ولے
اشترے گم کردہ است اُوہم بلے
اُس اونٹ میں اُس کا کوئی حق نہ تھا لیکن
اُس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے

---

[1] چوں نشانِ راست۔ جس کا اونٹ حقیقتاً گم ہوا ہے بتانے والا جب اس کی صحیح نشانیاں بتاتا ہے تو اس کو یقین آ جاتا ہے اور یہ نشانیاں اس کی خوشی کا سبب بن جاتی ہیں اور اس کے بیان کو بلاغ مبین قرار دیتا ہے اور اس کو اپنا پیشرو بناتا ہے۔ خلق وخلق۔ یعنی اس کی جسمانی اور روحانی طاقت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ راست گفتی۔ حقیقی طالب صحیح علامتیں بتانے والے سے کہتا ہے۔ بلاغ مبین۔ واضح پیام۔ برأت۔ شاہی حکم، دستاویز۔

[2] ایں نشاں۔ تو نے جبکہ صحیح علامتیں بتادی ہیں تو اب میرے ساتھ چل کر اس کو پکڑوا دے۔ پیش آں کس۔ جو اس گمشدہ اونٹ کا مالک نہیں اور محض مقابلہ کے لئے تلاش کا مدعی بن گیا ہے، اس کے لئے صحیح علامتیں بھی کوئی معنی نہیں رکھتی ہیں۔ جز زعکس۔ یہ مدعی تو حقیقی طالب کی نقلیں اتار رہا ہے۔ بوئے برد۔ اس نقال کو طالب کی خوشی سے یہ محسوس ہوا کہ یہ حقیقی طالب تھا۔ اندریں اشتر۔ حقیقی طالب کا جو اونٹ تھا، اس نقال کا اس میں کوئی حصہ نہ تھا لیکن اس کا اونٹ بھی گم ہوا تھا، اس اونٹ کے لالچ میں اس نے اس کو فراموش کر رکھا تھا۔

طمع ناقہ غیر رو پوشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اُس کے چہرہ کا پردہ بن گیا
انچہ زوگم شد فراموشش شدہ
جو اُس کا کھویا گیا ہے اُس کو اس نے بھلا دیا ہے

ہر کجا اومی دَوَد ایں ہم دَوَد
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے
از طمع ہمدردِ صاحب می شود
لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے

کاذبے[1] با صادقے چوں شد رَواں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے
آں دروغش راستی شد ناگہاں
اُس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے

اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا
اشترِ خود نیزآں دیگر بیافت
اُس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا

چوں بدیدش یاد آورد آنِ خویش
جب اُس نے اُس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آ گیا
بے طمع شد زاشترِ آں یار بیش
(اور) اُس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا

آں مقلد شد محقق چوں بدید
وہ مقلد محقق بن گیا جب اُس نے دیکھا
اشترِ خود را کہ آنجامی چرید
اپنے اونٹ کو کہ اِس جگہ چر رہا ہے

اُو طلبگارِ شتر آں لحظہ گشت
وہ اُسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا
می بجستش تاندید او را بدشت
جب تک اُسکو جنگل میں نہ دیکھا تھا اُسکی جستجو میں نہ تھا

بعد ازاں[2] تنہا روی آغاز کرد
اُس کے بعد اُس نے تنہا روی شروع کر دی
چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا

گفت آں صادق مرا بگذاشتی
سچے نے اُس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا
تابہ اکنوں پاسِ من می داشتی
اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا

گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام
اُس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا
وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
لالچ سے خوشامد میں لگا تھا

ایں زماں ہمدردِ تو گشتم کہ من
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں
در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں

از تومی دُزدیدمے وصف شتر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا
جانِ من دید آنِ خود شد چشم پُر
میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا

---

[1] کاذبے۔ صحیح طالبوں کے ساتھ جب نقال لگتا ہے تو بسا اوقات اس کو اپنی گمشدہ چیز بھی یاد آجاتی ہے اور وہ اس کو حاصل کر لیتا ہے۔ اندراں صحرا۔ طالب حقیقی کو جس جگہ مطلوب ملا، اس نقال کو بھی اس کا فراموش شدہ مطلوب مل گیا۔ چوں بدیدش۔ نقال میں اب اخلاص پیدا ہو گیا اور اپنی گمشدہ چیز کے حصول کے درپے ہو گیا۔ آں لحظہ۔ طالب حقیقی تو فطری صلاحیت کی بناء پر کامیاب ہوا اور یہ اس کی کامیابی کو دیکھ کر راہ پر لگا۔

[2] بعد ازاں۔ پہلے اس کی نقلی طلب تھی اب حقیقی طلب ہو گئی۔ گفت۔ اب یہ مدعی بھی حقیقی طالب بن کر اپنے راستہ پر لگ گیا۔ فسوس۔ استہزاء، مذاق، بناوٹ۔ وز طمع۔ یعنی تیرے اونٹ کے لالچ سے۔ ہمدردِ تو۔ اب میں حقیقی معنی میں پیر بھائی اور ہمدرد ہوں۔ جانِ من۔ جب میں نے اپنے حقیقی مطلوب کو سمجھ لیا تو تمہاری چیز سے استغنا پیدا ہو گیا۔

تا نیابیدم[1] نہ بودم طالبش — مس کنوں مغلوب شد زر غالبش

جب تک میں نے اُس کو نہ پایا تھا میں اُسکا طلب گار نہ تھا — تانبا اب مغلوب ہو گیا اُس پر سونا غالب آ گیا

سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر — ہزل شد فانی و جد اثباتِ شکر

خدا کا شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں — شکر ہے، مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آ گئی

سیئاتم چوں وسیلت شد بحق — پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق

میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں — تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر

مر ترا صدقِ تو طالب کردہ بود — مر مرا جد و طلب صدقے کشود

تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا — میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی

صدق تو آورد در جُستن تُرا — جستنم آورد در صدقے مرا

تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا — میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا

تخم دولت[2] در زمیں می کاشتم — سخرہ و بیکار می پنداشتم

میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا — (جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا

آں نہ بد بیکار کسبے بد درست — ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست

وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی — میں نے جو ایک دانہ بویا سو اُگے

دُزد سوئے خانۂ شد زیردست — چوں درآمد دید کاں خانہ خودست

چور چھپ کر ایک گھر میں گیا — جب اندر پہنچا، دیکھا کہ وہ اسی کا گھر ہے

گرم، باش اے سرد تا گرمی رسد — با درشتی ساز تا نرمی رسد

اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو — سختی جھیل، تاکہ راحت ملے

آں دو اشتر[3] نیست آں یک اشترست — تنگ آمد لفظ معنی بس پُرست

وہ دو اونٹ نہیں ہیں، ایک اونٹ ہے — الفاظ تنگ ہیں، معنی بہت زیادہ ہیں

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں — زاں پیمبر گفت قَدْ کَلَّ اللِّسَانْ

لفظ معنی (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں — اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا زبان عاجز آ گئی

---

1. تانیابیدم۔ جب تک مجھے اپنا مطلوب نظر نہ آیا تھا میں اس کا حقیقی طالب نہ بنا تھا، اب نقلی طلب ختم ہو گئی ہے اور حقیقی طلب غالب آ گئی ہے۔ سیئاتم۔ میری نقالی جو ایک برائی تھی بھلائی میں تبدیل ہو گئی اور حقیقی طالب بن گیا ہوں۔ مر ترا۔ تیری حقیقی طلب نے تجھے طالب بنایا تھا، میری نقالی نے مجھے حقیقی طلب تک پہنچا دیا۔ صدق۔ تیری صادق طلب نے تجھے جستجو میں لگایا میری نقلی جستجو نے مجھے طالب صادق بنا دیا۔
2. تخم دولت۔ طلب اور جستجو تو تھی لیکن نقالی کی وجہ سے بیکار تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل نے اس کو کارآمد بنا دیا اور اس کے بہترین نتائج سامنے آ گئے۔ زیردست۔ مغلوب، مخفی، غلط کار بھی بسا اوقات صحیح مقصد حاصل کر لیتا ہے، ریاکاری کے بعد خلوص حاصل ہو جاتا ہے۔ گرم باش۔ انسان کو جدوجہد کرنی چاہیے اور مصائب برداشت کرنے چاہئیں تب راحت ملے گی۔
3. آں دو اشتر۔ مدعی اور طالب کے لئے دو اونٹ بتائے گئے تھے، یہ تعبیر لفظوں کی کوتاہی تھی ورنہ دراصل ایک ہی اونٹ تھا یعنی آخر میں دونوں واصل بحق ہوئے اور ذات حق واحد ہے۔ قد کَلَّ اللِّسَانْ۔ کسی بزرگ کا مقولہ ہے مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ کَلَّ لِسَانُهٗ جس نے اپنے خدا کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی یعنی ذات و اوصاف کے بیان کرنے سے الفاظ عاجز ہیں۔

نطق اصطرلاب[1] باشد در حساب چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
حساب کرنے میں لفظ، اصطرلاب ہیں وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے

خاصہ چرخے کایں فلک زو پرّہ ایست آفتاب از آفتابش ذرّہ ایست
خصوصاً وہ آسمان کہ یہ آسمان اُس کا ایک تنکا ہے (یہ) سورج اُس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

در بیانِ آں کہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرارست

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود خانۂ حیلت بدو دامِ جہود
جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

پس نبی فرمود کانرا برکنند مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند
تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اُس کو اُکھاڑ دیں کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں

صاحب مسجد[2] چو مسجد قلب بود دانہا بردام ریزی نیست جود
مسجد والا مسجد کی طرح اُلٹا تھا تو جال پر دانہ ڈالے، سخاوت نہیں ہے

گوشت کاندر شست تو ماہی رباست آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست
وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اُچکنے والا ہے ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے

مسجد اہل قبا کاں بد جماد آنچہ کفو آں نہ بد راہش نہ داد
قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی جو (مسجد اُسکے) ہم جنس نہ تھی اُس نے اُسکو راستہ نہ دیا

در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت زد دراں ناکفو میر داد نفت[3]
جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا اُس غیر جنس میں حاکم اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا

پس حقائق راکہ اصل اصلہاست داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست
تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں سمجھ لے اُن میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں

نے حیاتش چوں حیاتِ او بود نے مماتش چوں مماتِ او بود
نہ اُس (مفضول) کی زندگی اُس فاضل جیسی ہو گی نہ اُس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کیطرح ہو گی

---

[1] اصطرلاب۔ وہ آلہ جس سے آسمانوں اور ستاروں کے فاصلے ناپے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ آلہ آسمان کے تمام احوال اور آسمان و سورج کے تمام حقائق نہیں بتا سکتا ہے۔ اسی طرح الفاظ کا حال ہے۔ خاصہ۔ جبکہ نطق اور لفظ بمنزلہ اصطرلاب کے ہیں اور وہ آسمان کے جملہ حقائق کو نہیں بتا سکتا ہے تو اسی طرح الفاظ عالم غیب کے اس آسمان اور سورج کی حقیقت واضح نہیں کر سکتے ہیں جس کے بالمقابل یہ آسمان اور سورج بے حقیقت ہیں۔ چوں۔ جب یہ بات کھل گئی کہ مسجد ضرار حقیقتاً مسجد نہیں ہے بلکہ یہود کا ایک جال اور دھوکا ہے تو آنحضور ﷺ نے اس کو گروا کر کوڑی میں تبدیل کرا دیا۔

[2] صاحب مسجد۔ یعنی ابو عامر راہب جس کے لفظی معنی ہیں آباد کنندہ۔ قلب بود۔ وہ آباد کنندہ نہ تھا بلکہ اس کا تباہ کنندہ تھا لہٰذا وہ برعکس نام نہند زنگی کافور کا مصداق تھا۔ گوشت۔ صورت پر حکم نہیں لگتا بلکہ حقیقت پر حکم لگتا ہے۔ ابو عامر کی صورت تعمیر کی تھی لیکن حقیقتاً تخریب تھی، کانٹے میں مچھلی کی خوراک کی صورت لقمہ کی ہے لیکن حقیقت نہیں ہے لہٰذا اس کو بخشش اور سخاوت نہیں کہا جا سکتا ہے۔ بد جماد۔ مسجد قبا پتھر کی بنی ہوئی تھی جس میں احساس نہیں ہوتا ہے لیکن اس نے بھی غیر جنس یعنی مسجد ضرار کو گوارا نہ کیا۔ حیفے۔ ظلم۔ یعنی مسجد ضرار مسجد قبا کے برابر کر دی جائے۔

[3] نفت۔ آگ پکڑنے والا مادہ ہے۔ حقائق۔ یعنی جس طرح مسجد اور مسجد میں فرق ہے، اسی طرح حقائق انسانیہ جو تمام حقائق کی اصل اور جڑ ہیں ان میں بہت فروق ہیں ایک انسان اور دوسرے انسان میں بہت بڑا فرق اور فصل ہے۔ نے حیات۔ افضل اور مفضول کی نہ زندگی یکساں ہے نہ موت، دنیا میں دونوں کی قبروں میں بھی بہت بڑا فرق ہے آخرت میں جو فرق ہوگا، اس کا تو بیان ہی کیا ہو سکتا ہے۔

گورِ او ہرگز چو گورِ او مداں
اُس (مفضول) کی قبر کو اُس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ

خود چہ گویم حالِ فرقِ آنجہاں
اب میں اُس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟

برمحک[1] زن کار خود اے مردِ کار
اے مصروفِ عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر رکھ لے

تانسازی مسجد اہل ضرار
کہیں تو اہل ضرار کی مسجد بنا لے

بس براں مسجد کناں تسخر زدی
تو نے اُس مسجد کے بنانے والوں کی بہت مذاق اُڑائی

چوں نظر کر دی تو خود ز انسان بدی
جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

حکایت ہندو کہ با یارانِ خود جنگ می کرد کہ بدکارید

اُس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو

و خبر نداشت کی خود نیز بداں مبتلاست

اور اُس کو خبر نہ تھی کہ خود اُس برائی میں مبتلا ہے

چار ہندو در یکے مسجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے

بہر طاعت راکع و ساجد شدند
عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے

ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی

در نماز آمد بہ مسکینی و درد
مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

موذن آمد زاں یکے لفظے بجست
موذن آیا، اُنہیں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا

کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
اے موذن! تو نے اذان دے دی؟ وقت ہو گیا ہے

گفت آں[2] ہندوے دیگر از نیاز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا

ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
ہائے! تو نے بات کر لی اور نماز ٹوٹ گئی

آں سوم گفت دوم را کاے عمو
تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!

چہ زنی طعنہ باو خود را بگو
اُس کو کیا طعنہ دیتا ہے، خود کو دے

آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من
چوتھا بولا، خدا کا شکر ہے کہ میں

در نیفتا دم بچہ چوں ایں سہ تن
ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا

پس نمازِ ہر چہاراں شد تباہ
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی

عیب جویاں بیشتر گم کردہ راہ
عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے

---

1. برمحک۔ انسان کو اپنے اعمال کو پرکھنا چاہئے کہیں ان میں چھپا ہوا حسد اور ریا کارفرما نہ ہو اور اس کے عمل کی صورت مسجد ضرار کی سی صورت نہ ہو۔ بس۔ بسا اوقات انسان دوسروں کے انہی عیوب کا مذاق اڑاتا ہے جو اس میں خود چھپے ہوئے ہیں۔ اسی مضمون کو مولانا نے اس حکایت سے واضح فرمایا ہے۔ ہندو۔ یعنی ہندوستانی مسلمان۔ طاعت۔ یعنی نماز۔ تکبیر۔ یعنی تکبیر تحریمہ۔ موذن۔ یعنی موذن آیا تو نماز کی حالت میں اس سے باتیں کرنے لگا۔ وقت ہست۔ یعنی اذان کا وقت ہو گیا ہے۔

2. گفت آں۔ دوسرے نمازی نے نماز کی حالت میں پہلے نمازی سے کہا تو نے نماز میں بات کر لی تیری نماز ٹوٹ گئی۔ سوم۔ تیسرے نے نماز کی حالت میں دوسرے سے کہا تو پہلے کو کیا طعنہ دیتا ہے تیری نماز خود ٹوٹ گئی۔ چہارم۔ چوتھا نماز کی حالت میں بولا خدا کا شکر ہے میں نے ان تینوں کی طرح اپنی نماز خراب نہیں کی۔ پس۔ ان چاروں میں سے ہر ایک دوسرے کا عیب ظاہر کر رہا تھا حالانکہ وہی عیب خود اس میں موجود تھا۔

اے خنک[1] جانے کہ عیب خویش دید
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے
ہر کہ عیبے گفت آں برخود گزید
جو کوئی عیب بتائے، اپنے لئے تسلیم کرے

زانکہ نیمے اُو ز عیبستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا، عیبوں کی دنیا کا ہے
واں دگر از دے ز غیبستاں بدست
دوسرا (آدھا) عالم غیب کا ہے

چونکہ برسر مر ترا صدریش ہست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں
مرہمش برخویش باید کاربست
ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہئے

عیب کردن ریش را داروئے اوست
زخم کو برا سمجھنا (ہی) اُس کا علاج ہے
چوں شکستہ گشت جائے ارحمو[2] ست
جب خاکسار بن گیا اِرْحَمُوْا کا محل ہے

گرہماں عیبت نبود ایمن مباش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو (بھی) مطمئن نہ ہو
بوکہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے

لاَ تَخَافُوْا از خدا نشنیدۂ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے
پس چہ خود را ایمن و خوش دیدۂ
تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟

سالہا[3] ابلیس نیکو نامِ زیست
شیطان سالہا سال ناکامی سے جیا
گشت رسوا بیں کہ اُو را نامِ چیست
(پھر) رسوا ہوا، دیکھا اُس کا کیا نام ہے؟

درجہاں معروف بود علیائے اُو
جہاں میں اُس کی بلندی مشہور تھی
گشت معروفی بعکس اے وائے اُو
(اُس کی) شہرت برعکس ہوگئی اُس پر افسوس ہے

تانۂ ایمن تو معروفی مجو
جب تک تو مطمئن نہ ہو شہرت نہ چاہ
پاک شواز خوف پس از اَمن گو
پہلے خوف سے پاک ہو جا، پھر امن کی بات کر

تا نروید ریش تو اے خوش ذقن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے
برد گر سادہ زنخ طعنہ مزن
دوسرے صاف ٹھوڑی والے کو طعنہ نہ دے

ایں نگر کہ مبتلا شد جانِ اُو
یہ غور کر کہ اُس کی جان مبتلا ہوئی
در چہے افتاد تاشد پند تو
وہ کنویں میں گرا یہانتک کہ تیرے لئے باعث نصیحت بنا

---

[1] اے خنک۔ وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو دوسرے کی عیب جوئی نہ کرے اور اپنے عیب کو تسلیم کر لے۔ زانکہ نیمے۔ انسان کا آدھا حصہ جسم ہے اور آدھا حصہ روح ہے جسم عالم خلق کی چیز ہے جو مفاسد سے پُر ہے لہٰذا ہر انسان کا عیب دار ہونا ممکن ہے لہٰذا اس کو اپنا عیب تسلیم کر لینا چاہئے۔ چونکہ۔ ہر انسان میں جب عیوب موجود ہیں تو اپنے عیبوں کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے۔ عیب کردن ریش۔ اگر انسان اپنے زخم کو برا سمجھتا ہے تو ضرور اس کے معالجہ میں لگے گا، اپنے عیب کو تسلیم کرنا انکساری اختیار کرنا ہے جو رحمت کا سبب اور مقام ہے۔

[2] ارحموا۔ تم رحم کرو یعنی منکسر انسان پر خدا نے رحم کرنے کا حکم صادر فرمایا ہے۔ گرہماں۔ جو عیب تو دوسرے میں بتا رہا ہے اگر وہ تجھ میں نہیں ہے تو بھی اس عیب کے بارے میں مطمئن نہ ہو، خدا عیب جو میں وہی عیب پیدا کر دیتا ہے۔ لاتخافوا۔ کامل مومن کے لئے قرآن میں لاتخافوا و لا تحزنوا نہ تم ڈرو نہ خوف کھاؤ کی بشارت ہے لیکن وہ کامل مومن کے لئے ہے تو نے اپنے لئے نہیں سنی تو کیوں مطمئن بنتا ہے۔

[3] سالہا۔ شیطان معلم الملکوت تھا پھر ابلیس بنا تو انسان کو اپنے بارے میں مطمئن نہ ہونا چاہئے، دوسروں کی عیب جوئی نہ کی جائے اپنے عیوب کی نگرانی چاہئے۔ بعکس۔ یعنی ذلت۔ تانۂ۔ زندگی میں تو نہ امن حاصل ہوگا نہ خوف سے رہائی ہوگی۔ تانروید۔ بے ریش ہونا مردانگی کا عیب ہے تو جب تک اپنا عیب زائل نہ کر لو دوسرے کو طعنہ نہ دو۔ ایں نگر۔ دوسرے کے عیب سے تم عبرت حاصل کرو۔

تو نہ ئیفتادی[1] کہ باشی پند اُو ‏ زہر اُو نوشیدہ تو خور قند اُو
تو نہ گرا کہ اُس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا ‏ اُس نے زہر پیا ہے تو اُس کی شکر کھا

قصد کردنِ غزاں بکشتن یک مردے تا آں مردِ دیگر بترسد
غزون کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

آں غزانِ ترک خونریز آمدند ‏ بہر یغما بر دہے تاگہ زدند
خونریز ترک غز آئے ‏ لوٹ کے لئے انہوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا

دوکس از اعیان آں دہ یافتند ‏ در ہلاکِ آں یکے بشتافتند
اُس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انہوں نے پکڑ لیا ‏ اُن میں سے ایک کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے

دست بستندش کہ قربانش کنند ‏ گفت اے شاہان و ارکانِ بلند
اُس کے ہاتھ باندھ دیے تاکہ اس کو ذبح کریں ‏ اُس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!

در چہ مرگم چرامی افگنید ‏ ازچہ آخر تشنۂ خونِ منید
مجھے موت کے کنویں میں کیوں گراتے ہو؟ ‏ آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟

چیست حکمت چہ غرض در کشتنم ‏ چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟ ‏ جب کہ میں مفلس اور ننگا ہوں

گفت تاہیبت بریں یارت زند ‏ تابترسد اُو و زَر پیدا کند
اُس نے کہا تاکہ تیرے اِس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے ‏ تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے

گفت آخر اُو زمن مسکیں ترست ‏ گفت قاصد کردہ است او را زرست
اُس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے ‏ اس نے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے

گفت چوں وہم[2] ست ماہر دو یکیم ‏ در مقامِ احتمال و در شکیم
اُس نے کہا جب کہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں ‏ دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں

خود وُرا بکشید اوّل اے شہاں ‏ تا بترسم من دہم زر را نشاں
اے شاہو! پہلے اُس کو قتل کر دو ‏ تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں

پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما ‏ آمدیم آخر زماں در انتہا
تو خدا کا کرم دیکھ کر ہم ‏ آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

---

[1] تو یفتادی۔ خدا کا شکر کر تو اس کے لئے باعث عبرت نہ بنا۔ زہر اُو نوشید۔ یعنی وہ عیب دار ہے۔ قند اُو۔ یعنی تو عبرت حاصل کر۔ غزاں۔ غز، ترکوں کی ایک قوم تھی جس کا پیشہ غارتگری تھا۔ یغما۔ لوٹ۔ دوکس۔ یعنی اس گاؤں کے دو بڑے آدمی پکڑ لئے۔ چیست۔ جبکہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے تو مجھے قتل کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ گفت۔ اس ترک نے کہا تجھے اس لئے قتل کرتا ہوں تاکہ دوسرا تجھ سے عبرت حاصل کرے اور اپنی نقدی نکال دے۔ قاصد۔ یعنی اس نے قصداً اپنے آپ کو مفلس بنا رکھا ہے ورنہ وہ مالدار ہے۔

[2] چوں وہم۔ یعنی اس کی مالداری کا وہم ہے یقین تو نہیں ہے، یہ وہم مجھ پر بھی ہو سکتا ہے لہٰذا اس معاملہ میں ہم دونوں یکساں ہیں لہٰذا اس کو قتل کر تاکہ میں عبرت حاصل کر لوں۔ پس۔ جب اس قصہ سے بھی یہ ثابت ہو گیا کہ وہ خوش نصیب ہے جو دوسرے سے عبرت حاصل کرے تو یہ اللہ کا کرم ہے کہ امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے بعد پیدا کیا تاکہ وہ پہلی امتوں کے فرمانوں سے عبرت حاصل کریں اور زیادہ نیکیاں کر سکیں چنانچہ حدیث شریف ہے نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنی ہم دنیا میں سب امتوں سے بعد میں پیدا ہوئے لیکن قیامت میں ہمیں سب پر سبقت حاصل ہوگی۔

آخرین قرنہا پیش از قرون | در حدیث ست آخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں | حدیث میں ہے (ہم) آخر میں ہیں، پہلے ہیں

تا ہلاکِ[1] قومِ نوحؑ و قومِ ہودؑ | عارضِ رحمت بجانِ ما نمود
یہاں تک کہ قوم نوحؑ اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت کرنے | رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا

کشت ایشاں راکہ تا ترسم ازو | ور خود ایں برعکس کردے وائے تو
اُن کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں | اگر وہ اِس کے بالعکس کرتا تیری تباہی تھی

در بیانِ حالِ خود پرستاں و نا شکراں در نعمت وجودِ انبیاء و اولیا

اُن لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکرے اور خود پرست ہیں

ہرچہ ز ایشاں گفت از عیب و گناہ | وز دلِ چوں سنگ و زجانِ سیاہ
اُن کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر) فرمایا | اور اُن کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا

وز سبکداریِ فرمانہائے اُو | وز فراغت از غمِ فردائے اُو
اور اُس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا | اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا

وز ہوس وز عشق ایں دنیائے دوں | چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا | اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا

واں فرار از نکتہائے ناصحاں | واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنے والوں کے نکتوں سے بھاگنے کا | اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا

بادل و با اہلِ دل[2] بیگانگی | باشہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہل دل سے اجنبیت کا | اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا

سیر چشماں را گدا پنداشتن | وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اہل قناعت کو بھکاری سمجھنا | اور حسد سے انھیں چھپا دشمن سمجھنا (اُن سے تو نے عبرت نہ پکڑی)

گر پذیرد خیر تو گوئی گداست | ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کر لے تو تو کہتا ہے گدا ہے | ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے

گر در آمیزد تو گوئی طامع ست | ورنہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے | ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے

گر تحمل کرد گوئی عاجز ست | ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے | اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے

---

[1] تاہلاک۔ یعنی پہلی قوموں سے عبرت حاصل کرنا ہمارے لئے رحمت بن گیا۔ عارض۔ بادل، یعنی ان کے لئے بادل بصورتِ عذاب نمودار ہوا اور ہم پر ابرِ رحمت بنا۔ برعکس۔ یعنی ہمیں ان کے لئے باعث عبرت بنا دیتا۔ ہرچہ۔ یہاں سے چھٹے شعر سیر چشماں آخر تک مبتدا ہے اور اس کی خبر "از دعبرت نگرفتی" محذوف ہے۔ سبکداری۔ بے وقعتی۔ وز۔ یعنی قیامت کی فکر سے لاپروائی۔ چوں زناں۔ عورتیں اپنے نفس سے بہت مغلوب ہوتی ہیں۔

[2] اہل دل۔ باخدا لوگ۔ شہاں۔ یعنی اہل دنیا۔ سیر چشم۔ مستغنی۔ وز حسد۔ غرضیکہ ان قوموں کے یہ برے احوال اور ان کا برا انجام تیرے سامنے ہے لیکن تو نے ان سے کوئی عبرت حاصل نہ کی۔ طامع۔ لالچی۔ مولع۔ فریفتہ۔ گر تحمل۔ تیری حالت یہ ہے کہ اگر کوئی بزرگ لوگوں کی برائی پر برداشت سے کام لیتا ہے تو کہتا ہے کہ یہ عاجز ہے کسی کا کیا بگاڑ سکتا ہے اور اگر وہ ناگواری کا اظہار کرے تو اس کو مغلوب الغضب کہتا ہے۔

یا منافق[1] وار عذر آری کہ من — ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن

یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں — بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

نے مرا پَروائے سَر خاریدن ست — نے مرا پَروائے دین و رزیدن ست

نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے — نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے

اے فلاں مارا بہمت یاد دار — تا شویم از اولیا پایانِ کار

اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے — تا کہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں

ایں سخن ہم نے ز دَرد و سوز گفت — خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت

یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی — نیند کا ماتا بڑبڑایا اور پھر سو گیا

ہیچ چارہ[2] نیست از قوتِ عیال — از بن دنداں کنم کسبِ حلال

بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے — بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں

چہ حلالے گشتۂ زاہل ضلال — غیر خونِ تو نمی بینم حلال

حلال کیا! تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے — تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں

از خدا چارہ استش و از قوت نے — چارہ است از دین و از طاغوت نے

خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے — دین سے چھٹکارا ہے، شیطان سے نہیں ہے

ایکہ[3] صبرت نیست از دنیائے دوں — صبر چوں داری ز نِعْمَ الْمَاهِدُوْن

اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے — ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے

ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم — صبر چوں داری زاللہ کریم

اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید — صبر چوں داری ازاں کت آفرید

اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے — جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟

ایکہ صبرت نیست از آبِ سیاہ — صبر چوں داری تو از چشمہ اِلٰہ

اے وہ کہ تیرے لئے بغیر مکدر پانی کے صبر نہیں ہے — اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟

---

1. یا منافق۔ بزرگوں سے تو منافقانہ برتاؤ کرتا ہے، دین کے کاموں میں نہ لگنے کی وجہ بال بچوں کی مصروفیت بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ سر کھجانے کی فرصت نہیں دین کے کاموں میں کیسے لگوں۔ اے فلاں۔ بغیر کچھ کئے بزرگوں سے باطنی توجہ کا خواستگار ہے تا کہ ولی بن جائے۔ ایں سخن۔ یعنی دعا اور باطنی توجہ کی درخواست۔ خوابناکے۔ تیری اس درخواست کی یہ مثال ہے جیسے کوئی نیند میں بڑبڑائے اور پھر سو جائے۔

2. ہیچ چارہ۔ مجبوری ظاہر کرتا ہے کہ بال بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے محبت سے حلال روزی کمانے میں مصروف ہوں۔ غیر خوں۔ ان صورتوں میں تو حلال روزی تو کیا کماتا تیرا خون بہانا ہی حلال ہے اور تو واجب القتل ہے۔ از خدا۔ یہ ساری مجبوریاں خدا اور دین کے معاملہ میں ہیں، شیطان اور کھانے کمانے میں نہیں ہیں۔

3. ایکہ۔ دنیاداری میں بھاگا پھرتا ہے اور دین کے معاملہ میں بے عمل بن کر صابر بنا بیٹھا ہے۔ نعم الماھدون۔ قرآن میں خدا نے اپنے بارے میں فرمایا ہے کہ "ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں۔" از ناز و نعیم۔ دنیا کی لذتوں سے صابر نہیں ہے ان کے لئے تگ و دو میں ہے اللہ کے معاملہ میں صبر ہے کوئی کاوش نہیں ہے۔ پاک و پلید۔ دنیا کی ہر اچھی بری چیز کے لئے جدوجہد ہے اللہ جو خالق ہے اس سے بے نیازی ہے۔

ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے

صبر چوں داری زحی ذوالمنن[1]
حی ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟

اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا

آں فریب غول میداں بر ترآ
اُس کو چھلاوے کا فریب سمجھ، اُس سے نکل

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟

گفت ہٰذا ربّ ہاں کو کرد گار
کیا یہ خدا ہے، ہاں خدا کہاں ہے؟

من نخواہم[2] در دو عالم بنگریست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا

تاندانم کایں دو مجلس آنِ کیست
جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں

بے تماشای صفتہائے خدا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر

گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے

چوں گوارد لقمہ بے دیدارِ اُو
اُس کے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے

بے تماشای گل و گلزارِ اُو
(اور) اُس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے

جز بامید خد ازیں آب خور
اس دنیا میں اس کے وصل کی اُمید کے بغیر

کہ خوردیک لقمہ اِلّا گاؤ و خر
گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟

آنکہ[3] کَالْاَنْعَامُ بد بَلْ ھُمْ اَضَلّ
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ

گرچہ پُر مکرست آں گندہ بغل
گرچہ وہ گندے، بڑے چالاک ہیں

مکر اُو سَر زیر و اُو سَر زیر شد
اُس کا مکر ذلیل، اور وہ خود ذلیل ہو گیا

روز گارش بُرد و روزش دیر شد
اُس کا زمانہ گذرا اُس کا وقت ضائع ہوا

فکر کاہش کند شد عقلش خرف
اُس کی گھاس کی فکرست پڑ گئی اُس کی عقل کمزور ہو گئی

عمر شد خیرے ندارد چوں الف
عمر ختم ہوگئی الف کیطرح اُسکے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے

اُنچہ می گوید دریں اندیشہ ام
وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں

ایں ہم از دستانِ ایں نفس ست ہم
یہ بھی اُس نفس کی مکاری ہے

---

1. حیّ ذُوالمِنَن۔ دونوں خدا کے نام ہیں۔ می گوئی۔ بے عملی پر عذر کے طور پر کہا جاتا ہے اللہ غفور و رحیم ہے بخش دے گا مولانا فرماتے ہیں یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کو خلیلے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے غار میں سے نکلتے ہی جہاں ان کی پرورش کی جارہی تھی خدا کی جستجو شروع کر دی تھی، ستارے کو دیکھ کر فرمایا کیا یہ خدا ہو سکتا ہے جب وہ غروب کر گیا تو فرمایا کہ غروب کر جانے والا ستارہ خدا نہیں ہو سکتا تو بتاؤ خدا کہاں ہے؟
2. من نخواہم۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں دونوں جہان میں کسی طرف نگاہ بھی نہ اٹھاؤں گا جب تک کہ خدا کو نہ پہچان جاؤں۔ بے تماشائی۔ پھر فرمایا خدا کی صفات کو دیکھے بغیر میں روٹی بھی نہ کھاؤں گا۔ چوں گوارد۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم کا یہ حال تھا تو ان لوگوں پر تعجب ہے جو خدا کی ذات وصفات کو پہچانے بغیر زندگی بسر کرتے ہیں۔ جز بامید۔ خدا کی معرفت کے بغیر کھانا پینا جانوروں کا کام ہے۔
3. آنکہ۔ جو لوگ خدا کی معرفت کے بغیر زندگی گزارتے ہیں ان کو قرآن پاک نے چوپایہ جیسا بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ قرار دیا ہے۔ گندہ بغل۔ وہ شخص جس کو بغل گند کی بیماری ہو۔ مکر اُو۔ جس نے معرفت کے بغیر زندگی گزاری اگرچہ وہ کتنا ہی چالاک ہو لیکن اس کی مکاری اور زندگی سب تباہ ہے۔ فکر کاہش۔ یعنی اس میں دنیا کی بھی عقل نہ رہی پوری زندگی ختم کر دی اور آخرت کا کوئی توشہ حاصل نہ کیا۔ چون الف۔ الف کو خالی کہا جاتا ہے چونکہ اس پر کوئی نقطہ نہیں لگتا ہے۔

وانچہ می گویدٔ[1] غفورست و رحیم — نیست آں جز حیلۂ نفس لئیم

وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے — کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے

اے ز غم مُردہ کہ دست از ناں تہی ست — چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست

تو اِس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے — جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

شکایت کردن پیرے پیشِ طبیب از رنجوریہا و جوابِ طبیب اُورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماری کی شکایت کرنا اور طبیب کا اُسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من — در زحیرم از دماغ خویشتن

ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں — اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں

گفت از پیریست آں ضعف دماغ — گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ

اُس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے — اُس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے

گفت از پیریست اے شیخ قدیم — گفت پشتم درد می آرد عظیم

اُس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں! بڑھاپے کیوجہ سے ہے — اُس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے

گفت از پیریست اے شیخ نزارؔ[2] — گفت ہرچہ می خورم نبود گوار

اُس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے — اُس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا

گفت ضعف معدہ ہم از پیریست — گفت وقت دم مرا دم گیریست

اُس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے — اُس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے

گفت آرے انقطاع دَم بود — چوں رسد پیری دو صد علت شود

اُس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے — جب بڑھاپا آ جاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آ جاتی ہیں

گفت کم شد شہوتم یکبارگی — گفت کز پیریست ایں بیچارگی

اُس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایک دم سے کم ہوگئی ہے — اُس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت پایم ست شد از رہ بماند — گفت کز پیریست در کنجت نشاند

اُس (بوڑھے) نے کہا میرے پیر ست ہوگئے ہیں چلنے سے عاجز آگئے ہیں — اُس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے جس نے تجھے گوشہ نشین بنایا ہے

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا — گفت کز پیریست ایں رنج و عنا

اُس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کیطرح دوہری ہوگئی ہے — اُس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کی وجہ سے ہے

گفت تاریک ست چشمم اے حکیم — گفت کز پیریست اے پیر حلیم

اُس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے — اُس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے

---

1. انچہ می گوید۔ دین کے کاموں میں نہ لگنے والے عموماً یہی کہا کرتے ہیں کہ فلاں کام سے فارغ ہو کر دین کے کاموں میں لگوں گا اور خدا غفور و رحیم اور نکتہ نواز ہے بلا عمل بھی بخش دے گا یہ سب نفس کے دھوکے ہیں۔ اے زغم۔ اس کی صفات کا بہانہ کر کے دین کا عمل تو چھوڑتا ہے لیکن اپنے پیٹ کی فکر میں مارا مارا پھرتا ہے وہاں اس کی رزاقیت پر بھروسہ کر کے ترک عمل کیوں نہیں کرتا؟ گفت۔ اس حکایت کا مقصد یہ ہے کہ جب کسی کے نفس کی برائی ظاہر کی جاتی ہے تو نفس کو بہت برا لگتا ہے لہٰذا اس مرض کا علاج ضروری ہے ورنہ لاعلاج ہو جائے گا۔ زحیر۔ پیچش، پیچیدگی۔ ظلمت۔ تاریکی۔

2. نزار۔ لاغر، کمزور۔ گوار۔ یعنی کھانا ہضم نہیں ہوتا ہے۔ دم گیری۔ سانس گھٹنا۔ انقطاع۔ ٹوٹنا، جدا ہونا۔ چوں رسد۔ مشہور ہے "یک پیری و صد عیب" شہوت۔ اشتہاء، عورت کی خواہش۔ کنج۔ گوشہ۔ دوتا۔ دوہری۔ عنا۔ مشقت۔ گفت تاریک۔ یعنی آنکھوں میں روشنی نہیں رہی۔ حلیم۔ بردبار۔

گفت[1] اے احمق برین بردوختی
از طبیبی تو ہمیں آموختی

اُس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف تو اس پر جم گیا
طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے

اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد
کہ خدا ہر دَرد را درماں نہاد

اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی
کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے

تو خر احمق زاندک مایگی
برزمیں ماندی زکوتہ پایگی

تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے
تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے

پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت
ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست

تب طبیب نے اُس سے کہا اے ساٹھے!
یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے

چوں ہمہ اجزا و اَعضا شد نحیف
خویشتن داری و صبرت شد ضعیف

جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں
تیری قوت ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے

برنتابد[2] دو سخن زُو ہے کند
تابِ یک جرعہ ندارد قے کند

دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا اُن سے ہائے ہائے کرتا ہے!
ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست
در درونِ اُو حیاتِ طیب ست

بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے
اُس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے

از بُروں پیرست و دَر باطن صبی
خود کیا نندآں ولی و آں نبی

باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے
وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

گرنہ پیدا اند پیشِ نیک و بد
چیست با ایشاں خساں را ایں حسد

اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں
(تو) کمینوں کو اُن سے یہ حسد کیوں ہے؟

ورنمی دانند شاں علم الیقیں
چیست ایں بغض و حیل سازی وکیں

اگر وہ اُن کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں
تو یہ بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟

ور بدانندے جزائے رستخیز
چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز

اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے
تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟

بر تومی خندد مبیں اُو را چناں
صد قیامت در درونش نہاں

وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اُس کو ایسا نہ سمجھ
اُس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں

---

1. گفت۔ بوڑھے نے غصہ میں طبیب سے کہا بس تیرے پاس ہر بیماری کا ایک ہی جواب ہے اور طبابت میں تو نے صرف یہی سیکھا ہے۔ مدمغ۔ متکبر، بددماغ۔ ہر درد را۔ حدیث شریف میں ہے ما انزل الله داء الا انزل له شفاء یعنی خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کے لئے علاج نہ پیدا کر دیا ہو۔ برزمین۔ یعنی نچلا مرتبہ۔ پس طبیبش۔ طبیب نے اس بوڑھے سے کہا تیری ساٹھ کی عمر ہے جس میں آدمی سٹھیا جاتا ہے اور غصہ و غضب بڑھ جاتا ہے یہ بڑھاپے کا ہی اثر ہے، جوان میں قوت برداشت زیادہ ہوتی ہے۔ نحیف۔ لاغر، کمزور۔ خویشتن داری۔ اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا۔

2. برنتابد۔ بڑھاپے میں قوت برداشت کم ہو جاتی ہے۔ جز مگر۔ جن کو روحانی طاقت حاصل ہوتی ہے ان پر بڑھاپے کے آثار نمایاں نہیں ہوتے ہیں۔ از بروں۔ اولیاء اور انبیاء کا جسم بوڑھا ہوتا ہے، ہمت جوان رہتی ہے۔ گرنہ پیدا اند۔ ناقص لوگوں کا بغض و حسد کامل لوگوں کے کمال کی دلیل ہے۔ ور بدانندے۔ اگر حاسدین کو اپنی اس سزا کا یقین ہو جائے جو قیامت میں ان کو ملے گی تو وہ کبھی اولیاء و انبیاء پر حسد نہ کریں اور ان کو برہنہ شمشیر سمجھیں اور ان سے مُڈبھیڑ نہ کریں۔ برتو می خندد۔ بزرگوں کے ظاہری علم سے دھوکے میں نہ پڑنا چاہئے۔ ان کا وجود منکرین کے قہر کا مظہر ہے۔

دوزخ[1] و جنت ہمہ اجزائے اوست
اُس کی اجزاء سب دوزخ و جنت ہیں

ہر چہ اندیشی تو آں بالائے اوست
(اُسکے بارے میں) تو جو سوچے وہ اُس سے بلند ہے

ہر چہ اندیشی پذیرائے فناست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے

آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے

بر درِ ایں خانہ گستاخی زچیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟

گرہمی دانند کاندر خانہ کیست
اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟

ابلہاں تعظیم مسجد می کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں

در جفائے اہل دل جدمی کنند
اہل دل پر ظلم کے شاں ہیں

آں[2] مجازست ایں حقیقت اے خراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے

نیست مسجد جز درونِ سروراں
بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے

مسجدے کاں اندرون اولیاست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے

سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خداست
وہ سب کی سجدہ گاہ ہے، خدا اس میں ہے

تا دل مردِ خدا نامد بہ درد
جب تک مردِ خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا

قصد جنگ انبیا می داشتند
انہوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا

جسم دیدند آدمی پنداشتند
انہوں نے (صرف) جسم دیکھا آدمی سمجھا

در تو[3] ہست اخلاقِ آں پیشیاں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں

چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا؟

عادتِ آں ناسپاساں در تورست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے

نایدت ہربار دَلو ازچہ درست
ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے

آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست
جب کہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں

چوں توز ایشانی کجا خواہی برست
جب تو اُن میں سے ہے، کہاں بچ سکتا ہے؟

---

1. دوزخ۔ یعنی انبیاء اور اولیاء کے جسم کے اجزاء اللہ کی دوزخ اور بہشت کے مظہر ہیں۔ ہر چہ۔ چونکہ اولیاء اللہ اور انبیاء اخلاق خداوندی حاصل کر چکے ہیں لہٰذا ان کے مراتب تصور سے بالاتر ہیں۔ ہر چہ اندیشی۔ جو انسانی فکر میں سما جائے وہ فانی ہے وہ خدا نہیں ہو سکتا ہے خدا وہی ہے جو انسانی فکر و عقل سے بالاتر ہے۔ بردر۔ انبیاء اور اولیاء سے گستاخی کرنے والے اگر یہ جان لیں کہ ان کے باطن میں کون بس رہا ہے تو کبھی گستاخی کی جرأت نہ کریں۔ ابلہاں۔ بیوقوف مسجد کی تعظیم تو کرتے ہیں اور بزرگوں کے دل کی تعظیم نہیں کرتے جو حقیقی مسجد اور خانہ خدا ہے۔
2. آں۔ یعنی ظاہری مسجد۔ ایں۔ یعنی نبی اور ولی کا دل اصلی خانہ خدا ہے۔ اندرونِ اولیاء۔ یعنی اولیاء اللہ کا دل۔ سجدہ گاہ۔ دل بدست آورد کہ حج اکبرست۔ از ہزاراں کعبہ یک دل بہترست۔ تا دل۔ اولیاء کے دل کو ستانا قوم کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ جسم دیدند۔ یعنی ان معاندین کی نگاہ صرف اولیاء کے جسم پر ہے، ان کی روح ان کے پیش نظر نہیں ہے۔
3. در تو۔ ہر انسان میں ہلاک شدہ قوموں کے اخلاق موجود ہیں تو اس کو ڈرنا چاہیے کہ کہیں اس کے ساتھ بھی وہ سلوک نہ ہو جو ان قوموں کے ساتھ ہوا۔ عادت۔ جبکہ ہلاک شدہ قوم کی عادتیں موجود ہیں تو مطمئن نہ ہونا چاہیے، اگر کسی وقت ان پر گرفت نہیں ہوتی تو نہ سمجھنا چاہیے کہ کبھی بھی گرفت نہ ہوگی۔

قصہ[1] کودکے در پیشِ تابوتِ پدر می نالید و سخن جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے در پیشِ تابوتِ پدر ۔۔۔ زار می نالید و بَری کوفت سَر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے ۔۔۔ بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا

کاے پدر آخر کجایت می بَرند ۔۔۔ تا تُرا در زیرِ خاکے[2] آورند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جارہے ہیں؟ ۔۔۔ تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں

می بَرندت خانۂ تنگ و زحیر ۔۔۔ نے درو قالی و نے درو ے حصیر
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں ۔۔۔ نہ اُس میں قالین ہے نہ اُس میں بوریا ہے

نے چراغے در شب و نے روز ناں ۔۔۔ نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ رات میں چراغ ہے، نہ روشندان ہیں ۔۔۔ نہ اُس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ

نے درش معمور و نے سقف ونہ بام ۔۔۔ نے درو بہرِ ضیائے ہیچ جام
نہ اُس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالا خانہ ۔۔۔ نہ اُس میں روشنی کے لئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے

نے درو از بہرِ مہماں آبِ چاہ ۔۔۔ نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ اُس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے ۔۔۔ نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو

جسمِ تو کہ بوسہ گاہِ خلق بود ۔۔۔ چوں شود درخانۂ کور و کبود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا ۔۔۔ سیاہ رنگ گھر میں اُس کا کیا حال ہو گا؟

خانۂ بے زینہار و جائے تنگ ۔۔۔ کہ درونے روی می ماند نہ رنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ ۔۔۔ نہ اُس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ

زیں نَسق اَوصافِ خانہ می شمرد ۔۔۔ وز دو دیدہ اشکِ خونی می فشرد
اِس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا ۔۔۔ اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا

گفت جوحی باپدر اے ارجمند ۔۔۔ واللہ ایں را خانۂ ما می بَرند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار! ۔۔۔ خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

گفت جوحی را پدر اَبلہ مشو ۔۔۔ گفت اے بابا نشانیہا شنو
شیخ چلی سے (اُس کے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن ۔۔۔ اُس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے

ایں نشانیہا کہ گفت اُویک بیک ۔۔۔ خانۂ ما راست بے تزویر و شک
یہ جو اُس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں ۔۔۔ بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں

---

1. قصہ۔ پہلے یہ سمجھایا تھا کہ ہر انسان میں وہ خصلتیں موجود ہیں جو برباد شدہ قوموں میں تھیں لیکن وہ ان سے غافل ہے، اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ رونے والا بچہ جو قبر کی خصوصیات بیان کر رہا تھا، وہ شیخ چلی کے گھر میں موجود تھیں۔ جوحی۔ ایک فرضی شخصیت ہے جس کی طرف ہنسی مذاق کے قصے منسوب کر دیے جاتے ہیں جیسا کہ ہندوستان میں شیخ چلی۔ تابوتِ پدر۔ باپ کا جنازہ۔
2. خاکے۔ یعنی قبر کی مٹی۔ زحیر۔ پیچش، مشکل۔ قالی۔ قالین۔ حصیر۔ بوریا۔ معمور۔ آباد، درست۔ سقف۔ چھت۔ بام۔ بالا خانہ۔ جام۔ شیشہ کا روشندان۔ جسمِ تو۔ تیرے جسم کو لوگ چومتے تھے۔ کور و کبود۔ تیرہ و تاریک۔ نسق۔ ترتیب۔ خانۂ ما می برند۔ رونے والے لڑکے نے جس قدر قبر کے اوصاف گنائے تھے وہ سب شیخ چلی کے گھر میں پائے جاتے تھے۔ گفت۔ یعنی رونے والے لڑکے نے کہا۔

نے حصیر و نے چراغ و نے طعام
نہ بوریا اور نہ چراغ نہ کھانا

زیں نمط[1] دارند در خود صد نشاں
اسی طرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں

خانۂ آں دل کہ ماند بے ضیاء
اُس دل کا خانہ جو بے نور ہے

تنگ و تاریک ست چوں جانِ یہود
وہ یہود کے باطن کی طرح تنگ و تاریک ہے

نے دراں دل تابِ نورِ آفتاب
اُس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے

گور خوشتر از چنیں دل مر تُرا
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے

یوسف وقتی و خورشید سما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے

یونست[2] در بطن ماہی پختہ شد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے

گر نبودے اُو مسبح بطن نون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ

اُو بہ تسبیح از تن ماہی بجست
اُنہوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی

گر فراموشت شدآں تسبیح جاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے

نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ اُس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالا خانہ

لیک کے بینندآں را طاغیاں
لیکن سرکش انھیں کب دیکھتے ہیں

از شعاعِ آفتابِ کبریا
خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے

بے نوا از ذوقِ سلطانِ وَدُوْد
محبت کرنے والے شہنشاہ کے ذوق سے محروم

نے کشادِ عرصہ و نے فتح باب
نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے

آخر از گورِ دلِ خود بر تَر آ
بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل

زیں چہ و زنداں بر آوردِ نما
اِس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا

مخلصش را نیست از تسبیح بد
اُس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے

حبس و زندانش بدے تا یُبْعَثُوْن
تو قیامت تک اُن کے لئے قید اور جیل خانہ ہوتا

چیست تسبیح آیت روزِ اَلست[3]
تسبیح کیا ہے؟ اَلست کے دن کی علامت

بشنو ایں تسبیح ہائے ماہیاں
تو مچھلیوں کی تسبیح سن لے

---

1. زیں نمط۔ جس طرح شیخ چلی نے قبر کی جملہ علامتوں کو اپنے گھر میں دیکھا اسی طرح ہلاک شدہ قوموں کی علامتیں ہر انسان میں موجود ہیں۔ طاغی۔ سرکش۔ خانۂ آں۔ جس دل میں خدا کا نور نہ ہو وہ اللہ (تعالیٰ) کی محبت سے بے ذوق ہے، اس دل سے تو قبر کا گڑھا بہتر ہے۔ آخر از گور۔ اپنے دل کو اس گڑھے سے نکالنا خود انسان کا کام ہے۔ یوسف وقتی۔ جس طرح عارضی طور سے حضرت یوسف قید خانہ میں چلے گئے تھے اور باہر نکلے تو بھی دل کو قید خانہ سے باہر نکال۔

2. یونست۔ یعنی تیری روح جو بمنزلہ یونسؑ کے ہے بطن ماہی۔ یعنی جسد عنصری۔ تسبیح۔ حضرت یونسؑ نے نجات کے لئے تسبیح پڑھی تو مچھلی کے پیٹ سے باہر نکلے تو بھی تسبیح پڑھ۔ یبعثون۔ حضرت یونسؑ کے قصہ میں ہے فَلَوْ لَا اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ یعنی اگر وہ یونس تسبیح پڑھنے والوں میں سے نہ بن جاتے تو اس دن تک اس مچھلی کے پیٹ میں رہتے جبکہ لوگوں کا حشر ہوگا یعنی قیامت تک۔

3. آیت روز الست۔ ازل میں اللہ تعالیٰ نے روحوں سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تھا تو انسان کی تسبیح اور خدا کی طرف فطری میلان اس عہد الست کی علامت اور نشانی ہے۔ گر فراموشت شد۔ اگر کسی انسان میں عہد الست کی فطرت سلیمہ باقی نہیں رہی تو اولیاء اللہ سے اس کو حاصل کرلے۔ ماہیاں۔ یعنی اولیاء اللہ۔

هر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے

ہر کہ دید آں بحر[1] را او ماہی ست
جس نے اُس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح

یونس محجوب از نورِ صبوح
وہ یونسؑ ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبح شد تو از ماہی رہید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا، مچھلی سے نجات پا گیا

ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
ورنہ اُس میں ہضم اور ناپید ہو گیا

ماہیانِ جاں در تن دریا پُرند
اس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں

تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود رامی زنند آں ماہیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں

چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
آنکھ کھول تاکہ تو اُن کو نمایاں دیکھ لے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے

گوشِ تو تسبیح شاں آخر شنید
آخر تیرے کان نے اُن کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیانِ جملہ روحِ بے جسد[2]
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں

نے در ایشاں کبرو نے کین و حسد
نہ اُن میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد

صبر کردن جانِ تسبیحاتِ تست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے

صبر کن کانست تسبیح درست
صبر کر وہ صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے

صبر کُنْ کَالصَّبْرُ مِفْتَاحُ الْفَرَج
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسرِ صراط آں سو بہشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اُس جانب بہشت ہے

ہست باہر خوب یک لالائے زشت
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تاز لالامی گریزی وصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے

زاں کہ لالا را زشاہد فصل نیست
اس لئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

توچہ دانی ذوقِ صبر اے شیشہ دل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟

خاصہ صبر از بہرآں نقش چگل
خصوصاً اُس صبر کا جو چگل کے معشوق کے لئے ہے

---

1. آں بحر۔ یعنی جس نے بحر وحدت کا مشاہدہ کرلیا وہ ماہی کہلائے گا۔ ایں جہاں۔ دنیا کو سمندر اور جسم کو مچھلی اور روح کو یونس سمجھو۔ گر مسبح۔ جس طرح حضرت یونسؑ نے تسبیح کی برکت سے مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی ورنہ قیامت تک اس میں رہتے اسی طرح تم اپنی روح کو تسبیح کے ذریعہ جسم کی مچھلی سے نجات دلاؤ ورنہ مچھلی ہضم کرلے گی۔ ماہیانِ جاں۔ یعنی روحانی مچھلیاں، اولیاء اللہ۔ بر تو۔ اولیاء اللہ خواہشمند ہیں کہ تو ان سے فیض حاصل کرے۔

2. بے جسد۔ یعنی تن پروری کے بغیر۔ صبر کردن۔ یعنی مجاہدات پر صبر کرنا۔ صبر۔ جس طرح پل صراط سے گزر کر بہشت میں داخلہ ہوگا، اسی طرح صبر سے کشادگی حاصل ہوگی۔ لالا۔ غلام۔ تاز لالا۔ صبر، بدصورت غلام ہے اور کشادگی محبوب ہے، کشادگی حاصل کرنے کے لئے صبر کی تلخی برداشت کرنا ضروری ہے۔ توچہ دانی۔ واصل بحق ہونے میں صبر کی دشواریوں سے اہل اللہ لذت حاصل کرتے ہیں، دوسرا اس صبر کی لذتوں سے واقف نہیں ہے۔

مرد را[1] ذوق از غزا و کرّو فر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے

مر مخنث را بود ذوق از ذکر
نامرد کو آلہ تناسل کا ذوق ہے

جز ذکر نے دین او و ذکرِ او
اُس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے

سوئے اَسفل برد او را فکر او
اُس کا خیال اُس کو پستی کی طرف لے گیا

گر بر آید تا فلک از وے مپرس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اُن کی پرستش نہ کر

کو بعشقِ سفل آموزید درس
اس لئے کہ اُس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے

اُو بسوئے سفل می راند فرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے

گرچہ سوئے علو جنباند جرس
اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے

از علمہائے گدایاں ترس چیست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیسا؟

کاں علمہا لقمۂ ناں را رہی ست
کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں

ایں سخن ہارا نکو دریاب تو
ان باتوں کو خوب سمجھ لے

ور نمی دانی شنو از باب تو
اگر تو نہیں جانتا ہے تو اس سلسلہ کی (بات) سن لے

ترسیدنِ[2] کودکے ازاں شخص صاحب جثہ و گفتن آں شخص

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اُس شخص کا کہنا

کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مَردتوئی

کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں، تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا

زرد شد کودک زبیم قصد مَرد
بچہ اُس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا

گفت ایمن باش اے زیبائے من
اُس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین!

کہ تو خواہی بود بَر بالائے من
کہ تو میرے اوپر ہوگا

من اگر ہولم مخنث داں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ

ہمچو اُشتر برنشیں می راں مرا
اوپر بیٹھ، اونٹ کی طرح مجھے ہانک

صورتِ مرداں و معنی ایں چنیں
مردوں کی صورت اور باطن ایسا

از بروں آدم دروں دیو لعیں
باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان

---

[1] مردرا۔ صبر کی لذت مرد خدا جانتا ہے جس طرح کی مرد میدان جنگ اور شان و شوکت کی لذت سمجھتا ہے، نامردان لذتوں سے واقف نہیں ہے، اس کی فکرولذت تو محض شرمگاہ اور اس کے ذکر تک محدود ہے۔ گر بر آید۔ اگر کوئی مرد خدا نہیں ہے اور اس میدان کا مرد نہیں ہے تو اس کا عروج عارضی ہے، اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ از علمہائے۔ نامرد کا عروج تو ایسا ہی ہے جیسے فقیروں کے جھنڈے جو صرف روٹی مانگنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں، انہیں غازیوں کے جھنڈوں سے کوئی نسبت نہیں۔

[2] ترسیدن۔ نامرد کا ظاہری دکھاوا نا قابل اعتبار ہے وہ محض ہیجڑے کا تن و توش ہے۔ کنگ۔ قوی ہیکل۔ زبیم قصد مرد۔ یعنی وہ لڑکا اس موٹے ہیجڑے کے ارادہ سے ڈرا۔ کہ تو خواہی بود۔ یعنی مرد تو ہے اور میرے اوپر ہوگا۔ من اگر ہولم۔ میرا بھاری بھرکم بدن ہی خوفناک ہے ہمت اور بہادری سے خالی ہوں، تو میرے اوپر سوار ہو کر مجھے اونٹ کی طرح ہانک سکتا ہے۔ صورت۔ بہت سے انسان بظاہر بہادر معلوم ہوتے ہیں لیکن اندر سے بزدل شیطان ہوتے ہیں۔

آں دُہل[1] را مانی اے زَفت چو عاد
اے عاد کی طرح موٹے تو اُس ڈھول کی طرح ہے

کہ بروآں شاخ را می کوفت باد
کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

رُو بہے اشکارِ خود را باد داد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا

بہر طبلے ہمچو خیکے پُر زباد
اُس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پُر تھا

چوں ندید اندر دُہل اُو فربہی
جب اس نے ڈھول کے اندر مٹاپا نہ دیکھا

گفت خو کے بہ ازیں خیکے تہی
بولی، اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے

روبہاں ترسند ز آوازِ دُہل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں

عاقلش چنداں بِزَنَد کہ لَا تَقُل
عقلمند اُس کو اتنا پیٹتا ہے، کہ کچھ نہ بول

قصۂ تیر اندازے و ترسیدنِ اُو از سوار یکہ دربیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا اُس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبت ناک

مے شد اندر بیشہ[2] براسپے نجیب
ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا

تیر اندازے بحکم، اُو را بدید
ایک قدر انداز نے اُس کو دیکھا

پس ز خوفِ اُو کماں را بَرکشید
اُس کے ڈر سے اُس نے کمان تانی

تازند تیرے سوارش بانگ زد
تاکہ اُس پر تیر چلا دے، سوار نے اُس کو پکارا

من ضعیفم گرچہ زَفتستم جسد
میں کمزور ہوں، اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من
خبردار خبردار! تو میرے مٹاپے کو نہ دیکھ

کم کمم در وقت جنگ از پیرزن
کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں

گفت رَوکہ نیک گفتی ورنہ نیش
اُس نے کہا چلا جا، تو نے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر

برتوی انداختم از ترسِ خویش
میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا

بے رجولیت چناں تیغے بمُشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار

بس کساں را کالت پیکار کشت
بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروا دیا

گر بپوشی تو سلاحِ رُستماں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے

رفت جانت چوں نباشی مَرد آں
جب تو اُس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی

---

[1] دہل۔ ڈھول جو کہ تومند ہوتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے وہ درخت پر ایسی جگہ لٹکا ہوا تھا جہاں ہوا اس پر شاخ کی ضرب لگا دیتی تھی۔ روبہے۔ کسی لومڑی نے اس کو موٹا شکار سمجھ کر اپنا چھوٹا شکار بھی چھوڑ دیا۔ خیک۔ مشک۔ خوک۔ سور۔ روبہاں۔ بدن کے فربہ اور ہمت کے کوتاہ شخص سے بے عقل لوگ ڈرتے ہیں۔ لاتقل۔ یعنی اتنی پٹائی کرتے ہیں جو ناقابل بیان ہے، یہی صورت بنے ہوئے شیخوں کی ہے کہ عوام ان کے دھوکے میں آ جاتے ہیں۔ سلاح۔ ہتھیار۔ مہیب۔ ہیبت ناک۔

[2] بیشہ۔ جھاڑی، جنگل۔ نجیب۔ اصل گھوڑا۔ تیر انداز بحکم۔ حکمی طور پر نشانہ پر تیر مارنے والا۔ من ضعیفم۔ یعنی میرا جسم ہی بھاری بھرکم ہے اندر کچھ نہیں ہے۔ نیش۔ تیر، ڈنک۔ ترس۔ خوف۔ رجولیت۔ مردانگی، بہادری۔ آلت پیکار۔ وہ جنگی ہتھیار جن کو استعمال کرنے کی ان میں صلاحیت نہ تھی لہٰذا مزدوروں کے لئے ان کی ظاہری حالت ہی تباہی کا سبب بنے گی۔ گر بپوشی۔ اگر بزدل، میدان میں بہادری کے ہتھیار باندھ کر نہ آتا تو بچا رہتا۔

جاں سپر کن[1] تیغ بگذار اے پسر　ہر کہ بے سَر بود زیں شد بُرد سَر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنانے، تلوار کو چھوڑ　جو بے سر تھا اُس نے اِس شاہ سے سر کو بچا لیا

آں سلاحت حیلہ و مکر تواست　ہم زتو زائید وہم جانِ توخست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں　جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو ختم کر دیا

چوں نکر دی ہیچ سودے زیں حیل　ترکِ حیلت کن کہ پیش آید دُوَل
جب تو نے اِن حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا　حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں

چوں یکے لحظہ نخوردی برزفن　ترکِ فن گوئے طلب رَبُّ الْمِنَنْ
جب کہ حیلے سے تو نے ایک لمحہ کے لئے پھل نہ کھایا　حیلے چھوڑ دیجئے، اللہ کو طلب کر

چوں مبارک نیست بر تو ایں علوم　خویشتن گولی کن و بگذر ز شوم
جب کہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں　اپنے آپ کو سادہ لوح بنا لے اور بدبختی سے نکل جا

چوں ملائک گوئی لَا عِلْمَ لَنَا　یا الٰہی! غَیْرَ مَا عَلَّمْتَنَا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے　اے خدا! سوائے اُس کے جو تو نے سکھایا

حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست　ہر کہ شد مغرورِ عقل اُو کودنیست
اِس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے　جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے

یک حکایت بشنو اے صاحب قبول　دربیانِ جہل و عقل بوالفضول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے　جہل اور فضول عقل کے بارے میں

قصہ اعرابی و ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آں فیلسوف او را

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اُس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اُشترے　یک جوالے[2] زفت از دانہ بُرے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے　گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا لے جا رہا تھا

یک جوالِ دیگرش از ریگ پُر　ہر دو را اُو بار کردہ برشتر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا　دونوں کو اُس نے اونٹ پر لادا

اُو نشستہ برسرِ ہر دو جوال　یک حدیث انداز کرد اُو را سوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا　ایک سوال کرنے والے نے اُس سے سوال کیا

از وطن پُرسید و آوردش بگفت　وندراں پرسش بسے دُرہا بسفت
اُس کا وطن پوچھا اور اس کو گویا کیا　اور اُس سوال میں بہت سے موتی پروئے

---

[1] جاں سپر کن۔ دنیاداروں کے مقابلہ میں دنیاداری کے ہتھیار مکر و فریب سے مسلح نہ ہو نجات پا جاؤ گے۔ ہم زتو۔ مکر و فریب کا ہتھیار خود انسان کا پیدا کردہ ہے اور خود اسی کی ہلاکت کا باعث ہے۔ چوں یکے لحظہ۔ انسان کی مکاری ایک منٹ کے لئے بھی انسان کے لئے مفید نہیں ہے۔ رب المنن۔ اللہ تعالیٰ۔ ایں علوم۔ یعنی دنیا طلبی کے مکر و فریب۔ گول۔ بیوقوف۔ شوم۔ یعنی مکر و فریب۔ اندریں رہ۔ دین اور آخرت کے معاملہ میں محض عقل سے رہنمائی حاصل نہیں ہو سکتی ہے، بیکار عقل سے جہل بہتر ہے، آئندہ مولانا جو قصہ نقل فرما رہے ہیں اس کا خلاصہ یہی ہے۔

[2] جوال۔ بورا، گون جس میں سامان بھر کر چوپایوں پر لادا جاتا ہے۔ فیلسوف۔ حکیم، دانا۔ بر۔ گیہوں۔ ریگ۔ ریت۔ حدیث انداز۔ بات کو شروع کرنے والا۔ از وطن۔ یعنی اس بدو سے اس کا وطن دریافت کیا۔ آوردش بگفت۔ اس کو ہمکلام بنایا۔ وندراں۔ یعنی یہ باتیں بہت بہتر انداز میں کیں۔

بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال
اُس کے بعد اُس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں
چیست آگندہ بگو مصدوق[1] حال
کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا

گفت اندر یک جوالم گندم ست
اُس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں
در دگر ریگے نہ قوتِ مردم ست
دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے

گفت تو چوں بار کردی ایں رمال
اُس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟
گفت تا تنہا نماندآں جوال
اُس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے

گفت نیم گندمِ آں تنگ را
اُس نے کہا اس بورے کے آدھے گیہوں
در دِگر ریز از پئے پاسنگ را
توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

تاسبک گردد جوال و ہم شتر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں
گفت شاباش اے حکیم و اہل و حر
اُس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے

ایں چنیں فکر دقیق و رایِ خوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے
تو چنیں[2] عریاں پیادہ در لغوب
تو ننگا اور پا پیادہ تھکن میں ہے

رحمش آمد بر حکیم و عزم کرد
دانا پر اُس کو ترس آ گیا اور اُس نے ارادہ کرلیا
کش بر اشتر برنشاند نیک مَرد
کہ وہ اُس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے

باز گفتش اے حکیم خوش سخن
پھر اُس نے اُس سے کہا اے شیریں کلام دانا!
شمّۂ از حالِ خود ہم شرح کن
کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا

اینچنیں عقل و کفایت کہ تُراست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے
تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟

گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام
اُس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں، عوام میں سے ہوں
بنگر اندر حال و اندر جامہ ام
میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے

گفت اُشتر چند داری چند گاوَ
اُس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں؟
گفت نے این و نہ آں مارا مکاوَ
کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید

گفت رَخت چیست بارے دردکاں
اُس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟
گفت مارا کودکان و کو مکاں
کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟

---

1. مصدوق۔ سچی بات کرنے والا۔ قوت۔ روزی، خوراک۔ رمال۔ ریت۔ تنہا نماند۔ دو برابر کے بورے لادے جاتے ہیں تاکہ توازن قائم رہے۔ گفت۔ اس عقلمند نے کہا، بجائے اس کے کہ دوسرے بورے میں ریت بھر کر توازن قائم کیا جائے یہ کرلے کہ اس بورے کا آدھا گیہوں دوسرے بورے میں بھر لے، توازن ہو جائے گا اور بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔ شاباش۔ بدو کی عقل میں یہ ترکیب نہ آئی تھی، بہت خوش ہوا اور اس کی تعریف کرنے لگا۔

2. تو چنیں۔ پھر بدو نے کہا اس عقل و ذہانت کے باوجود تو ننگا اور پیادہ کیوں ہے۔ لغوب۔ تھکن۔ رحمش۔ بدو کو اس دانا پر ترس آیا۔ شمہ۔ یعنی بدو نے اس سے کہا اپنے کچھ احوال سنا۔ کفایت۔ یعنی بڑے کاموں کو تنہا انجام دینے کی صلاحیت۔ وزیری۔ یعنی تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے، اس عقل کے ساتھ یہی قرینہ ہے۔ مکاوَ۔ کھود کرید نہ کر۔ رخت۔ یعنی اگر بادشاہ اور وزیر نہیں ہے تو تاجر ہوگا۔

نیست قوت و نے رُخوت[1] و نے قماش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب

نے متاع و نیست مطبخ نیست آش
نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ، نہ دلیا

گفت پس از نقد پُرسم نقد چند
اُس نے کہا تو میں نقد (کے بارے میں) پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے

کہ توئی تنہا رو و محبوب پند
کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے

کیمیائے مس عالم با تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے

عقل و دانش را گہر تو بر تواست
عقل اور سمجھ کے موتی تہ برتہ ہیں

گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے

نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

گفت واللہ نیست یا وَجہ العرب
اُس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے

در ہمہ مِلکم وجوہِ قوتِ شب
میری ساری ملکیت میں رات کا گذارا

یا برہنہ تن برہنہ می رَوَم
ننگے پیر، ننگے بدن گھومتا ہوں

ہر کہ نانے می دہد آنجا رَوَم
جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں

مَر مَرا ازیں حکمت و فضل و ہنر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے

نیست حاصل جز خیال و دردِ سر
سوائے خیال اور درد سر کے کچھ حاصل نہیں ہے

پس عرب گفتش کہ شو دُور از برم[2]
تو بدو نے اُس سے کہا میرے پاس سے دور ہو

تانہ بارد شومی تو بر سَرم
تاکہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے

دُور بر آں حکمت شومت زِمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا

نطق تو شوم ست بر اہل زمن
زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں

یا تو آں سو رَو من ایں سوی روم
یا تو اُدھر جا اور میں اِدھر جاؤں

وَر تُرا رہ پیش من واپس شوم
اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں

یک جو الم گندم و دیگر زریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا

بہ بود زیں حیلہائے مُردہ ریگ
ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے

کیں جوالِ گندم و ریگم یقیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقیناً

بہ بود زاں حکمت تو اے مہیں
اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہو گا

احمقی ام بس مبارک احمقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے

کہ دلم بابرگ و جانم متقی ست
کہ میرا دل صاحب ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں) سے محفوظ ہے

---

[1] رخوت۔ رخت کی جمع، لباس۔ آش۔ ہر پتلا کھانا، کھانا۔ کیمیا۔ یعنی عقل و دانش۔ گنجہا۔ تو نے اپنی عقل و دانش سے بہت کچھ کمایا ہوگا۔ وجہ العرب۔ عرب کے سردار۔ وجوہ۔ گذارے کا سامان۔ پابرہنہ۔ ننگے پیر اور ننگے بدن مارا مارا پھرتا ہوں، جدھر روٹی کی امید ہوتی ہے، ادھر چل دیتا ہوں۔

[2] بر۔ پہلو۔ شومی۔ اس عقل کے ہوتے ہوئے اتنا افلاس بدبختی کی دلیل ہے۔ دور بر۔ دور لے جا۔ یا تو آں سو۔ جدھر تو جائے گا میں ادھر نہ جاؤں گا، غرضیکہ مجھے تیرا ساتھ گوارا نہیں ہے۔ یک جوالم۔ یعنی میری وہ بیوقوفی تیری اس عقلمندی سے بدرجہا بہتر ہے۔ مردہ ریگ۔ ناکارہ۔ مہین۔ ذلیل۔ متقی۔ یعنی مصائب سے بچنے والی۔

گر تو خواہی[1] ایں شقاوت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے
جہد کن تا از تو حکمت کم شود
تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے

حکمتے کز طبع زاید و ز خیال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو
حکمتے بے فیض نورِ ذوالجلال
وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

حکمت دنیا فزاید ظن و شک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے
حکمت دینی برد فوقِ فلک
دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے

رُوبہانِ ، زیرکِ آخر زماں
آخر زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے
بر فزودہ خویش بر پیشیناں
اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے

روبہانِ زیرکِ صاحب کمال
صاحب کمال، چالاک لومڑیوں نے
برفزودہ خویش را زِ اصحابِ حال
اصحاب حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے

حیلہ آموزاں جگرہا سوختہ
حیلہ بازوں نے، جگر جلا کر
حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلے اور مکر سیکھے ہیں

صبر و ایثار[2] و سخائے نفس و جود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش
باد دادہ کاں بوَد اکسیر سود
کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے

فکرآں باشد کہ بکشاید رہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے
راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے

شاہ آں باشد کہ از خود شہ بوَد
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو
نے بمخزنہا و لشکر شہ بود
نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو

تا بماند شاہی اُو سَرمدی
تاکہ اُس کی شاہی ابدی رہے
ہمچو عزو ملک دین احمدی
جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت

تا قیامت نیست شرعش را زوال
قیامت تک اُن کی شریعت کو زوال نہیں ہے
گشتہ دور از ملک اُو عین الکمال
نظر بد اُن کی سلطنت سے دور ہے

کراماتِ سلطانِ ابراہیم ادہم رحمتہ اللہ علیہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

[1] گر تو خواہی۔ تیری عقل و دانائی ہی بدبختی کا سبب ہے تو اپنی دانائی کو کم کر لے تاکہ بدبختی کم ہو جائے۔ حکمتے۔ یعنی وہ چالاکی اور دانائی جو طبع زاد ہو اور اللہ کے نور سے بے فیض ہو وہی بدبختی کا سبب بنتی ہے۔ حکمت دینی۔ دین کی فطانت اور سمجھ انسان کے عروج کا سبب ہے۔ روبہاں۔ یعنی وہ فلاسفہ جو محض اپنے عقلی تخمینوں کی وجہ سے متقدمین کی تحقیق کرتے ہیں۔ اصحاب حال۔ یہ لوگ حقائق کا مشاہدہ کرتے ہیں، محض ظن و تخمین سے کام نہیں لیتے ہیں۔ حیلہ آموزاں۔ محض دنیا کمانے کے حیلے اور تدبیریں بڑی جگرسوزی سے حاصل کی ہیں۔

[2] صبر و ایثار۔ علوم خداوندی سے اخلاق حسنہ پیدا ہوتے ہیں اور وہ اصل فائدہ ہیں جس کو انہوں نے برباد کر دیا ہے۔ فکر۔ دنیوی معاش کی تدبیر اور فکر بے حقیقت ہے، تدبیر اور فکر تو وہ ہے جس سے کسی شیخ کی طرف راہ نمودار ہو جو حقیقی شاہ ہے۔ شاہ۔ دنیوی بادشاہ تو لشکر اور خزانہ کے ذریعے شاہی کرتے ہیں، شیخ وہ شاہ ہے جس کو اپنی شاہی کے لئے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ تا بماند۔ شیوخ کی شاہی لازوال ہے جیسا کہ دین احمدی کی عزت اور سلطنت لازوال ہے۔ گشتہ۔ اس کو نظر بد نہیں لگ سکتی۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ شیوخ کی بادشاہت دنیاوی شاہوں سے بڑھ کر ہے۔

ہم زابراہیمؒ[1] اَدہمؒ آمدست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے
دِلق خودمی دوخت آں سلطانِ جاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے
آں امیر از بندگانِ شیخ بود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا
شکل دیگر گشت خلق و خلق او
اُس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی
کورہا کرد آنچناں ملک شگرف
کہ اُنہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی
ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را
اُنہوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں
شیخ واقف گشت[2] از اندیشہ اش
اُس کے (اس) خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے
چوں رجا و خوف در دلہا رواں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے
دل نگہدارید اے بے حاصلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو
پیش اہل تن ادب بر ظاہرست
اہل ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے
پیشِ اہل دل ادب بر باطن ست
اہل دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے

کو ز راہے برلب دریا نشست
کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے
یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
اچانک اُس جگہ ایک سردار آ گیا
شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
اُس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا
خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او
شیخ اور اُن کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا
برگزید ایں فقر و بس باریک حرف
اس فقیری کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے
می زند بر دلق سوزن چوں گدا
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
چوں گدا بر دلق سوزن می زند
فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
شیخ چوں شیرست و دلہا بیشہ اش
شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اُس کے جنگل ہیں
نیست مخفی بروے اسرارِ نہاں
اُس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں
در حضورِ حضرتِ صاحب دلاں
اہل دل کی مجلس کی حاضری میں
کہ خدا زِ ایشاں نہاں را سارت ست
کیونکہ خدا اُن سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے
زانکہ دل شاں برسرائر فاطن ست
کیونکہ اُن کا دل باطنی احوال پر تکنے والا ہے

---

1. ابراہیمؒ۔ یعنی ادہم کے بیٹے ایک دریا کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی پھٹی ہوئی گدڑی سی رہے تھے۔ سلطان جاں۔ یعنی روحانی شاہ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ امیر۔ سردار۔ سجدہ کرد۔ تعظیمی سجدہ جس کا بادشاہوں کے درباروں میں رواج تھا جو شرعی اعتبار سے ناجائز ہے۔ خیرہ شد۔ اس نے اس سے پہلے حضرت ابراہیم کا شاہی ٹھاٹ باٹ دیکھا تھا تو اس حالت کو دیکھ کر حیران ہو گیا۔ باریک حرف۔ مخفی تحریر میں ظاہری شان و شوکت نہیں ہوتی ہے اور اس پر غور و شوار ہوتا ہے یہی حال فقر اور تصوف کا ہے۔ ہفت اقلیم۔ حضرت ابراہیمؒ نے بہت بڑی سلطنت چھوڑ کر فقیری اختیار کی تھی۔
2. شیخ واقف گشت۔ بزرگان دین لوگوں کے قلبی وساوس کو تاڑ جاتے ہیں وہ بمنزلہ شیر کے ہیں اور لوگوں کے قلوب ان کی کچھار ہیں۔ چوں۔ جس طرح امید و بیم قلب میں سرایت کرتے ہیں اسی طرح شیوخ بھی لوگوں کے قلوب میں رواں دواں رہتے ہیں اور چھپے ہوئے وسوسوں کو جان جاتے ہیں۔ دل نگہدارید۔ بزرگوں کے سامنے جا کر دل میں برے وسوسے نہ لانے پائیں۔ بے حاصل۔ وہ شخص جس کو روحانی دولت نہیں ملی۔ اہل تن۔ جو اصحاب ظاہر ہیں ان کے سامنے تو ظاہر کو مؤدب رکھنا ضروری ہے اہل باطن کے سامنے باطن کو مؤدب رکھنا ضروری ہے۔ فاطن۔ مقیم، ساکن۔

تو بعکسے[1] پیش کوراں بہرہ جاہ
با حضور آئی نشینی پایگاہ

تو بالعکس اندھوں کے سامنے رُتبہ کی خاطر
حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے

پیش بینایاں کنی ترکِ ادب
نارِ شہوت را ازاں گشتی حطب

بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے
اِسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے

چوں نداری فطنت و نورِ ہدیٰ
بہر کوراں روی را میزن جلا

چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے
اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

پیشِ بینایاں حدث بر روی مال
ناز کم کن[2] باچنیں گندیدہ حال

بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے
اس گندی حالت پر فخر نہ کر

شیخ سوزن زود در دریا فگند
خواست سوزن را باآوازِ بلند

شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی
(پھر) زور سے سوئی مانگی

صد ہزاراں ماہیٔ اللّٰہیئے
سوزنِ زر بر لب ہر ماہیئے

لاکھوں خدائی مچھلیاں
ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے

سوزنِ زرّیں دراں دندانِ او
کہ بگیر اے شیخ سوز نہائے ہو

سونے کی سوئی اُس کے دانتوں میں
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

سَر بر آورد ند از دریائے حق
کہ بگیر اے شیخ سوزنہائے حق

اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے انہوں نے سر اُبھارا
کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے

گفت الٰہی سوزنِ خود خواستم
وا دہ از فضلت نشانِ راستم

اُس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے
اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے

ماہیٔ دیگر برآمد در زماں
سوزنِ او را گرفتہ دَر دہاں

فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی
اُن کی سوئی منہ میں لئے ہوئے

رُو بدو کرد و بگفتش اے امیر
ملک دل بہ یا چناں ملک حقیر

اُس کی طرف رخ کیا اور کہا، اے سردار!
دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت

ایں نشانِ ظاہرست ایں ہیچ نیست
باطنے جوی و بظاہر بر مایست

یہ ظاہر کی نشانی ہے اور، یہ کچھ نہیں ہے
باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر

---

1. تو بعکسے۔ لیکن عموماً لوگ اس کے بالعکس معاملہ کرتے ہیں ظاہری شاہوں کے سامنے اخلاص سے جاتے ہیں اور بزرگوں کی مجلس میں فاسد خیالات لے کر جاتے ہیں۔ کوراں۔ یعنی باطن کے اندھے۔ بینایاں۔ وہ شیوخ جن کو باطنی بصیرت حاصل ہے۔ حطب۔ ایندھن۔ چوں نداری۔ اگر تو کور باطن ہے تو کور باطنوں کی مجلس میں منہ کو پُر رونق بنا کر جا۔ پیش بینایاں۔ اگر تو کور باطن ہے تو بزرگوں کے سامنے منہ پر اور گندگی لگا کر جا۔
2. ناز کم کن۔ لیکن یہ تیری حالت تیرے لئے باعث فخر نہیں ہے۔ شیخ۔ چونکہ اس امیر نے روحانی شاہی کو کمتر سمجھا تھا لہٰذا اس کی اصلاح کے لئے یہ کرامت دکھائی کہ اپنی سوئی اس دریا میں پھینک دی جس کے کنارے بیٹھے تھے اور پھر باآواز بلند اس سوئی کو مانگا۔ صد ہزاراں۔ لاکھوں مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں میں دبائے دریا سے نمودار ہو گئیں۔ گفت۔ شیخ ابراہیم نے فرمایا اے خدا میں تو صرف اپنی سوئی چاہتا ہوں، وہ عطا کر کے اپنی مہر کی سچی نشانی ظاہر فرما دے۔ ماہیٔ دیگر۔ ان مچھلیوں کے علاوہ ایک اور مچھلی نمودار ہوئی جس کے منہ میں شیخ کی سوئی تھی۔ رو بدو کرد۔ تب شیخ ابراہیم نے اس سردار سے کہا۔ ایں۔ یعنی دنیوی شاہی۔ باطنے جو۔ یعنی روحانی شاہی کا طالب بن، ظاہری شاہی پر اکتفا نہ کر۔

سوئے شہر[1] از باغ شاخے آورند — باغ و بستاں را کجا آنجا برند

شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں — باغ اور بستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں

خاصہ باغے کاں فلک یک برگِ اوست — بلکہ آں مغز ست و ایں عالم چو پوست

خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اُس کا ایک پتہ ہے — بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے

برنمیداری سوئے آں باغ گام — بوی افزوں جوی و کن دفع زکام

(اگر) تو اُس باغ کی طرف قدم نہیں اٹھاتا ہے — تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

تا کہ آں بو جاذبِ جانب شود — تا کہ آں بو نورِ چشمانت شود

تاکہ وہ خوشبو تیری روح کی کشش کا سبب بن جائے — تاکہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے

تاکہ آں بوسوئے بستانت کشد — وا نماید مر ترا راہِ رَشد

تاکہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے — تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے

چشم نابینات را بینا کند — سینہ ات[2] را سینۂ سینا کند

تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے — تیرے سینے (کوہ) سینہ کا سینہ بنا دے

گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی — بہر بو اَلْقُوْا عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ

(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا — خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو

بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات — دَائِمًا قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ

اِسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا — ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے

پنج حس[3] در ہمدگر پیوستہ اند — رُستہ ایں ہرپنج از اصل بلند

پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں — ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اُگے ہیں

قوتِ یک قوتِ باقی شود — ما بقی را ہر یکے ساقی بود

ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے — باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے

---

[1] سوئے شہر۔ دنیا کی مثال ایک شہر کی سے ہے اور عالم غیب ایک باغ ہے جس کا تھوڑا سا حصہ اس دنیا میں دکھا دیا گیا ہے، باغ میں سے چند پھولدار شاخیں شہر میں لائی جاتی ہیں۔ خاصہ باغے۔ اس دنیا کا آسمان بھی اس باغ کا ایک پتہ ہے۔ بلکہ۔ عالم غیب مغز ہے اور عالم شہود اس کا چھلکا ہے۔ برنمیداری۔ عالم غیب کے باغ میں اگر قدم نہیں پہنچتا ہے تو اس کی خوشبو حاصل کر لی جائے اور اس زکام کو دفع کیا جائے جو خواہش نفسانی کی وجہ سے قوتِ شامہ پر طاری ہو گیا ہے۔ تا کہ آں بو۔ جب عالم غیب کی خوشبو سونگھے گا تو روح عالم غیب کی طرف کھنچے گی اور وہ خوشبو آنکھوں کے لئے نورِ بصیرت بن جائے گی اور عالم غیب کے لئے راہ نمودار ہو جائے گی۔

[2] سینہ ات۔ سالک کا سینہ کوہ سینا بن جائے گا جس میں تجلیاتِ رب کا ظہور ہو گا۔ گفت یوسفؑ۔ جبکہ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کے فراق میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے تو حضرت یوسفؑ نے اپنے بھائیوں کے ذریعہ اپنی قمیص بھیجی تھی اور کہا تھا کہ اس کو حضرت یعقوبؑ کے چہرے پر ڈال دینا، مولانا فرماتے ہیں اس قمیص میں وہی عالم غیب کی خوشبو تھی جس کے اثر سے حضرت یعقوبؑ کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ بہر ایں۔ یہی عالم غیب کی خوشبو تھی جو آنحضور ﷺ کو نماز کی حالت میں محسوس ہوتی تھی جس کی وجہ سے آنحضور ﷺ نے فرمایا میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز ہے۔

[3] پنج حس۔ یعنی لطائف ستہ، قلب، روح، نفس، سر، خفی، اخفیٰ۔ چونکہ بعض صاحبان نے نفس کو روح کے تابع مانا ہے اس لئے ان کو پانچ کہہ دیا ہے، اگر سالک ایک لطیفہ کو مصفا بنا لیتا ہے تو دوسرے لطائف بھی تصفیہ قبول کر لیتے ہیں، اگر ایک کو غذا حاصل ہوتی ہے تو بقیہ لطائف کے لئے بھی وہ قوت کا سبب بن جاتی ہے مثلاً لطیفۂ قلب کو ذکر کی غذا حاصل ہوتی ہے تو یہ دوسرے لطائف کے لئے باعث تقویت ہے۔

دیدنِ دیدہ[1] فزاید عشق را — عشق در دیدہ فزاید صدق را

آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے — عشق، آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے

صدق بیداریِ ہر حس می شود — حس ہارا ذوق مونس می شود

صدق، ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے — حواس کے لئے ذوق دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدنِ حواس عارف بنورِ غیب بیّن

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے بانور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در رَوِش بکشاد بند — مابقی حس ہاہمہ مبدل شوند

جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا — باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

چوں یکے حس غیر محسوسات دید — گشت غیبے برہمہ حِسہا پدید

جب ایک حس نے غیرمحسوس کو دیکھا — تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے

چوں ز جو[2] جست از گلہ یک گوسفند — پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند

جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے — تو سب پے در پے اُس جانب کود جاتی ہیں

گوسفندانِ حواست را براں — در چرا از اَخرَجَ الْمَرْعٰی چراں

تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک — اَخرَجَ الْمَرْعٰی کی چراگاہ میں چرا

تادر آنجا سنبل و ریحاں چرند — تابہ گلزارِ حقائق[3] رَہ بَرند

تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں — تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں

ہرحست پیغمبر حس ہا شوذ — تا یکایک سوئے آں جنت رَوَد

تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے — تاکہ فوراً اُس جنت کی طرف چل جائے

حس ہا با حس تو گویند راز — بے حقیقت بے زبان و بے مجاز

حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے — بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے

کیں حقیقت قابل تاویلہاست — ویں توہم مایۂ تخییلہاست

کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے — اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے

---

[1] دیدنِ دیدہ۔ ایک لطیفہ کے تاثر سے دوسرے لطائف کے متاثر ہونے کی مثال ہے، آنکھ متاثر ہوتی ہے تو اس سے دل متاثر ہو جاتا ہے اور اس میں کیفیت عشق پیدا ہو جاتی ہے جس سے صدق اور اخلاص پیدا ہو جاتا ہے۔ صدق۔ عشق سے اخلاص پیدا ہو تو اس سے دیگر حواس متاثر ہو جاتے ہیں اور ان میں وصل محبوب کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ چوں یکے حس۔ جب ایک لطیفہ موانع کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے تو بقیہ لطائف میں بھی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ غیر محسوسات۔ جب ایک لطیفہ کو عالم غیب کا مشاہدہ ہونے لگتا ہے تو بقیہ لطائف بھی عالم غیب کا ادراک شروع کر دیتے ہیں۔

[2] چوں زجو۔ ایک لطیفہ سے دوسرے لطائف کو آزادی حاصل کرنے کی مثال ہے کہ گلہ میں سے ایک بکری اگر نہر میں کود جاتی ہے تو بقیہ بکریاں بھی نہر میں کود جاتی ہیں۔ گوسفنداں۔ سالک کو چاہیے کہ اپنے لطائف کی بکریوں کو عالم غیب کی چراگاہ میں چرائے اور لطائف کے لئے اس عالم سے اسرار اور معارف کی غذا حاصل کرے۔ اخرج المرعی۔ اس خدا نے چراگاہ پیدا فرمائی۔ مولانا نے چراگاہ سے عالم غیب کی چراگاہ مراد لی ہے۔

[3] حقائق۔ یعنی معرفت خداوندی کے حقائق۔ ہرحست۔ ہر لطیفہ دوسرے لطائف کے لئے معارف جنت کی پیغامبری کا کام دینے لگے۔ حس ہا۔ جب لطائف ستہ مصفا بن جاتے ہیں تو مریدین اور مسترشدین لطائف بغیر لفظی گفتگو کے جس میں حقیقت اور مجاز اور زبان کا استعمال نہیں ہوتا ہے، شیخ کے لطائف سے اپنا راز کہہ دیتے ہیں۔ کیں حقیقت۔ لفظی عبارت جس میں حقیقت اور مجاز کا استعمال ہوتا ہے، اس میں تو تاویل کی گنجائش ہوتی ہے لیکن لطائف کی باہمی گفتگو میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ یہاں نفس الامر مشاہدہ ہوتا ہے۔

آں حقیقت را کہ باشد از عیاں — ہیچ تاویلے نگنجد در میاں

وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو — اُس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے

چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد — مر فلکہا را نباشد از تو بد

جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی — تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں

چونکہ دعوئ[1] میر ود در ملک پوست — مغز آں را کہ بود قشر آنِ اوست

جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے — مغز جس کی ملکیت ہوگا چھلکا اُسی کا ہو گا

چوں تنازع در فتد در تنگ کاہ — دانہ آن کیست آں را کن نگاہ

جب گھاس کے گٹھڑ میں جھگڑا ہو — دانہ کس کا ہے اُس کو دیکھ لے

پس فلک قشرست و نورِ روح مغز — ایں پدید ست آں خفی زیں رو ملغز

تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے — یہ کھلا ہے وہ (نورِ روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا

جسم ظاہر[2] روح مخفی آمدست — جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست

جسم ظاہر ہے، روح چھپی ہوئی ہے — جسم آستین کی طرح ہے، جان ہاتھ کی طرح ہے

باز عقل از روح مخفی تر بود — حس بسوئے روح زو تر رہ برد

پھر عقل و روح سے زیادہ پوشیدہ ہے — حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے

جنبشے[3] بینی بدانی زندہ است — ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است

تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے — تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے

تا کہ جنبش ہائے موزوں سر کند — جنبش مس را بدانش زر کند

جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے — تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے

زاں مناسب آمدن افعالِ دست — فہم آید مر تُرا کہ عقل ہست

ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے — تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے

روحِ وحی از عقل پنہاں تر بود — زانکہ اُو غیب ست و اُو زاں سر بود

وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے — اسلئے کہ وہ عالم غیب سے ہے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے

---

[1] چونکہ دعوئ۔ اگر چھلکے میں دو شخصوں کا نزاع ہو تو چھلکا اسی کی ملکیت قرار دیا جائے گا، مغز جس کی ملکیت میں ہے، آسمان کائنات کا چھلکا ہے تو جب کائنات کے قلوب کسی کے تابع ہوں تو لامحالہ آسمان بھی اس کے تابع ہوگا۔ چوں تنازع۔ یہ دوسری مثال ہے، اگر بھوسے پر جھگڑا ہوگا تو بھوسہ اسی کا قرار دیا جائے گا جو اس کے اندر کے دانوں کا مالک ہوگا۔ پس فلک۔ چھلکا گودے پر ہوتا ہے اور اس کو گھیرے ہوئے ہوتا ہے اور ظاہر ہوتا ہے مغز اس میں چھپا ہوا ہوتا ہے، دوسرا مصرع پہلے مصرع کی دلیل ہے۔

[2] جسم ظاہر۔ اب چند چیزوں سے ظہور اور خفا کی مثالیں دیتے ہیں اور مخفی کے مراتب کا ذکر فرماتے ہیں، جسم اور روح کی نسبت وہی ہے جیسے آستین اور ہاتھ کی۔ باز عقل۔ عقل اور روح کے مخفی ہونے میں فرق ہے، عقل روح کے اعتبار سے زیادہ مخفی ہے اسی لئے حس دوسرے کی روح کو جلد پہچان جاتی ہے اور عقل کو دیر میں پہچانتی ہے۔

[3] جنبش۔ کسی جسم میں حرکت دیکھتے ہو تو فوراً سمجھ جاتے ہو کہ اس میں روح ہے لیکن محض حرکت سے عقل کا پتہ نہیں لگا سکتے ہو۔ تا کہ۔ اگر اس کے حرکات اور سکنات موزوں ہیں تب تمہیں یقین ہوگا کہ وہ صاحب عقل ہے۔ روحِ وحی۔ وحی کی قبولیت کی استعداد عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے، ہر انسان نے آنحضور ﷺ کو عقل کو جان لیا اور ان کو عقلمند کہا لیکن بہت سے انسان آپ کی قبولِ وحی کی استعداد کو نہ پہچان سکے۔

عقلِ احمدؐ از کسے پنہاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی

روحِ وحیش مدرکِ ہر جاں نشد
اُن کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی

روحِ وحیی[1] را مناسبہاست نیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں

در نیابد عقل کاں آمد عزیز
عقل اُن کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں

گہ جنوں بیند گہے حیراں شود
(عقل کبھی اُن آثار (کو) جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے

زانکہ موقوف ست تا او آں شود
کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل وہ (وحی کی استعداد) بن جائے

چوں مناسبہائے[2] افعالِ خضرؑ
جیسا کہ (حضرت) خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں

عقلِ موسیٰؑ بود در دیدش کدر
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل اُن کو دیکھ کر مکدر تھی

نا مناسب می نمود افعالِ او
جیسا کہ (حضرت خضرؑ) کے افعال نا مناسب نظر آئے

پیشِ موسیٰؑ چوں نبودش حالِ او
(حضرت) موسیٰ کیلئے چونکہ (موسیٰ) کی حالت اُن (خضرؑ) کی طرح نہ تھی

عقلِ موسیٰؑ چوں بود در غیب بند
(حضرت) موسیٰ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو

عقلِ موشی خود کیست اے ارجمند
چوہے جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

علمِ تقلیدی بود بہر فروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کے لئے ہوتا ہے

چوں بیابد مُشتری خوش بر فروخت
جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اُٹھتا ہے

مشتریِ علمِ تحقیقی حق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے

دائماً بازارِ او با رونق ست
اُس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے

لب بہ بستہ[3] ہست در بیع و شریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے

مشتری بے حد کہ اَللّٰہُ اشْتَریٰ
خریدار لا محدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے

درسِ آدمؑ را فرشتہ مشتری
(حضرت) آدمؑ نے درس کا فرشتہ خریدا ہے

محرمِ درسش نہ دیو و نے پَری
اس کے درس کا راز داں نہ شیطان ہے نہ پری ہے

آدمؑ اَنْبِئْهُمْ بِاَسْمَآ درس گو
(اے) آدمؑ اُن کو اسا کی تعلیم کرو، کا درس دو

شرح کن اَسرارِ حق را موبمو
ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کر دو

روحِ وحیی۔ وحی کی استعداد کے بھی کچھ آثار اور کچھ علامتیں ہیں لیکن چونکہ وہ نادر ہوتی ہیں، اس لئے ان کو عقل نہیں پہچانتی ہے۔ گہ جنوں۔ ان آثار کو عقل جنون کا اثر سمجھتی ہے کبھی حیران ہو جاتی ہے اور یہ اس لئے کہ عقل کا اس استعداد کو سمجھنا اس بات پر موقوف ہے کہ دونوں میں پوری مناسبت پیدا ہو جائے۔

چوں مناسبہائے۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ کے کاموں کو غیر موزوں قرار دیا اور اعتراض کیا۔ عقل موسیٰؑ۔ اسرارِ غیبی کو سمجھنے میں جب حضرت موسیٰؑ جیسے عظیم پیغمبر کی عقل ناکارہ ثابت ہوئی تو چوہے جیسی عقل والے کب ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔ علم تقلیدی۔ سنا سنایا علم۔ علم تحقیقی۔ جو مشاہدہ اور ذاتی تجربہ سے حاصل ہو۔

لب بہ بستہ۔ تحقیقی علم والا خاموشی کے ساتھ اللہ کے ساتھ خرید و فروخت میں لگا رہتا ہے۔ اللہ اشتریٰ۔ قرآن پاک میں ہے ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ۔ خدا نے مومنین سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔ درسِ آدمؑ۔ ہر علم کا خریدار اس کے مناسب ہوتا ہے۔ حضرت آدمؑ کے علوم کے خریدار فرشتے تھے دیو و پری نہ تھے۔ آدمؑ۔ قرآن پاک میں ہے یاٰدم انبئھم باسمائھم۔ یعنی اے آدم ان فرشتوں کو اسماء کی تعلیم دو۔

آنچناں کس[1] را کہ کوتہ بین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو

در تلوّن غرق و بے تمکین بُود
تلون میں غرق اور بے ثبات ہو

موش گفتم زانکہ در خاکست جاش
میں نے اُسکو چوہا اس لئے کہا کہ اُس کا مقام مٹی میں ہے

خاک باشد موش را جائے معاش
چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے

راہہا داند ولے در زیرِ خاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے

ہر طرف اُو خاک را کردست چاک
(اس لئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں

نفس موشے نیست اِلّا لقمہ رند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اُڑانے والا ہے

قدرِ حاجت موش را عقلے دہند
ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دے دیتے ہیں

زانکہ بے حاجت خداوندِ عزیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ

می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں

گر نبودے حاجت عالم زمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی

نا فریدے ہیچ رب العالمیں
اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا

ویں زمینِ مُضطرب محتاجِ کوہ[2]
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج

گر نبودے نافریدے با شکوہ
اگر نہ ہوتی تو اُس پر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا

ور نبودے حاجتِ افلاک ہم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی

ہفت گردوں نا فریدے از عدم
تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا

آفتاب و ماہ و ایں استارگاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے

جُز بحاجت کے پدید آمد عیاں
ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟

پس کمندِ ہستہا حاجت بُود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے

قدرِ حاجت مَرد را آلت بود
بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے

پس چو حاجت شد کمندِ ہستہا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے

قدرِ حاجت میرسد از حق عطا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے

پس بیفزا حاجت اے محتاج زود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا

تا بجوشد از کرم دریائے جود
تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

---

[1] آنچناں کس۔ پہلے اشعار میں عقلی علوم والوں کی عقل کو چوہے کی عقل والا کہا تھا اب اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔ تلوّن۔ رنگ بدلنا۔ بے تمکین۔ ناپائیدار۔ جاش۔ یعنی ان لوگوں کا تعلق عالم سفلی سے ہے۔ راہہا۔ چوہے کے علم کا تعلق زمین سے ہے۔ نفس موشے۔ چوہے کو صرف خوراک کی ضرورت ہے لہٰذا اس کو اتنی سی عقل عطا ہوئی ہے۔ زانکہ۔ بلاضرورت کسی کو کوئی عطیہ نہیں ملتا۔ زمین۔ دنیا کو اگر زمین کی ضرورت نہ ہوتی زمین وجود میں نہ آتی۔

[2] کوہ۔ اگر زمین کے ٹھہراؤ کے لئے پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا نہ ہوتے۔ ور نبودے۔ اگر دنیا کو آسمانوں کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ پیدا کئے جاتے۔ آفتاب۔ سورج، چاند، ستارے سب ضرورت کے ماتحت پیدا فرمائے گئے ہیں۔ پس۔ یعنی اشیاء کا وجود ضرورت کی وجہ سے ہے جس قدر ضرورت ہوتی ہے اسی قدر ذرائع دے دیے جاتے ہیں۔ پس بیفزا۔ اپنی احتیاج اور ضرورت کو بڑھا تاکہ دریائے کرم جوش میں آئے۔

ایں گدایاں[1] بر رہ و ہر مبتلا
یہ فقیر اور مصیبت زدہ، سر راہ

کوری و شلّی و بیماری و دَرد
اندھا پن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلف

ہیچ گوید ناں دہید اے مرداں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو

چشم ننہادہ ست حق در کور موش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں

می تواند زیست بے چشم و بصر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے

جز بدزدی اُو بروں ناید ز خاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے

بعد ازاں پَر باید و مُرغے شود
اس کے بعد وہ پر حاصل کر لے اور پرندہ بن جائے

ہر زماں در گلشن شکر خدا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں

کاے[2] رہانندہ مرا از وصف زشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!

می نہی در پیہ نور و روشنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے

چہ تعلق آں معانی را بہ جسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟

لفظ چوں وکرست معنی طائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنی پرند ہیں

حاجت خود می نماید خلق را
اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں

تا ازیں حاجت بجنبد رحم مَرد
تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آ جائے

کہ مرا مال ست و انبارست و خواں
کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوان (نعمت) ہے

زانکہ بے چشمے زبودن ہست خوش
اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے

فارغ ست از چشم اُو در خاکِ تر
وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

تا کند خالق ازاں دُزدیش پاک
تاکہ اللہ (تعالیٰ) اُس چور پن سے اُسے پاک کر دے

چوں ملائک جانب گردوں رَود
فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے

اُو بر آرد ہمچو بلبل صد نوا
وہ بلبل کی طرح سینکڑوں نغمے گائے

اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!

استخواں رامی دہی سمع اے غنی
اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے

چہ تعلق فہم اشیا را باسم
ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟

جسم جوی روح آب سائرست
جسم نہر ہے، اور روح رواں پانی ہے

---

[1] ایں گدایاں۔ دنیا کا یہی دستور ہے کہ فقیر جب تک اپنی مجبوری اور ضرورت کا اظہار نہیں کرتا ہے، اس کو کوئی کچھ نہیں دیتا ہے۔ ہیچ گوید۔ فقیر کبھی یہ نہیں کہے گا کہ میں بہت مالدار ہوں لہٰذا مجھے روٹی کھلا دو۔ کور موش۔ چھچھوندر کو آنکھ کی ضرورت نہ تھی، لہٰذا اس کو آنکھ عطا نہ ہوئی۔ جز بدزدی۔ عالم ناسوت میں پھنسے ہوئے اگر ضرورت محسوس کریں تو خدا ان کو نورِ بصیرت عطا کر دے۔ بعد ازاں۔ جب ان کو نورِ بصیرت حاصل ہو جائے تو ان کی عالم لاہوت کی طرف پرواز ہونے لگے۔ ہر زماں۔ پھر ان پر اسرارِ خداوندی کھلیں اور وہ بلبل کی طرح نغمہ سرائی کرنے لگیں۔

[2] کاے۔ یہ ان کے نغمے ہوں گے۔ دوزخے۔ یعنی برے اعمال۔ بہشت۔ یعنی نیک اعمال۔ استخواں۔ کان کی ہڈی میں سننے کی قوت پیدا فرما دی۔ معانی۔ یعنی صفاتِ بصر و سمع وغیرہ۔ باسم۔ جب کوئی نام پکارتے ہیں فوراً اس سے کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے۔ لفظ۔ اسم اور مسمّیٰ میں باہمی تعلق اگر سمجھ میں آتا ہے تو صرف اس قدر جیسا کہ پرند کا تعلق گھونسلے سے، جسم اور روح کی نسبت اگر مفہوم ہوتی ہے تو صرف اس قدر جیسا کہ پانی اور نہر کی نسبت ہے لیکن اس تعلق اور نسبت کی حقیقت غیر معلوم ہے۔

دَر روانی[1] روئے آب و جوئے فکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح، روانی میں
نیست بے خاشاکِ خوب و زشت ذکر
کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

اُو روانست و تو . گوئی واقف ست
وہ جاری ہے، تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے
اُو دوانست و تو گوئی عاکف ست
وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے

گر نہ بینی سیرآب از جابجا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے
چیست بروے تو بنو خاشاکہا
تو کوڑا کرکٹ اُس پر نیا نیا کیوں ہے؟

ہست خاشاکِ نو صورتہائے فکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں
نونبو در میر سد اشکال بکر
نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں

روئے آبِ جوئے فکر اندر روشِ
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں
نیست بے خاشاک محبوب و وحش
اچھے اور بُرے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

قشرہا[2] بر روئے ایں آبِ رواں
اس رواں پانی کی سطح پر چھلکے
از ثمارِ باغِ غیبی شد دَواں
عالم غیب کے باغ کے پھلوں سے چل رہے ہیں

قشرہا را مغز اندر باغ جو
چھلکوں کا گودا، باغ میں تلاش کر
زانکہ آب از باغ می آید بجو
اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آرہا ہے

گر نہ بینی رفتنِ آبِ حیات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے
بنگر اندر سیر ایں جوی و نبات
اِس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کر لے

آبِ جو انبُہ تر آید در گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گذرے
زُو کند قشرِ صور زُو تَر گذر
اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گذر جاتے ہیں

چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے
غم نہ پاید در ضمیر عارفاں
تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے

چوں بغایت ممتلی بود و شتاب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو
بس نگنجد اندر و اِلاّ کہ آب
تو اُس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا

طعنہ زَدن بیگانہ بر شیخے و جواب گفتن مُرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اُس کو جواب دینا

---

1. در روانی۔ یعنی روح کی قوت فکریہ میں ہمیشہ اچھے برے خیالات آتے رہتے ہیں۔ اُو روانست۔ روح کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو جس طرح سطح آب ٹھہری ہوئی نظر آتی ہے حالانکہ وہ رواں ہے، اسی طرح سے روح ملاء اعلیٰ کی طرف سے رواں ہے لیکن اس کا احساس نہیں ہے۔ گر نہ بینی۔ سطح آب کی روانی نئے نئے خس و خاشاک کے گزرنے سے معلوم کی جاتی ہے، اسی طرح روح کی قوت فکریہ میں مختلف خیالات کے آنے سے اس کی روانی معلوم کی جاسکتی ہے۔ روی آب۔ روح کی قوت فکریہ کی سطح پر بھی اچھے برے خیالات کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔
2. قشرہا۔ روح کی قوت فکریہ کی سطح پر جو چھلکے ہیں وہ غیبی پھلوں کے چھلکے ہیں ان چھلکوں کا مغز غیبستان میں تلاش کر، وہاں سے ہی یہ پانی چلا ہے، وہاں معارف غیبیہ کے مغز تجھے حاصل ہوں گے۔ بنگر۔ لامحالہ اس کا کوئی منبع ہے۔ چوں بغایت۔ عام عارفوں کی روح کی روانی تیز ہے، اسی لئے اس پر غم وغصہ کے خس و خاشاک زیادہ دیر نہیں ٹھہرتے ہیں۔ چوں بغایت۔ خاص عارفوں کی روح غم وغصہ کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔ طعنہ زدن۔ اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ عارفین کاملین کی روح کسی معصیت کو قبول ہی نہیں کرتی ہے۔

اَبلہے[1] یک شیخ را تہمت نہاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی

کو بدست و نیست بر راہِ رَشاد
کہ وہ برا ہے اور راہِ ہدایت پر نہیں ہے

شارِبِ خمرست و سالوس و خبیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے

مر مُریداں را کجا باشد مغیث
تو مریدوں کا کیا دستگیر ہو گا؟

آں یکے گفتش اَدب را ہوش دار
ایک شخص نے اُس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ

خورد نہ بود ایں چنیں ظن بر کبار
بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے

دُور ازوے دور از اوصافِ اُو
اُس سے اور اُس کے اوصاف سے بعید ہے

کہ زسیلے تیرہ گردد صافِ اُو
کہ اُسکا صاف پانی بہاؤ (کے پانی) سے مکدر ہو جائے

ایں چنیں بہتاں منہ بر اہل حق
اہل حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول

کایں خیالِ تست بر گرداں ورق
یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے

ایں نباشد ور بود اے مُرغِ خاک
اے خشکی کے پرندہ! ایسا نہ ہوگا اور اگر ہو

بحرِ قلزم راز مُردارے چہ باک
بحر قلزم کو ایک مردار سے کیا خطرہ؟

نیست دون القلتین[2] و حوضِ خورد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے

کش تواند قطرہ آب از کار برد
کہ اُس کو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے

ز آتش ابراہیمؑ را نبود زیاں
(حضرت) ابراہیمؑ کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے

ہر کہ نمرودیست گومی ترس ازاں
جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اُس سے ڈرے

نفس[3] نمرود ست عقل و جاں خلیلؑ
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیلؑ ہے

روح در عین ست و نفس اندر دلیل
روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے

ایں دلیل راہ رہرو را بود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے

کو بہر دم در بیاباں گم شود
کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے

و اصلاں را نیست جز چشم و چراغ
(اللہ تک) پہنچ جانے والوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے

از دلیل راہ شاں باشد فراغ
راہنما سے اُن کو بے نیازی ہوتی ہے

---

[1] ابلہے۔ معترض اس لئے بیوقوف تھا کہ وہ شیخ کے مقامِ فنا کو نہیں سمجھ سکا تھا۔ شارب۔ پینے والا۔ مغیث۔ فریاد رس، دستگیر۔ خورد نہ بود۔ بڑوں پر تہمت دھرنا چھوٹی بات نہیں ہے۔ کہ ز سیلے۔ عموماً بہاؤ کا پانی گدلا ہوتا ہے۔ ایں نباشد۔ تو نے جو برائیاں بیان کی ہیں وہ ان میں نہ ہوں گی اور اگر ہوں تو ان کے لئے معصیت نہ سمجھی جائے گی کیونکہ فنائیت کے غلبہ کی وجہ سے اس معصیت کو شرعی اعتبار سے ان کے لئے معصیت نہ سمجھا جائے گا جیسا کہ بڑے دریا میں اگر مردار گر جائے تو شرعی اعتبار سے اس دریا کو گندہ نہ قرار دیا جائے گا۔

[2] القلتین۔ یعنی دو مٹکے پانی جو بارہ سو رطل ہوتا ہے اگر اس مقدار میں پانی ہو تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس میں تھوڑی سی نجاست گرنے سے وہ ناپاک نہ ہوگا۔ اگر اس مقدار سے کم ہے تو نجس ہو جائے گا۔ آتش۔ مختلف مقامات پر اشیاء کے احکام اور آثار بدل جاتے ہیں۔ قطرۂ نجاست تھوڑے پانی کو نجس بنا سکا زیادہ کو نہ بنا سکا۔ آگ نے نمرود کو نقصان پہنچایا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان نہ پہنچا سکی۔

[3] نفس۔ نفس کی خواہش سے وہی فعل بمنزلہ آگ کے ہے اور بتقاضائے روح وہ گلزار ہے۔ روح در عین۔ روح اور نفس کے اعتبار سے احکام میں فرق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ روح مشاہدۂ حق میں لگی ہے جس کو دلیل کی حاجت نہیں، نفس اس سے محروم ہے اور طالب دلیل ہے۔ ایں دلیل۔ راہنما اور دلیل راہرو کے لئے ضروری ہے جو مقصود تک پہنچ گئے وہ ان چیزوں سے بے نیاز ہو گئے ہیں۔

گر دلیلے[1] گفت آں مردِ وصال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے
گفت بہر فہم اصحابِ جدال
تو بحث کرنے والوں کی عقل کے لئے بیان کرتا ہے

بہر طفلے نو پدرتی تی کند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے
گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
اگرچہ اُس کی عقل جہان کی پیائش کر ڈالے

کم نہ گردد فضل اُستاد از علو
اُستاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی
گر الف چیزے ندارد گوید او
اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے

از پئے تعلیم آں بستہ دہن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے
گوید اُو خطی و ہوز کلمن
وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے

در زبانِ[2] اُو بیاید آمدن
اُس کی زبان میں آنا چاہئے
از زبانِ خود بروں باید شدن
اپنی زبان سے نکل جانا چاہئے

تا بیاموزد ز تو اُو علم و فن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے
جملگی از خود بیاید گم شدن
اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہئے

پس ہمہ خَلقاں چو طفلانِ وینند
لہٰذا تمام مخلوق اُس کے بچے جیسے ہیں
لازم است ایں پیر را در وقت پند
نصیحت کے وقت یہ بات پیر کے لئے ضروری ہے

آں مُرید شیخ بد گوینده را
شیخ کے مرید نے برا کہنے والے کو
آں بکُفر و گمرہی آگندہ را
اُس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو

گفت تو خود را مَزن بر تیغ تیز
کہا، تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا
ہیں مکن باشاہ با سلطان ستیز
خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر

حوض با دریا اگر پہلو زند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا
خویش را از بیخ ہستی بَرکند
اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا

نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارہ ہوتا کہ
تیرہ گردد اُو ز مُردارِ شما
تمہارے مردار سے وہ گدلا ہو

کفر را حدست و اندازہ بداں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے سمجھ لے
شیخ و نورِ شیخ را نبود کراں
شیخ اور اُس کے نور کا کنارا نہیں ہے

---

1. گر دلیل۔ عارفین جو واصل ہوتے ہیں وہ بھی کبھی استدلال سے کام لیتے ہیں تو وہ ان کے اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کی تفہیم کے لئے اپنے مرتبہ سے گر کر استدلال سے کام لیتے ہیں۔ بہر طفلے۔ باپ کی زبان صاف ہوتی ہے لیکن بچے کی خاطر تتلا کر بات کرنے لگتا ہے، بڑے سے بڑا عالم بچے کو پڑھاتے وقت الف خالی با کے نیچے ایک نقطہ کہتا ہے تو وہ مبتدی کی خاطر کہتا ہے ورنہ اس کا مقام اس سے بہت بلند ہے۔ از پئے تعلیم۔ بچے کو پڑھانے کے لئے حروف ابجد کا تلفظ کرتا ہے اور ابجد ہوز حطی کہتا ہے۔

2. درزبان۔ جو زبان وہ سمجھتا ہے اسی لہجہ اور زبان میں اس کو تعلیم دیتا ہے اپنے لہجہ اور زبان سے قطع نظر کر لیتا ہے۔ پس ہمہ۔ شیخ کو بھی اپنے مریدوں کو ان کی استعداد اور حالت کے مطابق تعلیم دینی چاہئے۔ آں مرید۔ اس معترض سے کہا جو کفر اور گمراہی سے پُر تھا کہ شیخ کی مثال تیز تلوار اور شاہ کی ہے جس سے بھڑنا اپنے آپ کو ہلاک کرنا ہے۔ نیست بحرے۔ چونکہ شیخ اخلاق خداوندی کے ساتھ متصف ہے لہٰذا وہ بھی لامحدود اور دریائے ناپیدا کنار ہے۔

پیشِ بے حد[1] ہرچہ محدود ست لاست
لا محدود کے سامنے محدود، معدوم ہے
کُلِّ شَیْءٍ غَیْرَ وَجْہِ اللّٰہِ فناست
اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست
جس مقام پر وہ (شیخ ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے
زانکہ اُو مغز ست ایں دو رنگ و پوست
کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت
یہ فانی چیزیں اُس ذات کا پردہ بن گئی ہیں
چوں چراغِ خفیہ اندر زیرِ طشت
جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو

پس سرِ ایں تن[2] حجابِ آں سرست
تو اِس جسم کا سر اُس سر کا پردہ ہے
پیشِ آں سرِ ایں سرِ تن کافرست
اُس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے

کیست کافر غافل از ایمانِ شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل
کیست مُردہ بے خبر از جانِ شیخ
مُردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بے خبر

جاں نباشد جز خبردر آزموں
آزمائش میں علم حاصل نہ ہونے کے سوا کسی اور چیز سے جان (ثابت) نہیں ہوتی
ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
جس کا علم بڑھا ہوا ہے اُس کی جان بڑھی ہوئی ہے

جانِ ما[3] از جانِ حیواں بیشتر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے
از چہ زاں رُو کہ فزوں دارد خبر
کس وجہ سے؟ اِس لئے کہ اُس کا علم بڑھا ہوا ہے

پس فزوں از جانِ ما جانِ ملک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے
کو منزہ شد ز حس مشترک
کیونکہ وہ اُنسان اور حیوان کی مشترک حس سے پاک ہے

وز ملک جانِ خداوندانِ دل
اور فرشتے سے اہل دل کی جان
باشد افزوں تو تحیر را بہل
بڑھی ہوئی ہو گی، تو حیرانی چھوڑ دے

زاں سبب آدمؑ بود مسجودِ شاں
اِسی لئے آدمؑ اُن کے مسجود بنے
جانِ اُو افزوں ترست از بودِ شاں
اُن کی جان اُن کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے

---

[1] پیش بے حد۔ جب شیخ لامحدود دریا ہے تو محدود کفر اس کے اعتبار سے غیر موجود ہے، خدا کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ کفر و ایمان۔ یہ دونوں بندوں کے فعل ہیں، اور مقامِ فنا میں پہنچ کر جب ذاتِ باری سے وحدت ہو گئی تو اس مقام پر کفر و ایمان ان کی صفت نہیں بن سکتے۔ اس شعر کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اگر وہ کفر کرے تو کفر کفر نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اس مقام پر کفر سے موصوف ہی نہیں ہو سکتا ہے۔ ایں فناہا۔ فانی چیزیں جو شیخ سے متعلق ہیں، وہ اس کی حقیقت غیر فانی کے لئے پردہ ہیں، اس لئے عوام اس کو نہیں دیکھ پاتے ہیں۔

[2] سرِ ایں تن۔ یعنی جسمانی سر اس کے حقیقی سر کو چھپائے ہوئے ہے، ان دونوں میں اس قدر فرق ہے جیسا کہ مومن اور کافر میں، اسی لئے اس ظاہری پر تکفیر اور لعن وطعن ہوتا رہتا ہے۔ کیست۔ مولانا نے چونکہ شیخ کے جسمانی سر کو کافر کہا اب اس سے رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کافر اور مردہ تو حقیقتاً شیخ کا منکر ہے اور اس کے اوصاف سے جاہل ہے۔ جاں نباشد۔ علم جان کے لوازم میں سے ہے جبکہ وہ شیخ کے اوصاف سے جاہل ہے تو بے جان اور مردہ ہے، علم کی کثرت اور قلت سے جان کی قوت اور کمزوری کا پتہ چلتا ہے۔

[3] جانِ ما۔ انسان کی جان حیوان کی جان سے زیادہ قوی ہے، چونکہ اس کا علم بڑھا ہوا ہے، انسان کو کلیات اور جزئیات دونوں کا علم حاصل ہے، حیوانات کا علم جزئیات تک محدود ہے۔ حس مشترک۔ یعنی جو ادراک اور حواس انسان اور حیوان میں مشترک ہیں، فرشتہ ان سے بالاتر ہے لہٰذا کثرتِ معلومات کی بنا پر وہ انسان سے افضل ہے اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان افضل ہے۔ وز ملک۔ اہل اللہ کی جان فرشتوں سے زیادہ قوی ہے اسی لئے آدم ملائکہ کے مسجود بنے۔

ورنہ[1] بہتر را سجودِ دُوں ترے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا
امر کردن ہیچ نبود در خورے
حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا

کے پسندد عدل و لطف کردگار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی
کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے

جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا
جان جب بڑھ گئی، انتہا سے گذر گئی
شد مطیعش جانِ جملہ چیزہا
تمام چیزوں کی جانیں اُس کی فرمانبردار بن گئیں

مُرغ و ماہی و پَری و آدمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی
زانکہ اُو بیش ست ایشاں در کمی
کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے، وہ کمی میں ہیں

ماہیاں سوز نگر دلقش شوند
مچھلیاں اسکی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانے والی بن جاتی ہیں
سوزناں را رشتہا تابع بوند
دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم قدس سرہٗ بر لب دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ کا بقیہ

چوں نفاذِ[2] امر شیخ آں میر دید
جب اُس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا
زآمد ماہی شدش وجدے پدید
مچھلیوں کی آمد سے اُس پر وجد طاری ہو گیا

گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست
اُس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں
شہ تنے را کو لعین درگہ است
اُس پر تف ہے جو مردود بارگاہ ہے

ماہیاں از پیر آگہ ما بعید
مچھلیاں پیر سے با خبر ہیں ہم دور ہیں
عاشقی زیں دولت و ایشاں سعید
ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں

سجدہ کرد و رفت گریان و خراب
اُس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہو گیا
گشت دیوانہ ز عشق فتح باب
(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

پس تو اے ناشستہ رُو در چیستی
تو، اے گندہ رو! تو کس خیال میں ہے؟
در نزاع و در حسد با کیستی
کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟

بادم شیرے تو بازی می کُنی
تو شیر کی دُم سے کھیل رہا ہے
بر ملائک تُرکتازی می کُنی
فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے

1. ورنہ۔ اگر حضرت آدمؑ کی جان اور روح فرشتوں سے کم ہوتی تو افضل سے کمتر کو کیسے سجدہ کرایا جاتا۔ گلے۔ پھول کانٹے سے افضل ہے تو وہ کانٹے کا مسجود نہیں ہو سکتا ہے۔ جان چوں۔ جب اہل اللہ کی جان سب جانوں سے قوی ہے تو دیگر جانداروں کی جانیں اس کے تابع فرمان ہیں، اسی لئے مچھلیاں حضرت ابراہیم ادہمؒ کی خادم بن گئیں اور ان کی گدڑی سینے کے لئے سوئیاں لے کر نمودار ہوئیں۔
2. چوں نفاذ۔ جب اس امیر نے مچھلیوں کو حضرت ابراہیم کے تابع فرمان دیکھا اور دیکھا کہ ایک مچھلی ان کی سوئی لائی تو اس پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ گفت۔ اس سردار نے اپنی لاعلمی پر اظہار افسوس کیا کیونکہ اس کے دل میں پہلے وسوسہ آ چکا تھا اور شاہی چھوڑ کر فقر اختیار کر لینے پر متعجب تھا۔ فتح باب۔ چونکہ اس پر اسرار کا دروازہ کھل گیا اس کے عشق میں دیوانہ ہو گیا۔ پس۔ اب پھر شیخ پر معترض کو خطاب ہے۔ بادم شیرے۔ شیر کی دم سے کھیلنے والا یقیناً مارا جائے گا۔

بد چہ می گوئی[1] تو خیر محض را
تو خالص خیر کو برا کیوں کہہ رہا ہے؟

ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
خبردار! اِس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ

بد چہ باشد مس محتاج مہاں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج، ذلیل تانبہ

شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں
شیخ کیا ہوتا ہے؟ لا محدود کیمیا

مس اگر از کیمیا قابل نہ بد
اگر تانبا، کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا

کیمیا ازمس ہرگز مس نہ شد
تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی

بد چہ باشد سرکش آتش عمل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا

شیخ کہ بود عین دریائے ازل
شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا

بدکہ باشد ظالم ظلمت فزا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم

شیخ کہ بود عکس انوارِ خدا
شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پَرتو

بد چہ باشد آتش پُر دُود و سوز
بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ

شیخ آبِ کوثرے اندر تموز
شیخ ساون میں آبِ کوثر ہے

دائم[2] آتش را بترسانند ز آب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں

آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟

در رُخِ مہ عیب بینی می کنی
تو چاند کے رخ میں عیب بینی کررہا ہے

در بہشتے خار چینی می کنی
بہشت میں کانٹے چن رہا ہے

گر بہشت اندر روی اے خارِ جو
اے کانٹے تلاش کرنے والے! اگر تو بہشت میں جائے گا

ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا

می بپوشی آفتاب اندر گلے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے

رخنہ می جوئی ز بدرِ کاملے
چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

آفتابے کہ بتابد در جہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے

بہر خفاشے کجا گردد نہاں
چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟

عَیبہا از رَدِّ پیراں عیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بن گئے

غیبہا از رشک پیراں غیب شد
(اسرار) غیب پیروں کے رشک کیوجہ سے غیب بن گئے

---

1. بد چی گوئی۔ اس نے شیخ کو شرابی وغیرہ کہا تھا جو مجسم نیکی تھے۔ ترفع۔ اپنے آپ کو بلند کرنا۔ خفض۔ پستی۔ بد چہ بود۔ بد تو وہ شخص ہے جو تانبے کی طرح ہے اور شیخ کا محتاج ہے جو کیمیا کی طرح ہے۔ مس۔ اگر کوئی مرید فیض حاصل نہ کرے تو اس سے شیخ میں کوئی نقصان نہیں پیدا ہوتا، تانبا اگر کیمیا کا اثر نہ قبول کرے تو کیمیا میں کوئی خرابی نہیں آتی۔ بد چہ باشد۔ جس کے جہنمی اعمال ہیں، وہ بد ہے۔ شیخ ازلی دریا ہے۔ بد، ظالم اور ظلمت افزا ہے۔ شیخ خدائی انوار کا پرتو ہے۔ تموز۔ ایک گرمی کا مہینہ ہے جو ہندی حساب سے ساون میں آتا ہے۔
2. دائم۔ بد جبکہ آگ ہے اور شیخ آب کوثر تو آگ کو پانی سے نقصان پہنچتا ہے، پانی کو آگ سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا ہے۔ در رخِ مہ۔ شیخ آفتاب ہے، اس میں کوئی عیب نہیں ہے۔ بہشت میں کانٹے کی تلاش سعی لاحاصل ہے، اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنا عیب ہے۔ گر بہشت۔ اگر کوئی بہشت میں کانٹا تلاش کرنے جائے تو خود اس کا وجود کانٹا ہے، اسی طرح شیخ میں عیب تلاش کرنے والا خود عیب دار ہے۔ آفتاب۔ یعنی شیخ۔ گل۔ یعنی عیوب۔ بدر کامل۔ یعنی شیخ۔ خفاش۔ چمگادڑ یعنی شیخ کا عیب جو۔ عیبہا۔ عیوب تو عیوب اسی وجہ سے بنے ہیں کہ اُن کو شیوخ نے اپنے اندر پسند نہیں کیا ہے۔ غیبہا۔ اسرار غیبی اسی وجہ سے غیب ہیں کہ ان کو شیوخ نے ظاہر کرنا گوارا نہیں کیا ہے۔

بس ہنر[1] از ردِ آنہا عیب شد
بہت سے ہنر ہیں جو ان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عیب بن گئے

بس یقیں کز شک ایشاں ریب شد
بہت سے یقین ہیں جو اُنکے شک کی وجہ سے مشکوک ہو گئے

بارے از دوری ز خدمت یار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بن جا

در ندامت چابک و پُرکار باش
ندامت میں چست اور کار آمد بن جا

تا ازاں راہت نسیمے می رسد
تاکہ اُس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے

آبِ رحمت راچہ بندی از حسد
حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟

گرچہ دوری دور می جنباں تو دم
اگرچہ تو دور ہے، دور سے ہی دم ہلا

حَیْثُمَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وَجُھَکُمْ
تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اُس کی طرف) پھیر لو

چوں خرے در گل فتد از گام تیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے

دم بدم جُنبد برائے عزم خیز
اُٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے

جائے را ہموار نہ کند بہر باش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے

داند اُوکہ نیست آں جائے معاش
وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے

حِسِّ تو از حسِ خر کمتر بدست
تیری حسّ گدھے کی حسّ سے بھی کم ہے

کہ دلِ تو زیں وَحلہا بر نجست
کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا

دَر وَحل[2] تاویل رخصت می کنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے

چوں نمی خواہی کزاں دل بَر کنی
چونکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے

کایں روا باشد مرا من مُضطرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے، میں مجبور ہوں

حق نگیرد عاجزے را از کرم
اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے

اے چو کفتاری گرفتارِ فجور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجّو کی طرح ہے

ایں گرفتن رانہ بینی از غرور
دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

می بگویند اندروں کفتار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجّو اندر نہیں ہے

از بروں جوئید کاندر غار نیست
باہر تلاش کرو، کیونکہ غار میں نہیں ہے

---

1. بس ہنر۔ جس ہنر کو شیوخ پسند نہ کریں وہ ہنر نہیں ہے۔ جس یقین کو شیوخ یقین نہ سمجھیں وہ شک ہے۔ بارے۔ آخر کار۔ ندامت۔ یعنی اب تک دربار میں نہ پہنچنے کی شرمندگی۔ آبِ رحمت۔ حسد کی وجہ سے ان کے فیضان سے محروم نہ بن۔ می جنباں تو دم۔ تو دم ہلا یعنی محبت کر۔ حیثما کنتم۔ جس طرح سے قبلہ کا حکم ہے کہ دور سے بھی اس طرف رخ کر کے نماز پڑھ لی جاتی ہے، اسی طرح پیر بھی قبلہ ہے، اس کی طرف دور سے رخ کرنے سے بھی فیض حاصل ہو سکتا ہے۔ چوں خرے۔ گدھا دلدل میں پھنسنے کے بعد نکلنے کی مسلسل کوشش کرتا ہے اور اس کو جائے رہائش نہیں سمجھتا تو اگر انسان دنیاداری کی دلدل میں پھنسا ہوا ہے اس کو نکلنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حس تو۔ بدعمل اگر بداعمالی سے نجات پانے کی کوشش نہ کرے تو گدھے سے بدتر ہے۔
2. وحل۔ کیچڑ۔ در وحل۔ بعض بداعمال اور کوتاہ عمل اپنی مجبوری کا اظہار کر کے اپنے آپ کو مضطر قرار دیتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ مجبور کو خدا معذور سمجھتا ہے، یہ ان کا نہایت غلط خیال ہے۔ اے چو کفتاری۔ وہ گنہگار جس کا خیال ہے کہ اس کے گناہوں پر خدا اس کی گرفت نہیں کرتا ہے مولانا اس کو اس بجو سے تعبیر کرتے ہیں جو شکاریوں کے طرز عمل سے دھوکے میں ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔ می بگویند۔ مشہور ہے کہ شکاری بجو کے بھٹ پر کھڑے ہو کر آپس میں ایسی باتیں کرتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ بجو کو بھٹ سے باہر سمجھ رہے ہیں اور دراصل بجو کو دھوکا دینے کے لئے ایسی گفتگو کرتے ہیں، بجو ان کی گفتگو سے مطمئن ہو جاتا ہے اور گرفتار ہو جاتا ہے۔

نیست در سوراخ گفتار اے پدر　رفت تازاں[1] اُو بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے　وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے

ایں ہمی گویند و بندش می نہند　اُو ہمی گوید زمن کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اُس کو پھانس لیتے ہیں　وہ یہی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟

گر زمن آگاہ بودے ایں عدو　کے ندا کر دے کہ ایں گفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے　تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟

تاکہ بربندند و بیرونش کنند　غافل آں گفتار از ایں ریشخند
تاکہ باندھ لیں اور اُس کو باہر نکال لیں　بجو اس مذاق سے غافل ہے

دعویٰ کردن آں شخص کہ حق تعالیٰ مرانہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اُو را

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اُس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہد شعیبؑ　کہ خدا از من بسے دیدست عیب
(حضرت) شعیبؑ کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا　کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

چند دید از من گناہ و جرمہا　وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اُس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں　اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے

حق تعالیٰ گفت در گوشِ شعیبؑ　در جوابِ او فصیح از راہِ غیب
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا　صاف صاف جواب غیب کے راستہ سے

کہ بگفتی چند کردم من گناہ　وز کرم نگرفت در جرمم اِلٰہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں　اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے

عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ　اے رہا کردہ رَہ و بگرفتہ تیہ[2]
اے بیوقوف! تو اُلٹی اور بالعکس بات کہتا ہے　اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کیے ہوئے!

چند چندت گیرم و تو بے خبر　در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سَر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے　پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے

زنگ تو برتوت اے دیگ سیاہ　کرد سیمائے درونت را تباہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے　تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے

بر دلت زنگار بر زنگار ہا　جمع شد تا کور شد ز اُسرار ہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ　جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا

---

[1] رفت تازاں۔ یعنی بھاگتا ہوا پانی پینے گیا ہے۔ ریش خند۔ مذاق۔ دعویٰ کردن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ گنہگار گرفتار ہوتا ہے اور اس کو اپنی گرفتاری کا احساس نہیں ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ نے بطور وحی اس کا جواب حضرت شعیبؑ سے فرمایا۔ عکس می گوئی۔ یعنی تو واقعہ کے خلاف کہتا ہے، گرفتار ہے اور کہتا ہے خدا میری گرفت نہیں کرتا ہے۔ رہ۔ یعنی راہ ہدایت۔

[2] تیہ۔ یہ وہ جنگل تھا جس میں بنی اسرائیل نے راستہ گم کر دیا تھا اور چالیس برس تک اس میں چکر کاٹتے رہے یعنی گمراہی۔ سلاسل۔ سلسلہ کی جمع ہے، زنجیر۔ زنگ۔ مسلسل گناہ کرنے والے کو اپنے گناہ کے اثر کا اور اس پر گرفت کا احساس نہیں رہتا، اس کو چند مثالوں سے سمجھایا ہے۔

گر زند[1] آں دود بر دیگ نوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے
آں اثر بنمایدار باشد جوے
وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو

زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے
بر سفیدی آں سیہ رُسوا شود
سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے

چوں سیہ شد دیگ پس تاثیر دُود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھویں کی تاثیر
بعد ازاں بروے کہ بیند اے عنود
اے سرکش! اِس کے بعد اُس پر کون دیکھتا ہے؟

مردِ آہنگر کہ اُو زنگی بود
جو لوہار حبشی ہو
دود را با رُوش ہمرنگی بود
دھواں اُس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے

مردِ رُومی کو کند آہنگری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے
رویش ابلق گرود از دود آوری
دھواں دینے سے اُس کا چہرہ چتکبرا ہو جائے گا

پس نداند زود تاثیر گناہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے
تا بنالد زود گوید اے اِلٰہ
تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا!

چون کند اصرار و بد پیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے
خاک اندر چشم اندیشہ کند
تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

توبہ[2] نندیشد دگر شیریں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے، پھر میٹھا بن جاتا ہے
بردلش آں جرم تابیدیں شود
اُسکے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بے دین بن جاتا ہے

آں پشیمانی و یارب رفت ازو
اُس سے وہ شرمندگی اور یا رب (کہنا) جاتا رہا
شست بر آئینہ زنگ شصت تو
ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا

آہنش را زنگہا خوردن گرفت
اُس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا
گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اُس کے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا

چوں نویسی کاغذ اسپید بر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے
آں بنشتہ خواندہ آید در نظر
وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے

چوں نویسی برسرِ بنوشتہ خط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے
فہم ناید خواند نش گردد غلط
سمجھ میں نہیں آتا ہے اُس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے

[1] گرزند۔ نئی دیگ پر دھوئیں کا اثر نمایاں ہوتا ہے جس پر تہ بہ تہ دھواں جم چکا ہو، وہاں اثر نمودار نہیں ہوتا۔ مردِ آہن گر۔ اگر حبشی لوہار ہو تو اس کے چہرے کا رنگ خود کالا ہے، دھویں کا اثر نمودار نہ ہوگا۔ رومی چونکہ گورا ہوتا ہے، اس کے چہرے پر دھویں کے دھبے نمودار ہوں گے۔ پس ندانَد۔ جب اس کو گناہ کا احساس ہی نہیں رہتا تو وہ یا خدا یا خدا کہہ کر کہاں روئے گا۔ اصرار۔ جماؤ۔ خاک۔ اب اس کو گناہ، گناہ نظر نہیں آتا ہے۔

[2] توبہ۔ جب گناہ کے بارے میں گناہ کا تصور نہیں رہتا ہے تو توبہ بھی نہیں کرتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ پشیمانی۔ یعنی گناہ کرنے کی ندامت۔ شست۔ لشست کا مخفف ہے۔ آہنش۔ دل کے لوہے کو گناہوں کا زنگ کھانا شروع کر دیتا ہے اور دل کا گوہر بدرنگ ہو جاتا ہے۔ چوں نویسی۔ سفید کاغذ پر لکھو گے تو کتابت نظر آئے گی، لکھے پر لکھو گے تو کتابت کا اثر معلوم نہ ہوگا، یہی حال گناہ کا ہے۔ انسان شروع میں گناہ کرتا ہے تو گناہ کا اثر محسوس کرتا ہے، بار بار گناہ کرتا ہے تو اس کا اثر نظر سے غائب ہو جاتا ہے۔ گردد غلط۔ لکھے ہوئے پر لکھو گے تو پڑھ نہ سکو گے۔

کاں سیاہی بر سیاہی اوفتاد
اِس لئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی

ور سوم بارہ نویسی بر سرش
اور اگر اُس پر تو تیسری بار لکھے

پس چہ چارہ جز پناہِ چارہ گر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟

نا امیدیہا بہ پیشِ اُو نہید
نا اُمیدیوں کو اُس کے سامنے رکھو

چوں شعیبؑ [2] ایں نکتہا بادے بگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس سے کہے

جان اُو بشنید وحی آسماں
اُس کی جان نے آسمانی وحی سنی

گفت یا رب دفع من می گوید اُو
اُن (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا! وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے

گفت ستارم نگویم راز ہاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اُسکے راز نہیں بتاتا ہوں

یک نشانِ آنکہ می گیرم وُرا
اِس کی علامت کہ میں اُس کو پکڑتا ہوں ایک

وز نماز و از زکوٰۃ وغیر آں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی

می کند طاعات و افعالِ سنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے

طاعتش نغز ست و معنی نغز نے
اسکی (ظاہری) عبادت ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے

ہر دو خط [1] شد کور و معنی رُو نداد
دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی غائب ہو گئے

بس سیہ کر دی چو جانِ کافرش
تو تو نے کافر کی جان کی طرح اُس کو بالکل کالا کر دیا

نا اُمیدی مس و اکسیرش نظر
نا اُمیدی تانبا ہے اور اُس کی نظر اکسیر ہے

تاز دَردِ بے دَوا بیروں جہید
تا کہ لا علاج درد سے نکل سکو

زاں دمِ جاں در دلِ او گل شگفت
اُس روحانی پھونک سے اُس کے دل میں پھول کھلا

گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
بولا، اگر اُس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟

آں گرفتن را نشاں می جوید اُو
اُس گرفت کی علامت چاہتا ہے

جز یکے رمزے برائے ابتلاش
سوائے ایک اشارے کے اُس کی آزمائش کے لئے

آنکہ طاعت دارد از صوم و دُعا
یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے

لیک یک ذرّہ ندارد ذوقِ جاں
لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے

لیک یک ذرّہ ندارد چاشنی
لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے

جوزہا بسیار و در وے مغز نے
اخروٹ بہت ہیں اُن میں گری نہیں ہے

---

1. ہر دو خط۔ پہلی اور اب کی تحریر نہ پڑھی جائے گی نہ اس کے معانی سمجھ میں آئیں گے۔ جانِ کافر۔ کافر کو گناہوں کا احساس بالکل نہیں رہتا ہے۔ پس چہ چارہ۔ ایسے معصیت کار کی حالت بڑی خطرناک ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی مایوس نہ ہو اللہ کی نظر کرم اصلاح کر سکتی ہے۔ نا امیدیہا۔ اپنی مایوسیوں کو دربارِ خداوندی میں پیش کر کے اصلاحِ حال کی دعا کرے۔

2. چوں شعیبؑ۔ حضرت شعیبؑ پر جو وحی نازل ہوئی وہ اس گنہگار نے سنی تو اس کے دل میں کچھ روشنی پیدا ہوئی۔ گفت۔ لیکن پھر بھی گناہ پر خدا کی گرفت کی نشانی مانگنے لگا۔ ستار۔ پردہ پوش۔ رمز۔ اشارہ۔ ابتلا۔ آزمائش۔ یک نشان۔ گناہ پر گرفت کی ایک معمولی نشانی یہ ہے کہ گنہگار ہر طرح کی عبادت کرتا ہے لیکن ذوق اور لطف عبادت سے محروم رہتا ہے۔ سنی۔ بلند، روشن۔ چاشنی۔ لذت۔ طاعتش۔ یعنی ظاہری عبادات تو ٹھیک ہیں لیکن وہ اس مغز اور روح سے محروم ہے اور اس کی عبادت ایسی ہے جیسے بے گری کا اخروٹ۔

ذوق باید[1] تا دہد طاعات بر
ذوق چاہئے تاکہ عبادات پھل دیں
مغز باید تا دہد دانہ شجر
گری چاہئے تاکہ دانہ درخت اُگائے

دانۂ بے مغز کے گردد نہال
بے گری کا دانہ کب پودا بنتا ہے؟
صورتِ بیجاں نباشد جز خیال
بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے

چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اُس کو سنائے
از تفکر ہمچو خر در گل بماند
سوچ میں دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح ہو گیا

بقیہ قصۂ طعنہ زدنِ آں مردِ بیگانہ بر شیخ و جوابِ مُرید اُورا

اُس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اُس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہا تھا
کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاز
بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے

کہ منم بر حال زشت او گواہ
کہ میں اُس کو بری حالت کا گواہ ہوں
خمر خوارست و بدو کارش تباہ
شرابی ہے اور برا ہے اور اُس کا کام برباد ہے

کہ منش دیدم میانِ مجلسے
کہ میں نے اُس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے
اُو ز تقویٰ عاری ست و مُفلسے
وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

ورکہ باور نیست خیزی امشباں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اُٹھ
تا بہ بینی فسق شیخت را عیاں
تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے

شب ببردش برسرِ یک روزنے[2]
رات کو وہ اُسے ایک روشن دان پر لے گیا
گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
بولا، دیکھ فسق اور مزے اُڑانا

بنگر آں سالوسِ روز و فسق شب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق
روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیطرح رات میں ابولہب

روز عبداللہ اُو را گشتہ نام
دن میں اُس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا
شب نعوذ باللہ و در دست جام
رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام

دید شیشہ در کف آں پیر پُر
اُس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا
گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
بولا، اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا

تو نمی گفتی کہ در جامِ شراب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں
دیوی میزد بجد ہر دم شتاب
شیطان کوشش کر کے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے

---

[1] ذوق باید۔ جب تک ذوق عبادت حاصل نہ ہو جو بمنزلہ مغز کے ہے تو اس عبادت سے شجر و ثمر پیدا نہ ہوگا۔ نہال۔ پودا۔ صورت بے جاں۔ بے جان تصویر۔ می لائید۔ بکواس کرتا تھا۔ ژاژ۔ بکواس۔ کاز۔ بھینگا۔ کہ منم۔ معترض نے کہا میں اس شیخ کی بدچلنی کا گواہ ہوں، وہ شرابی اور برا ہے۔ مجلسے۔ یعنی شراب کی محفل۔ مفلس۔ یعنی نیکیوں سے خالی۔ ورکہ۔ اگر تجھے یقین نہیں ہے تو آج رات میرے ساتھ چل اور آنکھوں سے دیکھ لے۔

[2] روزنے۔ یعنی اس مجلس کے ایک روشندان کے پاس جہاں شیخ شراب کی مجلس میں تھا۔ سالوسِ روز۔ دن میں مکاری سے بزرگ بنا رہتا۔ فسق شب۔ یعنی رات کو فسق و فجور کرنا۔ ہمچوں۔ یعنی دن میں سنت نبوی پر عمل ہے اور شب کو بولہبی میں مبتلا ہے۔ عبداللہ۔ یعنی خدا کا نیک بندہ۔ نعوذ باللہ۔ یعنی شیطان جس سے ہم پناہ چاہتے ہیں۔ غر۔ دھوکا، فریب۔ تو نمی گفتی۔ تو نے خود کہا تھا کہ شراب کے جام میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔

گفت[1] جامم را چناں پُر کردہ اند
اُس (شیخ) نے کہا میرے جام کو انہوں نے اتنا بھر دیا ہے

کاندرو اندر نگنجد یک سپند
کہ اُس کے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے

بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرّہٗ
دیکھ اِس میں کوئی ذرہ سماتا ہے

ایں سخن را کژ شنیدہ غرّہٗ
بہکے ہوئے نے اُس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا

جامِ ظاہر خمر ظاہر نیست ایں
یہ ظاہری جام، ظاہری شراب نہیں ہے

دُور دار ایں راز شیخ غیب بیں
غیب بین شیخ کو اُس سے دور رکھ

جامِ مے ہستی شیخ ست اے فلیو
اے بیہودہ! جام شراب، شیخ کا وجود ہے

کاندرو ایدر نہ گنجد بولِ دیو
کہ اب اُس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے

پُر و مالا مال از نورِ حق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پُر اور مالا مال ہے

جامِ تن[2] بشکست و نورِ مطلق ست
جسم کا جام شکستہ ہو گیا ہے اور وہ مطلق نور ہے

نورِ خورشید ار بیفتد بر حدث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے

اُو ہماں نور ست نپذیرد خبث
وہ وہی نور ہے، نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب

ہاں بزیر آ منکرا بنگر بوے
خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے

آمد و دید انگبین خاص بود
وہ آیا اور اُس نے دیکھا خالص شہد تھا

کور شد آں دشمن کور و کبود
وہ اندھا، نیلا دشمن اندھا ہو گیا

گفت پیر آں دم مُرید خویش را
اُس وقت پیر نے اپنے مرید سے کہا

رَو برائے من بجوے اے کیا
ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو

کہ مرا رنج[3] ست مضطر گشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں

من زرنج از مخمصہ بگذشتہ ام
میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں

در ضرورت ہست ہر مُردار پاک
مجبوری میں ہر مردار پاک ہے

بر سرِ منکر ز لعنت باد خاک
منکر کے سر پر لعنت کی خاک

---

[1] گفت۔ شیخ نے کہا کہ میرا جام اس قدر پُر ہے کہ اس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ سپند۔ حرمل، ایک دانہ ہے جس کی دھونی نظر بد کے دفعیہ کے لئے دی جاتی ہے۔ کژ شنیدہ۔ یعنی شیخ کی بات کا مطلب وہ صحیح نہ سمجھا، شیخ نے جام سے جامِ شراب مراد نہ لیا تھا بلکہ جامِ مے سے مراد شیخ کا اپنا وجود تھا۔ فلیو۔ بوزن تشیب، احمق، بیہودہ۔ ایدر۔ بوزن دیگر، ایں جا، اکنوں۔ پُر۔ پورا جسم نورِ حق سے پُر ہے، اس میں شیطان کے اثرات کی گنجائش نہیں ہے۔

[2] جامِ تن۔ بلکہ وہ تو اب مقامِ فنا میں ہے۔ نورِ خورشید۔ جبکہ شیخ نورِ مطلق ہے تو کوئی جگہ اور مقام اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے، سورج کا نور اگر کوڑی پر پڑے تو اس سے وہ نجس نہ ہوگا۔ بزیر آ۔ چونکہ یہ باتیں روشندان کے ذریعہ ہو رہی تھیں۔ دید۔ یعنی اس کے ہاتھ میں شراب نہ تھی بلکہ خالص شہد تھا۔ گفت۔ شیخ نے اپنے مرید کی بدگمانی دور کرنے کے لئے اس سے کہا۔

[3] مرا رنج۔ یعنی میری تکلیف بھوک کی تکلیف سے بھی بڑھ گئی اور میں مضطر کے حکم میں ہوں جس کے لئے جان بچانے کے لئے حرام چیز کھا لینا جائز ہو جاتا ہے۔ مخمصہ۔ قرآن پاک میں ہے فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ یعنی جو بھوک کی وجہ سے مجبور ہو جائے اور گناہ کی طرف اس کا جھکاؤ نہ ہو اور وہ حرام کھا لے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ منکر۔ یعنی جو اس جواز کا انکار کرے۔

گرد خمخانہ برآمد آں مرید
وہ مرید شراب خانہ کی جانب گیا
بہر شیخ از ہر خمے اوے چشید
اُس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی

در ہمہ خمخانہا اُو مے ندید
اُس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی
گشتہ بد پُر از عسل[1] خم نبیذ
شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے

گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار
اُس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟
ہیچ خُمے در نمی بینم عقار
میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں

جملہ رنداں نزدِ آں شیخ آمدند
سب رند اُس شیخ کے پاس آئے
چشم گریاں دست برسَری زدند
روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے

دَر خرابات آمدی شیخ اجل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے
جملہ مَیہا از قدومت شد عسل
آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں

کردہ مے را تو مبدل از حدث[2]
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا
جانِ ماراہم بدل کن از خبث
ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے

گر شود عالم پراز خون بال بال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے
کے خورد بندہ خدا اِلّا حلال
اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

گفتن عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ

کہ تو بے مصلّی بہر جا کہ میروی نماز میکنی

بے مصلّے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت
ایک دن (حضرت) عائشہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا
یا رسول اللہ تو پیداوٗ نہفت
یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں

ہر کجا یابی نمازے می کنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں
می رَوی در خانۂ ناپاک و دنی
آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں

بے مصلّیٰ می گذاری تو نماز
بغیر مصلّے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں
ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
جہاں بھی روئے زمین ہو، راز بتائے؟

گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ
کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

---

[1] پُراز عسل۔ یعنی ہر مٹکا بجائے شراب کے شہد سے بھرا ہوا تھا۔ گفت۔ مرید نے دوسرے شرابیوں سے دریافت کیا کہ کیا معاملہ ہے کسی مٹکے میں بھی شراب نہیں ہے۔ عقار۔ شراب۔ جملہ رنداں۔ شیخ کی اس کرامت سے شرابی متاثر ہو گئے۔ خرابات۔ میخانہ۔

[2] مبدل از حدث۔ شراب ناپاک ہے شہد پاک ہے۔ خبث۔ یعنی گناہوں کی خباثت۔ گر شود۔ اللہ اپنے نیک بندوں کے لئے حلال روزی کی بہر حال سبیل پیدا فرما دیتا ہے، آئندہ حکایت کا بھی یہی خلاصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کے لئے ناپاک زمین کو بھی حکماً پاک بنا دیا ہے۔ بے مصلّی۔ یعنی زمین پر آپ کچھ بچھاتے بھی نہیں ہیں۔ دنی۔ کمتر درجہ کا۔ گرچہ میدانی۔ عموماً بچے پیشاب پاخانہ سے گھر کی زمین کو ناپاک کر دیتے ہیں۔

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر مہاں[1] — حق نجس را پاک کرد ایں را بداں

پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کے لئے — اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اِس کو سمجھ لے

سجدہ گاہم را ازاں رو لطف حق — پاک گردانید تا ہفتم طبق

اِس لئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو — ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

ہاں وہاں ترکِ حسد کن باشہاں — ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں

خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے — ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا

کو اگر زہرے خورد شہدے شود — تو اگر شہدے خوری زہرے بود

کیونکہ وہ اگر زہر کھا لے تو شہد بن جائے گا — تو اگر شہد کھائے زہر ہو گا

کو بدل گشت و بدل شد کارِ اُو — لطف گشت و نور شد مَرنارِ اُو

کیونکہ وہ بدل گیا اور اُس کا کام بدل گیا — وہ محبت بن گیا، اُس کی آگ نور بن گئی ہے

قوتِ حق[2] بود مر بابیل را — ورنہ مُرغے چوں کشد مرپیل را

ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی — ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟

لشکرے را مُرغکے چندے شکست — تا بدانی کاں صلابت از حق ست

بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دے دی — تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی

گر ترا وسواس آید زیں قبیل — رَو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل

اگر تجھے اِس سلسلہ میں شک ہو — جا، تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے

ورکنی با اُو مِرے و ہمسری — کافرم داں گر تو زیشاں سر بری

اگر تو اُس سے جھگڑا اور برابری کرے گا — مجھے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

کشیدنِ موش مہارِ اُشترے را و معجب شدنِ موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آ جانا

موشکے در کف مہارِ اُشترے — در ربود و شد رواں اُو از مِرے

ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں — لے لی، اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

شتر با چستی کہ با اُوشد رواں — موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں

جب اونٹ تیزی سے اُس کے ساتھ چلا — چوہے کو گھمنڈ ہو گیا، کہ میں پہلوان ہوں

[1] مہاں۔ بزرگ، بڑے لوگ۔ سجدہ گاہم۔ آنحضورﷺ نے ارشاد فرمایا "ساری زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور باعث پاکی بنادی گئی ہے۔" یعنی میں ہر جگہ نماز پڑھ سکتا ہوں۔ دیگر امتوں کو حکم تھا کہ وہ صرف عبادتخانوں میں عبادت کریں، اور پانی نہ ہونے کی صورت میں زمین سے تیمم کر لینا تیرے لئے پاکی ہے۔ کو اگر۔ خدا کا خاص بندہ اگر زہر بھی کھائے تو خدا اس کی تاثیر بدل دیتا ہے اور وہ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات کا مصداق ہوتا ہے۔ تو اگر۔ ایک گنہگار کا نماز روزہ بھی مردود ہو جاتا ہے۔

[2] قوتِ حق۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں اپنی صفت کا پرتو ڈال دیتا ہے ورنہ ابابیل جیسا پرندہ ابرہہ کے ہاتھیوں کو کیسے شکست دے دیتا۔ صلابت۔ سختی۔ سورہ۔ سورۃ الفیل میں ابابیلوں کے ذریعہ ابرہہ کے ہاتھیوں کی ہلاکت کا ذکر ہے۔ ورکنی۔ بڑوں سے جھگڑا اور ہمسری کا دعویٰ کرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ کشیدن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ چوہے نے اپنے سے بڑے اونٹ سے ہمسری کی اور شرمندہ ہوا۔ معجب۔ متکبر۔ مِرے۔ مقابلہ، جھگڑا۔ پہلواں۔ یعنی مجھ میں اتنی طاقت ہے کہ اونٹ کو قابو میں کر رکھا ہے۔

برشتر زد پرتو اندیشہ[1] اش
اُس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا

تا بیامد بر لب جوئے بزرگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا

موش آنجا ایستاد و خشک گشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا

ایں توقف چیست حیرانی چرا
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟

تو قلاووزی بہ اود پیش آہنگ من
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے

گفت ایں جوئے شگرفست و عمیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے

گفت اُشتر تا ببینم حد آب[2]
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں

گفت تازانوست آب اے کور موش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے

گفت مور تست ما را اژدہا ست
چوہے نے کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا

گر تُرا تا زانوست اے پُر ہنر
اے ہنرمند! اگر تیری ران تک ہے

گفت گستاخی مکن بارِ دگر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا

تو برے بامثل خود موشاں بکن
تو اپنے جیسے چوہوں سے مقابلہ کر

گفت توبہ کردم از بہر خدا
اُس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی، خدا کے لئے

گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اُس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا

کاندر و گشتے زبوں پیل سترگ
جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے

گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
اونٹ بولا، اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!

پابنہ مردانہ اندر جو درآ
بہادری سے قدم بڑھا، نہر میں آ جا

درمیان رہ مباش و تن مزن
راستہ میں نہ رک اور چپ نہ ہو

من ہمی ترسم ز غرقاب اے رفیق
اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں

پادروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا

از چہ حیراں گشتی ورفتی ز ہوش
تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا

کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
اس لئے کہ ران اور، ران میں بہت فرق ہے

مر مرا صد گز گذشت از فرقِ سر
تو میرے سر کی چندیا سو گز اونچا ہے

تانسوزد جسم و جانت زیں شرر
کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

باشتر مرموش را نبود سخن
چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے

بگذراں زیں آبِ مہلک مر مرا
اس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے

1. اندیشہ۔ یعنی اونٹ کی ہمسری کا خیال۔ تا بیامد۔ ایسی نہر آ گئی جس میں ہاتھی بھی نہ ٹھہر سکے۔ خشک گشت۔ یعنی نہر کے ڈر سے۔ توقف۔ ٹھہراؤ۔ قلاووز۔ راہنما۔ تن مزن۔ خاموش نہ ہو۔ شگرف۔ عجیب وغریب، خوفناک۔ غرقاب۔ پانی میں ڈوبنا۔
2. حد آب۔ یعنی پانی کی گہرائی۔ کور موش۔ اندھا چوہا، چھچھوندر۔ گفت۔ چوہے نے کہا کہ تیرے نزدیک معمولی اور چھوٹی چیز میرے لئے خطرناک اور بڑی ہے، تیرے زانو اور میرے زانو میں بہت فرق ہے۔ فرقِ سر۔ سر کا وہ اگلا حصہ جس پر مانگ نکالی جاتی ہے۔ گستاخی۔ یعنی ہمسری کا دعویٰ۔ شرر۔ چنگاری۔

رحم آمد مر شتر را گفت ہیں برجہ[1] و بر گردبانِ من نشیں
اونٹ کو رحم آ گیا، بولا، ہاں کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا

ایں گذشتن شد مسلّم مر مرا بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا یقینی ہے تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

چوں پیمبر نیستی پس رو براہ تا رسی از چاہ رو زے سوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر تاکہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) رتبہ پہنچ جائے

تو رعیت باش چوں سلطان نہ تنگ مراں چوں مردِ کشتیباں نہ
تو رعیت بن جا جب کہ تو بادشاہ نہیں ہے گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے

چوں نہ کامل دکاں تنہا مگیر دست خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دکان نہ کر تابع ہو جا تاکہ تو خمیر بن جائے

چونکہ[2] آزادیت ناید بندہ باش ہیں مپوش اطلس برو در ژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا، غلام بن جا خبردار! اطلس نہ پہن جا گدڑی ہیں رہ

اَنْصِتُوْا را گوش کن خاموش باش چوں زبانِ حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سن، چپ رہ جب تو اللہ کی زبان نہ بنا، کان بن جا

ور بگوئی[3] مشکل استفسار گو با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر

ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست را سخی شہوتت از عادت ست
تکبر اور کینہ کی ابتدا خواہش نفسانی سے ہے خواہش نفسانی تیری کا جماؤ، عادت کی وجہ سے ہے

چوں ز عادت گشتہ محکم خوئے بد خشم آید بر کسے کت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بری عادت پختہ ہو جائے تجھے اُس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے

چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او واکشد از گل ترا باشد عدو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے، جو بھی تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہو گا

---

[1] برجہ۔ جہیدن بمعنی کودنا سے بنا ہے۔ گردبان۔ پالان، جھول۔ مسلّم۔ تسلیم شدہ، یقینی۔ چوں پیمبر۔ جب انسان میں صلاحیت نہ ہو تو صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ تو رعیت باش۔ انسان کو اپنی حیثیت میں رہنا چاہیے۔ تنگ مراں۔ اگر کشتی بانی کی صلاحیت نہیں ہے، تو کشتی کنارے کنارے لے جانی چاہیے، گہرائی میں نہ لے جانی چاہیے۔ چوں نہ۔ جب تک تجارت میں مہارت نہ ہو مستقل دکان نہ کرنی چاہیے، ورنہ نقصان ہوگا۔ خمیر۔ آٹے میں خمیر اٹھ جاتا ہے تب روٹی پکانے کے قابل ہوتا ہے۔

[2] چونکہ۔ آزادانہ زندگی بسر کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو غلام بنا رہنا چاہیے۔ اطلس۔ مشہور ریشمیں کپڑا ہے۔ ژندہ۔ گدڑی، غرضیکہ جب تک کمال نہ ہو کسی شیخ کے تابع رہنا ضروری ہے۔ انصتوا۔ قرآن پاک میں ہے جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو یعنی جب تک وعظ و تلقین کی صلاحیت نہ ہو خاموشی سے شیخ کی نصیحت سنتا رہ۔

[3] ور بگوئی۔ اگر کوئی اشکال پیش آئے تو معترضانہ سوال نہ کر بلکہ تعلیم حاصل کرنے کے طور پر دریافت کر لے۔ ابتداء۔ انسان بزرگوں سے ہمسری تکبر کی وجہ سے کرتا ہے۔ یہ اور اس قسم کی برائیاں نفس کے تقاضہ سے پیدا ہوتی ہیں اور جب انسان ان برائیوں کو بار بار کرتا ہے تو نفس کی اس خواہش میں جماؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ خشم۔ اب اگر کوئی اس برائی سے روکے تو غصہ آتا ہے۔ گلخوار۔ مٹی کھانے والا۔

بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند　مانعانِ راہ خود را دشمن اند
بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں　اپنے راہ سے ہٹانے والوں کے دشمن ہیں

چونکہ کرد[1] ابلیس خو با سَروری　دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا　گدھے پن سے اُس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا

کہ بہ از من سَرورے دیگر بود　تا کہ اُو مسجود چوں من کس شود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہو گا؟　تا کہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے

سَروری زہرست جزآں روح را　کہ بود تریاق لانی ز ابتدا
اُس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے　جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو

کوہ گر پُر مار شد با کے مدار　کو بود اندر دروں تریاق زار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو، پروا نہ کر　کیونکہ اُس میں تریاق زار ہوتا ہے

سَروری چوں شد دماغت را ندیم　ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی　جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہو گا

چوں خلافِ خوئے تو گوید کسے　کینہا خیزد ترا با اُو بسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے　تجھ میں اُس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

کہ مرا از خوئے من برمیکند　خویش برمن میر و سَرور میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے　اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے

چوں نباشد خوئے بد سَرکش درو　کے فروزد از خلاف آتش درو
اُس میں جب کوئی بری عادت وظہور پذیر نہ ہو　تو مخالف کی آگ اُس میں کیوں بھڑکے؟

چوں نباشد خوئے بد محکم[2] شدہ　کے شود اندر خلاف آتشکدہ
جب اُس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو　تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟

با مخالف اُو مدارا می کند　در دلِ اُو خویش را جا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے　اُس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے

زانکہ خوئے بدبگشتت اُستوار　مور شہوت شد زعادت ہمچو مار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے　نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کیوجہ سے سانپ ہو گئی ہے

مارِ شہوت را بکش در ابتدا　ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتداء ہی میں مار ڈال　ورنہ تیرا یہ سانپ اژدہا بن جائے گا

---

[1] چونکہ کرد۔ شیطان کو سرداری کی عادت پڑ گئی تھی، اس لئے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہ کیا۔ سروری۔ سرداری۔ زہرست۔ حب جاہ نفس کا بہت بڑا رذیلہ ہے۔ تریاق لانی۔ لان پہاڑ کا تریاق جو زہر کے ازالہ میں بہت زود اثر ہوتا ہے۔ کوہ۔ اولیاء اللہ کے پاس تریاق ہے لہٰذا جاہ و رتبہ کا سانپ ان پر اثر نہیں کرتا ہے۔ ندیم۔ ہم مجلس، ساتھی۔ خصم عظیم۔ بڑا دشمن۔ چوں خلاف۔ جب کوئی کسی عادت کے خلاف اس کو نصیحت کرتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ نصیحت کرنے والا اپنی بڑائی اور سرداری جتاتا ہے۔ چوں نباشد۔ اگر انسان میں بری عادت نہیں ہوتی ہے تو نصیحت سے اس کو ناگواری نہیں ہوتی ہے۔

[2] محکم۔ مضبوط۔ مدارا۔ خاطر تواضع۔ زانکہ۔ غصہ کی وجہ یہی ہے کہ تیری بری عادت مستحکم ہو گئی ہے۔ مور۔ یعنی ادنیٰ نفسانی خواہش۔ مار۔ یعنی مہلک نفسانی خواہش۔ مار شہوت۔ نفسانی خواہش کو ابتداء دبا دینا چاہئے ورنہ خطرناک صورت اختیار کر لیتی ہے۔

لیک[1] ہر کس مور بیند مارِ خویش — تو ز صاحبدل کن اِستفسارِ خویش

لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے — تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے

ز ابتداءِ ایں مارِ شہوت را بکش — ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہش

نفسانی خواہش کے اِس سانپ کو شروع میں مار ڈال — ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدہا بن جائے گا

تانہ شد زر مس نداند من مسم — تانہ شد شہ دل نداند مفلسم

جب تک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں — جب تک دل شاہ بن جائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں

خدمت اکسیر کن مس وار تو — جور می کش اے دل از دلدار تو

تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر — اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر

کیست دلدار اہل دل نیکو بداں — کوچو روز و شب جہانست از جہاں

دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے، اہل دل (ہے) — جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے

عیب کم گو بندۂ اللہ را — متہم کم کن بد زدی شاہ را

اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر — بادشاہ کو چوری نہ لگا

ورنہ[2] باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں — پس روِ ہر دیو باشی مستہاں

ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز بن جائے گا — اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بن جائے گا

کراماتِ آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درونِ کشتۓ — ساختہ از رخت مردی پشتۓ

ایک کشتی میں ایک درویش تھا — جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یاوہ شد ہمیانِ زر اُو خفتہ بود — جملہ را جُستند اُو را ہم نمود

اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہو گئی، وہ سویا ہوا تھا — اُنہوں نے سب کی تلاش لی، اُس (مالک) نے ان کو وہ درویش بھی دکھلایا

کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم — کرد بیدارش زغم صاحب درم

اِس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں — اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اُس کو بھی بیدار کیا

کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است — جملہ را جستیم نتوانی تورست

کہ اِس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہو گئی ہے — ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکے گا

---

[1] لیک۔ لیکن عیب دار اپنے عیب کو معمولی سمجھتا ہے۔ تو ز صاحبدل۔ کسی شیخ سے اس رذیلہ کا انجام دریافت کرلے۔ تانہ شد۔ جب انسان کا کوئی رذیلہ زائل ہوتا ہے تب وہ سمجھتا ہے کہ وہ رذیلہ کس قدر خطرناک تھا۔ تانہ شد۔ ہر چیز ضد کے ذریعہ پہچانی جاتی ہے۔ خدمت اکسیر۔ جو شیخ تیری حقیقت بدل دے، وہ اکسیر ہے تو اس کے لئے بمنزلہ تانبے کے ہے۔ روز و شب۔ دن رات کو دنیا سے گریزاں مانا جاتا ہے صاحبدل بھی دنیا سے گریزاں اور متنفر ہوتا ہے۔

[2] ورنہ۔ اگر تو اہل اللہ پر تہمت دھرے گا تو حقیر ترین بن جائے گا، شیطان کا تابع ہو جائے گا۔ کرامات۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں پر تہمت دھرنا ہلاکت کا سبب ہے۔ رخت مردی۔ اس کا اعتماد و بھروسہ صبر و قناعت پر تھا۔ یاوہ۔ گم، ضائع۔ اُو را۔ یعنی مالک نے اس سوئے ہوئے فقیر کو بھی لوگوں کو دکھایا۔ صاحب درم۔ یعنی جس کی اشرفیاں گم ہوئی تھیں۔ چرمداں۔ چمڑے کی تھیلی یعنی ہمیانی۔ جملہ را جستیم۔ ہم نے سب کی جامہ تلاشی لی ہے۔

دلق بیروں کن برہنہ شو ز دلق ‖ تاز تو فارغ شود اوہام[1] خلق

گدڑی اُتار دے، گدڑی سے ننگا ہو جا ‖ تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں

گفت یا رب مر غلامت را خساں ‖ متہم کردند فرماں در رساں

اُس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے ‖ متہم کیا، حکم فرما دے

یَا غِیَاثِیْ عِنْدَ کُلِّ کُرْبَۃٍ ‖ یَا مُعَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ شِدَّۃٍ

اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس! ‖ اے ہر مصیبت میں میری پناہ!

یَا مُجِیْبِیْ عِنْدَ کُلِّ دَعْوَۃٍ ‖ یَا مَلَاذِیْ عِنْدَ کُلِّ مِحْنَۃٍ

اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے! ‖ اے ہر مشقت میں میرے ملجا!

چوں بدرد آمد دلِ درویش زاں ‖ سر بروں کردند ہر سو در زماں

جب اُس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی ‖ فوراً ہر جانب سے سر نکالا

ماہیان بے حد از دریائے ژرف ‖ در دہانِ ہر یکے دُرِّ شگرف

گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے ‖ ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی

صد ہزاراں ماہی از دریائے پُر ‖ در دہانِ ہر یکے دُرّے[2] چہ دُر

بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے ‖ ہر ایک کے منہ میں موتی، کے ساتھ (اچھا) موتی

ہر یکے دُرّ خراجِ مملکتے ‖ کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے

ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی ‖ کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے

دُرِّ چند انداخت در کشتی و جست ‖ مر ہوا را ساخت کرسی و نشست

چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی ‖ ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

خوش مربع چوں شہاں برتخت خویش ‖ او فرازِ اوج و کشتی اش بہ پیش

اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر ‖ وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اُس کے آگے

گفت او کشتی شما را حق مرا ‖ تا نباشد باشما دُزدِ گدا

اُس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے، میرا خدا ہے ‖ تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے

تا کرا باشد خسارت زیں فراق ‖ من خوشم جفت حق و از خلق طاق

دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو ‖ میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں

1۔ اوہام خلق۔ لوگوں کو تیرے اوپر بھی چوری کا گمان ہے۔ فرماں در رساں۔ کوئی حکم جاری فرما دے۔ غیاث۔ مدد۔ کربۃ۔ مصیبت۔ معاذ۔ جائے پناہ۔ مجیب۔ جواب دینے والا۔ ملاذ۔ جائے پناہ۔ محنۃ۔ مشقت۔ چوں۔ جب فقیر کے دل سے آہ نکلی تو دریا میں چاروں طرف سے مچھلیاں نمودار ہوئیں۔ ژرف۔ گہرا۔ دُر۔ موتی۔ شگرف۔ عجیب۔ درے چہ دُر۔ یعنی عجیب وغریب موتی۔

2۔ ہر یکے دُر۔ ہر مچھلی کے منہ میں ایسا بے مثل اور قیمتی موتی تھا جس کی قیمت ایک ملک کی آمدنی کے برابر تھی، چونکہ وہ بے مثل اللہ کی جانب سے تھا، اس لئے خود بھی بے مثل تھا۔ دُرِّ چند۔ درویش نے مچھلیوں سے چند موتی لے کر کشتی میں پھینک دیئے اور خود شاہوں کی طرح ہوا میں چوکڑی لگا کر بیٹھ گیا۔ مربّع۔ چوکڑی مار کر بیٹھنا۔ فراز۔ اونچائی۔ اوج۔ بلندی۔ گفت۔ ہوا میں معلق فقیر نے کہا میں تمہاری کشتی میں نہ بیٹھوں گا تاکہ تم بھی، چور فقیر کے ساتھ نہ رہو۔ تا کرا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جدائی تمہارے لئے مضر ہے یا میرے لئے، اب میرا اور اللہ کا جوڑ ہے اور مخلوق سے میں علیحدہ ہوں۔

نے مرا[1] او تہمت دزدی نہد — نے مہارم را بغمازے دہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے — نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے

بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام — از چہ دادندت، چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ! — تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟

گفت از تہمت نہادن بر فقیر — وز حق آزاری پئے چیزے حقیر
اُس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے — اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے

حاش للہ بل ز تعظیم شہاں — کہ نبودم بر فقیراں بد گماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے — کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا

آں فقیرانِ لطیف و خوش نفس — کز پئے تعظیم شاں آمد عبس[2]
وہ پاکیزہ، اور نیک دم فقیر — جن کی تعظیم کے لئے سورہ عبس نازل ہوئی ہے

آں فقیری بہر پیچا پیچ نیست — بل پئے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری اینچ پینچ کے لئے نہیں ہے — بلکہ اس لئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے

متہم چوں دارم آنہا را کہ حق — کرد امین مخزنِ ہفتم طبق
میں اُن کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جب کہ اللہ نے — ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے

متہم نفس[3] ست نے عقل شریف — متہم حس ست نے نورِ لطیف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل — متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور

نفس سوفسطائی آمد میزنش — کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سوفسطائی ہے اُس کی سرزنش کر — کیونکہ مارنا ہی اُسکے لائق ہے نہ اُس سے دلیل بیان رکھنا

معجزہ بیند فروزد آں زماں — بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے، اُس وقت منور ہو جاتا ہے — اِس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا

---

1. نے مرا۔ خدا نہ مجھ پر تہمت دھرتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ غماز۔ چغلخور۔ ہمام۔ سردار، بزرگ۔ عالی مقام۔ یہ کرامت کہ ہوا کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ گفت از تہمت۔ درویش نے طنزاً کہا یہ مقام فقیروں پر تہمت دھرنے اور معمولی چیز پر اللہ کا دل دکھانے سے ملا ہے۔ حاش للہ۔ پہلی بات تو طنزاً کہی تھی اب کرامات کا صحیح سبب بتایا۔ آں فقیراں۔ جن فقراء کی تعظیم سے یہ مقام حاصل ہوا ہے، وہ پاک نفس فقراء ہیں جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی جبکہ آنحضورﷺ نے ایسے ہی ایک فقیر سے ذرا بے التفاتی کا معاملہ کیا تھا۔
2. عبس۔ آنحضورﷺ سردارانِ قریش سے گفتگو فرما رہے تھے، اس اثناء میں عبداللہ ابن مکتومؓ نابینا آ گئے اور کچھ سوال کر بیٹھے۔ آنحضورﷺ کو ناگوار گزرا۔ اس پر سورہ عبس نازل ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آنحضورﷺ پر اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ آں فقیری۔ اللہ والوں کی فقیری صرف تعلق مع اللہ کے لئے ہے نہ لوگوں کو پھنسانے کے لئے۔ کرد امیں۔ جب اللہ کے نزدیک امین ہیں تو ان پر چوری کی تہمت کیسی۔ متہم۔ یہ بزرگ مجسم عقل اور نور ہیں جو تہمت سے بری ہیں۔
3. نفس۔ سوفسطائی فلاسفہ کا ایک فرقہ ہے جو اشیاء کی حقیقت کو نہیں مانتا ہے۔ ان میں سے اور یہ فرقہ ہے جو ہر دلیل کے بارے میں بھی یہ کہہ دیتا ہے کہ میں اس کو نہیں جانتا۔ ان کے بارے میں متکلمین نے کہا کہ ان کے لئے صرف پانچویں کتاب یعنی لاٹھی دلیل ہے، جب پٹیں گے تو اس حقیقت کے قائل ہو جائیں گے۔ معجزہ۔ یہ لوگ معجزہ کو بھی ایک حقیقت نہیں مانتے ہیں بلکہ محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر حقیقت ہوتا تو مستقل طور پر نظر آنا چاہیے تھا، حضرت موسیٰ کی لاٹھی اگر حقیقتاً سانپ ہی تھی تو ہمیشہ سانپ نظر آتی، چاند اگر حقیقتاً شق ہوا تھا تو ہمیشہ پھٹا ہوا نظر آنا چاہیے تھا۔

در حقیقت بود آں دید عجب — چوں مقیم چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا — تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟

ایں مقیم[1] چشم پاکاں می بود — نے قرین چشم حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے — حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے

کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ — کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے — مور، تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟

تانگوئی مر مرا بسیار گو — من ز صدیک گویم و آں ہمچو مو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ — میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی) بال برابر

تشنیع صوفیاں پیش شیخ براں صوفی کہ بسیاری گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اُس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت[2] زدند — پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی — (اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند دادِ جان ما — توازیں صوفی بجو اے پیشوا
شیخ سے کہا، ہمارا انصاف — اِس صوفی سے کر دیجئے، اے پیشوا!

گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں — گفت ایں صوفی سہ خوادارد گراں
اُس نے کہا، اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟ — ایک نے کہا، یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے

در سخن بسیار گو ہمچوں جرس — در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے — کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے

ور بخسپد ہست چوں اصحابِ کہف — صوفیاں کردند پیشِ شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحاب کہف کی طرح ہے — صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی

شیخ رُو آورد سوئے آں فقیر — کہ زہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اُس فقیر کی طرف رخ کیا — کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر

در خبر خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا — نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی وجہ بہتر ہے — خلطوں کا اعتدال مفید ہے

---

[1] ایں مقیم۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چونکہ ناپاک ہیں لہٰذا معجزہ جیسی پاک چیز اس میں نہیں ٹھہرتی ہے۔ پاک نگاہوں میں وہ حقیقت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ مور جیسا حسین پرندہ تاریک کنویں میں نہیں ٹھہر سکتا ہے۔ تانگوئی۔ میری ناصحانہ تقریروں کی وجہ سے مجھ پر بسیار گوئی کا الزام نہ لگانا، اس لئے کہ بسیار گوئی ایک نسبتی چیز ہے، میرے اعتبار سے یہ بسیار گوئی نہیں ہے، میں تو سو نصیحتوں میں بقدر ایک نصیحت کے بات کر رہا ہوں۔ تشنیع۔ برائی سے منسوب کرنا۔ اس حکایت کا مقصد بھی یہ ہے کہ اس درویش کی بسیار خوری اور بسیار گوئی اعتراض کرنے والوں کی نسبت تھی، خود اس کے اعتبار سے نہ تھی۔

[2] شنعت۔ عیب، طعنہ۔ داد۔ انصاف۔ سہ خو۔ یعنی اس فقیر میں تین بری عادتیں ہیں، زیادہ باتیں کرتا ہے، زیادہ کھاتا ہے، زیادہ سوتا ہے۔ اصحاب کہف۔ یہ بزرگ غار میں صدیوں سے سو رہے ہیں۔ زحف۔ تیزی سے چلنا، حملہ کرنا۔ ہر حالیکہ۔ یعنی ہر معاملے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ در خبر۔ حدیث شریف ہے خیر الامور اوساطہا یعنی ہر معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ اخلاطہا۔ بدن کی چاروں خلطیں سودا، صفرا، خون، بلغم اگر اعتدال پر رہتی ہیں تو صحت رہتی ہے ورنہ انسان مریض ہو جاتا ہے۔

گر یکے خلطے فزوں شد از عرض[1]
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے
در تن مردم پدید آید مرض
انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے

بر قرینِ خویش مَیفزا در صفت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ
کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
کیونکہ یہ یقیناً انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے

نطق موسیٰؑ بود با اندازہ لیک
(حضرت) موسیٰؑ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن
ہم فزوں آمد ز گفت یارِ نیک[2]
نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی

آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضرؑ سے جدائی بن گئی
گفت تو مِکثوی ھٰذا فراق
انہوں نے کہہ دیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے

موسیا بسیار گوئی در گذر
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، معاف کرو
چند گوئی رو وصال آمد بسر
کتنا بولو گے؟ ساتھ ختم ہوا

موسیا بسیار گوئی خیز و رَو
اے موسیٰؑ! تم بہت بولتے ہو، اُٹھو اور جاؤ
ورنہ بامن گنگ باش و کور و شو
ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

ور نرفتی وز ستیزہ شِشتۂ
اگر تم نہ گئے، اور ضد سے بیٹھے رہے
تو بمعنی رفتۂ و بگسستۂ
تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو

چوں حدث[3] کردی تو ناگاہ در نماز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے
گویدت سوئے طہارت رَو بتاز
وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ، دوڑو

ور نرفتی خشک جنباں می شوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو
خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا

رَو بر آنہا کہ ہم جفت تواند
اُن کے پاس جا، جو تیرے جوڑ کے ہیں
عاشقانِ و تشنۂ گفت تواند
تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں

پاسباں بر خوابناکاں برفزود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے
ماہیاں را پاسباں حاجت نہ بود
مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی

---

[1] عرض۔ یعنی کسی عارض کی وجہ سے۔ در صفت۔ یعنی جس طرح ساتھی کوئی کام کرے ویسا ہی تو کر، اس سے بڑھ کر نہ کر ورنہ اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ نطق موسیٰ۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کی باہمی گفتگو میں اگرچہ حضرت موسیٰؑ کی گفتگو اپنے اندازہ کے مطابق تھی لیکن حضرت خضر کے اعتبار سے وہ زیادہ تھی اس لئے جدائی ہوئی۔

[2] یارِ نیک۔ اس سے حضرت خضرؑ مراد ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ مراد ہو تو اس گفتگو کی طرف اشارہ ہے جو کوہ طور پر اللہ سے ہوئی تھی۔ در گذر۔ معاف کر۔ وصال۔ یعنی ساتھ رہنا۔ ورنہ۔ جو کچھ میں کہوں اس کے بارے میں سوال نہ کرو جو دیکھو اس پر اعتراض نہ کرو۔ شِشتہ۔ نشست کا مخفف ہے۔ بمعنی۔ یعنی میری مرضی کے بغیر ساتھ بھی رہو گے تو بھی باطنی طور پر مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہو۔

[3] چوں حدث۔ اگر نماز میں کوئی ناپاک ہو جائے اور وہ پھر رکوع سجدے کرتا ہے تو بیکار ہے، محض اٹھک بیٹھک ہے، نماز نہیں ہے۔ رو بر آنہا۔ جو تیری طرح بسیار گو ہوں اور تیری بسیار گوئی کے عاشق و مشتاق ہوں، ان کے ساتھ رہ۔ پاسباں۔ جب افادہ اور استفادہ ختم ہو گیا تو حاضری محض پہرہ داری ہے جس کی اہل اللہ کو ضرورت نہیں، پہرہ داری کی ضرورت سونے والوں کو ہوتی ہے، اہل اللہ ہر وقت بیدار رہتے ہیں۔

جامہ پوشاں[1] را نظر برگازرست — جانِ عریاں را تجلی زیورست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے — عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے
یاز عریاناں بیک سو باز رو — یا چو ایشان فارغ از تن جامہ شو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل — یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی — جامہ کم کن تارہِ اوسط روی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو — تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

عذر گفتن فقیر باآں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیرآں شیخ را احوال گفت — عذر را با آں غرامت کرد جفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے — اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا
ہر سوالِ شیخ را داد او جواب — چوں جواباتِ خضرؑ خوب و صواب
شیخ کے ہر سوال کا اس نے جواب دیا — (حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب
آں جواباتِ[2] سوالاتِ کلیم — کش خضرؑ بنمود از ربِّ علیم
(حضرت موسیٰؑ) کلیم کے سوالوں کے جواب — جوانکو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیئے
گشت مشکلہش حل و افزوں زیاد — از پئے ہر مشکلش مفتاح داد
اُن کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ) — اُن کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی
از خضرؑ درویش ہم میراث داشت — در جوابِ شیخ ہمت برگماشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا — شیخ کے جواب میں توجہ کی
گفت[3] راہِ اوسط ارچہ حکمت ست — لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے — لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے
آب جو نسبت باشتر ہست کم — لیک باشد موش را آں ہمچویم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے — لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے

---

1. جامہ پوشاں۔ کپڑے پہننے والوں اور دھوبی کا جوڑ ہے، ننگے اور دھوبی کا کوئی جوڑ نہیں ہے۔ یاز عریاناں۔ یا تو تم بھی علائق دنیوی قطع کر کے اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو ورنہ ان سے علیحدگی اختیار کر لو۔ ورنمی تانی۔ اگر بالکلیہ دنیا سے غیر متعلق نہیں ہو سکتے تو تعلق کو کم کر دو۔ غرامت۔ تاوان، الزام۔ جوابات خضر۔ حضرت خضر نے حضرت موسیٰ کو تسلی بخش جواب دیئے تھے۔
2. آں جوابات۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے سوالات کے جواب اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر کی زبان سے دلائے۔ گشت۔ حضرت موسیٰؑ کو جس قدر اشکالات پیش آئے تھے وہ ان کے لئے یادداشت سے بھی زیادہ حل ہو گئے اور اشکال کے کھولنے کی کنجی ان کے ہاتھ آ گئی۔ از خضر۔ اس درویش کو بھی جوابدہی کی میراث حضرت خضر سے حاصل ہوئی تھی۔ ہمت۔ باطنی توجہ۔
3. گفت۔ درویش نے جواب میں کہا بے شک درمیانی راہ دانائی کی بات ہے لیکن کسی چیز کا درمیانی ہونا نسبتی بات ہے۔ ہر چیز کسی چیز کے اعتبار سے درمیانی ہے، کسی چیز کے اعتبار سے کم ہے اور کسی چیز کے اعتبار سے زیادہ۔ آب جو۔ پہلے قصہ میں نہر کا پانی اونٹ کے اعتبار سے کم تھا اور چوہے کے اعتبار سے بہت زیادہ تھا۔

ہر[1] کرا باشد وظیفہ چار ناں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں
دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے

ور خورد ہر چار دور از اوسط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے
اُو اسیر حرص مانند بط است
وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے

ہر کہ اُو را اشتہادہ ناں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو
شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے

چوں مرا پنجاہ ناں ست اشتہے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے
مر تراشش گردہ، ہمدستیم نے
تجھے چھ روٹیوں کی، ہم برابر ہیں؟ نہیں

تو بدہ رکعت نماز آئی ملول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے
من بپانصد در نہ آیم در نحول
میں پانچ سو سے بھی کمزور نہیں ہوتا

آں یکے[2] تا کعبہ حافی می رَوَد
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے
ویں یکے تا مسجد از خودی شود
اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

آں یکے دَر پاکبازی جان بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی
ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی

ایں وَسط دَر بانہایت می رَوَد
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے
کہ مرو را اول و آخر بود
جن کا اول اور آخر ہو

اول و آخر بباید تا دراں
اول اور آخر چاہئے تاکہ ان میں
در تصور گنجد اوسط یا میاں
اوسط یا بیچ متصور ہو سکے

بے نہایت چوں ندارد دو طرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے
کے بود اُو را میانہ منصرف
تو اُسکے (افراط وتفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہوسکتا ہے؟

اوّل و آخر نشانش کس نداد
اُس کے اول اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا
گفت لَوْ کَانَ لَہُ الْبَحْرُ مِدَادُ
فرمایا، خواہ اُس کی روشنائی سمندر ہوں

---

1. ہر کرا۔ جس کی خوراک چار روٹیاں ہوں اگر وہ دو یا تین کھائے تو درمیانی بات ہے اور اگر چار کھائے تو اوسط اور درمیانی بات نہ ہوگی۔ بط۔ بطخ ہر وقت کھاتی ہے۔ ہر کہ۔ جس کی خوراک دس روٹیاں ہیں اگر وہ چھ کھائے تو اوسط اور درمیانی بات ہے۔ چوں مرا۔ پچاس روٹیاں کھانے والا اور چھ روٹیاں کھانے والا برابر نہیں ہیں۔ تو بدہ رکعت۔ ایک شخص نماز کی دس رکعتوں میں تھک جاتا ہے تو دس رکعتیں اس کے اعتبار سے زیادہ ہیں، ایک شخص پانچ سو رکعتیں پڑھ کر بھی نہیں تھکتا، اس کے اعتبار سے یہ دس رکعتیں کم ہیں۔ آں یکے۔ ایک شخص کعبہ تک ننگے پیر بآسانی جاسکتا ہے تو کعبہ تک ننگے پیر جانا اس کے اعتبار سے افراط نہیں ہے، دوسرا شخص جو محلہ کی مسجد تک بھی ننگے پیر نہ جاسکے، اس کے اعتبار سے وہ افراط ہے۔
2. آں یکے۔ ایک پاکباز کے لئے جان دینا آسان ہے، بخیل کی روٹی دینے میں جان نکلتی ہے۔ ایں وسط۔ اب تک تو اس درویش نے یہ سمجھایا تھا کہ میری خوراک ان کے اعتبار سے زیادہ ہے لیکن میرے اعتبار سے وہ وسط درجہ ہے اب گفتگو کے بارے میں جواب دیتا ہے کہ درمیان اس چیز کا ہوتا ہے جس کی ابتدا اور انتہا ہو تو اس چیز کا وسط اور درمیان متعین ہو سکتا ہے لیکن لامحدود اور لامتناہی کا وسط متعین نہیں کیا جاسکتا، کلمہ اور کلام لامحدود ہے۔ لو کان البحر مداد۔ قرآن پاک میں ہے لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے اگر سمندر روشنائی بنے تو سمندر ختم ہو جائے گا قبل اس کے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں، اگرچہ اس جیسا اور سمندر مدد کے لئے لائیں، یہ اللہ کے کلمات کے لئے آیت ہے لیکن مولانا نے اس سے مطلق کلمہ اور کلام مراد لے کر استدلال ذکر کر دیا ہے۔

ہفت دریا گر شود کلی مدید[1]
پورے سات سمندر اگر روشنائی بنیں
نیست مر پایاں شدن را ہیچ اُمید
ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے

باغ و بیشہ گر بود یک سَر قلم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں
زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہوگا

آں ہمہ حِبر و قلم فانی شود
یہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے
ویں حدیث بے عدد باقی بود
یہ ان گنت بات باقی رہے گی

حالت من خواب را ماند گہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے
خواب پندارد مر اُو را گمرہے
اُس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے

چشم من خفتہ دلم بیدار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا، میرے دل کو بیدار سمجھ
شکل بیکارِ مرا بَرکار داں
میری بے کار صورت کو باکار سمجھ

گفت پیغمبرؐ کہ عَینَاَیْ تَنَامُ
پیغمبرؐ نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں
لَا یَنَامُ قَلْبِیْ عَنْ رَبِّ الْاَنَامْ
میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں سوتا ہے

گفت پیغمبرؐ کہ خُسپد چشم من
پیغمبرؐ نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں
لیک کے خُسپد دلم اندر وَسَن[2]
لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے
چشم من خفتہ دلِ در فتح باب
میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں، میرا دل غیب میں مشغول ہے

مَردلم را پنج حس دیگر ست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں
حس دل را ہر دو عالم منظرست
دل کے حس کے لئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

توز ضعف خود مکن در من نگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ
بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تیرے لئے رات ہے، مجھ پر وہی رات صبح ہے

بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ
تیرے لئے قید خانہ ہے، میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے
عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے

پائے تو در گل مرا گل گشتہ گل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے
مر ترا ماتم مرا سور و دُہل
تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے

---

[1] مدید۔ مداد کا اہالہ ہے، روشنائی۔ باغ و بیشہ۔ تمام باغوں اور جنگلوں کی لکڑیوں کے قلم بنائے جائیں۔ حبر۔ روشنائی۔ حدیث بے عدد۔ اللہ کے کلمات۔ حالت۔ اب اس درویش نے اپنی نیند کے بارے میں اعتراض کا جواب شروع کیا ہے۔ شکل بیکار۔ یعنی جبکہ میں بظاہر سویا ہوا ہوں اس وقت بھی دل یادِ خدا میں ہوتا ہے۔ گفت۔ حدیث شریف ہے تنام عینای و لا ینام قلبی میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا ہے۔

[2] وسن۔ نیند۔ چشم تو بیدار۔ درویش نے معترض سے کہا۔ فتح باب۔ یعنی اسرار الٰہی کے دروازہ کی کشادگی۔ مردلم۔ حواسِ ظاہری کے علاوہ میرے دل کے بھی حواس ہیں، حواسِ ظاہری عالم دنیا کا ادراک کرتے ہیں دل کے حواس کا عالم آخرت منظر ہے۔ منظر۔ دیکھنے کی جگہ۔ تو زضعف۔ یعنی تو اپنی حالت پر مجھے قیاس نہ کر، تیرا دل خوابیدہ ہے میرا دل بیدار ہے تو تیری شب میری صبح ہے، دنیاوی مشاغل تیرا قید خانہ ہیں میں اس دنیا میں بھی باغ میں ہوں مشاغل دنیوی سے آزاد ہوں، مشاغل دنیوی میں تو مشغول ہے، میں ان سے فارغ ہوں۔ پائے تو۔ تو دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور یہی دنیا میرے توجہ الی الحق کا ذریعہ ہے تو یہ تیرے لئے سوگ میرے لئے خوشی اور خوشی کا ذریعہ ہے۔ دہل۔ ڈھول جو عموماً شادیوں میں بجایا جاتا ہے۔

در زمینم[1] با تو ساکن در محل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں
می دَوَم بر چرخ، ہفتم چوں زحل
ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں

ہمنشینت من نیم سایہ من ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں، میرا سایہ ہے
بر تر از اندیشہا پایہ من ست
میرا مرتبہ، خیالات سے بالاتر ہے

زانکہ من زاندیشہا بگذشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالا تر ہو گیا ہوں
خارجِ اندیشہ پویاں گشتہ ام
میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

حاکم اندیشہ ام محکوم نے
میں خیال پر حاکم ہوں، محکوم نہیں ہوں
زانکہ بَنّا حاکم آمد بر بنے
کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے

جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے
زاں سبب خستہ دل و غم پیشہ اند
اِس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے

قاصداً خود را باندیشہ دہم
میں قصداً اپنے آپ کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں
چوں بخواہم ازمیاں شاں برجہم
جب چاہتا ہوں اُن کے درمیان سے کود جاتا ہوں

من چو مُرغِ او جم اندیشہ مگس
میں بلندی کا پرندہ ہوں، فکر مکھی ہے
کے بود برمن مگس را دسترس
مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟

قاصداً زیر آیم از اوجِ بلند
میں کبھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آجاتا ہوں
تا شکستہ پاگاں برمن تنند
تا کہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں

چوں ملالم[2] گیرد از سِفلی صفات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں
بَر پرم ہمچوں طیور الصافات
الصافّات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں

پَرِ من رستست ہم از ذاتِ خویش
میرے پر اپنی ذات سے اُگے ہیں
بر نچفسانم دو پرمن باسریش
میں اپنے دونوں پر سریش سے نہیں چپکاتا ہوں

جعفرِ طیارؓ را پر جاریہ است
(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں
جعفرِ طرّار را پَر عاریہ است
جعفر طرّار کے پر مانگے ہوئے ہیں

---

[1] درزمینم۔ میں دنیا میں رہتے ہوئے بھی عالم بالا کی سیر کرتا ہوں۔ سایہ من ست۔ میرا جسم ناسوتی تیرا ہم نشین ہے جو بمنزلہ سایہ کے ہے اور اصل روح ہے جو وحدت کی وجہ سے فکر و اندیشہ سے بالاتر ہے۔ حاکم اندیشہ۔ مجھے اپنے خیالات پر پورا قابو ہے جس طرح بنانے والے کو عمارت پر قابو ہوتا ہے۔ جملہ خلقاں۔ عام لوگ اپنے خیالات کے تابع ہوتے ہیں، اسی لئے غم وفکر میں مبتلا رہتے ہیں۔ قاصداً۔ اولیاء اللہ اپنے اوپر استغراق وغیرہ کی کیفیات طاری کرتے رہتے ہیں۔ من چو۔ بلند پرواز پرند پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے۔ قاصداً۔ انبیاء اور اولیاء اپنے مقام سے نزول اختیار کر لیتے ہیں تا کہ عوام ان سے مستفید ہو سکیں۔

[2] چوں ملالم۔ جب عوام کی سطح اختیار کرنے سے ملال پیدا ہوتا ہے تو پھر عروج اختیار کر لیتے ہیں۔ پرمن۔ یہ میرا عروج میرا ذاتی ہے، مستعار نہیں ہے۔ جعفر طیار۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔ ۸ ہجری میں غزوہ موتہ میں چند ہزار فوج کے ساتھ تین لاکھ فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے دونوں بازو کٹ جانے کے بعد شہید ہوئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جنت میں دو بازو ایسے عطا کئے ہیں جن کے ذریعہ وہ جہاں چاہتے ہیں اڑ کر چلے جاتے ہیں، اس بشارت کی وجہ سے ان کا لقب طیار "بہت اڑنے والا" اور ذوالجناحین "دو بازوؤں والا" پڑا۔ جعفر طرار۔ جیب تراش جعفر، عرب کا بہت چالاک شخص تھا جس نے دو فرضی بازو لگا رکھے تھے۔

نزد[1] آنکہ لَم یَذُقْ دعویست ایں ۔۔۔ نزد سکانِ اُفق معنی ست ایں

جس نے مزانہ چکھا ہو اُس کیلئے یہ (باتیں محض) دعویٰ ہیں ۔۔۔ اُفق کے رہنے والوں کے لئے یہ حقیقت ہے

لاف و دعویٰ باشد ایں پیشِ غراب ۔۔۔ دیگ تی و پُر یکے پیشِ ذُباب

کوے کے سامنے یہ محض، دعویٰ اور ڈینگ ہے ۔۔۔ مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے

چونکہ دَر توہی شود لقمہ گہر ۔۔۔ تن مزن چندانکہ بتوانی بخور

جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے ۔۔۔ پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا

شیخ روزے[2] بہر دفع سوئے ظن ۔۔۔ در لگن قے کرد و پُر دُر شد لگن

ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کے لئے ۔۔۔ سلفچی میں قے کر دی اور سلفچی موتیوں سے بھر گئی

گوہر معقول را محسوس کرد ۔۔۔ پیر بینا بہر کم عقلی مرد

عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا ۔۔۔ بینا پیر نے (اُس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے

چونکہ در معدہ شود پاکت پلید ۔۔۔ قفل بہ بر حلق و پنہاں کن کلید

چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے ۔۔۔ حلق پر تالا لگ لے اور کنجی کو چھپا دے

ہر کہ در وے لقمہ شد نورِ حلال ۔۔۔ ہر چہ خواہد گو بخور اُو را حلال

جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بن جائے ۔۔۔ کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اُس کیلئے حلال ہے

در بیانِ[3] صدقِ دعویٰ کہ محض معنی بود نزدیک صاحب حال و دوریٔ بیگانگاں

اُس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحب حلال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اُس سے دوری

گر تو ہستی آشنائے جانِ من ۔۔۔ نیست دعویٰ گفت معنی لانِ من

اگر تو میری جان سے واقف ہے ۔۔۔ میری حقیقت آشیانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

گر بگویم نیم شب پیشِ توام ۔۔۔ ہیں مترس از شب کہ من خویش توام

اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں ۔۔۔ خبردار! رات (ہونے کیوجہ سے) نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں

ایں دو دعویٰ پیشِ تو معنی بود ۔۔۔ چوں شناسی بانگ خویشاوند خود

یہ دونوں دعوے تیرے حقیقت ہوں گے ۔۔۔ جب کہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے

---

1. نزد۔ اسرار کی یہ باتیں ان لوگوں کے نزدیک محض دعویٰ ہیں جو اس ذوق سے واقف نہیں۔ اصحاب ذوق کے لئے یہ حقیقت ہیں۔ ایں۔ اسرار کا بیان۔ غراب۔ کوا جو چالاکی میں مشہور ہے۔ دیگ۔ مکھی کے لئے ایک ذرہ خوراک کافی ہے وہ دیگ کے پُر اور خالی ہونے کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتی ہے۔ تی۔ تہی کا مخفف ہے۔ چونکہ۔ لذیذ غذائیں شہوانی قوتوں کے اضافہ کا سبب نہ بنیں تو حسب خواہش کھائی جا سکتی ہیں۔

2. شیخ روزے۔ وہی درویش جو اپنی بسیار خوری کی معذرت کر رہے تھے، انہوں نے کھایا ہوا قے کر کے دکھا دیا۔ گوہر معقول۔ کھانے کا گوہر بننا اگرچہ حقیقتاً نہیں ہوتا بلکہ وہ اولیاء کے پیٹ میں پُر انوار بنتا ہے لیکن انہوں نے بطور کرامت معنوی موتی کو بھی ظاہری موتی بھی کر کے دکھا دیا۔ چونکہ۔ عوام اور راہ سلوک کا سفر طے کرنے والوں کے معدے میں پاک چیز پہنچ کر بھی ناپاک بن جاتی ہے، اس لئے ان کو کم خوری چاہیے۔

3. در بیان۔ اب چند مثالیں ایسی دیتے ہیں جن میں خود دعویٰ ہی دلیل ہوتا ہے اور وہ دعویٰ دلیل سے مستغنی ہوتا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ گر تو ہستی۔ اگر تو صاحب باطن ہے۔ دعویٰ۔ یعنی جو دلیل کا محتاج ہو۔ گفت معنی لان۔ لان مخفف لانہ بمعنی آشیانہ ہے، معنی لان یعنی لانہ معنی اور یہ مضاف و مضاف الیہ گفت کی صفت ہے۔ گر بگویم۔ یہ اس کی پہلی مثال ہے کہ بعض دعوے خود اپنی دلیل ہوتے ہیں کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں ہوتے۔ ایں دو دعویٰ۔ یعنی سامنے ہونا اور رشتہ دار ہونا۔

پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں
ہر دو معنی بود پیشِ فہم نیک[1]
دونوں دعوے اچھی سمجھ کے لئے حقیقت ہوں گے

قربِ آوازش گواہی می دہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے
کایں دَم از نزدیک یارے می جہد
کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آ رہی ہے

لذتِ آوازِ خویشاوند نیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی
شد گو ابر صدقِ آں خویش عزیز
اُس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی

باز بے الہام احمق کو ز جہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے
می نداند بانگ بیگانہ زاہل
غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے

پیشِ او دعویٰ بود گفتارِ او
اُس کے سامنے اُس کا دعویٰ (محض) گفتار ہو گی
جہل اُوشد مایۂ اِنکار اُو
اُس کا جہل اُس کے اِنکار کا سرمایہ ہو گا

پیشِ زیرک کاندرونش نورہاست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں
عین ایں آواز معنی بود راست
بعینہ آواز صحیح حقیقت ہوتی ہے

یا بتازی گفت یک تازی زباں
یا کوئی عربی زباں داں عربی میں کہے
کہ ہمی دانم زبانِ تازیاں
کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں

عین تازی گفتنش معنی بود
اُس کا عربی میں بولنا حقیقت ہو گی
گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اگرچہ اُس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے

یا نویسد[2] کاتبے بر کاغذے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے
کاتب و خط خوانم و من ابجدے
میں لکھنے والا ہوں اور خطبہ پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں

ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعویٰ ہے
ہم نوشتہ شاہدِ معنی بود
لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ ہے

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا
درمیانِ خواب سجادہ بدوش
خواب میں کندھے پر مصلیٰ ڈالے ہوئے

من بدم آں و انچہ گفتم خواب دَر
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا
با تو اَندر خواب در شرحِ نظر
تجھے نظر (و فکر) کی تشریح میں

---

1. فہم نیک۔ عقل سلیم ان دونوں دعووں کو حقیقت سمجھے گی اور ثبوت کی طالب نہ ہوگی۔ لذت۔ رشتہ دار کی آواز کی لذت دعوے کی گواہ ہے۔ باز بے الہام۔ جو اللہ کی جانب سے الہام سے محروم ہیں وہ اپنے اور بیگانہ کی آواز میں امتیاز نہیں کر سکتے ہیں، ان کے سامنے کسی بزرگ کا کچھ کہنا بیکار ہے وہ اپنی نادانی سے فوراً انکار کر دیتے ہیں۔ پیش زیرک۔ جو لوگ عقلمند ہیں اور ان کو حق سے مناسبت ہے وہ فوراً بزرگوں کی بات پر یقین کر لیتے ہیں اور کسی دلیل کے بھی طالب نہیں ہوتے۔ یا بتازی۔ یہ دوسری مثال ہے کہ عربی دانی کا عربی زبان میں دعویٰ خود دعویٰ اور دلیل ہے۔
2. یا نویسد۔ یہ تیسری مثال ہے اگر کوئی شخص کاغذ پر لکھے کہ میں حروف تہجی سے واقف ہوں اور لکھنا جانتا ہوں تو یہ دعویٰ بھی ہے اور خود دلیل بھی ہے۔ یا بگوید۔ یہ چوتھی مثال ہے، اگر کوئی بزرگ کسی سے اس کا رات کا دیکھا ہوا خواب بیان کر دے اور یہ کہے کہ تم نے خواب میں جو ایک شخص دیکھا تھا اور اس نے فلاں فلاں نصیحتیں کی تھیں وہ میں ہی تھا تو تم اس کے دعوے کو فوراً مان لو گے اور کبھی مزید دلیل کے طالب نہ ہو گے۔

گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن
یاد رکھ، بالے کی طرح کان میں ڈال لے
چوں تُرا یاد آید آں خواب ایں سخن
جب تجھے خواب یاد آئے گا یہ بات
گرچہ دعویٰ می نماید ایں و لے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے، لیکن
پس چو حکمت ضالہ مومن بود
جب کہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے
چونکہ خود را پیشِ او یابد فقط
جب کہ وہ اپنے آپ کو بالکل اُس کے سامنے پاتا ہے
تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب
جب تو پیاسے کو کہے، دوڑ
ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رَو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا
یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ
یا بطفلِ[2] شیر مادر بانگ زد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو
طفل گوید مادرا حجت بیار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟
در دلِ ہر اُمتی کزحق مزہ است
جس اُمتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے
چوں پیمبر از بروں بانگے زند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے

ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
اِس بات کو ہوش کا راہبر بنا لے
معجزہ نو باشد و رازِ کہن[1]
نیا معجزہ ہو گی اور پرانا راز۔
جانِ صاحب واقعہ گوید بلے
صاحب واقعہ کا دل، ہاں کہتا ہے
آں زہر کہ بشنود موقن شود
اُس کو جس سے سنتا ہے یقین کرنے والا ہو جاتا ہے
کے بود شک چوں کند خود را غلط
شک کب ہو سکتا ہے؟ اپنے آپ کو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟
دَر قدح آبست و بستان زود آب
پیالے میں پانی ہے، جلدی پانی لے لے
از برم اے مدعی مہجور شو
اے مدعی! مجھ سے دور ہو
جنس آب ست و ازاں مائے مَعیں
پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے
کہ بیا من مادرم ہاں اے وَلد
کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں
تا کہ باشیرت بگیرم من قرار
تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو
روی و آوازِ پیغمبر معجزہ است
پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے
جانِ اُمت در دروں سجدہ کند
اُمت کی رُوح اندر سجدہ کرتی ہے

---

1. رازِ کہن۔ یعنی جو خواب میں دیکھا تھا۔ صاحب واقعہ۔ یعنی جس نے خواب دیکھا تھا۔ پس چو حکمت۔ حکمت دانائی کی بات کو مومن کی گمشدہ چیز قرار دیا گیا ہے، اپنی چیز گم کرنے والا جب گمشدہ چیز کو دیکھتا ہے فوراً پہچان لیتا ہے، اس کو کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ موقن۔ یقین کرنے والا۔ تشنہ۔ ایک مومن کے حکمت کو پہچان لینے کی مثال یہ ہے کہ اگر پیاسے سے کہا جائے کہ جلد آ جا پیالے میں پانی ہے، لے لے تو فوراً دوڑ پڑے گا کبھی دلیل کا طالب نہ ہوگا۔
2. یا طفل۔ اگر ماں اپنے دودھ پیتے بچے کو کہتی ہے کہ جلد آ جا میں دودھ پلا دوں تو وہ بچہ فوراً اس کا دعویٰ مان لیتا ہے اور کبھی دلیل کا طالب نہیں بنتا ہے۔ در دل۔ جن لوگوں کے دل میں ذوقِ حق ہوتا ہے، نبی کا چہرہ اور اس کی آواز ہی ان کے لئے معجزہ ہوتی ہے، وہ معجزے کے کبھی طالب نہیں ہوتے ہیں۔ چوں پیمبر۔ نبی کی دعوت پر فوراً ان کی روح سر تسلیم خم کر دیتی ہے۔

زانکہ جنس بانگ اُو اندر جہاں　　از کسے نشنیدہ باشد گوشِ جاں
اِس لئے کہ اُس کی آواز کی مانند دنیا میں　　روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی

آں غریب[1] از ذوقِ آوازِ غریب　　در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجب آواز کے ذوق سے　　سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے

چوں کند سجدہ زجان و دل غریب　　از زبانِ حق شنید اِنِّیْ قَرِیْب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے　　اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے بیشک میں قریب ہوں

سجدہ کردن یحییٰ و مسیحؑ یک دیگر را در شکم مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادرِ یحییٰؑ چو حامل بود ازو　　بود با مریم نشستہ دو بدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب ان سے حاملہ تھیں　　(حضرت) مریمؑ کے روبرو بیٹھی تھیں

مادرِ یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت　　پیشتر از وضع حمل خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے (حضرت) مریمؑ سے آہستہ سے　　اپنے وضع حمل سے پہلے...... کہا

کہ یقیں دیدم دروں تو شہے ست　　کہ اولو العزم[2] و رسولِ آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے　　جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے

چوں برابر او فتادم با تو من　　کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی　　اے عقلمند میرے حمل نے سجدہ کیا

ایں جنیں مرآں جنیں را سجدہ کرد　　کز سجودش در تنم افتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اُس بچہ کو سجدہ کیا　　جس نے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا

گفت مریمؑ من درونِ خویش ہم　　سجدۂ دیدم ازیں طفل شکم
(حضرت) مریمؑ نے کہا، میں نے بھی اپنے پیٹ میں　　اِس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

اِشکال آوردن ناداناں بریں قصہ

نادانوں کا اس قصہ پر اِشکال لانا

اَبلہاں گویند ایں افسانہ را　　خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
بے وقوف کہتے ہیں کہ اِس قصہ پر　　لکیر کھینچ دے، کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے

---

[1] غریب۔ یعنی دنیا کا مسافر، راہِ سلوک کا مسافر۔ آوازِ غریب۔ یعنی نبی کی عجیب آواز۔ در سجود آید۔ یعنی اطاعت کر لیتا ہے سر تسلیم خم کر دیتا ہے۔ انی قریب۔ بے شک میں نزدیک ہوں قرآن پاک میں ہے جب ہمارے بندے تم سے ہمارے بارے میں دریافت کریں تو کہہ دو میں ان سے قریب ہوں۔ مادرِ یحییٰ۔ یعنی حضرت زکریا کی بیوی۔ یہ حضرت یحییٰ کی ماں ہیں۔ مریم۔ حضرت مسیح کی والدہ محترمہ۔ وضع حمل۔ بچہ جننا۔ درونِ تو۔ تیرے پیٹ میں۔

[2] اولو العزم۔ صاحب عزم و عزیمت پانچ بڑے رسول ہیں حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ، آنحضور علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ رسول آگاہ۔ یعنی صاحب کتاب رسول۔ ذوالفطن۔ دانائی والا۔ جنین۔ وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ کز سجودش۔ پیٹ کے بچہ کی حرکت سے ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ گفت مریمؑ۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ میرے پیٹ کے بچہ نے بھی تیرے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کیا تھا۔ ایں فسانہ۔ یعنی دونوں حمل کے ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ۔ خط بکش۔ قلم پھیر دے۔

زانکہ[1] مریمؑ وقت وضع حمل خویش — بود از بیگانہ دور وہم ز خویش

کیونکہ (حضرت) مریمؑ اپنے وضع حمل کے وقت — اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی

مریمؑ اندر حمل جفت کس نشد — از برونِ شہر اُو واپس نشد

(حضرت) مریمؑ حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں — وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں

از برونِ شہر آں شیریں فسوں — تانشُد فارغ نیامد خود دروں

وہ شیریں دم شہر کے باہر سے — جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں

چوں بزادش آنگہانش برکنار — بر گرفت و برد تا پیش تبار

جب اُن کو جن لیا، اُس وقت بغل میں — لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں

مادرِ یحیٰیؑ کجادیدش کہ تا — گویدَ اُو را ایں سخن دَر ماجرا

(حضرت) یحیٰیؑ کی والدہ نے اُن کو کہاں دیکھا تاکہ — قصہ میں اُن سے یہ بات کہیں

جوابِ اشکال و بیانِ مقصود از قصہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند[2] کانکہ اہل خاطرست — غائب آفاق اُو را حاضرست

اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحب دل ہے — غائب دنیا اُس کے سامنے حاضر ہے

پیشِ مریمؑ حاضر آید دَر نظر — مادرِ یحیٰیؑ کہ دورست از بصر

(حضرت) مریمؑ کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے — (حضرت) یحیٰیؑ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں

دیدہا بستہ بہ بیند دوست را — چوں مشبک کردہ باشد پوست را

آنکھیں بند کئے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے — جب کہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

ورندیدش[3] نز برون و نزدروں — از حکایت گیر معنی اے زبوں

اگر اُنہوں نے اُنھیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر — اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے

نے چناں کا فسانہا بشنیدۂ — ہمچوشیں برنقش اُو چسپیدۂ

کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سنے ہیں — (اور) شین کی طرح اُن کے نقش جیسے تو چپٹ گیا ہے

---

[1] زانکہ۔ قرآن پاک میں حضرت مریمؑ کے قصہ میں ہے فحملتہ فانتبذت بہٖ مکانا قصیا اس پر مریم کو حمل رہ گیا وہ حمل لے کر کہیں الگ دور کے مکان میں ہو بیٹھیں یعنی حضرت مریمؑ کے حالت حمل میں ان کے پاس کوئی دوسرا نہ تھا۔ واپس نہ شد۔ وہ شہر سے نکل کر چلی گئی تھیں لہٰذا وہاں حضرت یحیٰیؑ کی والدہ کہاں تھیں۔ شیریں فسوں۔ حضرت مریمؑ۔ چوں بزادش۔ قرآن پاک میں ہے فاتت بہ قومہا تحملہ وہ مریمؑ اس بچہ کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لائیں۔ تبار۔ خاندان، قبیلہ۔

[2] ایں بداند۔ اس قصہ کو وہ سمجھ سکتا ہے جو ایسا صاحب دل ہو کہ غائب از نظر چیزیں بھی اس کے سامنے ہوں۔ پیش مریمؑ۔ ایک جواب یہ ہے کہ دونوں میں باہمی روحانی طور پر گفتگو ہوئی ہو۔ دیدہا بستہ۔ جن لوگوں نے مجاہدات کے ذریعے اپنے بدن کو چھلنی بنادیا ہو وہ آنکھیں بند کر کے دور کی چیز دیکھ لیتے ہیں۔

[3] ورندیدش۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت مریمؑ نے حضرت یحیٰیؑ کی والدہ کو نہ ظاہری طور پر دیکھا اور نہ باطنی طور پر اور قصہ غلط بھی ہو تو نتیجہ جو صحیح ہے اس پر عمل کرو یعنی اللہ کے نیک بندوں کی تعظیم کرو۔ نے چناں۔ تم سب سے افسانے سنتے ہو جن کا نفس الامر میں وجود نہیں ہوتا لیکن کسی سے ان کو سن کر صحیح نتیجہ نکال لیتے ہو۔ ہمچوشیں۔ حرف شین لفظ نقش کے ساتھ ایسا جڑا ہوا ہے کہ اس کی اس سے علیحدگی ناممکن ہے۔

تا ہمی گفت آں کلیلہ[1] بے زباں
حتی کہ بے زباں اُس کلیلہ نے کہا
چوں سخن نو شد ز دمنہ بے بیاں
اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟

ور بدانستند لحن ہم دگر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے
فہم اُو چوں کرد بے نطق ایں بشر
بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا!

درمیانِ شیر و گاوٗ آں دمنہ چوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح
شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا

چوں وزیرِ شیر شد گاوِ نبیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟
چوں زعکس ماہ ترساں گشت پیل
ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟

ایں کلیلہ[2] وَ دمنہ جملہ افتریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے
ورنہ کے با زاغ لکلک را مَریست
ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟

اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے
اندر و معنی مثالِ دانہ ایست
اُس میں معنی دانہ کی طرح ہے

دانہ معنی بگیرد مَردِ عقل
عقلمند انسان معنی کا دانہ لے لیتا ہے
ننگرد پیمانہ را گرگشت نقل
پیمانہ کیطرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو جائے

در بیانِ ماجرائے شمع و پروانہ وگل وبلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبلیں وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار
بلبل اور گل کا قصہ سن
گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

ماجرائے شمع با پروانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ، تو
بشنو و معنی گزیں زافسانہ تو
سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے

گرچہ گفتے نیست سِرّ گفت ہست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے
ہیں ببالا پر مپرچوں چغد پست
خبردار! اونچا اُڑ چغد کی طرح نیچے نہ اُڑ

گفت در شطرنج کایں خانہ رُخ ست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رُخ کا گھر ہے
گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(دوسرے نے) کہا اُس کو گھر کہاں سے مل گیا؟

---

[1] کلیلہ ودمنہ۔ دو فرضی گیدڑوں کے نام ہیں جن کا باہمی مکالمہ وغیرہ اس کتاب میں درج ہے، اس میں مذکور ہے کہ کلیلہ نے بغیر زبان کے یہ کہا تو بتاؤ کہ دمنہ کی بات بغیر بتائے اس نے کیسے سن لی جو بغیر زبان کے جواب کی نوبت آئی۔ اچھا وہ اگر آپس میں ایک دوسرے کی بات سمجھتے بھی تھے تو یہ انسان صاحب اس کو کیسے سمجھ گئے جو نقل کر رہے ہیں۔ درمیاں۔ اس میں لکھا ہے کہ دمنہ، شیر اور بیل کے درمیان ایلچی بنا اور پھر اس نے دونوں کو دھوکا دے دیا۔ چوں وزیر۔ اس میں لکھا ہے کہ ایک بیل ایک شیر کا وزیر تھا اور ایک ہاتھی چاند کے عکس سے بدک گیا۔

[2] ایں کلیلہ۔ غرض سارا کلیلہ دمنہ کا قصہ جھوٹ ہے ورنہ کوے اور لق لق کا کیا جھگڑا ہے۔ اے برادر۔ لیکن ان تمام قصوں سے نتائج اخذ کر لئے جاتے ہیں لفظوں کی مثال پیمانہ کی سی ہے اور معنی کی مثال غلہ کی سی ہے مقصود غلہ ہے نہ کہ پیمانہ۔ دربیان۔ شمع و پروانہ اور گل وبلبل کے افسانے بھی اسی قبیل سے ہیں کہ ان سے مقصود معنی اور نتائج کا اخذ کرنا ہے۔ گرچہ گفتے۔ گل وبلبل کی آپس میں کبھی باتیں نہیں ہوئیں۔ گرچہ۔ ان خبروں میں اگرچہ گفتگو اور کلام نہیں ہوتا لیکن مقصد کلام جو نتیجہ ہے وہ حاصل ہے۔ گفت درشطرنج۔ لفظی کج بحثی کی مثال ہے۔ رخ۔ شطرنج کے مہرے کا نام ہے۔

خانہ را بخرید یا میراث یافت
اُس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا
فرخ آنکس کو سوئے معنی شتافت
مبارک ہے وہ شخص جو معنی کی طرف دوڑا

گفت نحوی[1] زید عمرواً قد ضرب
نحوی نے کہا عمرو کو مارا
گفت چونش کرد بے جرمے ادب
(شاگرد نے) کہا اُس کو بے خطا کیوں سزا دی؟

عمرو را جرمش چہ بدکاں زید خام
عمرو کی کیا خطا تھی؟ کہ اُس نالائق زید نے
بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
اُس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا

گفت ایں پیمانۂ معنی بود
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنی کا پیمانہ ہوتے ہیں
گیر معنی را کہ پیمانہ است رد
معنی کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے

زید و عمرو از بہر اعراب ست و ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کیلئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں
گر دروغ ست آں تو با اِعراب ساز
اگر وہ جھوٹ بھی ہیں تو اعراب کو سمجھ لے

گفت نے من آں ندانم، عمرو را
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا، عمرو کو
زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
زید نے بلا قصور اور بلا خطا کیوں مارا؟

گفت زو لاچار و لاغے[2] بر کشود
(نحوی نے) اُس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی
عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرا لی تھی

زید واقف گشت دُزدش را بزد
زید کو پتہ چل گیا اُس نے اپنے چور کو مارا
چونکہ از حد بُرد اُو را حد سزد
چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اِس کیلئے سزا مناسب تھی

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلاں

باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا
کژ نماید راست در پیشِ کژاں
ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے

گر بگوئی اَحولے رامہ یکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے
گویدت نے دوست در وحدت شکے ست
وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے

ور برو خندد کسے گوید دو است
اور اگر اُس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں
راست دارد ایں سزائے بدخواست
سچ سمجھ لے گا بدخصلت کی سزا یہی ہے

بر دروغاں جمع می آید دروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے
لِلْخَبِیْثَاتِ اَلْخَبِیْثُوْنَ زَد فروغ
خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لئے ہیں واضح ہے

---

[1] گفت نحوی۔ قد ضرب زید عمرو نحو میں عام طور پر جملہ کی مثال اور فاعل پر پیش اور مفعول پر زبر آنے کی یہ مثال دی جاتی ہے، عمرو اور عمر میں فرق کے لئے عمرو میں ایک واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے، مثال کا اصل مقصد سمجھنے کے بجائے یہ سوالات کرنا لفظی کج بحثی ہے۔ گفت ایں۔ استاد نے سمجھایا کہ مثال کا اصل مقصد سمجھ لے۔ گر دروغ است اگر زید نے عمرو کو نہیں مارا اور یہ جھوٹ بھی ہے تو تجھے ان سے کیا بحث تو اصل مقصد سمجھ لے۔ گفت نے۔ شاگرد اصل بات سمجھنے کو تیار نہیں ہوا اور پھر یہی دریافت کرنے لگا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا۔

[2] لاغ۔ مذاق۔ عمرو۔ اس میں جو واؤ زیادہ لکھی جاتی ہے وہ اس نے چرالی تھی اس لئے اس کو مارا ہے۔ حد۔ سزا۔ پذیرا۔ غلط آدمیوں کو غلط باتیں پسند آتی ہیں۔ کژ۔ کج۔ کژاں۔ کج ہیں۔ گر بگوئی۔ بھینگا چاند کے ایک ہونے کو تسلیم نہ کرے گا، چاند کا دو ہونا جو غلط ہے، اس کو تسلیم کر لے گا۔ بر دروغاں۔ یعنی جھوٹے جھوٹ کو فوراً تسلیم کر لیتے ہیں۔

دل فراخاں[1] را بود دست فراخ — چشم کوراں راعثارِ سنگلاخ

فراخدلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے — اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں

ہر کہ اُو جنس دروغ ست اے پسر — راست پیشِ اُو نباشد معتبر

اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے — سچ اُس کے لئے معتبر نہیں ہوتا

ہر کرا دندانِ صدقے رُستہ شد — از دروغ و از خباثت رستہ شد

جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں — وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

جستن آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اُس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اُس کا میوہ کھا لے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں — کہ درختے ہست در ہندوستاں

ایک عقلمند نے، داستان کے طور پر کہا — کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے

ہر کسے کز میوۂ اُو خورد و بُرد — نے شود اُو پیر و نے ہرگز بمُرد

کہ جس کسی نے اُس کا میوہ کھا لیا اور حاصل کر لیا — نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا

بادشاہے ایں شنید از صادقے — بر درخت و میوہ اش شد عاشقے

ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا — درخت اور اُس کے میوے کا عاشق ہو گیا

قاصد دانا ز دیوانِ اَدب — سوئے ہندوستان رواں کرد از طلب

ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد — تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

سالہامی گشت آں قاصد ازو — گردِ ہندستاں برائے جستجو

اُس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا — تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف

شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت — نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت

اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما — نہ کوئی جزیرہ بچا، نہ پہاڑ، نہ جنگل

ہر کرا پُرسید کردش ریشخند — کایں نجوید جز مگر مجنون بند

اُس نے جس سے پوچھا اُس نے اُس کی مذاق اڑائی — کہ یہ (درخت) پاگل خانہ کے لائق مجنون کے سوا کوئی تلاش نہ کرے گا

بس کساں صفعش زدند اندر مزاح — بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح

بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اُڑائے — بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!

جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف — کے تہی ماند کجا باشد گزاف

تو جیسے صاف دل ذہین کی تلاش — کب خالی جائے گی؟ کہاں بیکار ہو گی؟

---

[1] دل فراخاں۔ وسیع القلب لوگ۔ عثار۔ لڑکھڑانا، پھسلنا۔ سنگلاخ۔ پتھریلی زمین۔ جستن۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ظاہر بیں لفظوں سے رغبت رکھتا ہے، معانی کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے۔ گفت۔ ایک عقلمند نے یہ کہا کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے کہ جو اس کا میوہ کھا لے وہ نہ کبھی بوڑھا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ بادشاہے۔ بادشاہ نے اس بیان کے لفظوں کی طرف توجہ کی اور یہ سمجھا کہ حقیقتاً کوئی ایسا درخت ہے جس سے مستقل جوانی اور زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور اس کی تلاش میں ایک صاحب کو روانہ کر دیا۔ ازو۔ یعنی بادشاہ کا قاصد۔ جستجو۔ یعنی درخت کی تلاش میں۔ ریش خند۔ مذاق، دل لگی۔ مجنونِ بند۔ وہ پاگل جو قید خانہ میں بند کر دینے کے قابل ہو۔ صفع۔ چپت، طمانچہ۔ مزاح۔ مذاق۔ گزاف۔ فضول۔

وین مرا عاتش[1] صفع دگر — وین زصفع آشکارا سخت تر

اِس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی — یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا

می ستودندش بتسخر کاے بزرگ — در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ

مذاق میں اُس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ! — فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان

در فلاں بیشہ درختے ہست سبز — بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز

فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے — جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اُس کی ہر شاخ موٹی ہے

قاصد شہ بستہ درجُستن کمر — می شنید از ہر کسے نوعِ دگر

بادشاہوں کا قاصد جستجو میں کمر بستہ تھا — (لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا

بس سیاحت کرد آنجا سالہا — می فرستادش شہنشہ مالہا

وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا — بادشاہ اُس کو بہت مال بھیجتا رہا

چوں بسے دید اندراں غربت تعب — عاجز آمد آخرالامر از طلب

جب اُس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں — انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آ گیا

ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد — زاں غرض غیر خبر پیدا نشد

مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا — اِس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

رشتۂ اُمید او بگستہ شد — جستۂ او[2] عاقبت ناجستہ شد

اُس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا — انجام کار اُس کا قابل جستجو ناقابل جستجو ہو گیا

کرد عزمِ باز گشتن سوئے شاہ — اشک می بارید و می بریدہ راہ

اُس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کر لیا — آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردنِ شیخ سِرِّ آں درخت را با آں طالب مقلد

اُس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اُس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قُطبے کریم — اندراں منزل کہ آئس شد ندیم

ایک شیخ عالم، قطب، شریف (رہتا) تھا — اُس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا

گفت من نومید پیش او رَوَم — ز آستان او براہ اندر شوم

بولا میں مایوس اُس کے سامنے جاؤں — (شاید) اُس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں

تا دُعائے او بود ہمراہِ من — چونکہ نومیدم من از دلخواہِ من

تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے — چونکہ میں مقصود سے مایوس ہو گیا ہوں

---

1. وین مرا عاتش۔ اس طرح کی غلط ہمدردی اس کے لئے چپت بازی سے بھی زیادہ تکلیف دہ تھی۔ تسخر۔ تمسخر۔ ہول۔ یعنی ہولناک۔ سترگ۔ بڑا عظیم الشان۔ گبز۔ موٹا۔ نوع دگر۔ یعنی ہر شخص سے جداگانہ قسم کی بات سنتا تھا۔ سیاحت۔ سفر، سیر۔ مالہا۔ یعنی اخراجات کے لئے بادشاہ روپیہ پیسہ بھیجتا رہتا تھا۔ غربت۔ مسافرت۔ تعب۔ تھکن، تکلیف۔ مقصود۔ یعنی درخت۔ غرض۔ یعنی درخت۔ غیر خبر۔ یعنی باتوں کے سوا۔

2. جستۂ او۔ یعنی جس درخت کو ڈھونڈنے نکلا وہ ناقابل جستجو ثابت ہوا ہے۔ عزم۔ پختہ ارادہ۔ طالب مقلد۔ یعنی وہ قاصد۔ قطبے۔ یعنی وہ شیخ قطب وقت تھا۔ آئس۔ مایوس شخص۔ ندیم۔ شریک مجلس۔ براہ۔ یعنی اس رستہ پر پڑ جاؤں جو درخت تک پہنچا دے۔ دل خواہ۔ مقصد۔

رفت پیشِ شیخ با چشمِ پُر آب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا

اشک می بارید مانند سحاب
ابر کی طرح آنسو برساتا تھا

گفت شیخا وقت رحمت رافت[1] ست
کہا، اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے

نا اُمیدم وقت لطف ایں ساعت ست
میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے

گفت وا گو کز چہ نومیدیستت
(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری نا امیدی کس چیز سے ہے؟

چیست مطلوبِ تو رُو با کیستت
تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟

گفت شاہنشاہ کردم اختیار
اُس نے کہا بادشاہ نے مجھے چنا

از برائے جُستنِ یک شاخسار
ایک درخت کی تلاش کے لئے

کہ درختے ہست نادر در جہات
کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے

میوۂ اُو مایۂ آبِ حیات
جس کا پھل آبِ حیات کا سرمایہ ہے

سالہا جُستم ندیدم زُو نشاں
میں نے سالوں تلاش کیا، اُس کا نشان نہ دیکھا

جز کہ طنز و تسخرِ ایں سَر خوشاں
سوائے ان مستوں کے طنز اور مذاق کے

شیخ خندید و بگفتش اے سلیم
شیخ ہنسا اور اُس سے کہا اے بھولے!

ایں درخت علم باشد در علیم
یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر

بس بلند[2] و بس شگرف و بس بسیط
جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے

آبِ حیوانے زدریائے محیط
محیط سمندر کا، آب حیات ہے

تو بصورت رفتۂ اے بے خبر
اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا

زاں ز شاخ معنی بے بار وبر
اسلئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے

گہ درختش نام شد گہ آفتاب
کبھی اُس کا نام درخت بنا کبھی سورج

گاہ بحرش[3] نام گشت وگہ سحاب
کبھی اُس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر

آں یکے کش صد ہزار آثار خاست
وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے

کمتریں آثارِ اُو عمر بقاست
اُس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے

---

1. رافت۔ مہربانی۔ لطف۔ مہربانی، شفقت۔ واگو۔ صاف بتا۔ اختیار۔ پسند کرنا، چننا۔ شاخسار۔ درخت۔ جہات۔ اطراف۔ آب حیات۔ وہ پانی جس کو پی کر ابدی زندگی حاصل ہو جائے۔ سرخوشاں۔ مست و بے خود لوگ۔ سلیم۔ بھولا انسان۔ علم باشد۔ علم کے اپنے اوصاف کے اعتبار سے بہت سے نام ہیں چونکہ علم کے سایہ میں انسان راحت سے زندگی گزارتا ہے لہٰذا اس کو درخت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں تو اس درخت سے علم مراد ہے۔
2. بس بلند۔ وہ علم کا درخت عظیم الشان ہے اور علم باری اس کا سرچشمہ ہے اور وہ آب حیات ہے۔ دریائے محیط۔ یعنی علم باری۔ تو بصورت۔ تو نے درخت کے ظاہری اور لغوی معنی مراد لئے ہیں اسی لئے تو معنی کی شاخ سے محروم ہے۔ گہ درخت۔ چونکہ لوگ علم کے ثمرات سے فائدہ اٹھاتے ہیں لہٰذا اس کو درخت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ آفتاب۔ آفتاب، علم کو آفتاب بھی کہہ دیا جاتا ہے چونکہ لوگ اس کی روشنی سے مستفید ہوتے ہیں۔
3. گہ سمندر۔ چونکہ علم ایک بے پایاں چیز ہے اس کو سمندر سے بھی تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ گہ سحاب۔ چونکہ علم بھی شادابی اور سرسبزی کا سبب ہے، لہٰذا اس کو سحاب کہہ دیا جاتا ہے۔ آں یکے۔ علم ایک ہے لیکن اس سے نتائج اور آثار لاکھوں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سے ابدی زندگی حاصل ہوتی ہے لہٰذا وہ آب حیات بھی ہے۔ آں یکے۔ انسانوں میں ایک شخص کو مختلف حیثیتوں سے مختلف ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے وہی ایک انسان باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، چچا بھی ہے اور ماموں بھی ہے، ایک کے اعتبار سے دشمن اور قہر بھی ہے دوسرے کے اعتبار سے نیک اور مہربان ہے۔

گرچہ فردست اُو اثر دارد ہزار — آں یکے را نام شاید بے شمار

اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے — اُس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں

آں یکے شخصے تُرا باشد پدر — در حق شخصے دگر باشد پسر

وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے — دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے

در حق دیگر بود قہر و عدو — در حق دیگر بود لطف و نکو

ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے — دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے

در حق دیگر بود اُوعم و خال — در حق دیگر بود ہیچ و خیال

ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے — دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے

صد ہزاراں نام و اُو یک آدمی — صاحب ہر وصفش از وصفے[1] عمی

وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں — اسکا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے

ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است — ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است

جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو — تیری طرح نا امید اور پریشانی میں ہے

توچہ بَر چفسی بریں نامِ درخت — تا بمانی تلخ کام و شور بخت

تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے — خبردار! تُو ناکام اور بدنصیب رہے گا

صورتِ ظاہر چہ جوئی اے جواں — رَو معانی را طلب اے پہلواں

اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟ — اے بہادر! جا معانی کو طلب کر

صورتِ ظاہر بود چوں قشرو پوست — معنی اندر وے چو مغز اے یار و دوست

ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے — اے یار اور دوست! اُس میں معنی گودے کی طرح ہے

در گذر[2] از نام و بنگر در صفات — تا صفاتت رہنماید سوئے ذات

نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ — تاکہ صفات، ذات تک تیری رہنمائی کریں

گم شوی در ذات و آسائی ز خود — چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد

(پھر) تو ذات میں گم ہو جائے گا اور خودی سے نجات پالے گا — تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی

اختلافِ خلق از نام اُو فتاد — چوں بمعنی رفت آرام اُوفتاد

مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا — وہ جب معنی کی طرف گئی راحت مل گئی

---

[1] از وصفے عمی۔ یعنی ہر شخص ایک وصف سے واقف ہے اور دوسرے وصف سے ناواقف ہے۔ ہر کہ۔ صرف نام کے درپے ہونے والا خواہ کتنا ہی بھلا ہو وہ حصولِ مقصد میں ناکام اور مایوس ہوتا ہے۔ توچہ۔ شیخ نے قاصد سے کہا درخت کے لفظ کو نہ چپٹ۔ صورتِ ظاہر۔ درخت کے لفظ کا بظاہر وہی مفہوم ہے جو قاصد سمجھا تھا۔ معنی اندر وے۔ اس کی مراد یہ ہے کہ وہ چیز جس کے ثمرات انسان کو حاصل ہوں۔

[2] درگذر۔ جبکہ معانی کے مقابلے میں اسماء کی کوئی وقعت نہیں ہے تو اسماء میں نہ الجھ بلکہ صفات کی طرف ترقی کر جو ان اسماء کے معانی ہیں اور ان سے تو ذات تک پہنچ جائے گا جو صفات کی حقیقت ہے۔ گم شوی۔ ذات میں گم ہو کر تن پروری سے نجات پا جائیگا اور وحدت کے غلبہ کی وجہ سے تیری آنکھ کیلئے نیک و بد میں یک رنگی پیدا ہو جائے گی۔ اختلاف۔ اسماء کا اختلاف صرف حیثیتوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے تو اسماء کے پابند اپنے اسی اختلاف میں سرگرداں رہتے ہیں، ان کی حقیقت تک رسائی نہیں ہے۔

اندریں معنی مثالِ خوش شنو　تا نمانی تو اسامی را گرو

معنی کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے　تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

بیانِ[1] منازعت کردنِ چہارکس جہت انگور باہمدگر

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑے کا بیان کیونکہ

بعلت آنکہ زبانِ یکدیگر رانمی دانستند

وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

چارکس را داد مردے یک درم　ہر یکے از شہرے افتادہ بہم

ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا　ہر ایک، ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے

پارسی و ترک و رومی و عرب　جملہ باہم در نزاع و در غضب

ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی　سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے

پارسی گفتا کہ ایں را چوں کنم　ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم

ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں؟　ہاں، آ تاکہ میں انگور والے کو دے دوں

آں یکے دیگر عرب بد گفت لا　من عنب خواہم نہ انگور اے دغا

ایک دوسرا عرب تھا، اس نے کہا نہیں　اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور

آں یکے ترکی بد او گفت اے کوزم　من نمی خواہم عنب خواہم اوزم[2]

ایک ترکی تھا اس نے کہا، اے احمق!　میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں

آں یکے رومی بگفت ایں قیل را　ترک کن خواہیم استا فیل را

اس ایک رومی نے کہا، اس بات کو　چھوڑ، ہم استا فیل چاہتے ہیں

در تنازع آں نفر جنگی شدند　کہ زسرِ نامہا غافل بدند

وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی　کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

مشت برہم می زدند از ابلہی　پر بدند از جہل و از دانش تہی

حماقت سے مکے بازی کرنے لگے　وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی (تھے)

صاحب سرِّے عزیزے صد زباں　گر بدے آنجا بدادے صلح شاں

معنی کو سمجھنے والا، بزرگ، صدہا زبانیں جاننے والا　اگر وہاں ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا

پس بگفتے او کہ من زیں یک درم　آرزوئے جملہ تاں رامی خرم

وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک درہم سے　تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں

---

[1] بیان۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ لفظوں کے پابند محض لفظی اختلاف کی وجہ سے باہمی اختلاف کرتے ہیں اگر حقیقت تک پہنچ جائیں تو وحدت پیدا ہو جائے۔ ہر یکے۔ اسی وجہ سے ان کی زبانیں مختلف تھیں۔ بانگوری دہم۔ یعنی ہم انگور فروش سے انگور خرید لیں اور سب مل کر کھالیں۔ آں یکے۔ عرب نے لا کہا جس کے معنی انکار کے ہیں یعنی میں انگور نہیں عنب خریدوں گا جس کے معنی وہی ہیں جو انگور کے ہیں۔ کوزم۔ احمق۔

[2] اوزم۔ یعنی میں عنب نہ خریدوں گا میں اوزم خریدوں گا جس کے معنی وہی ہیں جو عنب کے ہیں۔ قیل۔ قول، بات۔ استافیل۔ انگور۔ سِر نامہا۔ یعنی ان ناموں کی حقیقت سے ناواقف تھے۔ صاحب سر۔ جو ان الفاظ کے معنی اور سینکڑوں زبانوں سے واقف ہو۔ آرزوئے۔ سب جھگڑا کرنے والوں کی آرزو ایک ہی چیز تھی۔

چونکہ بسپارید دل را بے دغل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے
ایں درم تاں می کند چندیں عمل
تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دے گا

یک درم[1] تاں می شود چار المراد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا
چار دشمن می شود یک ز اتحاد
اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے

گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی
گفت من آرد شما را اتفاق
میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی

پس شما خاموش باشید اَنْصِتُوا
پس تم خاموش ہو جاؤ، چپ رہو
تا زباں تاں می شوم در گفتگو
تا کہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں

گر سخن تاں می نماید یک نمط
اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے
در اثر مایہ نزاع ست و سخط
نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے

گر سخن تاں در تو افق موثق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے
در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے

گرمی عاریتی ندہد اثر
عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے
گرمی خاصیتی دارد ہنر
اصل گرمی ہنر رکھتی ہے

سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں
اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دے گا
چوں خوری سردی فزاید بیگماں
تو جب کھائے گا وہ یقیناً سردی بڑھائے گا

زانکہ گرمی او دہلیزی[2] ست
اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے
طبع اصلش سردی ست و تیزی ست
اس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

ور بود یخ بستہ دو شاب اے پسر
اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو
چوں خوری گرمی فزاید در جگر
جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائے گا

پس ریائے شیخ بہ ز اخلاصِ ما
تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے
کز بصیرت باشد آں ویں از عمٰی
کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے

وز حدیث شیخ جمعیت رسد
شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے
تفرقہ آرد دمِ اہل حسد
اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے

---

1. یک درم۔ یعنی اس ایک درہم سے چاروں کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ گفت ہر یک۔ چونکہ تم لوگ محض لفظوں اور ناموں میں پھنسے ہو تو تمہاری گفتگو اختلاف کا سبب ہے۔ انصتوا۔ تم چپ رہو۔ تا زباں تاں۔ یعنی وہ زبان جو تم جانتے ہو۔ گر سخن تاں۔ یعنی انگور، عنب، اوزم، استافیل سب کے معنی ایک ہیں۔ گرمی۔ ان چاروں شخصوں میں عارضی اتحاد تھا جو صرف ایک معمولی سی بات پر ختم ہو گیا اسی طرح گرمی اور سردی جو اصلی ہے وہ حقیقی اثر رکھتی ہے، عارضی گرمی اور سردی کی کوئی تاثیر نہیں ہے۔ سرکہ۔ سرد ہے اگر آگ پر گرم کر لیا جائے تو یہ عارضی گرمی مؤثر نہ ہو گی۔
2. دہلیزی۔ باہری، عارضی۔ دوشاب۔ انگور کے شیرے کی تاثیر گرم ہے اس کی عارضی ٹھنڈک مؤثر نہیں ہے۔ پس۔ شیخ کی ریاکاری بھی اصول شریعت کے مطابق ہوتی ہے اور اس میں حقیقت اور اصلیت ہوتی ہے عوام کا اخلاص بھی حقیقت سے دور ہے لہٰذا وہ مؤثر نہیں ہے۔ حدیث شیخ۔ چونکہ شیخ حقیقت سے واقف ہوتا ہے لہٰذا اس کی بات موجب اتحاد ہے۔ مختلف المزاج مریدوں کو ایک لڑی میں منسلک کر دیتا ہے۔

چوں سلیماںؑ[1] کز پئے حضرت بتاخت
جب کہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے
او زبانِ جملہ مُرغاں راشناخت
تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی

در زمانِ عدلش آہو با پلنگ
اُن کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے
اُنس بگرفت و بُروں آمد ز جنگ
مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا

شد کبوتر ایمن از چنگالِ باز
کبوتر، باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا
گوسفند از گرگ ناورد احتراز
بکری نے بھیڑیے سے بچاؤ نہ کیا

او میانجی شد میانِ دشمناں
وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے
اِتحادے شد میانِ پَر زناں
پرندوں میں اتحاد ہو گیا

تو چو مورے بہرِ دانہ میدوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے
ہیں سلیماںؑ جو چہ می باشی غوی
خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر، کیوں گمراہ بنتا ہے؟

دانہ جو را دانہ اش دامے شود
دانہ کی تلاش کرنیوالے کیلئے اُسکا دانہ جال بن جاتا ہے
واں سلیماںؑ جوی راہر دو بود
اور سلیمانؑ کی تلاش کرنیوالے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں

مُرغِ جانہا[2] را دریں آخر زماں
اس آخری زمانہ میں. جانوں کے پرندے
نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
انکو ایک دوسرے سے تھوڑے دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے

ہم سلیماںؑ ہست اندر دورِ ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے
کو دہد صلح و نماند جورِ ما
جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے

قول اِنْ مِنْ اُمَّةٍ را یاد گیر
اِنْ مِنْ اُمَّۃ کا قول یاد کر لے
تابہ اِلَّا وَخَلاَ فِیْهَا نَذِیْر
اِلَّا وَ خَلاَ فِیْهَا نَذِیْر تک

گفت خود خالی نبو دست اُمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہ ہو گی
از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے

مُرغِ جانہا را چناں یکدل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دے گا
کز صفاشاں بیغش و بیغل کند
کہ صفائی کی وجہ سے انکو بے کھوٹ اور بے کینہ کر دے گا

مشفقاں گردند ہمچوں والدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے
مسلموں را گفت نفس واحدہ
(اللہ نے) مسلمان کو ایک جان فرمایا ہے

---

1. چوں سلیماںؑ۔ حضرت سلیمان حقیقت سے باخبر تھے تمام جانوروں میں اتحاد کا سبب بن گئے تھے۔ آہو بپلنگ۔ چیتے اور ہرن کی دشمنی مشہور ہے لیکن وہ متحد ہو گئے تھے۔ شد کبوتر۔ باز کبوتر کا دشمن ہے لیکن ان کے دور میں دونوں متحد ہو گئے تھے۔ اومیانجی۔ حضرت سلیمان سب مختلف طبائع والے جانوروں میں صلح کرانے والے ثالث بالخیر بن گئے تھے۔ سلیماں جو۔ یعنی کسی شیخ کو تلاش کر جو اپنے وقت کا سلیمان ہو۔ دانہ جو۔ چیونٹی کی طرح جو صرف راہ جوئی کرے گا جال میں پھنسے گا، سلیمان کو تلاش کرے گا تو دونوں جہان کی دولت ملے گی۔
2. مرغ جانہا۔ آخری زمانہ شقاق اور اختلاف کا دور ہے اس میں سلیمان جیسے شیخ کی زیادہ ضرورت ہے۔ ہم سلیماںؑ۔ سلیمان صفت بزرگ ہر دور میں موجود ہیں۔ قول۔ قرآن پاک میں ان من امۃ الا خلافیھا نذیر کوئی ایسی امت نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو لہٰذا ہر دور میں کوئی نہ کوئی نبوت کی صفات کا حامل ضروری ہوگا۔ مرغ جانہا۔ اگر اس کی دستگیری کر لی جائے تو وہ دلوں کو صاف کر کے سب کو یک دل بنا دے گا۔ مشفقاں۔ یعنی وہ لوگ ان بزرگ کی وجہ سے ماں کی طرح ایک دوسرے پر شفیق بن گئے۔ آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے۔

نفس واحد از رسولِ[1] حق شدند — وَرنہ ہر یک دشمن مطلق بدند

رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے — ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا

اتحادِ خالی از شرک و دوئی — باشد از توحید بے ماوٗ توئی

وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو — "ما و تو" سے خالی، وحدت سے ہوتا ہے

برخاستن مخالفت وعداوت ازمیانِ انصار ببرکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالف اور دشمنی کا ختم ہو جانا پیغمبر صلی خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس و خزرج نام داشت — یک ز دیگر جانِ خوں آشام داشت

دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا — ایک دوسرے کے لئے خون پینے والی جان رکھتا تھا

کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰؐ — محو شد در نورِ اسلام و صفا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کیوجہ سے انکے پرانے کینے — اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے

اولاً[2] اِخواں شدند آں دشمناں — ہمچو اَعدادِ عنب در بوستاں

پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے — جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے

وز دم اَلْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ بہ بند — در شکستند و تن واحد شدند

(پھر) اَلْمُؤمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے (ترقی کر کے) بندش — توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے

صورتِ[3] انگورہا اِخواں بود — چوں فشردی شیرۂ واحد شود

انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے — جب تو نے انھیں نچوڑا ایک شیرہ بن گیا

غورۂ و انگور ضدانند و لیک — چونکہ غورہ پختہ شد شد یارِ نیک

کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں — جب کچا انگور گیا اچھا دوست بن گیا

غورۂ کو سنگ بست و خام ماند — در ازل حق کافر اصلیش خواند

کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا — اللہ (تعالیٰ) نے اس کو ازل میں اصل کافر قرار دیا

نے اَخی نے نفس واحد باشد اُو — در شقاوت نحس و ملحد باشد اُو

وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے — وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے

---

[1] از رسولؐ۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہے المومنون کرجل واحد یعنی سب مسلمان بمنزلہ ایک جان کے ہیں۔ ورنہ۔ اوس اور خزرج کی لڑائیاں مشہور ہیں۔ اتحاد۔ وہ اتحاد جس میں باہمی شرکت اور دوئی کی بو نہ ہو وہ تب حاصل ہوتا ہے جب من وتو کا جھگڑا نہ رہے اور خالص وحدت ہو جائے۔ انصار۔ اوس وخزرج کے مسلمانوں کا اسلام کے بعد انصار لقب بن گیا۔ دو قبیلہ۔ اوس وخزرج دونوں قبیلے باہم لڑتے رہتے تھے ہجرت سے پہلے بھی ان کی جنگ بعاث مشہور ہے۔

[2] اولاً۔ یعنی ابتدا آنحضور ﷺ کی برکت سے بھائی بھائی بن گئے۔ ہمچو اعداد عنب۔ انگوروں میں باہمی یکسانیت تو ہوتی ہے لیکن تشخص ہر ایک کا علیحدہ ہوتا ہے اسی طرح ابتدا انصار میں یکسانیت پیدا ہوئی لیکن ہر ایک کا تشخص باقی رہا۔ وز دم۔ یعنی ابتدا بھائی بندی کی یکسانیت ہوئی پھر اس سے ترقی کر کے وہ یکجان ہو گئے اور ہر ایک نے اپنا تشخص بھی ختم کر دیا اور انگور کے شیرے کی طرح ہو گئے۔

[3] صورت۔ یعنی شروع میں وہ انگوروں کی طرح یکساں بنے جب انگوروں کو نچوڑ دیا جائے تو پھر یکجان شیرہ بن جاتا ہے، وہ بھی ترقی کر کے یکجان ہو گئے۔ غورہ۔ کچا انگور، کچے اور پکے انگور میں یکسانیت نہیں ہوتی۔ پکنے کے بعد سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ سنگ بست۔ یعنی کچا ہی رہا اور اس میں پختگی کی صلاحیت نہ رہی۔ کافر اصلی۔ جیسے عبداللہ بن ابی اور ابوجہل وغیرہ، یہ بھائی نہ بنے اور نہ مسلمانوں سے متحد ہوئے۔

گر بگویم[1] آنچہ اُو دارد نہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے

سِرّ گبر کور نا مذکور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے

غور ہائے نیک کایشاں قابل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے

سوئے انگوری ہمی رانند تیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں

پس در انگوری[2] ہمی درّند پوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں

دوست دشمن گردد ایراہم دو است
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں

آفریں بر عشق کل اوستاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل اُستاد ہے

ہمچو[3] خاکِ مفترق دَر رہگذر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی

کاتحادِ جسمہائے ماء وطین
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد

گر نظائر گویم اینجا درمثال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما
سلیمان اب بھی ہے، لیکن ہم

فتنۂ اَفہامِ خیزد در جہاں
دنیا میں عقلوں کیلئے وہ فتنہ بن جائے

دُود دوزخ از اِرم مہجور بہ
دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے

از دمِ اہل دل آخر یک دل اند
اہل دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں

تا دوئی بر خیزد و کین و ستیز
تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے

تا یکے گردند و وحدت وصف اوست
تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اُسی کی صفت ہے

ہیچ یک باخویش جنگے در نہ بست
کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے

صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا

یک سبو شاں کرد دست کوزہ گر
کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا

ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
ناقص ہے جان اُس کے مشابہ نہیں ہے

فہم را ترسم کہ آرد اختلال
میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

از نشاطِ دور بینی دَر عمیٰ
تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں

---

[1] گر بگویم۔ کافر ازلی کے کفر کا اظہار مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے۔ یہ چھپا رہنا ہی بہتر ہے کہ کون کافر ازلی ہے اور کون مومن ازلی۔ سر گبر کور۔ کور باطن کافر کے باطن کے احوال بھی مسلمانوں کو سنانا بہتر نہیں ہیں، وہ دھواں ہے اور مسلمان باغِ ارم ہیں، باغ سے دھویں کا دور رہنا بہتر ہے۔ غور ہائے نیک۔ وہ لوگ جن میں استعداد اور صلاحیت ہوتی ہے، اہل دل کی صحبت میں یکجان ہو جاتے ہیں۔ سوئے انگوری۔ ان کو بہت جلد مومنین کے ساتھ یکسانیت حاصل ہو جاتی ہے۔

[2] پس در انگوری۔ یکسانیت کے بعد پھر ان کی مومنین سے وحدتِ تامہ ہو جاتی ہے۔ دوست دشمن۔ جب تک من و تو ہے تو باہمی اختلاف و نزاع کا امکان ہے، اس لئے دوست، دشمن بن جاتا ہے لیکن وحدت کے بعد نزاع کا امکان ختم ہو جاتا ہے، اس لئے کہ کوئی شخص اپنے آپ سے دشمنی نہیں کرتا ہے۔ آفریں بر عشق۔ عشق متحد الوجود بنا دینے میں کامل استاد ہے۔

[3] ہمچو۔ عشق ذروں کو ایسا ہی جوڑ دیتا ہے جیسا کہ کمہار مختلف اجزاء کو ملا کر گھڑا بنا دیتا ہے۔ اتحاد جسمہا۔ کمہار اور ذروں سے مل کر گھڑا بن جانے کی مثال ناقص ہے، جانوں کا اتحاد اس سے بہت بڑھا ہوا ہے۔ گر نظائر۔ مومنین کے روحوں کے اتحاد کی مختلف مثالیں اگر سناؤں تو تھک جاؤ گے۔ دور بینی۔ یعنی دنیاوی معاملات میں گہری سوچ بچار نے ہمیں اندھا بنا رکھا ہے ورنہ ہر دور میں سلیمان صفت بزرگ موجود ہیں۔

دور بینی کور دارد مرد را
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے
ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے

میکند[1] از مشرق و مغرب گذر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے
وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
اور اپنے ساتھ اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے

مولعیم اندر سخنہائے دقیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں
در گرہہا باز کردن ما عشیق
اُن کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں

تا گرہ بندیم و بکشائیم ما
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں
در شکال و در جواب آئیں فزا
اِشکال اور جواب میں قاعدہ کو بڑھانے والی بن جائیں

ہمچو مُرغے کو کشاید بند و دام
اُس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے
گاہ بندد تا شود درفن تمام
کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے

او بود محروم از صحرا و مَرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے
عمر اُو اندر گرہ کاری ست خرج
اُس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے

خود زبونِ او نگردد ہیچ دام
کوئی جال اُس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے
لیک پَرش در شکست اُفتد مَدام
لیکن اُس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں

با گرہ کم کوش تا بال و پَرت
گرہ میں کم مصروف ہوتا کہ تیرے بال و پر
نکسلد یک یک ازیں کرّ و فرت
اِس اُدھیڑ بن سے ایک ایک کر کے نہ ٹوٹ جائیں

صد ہزاراں مُرغ پرہاشاں شکست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے
واں کمیں گاہِ عوارض را نہ بست
(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے

حالِ ایشاں از نبے[2] خواں اے حریص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے
نَقَّبُوْا فِیْهَا ببین هَلْ مِنْ مَّحِیْص
غور کر، انہوں نے زمین میں نقب لگائے، کہیں چھٹکارا ہے

از نزاعِ تُرک و رُومی و عرب
ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے
حل نشد اِشکالِ انگور و عنب
انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا

تا سلیمانِ لسینِ معنوی
جب تک حقیقت پسند، زبان داں، سلیمان
در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
نہیں آتا، یہ دوئی نہیں اُٹھتی

---

[1] می کند۔ دنیاوی تفکر میں انسان ایسا محو ہو جاتا ہے کہ اس کو آس پاس کی خبر نہیں ہوتی۔ مولعیم۔ ہم دنیاوی الجھاؤ کو سلجھانے کے عاشق ہیں اور اس میں سوال و جواب کے لئے قواعد تراشتے ہیں۔ ہمچو مرغے۔ دنیاوی دھندوں کی گرہ کشائی میں ہم اس پرند کی طرح ہیں جو جال کی گرہ کھولنے اور باندھنے میں مہارت پیدا کر رہا ہو، وہ لامحالہ چمن کی سیر سے محروم رہے گا اور پوری عمر اسی کام پر صرف کر دے گا۔ خود زبوں۔ جال کی گرہوں میں مہارت پیدا کرنے والا، نہ خود اپنے پر تباہ کر لے گا جال تو اس کے قابو میں نہ آئے گا، اسی طرح دنیا کے دھندوں کو سلجھانے والا اپنے آپ کو تباہ کر لے دنیا اس کے قابو میں نہ آئے گی۔ صد ہزاراں۔ بڑے بڑے دنیاداروں کے ساتھ دنیا نے غداری کی ہے۔

[2] از نبے۔ قرآن پاک میں ہے "وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھُمْ اَشد منھم بطشا فنقبوا فی البلاد ھل من محیص" اور ان سے پہلے ہم نے کتنی امتیں ہلاک کر دیں جو کہ ان سے مل بوتے میں بڑھ کر تھیں انہوں نے شہروں کو چھان مارا کہ کہیں بچاؤ کی جگہ ہے" یعنی وہ ہلاک ہو گئے۔ از نزاع۔ ان چاروں شخصوں کی لڑائی۔ معاملہ کو حل نہ کر سکی تھی۔ تا سلیماں۔ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند" یا امام مہدی مراد ہیں۔ لسین۔ بوزن امین، زبان داں۔

جملہ مُرغانِ منازِع باز وار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح
ز اختلافِ خویش سوئے اتحاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب
حَیْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوا وَجُھَکُمْ
تم جہاں بھی ہو اپنا رُخ موڑ لو
کور مرغانیم و بس نا ساختیم
ہم اندھے پرند ہیں اور بہت انگھڑ
ہمچو چغداں[2] دشمن بازاں شدیم
ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے
می کنیم از غایت جہل و عمیٰ
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں
جملہ مُرغاں کز سلیماںؑ روشن اند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (اول) ہیں
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف (دانہ) لے جاتے ہیں
ہدہد ایشاں پئے تقدیس را
ان (میں) کا ہدہد تقدیس کے لئے
زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود
ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا
لکلکِ ایشاں کہ لکلک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے

بشنوید ایں طبل بازِ[1] شہر یار
بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو
ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ
نَحْوَہٗ ھٰذَا الَّذِیْ لَمْ یَنْھَکُمْ
اُسکی جانب، یہ وہ ہے جس سے اُس نے تمہیں نہیں روکا
کاں سلیماں را دمے نشناختیم
کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلمان کو نہ پہچانا
لا جرم وامانده و ویراں شدیم
لا محالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے
قصد آزارِ عزیزانِ خدا
اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ
پرّ و بالِ بے گنہ کے بَرکنند
وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟
بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے لے خوش ہیں
مے کشاید راہِ صد بلقیس را
سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے
بازِ ہمت آمد و مازاغ[3] بود
ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا
آتش توحید در شک می زند
وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے

---

[1] طبل بازؔ۔ وہ نقارہ جو باز کو واپس بلانے کے لئے بجایا جاتا ہے۔ زاختلافؔ۔ رسم ورواج کے اختلافات کو ترک کر کے متحد ہو جاؤ۔ حیث ما کنتم۔ مسلمانوں کو حکم ہے جہاں کہیں بھی ہوں وہ نماز میں قبلہ رخ ہو جائیں۔ مولانا فرماتے ہیں سب کو متوجہ الی الحق ہو جانا چاہئے۔ یہی چیز اتحاد پیدا کر دے گی۔ کور مرغانیمؔ۔ بزرگانِ دین سلیمانِ وقت ہیں، ہم اتنے اندھے ہیں کہ ان کو نہیں دیکھ رہے ہیں۔

[2] ہمچو چغداںؔ۔ چغدوں کی باز سے دشمنی کا قصہ مولانا پہلے بیان کر چکے ہیں۔ بازاںؔ۔ وہ بزرگ جو طائرانِ قدس ہوں۔ عزیزاںؔ۔ یعنی خاصانِ خدا۔ جملہ مرغاںؔ۔ بزرگوں سے تربیت یافتہ لوگ کبھی ظلم نہیں کرتے ہیں بلکہ معذوروں کی خدمت کرتے ہیں۔ چینہؔ۔ کنگنی، ایک غلہ ہے جو پرندوں کو کھلایا جاتا ہے۔ ہدہدؔ۔ چونکہ شیخ وقت کو سلیمان وقت قرار دیا تھا لہٰذا اس کے مریدین کو ان پرندوں سے تعبیر کیا ہے جو حضرت سلیمان کے جلو میں رہتے تھے۔ تقدیسؔ۔ یعنی سبوح قدوس کا وظیفہ پڑھنا، حضرت سلیمان کی ہدہد حضرت بلقیس کے لئے راہنمائی تھی۔

[3] مازاغؔ۔ قرآن پاک میں آنحضورﷺ کے بارے میں ہے ما زاغ البصر و ماطغی یعنی ان کی نظر نہ کسی طرف کو جھکی اور نہ اچٹی یعنی دیدار میں مصروف رہی۔ لکلکؔ۔ لقلق پرند کے بولنے کی آواز لک لک ہے تو گویا وہ لک الحمد لک الثناء "اے پروردگار! تیرے لئے تعریف ہے تیرے لئے ثنا ہے" کہتا ہے اور توحید کے گن گاتا ہے۔

وال کبوتر[1] شاں زبا زاں نشکہد — باز سَر پیشِ کبوتر شاں نہد

ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے — باز اُن کے کبوتر کے سامنے سر (تسلیم) خم کر دیتا ہے

بلبل ایشاں کہ حالت آرد اُو — در درونِ خویش گلشن دارد او

ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے — وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے

طوطی ایشاں زقند آزاد بود — کز دروں قند اَبد رُویش نمود

ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا — کیونکہ اس میں ابدی قند رو نما ہو گئی تھی

پائے طاؤسانِ ایشاں در نظر — بہتر از طاؤس پرّانِ دگر

ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں — دوسروں کے موروں جیسے پر والوں سے بہتر ہیں

کبک ایشاں خندہ برشاہیں زند — در تعلق راہِ علیین زند

ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے — تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے

منطق الطیرانِ[2] خاقانی صداست — منطق الطیر سلیمانی کجاست

خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے — وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟

تو چہ دانی بانگ مُرغاں را ہمے — چوں ندیدتی سلیماں را دمے

تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟ — جبکہ تو نے ایک لمحہ کیلئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے

پرِّ آں مُرغے کہ بانگش مطرب ست — از برونِ مشرق و وز مغرب ست

اُس پرند کا پر جس کی آواز مست کرنے والی ہے — وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے

ہر یک آہنگش زکرسی تاثرے ست — وزثری تا عرش در کرّوفرے ست

اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے — اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے

مُرغ کو بے ایں سلیماں می رَود — عاشقِ ظلمت چوخفاشے بود

وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے — وہ چگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے

با سلیماں خو کن اے خفاشِ رَد — تاکہ در ظلمت نہ مانی تا اَبد

اے مردود چگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال — تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

یک گزے رَہ کہ بداں سو میروی — ہمچو گز قطب مساحت می شوی

اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا — تو گز کی طرح پیائش کا مدار بن جائے گا

---

[1] وال کبوتر۔ مریدین اور مجازین میں سے ہیں جو سکنت میں کبوتر ہیں، دنیا کے سرکش ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں۔ نشکہد۔ مضارع منفی ہے۔ شکوہیدن۔ شان و شوکت دکھانا، ڈرنا۔ بلبل۔ ان کی بلبل اپنے اندر گلشن دیکھ کر وجد کرتی ہے۔ طوطی۔ طوطی کو شکر کھلائی جاتی ہے ان بزرگوں کی طوطی کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں، ان کے باطن خود قند سے معمور ہیں۔ پائے طاؤساں۔ مور کا پیر بدصورتی میں اور اس کا پر حسن میں مشہور ہے یعنی اس شیخ کے مریدوں کے بظاہر نازیبا افعال دوسروں کے زیبا افعال سے زیادہ قابل قدر ہیں۔ کبک۔ چکور کا قہقہہ اور رفتار ضرب المثل ہیں۔

[2] منطق الطیر۔ پرندوں کی بولی۔ افضل الدین خاقانی شاعر نے ایک مشہور قصیدہ لکھا ہے جس میں پرندوں کی زبانی گفتگو کی ہے، حضرت سلیمان کو بھی منطق الطیر حاصل تھی۔ تو چہ دانی۔ جب تم اہل اللہ سے نہیں ملے تو ان کے متعلقین کے کمالات کو کیا سمجھ سکتے ہو۔ پر آں مرغے۔ ان مریدین اور متوسلین کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ ہر یک۔ یعنی اس کی پرواز زمین سے آسمان تک ہے۔ مرغ۔ یعنی وہ لوگ جو نہ کسی نبی کے پیرو ہیں نہ کسی شیخ سے متعلق ہوں وہ نور خداوندی سے محروم رہتے ہیں۔ رد۔ مردود۔ یک گزے رہ۔ شیخ کی زیر تربیت تھوڑا مجاہدہ بھی بہت زیادہ مفید ہوتا ہے۔

وانکہ[1] لنگ و لوک آں سو می جہی — از ہمہ لنگی و لوکی می رہی

اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے — (اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائے گا

قصۂ بط بچگاں کہ مرغِ خانگی پروردشاں

بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخمِ بطی گرچہ مُرغِ خانہ ات — کرد زیرِ پر چو دایہ تربیت

تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے — پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادرِ تو بطِ آں دریا بدست — دایہ[2] ات خاکی بدو خشکی پرست

تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی — تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی

میلِ دریا کہ دلِ تو اندرست — آں طبیعت جانت را از ما درست

دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے — تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے

میلِ خشکی مر ترا زیں دایہ است — دایہ را بگذار کو بد رایہ ست

خشکی کی طرف میلان اُس دایہ کی وجہ سے ہے — دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے

دایہ را بگذار در خشک و براں — اندر آ در بحرِ معنی چوں بطاں

دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر — بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آ جا

گر ترا دایہ بترساند ز آب — تو مترس و سوئے دریاراں شتاب

اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے — تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے

تو بطے بر خشک و بر تر زندہٗ — نے چو مُرغِ خانہ خانہ کندہٗ

تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے — کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے

توز کَرَّمْنَا بَنِیْٓ آدَم شہی — ہم بخشکی ہم بدریا پا نہی

تو کرمنا بنی ادم کی وجہ سے شاہ ہے — خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے

کہ حَمَلْنَاھُمْ عَلَی الْبَحْرِ بجاں — از حَمَلْنَا ھُمْ عَلَی الْبَرِّ پیش راں

تو روح کی وجہ سے حملنا ھم علی البحر (کا مصداق ہے) — حملنا ھم علی البر سے آگے چل

---

[1] وانکہ۔ جس قدر عیب شیخ کے پاس لے کر جائے گا سب سے نجات مل جائے گی۔ لنگ۔ لنگڑا۔ لوک۔ گھٹنوں کے بل چلنے والا۔ تخم بطی۔ اس قصہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر استعداد ہوتی ہے تو تھوڑی سی محنت سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے، بطخ کا وہ بچہ جو مرغی کے نیچے نکلا اور پلا ہو اس میں سمندر میں تیرنے کی استعداد موجود ہے، ذرا سی محنت سے تیرنا سیکھ سکتا ہے اسی طرح سے روح جو ملاءِ اعلیٰ کی چیز ہے اگرچہ اس کی پرورش خاکی جسم کے زیر اثر ہو رہی ہے معمولی محنت سے ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے لگتی ہے۔ تخم بط۔ بطخ کا انڈا۔ مرغِ خانہ۔ گھریلو مرغی۔

[2] دایہ۔ یعنی گھریلو مرغی۔ میل دریا۔ بطخ، دریائی چیز ہے۔ زیں دایہ۔ گھریلو مرغی جو خشکی پر ملتی ہے۔ گرترا۔ جسم انسانی عروج سے مانع بنتا ہے۔ تو بطے۔ انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے جسم خاکی چیز ہے اور روح بحر وحدت سے متعلق ہے۔ کرمنا۔ قرآن پاک میں ہے ولقد کرمنا بنی آدم و حملنا ھم فی البر و البحر ''ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا۔'' مولانا نے یہاں بحر سے بحر وحدت مراد لیا ہے، مقصد یہ ہے کہ انسان کو مادی زندگی سے گذر کر حملناھم علی البحر والی زندگی حاصل کرنی چاہئے اور اس کو بحر وحدت کی سیر کرنی چاہئے۔

مُر ملائک[1] را سوئے بَر راہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے

تو بہ تن حیواں بجانے از ملک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں

تا بظاہر مِثلُکُم باشد بشر
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے

قالب خاکی فتادہ بر زمیں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے

ماہمہ[2] مُرغا بیانیم اے غلام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں

پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں

با سلیماں پائے در دریا بنہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ

آں سلیماں[3] پیشِ جملہ حاضرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے

تا زَ جہل و خوا بناکی و فضول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے

تشنہ را دردِ سر آرد بانگ رَعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے

چشم اُو ماندست در جوئے رَواں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے

جنس حیواں ہم زبحر آگاہ نیست
حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے

تا روی ہم برزمیں ہم بَرفلک
تا کہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

بادلِ یوحیٰ اِلیٰ دیدہ وَر
(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے

روحِ اُو گرداں براں چرخِ بریں
اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے

بحر میداند زبانِ ما تمام
سمندر ہماری زبان سمجھتا ہے

در سلیماں تا ابد داریم سیر
ہمیشہ سلیماں میں ہمارا مطالعہ ہے

تا چو داؤدؑ آب ساز و صد زرہ
تا کہ پانی (حضرت) داؤدؑ کیطرح سینکڑوں زر ہیں بنا دے

لیک غیرت چشم بند و ساحر ست
لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے

او بہ پیش ما و ما از وے ملول
ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے

چوں نداند کو کشاید ابر سعد
جب کہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھول دے گی

بے خبر از ذوقِ آبِ آسماں
وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے

1. مرملائک۔ ملائکہ کا دنیاوی زندگی سے تعلق نہیں ہے۔ حیواں۔ حیوانات کا عالم آخرت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تو۔ انسان میں حیوانیت بھی ہے اور ملوکیت بھی لہٰذا اس کا دونوں عالم سے تعلق ہے۔ تا بظاہر۔ قرآن پاک میں ہے قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی آنحضورﷺ کو خطاب ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم جیسا بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے تو جس طرح آنحضورﷺ کا جسم عالم دنیا سے متعلق ہے اور دل کا تعلق عالم بالا سے ہے اسی طرح شیخ وقت کا تعلق دونوں عالم سے ہے۔
2. ماہمہ۔ ہماری اور شیخ کی وہی نسبت ہے جو مرغاب اور دریا کی۔ بحر۔ یعنی اضافی بحر جو کہ شیخ ہے وہ ہماری سب باتیں سمجھ لیتا ہے۔ سلیماں۔ شیخ بمنزلہ بحر کے ہے اور ہم اس سلیمان کے پرند ہیں۔ با سلیماں۔ دریائے معرفت میں جب شیخ کی طرح گھسو گے تو تمہاری حفاظت کے لئے سینکڑوں زر ہیں تیار ہو جائیں گی جو تمہیں اس راہ کے خطرات سے محفوظ رکھیں گی دریا میں پیر رکھنے سے لہریں بصورت زرہ پیدا ہوتی ہیں۔
3. آں سلیماں۔ شیخ وقت موجود ہے لیکن تو اپنی بڑائی کی وجہ سے اس کے ہاتھ میں ہاتھ دینا غیرت کے خلاف سمجھتا ہے، اس لئے تجھے وہ نظر نہیں آتا ہے۔ تشنہ را۔ اگر انسان کو انجام کی بھلائی پر یقین ہو تو اس کے لئے مقصد کے حصول کی تکالیف آسان ہو جاتی ہیں۔ چشم او۔ انسان اپنی غفلت کی وجہ سے ادنیٰ مطلوب میں لگا رہتا ہے اور اعلیٰ مقصد سے غفلت برتتا ہے۔

مرکب[1] ہمت سوئے اسباب راند ... از مُسبّب لا جرم محروم ماند

اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب دوڑا دی ... لا محالہ سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہو گیا

آنکہ بیند او مُسبّب را عیاں ... کے نہد دل بر سببہائے جہاں

جو شخص سبب پیدا کرنے والے کو کھلا دیکھتا ہے ... وہ دنیا کے اسباب سے کب دل لگاتا ہے؟

از مسبب یابد اندر یک صباح ... از نجات و از فلاح و از نجاح

وہ سبب پیدا کرنیوالے کی جانب سے ایک صبح کو پا جاتا ہے ... نجات اور فلاح اور کامیابی

آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند ... دہ یکے زاں گنج حاصل نا ورند

وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنیوالے کی مٹھی میں سو سال میں (آیا) ... اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کرسکتے ہیں

حیران شدنِ[2] حاجیاں در کراماتِ آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد درمیانِ بادیہ ... در عبادت غرق چوں عبادیہ

صحرا میں ایک زاہد تھا ... عباداں کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق

حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد ... دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد

حاجی (مختلف) شہروں سے اس کے پاس پہنچے ... ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی

جائے زاہد خشک بود او تر مزاج ... از سمومِ[3] بادیہ بودش علاج

زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا ... صحرا کی لو اس کا علاج تھی

حاجیاں حیراں شدند از وحدتش ... واں سلامت درمیانِ آفتش

حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے ... اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے

در نماز استادہ بد بر روئے ریگ ... ریگ کز تفش بجوشد آبِ دیگ

وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا ... ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی اُبلنے لگے

گفتی سَرمست در سبزہ و گُل ست ... یا سوارہ بر بُراق و دُلدل ست

تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے ... یا بُراق اور دلدل پر سوار ہے

---

[1] مرکب۔ جو لوگ اسباب دنیوی کو ہی سب کچھ سمجھ لیتے ہیں وہ ان اسباب کے پیدا کرنے والے خدا سے غافل رہتے ہیں۔ آنکہ۔ جس شخص کو حضرت حق کا مشاہدہ حاصل ہے اور وہ مسبب الاسباب کو دیکھ رہا ہے، اسباب اس کی نگاہ میں ہیچ ہو جاتے ہیں۔ از مسبب۔ جو لوگ مسبب الاسباب سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ تھوڑی سی دیر میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو اسباب اختیار کرنے والا سو سال میں بھی حاصل نہیں کر پاتا ہے۔

[2] حیران شدن۔ اس قصہ سے یہ بتانا مقصود ہے کہ بلا اسباب بھی اللہ تعالیٰ بہت کچھ عطا فرما دیتا ہے۔ بادیہ۔ صحرا، جنگل۔ عبادیہ۔ عبادان کی طرف منسوب مانا جائے جو ایک نہایت گرم مقام ہے یعنی عبادان کے رہنے والے یا منسوب بسوئے عبادت۔ حاجیاں۔ وہ صحرا ان حاجیوں کا رہگذر تھا۔ زاہد خشک۔ وہ عبادت گذار جو ذوقِ عبادت سے محروم ہو لیکن یہاں یہ معنی مراد نہیں اس لئے ہم نے لاغر کا ترجمہ کیا ہے۔ تر مزاج۔ خوش مزاج۔

[3] سموم۔ گرم زہریلی ہوا، لو یعنی لو اس کے مرض کا سبب نہ تھی بلکہ صحت کا سبب تھی۔ حیران شدند۔ اس قدر مہلک صحرا میں اس کا صحیح و سلامت رہنا باعث حیرت بنا۔ آب دیگ۔ یعنی ریت اس قدر گرم تھا کہ اس کی گرمی پانی کو کھولا دے۔ گفتی۔ اس قدر تکلیف دہ مقام پر وہ عبادت اس قدر خوش تھا جیسا کہ کوئی سبزہ و گل میں مسرور ہو یا دلدل اور براق کی سواری میں مسرور ہو۔

یا کہ[1] پاپَیش بر حریر و حُلہاست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں

یا سموم اُو را بہ از بادِ صباست
یا اس کے لئے لو پروا ہوا سے زیادہ مفید ہے

ایستادہ تازہ • رُوئی اندر نماز
تازہ رُو نماز میں کھڑا ہوا

با خضوع و با خشوع و بر نیاز
خشوع و خضوع کے ساتھ اور عاجزی سے بھرا ہوا

با حبیب خویشتن می گفت راز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا

ماندہ بود استادہ ۔ در فکر دراز
لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا

پس بماندند آں جماعت با نیاز
تو وہ گروہ نیاز مندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا

تا شود درویش فارغ از نماز
تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے

چوں زاستغراق باز آمد فقیر
جب درویش استغراق سے نکلا

زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر
اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے

دید کابش می چکید از دست و رُو
دیکھ کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے

جامہ اش تر بود از آثارِ وضو
اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے

پس پرسیدش کہ آب او کجاست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا

دست را برداشت کز سوئے سماست[2]
اس نے ہاتھ اُٹھایا کہ آسمان سے

گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے

بے زچاہ و بے ز حَبْلٍ مِّنْ مَّسَدْ
بغیر کنویں اور بغیر مونج کی رسی کے

مشکل ما حل کن اے سلطانِ دیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے

تا بہ بخشد حالِ تو مارا یقیں
تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے

وانما سِرّے ز اسرارے بما
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے

تا بریم از میاں زنارہا
تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں

چشم را بکشود سوئے آسماں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اُٹھائی

کہ اجابت کن دعای حاجیاں
کہ حاجیوں کی دعا قبول فرما لے

رزق جوئی را زبالا خو گرم
میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں

چوں زبالا بر کشودستی دَرم
چونکہ تو نے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے

اے نمودہ تو مکاں از لا مکاں
اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے

فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ کردہ عیاں
"فِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا

---

[1] یا کہ۔ یعنی گرم ریت اس کے لئے ریشمیں کپڑا تھا۔ حریر۔ ریشمی کپڑا۔ حلہا۔ قیمتی لباس۔ بادِ صبا۔ پروا ہوا ٹھنڈی اور خوشگوار ہوتی ہے۔ راز۔ نماز کی حالت کو مناجات یعنی اللہ کے ساتھ سرگوشی کہا گیا ہے۔ استغراق۔ وہ کیفیت ہوتی ہے جس میں بزرگ ماسوا اللہ سے غافل ہوتا ہے۔ ضمیر۔ قلب۔ دید۔ یعنی وضو کا پانی ہاتھوں اور چہرے سے ٹپک رہا تھا اور کپڑوں پر بھی وضو کے پانی کا اثر تھا۔

[2] سما۔ آسمان۔ حبل من مسد۔ کھجور کے پٹھے کے ریشے کی رسی اور مونج کی رسی۔ تا بہ بخشد۔ یعنی آپ کی کرامات دیکھ کر ہمارے کے یقین کے مراتب میں اضافہ ہو جائے۔ زنارہا۔ یعنی شکوک و شبہات۔ اجابت۔ قبولیت۔ بالا۔ عالم بالا۔ مکاں۔ یعنی وہ مخلوق جو مکانی ہے۔ لامکاں۔ عالم بالا جو مکانیت سے منزہ ہے۔ وفی السماء رزقکم۔ قرآن پاک میں ہے "اور آسمانوں اور زمینوں میں ہے تمہارا رزق۔"

درمیانِ ایں مناجات[1] ابر خوش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر
زود پیدا شد چوپیل آبکش
پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا

ہمچو آب از مشک باریدن گرفت
اُس نے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا
درگو و در غارہا مسکن گرفت
جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا

ابری بارید چوں مشک اشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا
حاجیاں جملہ کشادہ مَشکہا
سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں

یک عجائب دَر بیاباں وا نمود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا
ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا

یک جماعت زاں عجائب کارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے
می بُریدند از میاں زُنار ہا
کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی

قومِ دیگر را یقیں دَراز دیاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی
زیں عجب وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالرَّشَاد
اس تعجب (خیز واقعہ) کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے

قومِ دیگر نا پذیرا تُرش و خام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے
ناقصانِ سرمدی تَمَّ الْکَلَام
(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

---

[1] مناجات۔ سرگوشی، دعا۔ گو۔ گڑھا۔ مسکن۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ابر۔ جو ابر نمودار ہوا، اس نے اس طرح برسنا شروع کیا جس طرح پانی مشک سے گرتا ہے۔ زنارہا۔ یعنی ان لوگوں کے شکوک وشبہات زائل ہو گئے۔ عجب۔ یعنی بارش کی کرامات۔ ناقصانِ سرمدی۔ جو ازلی ناقص تھے اور ان میں حق کو قبول کرنے کی صلاحیت نہ تھی۔

مثنوی مولوی معنوی — ہست قرآں در زبان پہلوی

مفتاح العلوم

شرح مثنوی مولانا رومؒ

مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی
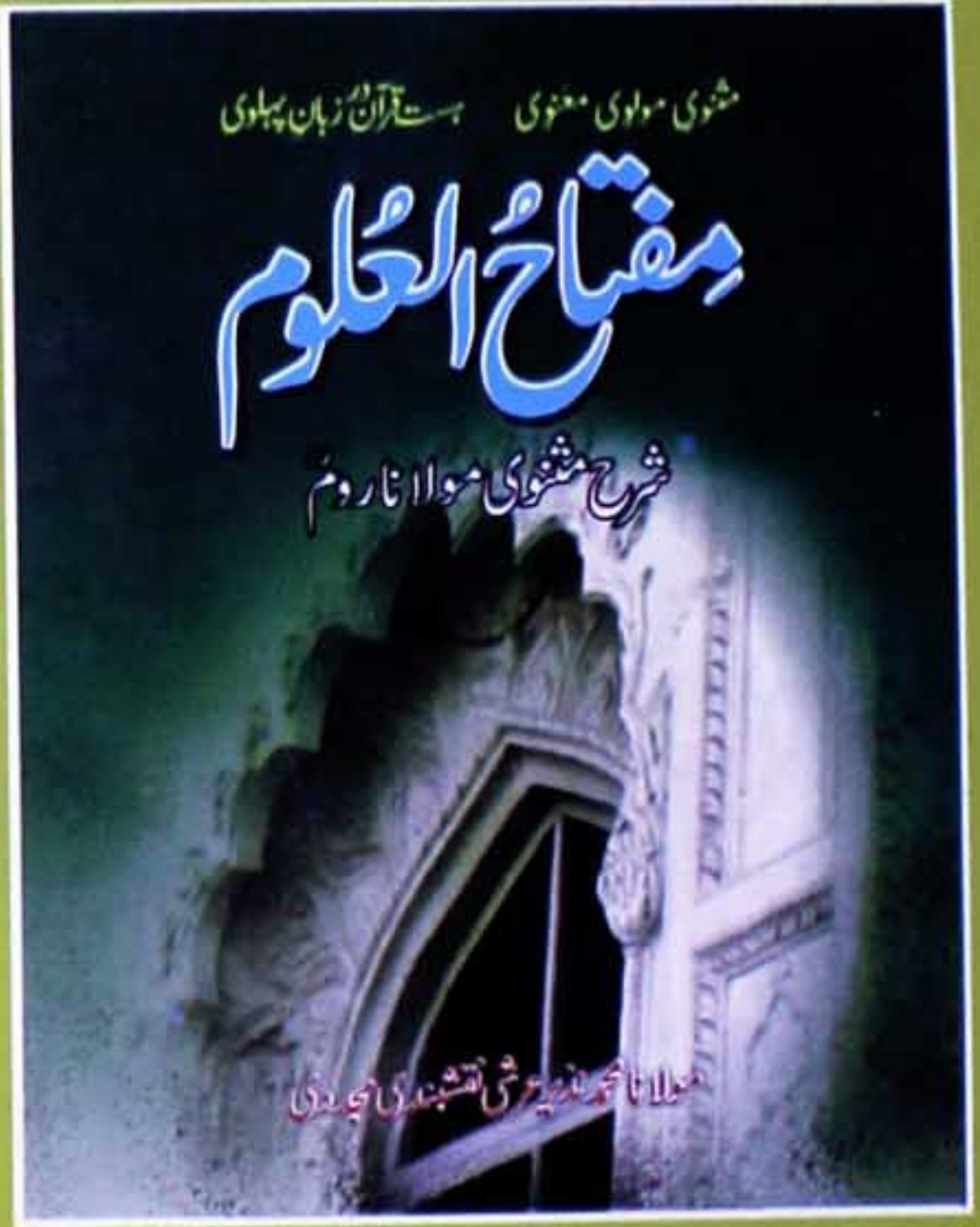
اسلامی ادبیات کی عظیم الشان اور لازوال مثنوی، جس کے 1,26,660 اشعار میں تصوف و اخلاق کے مسائل کو سبق آموز حکایات اور نصیحت آموز تمثیلوں کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

گذشتہ سات صدیوں سے مثنوی مولانا روم مسلمانانِ عالم میں عقیدت و احترام سے پڑھی جا رہی ہے۔ برِاعظم پاک و ہند میں اس کے بے شمار ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ یہ نیک کام کرنے والوں میں حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی، مولانا محمد رضا، مولانا بحرالعلوم، مولانا احمد حسن کان پوری اور مولانا اشرف علی تھانوی جیسے نامور مشاہیر شامل ہیں۔ لیکن جو شہرت و مقبولیت مولانا محمد نذیر عرشی نقشبندی مجددی کو نصیب ہوئی، وہ کسی اور کے حصے میں نہ آسکی۔

مولانا عرشی کے ترجمے اور شرح کے ساتھ انتہائی خوبصورت اور دیدہ زیب چھ جلدیں۔

ISBN 969-503-464-0

9789695034644

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب
غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

Design By: MUHAMMAD AHSAN
MOHSAN GRAPHICS